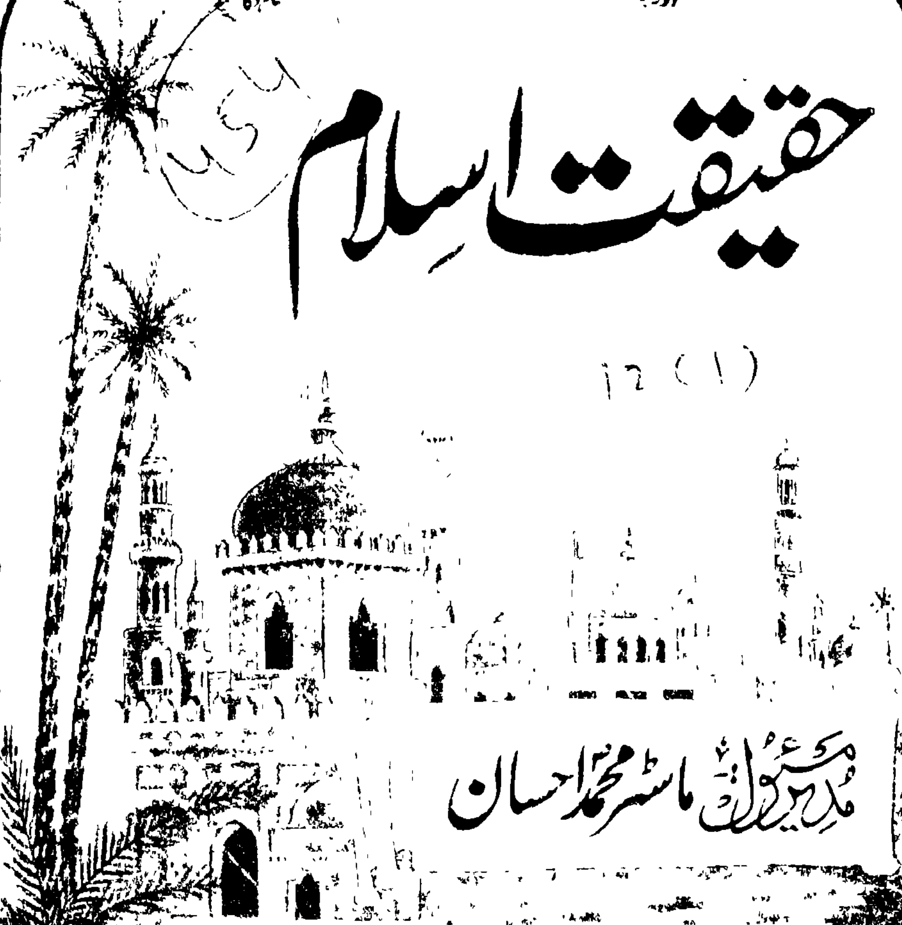
وَمَن يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَن يُقْبَلَ مِنْهُ

اور جو کوئی اسلام کے سوا کسی اور دین کی خواہش کرے تو وہ ہرگز مقبول نہ ہوگا

حقیقتِ اسلام

(۱) ۱۶



مدیر مسئول ماسٹر محمد احسان

پیکو لمیٹڈ بیرون موچی دروازہ - لاہور

چندہ سالانہ (غیر ممالک میں)	
والیانِ ریاست سے	۵۰ شلنگ
رؤساء و امراء سے	۲۰ شلنگ
عوام سے	۵ شلنگ

حقیقتِ اسلام

چندہ سالانہ (ہندوستان میں)	
والیان ریاست سے	۲۵ عہ
رؤساء و امراء سے	۱۰ عہ
عوام سے	۶ ر

ہندوستان کا تبلیغی، مذہبی اور علمی رسالہ

بابت ماہِ جنوری سنہ ۱۹۳۸ء مطابق شوال المکرم سنہ ۱۳۵۶ھ

جلد ۱۲ نمبر ۱

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

حال وقال

جب قوم اخلاق اور روحِ مذہب سے بیگانہ ہوجاتی ہے۔ تو اس وقت اُس کا محبوب ترین مشغلہ یہ ہوتا ہے کہ آپس میں حرب آرار کا طوفان بپا کردے۔ اور اپنی پستی اور ذلت کا ٹھیکرا دوسروں پر رکھدے۔ خود کو بالکل بری الذمہ سمجھے۔ اور خیال کرے کہ محض مخالفین نے اسے بے دست وپا کر رکھا ہے۔ نہ اس میں احتجاج کی طاقت باقی ہے نہ پنپنے کی صلاحیت۔ یہ وہ دور ہوتا ہے جب اصلاح کی امیدیں بہت کم موجود رہتی ہیں۔ اور مایوسیاں چاروں طرف سے گھیر لیتی ہیں ۔

ہندوستان کا مسلمان اس وقت ٹھیک انہی حالات سے دو چار ہے۔ کہیں اس کی جہالت پستی۔ افلاس اور غلامی کا تنہا ذمہ دار انگریز ہے۔ اور کہیں ہندوؤں نے اس کے لئے معیشت کی تمام راہیں مسدود کر رکھی ہیں اب بیچارہ سوا اس کے اور کیا کرسکتا ہے۔ کہ آپس میں لڑے اور گالی گلوچ کرے ۔

یہ درست ہے۔ کہ موجودہ نظام حکومت میں مسلمان کے لئے وہ آسائشیں اور سہولتیں موجود نہیں ہیں جن کی وجہ سے وہ کھل کر اسلامی شان وشکوہ کا اظہار کرسکے۔ اور یہ بھی تسلیم ہے کہ دفتری اقتدار اور تجارت کے بڑے بڑے ادارے سب ہندوؤں کے ہاتھ میں ہیں۔ جن کے باعث مسلمان قرض اور بیکاری کے بوجھ تلے دبا ہوا ہے۔ مگر کیا انصاف ہے۔ کہ اپنی بیکسی اور بے چارگی کی تمام تر ذمہ داریاں دوسروں پر ڈال دی جائیں ۔

کیا ہندو غلام نہیں ہیں؟ کیا سکھوں پر انگریز کی حکومت نہیں ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ اُدھر
کے بیداری ہے۔ اور تم میں نہیں ہے ۔ میں باوجو

کیا انگریز نے تمہیں مجبور کردیا ہے۔ کہ آپس میں کبھی اتفاق نہ کرو۔ ہمیشہ لڑو۔ اور ا
اچھالو۔ کیا وہ تمہیں تنظیم سے روکتا ہے؟ تعلیم سے منع کرتا ہے؟ وایک دوسرے کی

کیا ہندو کی اقتصادی اجارہ داری کا مطلب یہ ہے کہ تم بالکل کچھ نہ کرو۔ کفایت شع
حال ٹھاٹھ سے رہو۔ اگرچہ تمہارے حالات تمہیں فضولخرچی کی اجازت نہ دیں ۔ نعاری ترک کردو۔ ا

یاد رکھئے جب تک کوئی قوم زندہ رہنا چاہتی ہے۔ اور زندگی کے لئے جد
وجہد کرتی ہے۔ دنیا کو

قوت اس کو ترقی و اقتدار سے محروم نہیں کر سکتی۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ۔
مسلمان اگر چاہے گا۔ کہ وہ اپنے تمام مختلف عناصر کو ایک مقام پر جمع کر دے۔ اور انتشار و اختلاف کے چشموں کو بند کر دے۔ تو وہ یقیناً یہ آزادی کے ساتھ کر سکے گا۔ اگر اس کے دل میں خواہش پیدا ہو گی۔ کہ یہ پھر سے ترقی کے بامِ بلند تک پرواز کرے۔ تو اس کو روکنے والا کون ہے؟

غور فرمائیے۔ کیا عزمِ صمیم کے مقابلہ میں بڑی سے بڑی طاقت بھی سدِّ راہ بن سکتی ہے؟

جب فاران کی چوٹیوں سے آفتابِ ہدایت چمکا۔ کیا اس وقت تاریکیاں اور ظلمتیں مقابلہ کرنے کو موجود نہیں تھیں۔ کیا ایرانی چاہتے تھے کہ مسلمان اُن کے پرشوکت ایوان میں جا گھسیں۔ اور رومی گوارا کرتے تھے۔ کہ ان کے تاج و اورنگ کو چھین لیا جائے۔ اور مکے کے مشرک یہ برداشت کرتے تھے۔ کہ اُن میں کا ایک شخص بتوں کی مخالفت میں صدائے احتجاج بلند کرے اور کامیاب رہے؟ پھر کیا محض اس وجہ سے کہ مخالفت کا طوفان بپا ہے حضور خاموش ہو گئے؟ کیا انہوں نے بیچارگی اور بے بسی کے اظہار پر اکتفا کیا۔ کیا انہوں نے ہمت ہار دی اور قوت کے سامنے سپر ڈال دی؟

پھر مسلمانوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ اس درجہ خائف ہیں۔ اور مارے ڈر کے دشمن کے سامنے سرنگوں ہیں۔ اگر وہ اُٹھیں اور بیداری کی ٹھان لیں۔ تو کوئی قوت اُن کو اُن کے ارادوں سے باز نہیں رکھ سکتی۔ موسیٰ علیہ السلام کو دیکھئے۔ کہ فرعون کے گھر میں پروان چڑھے۔ کیا اُس وقت یہ خیال کیا جا سکتا تھا۔ کہ یہ قلزم میں اس کو بہا دیں گے؟

حضرت مسیح پر ایمان لانے والے چند مچھیرے تھے۔ مگر آپ نے دیکھا کہ یہی لوگ ایک عظیم سلطنت کے پیش خیمہ ثابت ہوئے۔ رومۃ الکبریٰ کے نام سے کون واقف نہیں؟

خود اپنے ورودِ ہندوستان کی تاریخ پر غور کیجئے۔ یہاں آتے وقت تمہاری کیا تعداد تھی۔ اور آج تم کتنی عظیم اکثریت میں ہو؟

اصل چیز حوصلہ اور ہمت ہے، جرأت اور عزیمت ہے، عمل اور جدوجہد ہے۔ وہ قومیں جو اس نعمت سے بہرہ مند ہوتی ہیں وہ زندہ رہتی ہیں۔ اور وہ جو ان خوبیوں سے مالا مال نہیں ہوتیں۔ مٹ جاتی ہیں۔

سوال یہ ہے کہ مسلمان کیا سوچ رہے ہیں۔ اُن کے سامنے تخریب کا سامان کیوں ہے۔ کیوں اُن کی ساری دماغی قوتیں تباہی و ہلاکت کے پیدا کرنے میں مصروف ہیں۔ ان کے اخلاق کو کیا ہو گیا ہے۔ کیوں اُن میں

کسی شخص اور کسی جماعت کی عزّت محفوظ نہیں۔ کیوں ان کے سامنے زندگی کے اعلیٰ مقاصد نہیں؟ کیا یہ مٹ جانے کا تہیّہ کر چکے ہیں۔ کیا ذلّت و نکبت کو دائمی طور پر یہ مسلمانوں میں باقی رکھنا چاہتے ہیں۔ اور کیا یہ سمجھتے ہیں کہ محض مسلمان ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کا سا لباس پہننے کی وجہ سے، اور چند رسموں کے ادا کر لینے کے باعث ضرور کامیابی و کامرانی سے ہمکنار ہوں گے۔ اگرچہ ان کے افعال اسلامی روایات کے منافی ہوں؟ اور اگرچہ دلوں میں ایمان کی پونجی اور تقویٰ و صلاح کی دولت موجود نہ ہو ۔

معلوم ہے کہ یہ غلط ہے۔ اللہ تعالےٰ نے کامیابی کے لئے کچھ اصول مقرر فرمائے ہیں۔ اور کچھ قاعدے متعین کئے ہیں۔ جب تک ہم اُن اصُولوں کو اپنے سامنے نہیں رکھتے۔ اور ان قاعدوں پر عمل پیرا نہیں ہوتے فوز و فلاح تک رسائی نہیں ہو سکتی ۔

سب سے پہلی چیز اس سلسلہ میں یہ ہے کہ تقریروں میں اور صحافت میں آج کل جس شرمناک سب و شتم سے کام لیا جاتا ہے اس کو روک دیا جائے۔ اور قوم میں جوشِ عمل کے ساتھ متانت و شرافت کے جذبات پیدا کئے جائیں۔ یہ بے ہنگم تنقید بالکل ناروا ہے۔ جس میں حفظِ مراتب کا خیال نہ رکھا جائے۔ اس طرح باہم آویزش کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ قوم کی قوتیں ضائع ہو جائیں گی۔ اور پھر جب آپ کبھی اعلیٰ مقصد کے لئے اس کو آمادہ کرنا چاہیں گے۔ تو آپ کو قطعی مایوسی کا سامنا ہوگا۔ اور نیز اس طرح غیروں میں آپ کا وقار اُٹھ جائے گا۔ ہوا اکھڑ جائے گی۔ اور آپ کو ایک ذلیل قوم سمجھا جائے گا ۔

ضرورت ہے کہ مسلمانوں کے قائدین اور اربابِ فکر حضرات باہم بیٹھ کر اس صورتِ حال پر غور کریں۔ آخر کب تک یہ شرمناک مشاغل جاری رہیں گے۔ اور کب تک قوم کے دماغوں میں ان ناپاک خیالات کا ہجوم رہیگا۔

یہ جوش جس کا اظہار الزامات اور توہین و تذلیل کی شکل میں ہوتا ہے قابلِ تعریف نہیں ہے۔ جوش عمل میں ہونا چاہئے۔ تگ و دو میں ہونا چاہئے۔ اور جدّ و جہد کی سرگرمیوں میں ہونا چاہئے۔ وہ قومیں جو زندہ ہوتی ہیں اُن کے دلوں میں گو گرمی اور تپش ہوتی ہے۔ مگر اُن کے دماغ ٹھنڈے ہوتے ہیں۔ اُن کے ہر کام میں وقار اور متانت ہوتی ہے۔ وہ شور و غل اور ہنگاموں سے دُور بھاگتے ہیں۔ وہ دشمنوں کیلئے زبان و قلم کے بھالوں اور بلموں سے کام نہیں لیتے۔ بلکہ ان کی زبانیں بہت شیریں اور میٹھی ہوتی ہیں۔ اُن کے طرزِ عمل کی تلخیوں اور تند قول سے مخالفین کو نقصان پہنچے تو پہنچے۔ اظہارِ خیال کے معاملہ میں وہ بہت محتاط ہوتے ہیں ۔

مسجد شہید گنج کی بازیابی کے لئے پھر سول نافرمانی کا آغاز ہو گیا ہے۔ اور نوجوان مسلمان مسجد کی محبت سے سرشار ہو کر قید و بند کی مصیبتوں کو جھیلنے اور برداشت کرنے کے لئے تیار ہو گیا ہے۔ ہم دو باتیں اس باب میں سکھوں اور ہندوؤں سے عرض کرنا چاہتے ہیں۔ سکھوں کا دعویٰ ہے کہ وہ بہت زیادہ وطن پرست ہیں۔ اور اُن میں تعصب نام کو بھی موجود نہیں۔ اور وہ دل سے چاہتے ہیں کہ کانگرس کو فروغ حاصل ہو۔ کیا ان برادران وطن نے کبھی اس نکتہ پر غور کیا ہے کہ کانگرس کی راہ میں سب سے بڑی رُکاوٹ پنجاب کا مسئلہ ہے۔ اگر یہاں کے ہندوؤں مسلمانوں اور سکھوں میں اتحاد ہو جائے۔ تو تمام مشکلات آنِ واحد میں دُور ہو جاتی ہیں ٭

پنجاب کا مسلمان، یہ حقیقت ہے کہ کانگرس کے نام سے بھڑک اُٹھتا ہے۔ اس لئے کہ اس کو معلوم ہے کہ کانگرس میں ایسے سکھ موجود ہیں جن کی ذہنیتوں میں ذرہ برابر رواداری پیدا نہیں ہوئی۔ اور جو اب تک مسجد شہید گنج پر قابض رہنا چاہتے ہیں ٭

اگر واقعی سکھ پنجاب کی فضا کو کانگرس کے لئے سازگار بنانا چاہتے ہیں۔ اور نیک نیتی کے ساتھ چاہتے ہیں کہ پنجاب کی گتھی سلجھ جائے۔ تو پھر یہ بالکل ان کے اپنے ہاتھوں میں ہے۔ آج اگر یہ لوگ مسجد شہید کو واگذار کر دیں۔ تو پنجاب کا مسلمان نہ صرف ان کا بہت زیادہ مشکور ہو۔ بلکہ وہ کانگرس کے بہت زیادہ قریب ہو جائے۔ اور یہ سمجھ لے کہ واقعی وطنی قربانیوں اور خدمات نے سکھوں کو فراخ حوصلہ اور باہمت بنا دیا ہے ٭

ہندوؤں سے یہ گذارش ہے کہ وہ اس قربانی کے پس منظر کو دیکھیں۔ اور سوچیں کہ جو مسلمان مسجد شہید کے لئے گولیاں کھا سکتا ہے۔ وہ ان کیساتھ زیادہ گرم جوشی کے انداز میں کیوں تعاون نہیں کرتا جو مسلمان اتنا بہادر اور جسور ہے۔ وہ وطن کے لئے جس میں لاکھوں مسجدیں ہیں، کیوں بہت زیادہ غیور نہیں ؟

ظاہر ہے وجہ یہ نہیں کہ مسلمان بُزدل اور کم ہمت ہے۔ بلکہ وجہ یہ ہے کہ ہندو بہت زیادہ متعصب ہے اور وہ نہیں چاہتا کہ مسلمان وطنی تحریک سے ہمدردی کا اظہار کرے۔ کیونکہ اس طرح ہندو کی اجارہ داری اور سرمایہ داری کو نقصان پہنچتا ہے ٭

مسجد شہید گنج کی بازیابی کے لئے موجودہ تحریک کے جواز یا عدم جواز کے متعلق ہم کچھ نہیں کہتے۔ مگر اس حقیقت کی طرف ضرور توجہ دلائیں گے۔ کہ اب بھی مسلمان کے دل میں اسلام کے لئے کافی تڑپ اور درد موجود ہے۔ اور بالکل اسی جوش عمل اور ایثار و قربانی کا اظہار ہو سکتا ہے وطن کے لئے۔ اگر سکھ اور ہندو اپنی بے تعصبی کا ثبوت دیں۔ اور اپنے طرز عمل سے یہ ثابت کر دیں۔ کہ وہ مسلمانوں کے جائز حقوق کا احترام کرتے ہیں ٭

یہ بات تو آسانی سے سمجھ میں آسکتی ہے۔ کہ ایک شخص بددیانت ہے۔ اور صداقت وحق گوئی کے جوہر سے محروم ہے۔ مگر یہ بات سمجھ میں نہیں آتی۔ کہ ایک پوری قوم دیانت واخلاق سے عاری ہے۔ اور اس میں کوئی فرد ایسا نہیں۔ جو کھلے بندوں سچائی کا اظہار کرسکے ؀

مسجد شہید کی حیثیت اب یہ ہے کہ وہ مسجد ہے۔ قانون نے اسے تسلیم کرلیا ہے۔ واقعات اور شہادتوں نے اس کو پایۂ ثبوت تک پہنچا دیا ہے۔ اور خود سکھ جانتے ہیں کہ یہ مسجد ہے۔ اب جھگڑا صرف یہ ہے۔ کہ آیا قبضہ مخالفانہ کا قانون اتنا وسیع ہے۔ کہ وہ اوقافِ اسلامیہ پر عائد ہوسکے۔ یا یہ کہ اوقاف قبضۂ مخالفانہ کی زد میں نہیں آتے۔ ہماری رائے میں قبضہ مخالفانہ کا قانونِ میعاد ناقص ہے۔ اور اس میں ایسی اصلاحات کی شدید ضرورت ہے۔ جن کی وجہ سے اس کا اطلاق مسجدوں اور مندروں یا اس قبیل کی دوسری چیزوں پر نہ ہوسکے۔ اس لئے اگر یہ صحیح بھی ہو۔ کہ موجودہ شکل میں قانون مسجد شہید کی بازیابی کے لئے ممد ومعاون نہیں ہے۔ جب بھی اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ قانونی سقم مسجد پر قبضہ رکھنے کا دائمی حق سکھوں کو دیدیتا ہے ؀

سوال یہ ہے کہ جب مسجد شہید کا مسجد ہونا مسلّم ہے۔ تو پھر سکھ محض اس بنا پر کہ فی الحال قانونی سقم اُن کی حمایت میں ہے، مسجد پر قابض رہنا اخلاقی لحاظ سے بھی درست سمجھتے ہیں ؀

کیا اُن میں کوئی حق گو انسان نہیں۔ کیا اُن میں کوئی ایسا دیانتدار آدمی نہیں جو اُن کو واپسی کا مشورہ دے۔ اور کہدے کہ اس نوع کا قبضہ ہمارے لئے کسی طرح بھی جائز اور درست نہیں ؀

سکھ ایک مذہبی قوم ہے۔ اس کے رہنما نانک ایسے محترم لوگ ہیں۔ اُن کی مذہبی کتاب میں مسلمان علماء کا کلام بطور تبرک درج ہے۔ پھر کیا یہ جائز ہے کہ ایسی قوم کے تمام افراد خاموش ہوں۔ اور مسلمانوں کے بالکل جائز اور درست مطالبہ کو تسلیم نہ کریں ؀

مسجد شہید پر سکھوں کا قابض رہنا اُن کی اخلاقی و رُوحانی حیثیت کو دُوسروں کی نگاہ میں گرا دینے کا مترادف ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ سکھ مذہبی لحاظ سے ایک خود غرض اور طامع قوم ہے۔ اور ان میں ایک فرد بھی ایسا نہیں جس میں قوم کی بددیانتی کے خلاف لب کشائی کی جُرأت ہو ؀

حقیقت اسلام کی چھ سالہ خدمات آپ کے سامنے ہیں۔ یہ وہ رسالہ ہے جس کا مقصد اس دورِ الحاد و مادیت میں اسلام کو اس کی اصلی اور حقیقی شکل میں پیش کرنا ہے۔ اور یہ بتانا ہے کہ موجودہ حالات میں جبکہ ایوانِ

مذہب میں ایک ہلچل سی برپا ہے صرف اسلام کو یہ فخر حاصل ہے، کہ وہ روشنی کے مینار کی طرح قائم ہے۔ اور دعوت دے رہا ہے۔ کہ کفر کی تاریکیوں سے نکلو، اور امن و نور کے ساحل کی جانب بڑھو۔ آج جب کہ لوگوں کا مذاق بگڑ چکا ہے اور وہ ادنےٰ درجے کی ادبی مطبوعات کے سوا مذہبی و دینی کتابوں کو ہاتھ تک نہیں لگاتے، حقیقتِ اسلام کا ہر ماہ تقویٰ و پرہیزگاری کا پرچم اُڑاتے ہوئے نکلنا، واقعہ یہ ہے کہ حیرت انگیز ہے ۔

ہماری ہمیشہ کوشش رہی ہے۔ کہ ہم حقیقت اسلام کے صفحات میں اسلام کو آسان اور دلنشین انداز میں پیش کریں۔ اور قارئین کا ایک ایسا حلقہ پیدا کریں، جن کو موجودہ خرافات ادبی کے علم الرغم۔ دینیات سے شغف ہو۔ جو ایمان و عمل کی سعادتوں سے بہرہ مند ہونا چاہیں۔ اور جن کی خواہش یہ ہو کہ ہماری زندگی کا مقصد اسلام کی نشر و اشاعت قرار پائے۔

ہر سال ہم قارئین تک "حقیقتِ اسلام" کے دائرہ مطالعہ کو وسیع کرنے کے لئے اور ان کے دلوں میں مزید شوق و محبت پیدا کرنے کے لئے کچھ تحفے پیش کیا کرتے ہیں۔ تاکہ سال بھر کے روحانی مطبوعات کے بعد قارئین کی ایک پر تکلف دعوت ہو جائے۔ اور وہ اس مائدۂ علم و فضل سے پوری طرح استفادہ کر لیں۔ چنانچہ پہلے سال کے اختتام پر ہم نے ایک شاندار "سالنامہ" پیش کیا۔ جسے گوناگوں مضامین سے آراستہ کیا۔ اور پڑھنے والوں نے حظ اُٹھایا۔ دوسرے برس "تجرید الترمذی" کی پہلی جلد پیش کی۔ تاکہ طالبانِ اسوۂ نبیؐ اپنے دامنِ عقیدت و محبت کو گلشنِ رسالت کے بوقلموں پھولوں سے بھر لیں۔ تیسرے سال "سرورِ دو عالم" نامی کتاب خریداروں کو دی۔ جو حضورؐ کے حالاتِ پاک پر بہترین مجموعہ ہے۔ اس میں سادگی کے ساتھ اُسوۂ اطہر کے تمام پہلوؤں کو پیش کیا گیا ہے۔ چوتھے برس گھروں کی آرائش کے لئے اسلامی قطعات کا ہدیہ نذر کیا گیا۔ تاکہ رنگین اور فحش تصاویر سے، جن کی موجودگی سے گھروں میں فرشتوں کا نزول نہیں ہوتا، دیواریں آلودہ نہ کی جائیں ۔

پانچویں مرتبہ ہم نے رسالہ کے خریداروں کو خاص سہولتیں بہم پہنچائیں۔ ہم نے کہا کہ اگر وہ ہماری مطبوعات خریدیں گے تو ایک آنہ فی روپیہ کے حساب سے اور اگر باہر کے اداروں کی مطبوعات خریدیں گے تو ۔ ر فی روپیہ کے حساب سے اُن کو رعایت دیں گے۔ چنانچہ اس طرح بہت سے لوگوں نے اسلامی کتابوں سے اپنے گھروں کو زینت بخشی ۔

اب کے ارادہ ہے، کہ حسب دستور ایک شاندار تحفہ جولائی ۱۹۳۶ء تک قارئین تک پہنچائیں۔ یہ "حقیقتِ اسلام" کا سالنامہ ہو گا۔ جو تقریباً دو صد صفحات کی ضخامت پر مشتمل ہو گا۔ اس کی ترتیب میں ہندوستان کے مشہور اہلِ قلم حضرات حصہ لیں گے۔ اور یہ ایسا ہو گا۔ کہ آپ اسے پڑھیں گے۔ اور بیش از بیش محظوظ ہوں گے۔

انشاء اللہ ◆

ہم ابھی سے تیاریوں میں مصروف ہیں۔ آپ حضرات کا فرض ہے کہ آپ حقیقتِ اسلام کے حلقۂ اشاعت کو اس عرصے تک بہت زیادہ وسیع کردیں۔ تاکہ زیادہ سے زیادہ سعید رُوحیں اس بابرکت اقدام سے فائدہ اُٹھا سکیں۔

اپنی کوششیں تو یہ ہیں۔ کہ یہ سالنامہ حقیقتہً اسلامی محاسن و فضائل کا مخزن ہو۔ اور اس قابل ہو کہ آپ اسے فخر کے ساتھ دوسروں کے سامنے پیش کرسکیں۔ مگر اس کے لئے ضرورت ہے آپ لوگوں کی نگاہِ التفات کی۔ آپ نے اگر توجہ فرمائی، اور بہت سے نئے خریدار پیدا کردئے۔ تو ہم بفضلہٖ اپنے ارادوں کو باحسن وجہ تکمیل تک پہنچا سکیں گے۔ یہ یاد رہے، کہ سالنامہ کے مستحق صرف وہی لوگ ہوں گے جو ابھی سے اس کے خریدار بن جائیں۔ اور سالنامہ کی ترتیب و ترکیب میں گویا عملاً حصّہ لیں۔ ورنہ ان کو سالنامہ الگ پوری قیمت میں خریدنا پڑے گا ◆

ہم جانتے ہیں اس وقت زمانہ کا رجحان بدل چکا ہے۔ اور لوگ ان سالناموں کو پڑھتے ہیں جن میں افسانے ہوں۔ آرٹ اور فن کے نام پر فحش اور عریاں تصویریں ہوں۔ تغزل ہو۔ ڈرامے ہوں۔ اور ایسا لٹریچر ہو جو اسفل جذبات کو اُبھارے۔ اور شباب و سرمستی کے جذبات سے تعرض کرے۔ ٹھوس، سنجیدہ اور تعمیری مضامین سے عوام کو بہت کم دلچسپی ہے۔ مگر باوجود اس کے ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ اس فضا کو بدلنا چاہیئے۔ اور ان لوگوں کی ضروریاتِ ذہنی کو بھی پورا کرنا چاہیئے۔ جو اگرچہ بہت قلیل تعداد میں ہیں۔ مگر ان کا وجود قوم کے لئے باعثِ فخر ہے۔ جو اس دورِ زندقہ میں بھی چاہتے ہیں کہ اسلام کی عینک سے سب چیزوں کو دیکھیں۔ اور اسلام کے دماغ سے سوچیں۔

اس لئے بہرحال ہم مایوس نہیں ہیں۔ اور اس محدود طبقہ سے توقع رکھتے ہیں۔ کہ وہ اپنے دینی مذاق کو عام کرنے کے لئے حقیقتِ اسلام کی اشاعت میں قابلِ قدر حصّہ لیں گے ◆

تو مدد اللہ ہی کیجانب سے ہے بیشک اللہ غالب اور صاحب حکمت ہے ○ ۱۴۹ جب اللہ نے تم پر
اونگھ طاری کی تاکہ (تمہیں اس سے) راحت ہو اور بادلوں سے تم پر بارش نازل کی
تاکہ اس کیساتھ تمہیں پاک و صاف کرے اور تم سے شیطان کی پلیدی دور کرے
اور تمہارے دلوں کو مضبوط کرے اور اس کے ساتھ تمہارے پاؤں جما
دے ○ جب تیرے رب نے فرشتوں کو حکم دیا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں پس تم ان
لوگوں کو جن کے دلوں میں ایمان ہے مضبوط رکھو۔ جو لوگ منکر ہیں۔ ان کے دلوں
میں عنقریب میں رعب ڈال دونگا پس تم ان کی گردنیں مارو۔ اور انکی پور
پور پر ضربیں لگاؤ ○ یہ انہیں اس امر کی سزا ہے کہ انہوں نے اللہ اور
اسکے رسول کی مخالفت کی اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتا ہے
(پس ایسے لوگوں کو) اللہ سخت سزا دینے والا ہے ○ یہ تمہاری سزا ہے اسے چکھو
(یاد رکھو) کہ منکروں کیلئے آتش دوزخ کا عذاب ہوگا اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو جب
ان لوگوں سے تمہاری جماعت کی مٹھ بھیڑ ہو جائے جنہوں نے کہ راہِ کفر اختیار کی ہے تو
ان لوگوں کو پیٹھ نہ دکھاؤ ○ اور جو کوئی اس دن اپنی پیٹھ پھیریگا سوا اس بات کے

مٹ گیا۔ اسلام پھیلا نور الحاد دب گیا۔ مگر آج کہ برصغیر ہند میں محمد بن قاسم کے نام لیوا ہزار دو ہزار نہیں لاکھوں نہیں کروڑوں کی تعداد میں موجود ہیں۔ ان بکریوں کیطرح اغیار کے بدترین سلوک کو برداشت کر رہے ہیں۔ وہ نو ہزار نفوس تمام مشرق کو فتح کرنے پر قادر تھے۔ آج ڈیڑھ کروڑ مسلمان ایک پنجاب میں آواز بلند نہیں کر سکتے آج وہ کروڑوں کی تعداد میں ہیں۔ اور غلام ہیں وہ مٹھی بھر تھے تو آزاد تھے اور دوسروں کو غلامی سے چھڑاتے تھے۔ آؤ دیکھیں اس عجیب تغیر زوال کے اسباب کیا ہیں اور سورہ انفال کا مطالعہ کریں کہ ہمیں اسی میں بزرگوں کی کامیابی کے بھید اور ہماری ذلت و نکبت کے راز پوشیدہ نظر آتے ہیں ارشاد ہوا ہے کہ مسلمانو تمہیں منکرین حق سے جو معرکہ آرائیاں کرنی ہونگی ان میں جو کچھ مال غنیمت تمہارے ہاتھ آئے وہ سب کا سب خدا اور رسول کے حوالے کر دو اور خود حصے بخرے کرنے نہ بیٹھ جاؤ پھر خدا اور رسول یا نائب رسول جو کچھ تمہیں اس میں سے دے اسی پر اکتفا کرو۔ اور پھر اس بات کا دھیان رکھو کہ تمہیں مال و دولت حاصل کرنے کی خاطر جنگ و جدال نہیں کرنا۔ تمہیں دنیا کا امن قائم رکھنے کیلئے جہاد کرنا ہے تمہارا جہاد اور تمہاری جنگ اسی وقت تم پر فرض ہوگی جب تم دیکھو کہ لوگوں کی اخلاقی معاشرتی اور مذہبی حالت بگڑ رہی ہے پس انکی حالت سنوارو۔ اور اس راہ میں جو کانٹا تمہارے سامنے آئے اسے دور اٹھا پھینکو دیکھو! مومن کی نشانی یہی ہے کہ جب اس کو ہمارے احکام سنائے جاویں۔ تو اس کا دل تڑپ اٹھے اور وہ دیوانہ وار جان فدا کرنے کو تیار ہو نیز مومنوں کی نشانی یہ بھی ہے کہ وہ نمازیں پڑھتے اور اخراجات جہاد کا سامان فراہم کرتے ہیں اور حقیقتاً یہی لوگ جہان میں عزت و احترام کے حقدار ہیں مسلمانو! تم خدا کی راہ میں جہاد کرنے سے ہرگز نہ ڈرو تم جنگ بدر کا واقعہ دیکھ چکے ہو تم اس وقت بہت کم تعداد میں تھے اور دشمن کتنی کثرت میں تھا مگر ہم نے تم کو فتح دی اور وہ شاندار فتح کر دکھائی کہ دانت ہمیشہ کے لئے کھٹے کر دئے۔ اس وقت تمہاری کیفیت یہ تھی کہ مارے ڈر کے تم دعائیں مانگ رہے تھے کہ خدایا ہمیں کامیاب کر! چنانچہ ہم نے تمہارے اطمینان قلب کی خاطر یہ بشارت بھی تم کو دی کہ ہم کئی ہزار فرشتے تمہاری امداد کی خاطر تم کو بھیج رہے ہیں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ مقصد یہ ہے کہ ہم منکرین حق کی جڑ کاٹ کر رکھ دینا چاہتے ہیں۔ مگر چاہتے ہیں کہ کوئی مومن تمہیں ہو جس کے ہاتھوں یہ کام سرانجام پاوے۔

۱۴۹ گذشتہ رکوع میں جہاد کی ضرورت پر بحث تھی یہاں غزوۂ بدر کے تفصیلی حالات پر ارشاد ہوتا ہے کہ اے مسلمانو! باوجودیکہ تم اس موقعہ پر بہت قلیل التعداد تھے۔ تاہم ہم نے تمہیں پوری طمانیت قلب بخشی تھی۔ حتیٰ کہ میدان جنگ میں بھی جو خوف و ہراس اور بے چینی کی جگہ ہوتی ہے تم بے خوف ہو کر نیند لیا کرتے تھے۔ پھر تمہیں لڑائی میں پانی میسر نہ تھا لہذا بارش کر دی۔

مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ
بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ
الْمَصِيْرُ ﴿۱۶﴾ فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ ۠
وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۚ وَلِيُبْلِيَ
الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْهُ بَلَآءً حَسَنًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۷﴾
ذٰلِكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ مُوْهِنُ كَيْدِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۸﴾ اِنْ
تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتْحُ ۚ وَاِنْ تَنْتَهُوْا فَهُوَ
خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَاِنْ تَعُوْدُوْا نَعُدْ ۚ وَلَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ
فِئَتُكُمْ شَيْـًٔا وَّلَوْ كَثُرَتْ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۹﴾ ع
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا
تَوَلَّوْا عَنْهُ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا
كَالَّذِيْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿۲۱﴾ اِنَّ
شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِيْنَ

کہ وہ لڑائی کیخاطر پہلو بدل رہا ہو اور اپنے ہی کسی دوسرے گروہ سے ملنا چاہے تو بیشک اللہ کا
غضب اس نے اپنے سر پر لے لیا اور اسکا ٹھکانہ دوزخ ہوا جو بڑی ہی بُری بازگشت
ہے ○ (در حقیقت) تم نے انکو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے انہیں قتل کیا ہے اور جب تم نے اُن
پر خاک پھینکی تو (در حقیقت) تم نے نہیں پھینکی بلکہ اللہ نے پھینکی تھی اور ایسا اسلئے بھی کیا ○
کہ اللہ مومنوں کی اچھی طرح آزمایش کرے (یاد رکھو کہ) اللہ بیشک سُننے والا ہے (اور) ہر بات کا علم رکھنے والا ہے
یہ تو تمہارا انعام ہوا اور پھر یہ کہ اللہ کو منکرانِ حق کے داؤ فریب کو کمزور کرنا منظور تھا ○ (اے اہل
مکہ) اگر تم حق کی (فتح طلب کیا کرتے تھے تو لو۔ فتح بھی تمہارے سامنے آگئی ہے اور اب
اگر (مسلمانوں کی مخالفت) سے تم باز رہو۔ تو تمہارے لئے بہت اچھا ہو اور اگر
تم پھر پہلی حالت پر چلے گئے تو ہم پھر (اسی طرح تمہارے خلاف) مدد کریں گے ○ ع
ص۱۵۱ اور تمہاری جماعتیں خواہ کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہوں تمہیں ہرگز بے پرواہ نہ کر سکینگی اور یہ بھی یاد رکھو کہ
اللہ مومنوں کے ساتھ ہے ○ اے وہ لوگو جو ایمان لے آئے ہو اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت کرو
اور جبکہ تم (قرآن) سُن رہے ہو تو تم رسول کے حکم کی نافرمانی نہ کرو ○ اور انکی مانند نہ ہو جانا کہ جو لوگ
کہتے ہیں ہم نے حکم سُن لیا مگر (در اصل) وہ کچھ نہیں سُنتے ○ درحقیقت اللہ کے نزدیک بدترین حیوان وہ بہرے اور گونگے

جس قدر گونہ فائدہ ہوا۔ ایک تو ریت جنگ کی سخت ہو گئی کہ میدان جنگ میں تمہارا پاؤں دشمن کے مقابلے بخوب جماوے دوسرے یہ کہ تمہارے دل سے یہ وسواس بھی نکل گیا کہ اگر پانی کا کوئی انتظام نہ ہوا تو ہم پیاسے مر جائینگے پھر یہ نہیں بلکہ ہم نے اپنے نبی کو وحی سے دکھا دیا کہ تمہارے دشمنوں کے لوگ ایسے کہاں سب ہلاک کر دیا ہے۔ پس اب انہیں کاٹ کر رکھ دو۔ فرماتا ہے مسلمانو: تمہارے دشمنوں کو اسقدر زبوں حالی سے ہم نے کیوں دوچار کیا محض اسلئے کہ وہ احکام الٰہی کو جھٹلایا کرتے اور خدا اور رسول کی مخالفت کرتے تھے۔ اور تمہیں کیوں اسقدر شاندار فتح عطا کی سو محض اسواسطے کہ تم قرآن کو کتاب اللہ مانتے ہو اور رسول کی فرمانبرداری کرتے اور تقوے کے خواہاں تھے۔ یاد رکھو کہ منکروں کا جو برا حال تم نے یہاں دنیا میں دیکھا ہے اس سے زیادہ برا آگے چل کر ہونے والا ہے مسلمانو یاد رکھو جب تم میدان جہاد میں قدم رکھو تو دشمن کو پیٹھ نہ دکھاؤ اگر تم پیٹھ دکھاؤ گے تو سیدھے جہنم کی بھٹی میں جھونکے جاؤ گے۔ ہاں جنگ کی خاطر تمہیں پہلو بدلنا ہو یا جان بچا کر اپنی جماعت سے ملنے کا مقصد ہو تو اس کو جنگ سے بھاگنا نہیں کہہ سکتے۔ دیکھو مسلمانو جنگ بدر کے موقع پر جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خاک کی مٹھی کفار کی طرف پھینکی تھی وہ ہم ہی نے پھینکی تھی سمجھو تاکہ تم سمجھو کہ انسانی طاقت کی کیا جماعت کو تباہ و برباد کرکے رکھ دیا تھا وہ ہم ہی تھے۔ اب دنیا کو سُنا دو کہ ہر شخص جو اسلام کا دشمن ہے خبردار ہو جائے کیونکہ اب منکرین حق کی تمام سازشوں کا انجام مسلمانوں کے سامنے ہے ہم ملکر جینے چلے ہیں ایک فتح کو وہ دیکھ چکے ہیں۔ اب اسکے بعد لگاتار فتوحات مسلمانوں کو حاصل ہونیوالی ہیں۔ پس اگر یہ لوگ مخالفت سے باز آجائیں تو خود ان کے لئے بہتر ہے اور اگر نہ رہیں تو خواہ لاکھوں اور کروڑوں کی تعداد میں ہوں اور ایسے بھی ہوں کہ ٹڈی دل کے ڈھیر بھی بھی ہوں مسلمانوں کی زد سے ان کو کوئی چیز نہ بچا سکیگی۔ کیونکہ مسلمانوں کے ساتھ خدا کی طاقتیں شامل ہیں۔

ص۱۵۰ اس آیت میں مسلمانوں کو اس بات پر زور دیکر سمجھایا گیا ہے کہ نہیں ہو سکتا اسی وقت حاصل ہوگی جب تم اپنے امیر قوم کی بات جو تمہیں کو نہایت ہو کر سنوگے تو اس پر وفاداری کا پیدا ہونگے ارشاد ہوتا ہے کہ مسلمانو اللہ کے احکام پر عمل کرو اور رسول کی بات مانو کسی حالت میں بھی رسول کی متابعت سے سرتابی نہ کرو۔ بعض لوگوں کا شیوہ ہوتا ہے کہ وہ اللہ میاں تو مانتے جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نے ہر ایک بات سُن لی ہے درست خوب ہے مگر موقع کے وقت غائب ہو جاتے ہیں۔ اور منہ تک نہیں دکھاتے ایسے لوگ جو نہ بات کو کان دیکر سُنیں اور نہ منہ سے اعلان حق کریں چوپایوں سے بھی زیادہ گئے ہیں۔

ارشاد ہوتا ہے کہ مسلمانو! تم نہ اللہ سے خیانت کرو۔ اور نہ رسول سے یعنی یوں نہ کرو

لَا يَعْقِلُونَ ﴿٢٢﴾ وَلَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِيهِمْ خَيْرًا لَّاَسْمَعَهُمْ ط
وَلَوْ اَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُونَ ﴿٢٣﴾ يٰاَيُّهَا
الَّذِينَ اٰمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُولِ اِذَا دَعَاكُمْ
لِمَا يُحْيِيكُمْ ج وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ
وَقَلْبِهٖ وَاَنَّهٗٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ﴿٢٤﴾ وَاتَّقُوا فِتْنَةً
لَّا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْكُمْ خَآصَّةً ج وَاعْلَمُوْٓا
اَنَّ اللّٰهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿٢٥﴾ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ
قَلِيلٌ مُّسْتَضْعَفُونَ فِي الْاَرْضِ تَخَافُونَ اَنْ
يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰىكُمْ وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَرَزَقَكُمْ
مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿٢٦﴾ يٰاَيُّهَا الَّذِينَ
اٰمَنُوا لَا تَخُونُوا اللّٰهَ وَالرَّسُولَ وَتَخُونُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ وَ
اَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٢٧﴾ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ
فِتْنَةٌ لا وَّاَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيمٌ ع ﴿٢٨﴾ يٰاَيُّهَا الَّذِينَ

ہیں جو سوچتے سمجھتے نہیں○ اور اگر اللہ جانتا کہ ان میں نیکی کرنے کی تھوڑی بہت صلاحیت بھی ہو تو انہیں شنوائی
کی عطا دیدیتا اور اگر ایسی حالت میں انہیں شنوائی کی طاقت دیدیتا تو وہ پھر بھی اعتراض کرتے ہوئے منہ پھیر جاتے○
اے وہ لوگو! جو ایمان لے آئے ہو جب تمہیں اللہ اور رسول اس کام کی طرف بلائیں جو تمہیں (روحانی)
اور ابدی) زندگی بخشے تو تم ان کا حکم مانو اور یقین کر لو کہ اللہ انسان کے دلی خیالات سے واقف
اور یہ بھی جانتے رہو کہ بالآخر اسی کی طرف تمہیں اکٹھا کر کے لایا جاویگا○ اور اس عذاب سے
ڈرتے رہو جو تم میں سے زیادتی کرنیوالوں پر ہی خاص کر نہ آئیگا (بلکہ سب کیلئے یکساں ہے)
اور جانتے رہو کہ اللہ سخت سزا دینے والا ہے○ اور یاد کرو۔ جب تم قلیل التعداد تھے اور
ملک بھر میں کمزور خیال کئے جاتے تھے۔ تم ڈرتے تھے کہ لوگ تمہیں زبردستی پکڑ کر کہیں
نہ لیجائیں۔ خدا نے تمہیں اپنی پناہ میں لیا اور اپنی نصرت کیساتھ تمہاری تائید کی
اور حلال و پاک روزی عطا کی تاکہ تم شکر کرو○ اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو اللہ اور
اسکے رسول کیساتھ خیانت نہ کرو اور نہ اپنی امانتوں میں خیانت کرو۔ دراں حالیکہ تمہیں
اسکا علم بھی ہو○ اور اس بات کو بھی جان لو کہ تمہارا مال و دولت اور تمہاری اولاد محض
ایک آزمائش ہے اور یہ کہ اللہ کے پاس بڑا ہی اجر ہے○ ع ۱۶ اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو

زبان سے تو ایمان و اسلام کا اظہار کرو۔ مگر تمہارا عمل ایمان و اسلام کی کوئی بات ظاہر نہ کرتا ہو تو تمہیں خیانت کار اسی وقت کہا جائیگا۔ کہ جب تم قرآن پر عمل کر کے دکھا دو کہ تمہارے سینوں میں ایمان رکھتے ہو۔ تمہارے اعضاء و جوارح اسلام کی خدمت کرتے ہوں۔ اگر ایسا نہ کرو اور منہ سے آمنت باللہ وملائکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الاخر کہتے ہو مگر قرآن کے احکام کی پیروی نہ کرو۔ اور نہ رسول کی بات مانو تو تم نے ان سے خیانت کی۔ اسی طرح اگر زبانی تو رسول کی محبت کا دم بھرو۔ اور اسکے ساتھ وفادار رہنے کا حلف بھی اٹھا لو۔ مگر عملاً اس کے اسوۂ حسنہ پر نہ چلو۔ اور نہ اس کے احکام کی تعمیل کرو۔ تو سمجھا جائیگا کہ تم نے جو کچھ منہ سے کہا تھا غلط کہا تھا۔ اور صریح دھوکا دیا تھا یہ رسول سے خیانت ہوگی۔ اسی طرح تم آپس میں بھی ایک دوسرے کے اعتماد سے ناجائز فائدہ نہ اٹھاؤ یعنی جس شخص کا اعتماد تم نے حاصل کر لیا ہے۔ اس سے کبھی غداری نہ کرو۔ اسے کبھی دھوکا نہ دو۔ اس کا کبھی نقصان نہ ہونے دو۔ الحاصل تمہارے پاس جو بھی امانت رکھی جائے۔ وہ جوں کی توں اس کے مالک کو واپس کر دو۔ دیکھو تمہاری زندگیاں بھی ایک طرح کی امانتیں ہیں۔ جو ہم نے تمہارے پاس رکھی ہیں۔ پس دیانتداری یہی ہے کہ جب کبھی تم سے جان طلب کی جائے تو اسکے حوالے کرنے میں کوئی پس و پیش نہ کرو۔

مسلمانو! دولت کا لالچ اور اس کا حصول بھی تمہیں راہ سے نہ روکے۔ اور نہ اولاد کی محبت تمہیں میدان جنگ میں جانے سے منع کرے کیونکہ یہ چیزیں تمہاری راحت کے لئے دی گئی ہیں کہ تم ان کی مدد سے آخرت کی زندگی کو خوشگوار بنا سکو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ دھوکے میں پھنس کر ان ہی چیزوں کو اصل خیال کرنے اور ان کی محبت میں اس قدر مستغرق ہو جاؤ کہ نصب العین ہی کو بھول جاؤ۔ اگر تم ان چیزوں کو میری راہ میں خرچ کرنا زیادہ پسند رکھو۔ تو میں اس سے بھی اچھی چیزیں تمہیں اگلی زندگی میں عطا کروں گا۔

مسلمانو! تم کو اچھی طرح یاد ہے کہ ابتداء میں تمہارے مخالفین تمہیں اس طرح اچک کر لے جانا چاہتے تھے۔ جیسے چیل مرغی کے بچوں کو اٹھا کر لے جاتی ہے۔ مگر تم نے اس وقت جو قربانیاں کیں جس طرح اپنی جانیں، اپنا مال اور اپنی اولاد بے دھڑک ہماری راہ میں قربان کر دی تھیں۔ یہ اسی کا نتیجہ تھا۔ کہ تم کو جو اقوام عالم میں کمزور ترین قوم سمجھے جاتے تھے۔ جہانبانی عطا کی۔ پس جب تک تمہارے اندر یہ روح کارفرما رہیگی تم اقوام عالم پر ہمیشہ غالب آؤ گے۔ مگر اس بات سے ڈرو کہ کہیں کسی دھوکہ میں پڑ جاؤ یا کہیں عیش و تنعم میں منہمک ہو جاؤ۔ یہی وہ چیز ہے جس پر چلنے کی ہدایت تمہیں دی جا رہی ہے۔
ف ۱۵ اس رکوع میں بتایا گیا ہے کہ

اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّيُكَفِّرْ
عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ
الْعَظِيْمِ ﴿٢٩﴾ وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ
اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ ؕ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ ؕ
وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ﴿٣٠﴾ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا
قَالُوْا قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَآ ۙ اِنْ
هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿٣١﴾ وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ
اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا
حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿٣٢﴾ وَمَا كَانَ
اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ
وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ﴿٣٣﴾ وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ
يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا كَانُوْٓا اَوْلِيَآءَهٗ ؕ
اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٣٤﴾

اگر تم اللہ سے ڈرو گے تو وہ تمہیں اوروں سے ممتاز کر دیگا اور تمہاری خطاؤں پر بھی پردہ ڈال دے گا۔ اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بڑا فضل کرنے والا ہے○ اور (اے پیغمبر) یاد کر جب وہ لوگ جنہوں نے راہِ کفر اختیار کر رکھی تھی تیرے ساتھ داؤ کرنے لگے تاکہ تجھے گرفتار کر لیں یا قتل کر ڈالیں یا تجھے جلاوطن کر دیں (یاد رکھو اگر) یہ لوگ تدبیریں کرتے ہیں تو اللہ بھی تدبیریں کرتا ہے اور اللہ بہترین تدبیریں کرنیوالا ہے○ اور جب انکو ہمارے احکام سنائے جاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے سن لیا۔ اگر ہم چاہیں تو ہم بھی ایسا ہی کلام کہہ سکتے ہیں یہ کلام تو محض پہلے لوگوں کے قصّے کہانیاں ہی ہے اور بس○ یاد کر جبکہ انہوں نے کہا تھا کہ خدایا! اگر تیری جانب سے یہی دین برحق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھروں کی بارش کر یا ہم پر کوئی اور دردناک عذاب لے آ○ لیکن (اے پیغمبر) اللہ لوگوں کو عذاب دینا نہیں چاہتا جبتک کہ تم اُن میں ہو اور نہ اللہ عذاب دینے والا ہے جبتک کہ وہ بخشش کے طلبگار رہیں گے) اور کیا وجہ ہے کہ خدا انکو سزا نہ دے۔ درانحالیکہ وہ خانہ کعبہ سے لوگوں کو روکتے ہوں حالانکہ یہ اسکے متولی بھی نہیں ہیں۔ اسکے متولی تو وہی لوگ ہیں جو اللہ سے ڈرنے والے ہیں۔ لیکن اکثر لوگ اس حقیقت کو نہیں جانتے○

مسلمانوں کے واسطے وہ کونسا وقت ہے کہ جب اُن پر فرض ہو جاتا ہے کہ وہ میدانِ جہاد میں نکلیں اور جان و مال تک قربان کرنے میں دریغ نہ کریں۔ ارشاد ہوتا ہے کہ تمہیں ضرورت نہ تھی کہ اُن لوگوں کو تلوار کے زور سے چپکے کرا دو مگر جب انہوں نے تمہیں دینِ حق کے پھیلانے سے منع کیا اور خفیہ سازشیں کرکے تمہاری زندگیاں تلف کر دینے کا ارادہ کیا۔ تمہیں قید خانہ کی سختیاں جھیلنے کے لئے چنا اور تم میں سے بعض کو جلاوطن بھی کر دیا تو مناسب تھا کہ تمہیں بھی جان بچانے اور ان کے مکروفریب سے بچنے کا حکم دیا جاتا۔ پھر ان لوگوں کی یہ کیفیت ہے۔ کہ جب انکو قرآن پڑھ کر سنایا جاتا ہے۔ تو کہتے ہیں کہ یہ تو پرانی تاریخی باتیں ہیں۔ خدا کا کلام نہیں ہے۔ الحاصل اسی طرح کی سینکڑوں کج بحثیاں پیش کرتے ہیں۔ کبھی کہنے لگتے ہیں۔ کہ جس خدا سے تم۔ تمہارا قرآن اور تمہارا خدا ہمیں ڈراتا ہے۔ جاؤ۔ وہ آج ہی لے آؤ۔ ادھر عبادتگاہیں ہیں۔ تو ان پر ناجائز قبضہ جما بیٹھے ہیں۔ نہ خود عبادت کرتے ہیں نہ دوسروں کو کرنے دیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ہم تو ان متعلقات کے متولی ہیں۔ اور ان کی عبادت کیا ہوتی ہے۔ صرف شور مچانا۔ چیختا چلاتا۔ اور اسی قدر نہیں بلکہ یہ لوگ باقاعدہ منظم ہو کر مسلمانوں کا مقابلہ کرتے ہیں اور مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ اگر سب لوگ مسلمان ہو گئے۔ تو دنیا میں امن قائم ہو جائے گا۔ زبردست لوگ کسی پر زیادتی نہیں کر سکیں گے امیر و غریب کے لئے ایک قانون ہوگا۔ زور و طاقت کا خاتمہ ہو جائے گا۔ ہر شخص کو اپنا پیٹ پالنے

وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ اِلَّا مُكَآءً وَّتَصْدِيَةً
فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿٣٥﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ
كَفَرُوْا يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ
اللّٰهِ ؕ فَسَيُنْفِقُوْنَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ
يُغْلَبُوْنَ ۬ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ يُحْشَرُوْنَ ﴿٣٦﴾
لِيَمِيْزَ اللّٰهُ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَيَجْعَلَ الْخَبِيْثَ
بَعْضَهٗ عَلٰى بَعْضٍ فَيَرْكُمَهٗ جَمِيْعًا فَيَجْعَلَهٗ فِيْ
جَهَنَّمَ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿٣٧﴾ ع قُلْ لِّلَّذِيْنَ ٤ ع ١٨
كَفَرُوْٓا اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ ۚ وَاِنْ
يَّعُوْدُوْا فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿٣٨﴾ وَقَاتِلُوْهُمْ
حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ۚ
فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿٣٩﴾ وَاِنْ تَوَلَّوْا
فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَوْلٰىكُمْ ؕ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ﴿٤٠﴾

اسلامی زندگی

گذشتہ سے پیوستہ

(۱۱)

حضرت ایّوب علیہ السلام

اسرائیلیوں کو مصر میں چھوڑو، مصر کے جاہ و اقتدار میں، اور ربِ قدیر کی بے نہایت کرمفرمائیوں میں، اور بڑھے چلو! تقریباً ایک ڈیڑھ صدی آگے شمال و مشرق کو، پھر جانب جنوب، خاک پاک عرب، اور عرب کی ان آبادیوں میں جہاں بنی اسماعیل رستے بستے ہیں، وہ دیکھو! ـــــــــ خدا کا ایک بندہ، نیک سیرت اور پاکیزہ صورت، نماز ادا کر رہا اور خدائے واحد کی عبادت میں مشغول، یہ گھر کا رئیس ہے اور اپنے علاقے کا نواب۔ اہل و عیال، دولت و ثروت، حشم و خدم، لونڈی غلام، جاگیر و املاک، دودھ گھی اور سواری کے جانور، مویشیوں کے گلے، بھیڑ بکریوں کے ریوڑ، اونٹوں کی قطاریں، گھوڑے، گدھے، خچر، غرض تموّل اور تونگری کی کون سی چیز اور سرمایہ دارانہ زندگی کا کونسا سامان ہے، جو خدا نے اسے نہیں دیا۔ دیا اور بہتات کے ساتھ دیا، دیا اور خوب دیا، سات بیٹے، تین بیٹیاں، سات ہزار بھیڑیں، تین ہزار اونٹ، پانسو جوڑیاں بیلوں کی اور پانسو گدھیاں، اسی طرح گھوڑے، خچر، گائے، بکری وغیرہ۔ مویشیوں کے چرنے کو چراگاہیں، کھیتی باڑی کی زمینیں، ان میں کنوئیں، کنوؤں پر رہٹ چل رہے، اور کاشت کی زمینوں کو سیراب کر رہے، عیش و عشرت کے یہ سامان، علائق دنیوی کی یہ کثرت، مگر وہ اور یاد الٰہی سے ایک لمحہ بھی غافل ہو جائے؟ کیا مجال؟ اور دماغ میں کبر و نخوت اور غرور و تمکنت کی بُو آ جائے، کیا امکان؟ رحم دل، فیاض طبع، خدا ترس، مہمان نواز، مساکین پرور، یتیموں اور رانڈوں کا کفیل، مسافروں پر مہربان، نعماء الٰہی کا بہت بہت شکر گذار، حق اللہ اور حق العباد کا لحاظ رکھنے والا۔

جانتے ہو؟ یہ کون بزرگ ہیں؟ ـــــــــ یہ ہیں خدائے بزرگ کے دولتمند پیغمبر، فرزندِ اسحٰقؑ اور برادرِ یعقوبؑ عیصؔ کے پوتے ایوبؑ۔ یوسف علیہ السلام کی حقیقی پوتی ان کی اہلیہ، رحمتؔ نام، شوہر کی تابع فرمان، تین آدمی ان کے ہمراہ، مومنین صادقین، ایک یمنی، نام نفر یا نفیر، دو خود انہی کی بستی کے، ایک کا نام تلدد، دوسرے

کا صافر، یہ تینوں بھی متموّل اور کافی مالدار۔

ایوبؑ اپنی بستی کے رئیس، علاقے کے نواب، کاروبار پھیلا پڑا، اور معاملات دنیوی کا ایک بکھیڑا ساتھ اس کے باوجود خدا کے پیغمبر، یہ بکھیڑے، یہ دنیا کے دھندے، اسی کے ساتھ عبادات و ریاضات، تبلیغ و اشاعت، مستغنین کے حقوق کی نگہداشت، صدقات و خیرات، خاطر و مدارات اور امداد و اعانت، خدا خوش، اور ملاءِ اعلیٰ میں ایوب کا ذکر، ذکرِ خیر، تعریف و توصیف، تحسین و آفرین، اور ایوبؑ پر درود و سلام۔

ابلیس لعین، نیکی کا دشمن، اور نیکوں کا بدخواہ، آسمان پر چڑھتا، عالمِ بالا کی مخلوق سے ملتا جلتا، اور جب تک جی چاہتا رہتا ——— وہاں سنے ایوبؑ کی اطاعت گزاریوں کے چرچے، وہ بھی ملائکہ کی زبان سے۔ اور خدا کے دربار میں، جل بھن کر کباب، کہ ایں! خاک کا پتلا اور نورانی مخلوق کی زبان پر؟ مٹی کا تودہ، عزت کے مقام پر؟ ظلمتکدۂ جہل کی مخلوق اور یہ شان؟ یہ درجہ اور یہ آن؟ ایوبؑ، اور میرے حلقۂ تعبد سے باہر؟ اچھا، دیکھو! یہ اطاعت گزاری کب تک؟ اور یہ شکر گزاری تا کے؟ ——— وہ مقامِ عرضداشت پر کھڑا ہوا اور عرض کیا:۔

خداوندا! ایوبؑ کو تو نے اہل و عیال دئے، زر و مال دیا، خوشی کی زندگی اور عیش کی گزران، وہ تیرا شکر نہ کرے گا تو اَور کون؟ مصائب کی زندگی ہو، دکھ درد کی گھڑیاں، اور لبِ شکوہ وا نہ ہو۔ تب جانوں کہ وہ صابر ہے اور شاکر، اطاعت گزار ہے اور فرماں بردار، لائقِ تحسین ہے اور مستحقِ آفرین۔

ارشاد ہوا:۔

"جا ہم نے تجھے اختیار دیا، اس کے مال میں اور اہل و عیال میں تصرف کر، اور جو چاہے۔"

ابلیس آسمان سے اترا، شادان و فرحاں، اور موقع کی تاک میں، ——— ایک دن کہ مویشی چراگاہوں میں چر رہے، بیل ہلوں میں جُتے ہوئے، زمین جوتی جا رہی، اور ایوبؑ کی اولاد سب بھائی بہن ایک مکان میں جمع بیٹھے ہیں اور دعوت کھا رہے ہیں، خدا کا پیغمبر عبادت میں مصروف، طمانیتِ قلب ہے اور جمعیتِ خاطر۔ ناگاہ سبا کے لوگ آئے، گدھوں کو چھینا، آدمیوں کو قتل کیا، اور بھاگ گئے، قاصد آیا، ایوبؑ مصروفِ نماز، فارغ ہوئے سب حال کہہ سنایا، فرمایا:۔

"خدا کا شکر، اُس نے مجھے دیا تھا، مجھ سے لے کر دوسرے کو دیدیا، اسی کی چیز، وہ ہی مالک، جو چاہے سو کرے، مرضیِ مولیٰ از ہمہ اولیٰ۔"

آسمان سے آگ کا شعلہ آیا، بھیڑ بکریاں ہلاک، چرواہے جل کر خاکستر، دوسرا قاصد آیا، اطلاع دی، شکر

بجالیسنے، اور فرمایا :-

"جس کی چیز تھی، لے لی، وہ مالک ہے، جب چاہے دے، اور جب چاہے لے، ہمارا اس میں کیا اجارہ؟"

فوراً تیسرا قاصد پہنچا، اس نے اطلاع دی :-

"کسدیوں نے حملہ کیا، شتربانوں کو مار ڈالا، اونٹوں کو ہانک لے گئے"

اس پر بھی شکرِ خدا، راضی برضا ——— آندھی چلی، زور شور کی آندھی، قیامت خیز، اور طوفان بدوش، مکان گرا، ایوبؑ کے بیٹے بیٹیاں ہلاک، ہولناک خبر، قاصد آیا اور بتایا آنکھیں پُرنم، زبان پر شکر اور سرِ مشیتِ یزدی کے آگے خم، ——— اسی طرح قاصد آتے گئے، آگے پیچھے، یکے بعد دیگرے کسی نے گھوڑوں کی ہلاکت کی خبر دی، کسی نے مواشیوں میں مری پڑجانے کی، کوئی کھیتی کے اُجڑ جانے کی خبر لایا کوئی لونڈی غلام اور حشم و خدم کے قتل کئے جانے کی ——— اب ایوبؑ ہیں اور اللہ کا نام، اللہ اللہ اور خیر سلا، زبان پر شکوہ، نہ دل میں کسی قسم کا وسوسہ، خلوت خانۂ عبادت، اور ایوبؑ برابر مصروف، مال گیا، دولت گئی، بیٹے گئے، بیٹیاں گئیں، نوکر نہ چاکر، لونڈی نہ غلام، نقد دم اور اللہ کا نام، پیشانی پر شکن ہو، یا پائے ثبات میں لغزش، کیا مجال؟ دل میں صبر، زبان پر شکر، غضب کا انسان، شیطان حیران، آسمان پر چڑھا، اور جناب جلالت مآب میں عرض رسا :-

الٰہی! ایوبؑ کو صحتِ جسمانی حاصل، اور تجھ پر اعتماد کہ زندگی ہے اور تندرستی تو خدا پھر دے گا، مال بھی دیگا اور اولاد بھی، مجھے اس کے جسم پر مسلط فرما! پھر دیکھوں۔ وہ ثابت قدم رہتا ہے تو کیونکر؟ اور صابر و شاکر رہتا ہے تو کس طرح؟ ——— ارشاد ہوا :-

"جا! میں نے تجھے مسلط کیا، ایوبؑ کے جسم پر نہ کہ دل و زبان پر، کر تو جو چاہے"

شیطان آسمان سے اترا، ایوبؑ کے پاس آیا، دیکھا، زمین پر سر، زبان پر تسبیح، اُس نے ناک کے نتھنوں میں پھونکا، جسم مشتعل، بدن کا رواں رواں خارش زدہ، ایوبؑ نے کھجلایا، اور خوب کھجلایا، ناخن گر گئے، تو ٹاٹ کے کھردرے ٹکڑوں سے کھجلایا، ٹاٹ ٹکڑے ٹکڑے اور ریشہ ریشہ تسکین نہ ہوئی تو ٹھیکروں سے کھجلایا، پتھر کے نوکیلے اور دھاردار ٹکڑوں سے کھجلایا، کھجلایا اور جسم لہولہان، بدن زخمی، گوشت نکلا، زخم پکے، راد پڑی اور پیپ، دکھ، درد، سخت مصیبت اور شدید تکلیف، اس پر بھی صبر اور شکر، سربسجود، زبان پر اللہ کا نام، ایوبؑ بدنام، لوگوں نے طعن دئے، تشنیع کی، اور دوستوں نے بے مہری۔ اصحابِ ثلثہ نعز، تلدو اور صافر دینِ ایوبؑ پر قائم، مگر ایوبؑ سے بدظن :-

"خدا کے نزدیک تمہاری کوئی منزلت ہوتی اور مرتبہ، یہ مصیبت کاہے کو پڑتی؟"

تہمت لگائی، اور الگ۔ ایوبؑ نے سُنا، اور خاموش، اللہ پر بھروسا، اس کی رحمت پر نگاہ ۔

شدہ شدہ زخموں میں کیڑے، پیپ میں بو، ہوا متعفن، اہل قریہ پریشان، آبادی سے دُور، کوڑا کباڑ پڑنے کی جگہ، وہاں ایک جھونپڑی بنائی، ایوبؑ کو اُٹھایا، اس جھونپڑی میں لے جا ڈالا، ——— عزیزوں نے چھوڑا، دوستوں نے منہ موڑا، اپنوں کو نفرت، بیگانوں کو کراہیت، ساری بستی میں محض ایک نیک بخت بی بی رحمت، شوہر کے لیے ہر وقت مصروف خدمت، مرہم پٹی سے فرصت ملی، بستی گئی، لوگوں کا کام کاج کیا، محنت و مشقت کی، اور جو کچھ کمایا، اُس سے خورد و نوش کا انتظام کیا، دوا دارو کا کام چلایا ۔

ایک مدت گزر گئی، حالت بد سے بدتر، تکلیف میں روز بروز اضافہ، جسم نحیف و لاغر، اُٹھنا بیٹھنا دُشوار مگر دل صبر سے معمور، اور زبان شکر الٰہی میں تر ——— ایک دن اصحاب ثلٰثہ آئے، حالت دیکھی، ناقابل بیان، بولے

"توبہ کر لو! توبہ، اس گناہ سے توبہ جس کی پاداش میں یہ سزا ملی"

ہمراہ ایک نوجوان، وہ بھی مسلمان اور ایوبؑ پر ایمان، اس نے کہا :-

"تم بڑے، مَیں چھوٹا، چھوٹا منہ بڑی بات، کیا مجال؟ مگر تم بولے ناگفتنی، کہی اَن کہنی، حق ایوبؑ کا اور کہا تم نے، تم نے اسے عیب لگایا، ہتک کی اور سخت بے حرمتی۔ خبر ہے؟ وہ کون ہے؟ اس کا کیا حق ہے؟ اور کیا مرتبہ؟ ——— نہیں جانتے؟ ——— وہ پیغمبر ہے، پیغمبر خدا، برگزیدۂ خلائق، اور آج کی دُنیا میں سب سے بہتر، ایوبؑ، اور خدا کی نافرمانی؟ کبھی؟ کوئی؟ کیا خدا نے تمہیں بتا دیا ہے؟ ——— ایوبؑ کی کرامت و بزرگی، اور خدا نے چھین لی، ——— تمہیں معلوم ہے؟ ——— تم ایوبؑ کی خدمت میں رہے، جب سے رہے، اور جتنی مدت رہے، ایوبؑ کی زبان سے سنا؟ کبھی؟ کچھ؟ کوئی بات؟ حق کے خلاف؟ یا شانِ حق سے گری ہوئی؟ ——— رہا یہ ابتلاء، یہ امتحان، یہ دکھ، اور یہ تکلیف، سو ؎

جن کے رتبے ہیں سوا، انکو سوا مشکل ہے

وہ آزمائش کرتا ہے مومنوں کی، مصائب میں ڈالتا ہے صالحین کو، نقد جان طلب کرتا ہے شہدا سے، امتحان لیتا ہے صدیقوں کا، اور دکھاتا ہے دنیا کو، دُنیا کے بندوں کو، کہ بندۂ مخلص، تکلیف میں ہو یا راحت میں، مسرور ہو یا محزون ہر صورت میں اور ہر رنگ میں، اس کی زبان حال یہ ؎

ہر چہ کنی رضائے تو ۔ در بکشی سزائے تو

یہ ناراضی کی دلیل ہے؟ ذلت و رسوائی کی علامت ہے؟ ہرگز نہیں، بزرگی اور عین بزرگی، خصوصی کرامت اور محبانہ

خصوصیت ـــــــ اس کو بھی چھوڑو! ـــــــ ایوبؑ، اپنا بھائی، اپنا برادر، اس نے تمہیں دوست رکھا، ہمیشہ اور محبت کا برتاؤ کیا، ہر وقت حُسنِ سلوک سے پیش آیا اور ہمدردی سے، اس کا یہی صلہ؟ اُس کی نوازشوں کا یہی بدلا؟ جو کی بھلائی تو بدلہ ملا بُرائی کا۔ بھائی پر مصیبت پڑے؟ دوست پر کوئی آفت آئے؟ اور اس پر زبانِ ملامت دراز کردی جائے، یہ شیوۂ انسانیت ہے؟ یا تقاضائے حلم وکرم؟ وہ دکھیا، مفلوک الحال، غمزدہ، اور تم عار دلاؤ، عیب لگاؤ، عقل و شعور کے انسان اور جہالت کی یہ باتیں؟ ـــــــ اللہ اللہ! خدا کے وہ بندے بھی ہیں، جو گونگے نہیں، بولنے سے عاجز نہیں، زبان میں فصاحت، بیان میں بلاغت، عاقل اور ہوشمند مگر موت کی یاد، خشیتِ الٰہی، ذکرِ حق اور اس کا عظمت و جلال، زبان گنگ، دل ٹکڑے، بدن مرتعش"

ایوبؑ نے فرمایا:۔

"حکمت و دانائی، عمر پر موقوف نہ طولِ تجربہ پر، چھوٹا ہو یا بڑا، خدا مہربان، دل میں حکمت کا بیج، زبان پر حکمت کی باتیں، طفلی کا عالم، پیشانی پر بزرگی کا نور، حکماء کے نزدیک وہ ہی صاحب منزلت اور صاحب شعور"

تینوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:۔

"آپ بھی تو غضبناک اور غصّے میں بھرے، مجھے خدا سے ڈراتے ہو، پہلے خود تو ڈرو! بڑے پاکیزہ، بڑے پارسا، خود پسندی اور اتنی؟ صحت و تندرستی پر ناز اور نیکیوں پر محمول؟ کیا خبر؟ کتنے عیب ہیں؟ جو لباس تندرستی کے نیچے پوشیدہ ہیں، نظر آجاتے تو خودی و خود پسندی کا سارا طلسم ٹوٹ جاتا، اللہ اللہ! وہ دن بھی تھا کہ عزت کی نگاہیں تھیں اور احترام، منہ سے بات نکلی نہیں، اور کان لگ گئے، ایک آج کا دن ہے، نہ روئے کا وزن، نہ بات کا اثر، تم میرے لئے مصیبت پر مصیبت، ایک مستقل مصیبت"

یہ کہا، اور منہ پھیر لیا، بارگاہ قدّوس کی طرف متوجہ، زاری اور فریاد، عرض کیا:۔

"پروردگار! تو نے مجھے پیدا کیا، ایک ناپسندیدہ انسان کو، آخر کیوں؟ کاش نہ پیدا کرتا، پیدا کیا اور نگاہِ لطف سے محروم، کس گناہ کی پاداش میں؟ اور کون سے عمل کی سزا میں؟ کاش معلوم ہوتا، زندگی، اور محرومِ کرم زندگی، اس سے موت بہتر، موت! اے کاش موت! ـــــــ کیا مَیں مسافر کی جائے پناہ نہ تھا؟ مسکینوں کا قرار، یتیموں کا وارث اور رانڈوں کا خیر لیوا؟ خدایا! بندہ ہوں، ایک ذلیل بندہ، بھلائی بن پڑی، تیرا احسان، بُرائی سرزد ہوگئی، تیرے اختیار میں سزا، حوادث کا نشانہ بنایا، ابتلائیں نصیب میں لکھیں، مصیبتیں، اتنی مصیبتیں اور اتنی بڑی مصیبتیں؟ پہاڑ پر پڑتیں، اُٹھا نہ سکتا، پھر بتا؟ ایک کمزور، ناتوان، اور ان مصیبتوں کا متحمل، کیونکر؟ تیرا حکم، تیری حکومت، تیرا غلبہ اور

تیرا تسلط، میں عاجز، بیمار، نحیف اور لاغر، الٰہی! تیری ہیبت مجھے بولنے نہیں دیتی، اجازت ہو بولنے کی، اور منہ بھر کر بولنے کی عذر بیان کروں، اور برأت کا اظہار، جھگڑوں اور آزادی سے جھگڑوں، تو اُمید اور توقع مصیبت سے نجات دے، صحت بخشے اور عافیت، لیکن پروردگار! تو بلند و برترین، میں ادنےٰ اور کمترین، تو مجھے دیکھتا ہے۔ میں تجھے دیکھنے سے عاجز، تو میری سنتا ہے، میں سننے سے قاصر"

شدائد و مصائب کا ہجوم، لوگوں کے طعن و تشنیع، زندگی سے تنگ، ایوبؑ فریاد پر مجبور، بیم و رجا کی حالت جذبات میں بیباکی، ہیبت مانع اور خشیۃ الٰہی سدِ راہ، بولے، ڈرتے ڈرتے، ڈرے، پھر بھی کچھ نہ کچھ کہہ گئے، ایک بادل اُمڈا اور چھا گیا، اصحاب ایوبؑ نے سمجھا کہ عذاب ہے ——— آواز آئی:۔

ایوبؑ! لو میں تم سے قریب ہوں، اور میں تو ہمیشہ قریب ہی رہتا ہوں، اُٹھو! عذر پیش کرو، اور کہو جو کچھ کہنا ہے؟ ——— ایوبؑ! اُٹھو، مقام جبّار میں کھڑے ہو، اگر ہو سکتے ہو؟ جبار ہی مجھ سے جھگڑ سکتا ہے، پھر کوئی ہے؟ ——— ایوبؑ! نفس نے اُبھارا، جرأت کی، اور ایسے کام کی جرأت؟ تم اور جبّار و قہار کا مقابلہ، ہے ہمت؟ ——— بتاؤ! میں نے زمین کو پیدا کیا، کس طرح؟ تم اُس دن موجود تھے؟ زمین پھیل رہی تھی، اس کے اطراف و جوانب دراز ہوتے جا رہے تھے، کیونکر؟ تم اس وقت میرے ساتھ تھے؟ میں نے زمین کو تخلیق کیا، کس انداز پر؟ معلوم ہے؟ اور یہ قائم ہے تو کس چیز نے اسے قائم کر رکھا ہے؟ تمہارے حکم کی تعمیل نے؟ پانی زمین کو اُٹھائے ہوئے ہے، یا زمین پانی کی پردہ پوش، یہ بھی تمہاری ہی حکمت ہے؟ آسمان کو بلند کیا، چھت بنایا، بے روک تھام اور بے ستون، کس نے؟ ——— تم نے؟ روشن تارے، تاروں کی گردش، کس کی حکمت کے کرشمے ہیں؟ ——— تمہاری؟ دن جاتا ہے، رات آتی ہے، رات جاتی ہے، دن آجاتا ہے یہ کس کا حکم چل رہا ہے؟ ——— تمہارا؟ دریاؤں کو نکالا، سمندروں کو جاری کیا۔ ——— تم اس وقت کہاں تھے؟ سمندر کی موجوں پر کس کا تسلط ہے؟ جو اپنی حدود سے باہر نہیں ہو سکتیں، مدّت پوری ہو جاتی ہے، وضع حمل تمہاری قدرت سے ہوتا ہے؟ زمین پر پانی بہایا، اونچے اونچے پہاڑ کھڑے کئے، وہ کیا چیز ہے؟ جو ان کو ٹھہرائے ہوئے ہے، ——— تمہارے بازوؤں میں اتنی قوت ہے؟ اگر ہے تو بتاؤ؟ کس وزن پر ان کا توازن قائم ہے؟ آسمان سے پانی برستا ہے، کہاں سے آتا ہے؟ بادل کس چیز سے بنتے ہیں؟ برف کا خزانہ کہاں؟ ہوا کا کہاں؟ سردی کے پہاڑ کس جگہ ہیں؟ رات کہاں سے آتی ہے؟ دن کہاں جاتا ہے؟ درخت بولتے ہیں تو کس زبان میں، انسانوں میں عقول کس نے پیدا کیں؟ کانوں کا سوراخ کس نے بنایا؟ آنکھوں کا شگاف

کس نے چھیڑا ؟ اور وہ کون ہے ؟ جس کی حکومت میں ملائکہ جیسی مخلوق ہے، اور جس کے جبروت کے سامنے بڑے بڑے جبّار مغلوب ہیں۔"

ایوبؑ گھبرائے، الحاح وزاری سے عرض کیا :-

مَیں عاجز و قاصر، زبان گنگ، عقل بیکار، رائے نادرست، اور قوت کمزور، الٰہی! تو نے جو کچھ بیان کیا یہ صنعتیں ہیں تیرے دستِ قدرت کی، تدبیریں ہیں، تیری دانائی کی، ہر چیز میں تیرا حکم، ہر حکم میں خاص حکمت، بہ حکمت مصلحت آمیز، تیری مشیت اگر چاہے اس سے بڑھ چڑھ کر کر سکتی ہے، نہ تو عاجز، نہ کوئی چیز تجھ سے پوشیدہ ــــــ الٰہی! مصیبت، شدید۔ دُکھ، انتہائی۔ تکلیف، ناقابلِ برداشت۔ بولا اور مجبور ہوکر، گویائی میرے لئے ایک مستقل بلا، بلائے عظیم، کاش زمین پھٹتی، اس میں سما جاتا۔ نہ منہ سے بات نکلتی، نہ تو ناراض ہوتا، کاش مرجاتا۔ اور بولنے سے پہلے ہی مرجاتا، مرجاتا، اپنے درد اور اپنے دُکھ کے غم میں گھل کے مرجاتا ــــــ مولا! بولا، معذرت کے لئے، خاموش رہا، ترحم کی خاطر، کوئی کلمہ زبان سے نکل گیا، لغزش ہوئی، پھر اس کا اعادہ نہ ہوگا۔ منہ پر ہاتھ، زبان زیرِ دندان، رخسار خاک آلود، پناہ، اور اس بلائے سنگین سے پناہ، فریاد، ربِّ کریم! فریاد، فریاد کو پہنچ، عذاب سے بچا، طالبِ امداد، اعانت کر، میرا ہاتھ تیرا دامن، پناہ دے، عفو سے کام لے، درگزر اور معاف کر، کوئی بات اور تجھے ناپسند ہو، نہ کہوں گا، آئندہ کبھی نہ کہوں گا۔

ارشاد ہوا :-

ایوبؑ! میرا علم تم میں نافذ، رحمت غصے پر غالب، جاؤ، مَیں نے بخشا، اہل و عیال دئے، مال و دولت دئے، یہ دئے، اتنے ہی اَور دئے، تم آنے والوں کے لئے نشانی، مصیبت زدوں کے لئے عبرت، اور صابرین کے لئے قوت۔

ایوبؑ امتحانِ خداوندی میں کامیاب، اور سَو فیصدی فائز المرام، شیطان اپنی اسکیم میں ناکام اور سخت نادم وہ چلّایا، اور اقطاع ارض سے اپنے لشکر کو جمع کیا، انھوں نے پوچھا :-

کیا ہوا ؟ کیوں غمگین ہو ؟

بولا :-

خدا کا یہ بندہ ایوبؑ، مَیں اس سے عاجز، مال چھوڑا نہ اولاد، اس پر کوئی اثر نہیں، ہر مصیبت پر صبر، اور ہر تکلیف پر شکر، جسم پر تسلط پایا، زخموں سے چھلنی، بستی سے نکالا، کوڑے کباڑ کے گندے مقام پر جگہ دی، اس کی بی بی

کے سوا کوئی پاس نہیں پھٹکتا، اس پر بھی یادِ الٰہی، اور یادِ الٰہی میں صابر و شاکر۔ تم سے طالبِ امداد ہوں۔ میری اعانت کرو۔

بولے:۔

"کتنی ہی گزشتہ امتوں کو ہلاک کر چکے ہو، کہاں گئے وہ مکر، اور کیا ہوا اُن فریبوں کو؟"

جواب دیا:۔

"سب باطل، ناکام، ایوبؑ کے حق میں بے اثر، اب تم ہی رہنمائی کرو۔"

پوچھا:۔

"آدمؑ کو جنت سے نکالا، کس ذریعے سے؟"

بتایا:۔

"عورت کے ذریعے"

کہا:۔

"یہاں بھی عورت سے کام لو، ایوبؑ اس کے خلاف نہ چل سکیگا۔"

بولا:۔

"بہت خوب۔"

وہاں سے چلا، پیرمرد کی صورت، بی بی رحمتؔ سے ملا، اور کہا:۔

"اللہ کی بندی تیرا شوہر کہاں ہے؟"

جواب دیا:۔

"وہ پڑا زخموں کو کھجلا رہا ہے۔ کیڑے بدن میں کلبلا رہے ہیں۔"

ابلیسؔ نے فریب سے کام لیا، دردناک پیرایہ، حسرت بھرے کلمات، اور گزشتہ زندگی کا ذکر، ناز و نعمت دولت و ثروت، ایوبؑ کی جوانی، اس کا حسن و جمال، موجودہ حالت پر تبصرہ، بھیانک انداز، مکروہ الفاظ۔ رحمتؔ پیغمبر کی اہلیہ سہی، مگر عورت ذات، پیکرِ جذبات، موم دل، نازک طبع، حال اور ماضی کا تصور، پہلے جی گھبرایا، پھر بھر آیا، دل میں رقت، آنکھوں میں آنسو، ابلیس نے موقع کو غنیمت جانا، بکری کا ایک بچہ پیش کیا، اور کہا:۔

"ایوبؑ کو اس بچے کی قربانی کرنی چاہیئے، مگر میرے نام پر، فوراً اچھا ہو جائیگا۔"

رحمت ایوبؑ کے پاس آئی، اور کہا :-

" تمہارا رب کب تک ستائے جائیگا، مال کہاں گیا؟ اولاد کدھر گئی؟ دوستوں کو کیا ہوا؟ عزیز وقریب کہاں ہیں؟ کہاں ہے وہ حسن؟ کہاں گئی جوانی، کیا ہوا رنگ وروغن، لو یہ بکری کا بچہ، اس کی قربانی کرو اور تندرست ہو جاؤ، راحت پاؤ "

فرمایا :-

دشمن خدا ابلیس لعین ہوگا، جس نے تمہیں بہکایا، افسوس، یہ تو بتاؤ؟ مال کس نے دیا تھا؟ اولاد کس نے دی تھی؟ صحت وتندرستی کس نے بخشی تھی؟ بتاؤ؟

بولی :-

" اللہ نے "

فرمایا :-

" ہم کب تک ان سے فائدہ اُٹھاتے رہے "؟

کہا :-

" اسی ۸۰ سال "

پوچھا :-

" اور اس ابتلا کو کتنی مدت ہوئی "؟

بتایا :-

" سات سال کچھ مہینے "

فرمایا :-

" افسوس تم اسی ۸۰ سال تک بھی صبر نہ کر سکیں، عیش ومسرت کی مدت تک؟ کیا یہی انصاف ہے؟ تم نے مجھے قربانی کو کہا، غیر اللہ کے لئے؟ خدائے بزرگ کی قسم تندرست ہوگیا، تمہیں سزا دوں گا، اور سو دُرّے ماروں گا، جاؤ، میرے پاس سے چلی جاؤ، تمہارا لایا ہوا کھانا حرام، پینا حرام، چکھنا حرام، جاؤ! مجھے چھوڑ جاؤ، میں تمہیں دیکھنا بھی نہیں چاہتا "

عورت تھی، لعین کے بہکائے میں آگئی، ایوبؑ نے نکال دیا، اپنے پاس سے دور کر دیا، لغزش تھی،

غیر معمولی لغزش اور بھاری لغزش، قربانی اور غیر اللہ کے نام کی، کھلا شرک اور سنگین جرم، ایوبؑ کی زندگی کو تباہ کر دینے والا اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے راندۂ درگاہ بنا دینے والا، ایوب پیغمبر، پیغمبر توحید، وہ اور شرک ؟ بُعد المشرقین ایوبؑ کا غصّہ بجا، عتاب حق بجانب ✽

رحمت چلی گئی۔ لے دے کے ایک وہ ہی رفیقۂ حیات تھی، غم خوار، دُکھ سکھ کی شریک، وہ ہی رخصت اب ایوبؑ ہیں اور عالمِ یاس، نہ کچھ کھانے کو، نہ پینے کو، نہ دوست، نہ دردی، جی گھبرایا، سینہ بھر آیا، سجدے میں گرے، شدّتِ گریہ، شدّتِ گریہ کی ہچکیاں اور زبان پر یہ کلمات :-

(رَبِّ) اِنِّیْ مَسَّنِیَ الشَّیْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ ؕ

(رَبِّ) اِنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ۚ

پروردگار! مجھے شیطان نے ایذا اور تکلیف پہنچا رکھی ہے۔

پروردگار! تو ارحم الراحمین، اور مَیں تکلیف میں مبتلا۔

آواز آئی :-

"ایوبؑ سر اُٹھاؤ، تمہاری دُعا قبول، اُٹھو! اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ، زمین پر پاؤں مارو!"

ایوبؑ نے تعمیل کی، پانی کا ایک چشمہ پھوٹا اور بہنے لگا، ٹھنڈا اور میٹھا، ارشاد ہوا :-

هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ ۝

یہ ٹھنڈا پانی ہے تمہارے نہانے کو اور پینے کو۔

ایوبؑ نہائے، ظاہر بدن کا میل کچیل، راد پیپ سب صاف، زخم مندمل، جسم تندرست، پانی پیا، اور اندرون جسم کے تمام مفاسد دُھل گئے ✽

فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ ،

اُن کے دُکھ کو ہم نے دُور کر دیا۔

اب ایوبؑ توی اور جوان، حسن و جمال میں پہلے سے زیادہ آن بان، چشمے سے نکلے، اور ایک اُونچی جگہ پر جا بیٹھے، ——— یہاں یہ ہوا، وہاں ایوبؑ کی اہلیہ کو خیال آیا :-

"ایوبؑ نے تو نکال دیا، مَیں ایوبؑ کو کس پر چھوڑوں، کون کھلائے گا؟ کون پلائیگا؟ وہ تو بھوکوں مرجائیگا درندے کھا جائینگے، مجھے واپس جانا چاہیئے" ✽

رحمت واپس گئی، وہاں نہ کوڑے کا ڈھیر، نہ کباڑ کا انبار۔ نہ جھونپڑی، نہ جھونپڑی والا، وہاں کی دنیا ہی بدلی ہوئی، رحمت پر حیرت کا عالم، پریشان، رورہی، اِدھر اُدھر گھوم رہی اور شوہرِ گم گشتہ کو ڈھونڈ رہی، ایوبؑ یہ سب کچھ دیکھ رہے، رحمت متعجب اور خوفزدہ، ایوبؑ نے بلایا اور پوچھا:۔

"اللہ کی بندی کس کی تلاش ہے؟"

وہ رو پڑی اور کہا:۔

"یہاں ایک جھونپڑی تھی، اس میں ایک مصیبت زدہ زخمی پڑا تھا، نہیں معلوم کہاں گیا؟ یا کیا ہوا؟"

دریافت فرمایا:۔

"وہ کون تھا؟"

رحمت نے روتے ہوئے کہا:۔

"میرا شوہر"۔

فرمایا:۔

"تم اُسے دیکھ لو! تو پہچان لوگی؟"

بولی:۔

"کیوں نہیں"؟ ——— رحمت نے شخص کو دیکھا اور ڈرتے ڈرتے کہا:۔

"جب وہ تندرست تھا۔ ہوبہو تمہاری ہم صورت تھا"۔

ایوبؑ مسکرائے اور فرمایا:۔

"میں ہی ایوب ہوں، تم نے بکری کے بچے کی قربانی کو کہا تھا، شیطان کے نام پر، میں نے انکار کیا، تمہیں نکال دیا، تم چلی گئیں، میں نے دعا کی، خدا نے اپنا رحم کیا"۔

رحمت نے ایوبؑ کو پہچانا، آگے بڑھی، اور لپٹ، دونوں خوب روئے، حیاتِ نو، تجدیدِ زندگی، اور مسرتوں کے آنسو، شکریے ادا کئے، ایوبؑ امتحان میں پورے اُترے، شیطان خائب و خاسر، خدا، واہب العطایا، فضل و کرم کا دریا بہایا، اہل و عیال کی کثرت، دولت کی افراط، نوکر چاکر، مال مویشی کی بہتات، زندگی، عیش و مسرت کی زندگی اور پھر وہی اطمینان، پہلے سے زیادہ خدا پر ایمان، عبادات و ریاضات، زبان حمد و ثنا میں رطب اللسان۔

وَوَهَبْنَا لَهُ أَهْلَهُ وَمِثْلَهُم مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنَّا وَذِكْرَىٰ لِأُولِي الْأَلْبَابِ ۝

ہم نے اُس کو اُس کے اہل و عیال بخشے اور ان کے ساتھ اپنی مہربانی سے اُتنے ہی اور عنایت فرمائے۔ مقصود یہ تھا کہ عقل والوں کے لئے یہ واقعہ یادگار رہے"۔

ایوبؑ نے قسم کھائی تھی۔ اہلیہ کو سَو دُرّے مارنے کی، خدا تھا مہربان، فرمایا:-

وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِهِ وَلَا تَحْنَثْ ط

"ایوبؑ! ہاتھ میں جھاڑو لے، جس میں سَو تیلیاں ہوں، وہ مارو اور قسم نہ توڑو"

ایوبؑ نے ایسا ہی کیا، خدا کا حکم تھا۔ قسم پوری ہو گئی، اور صبر و شکر کے صلے میں اتنا نوازا کہ فرمایا:-

اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ط نِعْمَ الْعَبْدُ اِنَّهٗ اَوَّابٌ o

ہم نے ایوبؑ کو بڑا ہی صابر پایا، وہ بھی کیا ہی اچھے بندے تھے۔ کہ بات بات میں خدا کی طرف رجوع کرتے تھے۔

ایوبؑ خدا کے برگزیدہ بندے، دولت مند اور صاحب ثروت پیغمبر، پیغمبر ہوتا ہے معصوم، بے خطا اور بے قصور، ربّ العزت نے امتحان لیا، مصائب میں مبتلا، اور شدائد میں گرفتار، ریاست ضائع اور امارت زائل، مال اولاد اور زندگی کا سب کچھ ساز و سامان تباہ اور برباد، اس پر بھی بس نہیں، جسم پھوٹا اور زخمی، زخموں میں کیڑے، دُنیا متنفر یہ شدید ترین ابتلائیں، ہوشربا بلائیں، مگر گلہ نہ شکوہ، صبر اور شکر، زبان پر خدا کا ذکر، دل میں موت کا فکر، توحید کا پیغام لائے، توحید پر رہے، شیطان نے اپنی سی بہت کچھ کی، ایڑی سے چوٹی تک کا زور لگایا، مگر ایوبؑ ثابت قدم اور برجا، ——— دریائے رحمت جوش میں آیا، ایوبؑ نے غوطہ لگایا، تن درست اور بدن توانا ——— اطاعت گزاری، فرماں پذیری "تا حدّ اعجاز"، خدا خوش اور بہت خوش، جود و کرم کی بارش، مُردے زندہ، اولاد میں نیا اضافہ پہلے سے زیادہ دولت، وہ ہی شان اور وہ ہی شوکت، مزید برآں یہ کہ عمر دراز، ابتلا کے بعد ایک سَو چالیس سال جیئے اور بیٹوں، پوتوں، پرپوتوں کی چار پشت دیکھنے کے بعد دُنیا سے رُخصت ہوئے۔

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۞ وَيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ o

یہ ہے خدا کی اطاعت و شکر گزاری کا شاندار انعام اور یہ ہے اس فانی زندگی کا حسرت ناک انجام۔ کہ آخر موت۔

فَاعْتَبِرُوْا يٰۤاُولِي الْاَبْصَارِ ط

کوائف ولطائف

(از جناب مرزا عزیز صاحب فیضانی دارا پوری)

دیہاتی جہالت

——— (۱) ———

راقم الحروف کو دیہات میں اصلاح رسوم کے کام کے سلسلہ میں اس بات کا تجربہ ہؤا ہے۔ کہ فضول رسم ورواج توخیر اور بہت سی باتیں بھی عام جہالت کی پیداوار ہیں۔ پھر ہمارے ۹۰ فیصدی کے مسلمانوں کی جہالت کے ذخیرے تو گندم اور روئی سے بھی زیادہ ہیں ؎

——— (۲) ———

ایک بڑھیا سے جو دولھا کی والدہ تھی پوچھا۔ کہ یہ تو نے اپنے بیٹے کے ہاتھوں میں مہندی کیوں لگا دی ؟ بولی " اگر حرام ہوتی تو امام قاسمؑ شادی کے موقعہ پر کیوں لگاتے " احباب تو سُن کر مبہوت ہو گئے۔ مگر راقم الحروف تاڑ گیا۔ کہ بڑھیا بڑی دُور کی کوڑی لائی ہے۔ ہو نہ ہو اس کی سند جنگ نامہ حامد کا ایک مصرع ہے :-

مہندی لائی موت دی، قاسم دا ویاہ

آہ بچاری کو کیا خبر۔ کہ وہ تو موت کی مہندی تھی۔ جو شاعر نے خیالی دُنیا میں امام قاسمؑ کے لگا دی۔ اور جسے یہ اپنے بیٹے کے لئے کبھی پسند نہ کرے گی۔ اے جہالت تیرا ستیا ناس ؎

——— (۳) ———

حق مہر حیثیت سے زیادہ باندھنا تو خیر۔ دیہات میں ہزاروں لاکھوں ایسے اور ایسی بھی فرزندان ودختران اسلام موجود ہیں۔ جنھیں معلوم ہی نہیں کہ حق مہر نام کس بلا کا ہے۔ ایک میاں بیوی کا سچا قصہ سُنئے۔ ایک بُڑھیا دو مہینے بیمار رہ کر زندگی سے مایوس ہو گئی۔ امام مسجد کو بلا کر سرہانے سورۂ یٰسین پڑھنے کو کہا۔ اور خود اپنے سرتاج سے یوں مخاطب ہوئی :- " آپ بڑا آزی خدا ہیں (وہ نہیں جو کپڑے مہیا کرتا ہو بلکہ مجازی) سُنا ہے کہ حق مہر آپکے کوئی حق حقوق ہوتے ہیں۔ مَیں نے یوں تو آپ کی خدمت کرنے کی پوری کوشش کی ہے۔ مگر انسان سے

خطا ہو جاتی ہے۔ اب موت سرہانے آگئی ہے (حالانکہ سرہانے امام بیٹھا تھا) خدا کے لئے آپ حق مہر معاف کر دیں۔ تاکہ نجات پا جاؤں"۔

غرض بڑھیا اپنے خاوند سے حق مہر بخشوا رہی تھی۔ اور امام صاحب سرہانے بیٹھے ہوئے تھے۔ پھر لطف یہ کہ خاوند نے "خوشی" سے معاف بھی کر دیا۔ اور امام صاحب گواہ تھے۔ واہ ری جہالت تیرا کرشمہ! صلہ

(۴)

محرمی جہالت کا بھی تجربہ ہوا ہے۔ جس کے تصور سے بھی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ عشرۂ محرم میں بعض دیہاتی مسلمانوں کی لڑکیاں "حصے" پیٹنے کے لئے رات کو باہر نکلتی دیکھی گئی ہیں۔ انہیں معلوم نہیں کہ حصا کیا ہوتا ہے مگر کوائف سے پتہ چل جاتا ہے۔ کہ نعوذ باللہ امام حسینؑ کے مبارک نام کو بگاڑ لیا گیا ہے۔ مگر جہالت کا اثر یہیں ختم نہیں ہو جاتا۔ بلکہ دو قدم آگے بڑھتا ہے۔ لڑکیاں باقاعدہ ڈراما کرتی ہیں۔ ایک حصا بنتا ہے۔ دوسری لڑکیاں اسے زخمی کر دیتی ہیں۔ پھر خود ہی اسے اٹھا لیتی ہیں۔ اور گاتی ہوئی لئے جاتی ہیں۔ گانے کا موضوع یہ ہوتا ہے۔ کہ حصے کی آج ٹانگ ٹوٹ گئی ہے۔ اس کی فلاں رشتہ دار عورت پوچھنے آئے۔ آج یہ حادثہ پیش آیا ہے۔ فلاں قریبی عورت آئے۔ وخرافات مثل ذالک۔ استغفر اللہ!!

یہ نہ سمجھئے کہ ان لڑکیوں کے دل میں امام حسینؑ کی عقیدت نہیں۔ عقیدہ کے لحاظ سے تو وہ شیعہ عورتوں سے بڑھ کر نہیں تو کم بھی نہ ہوں گی۔ اُن کی یہ حرکات محض جہالت کا کرشمہ ہے اور بس۔ واہ ری جہالت تیرا کمال!

(۵)

دیہات کی جہالتوں کا تو شمار ہی نہیں۔ سیاسی جہالت۔ ان پڑھ ہندو بھائی دکانوں پر بیٹھے کانگرس اور حکومت کے سارے اسرار فاش کر رہے ہونگے۔ اور انہی دکانوں سے سودا سلف لینے والے مسلمان اس بات سے بھی بیخبر ہوگا۔ کہ اُس کا بیوی بچوں، نمبردار، پٹواری اور تحصیل کے چپڑاسی کے سوا اور کسی سے بھی کچھ تعلق ہے یا نہیں طبی جہالت بھی عام ہے۔ جو چاہا جب چاہا کھا لیا۔ ہر مرض کو گرمی یا بادی کہہ دیا۔ طبیب کی باتوں کو ہذیان سمجھ لیا۔

صلہ اس قسم کی جہالت اور شادی کی جاہلانہ رسومات پر فیضانی صاحب نے پنجابی نظم میں ایک کتاب "فتنۂ رسومات" تصنیف کی ہے۔ جس میں ہنسانے رُلانے اور عبرت دلانے کے سامان مہیا ہیں۔ چند جلدیں فروخت کی جا رہی ہیں۔ تاکہ وصول شدہ قیمت غربا میں مفت تقسیم کرنے کے لئے محصولڈاک پر خرچ کی جائے۔ صفحات ۹۲۔ ٹائیٹل عکسی۔ قیمت ۶؍۔ سات آنے کے ٹکٹ بھیج کر ذی استطاعت حضرات منگوائیں اور ہم خرما و ہم ثواب کا مصداق بنیں۔ (مینجر پیکو لمیٹڈ بیرون موچی دروازہ لاہور)

(۶)

مذہبی جہالت کا حال تو آپ نے اوپر پڑھ ہی لیا۔ مگر ایک لطیفہ اور بھی سنیئے۔ ان کانوں نے خود ایک کسان مُلّا کی زبان سے کلمہ طیبہ کے اسرار و نکات سُنے ہیں۔ جو ایک اور کسان کو لا الٰہ الّا اللہ محمدٌ رّسول اللہ کے "دُر" اور اشہد انّ محمداً رسول اللہ کے "دَر" کا لطیف فرق سمجھا رہا تھا۔ ارشاد ہؤا کہ دُر کے معنی موتی کے ہیں۔ یعنی محمد رسول اللہ موتی ہے۔ دَر کے معنی دروازے کے ہیں۔ اور یہ اذان میں ہے۔ کہ مسجد میں اللہ کے محمدی دروازے سے آؤ۔ استغفراللہ! استغفراللہ!! واہ ری جہالت تیری لطافت!!

(۷)

مگر نہیں سب سے زیادہ تعجب انگیز دیہاتیوں کی کاروباری جہالت ہے۔ یعنی زراعت کے کام میں بھی وہ ترقی کا نام تک نہیں جانتے۔ پھر ان کی قانونی جہالت تو وکیلوں منشیوں اور سب متعلقین کے لئے اَن داتا کا حکم رکھتی ہے۔

مگر چھوڑیئے۔ جانے جانے دیہاتیوں کی مطبخی جہالت کا ایک لطیفہ سُنتے جائیے۔ آپ بھی کیا یاد کریں گے کہ دیہات کی جہالت یوں ہی تھی۔

(۸)

ایک کسان مقروض ہوگیا۔ تنگ آکر مزدوروں میں بھرتی ہوکر افریقہ جا پہنچا۔ وہاں قسمت نے پلٹا کھایا۔ خوب مال کمایا۔ اور دولتمند بن کر واپس آیا۔ قرض تو اتار لیا۔ مگر اس کے بعد جھٹ اقتصادی جہالت کا شکار ہوگیا۔ ایسی کوئی چیز بھی نہ بنائی جو آمدنی کا سبب ہوتی۔ بلکہ کیا یہ کہ زیور بنوائے۔ کپڑے طیار کرائے۔ بنگلہ تعمیر کرایا۔ اور اسے سامانِ آرائش سے بھر دیا۔ خیر اس کے بعد رسمی جہالت کی باری آئی۔ لڑکے کی شادی کی۔ اقربا کو مدعو کیا۔ گھاس کی بنی ہوئی رنگین چٹائی پر انہیں بٹھایا۔ سوڈے کی رنگین بوتلیں برف ملاکر پلائیں۔ اس کے بعد زردہ پلاؤ۔ کوفتے۔ فرنی وغیرہ سے ان کی تواضع کی۔ زردہ میں سونگی، الائچی، دارچینی وغیرہ ڈال دی گئیں۔

انہوں نے یہ شہری چیزیں بھلا کب دیکھی تھیں۔ واپس گئے۔ گاؤں والوں نے پُوچھا "تمہارے بھائی نے تمہیں کیا کھلایا۔ بولے۔ کچھ نہ پوچھو۔ نہ مسجد کی صف نہ بُھورا"۔ بلکہ گھاس کی صف پر بٹھایا۔ پانی میں رنگ اور چینی گھول کر پھر اس میں اولے ڈال کر ہمیں پلایا۔ اس کے بعد چاول لائے گئے۔ جن میں ہلدی ڈالدی گئی تھی۔ پھر ان میں "چچڑ" "چیونٹوں" مکوڑوں کے سر، کیکر کے چھلکے اور خدا جانے کیا کیا چیزیں ڈالدی گئیں۔ پھر چاول کی پیچ (پچھ) میں میٹھا ملاکر اُسے

کوری چپنیوں میں ڈال کر پیش کیا گیا۔ بھلا ہم چاولوں کا پانی (پیچھ) کیا پیتے کھاتے ۔

(۹)

غرض یہ ہیں جہالت کے کرشمے۔ ناظرین جانتے ہیں۔ کہ اس کی ذمہ واری کن حضرات پر عائد ہوتی ہے۔ یہاں اُس کا ذکر مناسب نہیں ۔

رمضان المبارک سے

(از جناب ظہیر نیاز بیگی)

الوداع اے رحمتوں والے مہینے الوداع
الوداع اے لُطفِ یزداں کے خزینے الوداع

اے کہ تیرے دم سے صبر و صدق کی تلقین تھی
اے کہ تجھ سے رُوحِ مومن کو بہت تسکین تھی

اے کہ تیرے فیض سے بزمِ جہاں مسرور تھی
اے کہ اک اک تیری ساعت نور سے معمور تھی

اے کہ دی تو نے گنہگاروں کو بخشش کی نوید
اے کہ تو لایا ہمارے واسطے پیغامِ عید

عید کی لیکن خوشی حاصل اُسے ہوگی مدام
جس مُسلماں نے ترا دِل سے کیا ہے احترام

تُو چلا تو رو کے یُوں کہنے لگا قلبِ حزیں
پھر بھی آئندہ ملیں گے یہ تو کہہ سکتے نہیں

جا مگر ہم تجھ سے اتنی عرض کرتے ہیں ضرور
بخش دینا گر ہُوا ہو بُھول کر کوئی قصُور

اپنے ہم اعمال پر رہتے ہیں اکثر شرمسار
پھر بھی ہیں فضلِ خدا کے طالب و اُمیدوار

تو سفارش کر ہماری جا کے پیشِ کردگار
مدّتوں سے رحم کے قابل ہے اپنا حالِ زار

مُنتظر ہیں اب ترے اے رحمتِ پروردگار
پھر مسلماں کو ملے کھویا ہُوا عزّ و وقار

ورنہ یوں دنیا میں اپنی عید ہو سکتی نہیں   اور ایسی عید کی تائید ہو سکتی نہیں

جب کہ اپنی آج دنیا میں کوئی ہستی نہیں   شاد ہو جو ملک میں اپنی کوئی بستی نہیں

وہ مسلماں جس کے تابع تھے کبھی بحر اور بر   اب وہ پھرتا ہے ظہیرؔ اکثر جہاں میں دربدر

کوئی ہے مزدور و محتاج و غریب و ناتواں   کوئی ہے افلاس کا مارا ہوا بے خانماں

ہے تلاشِ رزق میں کوئی وطن سے بے وطن   زندگی کی منزلیں ہیں آج دنیا میں کٹھن

کیسی کیسی پیش ہیں جینے میں اب دشواریاں   ہیں کہیں مایوسیاں مجبوریاں لاچاریاں

دل کے اک اک گوشے میں ہے درد کی دنیا نہاں   وہ کہ جس کی ترجمانی کر نہیں سکتی زباں

ہند میں اے محترم مہمان جب آتا ہے تو   ہر مسلماں کو یہاں اندوہگیں پاتا ہے تو

وہ بھی دن تجھ کو ہمارے یاد ہیں اے مہرباں   جب کہ تھا اپنا بھی دنیا میں کبھی سکہ رواں

کاش تیرے فیض سے اب بھی ملے سطوت وہی   ہاں ملے شوکت وہی عزت وہی عظمت وہی

کاش پھر اپنے تعلق باہمی ہوں استوار   کاش پھر بگڑی ہوئی بن جائے اپنی ایک بار

اہلِ باطل کو ہوا حاصل عروج و اقتدار   اور حق کے ماننے والے ہوئے پامال و خوار

پھر جہاں میں عدل کی گردن تہ شمشیر ہے   پھر جہاں میں قصرِ جور و ظلم کی تعمیر ہے

کاش مل جائے ہمیں وہ قوتِ دیرینہ گر   پھر جہانِ کفر و باطل کو کریں زیر و زبر

آہ اے ماہِ مبارک یہ ہے اپنی آرزو   تجھ سے ہم کہتے ہیں یہ کہ ہم سے خوش جائے تو

مدعا بس یہ ہمیں حق سے دلاتے جائیو
اور ہمارے دو جہاں بہتر بناتے جائیو

غیبت اور شکایت

(از جناب سید محمد ادریس صاحب طوروی)

اگر انسان واقعی مدنی الطبع ہے تو جو چیز اس کی شائستگی بودوباش، شہری تعلقات اور ملکی معاملات میں اسکا آئینہ دار بن سکتی ہے۔ وہ اخلاق اور محض اخلاق ہیں ۔

اگر ایک شخص اخلاقِ حسنہ کی بدولت قعرِ ذلت سے نکلکر عزت کی بلند چوٹی پر پہنچ سکتا ہے۔ تو دوسرا شخص اپنی بد اخلاقی کے ہاتھوں آبائی شرف اور نیکنامی کھوکر تباہ و برباد بھی ہوجاتا ہے ۔

خاص کر وہ اخلاق جن کا تعلق زبان سے ہے سیرتِ انسانی کا بہترین مظہر ہیں۔ جن کی بدولت ہم بڑی آسانی سے کسی شخص کا صحیح انسانی معیار معلوم کر سکتے ہیں۔ پس آؤ دیکھیں۔ کہ جس مصلحِ اعظمؐ نے نہایت بلند آہنگی سے یہ دعویٰ کیا ہے :-

بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْاَخْلَاقِ۔ میں اخلاقِ حسنہ کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہوں ۔

اُس نے اپنے پیرووں کو گفتگو کے کیسے کیسے زریں اصول تبلائے ہیں۔ جو اُن کو زندگی کے ہر شعبہ میں مشعلِ ہدایت کا کام دے سکتے ہیں ۔

مثال کے طور پر ہم غیبت کو لیتے ہیں۔ جس کے زہریلے جراثیم نوعِ انسانی کی رگ و پے میں اس قدر سرایت کر چکے ہیں۔ کہ ہمارا کوئی اجتماع اور ہماری کوئی مجلس اس کے مہلک اثرات سے محفوظ نہیں۔ اور جس نے آخرکار ہمارے ملکی اور ملی اتفاق اور اتحاد کو تشتت اور افتراق میں بدلکر رکھ دیا ہے ۔

سب سے پہلے اخلاق سے متعلق دو ایک ضروری باتیں سمجھ لینی چاہئیں :-

(۱) اخلاق انسانی میں باہم ایک سلسلہ ربط و اتحاد کا ہوتا ہے۔ اس لئے ایک خلق دوسرے خلق کو پیدا کرتا ہے۔ اگر کوئی شخص حاسد ہے۔ تو مخلوق خدا کی غیبت کرنے سے اس کو چارہ نہیں۔ اسی طرح اگر کوئی شخص بزدل ہے اور دوسرے لوگوں کی خود غرضیوں اور بیجا ظلم و ستم کا شکار ہو رہا ہے۔ تو کم از کم زبانی شکایت کرنے پر مجبور ہے۔ پس معلوم ہوا۔ کہ حسد اور غیبت۔ بزدلی اور شکایت کا آپس میں قریبی تعلق ہے ۔

(۲) اگرچہ مذکورہ بالا اخلاق بالعموم شریفانہ اخلاق نہیں سمجھے جا سکتے۔ لیکن عملی دنیا میں اگر ان پر ایک سرسری

نگاہ ڈالی جائے۔ تو واضح ہو جائیگا۔ کہ وہی غیبت جو اکثر اوقات معیوب سمجھی جاتی ہے اگر کسی ظالم اور بدکار انسان کے افعال سیئہ اور اعمال شنیعہ کی تشہیر کے لئے کی جائے۔ تاکہ دوسرے ناواقف لوگ اس کی بدکرداری سے مطلع ہوکر اس کے دام تزویر سے محترز رہیں۔ تو مستحسن اور کار ثواب ہے ٭

اسی طرح اگر ایک مظلوم شخص کسی حاکم کے سامنے کسی ظالم کے عیوب بدیں وجہ سنائے۔ کہ ان کا تدارک کیا جا سکے تو کوئی ذی عقل و ہوش انسان اس کو برا نہیں کہہ سکتا۔ بلکہ بسا اوقات مظالم کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنا جہاد فی سبیل اللہ کے برابر سمجھا جاتا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ اخلاق حسنہ اور عادات قبیحہ بعض اوقات ایسے ہمرنگ اور متشابہ ہو جاتے ہیں۔ کہ ان میں اچھے برے کی تمیز مشکل ہو جاتی ہے۔ اسلئے ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ شکایت اور غیبت کے حدود قرآن کریم اور احادیث نبوی کی روشنی میں بیان کئے جائیں ٭

غیبت

غیبت اسے کہتے ہیں۔ کہ کسی شخص کے پس پشت اس کے عیوب بیان کئے جائیں۔ خواہ وہ عیوب اس شخص کے اختیاری ہوں یا غیر اختیاری۔ مثلاً کسی شخص کے نسب پر حرف گیری کی جائے۔ کہ جلاہا یا موچی ہے۔ یا اس کے عادات و اطوار بیان کئے جائیں۔ کہ بدزبان اور متکبر ہے۔ یا اس کے افعال پر نکتہ چینی کی جائے۔ کہ فلاں چور یا خائن ہے وغیرہ وغیرہ ٭

شکایت

شکایت یہ ہے کہ ایک مظلوم کسی حاکم یا با اقتدار شخص کے پاس اپنی فریاد لے جائے۔ اور بطور تظلم اور داد خواہی کے ظالم کی کارستانیاں من وعن سنا دے ٭

لیکن مذکورہ بالا دونوں صورتوں میں بولنے والے نے صحیح واقعات سے سرِ مو بھی انحراف کیا۔ اور بطور رنگ آمیزی یا بغرض مطلب برآری اپنی طرف سے کوئی بات ملا لی۔ تو وہ غیبت اور شکایت کی حدود سے نکل کر افترا پردازی کا مرتکب ہوا۔ جس کو عربی میں بہتان کہتے ہیں۔ یہی مضمون اس حدیث شریف میں کس خوبی سے بیان کیا گیا ہے۔ کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے دریافت فرمایا:-

اَتَدْرُوْنَ مَا الْغِیْبَۃُ۔ قَالُوا اللّٰہُ وَ	کیا تم جانتے ہو کہ غیبت کیا ہے؟ سب نے کہا خدا اور اسکا
رَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ۔ قَالَ ذِکْرُکَ اَخَاکَ بِمَا	رسول ہی خوب جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ اپنے بھائی کے
یَکْرَہُ۔ قِیْلَ اَفَرَاَیْتَ اِنْ کَانَ	متعلق ایسی بات کہنا جسکو وہ برا مانے کسی نے سوال کیا

فِي أَخِيْ مَا أَقُوْلُ قَالَ إِنْ كَانَ فِيْهِ مَا تَقُوْلُ فَقَدِ اغْتَبْتَهُ وَ إِنْ لَمْ تَكُنْ فِيْهِ مَا تَقُوْلُ فَقَدْ بَهَتَّهُ ۔

اگر وہ بات اس کے حق میں درست ہو۔ تو پھر!! آپ نے فرمایا۔ اگر اس میں واقعی موجود ہو۔ تو تم نے اس کی غیبت کی۔ ورنہ تم نے اس پر بہتان لگایا ۔

غیبت کا بیان

اپنے مسلمان بھائی کی عیب جوئی اور بدگوئی کے بارے میں قرآن کریم نے پرزور الفاظ میں امتناعی حکم دیا ہے کہ :- وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ۔ تم ایکدوسرے کی پیٹھ پیچھے بُرائی نہ کرو۔

آگے چل کر اس کی قباحت اور تباہ کاری کو تمثیل کی صورت میں یوں واضح فرمایا ہے۔

أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ

کیا تم میں سے کوئی بھی یہ پسند کریگا کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے۔ تم بالیقین اسے ناپسند کرو گے ۔

گویا کسی مسلمان کی غیبت کرنی اس کا گوشت کاٹ کر کھانے کے برابر ہے۔ جسے کوئی شریف انسان گوارا نہیں کرسکتا۔ اسی لیئے پیغمبرِ اسلام نے نہایت شدّومد سے لوگوں کو دوسروں کی بُرائیاں بیان کرنے سے روکا ہے ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ میں نے ایکدن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے سامنے ایک عورت کے بارے میں اتنا کہا۔ کہ وہ پست قد ہے آپ نے فرمایا :-

لَقَدْ قُلْتِ كَلِمَةً لَوْ مُزِجَ بِهَا الْبَحْرُ لَمَزَجَتْهُ ۔

تو نے ایسا لفظ بولا ہے۔ کہ اگر اسے سمندر میں بھی ڈالدیا جائے۔ تو اس کا ذائقہ بدل دے ۔

یعنی بظاہر یہ چھوٹا سا لفظ اتنا زہریلا ہے۔ کہ اگر کسی کے نیک اعمال سمندر کے برابر بھی غیر محدود ہوں۔ تو معطّل اور بے سود ہوکر رہ جائیں ۔

چونکہ آج کل عموماً سب لوگ اس گناہ میں مُبتلا ہیں۔ الاّ من شاء اللہ۔ اس لئے اس کو چنداں درخورِ اعتنا نہیں سمجھا جاتا۔ اور جو متقی لوگ اپنے افعال و اعمال کا احتساب کرتے رہتے ہیں۔ وہ بھی اکثر اوقات گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ تک اس گناہِ بے لذّت میں پڑکر اخیر میں صرف لاحول پڑھ دینی توبہ کرلینے کے لئے کافی سمجھتے ہیں۔ حالانکہ غیبت کا تعلق حقوق العباد سے ہے۔ جن کی معافی فقط توبہ سے نہیں ہوسکتی۔ اسی لئے حدیث شریف میں آیا ہے

إِنَّ صَاحِبَ الْغِيْبَةِ لَا يُغْفَرُ لَهُ حَتّٰى يَغْفِرَ لَهُ صَاحِبُهُ
غیبت کرنیوالے کا گناہ معاف نہیں ہوتا۔ یہاں تک کہ خود وہ شخص جس کی غیبت کی گئی ہے اسے معاف کردے۔

غیبت کے اسباب

غیبت جو انسانی زندگی کے ساتھ ساتھ ارتقار کے مختلف منازل طے کرتی ہوئی بے شمار رنگوں میں نمودار ہوکر انسان کی ملکوتی صفات کو ملیامیٹ کرتی رہتی ہے۔ اگرچہ اس کے اسباب و وجوہ کی تحدید مشکل ہے۔ تاہم ذیل کے امور بہت بڑی حد تک اس کے اکثر انواع و اقسام کے علل بن سکتے ہیں۔

۱۔ ہم کسی شخص پر ناراض ہو جائیں۔ اور حالتِ غضب میں یا اس کے بعد اس کی بدگوئی شروع کردیں اور اس طرح اپنے دل کی بھڑاس نکالیں۔

۲۔ کسی شخص کی ہمدردی یا رضامندی حاصل کرنے کیلئے ہم اس کے مخالفین کی عیب جوئی کرنے لگیں۔

۳۔ اپنی فضیلت اور برتری ظاہر کرنے کے لئے ہم دوسروں کی کمزوریاں بیان کرنے پر اتر آئیں۔

۴۔ کسی شخص کی جاہ و منزلت، علم و کمال یا مال و منال پر حسد کرکے اس پر نکتہ چینی کرنی شروع کردیں۔ تاکہ کسی طرح دل کی آتشِ سوزاں ٹھنڈی ہو سکے۔

۵۔ کسی شخص کا عمل بد دیکھ کر ہم ناراض تو اس پر للہ ہوئے۔ مگر لوگوں کے سامنے اس کا نام لیکر اس عیب کو بیان کرلیا۔ تو سمجھ لینا چاہئے۔ کہ فقط نام لے لینے پر ہماری ساری شیخی کرکری ہوگئی۔

غیبت کا علاج

علم الاخلاق کے ماہرین اس مرض کا علاج یوں تجویز کرتے ہیں۔ کہ جو شخص غیبت کا مرتکب ہوتا ہو۔ وہ ان آیات اور احادیث پر بار بار غور کرے۔ جن میں اس کی مذمت اور نقصانات بیان کئے گئے ہیں۔ نیز جس وقت کسی دوسرے کا عیب سامنے آجائے۔ تو اس کو بیان کرلینے سے پیشتر اپنی کمزوریوں اور کوتاہیوں پر نظر ڈالے اور جس طرح وہ اپنے عیوب کو دور کرلینے سے قاصر ہے۔ ویسا ہی دوسروں کو بھی معذور سمجھکر خاموشی اختیار کرلے۔ نیز جو اسباب غیبت کے محرک ہوں۔ ان کو دور کرنے کی کوشش کرے۔

مگر یہ وبا اس قدر عام ہوچکی ہے۔ کہ کوئی مجلس، کوئی انجمن اور کوئی سوسائٹی اس کے مہلک اثرات سے

خالی نہیں۔ اور بڑے بڑے ارباب زہد و اتقاجب مجلس کی لپیٹ میں آجاتے ہیں۔ تو آخرکار انکو بھی شریک ہونا پڑتا ہے۔ اس لئے میرے نزدیک اس کا زیادہ مناسب علاج یہ ہے۔ کہ لوگ بیکاری سے بچنے کی کوشش کریں۔ کیونکہ بے کار آدمی کا دماغ شیطان کا کارخانہ ہوتا ہے۔ اور ہر شخص اپنی ڈیوٹی پر لگ کر قدرت کے دئے ہوئے قویٰ کو مشغول رکھے۔ تاکہ اسے دوسروں پر نکتہ چینی کرنے کی فرصت ہی نہ ملے۔ پھر اگر وہ مجالس اور محافل میں شریک بھی ہوگا۔ تو اپنے مشاغل کا ذکر مذاکرہ ہی اس کا دلچسپ موضوعِ سخن ہوگا ۔

ایک مُفید مشورہ

ہم نے اس مضمون میں اپنی ذمہ داریوں کے لحاظ سے فقط یکطرفہ ڈگری کی ہے لیکن ساتھ ہی یہ واضح کر دینا بھی ضروری ہے۔ کہ دُوسروں کو غیبت سے روکنے کا یہ مقصد نہیں ہے۔ کہ خود ہم گناہ مجسّم بن کر شرعی وعید کے بھروسے پر لوگوں کی عیب جوئی کی طرف سے مطمئن ہولیں۔ بلکہ ہم کو بھی حتی الوسع اپنے نقائص سوسائٹی کے سامنے لانے اور دوسرے مسلمانوں کو ان پر بحث و تمحیص کرنے کا موقعہ دینے سے گریز کرنی چاہیئے ۔

مشہور ہے کہ ایک مرتبہ ابراہیم نخعی (جو ایک آنکھ سے معذور تھے) اور امام اعمش (جن کی آنکھیں چوندی تھیں) دونوں اکٹھے جا رہے تھے۔ امام اعمش نے فرمایا "جب لوگ ہم دونوں کو ایک ساتھ دیکھیں گے تو کہینگے یک چشم اور چوندھا جا رہے ہیں" ابراہیم نخعی نے فرمایا "کیا ہوا۔ وہ خود گنہگار ہوں گے" اس پر امام اعمش نے فرمایا "کیا اچھا ہو۔ کہ الوداع ہو کر اپنے کو ملامت اور انکو گناہ سے بچا لیں"۔

شکایت کا بیان

قدرت کی عطا کردہ طاقتوں کو بیجا صرف کرنا ظلم کہلاتا ہے۔ اور ظلم کرنے کی خواہش عام طبیعتوں میں اس قدر مرکوز ہے۔ کہ عربی کے بلند پرواز شاعر متنبی کو کہنا پڑا ہے ؎

وَالظُّلْمُ مِنْ شِیَمِ النُّفُوْسِ فَاِنْ تَجِدْ

ذَا عِفَّۃٍ فَلِعِلَّۃٍ لَا یَظْلِمُ

"ظلم کرنا نفس کی ایک عادت ہے۔ اگر کوئی شخص اس سے بچا ہوا نظر آئے تو علت سے خالی نہیں ہوگا" اسی لئے شریعتِ محمدیہ نے جہاں غیبت اور بہتان کو حرام قرار دیکر انکے مرتکبین کے لئے سخت سے سخت سزائیں مقرر کی ہیں

...اں ظالموں کے برخلاف اُن کی شکایت کرنیوالوں کی پیٹھ بھی ٹھونکی ہے۔ اور ان کی ہمت بڑھانے کے لئے قرآن کریم
...نے بآواز بلند اعلان کیا ہے ؎

لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ	اللہ تعالیٰ بری بات کے برملا کہنے کو پسند نہیں کرتا۔ مگر مظلوم کی فریاد پوری شفقت سے سنتا ہے ؎

...اسی لئے حدیث شریف میں آیا ہے :-

اِيَّاكَ وَدَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ - فَاِنَّمَا يَسْئَلُ اللّٰهَ تَعَالٰى حَقَّهٗ - وَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَمْنَعُ ذَا حَقٍّ حَقَّهٗ -	مظلوم کی دعا سے بچو۔ کیونکہ وہ خدا سے اپنا حق مانگتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کسی حق دار کا حق نہیں روکتا ؎

...ی مضمون کو فارسی شاعر نے کس خوبی سے نظم کا جامہ پہنایا ہے ؎

بترس از آہِ مظلوماں کہ ہنگامِ دعا کردن
اجابت از درِ حق بہر استقبال می آید

...ب اور حدیث شریف میں ظالم کے معاونین کو امداد کرنے سے اس طرح روکا گیا ہے۔ کہ

مَنْ مَشٰى مَعَ ظَالِمٍ لِيُقَوِّيَهٗ وَهُوَ يَعْلَمُ اَنَّهٗ ظَالِمٌ فَقَدْ خَرَجَ مِنَ الْاِسْلَامِ -	جو شخص باوجود علم کے ظالم کو تقویت دینے چلا۔ وہ (اسلامی تعلیمات) کی حدود سے باہر نکل گیا ؎

اب اگر اس مسئلہ کو عقلی نقطۂ نظر سے دیکھ لیا جائے۔ تو مظلوم کو شکایت کرنے کا پورا پورا موقعہ دینا گویا ظلم ...ستحکم اور مضبوط عمارت کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکنا ہے۔ جو اسلام کا اصل الاصول ہے۔ اسی بنا پر صدیق اکبر نے خلافت ...ل کر لینے کے بعد جو تقریر کی۔ تو اس میں نہایت واضح اور غیر مبہم الفاظ میں اس مسئلہ کو یوں واضح فرمایا "تمہارا قوی آدمی ...ے سامنے اس وقت تک کمزور ہے۔ کہ میں اس سے مظلوم کا حق لیکر حقدار کو دلا دوں۔ اور تمہارا کمزور آدمی میرے ...منے اس وقت تک قوی ہے۔ کہ میں اس کا حق ظالم سے چھین کر اس کو دلا دوں ؎

علمبردارانِ اسلام یورپ میں

اولیت کا سہرا کن کو حاصل ہے

ہم لوگ یورپ میں اسلام کی سرعتِ رفتار دیکھکر انگشت بدنداں ہیں لیکن کیا یہ بھی معلوم ہے کہ ان ممالک میں سب سے پہلے اسلام کا پیغام پہنچانیوالے کون لوگ تھے۔ اور اگر آج اسلام وہاں پر بسرعت تمام ترقی کر رہا ہے۔ تو اس سلسلہ میں اولیت کا سہرا کن لوگوں کے سر ہے

جس طرح رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و ہدایت کو سب سے اول تسلیم کرنیوالی نیک نہاد خاتون تھی۔ اسی طرح جزائر انگلستان میں سب سے پہلے جن اشخاص نے اسلام قبول کیا، وہ سعید الفطر خاتونیں تھیں۔ ان میں سے ایک کا نام لیڈی ہسٹر سٹین ہوپ اور دوسری کا نام لیڈی ایلن برو تھا۔ یہ ہر دو معزز خواتین لارڈوں کی بیویاں تھیں۔ وہ عیسائی پیدا ہوئیں اور بطور مسلمان داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔

لارڈ سٹینلی آف ایلڈرلی نے ۱۸۸۵ء میں بمقام قسطنطنیہ اسلام قبول کیا۔ اور عبدالرحمٰن نام اختیار کیا۔ جب لارڈ عبدالرحمٰن کا انتقال ۱۹۰۳ء میں ہوا۔ تو ترکی سفارت خانہ مقیم انگلستان کے امام نے ان کو اسلامی رسوم کے ساتھ سپردِ خاک کیا۔

لیکن انگلستان میں تبلیغ اسلام کا فرض منظم طریق پر انجام دینے کی بنیاد جس شخص نے ڈالی۔ وہ ڈبلیو۔ ایچ کوئیلیم تھے جنہوں نے مراکش میں ۱۸۸۹ء میں اسلام کے سامنے گردن جھکائی۔ لورپول میں مسجد بنائی۔ اور دو اخبارات "کریسنٹ" (ہلال) اور اسلامک ورلڈ (دنیائے اسلام) جاری کئے۔ مسٹر عبداللہ کوئیلیم کا انتقال جب ۱۹۳۲ء میں ہوا۔ تو ان کے ہاتھ پر اسلام قبول کرنیوالے انگریزوں کی تعداد ۵۰۰ تک پہنچ چکی تھی۔

کلکتہ کے سر عبداللہ سہروردی لندن میں مدت دراز تک تبلیغ اسلام کا خوشگوار فرض انجام دیتے رہے۔ انہوں نے وہاں مجلس اتحادِ اسلام قائم کی۔ اور ایک رسالہ لائٹ آف دی ورلڈ (نور جہاں) جاری کیا۔ اور متعدد پمفلٹ بھی شائع کئے۔ میجر جنرل جے بی ڈکسن (برٹش آرمی) نے سر ممدوح ہی کے دستِ حق پرست پر اسلام قبول کیا تھا۔

نامور ڈاکٹر لیٹنر حلقہ بگوش اسلام تو نہیں ہوئے لیکن انہی کی مساعی سے ووکنگ میں وہ مشہور مسجد بنی جو اب وہاں تبلیغ کا مرکز ہے۔ اور جس کی تعمیر میں سب سے زیادہ مرحومہ والیہ عالیہ بھوپال نے حصہ لیا تھا۔

لیڈی ایولین کوبولڈ تیس سال پیشتر زیورِ اسلام سے آراستہ ہوئی تھی۔ وہ ۶۶ سال کی عمر میں حج مکہ مکرمہ سے مشرف ہوئیں اور اپنے حج کی دلچسپ داستان اخبارات میں شائع کرائی۔

مسٹر مارڈیوک پکتھال (مترجم قرآن) ایک اور نامور انگریز مسلمان ہیں۔ جنہوں نے انگلستان میں تبلیغ اسلام کے سلسلہ میں سعی موفور سے کام لیا۔ افسوس کہ مسٹر پکتھال اب اس دنیا میں موجود نہیں ہیں۔

اس بارہ میں ڈاکٹر خالد شیلڈرک کا ذکر ضروری ہے۔ جو ۱۹۰۳ء میں مسلمان ہوئے۔ اور ویسٹرن اسلامک مشن کے لائف پریذیڈنٹ ہیں۔ آپ کی تبلیغی سرگرمیاں مشہورِ عوام ہیں۔ انہی کی مساعی کی بدولت اسوقت انگلستان میں تیس ہزار مسلمان موجود ہیں۔

(ماخوذ)

پانچ پانچ پاروں کی جلد پارچہ	ہدیہ فی جلد ۷؍۸ سات روپے آٹھ آنے
دس دس پاروں کی جلد پارچہ	〃 〃 〃 للعہ چودہ روپے
پندرہ پندرہ پاروں کی جلد پارچہ	〃 〃 〃 لعمہ اکیس روپے
پندرہ پندرہ پاروں کی جلد چرمی	〃 〃 〃 للعمہ چوبیس روپے

۱ - تیس پاروں کی ایک جلد بہت وزنی ہو جاتی ہے۔ اس لیے صرف آرڈر آنے پر تیار کی جا سکتی ہے۔ ہدیہ فی جلد چرمی للللعہ۔ چوالیس روپے۔ آرڈر دیتے وقت یہ ضرور مطلع فرمائیں۔ کہ کتنے کتنے پاروں کی جلدیں درکار ہیں ؎

۲ - دو یا زائد پارے اکٹھے منگوانے کی صورت میں محصولڈاک نہ لیا جائیگا ؎

چرمی جلدوں پر گلٹ شدہ کونے لگوانے کی اُجرت فی جلد تین روپے ؎

گولڈ ایجنگ یعنی کنارے سنہری کروانے کی اُجرت فی جلد تین روپے ؎

جلدوں کے رکھنے کے لئے فینسی بکس چھ روپے ؎

پیکو کا عکسی رنگین قرآنِ مجید قسم دوم سہ رنگہ

(معہ ترجمہ موسومہ بہ مطالب الفرقان)

لکھائی کاغذ اور ترجمہ بالکل قسم اوّل کی طرح ہے متن کی سطح رنگین ہے۔ مگر حاشیہ پر سنہری اور دوسرے رنگ استعمال نہیں کیئے گئے۔ تمام صفحات صرف تین رنگوں میں استعمال کئے گئے ہیں ؎

ہدیہ | فی پارہ بے جلد ۱۱؍ مجلد عہ محصولڈاک ۷؍

پانچ پانچ پاروں کی جلد پارچہ	ہدیہ فی جلد للعہ چار روپے آٹھ آنے
دس دس پاروں کی جلد پارچہ	〃 〃 ۸؍ ہے آٹھ روپے آٹھ آنے
پندرہ پندرہ پاروں کی جلد پارچہ	〃 〃 〃 ۸؍ ہمہ تیرہ روپے آٹھ آنے
پندرہ پندرہ پاروں کی جلد چرمی	۸؍ ہمہ سولہ روپے آٹھ آنے
تیس پاروں کی مکمل جلد چرمی	〃 〃 〃 لعمہ انتیس روپے

قسم دوم کے تین یا زائد پارے منگوانے کی صورت میں محصولڈاک نہ لیا جائیگا ؎

جلدوں کے رکھنے کے لئے فینسی بکس چھ روپے ؎

پیکو کا عکسی رنگین قرآنِ مجید قسم اوّل شش رنگہ بلا ترجمہ

یہ نادر نسخہ پیکو کی اسلامی خدمات کا نتیجہ ہے۔ دنیا میں آج تک کسی نے ایسی صحیح، خوش خط اور خوبصورت کتاب پیش نہیں کی۔ احباب کو تحفے میں، لڑکیوں کو جہیز میں دینے اور روزانہ تلاوت میں رکھنے کے لئے قرآن مجید کا اس سے بہتر نسخہ

آپ کو کہیں سے میسر نہ ہوگا ۔

متن کی طباعت اور کاغذ بالکل مترجم قسم اوّل جیسے ہیں۔ ترجمے کے صفحات اس میں شامل نہیں۔ ان کی جگہ باریک موٹی کاغذ لگا یا گیا۔ ولایتی چمڑے کی نہایت خوبصورت جلد تیار کی گئی ہے۔ اور اس پر روپہلی کونے عجب بہار دیتے ہیں ۔

ہدیہ قسم اوّل معرّا مجلد چرمی	فی جلد پینتیس ۳۵ روپے
معرّا قرآن کریم رکھنے کے لئے فینسی بکس	پانچ روپے

پیکو کا عکسی رنگین قرآن مجید معرّا قسم دوم سہ رنگہ بلا ترجمہ

یہ بالکل مترجم قسم دوم کی طرز پر ہے۔ صرف ترجمے کے صفحات شامل نہیں کیئے گئے۔ متن کی سطح بے حد خوش نما اور نظر فریب ہے۔ کاغذ اور بلاک وہی استعمال کیئے گئے ہیں جو قسم اوّل کے مترجم و معرّا قرآن حکیم میں استعمال ہوئے ہیں۔ روزانہ تلاوت کے لئے بہترین چیز ہے۔

ہدیہ فی جلد مکمل چرمی	عـہ/ بیس روپے
ہدیہ فی جلد مکمل پارچہ	للعہ/ سترہ روپے
معرّا قرآن کریم رکھنے کے لئے فینسی بکس	عـہ/ پانچ روپے

پیکو کا عکسی قرآن مجید یک رنگہ

پبلک کے عام مطالبہ کو دیکھتے ہوئے کہ پیکو کے مطبوعہ قرآن مجید صرف صاحب حیثیت لوگ ہی منگوا سکتے ہیں۔ پیکو نے عوام کے لئے ہلکی قسم کے قرآن مجید بھی شائع کیئے ہیں۔ یہ قرآن مجید بھی عکسی ہیں۔ کتابت اور بلاک ایک ہی ہیں۔ صرف کاغذ میں فرق کر دیا گیا ہے۔ تاکہ عام مسلمان بھی صحیح قرآن مجید حاصل کر کے فائدہ حاصل کر سکیں۔ یہ ہلکی قسم کے قرآن مجید بھی تین قسم کے ہیں۔ بلاک اور لکھائی سب کی ایک ہے۔ صرف کاغذ میں فرق کر دیا گیا ہے۔ ہدیہ مندرجہ ذیل ہے :-

قرآن مجید قسم سوم معرّا	ہدیہ مکمل فی جلد آٹھ روپے
قرآن مجید قسم چہارم معرّا	” ” پانچ روپے
قرآن مجید قسم پنجم معرّا	” ” تین روپے
قرآن کریم رکھنے کا فینسی بکس	ایک روپیہ آٹھ آنے

مسجدوں اور درسگاہوں میں رکھنے کیلئے علیحدہ علیحدہ مجلد پارے مل سکتے ہیں۔ ہدیہ جات کیلئے فہرست نمبر ۲ طلب فرمائیں ۔

پیکو کا عکسی رنگین یازدہ سورہ شریف مترجم قسم اوّل

یہ یازدہ سورہ شریف عکسی رنگین بلاکوں کے ذریعے اعلےٰ قسم کے آرٹ پیپر پر طبع کیا گیا ہے۔ کتابت نہایت خوشخط، طباعت

صاف اور پاکیزہ ،حاشیہ رنگین اور سنہری بیل بوٹوں سے مزین ۔ سنہرہ جو استعمال کیا گیا ہے ، برسوں کی کوششوں اور تجربوں کے بعد ایسا اعلیٰ قسم کا دستیاب شدہ ہے ۔ کہ موسم کی تبدیلی اس کی چمک دمک میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں کرتی ۔ متن کے بالمقابل صفحہ پر ترجمہ مطالب الفرقان بھی بلاکوں کے ذریعے طبع کیا گیا ہے ۔ اور دونوں صفحوں پر ایک ہی قسم کی بیل ہے ۔ جن کے درمیان کے باریک ہومی کاغذنے صفحے کی خوشنمائی میں ایک جاذب نگاہ شان پیدا کردی ہے ۔

اس میں ذیل کی گیارہ سورتیں مع خواص درج ہیں :-

یٰسین ۔ فتح ۔ الرحمٰن ۔ واقعہ ۔ ملک ۔ مزمل ۔ نبا ۔ فجر ۔ اخلاص ۔ فلق ۔ الناس ۔

سائز نہایت موزون و خوبصورت ۔ حجم ۱۰۴ صفحات ۔ ولایتی کپڑے کی مضبوط جلد ۔ اس پر سنہری درقوں سے ڈائی کے ذریعے نام کندہ کیا گیا ہے ۔ جو بہت ہی خوشنما معلوم ہوتا ہے ۔ ان خوبیوں کے باوجود ہدیہ صرف ؏

پیکو کا عکسی رنگین یازدہ سورہ شریف مترجم قسم اوّل معہ دعائے گنج العرش مترجم

یہ وہی یازدہ سورہ شریف ہے جس کا پہلے ذکر کیا جا چکا ہے ۔ اس کے آخر میں دعائے گنج العرش بھی شامل کردی گئی ہے ۔ دعائے گنج العرش کا ترجمہ بین السطور ہے ۔ اور اس کی کتابت وطباعت پیکو کے مخصوص انداز کی ہے ۔ ہدیہ فی جلد ؏

عکسی رنگین یازدہ سورہ شریف مترجم قسم اوّل معہ درود تاج لکھی وعہدنامہ

اس میں دعائے گنج العرش کی بجائے درود تاج ۔ درود لکھی وعہدنامہ شامل کیا گیا ہے ۔ ہدیہ فی جلد ؏

عکسی رنگین یازدہ سورہ شریف مترجم قسم اوّل معہ سورۂ کہف

اس میں گیارہ سورتوں کے ساتھ سورۂ کہف بھی شامل ہے ۔ ہدیہ فی جلد ؏

عکسی رنگین یازدہ سورہ شریف مترجم قسم اوّل مکمل

یہ گیارہ سورتوں دعائے گنج العرش ، درود تاج ، درود لکھی ، عہدنامہ اور سورۂ کہف کا ایک مکمل مجموعہ ہے ۔ ہدیہ فی جلد چرمی ؏ ، ہدیہ فی جلد پارچہ ؏ قسم خاص گلٹ ایجڈ جلد چرمی ؏ ہے ؛

پنجسورہ شریف مترجم جیبی (نیا ایڈیشن)

یہ پنجسورہ شریف اعلیٰ قسم کے کاغذ پر عکسی رنگین بلاکوں کے ذریعہ حال میں چھپ کر تیار ہوا ہے ۔ جس میں ذیل کی پانچ سورتیں شامل کی گئی ہیں :- سورۂ یٰسین ۔ سورۂ فتح ۔ سورۂ رحمٰن ۔ سورۂ واقعہ ۔ سورۂ ملک ؛

اس پنجسورہ شریف میں شاہ عبدالقادر صاحب کا ترجمہ بین السطور دیا گیا ہے ۔ کتابت نہایت خوشخط اور پاکیزہ ۔ طباعت

[illegible] اور دلربا ہے۔ جس میں رنگین بیل بوٹے دار اور سنہری جدولوں سے مزین حاشیہ نے خاص طور پر خوشنمائی پیدا کی ہے۔ جیبی سائز حجم [illegible]۔ جلد نہایت خوبصورت اور دیدہ زیب۔ جس پر نقرئی حرفوں میں نام کندہ ہے۔ ہدیہ صرف ۱۲ ار

پنجسورہ شریف مترجم جیبی معہ دعائے گنج العرش (نیا ایڈیشن)

اس پنجسورہ شریف میں مذکورہ بالا تمام خوبیوں کے علاوہ دعائے گنج العرش بھی شامل کی گئی ہے۔ اور جلد پر طلائی حروف سے نام لکھا ہوا ہے۔ ہدیہ صرف ۱۵ ار

دُعائے گنج العرش عکسی (نیا اڈیشن)

یہ دعا نہایت عمدہ کاغذ پر عکسی رنگین بلاکوں کے ذریعے چھاپی گئی ہے۔ کتابت اور طباعت کی نفاست اور پاکیزگی کیلئے پیکو کا نام کافی ضمانت ہے۔ ھدیہ سائز کلاں بے جلد ۴ر مجلد ۶ر سائز خورد بے جلد ۲ر مجلد ۴ر

عکسی رنگین سورۂ یٰسین مترجم قسم اول۔ ہدیہ بلا جلد ۴ر مجلد ۶ر
عکسی رنگین دعائے گنج العرش مترجم قسم اول۔ ہدیہ بلا جلد ۴ر مجلد ۶ر
عکسی رنگین درود تاج۔ درود لکھی و عہد نامہ قسم اول۔ ہدیہ بلا جلد ۴ر مجلد ۶ر
عکسی رنگین سورۂ کہف مترجم قسم اول۔ ہدیہ بلا جلد ۸ر مجلد ۱۰ر
سورۂ یٰسین مترجم قسم دوم۔ ہدیہ بے جلد ۲ر مجلد ۴ر
دعائے گنج العرش مترجم قسم دوم۔ ہدیہ بے جلد ۲ر مجلد ۴ر
عکسی رنگین یازدہ سورہ شریف مترجم قسم دوم۔ ہدیہ فی جلد ۱۲ ار

یازدہ سورہ شریف مترجم معہ دعائے گنج العرش قسم دوم۔ ہدیہ فی جلد ۱۱ ار
یازدہ سورہ شریف مترجم مع سورۂ کہف قسم دوم۔ ہدیہ فی جلد عہ ر
یازدہ سورہ شریف مترجم مع درود تاج۔ درود لکھی و عہد نامہ قسم دوم۔ ہدیہ فی جلد ۱۴ ار
یازدہ سورہ شریف مکمل مترجم قسم دوم۔ ہدیہ فی جلد عہ ر
سورۂ کہف مترجم قسم دوم۔ ہدیہ بے جلد ۴ر مجلد ۶ر
درود تاج درود لکھی و عہد نامہ قسم دوم بے جلد ۲ر مجلد ۴ر
بچوں کے لئے عکسی پارۂ عم نمبر ۳۔ پاکٹ سائز۔ ہدیہ فی پارہ ار

بچوں کیلئے عکسی رنگین پارۂ اوّل (الٓمٓ) ۹ سطرہ دو رنگہ

الٓمٓ کا یہ پارہ بچوں کے لئے بہت خوب ہے۔ اس کا ایک ایک حرف الگ الگ۔ اعراب ٹھیک اپنی اپنی جگہ پر لگے ہوئے ہیں۔ خط بہت ہی پاکیزہ۔ قلم خاص جلی۔ کاغذ دبیز اور مضبوط۔ معمولی اردو خوان حضرات بھی اس پارے کو بغیر کسی غلطی کے آسانی سے پڑھ سکتے ہیں۔ ہدیہ فی پارہ بے جلد ۴ر مجلد ۶ر

عکسی شکوۂ ہند حالیؔ

مولانا الطاف حسین حالیؔ کی جدید فطری شاعری نے مسلمانوں کے اندر زندگی کی جو روح پھونک دی ہے۔ وہ محتاجِ بیان نہیں۔ "پیکو" نے آپ کی مشہور تصنیف "شکوۂ ہند" کو اعلیٰ قسم کے کاغذ پر عکسی بلاکوں سے طبع کیا ہے۔ حالی مرحوم کی سادگیٔ کلام کی مناسبت سے یہ مجموعۂ کلام ایک ہی رنگ میں زیور طبع سے آراستہ کیا گیا ہے۔ قیمت فی جلد ار

پیکو لمیٹڈ لاہور کی

لٹھو کی مطبوعات

پیکو کے قیام کا حقیقی مقصد اسلامیانِ ہند کے سامنے صحیح اسلامی لٹریچر کا دلکش پیرائے میں پیش کرنا ہے۔ اس مقصد کے لیے پیکو کے کارکنوں نے اپنی خدمات وقف کر دی ہیں۔ چنانچہ انہوں نے یہ فیصلہ کیا ہے۔ کہ اسلامی زندگی کے ہر اس موضوع پر کتابیں لکھائی جائیں۔ جس کی موجودہ زمانے میں مسلمانوں کو سخت ضرورت ہے۔ ان کتابوں کی تصنیف و تالیف میں ان باتوں کا خاص خیال رکھا گیا ہے کہ طرزِ بیان دلکش ہو۔ زبان سلیس اور عام فہم ہو۔ کتابت و طباعت کتاب کی اہمیت کے لحاظ سے بلاکوں کے ذریعے یا لٹھو کے ذریعے، بہرصورت صاف ستھری اور نہایت پاکیزہ ہو۔

جس طرح، پیکو کی عکسی اور رنگین مطبوعات اپنی جاذبیت اور افادیت کی وجہ سے قبولیتِ عامہ حاصل کر چکی ہیں۔ اسی طرح لٹھو کی مطبوعات میں بھی پیکو کا ایک مخصوص معیار ہے۔ جو ان کی ظاہری و معنوی خوبیوں کا ضامن ہے۔ اب تک جو کتابیں لٹھو کے ذریعے شائع ہو چکی ہیں وہ بفضلہ تعالےٰ ہر لحاظ سے بہت پسند کی گئی ہیں۔ ذیل میں ان کی مختصر فہرست ہدیۂ ناظرین کی جاتی ہے۔

سرورِ دو عالمؐ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوانح حیات میں "دی گریٹ پرافٹ" کے نام سے ایک مشہور انگریزی کتاب ہے۔ یہ اس کا اردو ترجمہ ہے۔ ترجمہ اتنا سلیس اور سلجھا ہوا ہے۔ کہ بچے آسانی سے پڑھ اور سمجھ سکتے ہیں۔ جامعیت اور ترتیب کے لحاظ سے کتاب کی بہترین خصوصیت یہ ہے کہ دریا کو کوزے میں بند کر دیا ہے۔ صوبہ سرحد کی ٹیکسٹ بک کمیٹی میں پاس ہو چکی ہے اور قبولیت کا یہ حال ہے کہ تھوڑے ہی عرصے میں اس کے دو ایڈیشن ختم ہو چکے ہیں۔ اب عقائدِ اہلسنت کے مطابق نظرِ ثانی کر کے اس کا تیسرا ایڈیشن بھی طبع ہو چکا ہے۔ لکھائی، چھپائی اور کاغذ سب جاذبِ نگاہ ہیں۔ قیمت مجلد عہ بے جلد عہ

مسئلہ تقدیر اور قرآنی تعلیمات

مسئلہ تقدیر ایک ایسا پیچیدہ اور بہت زیادہ الجھاؤ کا مسئلہ ہے۔ کہ اس کا سلجھانا ہر شخص کا کام نہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ شارع علیہ السلام نے مسئلہ تقدیر پر غور و خوض کرنے سے روک دیا ہے۔ فاضل مصنف نے اس مسئلے کو قرآن کی روشنی میں اس طرح واضح کر دیا ہے۔ کہ اس موضوع کا کوئی گوشہ پڑھنے والے کی نگاہ میں تاریک نہیں رہتا۔ طرزِ بیان میں دلائل کا جو رنگ اختیار کیا گیا ہے۔ اس سے "اجر و ثواب کی زیادتی" اور دیگر مسائل متعلقہ تقدیر خود بخود حل ہوتے گئے ہیں۔ عام فہم اور زبان کی روانی مصنف کا فطری حصہ ہے۔

قیمت صرف ۴ر

ختمِ نبوت

مسلمان کا عقیدہ ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ حضورؐ کے بعد اب کسی نبی کی ضرورت نہیں۔ پھر اس کے باوجود بعض سرپھرے نبوت کے مدعی بن بیٹھے اور قرآن و حدیث میں تحریف کر کے ناواقف مسلمانوں کے دین و ایمان اور اُن کی جیبوں پر ڈاکہ ڈال رہے ہیں۔ ایسی حالت میں اشد ضرورت تھی کہ مسلمانوں کو ختمِ نبوت کے مسئلے سے آگاہ کیا جائے۔ پروفیسر یوسف سلیم صاحب چشتی نے اس ضرورت کو پورا کر دیا ہے۔ رسالہ ختمِ نبوت اگرچہ ۴۲ صفحات کا بہت چھوٹا رسالہ ہے لیکن فاضل مصنف نے زورِ قلم سے قرآن کریم و حدیث شریف، اجماعِ امت اور عقلِ سلیم سے ختمِ نبوت کے مسئلے کو ثابت کر کے رکھ دیا ہے۔ موجودہ زمانے میں اس رسالے کا ہر مسلمان کے ہاتھ میں ہونا ضروری ہے۔ قیمت صرف ۱ر

شناختِ مجدد

موجودہ زمانے میں ہر شخص مسلمانوں کی رہنمائی کا مدعی بنا ہوا ہے۔ اور مرتبہ نبوت و مجددیت عام ہو رہا ہے۔ اس امر کی اشد ضرورت تھی کہ مسلمانوں کے ایمان کی حفاظت کیجائے۔ اور کوئی ایسی کتاب شائع کیجائے جس کے مطالعہ کے بعد ہر مسلمان مدعیانِ نبوت و مجددیت کے دعوے کو بآسانی شریعت کی کسوٹی پر پرکھ سکے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ پروفیسر یوسف سلیم صاحب چشتی نے اس موضوع پر ایک نہایت مدلل کتاب لکھکر وقت کی اہم ضرورت کو ہی پورا نہیں کیا۔ بلکہ اسلام کی شاندار خدمت انجام دی ہے۔ قابل مصنف نے قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے دس ایسے پختہ اور مستحکم معیار اخذ کیے ہیں۔ جن کی مدد سے ہر مسلمان بآسانی یہ اندازہ لگا سکتا ہے۔ کہ مرزا صاحب قادیانی مجدد تھے یا نہیں۔ کتاب کا طرز بیان اس قدر دلنشین ہے کہ چند صفحات پڑھ لینے کے بعد ناممکن ہے کہ آپ پوری کتاب ایک ہی نشست میں ختم نہ کریں۔ کاغذ نفیس۔ کتابت و طباعت دیدہ زیب۔ حجم ۱۴۴ صفحات۔ قیمت ۸ر

اسلام اور قومیت

امام الہند حضرت مولینا ابو الکلام آزاد مدفیوضہ کی تصنیف لطیف ہے۔ مولینا نے اس کتاب میں اسلام اور نیشنلزم (اسلام اور قومیت) پر اپنے مخصوص انداز میں روشنی ڈالی ہے۔ مولینا کا نام اس کتاب کی معنوی خوبیوں کی ضمانت کے لئے کافی ہے۔ قیمت ۵ر

اسلامی مساوات

موجودہ زمانے میں جب کہ ہر مذہب مساوات کا مدعی ہے حالانکہ حقیقی مساوات سوائے اسلام کے کسی مذہب میں بھی نہیں ہے۔ پروفیسر یوسف سلیم صاحب چشتی نے صحیح اسلامی تعلیم کی رو سے یہ ثابت کیا ہے۔ کہ مساوات اصلی معنوں میں صرف اسلام ہی پیش کر سکتا ہے۔ یہ کتاب بڑی محنت اور تحقیق کے ساتھ لکھی گئی ہے۔ اچھوتوں میں خصوصاً اور دیگر غیر مسلموں میں عموماً تبلیغ اسلام کے واسطے بہترین حربہ ہے ،،

قیمت مجلد ۱۰ر بلا جلد ۶ر

اسلام اور سوشلزم

پروفیسر یوسف سلیم صاحب چشتی کے زورِ قلم کا نتیجہ ہے پنڈت جواہر لال صاحب نہرو کے مذہب کے خلاف پرچار کے جواب میں یہ کتاب لکھی گئی ہے۔ اس کے مطالعہ سے کسی ذی ہوش انسان کو مذہب اسلام کے خلاف نفرت کا جذبہ دل میں نہیں رہتا۔ قیمت صرف ۱ر

ہندوستان کے دوسرے مشہور اداروں کی چیدہ کتابیں

کتبِ دینیات

ترجمان القرآن

از تصنیف حضرت العلامہ مولینا ابو الکلام صاحب آزاد

اب کسی انسان کے لئے جو اردو میں لکھی ہوئی عبارت پڑھ سکتا ہے۔ یہ عذر باقی نہیں رہا۔ کہ وہ قرآن کو اس حد تک نہیں سمجھ سکتا جس قدر قرآن چاہتا ہے۔ کہ ہر شخص اسے [illegible] قیمت جلد اول سات روپے۔ جلد دوم سات روپے [illegible]

تفسیر حقانی

اگر آپ چاہتے ہیں کہ قرآن کریم کو سمجھیں۔ اور اس طرح سمجھیں کہ قرآن کریم کے وہ تمام نکات آپکے دل و دماغ میں اُتر جائیں۔ جو گزشتہ تیرہ صدیوں میں مفسرین نے کمال عرقریزی کے بعد زینتِ اوراق کئے ہیں۔ تو تفسیرِ حقانی بزبان اردو مصنفہ مولینا عبد الحق صاحب حقانی دہلوی کا مطالعہ کریں۔ یہ تفسیر علاوہ مقدمہ آٹھ جلدوں میں ہے۔ علیحدہ علیحدہ آٹھ جلدوں کے خریدار کے لئے مجموعی قیمت تیس روپے (۳۰) رعایتی پچیس روپے (۲۵) محصول علاوہ*

صراطِ مستقیم

از تصنیف لطیف جناب خواجہ عبد الحی صاحب۔ یہ سورۂ انفال و توبہ کی بہترین تفسیر ہے جس میں فلسفہ جنگ و جہاد پر تفصیلی روشنی ڈالی گئی ہے۔ ایک مرتبہ مطالعہ کے بعد انسان اپنے آپ کو سچا اور پکا مسلمان پاتا ہے۔ سلیس اور عام فہم اُردو میں لکھی گئی ہے۔ قیمت عار

الخلافۃ الکبریٰ

سورۂ بقر کی مکمل و مبسوط تفسیر مسلمانوں کیلئے شمعِ ہدایت ہے [illegible] کتاب عمل و فکر کی دعوت دیتی ہے۔ قیمت للعہ

عبرت

یہ سورۂ یوسف کی تفسیر ہے۔ جسے نہایت خوبی اور لطافت کے ساتھ خواجہ عبد الحی صاحب نے بیان فرمایا ہے۔ نہایت نصیحت آمیز اور رُوح پرور کتاب ہے۔ قیمت عہ ر

بیان

سورۂ آلِ عمران کی تفسیر ہے۔ نہایت اچھی اور شُستہ اردو میں باندازِ عام فہم تحریر کی گئی ہے قیمت ۱۲ آر

سبیل الرشاد

سورۂ حجرات کی مکمل و مبسوط تفسیر ہے۔ نہایت ہی آسان اور عام فہم اردو میں تحریر کی گئی ہے۔ معمولی اردو خوان بھی ویسا ہی فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ جیسا کہ ایک اعلیٰ تعلیمیافتہ۔ قیمت ۱۰ ر

ذکریٰ

تفسیر پارۂ عم۔ کیا اچھا ہو اگر چھوٹی چھوٹی سورتیں جو ہر نماز میں پڑھی جاتی ہیں سمجھ کر پڑھی جائیں۔ اثر لے کر پڑھی جائیں۔ ہدیہ ۶ر

بُرہان

(تفسیر سورۂ نور) خواجہ عبدالحی صاحب فاروقی نے اپنے مخصوص انداز میں امت مسلمہ کو دعوت دی ہے اور علمی مسائل کی تشریح عقل کی روشنی میں بڑی وضاحت سے کی ہے۔ ہدیہ ۱۰ر مجلد ۱۲ر

عقائدِ اسلام

اسلام میں عقائد کو جو اہمیت حاصل ہے وہ قرآن کریم اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ان الفاظ سے بخوبی ظاہر ہے۔ کہ اعمال اسی وقت صالح کہلا سکتے ہیں جبکہ عمل کرنیوالے کے عقائد درست ہوں ۔

چونکہ مسلمانان ہند کا ایک بڑا طبقہ اس سے بالکل ناواقف ہے۔ لہٰذا ضروری تھا کہ اردو زبان میں عقائد کی جس قدر کتابیں موجود ہیں۔ ان میں سے ایک ایسی کتاب منتخب کی جائے۔ جو عقائدِ اسلامیہ کو عقلی و نقلی دلائل کی روشنی میں لانے کے باوجود عام فہم اور روانیٔ زبان کے لحاظ سے بہترین ہو۔ اس غرض کے لئے ہم نے "عقائدِ اسلام" مصنفہ مولانا عبدالحق صاحب دہلوی مصنف تفسیر حقانی کو پسند کیا ہے۔ لہٰذا قارئین کرام سے پرزور سفارش کی جاتی ہے۔ کہ خود پڑھیں اور اپنے بچوں کو پڑھائیں۔ ہر گھر میں اس کے ایک نسخہ کا ہونا ضروری ہے۔ قیمت بے جلد ۱۰ر مجلد ۱۲ر

البیان فی علوم القرآن

اگر آپ اسلام کی ذاتی خوبیاں اور باری تعالیٰ کی ذات و صفات، ملائکہ، جن، ارواح، جنت، دوزخ وغیرہ نیز جملہ مسائل اسلامی کا جدید فلسفیانہ رنگ میں مطالعہ کرنا اور تردید کا شوق رکھتے ہیں۔ تو آپ خود "البیان" کا مطالعہ فرمائیے۔ اور اپنے بچوں کو اس کا درس دیجئے۔ احباب کو اس کی تلقین فرمائیے۔ تاکہ وہ صحیح معنوں میں اچھے مناظر بن کر اسلام کی خاطر مذاہب باطلہ کے مقابلہ میں ٹھہر سکیں۔ یہ کتاب تقریباً ۵۰ جزو میں ہے۔ جو فاضل اجل مولانا ابو محمد عبدالحق صاحب حقانی کی مستند تصنیف ہے۔ قیمت اردو ایڈیشن بے جلد ۸ مجلد ۱۲ انگریزی ...

مفتاح العلوم

شرح اردو مثنوی مولانا روم

سب سے زیادہ شاندار خصوصیت جو اس شرح کو حاصل ہے اور جس کو اس کتاب کے لئے سرمایہ فخر و مباہات ہونا چاہیے یہ ہے۔ کہ مثنوی کے جو اشعار اصولاً ثبوت و تمثیل میں پیش کیے جانے کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کا خلاصہ مفہوم بیرون خط حاشیہ لکھدیا ہے۔ اور شرح کے شروع میں ان تمام مفہومات کو ایک مبسوط جامع فہرست کے اندر مناسب عنوانات سے مثلاً عقائد، عبادات، ادب، سلوک، تہذیب الاخلاق وغیرہ وغیرہ کے تحت میں درج کیا گیا ہے۔ یہ فہرست ہر اہلِ علم کے لئے عموماً اور مصنفوں، ایڈیٹروں، واعظوں لیکچراروں، مضمون نگاروں کیلئے خصوصاً نہایت کارآمد ہے ۔

شرح مذکور کے فی الحال ۹ حصے ۲۲ × ۲۹ کے

سوا تین سو صفحات پر نہایت اعلیٰ اور عمدہ لکھائی چھپائی اور بہترین کاغذ پر تیار ہو چکے ہیں۔ جن کی قیمت بغیر جلد کے فی حصہ عہ اور مجلد ولایتی کپڑا جس پر سنہری حروف میں نام درج ہے۔ فی حصہ سے علاوہ محصول ڈاک۔

رہنمائے قرأت

قرآن مجید کا صحیح پڑھنا آسان نہیں ہے لیکن غلط پڑھنے سے انسان گنہگار ہوتا ہے۔ زیر زبر کی غلطی کرنا۔ تلفظ و لہجہ درست نہ ہونا بھی آدمی کو گنہگار بناتا ہے۔ کیونکہ ان سے معنی تبدیل ہو جاتے ہیں۔ رہنمائے قرأت مسلمانوں کو ان تمام کفر نما غلطیوں سے بچاتی ہے۔ اور صحیح علم قرأت بلا امداد استاد عورت، مرد کو تعلیم دیتی ہے۔ اخیر میں قرآن مجید کے ان تمام الفاظ کا نقشہ بھی دیا ہے۔ جن کی زیر زبر کی غلطی باعث کفر ہوتی ہے۔ رعایتی قیمت ۴ر

انتخاب صحاح ستہ

مرتبہ مولینا نیاز علی صاحب مرحوم۔ اس کتاب میں خصوصیت سے ایسی احادیث کو جمع کیا گیا ہے۔ جن کے متعلق تمام فرقوں کو کلیتہً اتفاق ہے۔ قیمت عہ

اُسوۂ حسنہ

ترجمہ ہدی الرسول اختصار زاد المعاد مجلد و مطلا۔ قیمت دو روپے آٹھ آنے (عہ)

القول المتین

تفسیر سورہ والتین۔ از امام الہند مولینا ابو الکلام صاحب آزاد۔ قیمت ۸ر

کتاب الہدیٰ

حصہ اول

اس جلد میں سیٹھ یعقوب حسن صاحب نے خدا کے اسماء و صفات، خالق و مخلوق کے تعلقات وغیرہ کی آیتیں یکجا جمع کر کے ان کا ترجمہ کیا ہے۔ ساتھ ساتھ حواشی میں ان مضامین کے متعلق بہت سی مفید تحقیقات بھی کر دی گئی ہیں۔ ضخامت ۵۷۲ صفحات۔ قیمت للعہ

تفسیر سورۂ اخلاص

اس میں مشہور مفسر مولینا حمید الدین صاحب فراہی نے سورۂ اخلاص کی تفسیر اردو میں کی ہے۔ ضخامت ۳۸ صفحے۔ قیمت ۵ر

الجہاد فی الاسلام

اس کتاب میں اسلامی جہاد کی حقیقت بتائی گئی ہے اسلام کے قوانین صلح و جنگ کی تفصیل کر کے دوسرے مذاہب کے قوانین جنگ سے ان کا مقابلہ کیا گیا ہے۔ اور موجودہ یورپین قوانین جنگ پر تبصرہ کر کے ان پر اسلامی قانون کا تفوق ثابت کیا گیا ہے۔ اور مخالفین کے تمام شکوک و شبہات زائل کئے گئے ہیں۔ ضخامت ۴۹۲ صفحے۔ قیمت سے

اشاعت اسلام

(دنیا میں اسلام کیونکر پھیلا)

مؤلفہ فخر الہند حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب ناظم دار العلوم و مفتی عدالت عالیہ دکن۔ مذہب اسلام کی صداقت و حقانیت کا صحیح مرقع۔ اسلام کی دلربائی اور اس کی محبوبیت

وہابیت کے سب دلنشین تاریخی مستند وصحیح واقعات بیان دشمنانِ اسلام کے اعتراضات کے دندان شکن جوابات، اسلامی فتوحات، مذہبی ترقیات تبلیغی واشاعتی عالمگیریت و وسعت کا اعلیٰ خزانہ اس کتاب نے اپنی انوکھی شان، قوتِ دلائل، سلاست زبان، طرز تحریر و اندازِ تحقیق وغیرہ کے لحاظ سے ملک ہندو بیرونِ ہند کے ہر طبقہ مسلم وغیر مسلم تک سے خراج تحسین وقبولیت حاصل کی ہے کتابت، طباعت، کاغذ اعلیٰ۔ صفحات ۵۲۵۔ قیمت سے ؎

حدیث کی پہلی کتاب

یہ کتاب بچوں اور عورتوں کے لئے لکھی گئی ہے جس میں اخلاق واعمال کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چھوٹی چھوٹی حدیثیں معہ ترجمہ وتشریح اس خوبی سے لکھی گئی ہیں۔ کہ خود بخود پڑھنے کو جی چاہتا ہے۔ کتاب نہایت مفید اور ضروری ہے۔ اپنے بچوں اور بچیوں کو ضرور پڑھایئے قیمت صرف ۴ ؍

شرح اسماء اللہ الحسنیٰ

یہ کتاب قاضی محمد سلیمان صاحب سلمان منصور پوری مرحوم کی آخری تصنیف ہے۔ جسے صحیح معنوں میں اُن کی علمی یادگار کہنا چاہیئے۔ اس کتاب میں آپ نے اللہ تعالیٰ کے ۹۹ ناموں کی تشریح وتفصیل علمی ونحوی اور تاریخی حیثیت میں اس خوبی سے بیان کی ہے۔ کہ گویا اسکا بیان کرنا آپ پر ختم ہو چکا ہے۔ اسماء الٰہی کے خواص اور اثرات آپ نے خاص طور پر صوفیانہ رنگ میں ارقام فرمائے ہیں۔ اور بیان کیا جاتا ہے کہ اس کتاب کے اکثر مضامین اور نکات قاضی صاحب مرحوم کو عالمِ مراقبہ میں حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ نے تلقین فرمائے

تھے۔ اور اُنہیں کے ایما پر یہ کتاب لکھی گئی تھی۔ گویا اس حیثیت سے بھی یہ کتاب خاص طور پر دیکھنے کے قابل ہے لکھائی۔ چھپائی۔ کاغذ عمدہ۔ ۲۸۴ صفحات۔ قیمت عہ ؍

رہنماءِ ابرار

مصنفہ حضرت مولینا صوفی حاجی محمد عبد الغفور صاحب نقشبندی مجددی کلکتوی۔ اس رسالہ میں طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کو نہایت صحت وبسط کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ فنِ تصوف میں یہ رسالہ نہایت مختصر وجامع ہے۔ مبتدی ومنتہی دونوں اس کی رہنمائی میں منزلِ مقصود تک پہنچ سکتے ہیں۔ اس زمانہ میں جبکہ ہر چہار طرف کفر وشرک کی زہریلی ہوائیں دہریت والحاد کے جراثیم ملتِ اسلامیہ کے جسم میں نفوذ کر رہے ہیں۔ ایسے وقت میں "رہنماءِ ابرار" کا مطالعہ نہایت ہی مفید ہے۔ اس کے محاسن کا اندازہ اسی وقت بخوبی ہو سکتا ہے۔ جب کہ اس کا مطالعہ کیا جائے۔ بلا خوف تردید آپ کہہ اٹھیں گے کہ مصنف نے سمندر کو کوزہ میں بند کر دیا ہے۔ سائز ۲۰×۲۶/۸ حجم ۴۰ ۳ صفحات۔ قیمت عہ

دین وآئین

مصنفہ سید محمود علی شاہ صاحب۔ اس کتاب میں احکامِ شرعیہ کا عقل کے مطابق ہونا بتایا گیا ہے۔ اور دورِ جدید کے تمام اعتراضات کو سائنس جدید کی روشنی میں دیکھکر دفع کیا گیا ہے۔ یہ کتاب تمام اہلِ علم بالخصوص انگریزی تعلیمیافتہ طبقہ کیلئے نہایت مفید ہے تقطیع ۲۰×۲۶/۸ حجم ۵۲ ۳ صفحات۔

قیمت خاص ایڈیشن بے جلد للعہ ؍ مجلد صہ ؍

" قسم اول " سے ؍ " للعہ ؍

" قسم دوم " عہ/۸ ؍ " سے ؍

کتب تواریخ وسوانح

سیرۃ النبی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات، غزوات اور اخلاق وعادات کے متعلق بہت سے رطب ویابس واقعات تاریخ وسیر میں مذکور ہیں۔ لیکن اس کتاب کی اصلی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں اس قسم کی تمام روایتوں سے قطع نظر کیگئی ہے۔ اور صرف وہ واقعات بیان کئے گئے ہیں جو قرآن مجید اور احادیث میں مذکور ہیں۔ اور جن کی صحت میں کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔ تاریخ وسیر سے بھی وہ واقعات لئے گئے ہیں جن کی صحت اور روایت کمزور اور مشکوک نہ ہو۔ اس کے چار حصے ہیں۔ قیمت حصہ اول طبع دوم مجلد صہ؍ حصہ دوم مجلد للعہ؍ حصہ سوم مجلد سے؍ حصہ چہارم مجلد سے؍۔

الفاروق

یعنی حضرت عمر فاروقؓ کی لائف اور طرزِ حکومت۔ صحابہؓ کے فتوحات، طریقۂ حکومت، عراق وشام، مصر وایران کی فتح کے واقعات، حضرت عمرؓ کی سیاست، اخلاق، زہد، عدل اور اسلام کی عملی تعلیم کا شاندار منظر، مصنفہ مولٰینا شبلی مرحوم۔ قیمت قسم اعلیٰ سے؍ قسم دوم عہ؍

تاریخ اسلام

مصنفہ مولٰینا شاہ اکبر خان۔ اردو میں تاریخ اسلام کے متعلق جسقدر کتابیں لکھی گئی ہیں۔ یہ کتاب بلحاظ صحت واقعات طرز تحریر لکھائی چھپائی سب میں بہتر ہے۔ قیمت جلد اول للعہ؍ جلد دوم للعہ؍ جلد سوم سے؍

تاریخ اسلام

مؤلفہ جناب غلام قادر صاحب فصیح۔ چار جلدوں میں عہد رسالت کے غزوات، فتوح شام، فتح دمشق اور دیگر فتوحات سلسلہ وار فتح ایران تک درج ہیں۔ ضخامت ۹۰۰ صفحات۔ قیمت بے جلد صہ؍ مجلد سے؍ فی حصہ عہ؍

المامون

مولانا شبلی مرحوم کی یہ پہلی تصنیف ہے جس میں ممدوح نے اسلام کے پُرفخر عہد کے سیاسی، علمی، مذہبی، اخلاقی، تمدنی حالات قلمبند کئے ہیں۔ جن سے دولتِ عباسیہ کے عروج وکمال کے زمانے کا مرقع آنکھوں کے سامنے پھر جاتا ہے۔ قیمت عہ؍

جمال الدین افغانی

اس میں سید صاحب کے حالاتِ زندگی اور ہندوستان، ایران، ترکی، مصر اور فرانس کے کارناموں پر تفصیلی تبصرہ ہے۔ مفتی محمد عبدہ اور سید صاحب کی تصاویر بھی ہیں۔ قیمت ۸ر

خالدہ ادیب خانم

ترکی کی مایۂ ناز خاتون خالدہ ادیب خانم کے سوانح حیات وادبی مضامین کا ترجمہ باتصویر۔ قیمت ۱۰ر

خلفائے اربعہ

اس میں حضرت ابُوبکرؓ۔ عمرؓ۔ عثمانؓ۔ علیؓ کے حالات اور سوانح نہایت دلچسپ انداز میں لکھے گئے ہیں۔ قیمت ۱۰/

صلاح الدین ایوبی

اسمیں غازی صلاح الدین ایوبی کے شاندار اور چمکدار کارنامے نہایت دلچسپ پیرائے میں لکھے گئے ہیں قیمت عہ/

سیرتِ محمّد علی

رئیس الاحرار مولانا محمد علی مرحوم کی مفصل و مبسوط سوانحعمری جو رئیس احمد صاحب جعفری نے لکھی۔ چند ماہ میں اس کتاب کا دو ہزار کا ایڈیشن قریب قریب ختم ہو گیا۔ کتابت و طباعت ایسی دیدہ زیب ہے۔ کہ دیکھ کر آنکھیں کھلتی ہیں۔ مولانا مرحوم کی متعدد تصاویر بھی دی گئی ہیں۔ قیمت ۳/

زوالِ غازی امان اللہ خان

مسٹر عزیز ہندی کی تصنیف ہے۔ آپکے نام نامی سے بہت کم لوگ ناواقف ہوں گے۔ آپ نے اپنی عمرِ عزیز کا ایک بڑا حصہ افغانستان میں گزارا ہے۔ انقلاب افغانستان سے پہلے اور عین اُسوقت اور اس کے بعد کچھ عرصہ تک آپ افغانستان میں تھے۔ اور جو شاہی قیدی کی حیثیت سے آج تک نظر بند ہیں۔ یہ کتاب آپ ہی کی گراں قدر معلومات کا ذخیرہ ہے۔ حجم ۵۶۴ صفحات۔ قیمت بلا جلد ۳/

دی پرافٹ آف دی ڈیزرٹ

مصنفہ علامہ خالد لطیف گابا۔ بزبان انگریزی۔ قیمت ۸/۴

ہندوستان کے گزشتہ شاہانِ اسلام کے مفصّل حالات

(۱) حصہ اوّل محمد بن قاسم۔ قیمت عہ/

(۲) حصہ دوم۔ خاندان غزنوی و غوری۔ قیمت ۸/

(۳) حصہ سوم۔ خاندان غوری کے بعد سولہ بادشاہوں کے حالات۔ قیمت ۸/

(۴) حصہ چہارم۔ غیاث الدین تغلق۔ محمد شاہ تغلق اور فیروز شاہ تغلق کے حالات۔ قیمت عہ/

(۵) ابوالمظفر محی الدین محمد اورنگ زیب عالمگیر کے مفصل حالات۔ حصہ اوّل ۸/۱ حصہ دوم ۳/

تاریخ مکہ معظمہ

مکہ معظمہ کی بہترین تاریخ ہر مسلمان کے لئے قابل مطالعہ ہے خصوصاً وہ لوگ جو حج کی استطاعت نہیں رکھتے ضرور دیکھیں۔ تاکہ وہ مقاماتِ مقدسہ کے حالات سے پوری طرح مطلع ہوسکیں۔ قیمت ۸/

مبادیاتِ اسلام

ایڈورڈ گبن کی مشہور کتاب زوال سلطنتِ روما میں سے تاریخ اسلام کا وہ حصہ جس میں عرب اور اس کے قبیلوں کے زمانۂ جاہلیت کے حالات اور جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے حضرت امام حسینؑ کی شہادت تک کے واقعات درج ہیں۔ مترجمہ مولوی مفتی عصمت اللہ صاحب مرحوم۔ قیمت ۱۴/

دعوتِ حق

از امام الاحرار حضرت مولانا ابو الکلام آزاد مدظلہ العالی

جس میں تاریخ عہد عباسیہ میں سے دربار مامون الرشید میں مناظرہ خلق قرآن اور دعوتِ حق کا نظارہ دکھایا گیا ہے۔ قیمت ۸ر

تاریخِ اُندلس یا کارنامہ مور

یہ یورپ میں مسلمانوں کی ہزار سالہ حکومت کی تاریخ ہے۔ قیمت ایک روپیہ چار آنے (عہ ر)

تذکرۃ المصطفےٰ

سیرتِ نبوی کے متعلق ایک مستند کتاب ہے۔ جو مولوی سید نواب علی صاحب رضوی ایم۔ ایس سی نے لکھی ہے۔ قیمت ایکروپیہ چار آنے (عہ ر)

انقلاب ۱۸۵۷ء

یا تصویر کا دوسرا رُخ۔ مترجمہ شیخ حسام الدین بی۔ اے۔ قیمت عہ ر

دی گریٹ پرافٹ

یعنی سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بزبان انگریزی۔ مصنفہ مولوی فضل کریم صاحب دُرّانی بی۔ اے۔ اس کتاب کو محکمہ تعلیم پنجاب نے مدارس کے لئے منظور فرمایا ہے۔ اور کئی اسلامی مدارس میں بطور ٹیکسٹ یا سپلمنٹری ریڈر پڑھائی جا رہی ہے۔ قیمت مجلد عہ ر

محمدؐ دی پرافٹ

بزبان انگریزی۔ قیمت ۱۲ر

تاریخ الاُمت

مکمل سات جلدوں میں از مولانا اسلم جیراجپوری۔ قیمت گیارہ روپے (للعہ)

تاریخ القرآن

از مولینا اسلم جیراجپوری۔ قیمت مجلد عہ ر

تاریخ مدینہ منورہ

مدینہ منورہ کی ابتداء سے آج تک کی مفصل و مکمل تاریخ۔ قابلِ زیارت جگہوں کے حالات۔ حضورؐ سے پہلے مدینہ کیا تھا۔ اور خلفائے راشدین کے عہد میں کیا کیا اضافہ ہوا۔ مسجد نبوی اور روضۂ اقدس کے حالات بھی درج ہیں۔ قیمت عہ ر

تاریخ سلاطین آلِ عثمان

ٹرکی کے ۳۷ سلاطین کے مفصل [illegible]ات۔ جن کے مطالعہ سے آپکو معلوم ہوگا۔ کہ ترکوں نے [illegible] طرح معمولی حالت سے ترقی کر کے عظیم الشان سلطنت کی بنیاد ڈالی قیمت عہ ر ۱۲ر

بہادر مُسلم عورتیں

شروع اسلام میں جن نامور اور بہادر صحابیہ عورتوں نے اسلامی جنگوں میں حصہ لیا۔ ان سب کے مفصل حالات اس کتاب میں درج ہیں۔ قیمت ۱۲ر

سیرتِ عمر بن عبد العزیز

سوانح عمری اور ان کے عہدِ حکومت کے تمام ملکی، مذہبی اور سیاسی کارناموں اور اُنکے مجددانہ اعمال کی تشریح

مصنفہ مولانا عبدالسلام ندوی۔ قیمت عہ

سیرت النعمان

امام ابوحنیفہ کی سوانح عمری اور ان کے اجتہادات اور مسائل۔ علم حدیث، علم فقہ کی تاریخ اور اسلامی قانون پر تبصرہ۔ حجم ۲۰۰ صفحات۔ قیمت عہ

ترکانِ احرار

مؤلفہ مولانا عبدالمجید عتیق۔ اس کتاب میں غازی مصطفیٰ کمال پاشا۔ غازی انور پاشا۔ جنرل عصمت پاشا احمد رضا پاشا۔ نورالدین پاشا۔ شکری پاشا۔ شکور پاشا۔ رفعت پاشا۔ شوکت بلقیس خانم۔ فاطمہ علیہ خانم وغیرہ ایسے چالیس نامور ترکوں کے حالات درج ہیں۔ مولانا ظفر علیخان نے ایک مبسوط اور بصیرت افروز مقدمہ بھی تحریر فرمایا ہے قیمت عہ

فقرائے اسلام

اس کتاب میں اُن پیشوایانِ دین کے سبق آموز حالات درج ہیں جنہوں نے فقر و فاقہ کے باوجود اسلام کے اصول و ارکان کو استوار و مستحکم کیا۔ اپنے اوپر تکلیف برداشت کر کے تبلیغ اسلام کی۔ مصنفہ مولانا عبدالسلام صاحب ندوی۔ قیمت عہ

اتاترک مصطفیٰ کمال

یعنی غازی مصطفیٰ کمال کی سوانح عمری مؤلفہ کے۔ اے حمید بیرسٹرایٹ لا معہ مقدمہ خان بہادر سر عبدالقادر کے ٹی بیرسٹرایٹ لا ممبر کونسل وزیر ہند لندن، بڑے آدمیوں کی زندگیاں دوسروں کے لئے نہایت سبق آموز ہوتی ہیں۔ اور آئندہ نسلوں کے جوانوں کی رہبری اور حوصلہ افزائی کرتی ہیں۔

بیسویں صدی کا آغاز دنیا میں طرح طرح کے عجائبات لایا۔ اسی صدی میں ایسی عجیب شخصیتیں پیدا ہوئیں کہ تاریخ عالم بھی اتنے بلند ہمت، ذی حوصلہ فدایان ملک و ملت کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ ان شخصیتوں میں غازی مصطفیٰ کمال پاشا ایک اعلیٰ حیثیت رکھتے ہیں جس نے ترکوں کی حکومت کی گرتی ہوئی عمارت کو تھام لیا۔ اور از سر نو ترکوں کی عظمت کی بنیاد ڈالی۔ مصطفیٰ کمال پاشا کا اس وقت دنیا میں لاثانی ڈکٹیٹر ہونا ایسی باتیں ہیں کہ اسکی زندگی پر ضرور ریویو لکھا جائے۔ مؤلف نے انگریزی، جرمنی اور فرانسیسی کتابوں کا مطالعہ کرنے کے بعد قلم اٹھایا ہے۔ اردو میں ایسی مستند کتاب آج تک شائع نہیں ہوئی۔ سائز ۲۲ × ۱۸ حجم ۴۸۰ صفحات لکھائی چھپائی عمدہ۔ قیمت مجلد و مطلا عہ بلا جلد عار

رحمۃ للعالمین

مصنفہ علامۂ عصر قاضی محمد سلیمان صاحب سلمان مرحوم و مغفور۔ یہی وہ کتاب ہے جسے ہندوستان اور بیرون ہند میں وہ قبولیت حاصل ہوئی ہے۔ کہ اور کسی کتاب کو نہیں ہوئی۔ یہی وہ کتاب ہے جسے اسلامی مدارس میں درساً درساً پڑھایا جاتا ہے۔ اور یو جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن، جامعہ عباسیہ بہاول پور اور دارالعلوم دیوبند غرضیکہ ہر اسلامی یونیورسٹی کے نصاب میں داخل ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوانح حیات پر اس سے بہتر کتاب آج تک نہیں لکھی گئی۔ قیمت جلد اول عہ جلد دوم للعہ جلد سوم عہ

سیرت بلال رضؓ

رسول کریم کے جاں نثار صحابی اور مؤذن حضرت بلالؓ کی جامع و مفصل سیرت۔ قیمت بلا جلد عہ

شعر و سخن

تصانیف حضرت علامہ سر محمد اقبال صاحب

بالِ جبریل اردو کلام کا دوسرا مجموعہ جس میں زیادہ تر وہ غزلیں اور نظمیں ہیں۔ جو یورپ، ہسپانیہ اور دوسرے اسلامی ممالک میں لکھی گئیں ہر نظم اور ہر غزل نئے جذبہ اور نئے ولولہ حیات کا پیغام ہے۔ مجلد سے ر

ضربِ کلیم ضربِ کلیم علامہ ممدوح کا تازہ ترین اردو مجموعہ کلام ہے۔ جس میں دورِ حاضرہ پر نہایت سختی سے اور بہترین انداز میں تنقید کی گئی ہے۔ اور مغرب کی نام نہاد تہذیب کا طلسم جو مشرق کے رگ و پے میں جاری و ساری ہو کر اسے اخلاقی موت کی اتھاہ گہرائیوں میں اتار رہا ہے۔ توڑتے ہوئے مسلمانوں کو اسلام کے حقائق و معارف سمجھنے اور انہیں وظیفہ حیات بنانے کی پرزور تاکید کی گئی ہے۔ قیمت عہ ر

بانگِ درا (تیسرا ایڈیشن) یعنی ڈاکٹر سر محمد اقبال کے اردو کلام کا مجموعہ۔ جو نہایت آب و تاب سے شائع ہو گیا ہے۔ لکھائی چھپائی دیدہ زیب۔ کاغذ عمدہ ہر ایک کتاب ڈاکٹر صاحب کی تصویر سے مزین ہے۔ قیمت بلا جلد عہ ر مجلد سے ۸ ر

پیامِ مشرق بزبانِ فارسی در جواب دیوان المانوی شاعر گوئٹے۔ اس کتاب کا مدعا زیادہ تر ان اخلاقی ملی و مذہبی حقائق کو پیشِ نظر لانا ہے۔ جن کا تعلق افراد و اقوام کی باطنی تربیت سے ہے۔ مشرق اور بالخصوص اسلامی مشرق نے صدیوں کی مسلسل نیند کے بعد آنکھ کھولی ہے۔ یہ کتاب ہر قسم کے انقلاب میں رہنمائی کرے گی۔ قیمت بلا جلد سے ۳ ر مجلد ۸ ر

شکوہ و جوابِ شکوہ نہایت نیازمندانہ شکایتیں جو عام مسلمانوں کو اپنے خدا سے تھیں ایک دلآویز نازکیسا تھ کی ہیں۔ معہ جوابِ شکوہ۔ قیمت ۱۲ ر ۱۲ ر

جاوید نامہ علامہ موصوف کی جدید ترین فارسی نظموں کا مجموعہ جو ابھی ابھی پریس سے آیا ہے قیمت سے ۸ ر

تصانیف ابو الاثر حفیظ صاحب جالندھری

شاہنامۂ اسلام۔ حصہ اول سے ر حصہ دوم سے ر
ہفت پیکر۔ قیمت عہ ر۔ نغمہ زار۔ قیمت سے ر
سوز و ساز۔ قیمت عہ ر

ارمغانِ قادیان

مؤلفہ مولانا ظفر علی خان صاحب۔ قادیان کی خود ساختہ نبوت کی وجہ سے ملتِ اسلامیہ میں جو خطرناک فتنہ پیدا ہو رہا ہے۔ اس کے متعلق مولانا موصوف نے اپنے مخصوص انداز میں مختلف اوقات میں جو نظمیں لکھی ہیں انہیں یکجا جمع کیا گیا ہے۔ شروع میں ادیبِ یگانہ مولانا چراغ حسن حسرت کے قلم کا لکھا ہوا مقدمہ درج ہے۔ علاوہ نظم کے مولانا موصوف کا لکھا ہوا حصۂ نثر بھی شامل ہے۔ اور آخر میں علامہ اقبال کا بہترین شاہکار مسئلہ ختم نبوت درج ہے۔ غرضیکہ کتاب ہر لحاظ سے قابلِ مطالعہ ہے۔ جلد نہایت خوبصورت مطلا دیدہ زیب۔ قیمت عہ ۸ ر

سو شعروں کا مکمل سٹ

غالب ۴؍ — جگر مراد آبادی ۴؍ — حسرت ۴؍
جوش ملیح آبادی ۴؍ — میر ۴؍ — اصغر ۴؍

مسدس حالی ۔قسم اوّل ۱۲؍ قسم دوم عا؍ قسم سوم عہ؍
یادگارِ وارث ۸؍ — **کلامِ جوہر** ۸؍

دیوانِ غالب مطبوعہ جرمنی ۔قسم اوّل مجلد عا؍ قسم دوم مجلد عا؍ قسم سوم مجلد عہ؍

دیوانِ غالب مصوّر مرقّع چغتائی ہندوستان کے مشہور اور بہترین کاتب کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ ہر سطر فوٹو بلاک کیساتھ تیار ہوئی ہے ایسا صحیح اور خوشخط نسخہ آج تک شائع نہیں ہوا۔ یہ مرقّع رنگین شاہکاروں کا شاندار مجموعہ ہے۔ قیمت ۱۲؍

نغمۂ زندگی صاحبزادہ ابو نعیم نشتر جالندھری کا حیات آفرین و غیر فانی کلام جس کے متعلق مولانا غلام رسول مہر مالک و مدیر روزنامہ انقلاب لاہور نے ایک بصیرت افروز مقدمہ سپردِ قلم فرمایا ہے۔ اس کے چند جملے اقتباساً ہدیۂ ناظرین ہیں۔ "تراکیب میں جدّت ہے۔ انداز بیان میں ندرت ہے بندش میں چُستی ہے۔ پھر عام اشعار میں ایک خاص جوش ہے۔ خاص کیف ہے۔ خاص اثر ہے۔ حجم ۲۰۸ صفحات قیمت مجلد و مطلا عہ؍

موجِ نُور جناب شیخ عبد الغفور صاحب آف چکوال نے نہایت محنت اور جانفشانی سے ہندوستان کے مشہور شعراء کا نعتیہ کلام یکجا جمع کیا ہے۔ حضور آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں عقیدت کے پھول پیش کرنے کیواسطے بہترین مجموعہ ہے۔ نعت خوان حضرات کے واسطے خاص تحفہ ہے۔ قیمت بے جلد عہ؍ مجلد عہ؍

دردِ زندگی ملک کے نوجوان شاعر بے بدل حضرت احسان بن دانش کی نظموں کا لاجواب مجموعہ ہے۔ قیمت دو روپے (عا؍)

حدیثِ ادب یہ بھی مصنف مذکور کا دوسرا بے نظیر اردو کلام ہے۔ قیمت عہ؍

نوائے تلخ عہدِ حاضر کے پرجوش شاعر جناب نفیس خلیلی کا بے نظیر کلام۔ قیمت [illegible]

تکمیلِ دین شاعر موصوف کی قادیانی نبوّت کے متعلق یہ ایک شہرۂ آفاق نظم ہے۔ جس کی بہت دھوم ہے۔ قیمت [illegible]

کملی والا پنجاب کے اکثر شہروں میں عموماً اور دیہات میں خصوصاً یہ عام رواج ہے۔ کہ لوگ یوسف زلیخا، مرزا صاحباں وغیرہ کے لایعنی اور جھوٹے قصّے پڑھکر اور سن کر اپنا عزیز وقت اور اخلاق ضائع کرتے ہیں اور کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ انہی حالات کو دیکھتے ہوئے پنجابی زبان کے مشہور شاعر جناب حکیم عبد اللطیف صاحب عارف نے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانحمری پنجابی زبان میں نظم کی ہے جو کہ بے حد مقبول ہو چکی ہے۔ اور سب سے بڑی خوبی یہ ہے۔ کہ کوئی بات خلاف واقعہ نہیں لکھی۔ مستند روایات اور احادیث سے ساری کتاب مرتّب کی ہے۔ ہم سفارش کرتے ہیں کہ مسلمان تمام دوسرے فرضی قصّوں کو چھوڑکر صرف اسی ایک کتاب کا مطالعہ کریں۔ تاکہ اُن کو اپنے پیارے نبیؐ کے صحیح حالات معلوم ہوں۔

کاغذ کتابت۔ طباعت بہترین۔

قیمت عہ؍

اصلاحی و دیگر دلچسپ کُتب و افسانے

تصنیفات ایم۔ اسلم

نغمۂ حیات مصنفہ جناب ایم۔ اسلم صاحب گلستانِ ادب کے تازہ بتازہ پھولوں کا ایک خوبصورت گلدستہ جس میں مصنف نے کہیں لفظوں سے گل بُوٹے لگائے ہیں اور کہیں تیر و نشتر سے کام لیا ہے۔ آرٹ پیپر، ہفت رنگ سرورق بلاکوں سے مزین۔ قیمت مجلد ۸؍

طلسمِ سامری ایم۔ اسلم صاحب کا بہترین ناول۔ جس میں جنگ و جدل حسن و عشق کی ہوش افگن واردات تاریخی حیثیت میں بیان کی گئی ہیں۔ یہ یورپ کے بہترین ناولوں کے مقابلے میں آسکتا ہے۔ قیمت مجلد ۸؍

پیغامِ سروش ادب لطیف اور نہایت دلچسپ افسانوں اور دل سوز نظموں کا ایک دلکش مجموعہ۔ سرورق سنہری۔ قیمت ۱۲؍

غزال ترکستان کے ایک سردار کی بیٹی ہے۔ اتفاق سے جس وقت غزال پیدا ہوتی ہے۔ اسی وقت لونڈی کے گھر بھی لڑکی پیدا ہوتی ہے۔ لونڈی کی چالاکی سے اس کی لڑکی محل میں اور غزال جھونپڑے میں ہوتی ہے۔ آگے کیا کیا مصائب آئے۔ اور کس طرح راز فاش ہوا۔ کتاب سے ملاحظہ فرمایئے۔ قیمت ۱۰؍

پیمانِ وفا ملک اندلس (ہسپانیہ) کا ایک اسلامی تواریخی قصہ جس میں مسلمانوں کی فیاضی، ایفاء عہد اور ایثار کی بے بدل داستان ہے۔ بادیہ نشینوں کا گیت نہایت پُرلطف وجد آور نظم ہے۔ قیمت ۵؍

ارمغانِ عرب حضرت عمرؓ کے عہد کی ایک دلکش اسلامی کہانی۔ قیمت ۴؍

ساربان حضرت عمرؓ کے عہد کی از حد دلکش اور پاکیزہ داستان۔ اگر سچے مسلمانوں کی شان دیکھنی ہو تو اس کتاب کا مطالعہ کریں۔ قیمت ۴؍

مرزاجی اگر آپ مزاحیہ اور مذاقیہ سنجیدہ افسانوں کے شائق ہیں تو مرزاجی پڑھئے۔ سرورق رنگین اور اس قدر دلفریب ہے کہ نگاہ پڑتے ہی ہنسی آجائے۔ قیمت ۸؍

انتقام ایک راجپوتنی کے انتقام کی خوفناک داستان۔ راجپوتنی اپنے شوہر کے قاتل کے لڑکوں کو زندہ جلا دیتی ہے۔ ایک بیراگی کی نصیحت آموز باتیں۔ بہت عبرتناک اور دلکش کہانی ہے۔ قیمت ۳؍

ٹھنگنے کے تین تحفے بچوں کیلئے ایک بڑی مزیدار اور دلچسپ کہانی۔ ایک نوکر کا اپنے بخیل مالک سے تنخواہ وصول کرنے کا بہت پُرلطف قصہ۔ پڑھئے اور ہنسئے مصنفہ ایم۔ اسلم صاحب۔ قیمت ۲؍

حکایاتِ عجب بچوں کے لئے تین بہت پُرلطف کہانیاں "فیاضی" "انشاء اللہ" اور "جمعہ جمعہ آٹھ دن" سلیس زبان میں بچوں کے لئے لکھی گئی ہے۔ انشاء اللہ اور جمعہ جمعہ آٹھ دن بہت پُرلطف اور مزاحیہ افسانے ہیں۔ بار دوم۔ قیمت ۳؍

نورِ ہدایت حضرت جلیبیبؓ ایک بہت مفلس صحابی ہیں۔ لیکن اس قدر ناداری پر بھی اُن کو شادی کی خواہش ہے۔ حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم ان کی شادی کا

انتظام فرما دیتے ہیں۔ شادی کے روز مسلمان کفار کے مقابلے کے لئے نکلتے ہیں۔ اور حضرت جلبیبؓ جو اسوقت شادی کا سامان خرید رہے ہوتے ہیں سب کچھ چھوڑ چھاڑ جہاد میں شریک ہوکر جام شہادت پیتے ہیں۔ اس کتاب کے مطالعہ سے نورِ ایمان حاصل ہوتا ہے۔ بڑی رقت انگیز کتاب ہے۔ بار چہارم۔ قیمت ۴ر

خطِ تقدیر — جنگِ یورپ کا ایک عبرت انگیز افسانہ۔ دو بہنوں کی دلچسپ داستان۔ ملکوں کی تباہی جوانوں کی موت۔ جوشِ جنگ۔ محبت کی کرشمہ سازیاں اور ایک لڑکی کا قومی ایثار۔ اس کتاب کے لفظ لفظ سے حب الوطنی کا سبق ملتا ہے۔ واقعات اسقدر درد انگیز ہیں۔ کہ بے اختیار آنکھوں میں آنسو بھر آتے ہیں۔ بار سوم۔ قیمت ۶ر

مہدی — (جسے گورنمنٹ پنجاب نے سنسر کرکے نہایت مہربانی سے شائع کرنیکی اجازت دی ہے) سرزمینِ مصر کا زبردست تاریخی ناول، مصر والوں کا جنگِ آزادی، مہدی کا ظہور، مجاہدین کا اجتماع، مصر کی اسلامی فضا میں ہلال و صلیب کی معرکہ آرائیاں، فتح و شکست، امید و بیم، حسن و عشق کے وہ وہ دلدوز حالات ہیں کہ ایک دفعہ شروع کرکے چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا۔ لکھائی چھپائی کاغذ دیدہ زیب۔ سرورق بہت دلکش۔ کتاب کے اندر پانچ رنگین دلکش تصاویر حجم ۴۰۰ صفحات۔ مجلد قیمت سے ر

زندگی — مصنفہ چوہدری افضل حق صاحب ایم۔ ایل۔ سی۔ جس کے متعلق مولانا ظفر علیخان صاحب آف زمیندار فرماتے ہیں؎

لفظ لفظ اسکا ہے ملت کے لئے درسِ عمل
حرف حرف اسکا ہے غوغائے ربابِ زندگی

قیمت بے جلد ۱۲ر مجلد ۱۴ر

بیاضِ سحر — مصنفہ د۔ب سیدہ (اہلیہ شیخ تراب علی صاحب) یہ پہلی خاتون ہیں جنہیں پنجاب ٹیکسٹ بک کمیٹی ان کی اس تصنیف پر انعام دیا ہے۔ قیمت بلا جلد ۱۲ر

شعور — مصنفہ چودھری افضل حق صاحب ایم۔ ایل۔ سی۔ قیمت ۸ر

حجابِ زندگی — از سید عابد علی صاحب عابد بی۔ اے ایل ایل۔ بی۔ یہ سات عمدہ مشہور افسانوں کا مجموعہ ہے۔ قیمت ۱۲ر

چہیتا بھائی — جناب مرزا فہیم بیگ صاحب چغتائی گوالیاری کی آپ بیتی کا ایک دلچسپ اور نتیجہ خیز قصہ ہے۔ جو معصومانہ انداز کی زندہ تصویر اور گھریلو زبان کا بہترین نمونہ کہا جاتا ہے۔ قیمت ۸ر

دین و دولت — مصنفہ سید محمود علی شاہ صاحب۔ اس میں مسلمانوں کے زوال کے اسباب کے متعلق نہایت محققانہ تاریخی بحث ہے۔ حجم ۲۶۸ صفحات۔ قیمت ۱۸ر

دین و دانش — مصنفہ سید محمود علیشاہ صاحب۔ یہ کتاب عقائد اسلامی کو فطرت کے مطابق ثابت کرنے میں اپنی نظیر آپ ہے۔ حجم ۴۰۵ صفحات۔ قیمت ۳ر

نظامِ تجارت — مصنفہ سید محمود علی شاہ صاحب۔ زمانۂ موجودہ کا تجارتی نظام مسلمانوں کی پسماندگی اور مسئلہ سود کی تحقیق اس سے بہتر کہیں نہ ملے گی۔ حجم ۱۴۶ صفحات۔ قیمت ۶ر

بغاوتِ عرب اور کرنل لارنس — مشہور انگریز جاسوس کرنل لارنس کے جاسوسی کارنامے۔ عربوں کی ترکوں سے بغاوت۔ خلافتِ عثمانیہ کی تباہی۔ زوال غازی امان اللہ خان کے حیرت انگیز حالات معلوم کرنے کا شوق ہو۔ تو اس کتاب کا مطالعہ کیجئے۔ قیمت مجلد مطلا عہ ر

عورتوں کیلئے بہترین کتابیں

تعلیم النساء کی پہلی کتاب

اس میں دینی ادبی تعلیم کی بنیاد رکھنے کے لیئے نہایت آسان پیرائے میں توحید و رسالت کی رہنمائی کی گئی ہے۔ پھر چند مناظر قدرت اور کئی نصیحت آموز کہانیوں کے نتائج پر توجہ دلائی گئی ہے۔ قیمت ۲ر

تعلیم النساء کی دوسری کتاب

جس میں دینداری آداب و اخلاق کی ابتدائی باتیں چھوٹی لڑکیوں کے مذاق کے موافق مختلف پیرایوں میں درج ہیں۔ قیمت ۴ر

تعلیم النساء کی تیسری کتاب

جس میں اسلامی عقائد، مسائل طہارت، بیان نماز اور عزیز و اقارب سے حسن سلوک، معاملات خانہ داری، یومیہ کاروبار کے آداب اور نیک اخلاق کی تعلیم مختلف پیرایوں میں درج ہیں۔ قیمت ۶ر

تعلیم النساء کی چوتھی کتاب

اس میں متعلقہ مسائل دینیہ فقہ حنفیہ معتبر کتابوں سے اخذ کرکے آسان زبان اور سلجھے ہوئے انداز میں لکھے گئے ہیں۔ یہ کتاب معمولی خواندہ خواہ وہ مرد ہو یا عورت سب کیلئے یکساں مفید ہے۔ قیمت ۸ر

تعلیم النساء کی پانچویں کتاب

جس میں عبادات کے فضائل و آداب، گھر کے مال و متاع، کپڑے، زیور، کام کاج، سینے پرونے کپڑے رنگنے آمد و خرچ، سودا سلف، نسوانی آداب و اخلاق و دیگر شغل و ہنر کا بیان درج ہے۔ قیمت ۱۲ر

تعلیم النساء کی چھٹی کتاب

جن میں بیاہ شادی کے تمام مروجہ بدعات اور جن و پری وغیرہ کے نسوانی توہمات، ماں باپ، اقارب ہمسایہ اور سوالی کے حقوق کا بیان۔ عورتوں کے مختصر خصائل اور تربیت اولاد پر دلچسپ کہانیاں اور روایتیں درج ہیں۔ موقع بموقع دلچسپ اور دلآویز نظمیں بھی ہیں۔ قیمت ۱۲ر

تعلیم النساء کی ساتویں کتاب

یہ کتاب جس پر مصنف نے اپنا پورا زور صرف کردیا ہے۔ نظم و نثر کا ایسا مجموعہ ہے۔ جس کے پڑھنے سے لڑکیاں کماحقہٗ قرآن و احادیث سے واقف ہوجاتی ہیں۔ مرد اور بچوں کے لئے بھی مفید ہے۔ قیمت عہ

سوزن کاری

اس کتاب کو ملک کے گوشے گوشے میں پذیرائی حاصل ہوچکی ہے۔ اور یہ تسلیم کرلیا گیا ہے۔ کہ اس فن کے متعلق ایسی دلچسپ اور مفید کتاب آج تک شائع نہیں ہوئی۔ اس کتاب میں سوئی دھاگے سے کپڑوں پر بیل بوٹے کاڑھنے کے عام فہم طریقے بتائے گئے ہیں۔ اور مشق کے لئے ایسے ایسے دلفریب نمونے اور رنگین و سادہ نقشے دئے گئے ہیں۔ کہ چھوٹی چھوٹی بچیاں بھی استانی کی مدد کے بغیر یہ صنعت آسانی سے سیکھ جاتی ہیں۔ ہندی جاننے والی لڑکیاں بھی اس سے پورا پورا فائدہ اٹھا سکتی ہیں۔ قیمت ۸ر

فطرت نسوانی

جس میں عورتوں کے اخلاق و فطری خصوصیات پر بحث کی گئی ہے ضخامت ۱۹۲ صفحات۔ قیمت عہ

ناظمہ کی آپ بیتی | ایک شریف زادی کی خود نوشت سرگزشت، دوشیزگی ازدواجی زندگی ایکٹرس۔ ان تینوں عنوانات کے ماتحت مصنف نے ملک کے سامنے ایک ایسا مسئلہ پیش کیا ہے۔ جو ہر مذہب و ملت کے لوگوں کی توجہ کا مستحق ہے۔ قیمت عہ

دختران ہند | مصنفہ مولینا محمد علم الدین صاحب سالک ایم۔اے (علیگ) پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور۔ اس کتاب میں ہندوستانی تاریخ کی ستر ایسی نامور مسلمان خواتین کے مستند حالات درج ہیں۔ جنہوں نے اپنے اپنے وقت میں طبقہ نسواں کی بہترین خدمت کی۔ اسکا مطالعہ نہ صرف عورتوں اور بچوں کیلئے ہی بلکہ گھر بھر کے تمام افراد کیلئے ازبس ضروری ہے حجم ۳۲۰ صفحات۔ لکھائی چھپائی کاغذ عمدہ۔ جلد خوبصورت جس پر کتاب کا نام سنہرے حروف میں منقوش ہے۔ قیمت عہ

محب وطن خواتین ہند | جس میں ۲۳ ہندو، مسلمان، سکھ اور پارسی محب وطن خواتین ہند کے حالات، سوانحات اور ملکی جذبات سے لبریز خیالات درج ہیں۔ قیمت ۸ر

بنات حرم | اس کتاب میں ان ہندو رانیوں کے صحیح حالات درج ہیں۔ جو بعض مسلمان بادشاہوں کے نکاح میں آکر بیگمات کے لقب سے ملقب ہوئیں۔ ان بیگمات کے متعلق ان تاریخی غلط فہمیوں کو دور کیا گیا ہے۔ جو بعض وجوہ سے عوام میں شہرت پا چکی ہیں قیمت ۸ر

بڑی بی | یہ وہ کتاب ہے جس پر ملک کے متقدر رسائل نے اعلیٰ ریویو کئے ہیں۔ اور ارباب نظر کا یہ فیصلہ ہے۔ کہ عورتوں کے لئے اس سے زیادہ دلچسپ اور اخلاق آموز کتاب اس دور میں نہیں لکھی گئی۔ مصنفہ ایم۔ اسلم صاحب۔ قیمت ۱۲ر

طبیب مرغی خانہ | یہ کتاب پولٹری اکسپرٹ کے بیس سالہ تجربات کا نچوڑ ہے۔ قیمت عہ

روشن خیال | مصنفہ محترمہ اقبال بیگم صاحبہ سابق سب انسپکٹرس انجمن امداد باہمی۔ قصے کے پیرائے میں مفید پند و نصائح سمجھائے گئے ہیں۔ قیمت ۱۲ر

آرائش جمال باتصویر | اردو زبان میں زنانہ سنگار کے متعلق پہلی کتاب ہے جو ایک معزز خاتون نے لکھی۔ نسوانی آرائش اور زینت کا کوئی پہلو فاضل مصنفہ نے فروگذاشت نہیں کیا۔ بہنوں، بھاوج، نند یا سہیلی کو تحفہ دینے کے لئے نہایت موزوں چیز ہے۔ قیمت عار

محاورات النسواں | محترمہ نور بیگم ضیا (ادیب فاضل) نے خاص زنانہ محاورات نہایت محنت سے یکجا فراہم کئے ہیں۔ اور محاورات کی مثالیں معتبر تصنیفات سے دی گئی ہیں محترمہ خدیجہ بیگم صاحبہ ایم۔اے انسپکٹرس آف سکولز نے اس کتاب کا تعارف نامہ لکھا ہے۔ قیمت ۸ر

صبح زندگی	عہ	خانہ داری	۱۱ر
شب زندگی حصہ اول	عہ	صفیہ بیگم	۱۰ر
″ ″ دوم	عہ	روشنک بیگم	۱۴ر
جدید کشیدہ کاری	عہ	سوئی کے سو کام	۸ر
اختر النساء بیگم	۱۲ر	سوکن کا جلاپا	۲ر
رفیق عروس	۶ر	دکھ بھری کہانی	۳ر
شریف بیٹی	۳ر	شریف بیوی	۳ر
پھوہڑ بیٹی	۹ر	رسالہ مسلماۃ	۱۲ر

محمدی بوا | مصنفہ مرزا فہیم بیگ صاحب چغتائی معصومانہ جذبات کی زندہ تصویر، گھریلو زبان کا بہترین مرقع۔ یہ کتاب حفظ مراتب، تربیت اخلاقی و ذہنی اصلاح اور بچوں کو اردو زبان سکھانے کی کفیل ہے۔ قیمت ۴ر

بچّوں کیلئے بہترین اور مُفید کتابیں

گلدستہ تعلیم اسلام اس سلسلہ سے قرآن مجید کی قرأت اور زبانِ اردو۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کی سیرت۔ عقائد اسلام۔ عبادات واحکام۔ اخلاق وتعلیم اسلامی اچھی طرح آجاتی ہے۔ قیمت قاعدہ عربی نمبرا ۳ر قاعدہ عربی نمبر۲ ۱ر۔ قاعدہ اردو ۱ر۔ گلدستہ حصّہ اول ۴ر۔ گلدستہ حصّہ دوم ۵ر گلدستہ حصّہ سوم ۶ر گلدستہ حصّہ چہارم ۶ر

سلسلۂ تعلیم القرآن یہ سلسلہ مسلمان بچّوں اور بڑوں کو قرآن مجید کی تعلیم اور اس کے فیوض و برکات کو آسان و صحیح طریق پر پہچاننے کیلئے لکھا گیا ہے۔ حصّہ اوّل ۴ر حصّہ دوم ۴ر حصّہ سوم ۴ر حصّہ چہارم ۴ر

ہمارا دین ایک مختصر رسالہ جس میں ایمان مفصّل، برکات اسلام، تعلیم دین اور ارکانِ خمسۂ اسلام کی خوبیاں عام فہم اردو میں مذکور ہیں۔ بچّوں کیلئے نہایت مفید ہے۔ قیمت ۲ر

نبیوں کے قصے حضرت آدم علیہ السّلام سے لیکر حضرت عیسٰی علیہ السّلام تک تمام حالات نہایت نہایت آسان عبارت میں لکھے گئے ہیں۔ بچّوں کے لئے خاص طور پر بڑی مفید کتاب ہے۔ قیمت ۵ر

ہمارے نبیؐ بچّوں کی تعلیم کے لئے نہایت عمدہ کتاب ہے۔ کئی ایڈیشن چھپ چکے ہیں۔ بڑے مزے کی کتاب ہے۔ قیمت ۳ر

دربارِ رسالت آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کی مقدس سیرت پر اس سے زیادہ آسان اور عام فہم اردو زبان میں کوئی کتاب شائع نہیں ہوئی۔ سکولوں کے کورس میں داخل ہو چکی ہے۔ ضخامت ۱۳۶ صفحے۔ قیمت ۸ر

ہمارے رسولؐ بچّوں کے لئے سرکارِ دوعالم کی سیرت نہایت آسان زبان میں قیمت ۵ر

سلسلہ خلافتِ اسلامیہ یعنی صحابہ کرام کی سوانح عمریاں عام فہم اردو میں بطور سوال وجواب لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے لکھی گئی ہیں:۔
خلافتِ صدیقی قیمت ۵ر خلافتِ فاروقی قیمت ۵ر
خلافت عثمانی قیمت ۵ر خلافتِ حیدری قیمت ۵ر

ہجرت بچّوں کے لئے یہ ایک نہایت دلچسپ کتاب ہے۔ ہر ایک مسلمان بچے کو اس کا پڑھنا لازمی ہے کیونکہ اس سے اسلامی تاریخ سے بہت حد تک واقفیت پیدا ہوتی ہے۔ قیمت صرف ۳ر

امانت خلیفہ مامون الرشید کے وقت میں لڑکے کھیل میں ایک دلچسپ مقدمہ کی نقل کرتے ہیں۔ ایک لڑکا قاضی بن کر فیصلہ کرتا ہے۔ خلیفہ چھپ کر یہ تماشا دیکھتا ہے اور اگلے روز دربار میں بلاکر انعام دیتا ہے۔ قیمت ۳ر

بلقیس ملکۂ سبا مصنفہ ایم۔ اسلم صاحب۔ مُلکِ سبا کی مشہور ملکہ بلقیس کے شہر کے حیرت انگیز حالات۔ قیمت ۳ر

چار سہیلیاں باتصویر بچّوں کے لئے پریوں کے چار نہایت دلچسپ اور اخلاق آموز افسانے۔ چاروں کہانیاں اس قدر پُرلطف ہیں کہ بار بار پڑھ کر بھی طبیعت سیر نہ ہو۔ مصنّفہ ایم۔ اسلم صاحب قیمت ایک روپیہ (عہ ر)

ملنے کا پتہ :- سکہ لمیٹڈ لاہور

ننھی منی پچیس کتابوں کا دوسرا سٹ

بچوں کے لئے نہایت آسان زبان میں دلچسپ اور سبق آموز کہانیوں کی ننھی ننھی باتصویر کتابیں۔ ہر کتاب کی قیمت ۳/ پورے سٹ کی قیمت لعہ

۱۔ بچوں کا انصاف اور دوسری کہانیاں قیمت ۳/
۲۔ خزانے کا مالک ۳/
۳۔ سچا وعدہ ۳/
۴۔ دو بہنیں ۳/
۵۔ امراؤ ربانس والا ۳/
۶۔ عقلمند انگشتانہ ۳/
۷۔ روس کا شہنشاہ ۳/
۸۔ سفید کبوتر ۳/
۹۔ لال بی بی ۳/
۱۰۔ بہن کی محبت ۳/
۱۱۔ گل بانو ۳/
۱۲۔ مینڈک شہزادہ ۳/
۱۳۔ عجیب ہنس ۳/
۱۴۔ احسان کا بدلہ ۳/
۱۵۔ چپ شہزادی ۳/
۱۶۔ کبڑا بونا ۳/
۱۷۔ فیاض بیگم ۳/
۱۸۔ بدمزاج شہزادی ۳/
۱۹۔ پتھر کا شیر ۳/
۲۰۔ مغرور شہزادی ۳/
۲۱۔ نیکی کا پھل ۳/
۲۲۔ نیکی کا بدلہ اور دوسری کہانیاں قیمت ۳/
۲۳۔ بلوری جوتا ۳/
۲۴۔ نقلی شہزادہ ۳/
۲۵۔ ابراہیم نائی ۳/

ننھی منی پچیس کتابوں کا تیسرا سٹ

بچوں کیلئے آسان اور بامحاورہ زبان میں دلچسپ اور سبق آموز کہانیوں کی ننھی ننھی باتصویر کتابیں۔ پورے سٹ کی قیمت صہ

۱۔ ستارہ کی گڑیا قیمت ۳/
۲۔ شہزادہ عزیز قیمت ۴/
۳۔ پہاڑی ماں قیمت ۳/
۴۔ دکھ کے بعد سکھ قیمت ۳/
۵۔ تقدیر اور تدبیر قیمت ۳/
۶۔ پادری کا دلچسپ قصہ ۔ قیمت ۳/
۷۔ چالاک چور قیمت ۳/
۸۔ سمندر کی سنہری پری قیمت ۳/
۹۔ چالاک بلی قیمت ۳/
۱۰۔ صابر شہزادی قیمت ۳/
۱۱۔ بقراط اور جالینوس قیمت ۳/
۱۲۔ ایک سست لڑکا قیمت ۴/
۱۳۔ فتنہ کی کہانی قیمت ۳/
۱۴۔ بھول بھلیاں قیمت ۴/
۱۵۔ جورو مار مہاراجہ قیمت ۳/
۱۶۔ لوہے کو لوہا کاٹتا ہے قیمت ۳/
۱۷۔ اپاہج فقیر قیمت ۳/
۱۸۔ چالاک حجام قیمت ۳/
۱۹۔ سعد اور سعید قیمت ۳/
۲۰۔ دو بھائی قیمت ۳/
۲۱۔ شہزادہ جمشید قیمت ۳/
۲۲۔ جادو کا برج قیمت ۳/
۲۳۔ جھوٹ موٹ کا بھوت قیمت ۲/
۲۴۔ عجیب عینک قیمت ۳/
۲۵۔ کپتو اور مانو قیمت ۶/

قصرِ صحرا

ایک ترک خاندان جلاوطن ہوکر ایک جزیرے میں جا آباد ہوا تھا۔ آدم خوروں سے ان کا مقابلہ۔ سمندری ڈاکوؤں کے ہاتھوں گرفتار ہونا۔ آتش فشاں پہاڑ کے بھڑک اُٹھنے سے ان پر تباہی آنا وغیرہ سنسنی پیدا کرنیوالے بے حد دلچسپ حالات تین حصوں میں ہیں۔ قیمت حصہ اول ۴/ ۵ پائی۔ حصہ دوم ۸/ ۸ پائی حصہ سوم عہ/

توت عنخ آمون

اس کتاب میں مصر کے قدیم زمانے کے حالات درج کیے گئے ہیں جب مصری تہذیب دنیا میں سب سے زیادہ بڑھی ہوئی تھی۔ اُس وقت کے شاہانِ مصر کے حالات، مصریوں کی صنعتیں، مردوں کو ممی بنانے کا حال، شادی غمی کی رسوم اور سینکڑوں دوسری باتیں۔ قیمت عہ/

کیا آپ مالی منفعت چاہتے ہیں

اور ثواب آخرت بھی:

آیئے تجارت میں روپیہ لگائیے اور تجارت بھی وہ جس کا محافظ خدا آپ ہے۔

پیکو لمیٹڈ لاہور

کی شاندار اسلامی خدمات سے آج کوئی مسلمان ناواقف نہیں، یہ ادارہ اپنے استقلال و ہمت سے کام لے کر صحیح تجارتی اصولوں کی بنا پر اس قدر مضبوط اور فائدہ مند بنا دیا ہے کہ اسے کوئی ضعف نہیں پہنچ سکتا۔ لہٰذا کمپنی مذکور کے حصص خریدنے میں جو روپیہ لگایا جاتا ہے وہ بالکل محفوظ ہے۔

ایک حصہ کی قیمت صرف دس روپے ہے

خریداری حصص کے لئے آج ہی درخواست بھیجئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد کو یاد رکھو۔

مَنْ یَّطْلُبُ الْمَالَ فَلْیَتَّجِرْ جو کوئی دولت چاہتا ہے وہ تجارت کرے

سبحان اللہ تجارت کیا عمدہ چیز ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی اس کی ترغیب فرماتے ہیں۔

مسلمانو!

آؤ۔ قرآن پاک کو محبت اور شوق سے طبع کرو۔ خود پڑھو اور دوسروں کو پڑھنے کی ترغیب دو۔ یاد رکھو کہ اس تجارت میں جس قدر روپیہ لگاؤ گے، وہ تمہیں مالی فائدہ پہنچانے کے علاوہ اجر و ثواب اخروی کا بھی مستحق بنائیگا۔

الداعی الی الخیر ——— خادم دین

ماسٹر محمد احسان منیجر پیکو لمیٹڈ (ناشران قرآن مجید و اسلامی مطبوعات) موچی دروازہ لاہور

چندہ سالانہ (ہندوستان میں)	
والیانِ ریاست سے	۲۵ر
رؤسا، وامراء سے	۱۰ر
عوام سے	عار

حقیقتِ اسلام

ہندوستان کا تبلیغی مذہبی اور علمی رسالہ

چندہ سالانہ (غیر ممالک میں)	
والیانِ ریاست سے	۵۰ شلنگ
رؤساء وامراء سے	۲۰ شلنگ
عوام سے	۵ شلنگ

بابت ماہ فروری ۱۹۳۸ء مطابق ماہ ذیقعدہ ۱۳۵۶ھ

جلد ۱۲ — نمبر ۲

فہرست مضامین

ماسٹر محمد احسان پرنٹر و پبلشر نے فیروز پرنٹنگ ورکس ۱۱۹ سرکلر روڈ لاہور میں چھپا کر دفتر رسالہ "حقیقت اسلام" واقع پیکو لمیٹڈ بیرون موچی دروازہ لاہور سے شائع کیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

حال وقال

پچھلے ماہ کا اہم ترین واقعہ جس کا تعلق سراسر مسلمانوں کی تمدنی زندگی سے ہے، عدالت عالیہ پنجاب کا وہ فیصلہ ہے جو لاہور کی تاریخی مسجد یعنی مسجد شہید گنج کے متعلق صادر ہوا ہے۔ عدالتِ مذکورہ کی فل بنچ کے دو فاضل جج صاحبان کا فیصلہ یہ ہے۔ کہ مروجہ قانون کی نظر میں مسجد اور جائداد غیر منقولہ کی حیثیت میں کوئی فرق نہیں ہے۔ یعنی برطانوی قانون مسجد کی زمین اور عمارت پر انسان کے قبضہ کو وہی درجہ دیتا ہے جو تمام زمینوں اور عمارتوں کے قبضہ کو حاصل ہے۔ مسجد کی زمین یا اس کی عمارت کو کسی قسم کا تقدس حاصل نہیں ہے۔ جس طرح دوسری زمینیں اور عمارتیں ایک مالک کے قبضہ سے نکل کر دوسرے مالک کے قبضہ میں جاسکتی ہیں۔ اور اگر اُن کے قبضہ مخالفانہ پر بارہ سال سے زائد مدت گزر جائے۔ تو پھر یہ قبضہ مخالفانہ اٹل ہوجاتا ہے۔ اسی طرح مسجد کی زمین اور عمارت مختلف مالکوں کے قبضہ میں منتقل ہوسکتی ہے۔ اور اگر کوئی شخص اس پر قبضہ مخالفانہ کرلے۔ تو بارہ سال کی مدت گزرنے کے بعد وہ قبضہ مخالفانہ بھی اٹل ہوجائیگا۔

اندریں حالات اشد ضرورت اس امر کی ہے کہ قانون دان مسلمان باہمی مشورہ سے ایسا طریق اختیار کریں۔ جس پر کاربند ہوکر مروجہ قانون کی اس خامی کو دور کرایا جاسکے۔ یعنی ایسا قانون وضع کرایا جائے۔ جس کی رُو سے مساجد کی حیثیت عام جائدادوں سے ارفع قرار دی جائے۔

اسلامی شریعت کی رُو سے مسجد کی زمین یا اس کی عمارت کسی انسان کی ملکیت نہیں ہوسکتی۔ اس لئے اگر قبضہ مخالفانہ کو صدہا برس گزر جائیں۔ تو بھی وہ قبضہ جائز نہیں ہوسکتا۔ ہمیں یقین ہے کہ مسلمانان ہند اس معاملہ میں پوری تندہی اور ہمت، خلوص اور ایثار سے کام لیں گے۔ تاکہ مساجد کی زمینوں اور عمارتوں کو وہی حیثیت حاصل ہوسکے۔ جو شریعت نے انہیں عطا کی ہے۔

ہائی کورٹ نے فخرالدین ملتانی کے کیس میں فیصلہ سنا دیا ہے۔ اور مجرم کی سزا کو بحال رکھتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ قادیان میں ایسی فضا پیدا کردی گئی تھی۔ جس کی وجہ سے کوئی شخص اشتعال پذیر ہوسکتا ہے۔ سنا ہے کہ اس ریمارک سے قادیان کے قدسیوں میں بڑا اضطراب ہے۔ اور خلیفہ صاحب نے اپنے مریدوں کو لکھا ہے۔ کہ وہ بکثرت نوافل پڑھیں

روزے رکھیں۔ اور بکمال خشوع و خضوع قصرِ خلافت کو آفات و بلیات سے محفوظ رکھنے کے لئے دعا مانگیں۔

مرزا صاحب آنجہانی جب زندہ تھے۔ اُن کے خلاف بھی یہ الزام تھا۔ کہ وہ وعیدی پیشگوئیوں کو پورا کرنے کے لئے خود قضا و قدر کے فرشتوں کو حرکت میں لاتے ہیں۔ اور بجائے انتظار کرنے کے کوشاں رہتے ہیں۔ کہ اُن کی پیشگوئی کسی طرح پوری ہوجائے۔ چنانچہ وہ لوگ جن کو ڈر تھا۔ کہ وہ کہیں مرزا صاحب کی مساعی کا ہدف نہ بن جائیں۔ انہوں نے عدالت کا دروازہ کھٹکٹایا۔ اور اس معاملہ کو من وعن پیش کردیا۔ فیصلہ ہُوا کہ آئندہ مرزا صاحب ایسی پیشگوئیاں شائع نہیں کریں گے جن کا تعلق کسی شخص کی موت سے ہو۔ یہ ہے نبوّت اور غلامانہ پیغمبری کا عبرتناک انجام۔ کہ خدا کے حکموں کو اس لئے ابداً ابداً چھپانے کا اقرار کرلیا گیا۔ کہ حکومت وقت ان کی اشاعت کو امن عامہ کے لئے مضر خیال کرتی ہے۔ بات اصل میں یہ تھی۔ کہ مرزا صاحب خوب جانتے تھے۔ کہ یہ پیشگوئیاں اللہ کی طرف سے تو ہیں نہیں۔ ساری نبوّت ہی ایک ڈھونگ ہے۔ اس لئے اگر حکومت روکتی ہے تو اچھا ہی ہے کہ رُک جائیں۔ چنانچہ اس اقرار کے بعد پھر ارضِ قادیان سے کوئی کونپل نہیں پھوٹی۔ اور اس قسم کی کسی پیشگوئی کا اظہار نہیں ہُوا۔

حضرت خلیفہ صاحب بھی اس فیصلہ سے سراسیمہ ہیں۔ اور جانتے ہیں کہ ہائیکورٹ کے اس ایک جملہ میں کتنا بڑا انتباہ پوشیدہ ہے۔ اس لئے اب وہ گرجیں برسیں گے نہیں۔ بلکہ خود دُعائیں مانگیں گے۔ اور مریدوں سے بھی یہی کہیں گے کہ اس فیصلہ کے خلاف احتجاج نہ کرو۔ محض توبہ استغفار سے کام لو۔ تاکہ اللہ تعالیٰ ان مصیبتوں سے نجات دلائے۔

ہم اس سارے واقعہ سے قطع نظر کرکے ایک حقیقت لوگوں کے سامنے پیش کرنا چاہتے ہیں۔ اور قادیانی حضرات سے پوچھنا چاہتے ہیں۔ کہ وہ بے تعصبی سے بتائیں کہ ایسا کیوں ہے؟

سب لوگ جانتے ہیں کہ جہاں تک احمدیت کا تعلق ہے۔ مولوی محمد علی صاحب امیر جماعتِ احمدیہ لاہور اور مرزا محمود خلیفہ قادیان دونوں میں عوام الناس کی نگاہ میں کوئی فرق نہیں۔ وہ دونوں کو ایک ہی منزل کے راہ سپار سمجھتے ہیں۔ دونو ان کی رائے میں گمراہ ہیں اور غلطی پر ہیں۔ اور دونوں کے خلاف لوگوں کے دلوں میں بُغض و عناد ہے۔ پھر کیا وجہ ہے۔ کہ نوع نوع کے اعتراضات اور بھانت بھانت کے الزامات صرف خلیفہ صاحب کی ذات ہی کے متعلق عائد کیے جاتے ہیں؟ ہم کسی خاص الزام کی تحقیق اور جانچ کے درپے نہیں۔ مگر یہ بات غور طلب ہے کہ بار بار ایسا کیوں ہوتا ہے۔ صرف ایک ذات پر اعتراضات کیوں کئے جاتے ہیں؟ کوئی بات تو ایسی ہونی چاہیئے جو ان میں اور اُن میں مابہ الامتیاز ہو۔ غور کیجئے! مولوی محمد علی لاہور میں رہتے ہیں۔ جہاں رائی کا پربت بن جاتا ہے۔ جہاں سَو آدمیوں کا مختصر مجمع ایک لاکھ انسانوں

کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمند کہلاتا ہے۔ جہاں الزامات کی فیکٹریاں ہیں۔ جن میں الزامات باقاعدہ سائنٹفک طریقوں سے بنائے جاتے ہیں۔ یعنی یوں سمجھ لیجئے کہ اگر کوئی شخص لاہور میں رہتا ہے۔ اور اس کی عزت محفوظ ہے۔ تو اُس کو غنیمت سمجھنا چاہئیے۔ ان حالات میں مولوی محمد علی کے خلاف جہاں تک ہم کو معلوم ہے اس نوع کے الزمات نہیں لگائے جاتے حالانکہ وہ یہاں کھلے بندوں رہتے ہیں۔ بغیر کسی فوج اور سپاہ کے خلیفہ صاحب کا حال یہ ہے۔ کہ عقیدتمندوں کے جھرمٹ میں رہتے ہیں۔ حفاظت کے لئے ہر وقت پہرہ دار ہیں۔ بہت کم لوگوں سے تعلقات ہیں۔ اور قادیان میں رہتے ہیں۔ جہاں نہ مخالف اخبارات ہیں نہ مخالف لیڈر ہیں۔ اور نہ مخالفت میں کوئی آواز بلند ہوتی ہے، اور جہاں حکومت کی پوری مشینری ان کی تائید میں استعمال ہوتی ہے۔ تعجب ہے کہ وہاں اپنوں کے حلقوں میں اُن کے خلاف الزامات عائد کئے جاتے ہیں۔ اور برملا کہا جاتا ہے کہ تحقیقاتی کمیشن مقرر کیا جائے۔ یہ کیوں ہے؟ اگر خلیفہ صاحب کے مُرید ان حالات پر غور نہیں کر سکتے۔ اور عقیدت کی وجہ سے اندھے ہو رہے ہیں۔ تو دُوسرے کیوں نہ آخر اس فرق کو سمجھیں؟

مقصد یہ نہیں ہے۔ کہ ہم مولوی محمد علی کے کردار و عمل بالکل بے داغ سمجھتے ہیں۔ اور اُن کے تقوٰی و پرہیزگاری کا ڈھنڈورا پیٹ رہے ہیں۔ بلکہ غرض یہ ہے کہ جب یہ دونوں ایک ہی پیڑ کی دو شاخیں ہیں۔ تو پھر ایک کے خلاف تو اتنے الزامات ہیں۔ اور اپنوں کی طرف سے ہیں۔ اور دوسرے کے خلاف نہیں ہیں۔ حالانکہ امکانات کا تقاضا یہ تھا۔ کہ وہ زیادہ بدنام ہوتے۔ یہ اتنی صاف اور کھلی ہوئی بات ہے۔ کہ ادنیٰ سمجھ کا آدمی بھی بشرطیکہ اندھی تقلید نے اس کی قوت امتیاز کو سلب نہ کر لیا ہو۔ جان سکتا ہے ہم حکم نہیں ہیں۔ نہ کسی خاص فیصلہ کا ہم کو اختیار ہے۔ البتہ واقعات کو دیکھتے ہیں۔ اور مجبور ہیں کہ ایک متعین رائے رکھیں۔ ہم قادیانی دوستوں سے پُوچھتے ہیں۔ کیا اُنہوں نے کبھی ان واقعات کے اس پہلو پر غور فرمایا ہے۔

ناظرین کو اس بات کا علم ہوگا۔ کہ لارڈ لوتھیَن آجکل ہندوستان میں مصروفِ سیاحت ہیں۔ اور بطور خود یہاں کے تمدنی اور سیاسی حالات کا مطالعہ کر رہے ہیں۔ گزشتہ ماہ کی ۲۳ تاریخ کو انہوں نے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے ارباب بست و کشاد کی دعوت پر جلسہ تقسیم اسناد میں شرکت کی۔ اور کانوکیشن ایڈریس بھی دیا۔ اس خطبہ میں جو تمام و کمال پڑھنے کے لائق ہے۔ اُنہوں نے بعض ایسے حقائق بیان کئے ہیں جو ہم ہندوستانیوں کے لئے بہت مفید اور سبق آموز ہیں۔ انہوں نے بیان کیا کہ:-

"مغرب کے باشندے جوں جوں مذہب کی اطاعت سے روگردان ہوتے گئے۔ توں توں اُن کی مجلسی ... ترقی اور سیاسی پیچیدگیوں میں اضافہ ہوتا گیا۔ اور آج یہ مسائل ان کو لاینحل نظر آرہے ہیں۔ لہٰذا میرا قیاس یہ ہے ... ہندوستان کے باشندے بھی لادینی اور الحاد کا طریق اختیار کرکے انہی مصائب میں مبتلا ہوجائیں گے جن میں آج یورپ کے باشندے مبتلا ہیں"۔

"سائنس کی بدولت توہمات کا خاتمہ تو بیشک ہوجاتا ہے لیکن مذہب کی اخلاقی اور روحانی تعلیم پر بہت بُرا ... پڑتا ہے۔ سائنس کی ترقی سے اگرچہ مغربی اقوام کو مادی اقتدار حاصل ہوگیا ہے۔ اور عناصرِ فطرت پر بڑی حد تک ان ... تسلط ہوگیا ہے لیکن ان سے دماغوں پر مذہب کی گرفت بہت ڈھیلی ہوگئی ہے۔ اور ہر جگہ بے دینی اور الحاد کا بازار گرم ہوگیا ہے"۔

"تاہم میرا خیال ہے کہ مذہب دُنیا سے نیست ونابود نہیں ہوسکتا۔ اگر وہ موجودہ تعلیمیافتہ نسلوں کو یہ اطمینان دلا سکے۔ کہ اس کے پاس بنی نوع آدم کی تمدنی، معاشرتی، اقتصادی، اخلاقی اور سیاسی مشکلات کا حل بھی موجود ہے آج ایک تعلیمیافتہ انسان مذہب سے صرف یہی توقع نہیں رکھتا۔ کہ وہ اسے حیات بعدالموت کے مسائل کا صحیح اور قابل قبول دستورالعمل بتائے۔ بلکہ وہ یہ چاہتا ہے کہ مذہب اس کی موجودہ مشکلات کا بھی معقول اور سریع الحصول حل سمجھائے مثلاً بیکاری کے مسئلہ کو کس طرح حل کیا جائے۔ لوگوں میں مساوات کس طرح قائم کی جائے۔ معاشرتی اور اہلی زندگی کو کس طرح خوش گوار بنایا جائے۔ کمزور اقوام کو زبردست اقوام کے ظلم وستم سے کس طرح رہائی دلائی جائے۔ اور سب سے بڑھکر یہ کہ دنیا میں امن وامان کس طرح قائم کیا جائے"؟

لادینی اور روسی اشتراکیت کی تبلیغ کرنے والے ہندوستانی بزرگوں کو خواہ وہ ہندو ہوں یا مسلمان، لارڈ موصوف کے مذکورۃ الصدر الفاظ کو غور سے پڑھنا چاہیئے۔ اور سوچنا چاہیئے۔ کہ ان کا قدم کس طرف اُٹھ رہا ہے۔

ہم لارڈ موصوف اور دوسرے سرگشتگان بادیۂ ضلالت کو یہ بتانا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ کہ اسلام میں بنی نوع آدم کی جملہ دینی اور دنیاوی مشکلات کا صحیح اور کامل حل موجود ہے ؎

برخور از قرآن اگر خواہی ثبات
در ضمیرش دیدہ ام آبِ حیات

گذشتہ اشاعت میں ہمنے معاصر بلاغ کو مخاطب کیا تھا۔ اور اس رائے کا اظہار کیا تھا۔ کہ ہم اُن سے کفایت قرآن اور حجیّتِ حدیث کے مسئلہ پر تفصیل کیساتھ مبادلہ افکار کرنا چاہتے ہیں۔ اس سلسلہ میں تقریبًا دس نکات سے متعلق ان سے جواب طلب کیا گیا تھا۔ تاکہ بحث و تنقید میں سہولت ہو۔ اور ہم اُن کے صحیح عقائد کو جانچتے وقت سامنے رکھیں۔ ہم مشکور ہیں کہ انہوں نے پہلی اشاعت میں جوابات مرحمت فرمائے ہیں۔ اور موضوع کی اہمیت کو فراموش نہیں کیا۔

ناظرین کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ ہوں۔ یہ کسی مناظرہ یا مباحثہ کی داغ بیل نہیں ہے۔ ہماری طرف سے کوشش کی جائے گی کہ نفس موضوع کے متعلق علمی رنگ میں افہام و تفہیم کا سلسلہ جاری کیا جائے۔ ہم کوشش کریں گے کہ کسی مرحلہ میں بھی اندازِ گفتگو میں تلخی پیدا نہ ہو۔ جہاں ہم دیکھیں گے کہ رنگ ذرا چوکھا ہو گیا ہے سلسلۂ گفتگو فوراً منقطع کر دینگے۔

ہم اس لئے اس موضوع کو توجہ طلب سمجھتے ہیں۔ کہ یہ ایک ایسا اختلاف ہے جس کی وجہ سے امّت میں وحدت خیال کی رداء پارہ پارہ ہوجاتی ہے۔ اس وقت تک مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت مآخذ عقائد کے باب میں متفق تھی۔ اور غلطی کے معنی صرف یہ تھے۔ کہ استدلال میں کہیں کوتاہی ہو گئی ہے۔ اب اس سوال نے مآخذ یا کتاب آئین میں اختلاف پیدا کر دیا ہے۔ اور بہت سے نوجوان ہیں جو بے تابی سے صحیح مسلک کو جاننا چاہتے ہیں۔ اور یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ حق پوری طرح کس طرف جلوہ فرما ہے۔

مختصر طور پر اختلاف یہ ہے کہ کیا قرآنِ حکیم تنہا اُن جزئیات و تفصیلات کا حامل ہے جن کا تعلق عمل سے ہوتا ہے۔ اور جو صرف عمل سے سمجھائی جاسکتی ہیں یا اس میں صرف اصولوں سے بحث ہے۔ اور جزئیات میں سے وہ چیزیں مذکور ہیں جنہیں کوئی دوسری اہمیت حاصل ہے۔ اور کیا رسول جو پہلا مخاطب ہے وہ بھی قرآن کو علوم عالیہ و آلیہ کی راہوں سے سمجھتا ہے۔ اور یا اس کے لئے کوئی دوسرا طریق اخذ اور طریق قبول ہے۔ زیادہ واضح تر لفظوں میں یوں سمجھ لیجئے کہ ہم قرآن کریم کو ایسی کتاب سمجھتے ہیں۔ جس کو سمجھنے کے لئے پیغمبرانہ ذوق اور وجدان درکار ہے۔ اور پیغمبر کی حیثیت ہمارے نزدیک یہ ہے کہ اس کے ذہن میں اسلام کا پورا پورا اور مکمل نقشہ موجود ہوتا ہے۔ اصول سے لیکر جزئیات تک وہ سب چیزوں کو جانتا ہے اور بیان کرتا ہے۔ مگر فریق مخالف کے نزدیک رسول اور دوسرے ذی علم لوگوں میں کچھ بہت زیادہ فرق نہیں ہوتا۔ رسول بھی دوسرے انسانوں کی طرح قرآن فہمی میں زبان و ادب اور تاریخ و طبعیات ایسے اکتسابی علوم کا محتاج ہے۔ اور یہ کوئی ضروری نہیں ہے۔ کہ وہ جو کچھ سمجھے وہ بالکل قرآن کے مطابق ہو۔

یہ چند سطور ناظرین کی واقفیت کے لئے لکھی گئیں بحث کی تمہید نہیں ہیں۔ غرض یہ ہے کہ اس بحث سے دلچسپی لینے والے حضرات اس بحث کی حقیقت اور عظمت کو سمجھ سکیں۔ اور اُنکو معلوم رہے کہ وجہ اختلاف کیا ہے۔

افسوس ہے کہ بلاغ اب کے ہمیں آخر وقتوں میں ملا ہے۔ جس کی وجہ سے ہم اس دفعہ اس موضوع پر کچھ نہیں لکھ رہے ہیں۔ آئندہ پرچے میں انشاء اللہ لکھیں گے۔ ناظرین منتظر رہیں ؂

اردو رسالوں کے سرورق پر جب ہم یہ لکھا ہُوا دیکھتے ہیں۔ کہ یہ ادبی پرچہ ہے۔ تو ہم مطلقاً نہیں سمجھ پاتے کہ اس کا مطلب کیا ہے۔ کیونکہ ادبی ہونا کوئی تقسیم نہیں ہے۔ ایک رسالہ مذہبی ہوسکتا ہے۔ اصلاحی ہوسکتا ہے تبلیغی ہوسکتا ہے۔ تاریخی ہوسکتا ہے۔ اور ہمچوں قسم کے مضامین کے اعتبار سے اُسے دوسرے رسالوں سے ممتاز کیا جاسکتا ہے۔ اور الگ سمجھا جاسکتا ہے۔ مگر ادبی ہونے کے تو کچھ معنی ہی نہیں ہیں۔ ہر رسالہ چاہے وہ کسی موضوع کا حامل ہے۔ اگر آپ اس کو لسانی نقطۂ نگاہ سے عمدگی سے مرتّب فرمائیں گے۔ تو وہ ادبی ہوگا۔ وہ تبلیغی بھی ہوسکتا ہے۔ تاریخی بھی ہوسکتا ہے۔ اگر ان میں زبان کی چاشنی موجود ہے تو۔ یعنی یوں سمجھ لیجئے، ادب کے معنی سنوارنے اور خوبصورت بنانے کے ہیں۔ ہر مضمون ادبی ہے۔ اگر آپ اس کو ناظرین تک بنا سنوار کر پیش کرتے ہیں۔ جس طرح خوش پوشی اور خوش وضعی کوئی تقسیم نہیں ہے۔ بلکہ ہر انسان سے اس کی توقع رکھی جاتی ہے کہ وہ خوش پوش اور خوش وضع ہوگا۔ اسی طرح ہر نوع کے مضمون نگار سے یہ قدرتاً امید ہونی چاہئے کہ وہ سلیقے سے مضمون کو پیش کرے گا۔ اور ادبی محاسن کا اس میں خیال رکھے گا ؂

اس قسم کے رسالوں کو بغور پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ادبی سے مقصود ان کا یہ ہے۔ کہ اس میں کسی خاص موضوع کی پابندی نہیں ہے۔ یا اس کا کوئی نصب العین نہیں ہے۔ اس میں ہر طرح کے مضامین ہوسکتے ہیں۔ بلکہ زیادہ صحیح یہ ہے۔ کہ اس میں ادنےٰ درجے کے احساسات کو ابھارنے کے لئے مواد جمع کیا جاتا ہے۔ اس میں غزلیں نامفید افسانے اور اسی طرح کی دوسری چیزیں ہوتی ہیں۔ یعنی محض تفنّنِ طبع کے لئے بوقلموں دلچسپیوں کو جمع کرکے ادب کے نام سے پیش کر دیا جاتا ہے ؂

کیا اس قسم کا ادب زندہ رہ سکتا ہے۔ اور کیا یہ اردو کی خدمت ہے۔ کہ اس میں سب چیزیں اسی نوع کی بے مقصد نظم و نثر کا مجموعہ ہوں ؟

اللہ تعالےٰ کا شکر ہے۔ کہ بعض رسالوں نے اپنے اس نقص کو پہچان لیا ہے۔ اور اُن کے سامنے ایک مقصد ہے۔ اور وہ صرف ادبی نہیں ہیں۔ بلکہ ایسے ادبی ہیں۔ کہ قوم کے لئے تعمیری لائحہ عمل رکھتے ہیں۔ ان رسالوں میں **جامعہ** سب سے آگے ہے۔ اب کئی مہینوں سے اس میں نہایت بلند پایہ سیاسی اور معاشی مضامین شائع ہو رہے

ہیں۔ اور انہوں نے اُن تمام ادبی غلاظتوں سے رسالے کو پاک کر لیا ہے۔ جن کی وجہ سے روح معنویت کا دم گھٹتا ہے۔ اور جن کی وجہ سے رسالہ ادنٰے درجے کی بے کار چیز ہو کر رہ جاتا ہے ⁂

الحمد للہ کہ رسالہ حقیقتِ اسلام کو اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کرتے ہوئے چھ سال پورے ہو گئے اس طویل عرصہ میں رسالہ کبھی لیٹ یا ناغہ نہیں ہوا اور محاسن ظاہری کے علاوہ اس کا کوئی پرچہ بھی علمی معیار سے نیچے نہیں گرا۔ خدا کا شکر ہے کہ اس کے بلند پایہ مضامین کو ملک کے اکثر مذہبی رسالوں نے اپنے کالموں میں نقل کیا۔ اور اکثر اصحاب نے ان کے متعلق یہ مشورہ دیا۔ کہ انہیں کتابی شکل میں شائع کیا جائے۔ چنانچہ بعض مضامین کتابی شکل میں شائع ہو چکے ہیں۔ اور آئندہ بھی یہ سلسلہ جاری رہے گا ⁂

ناظرین سے یہ حقیقت مخفی نہیں ہے۔ کہ "حقیقتِ اسلام" کو تجارتی زاویۂ نگاہ سے نہیں چلایا گیا۔ اور نہ کبھی ایسا ہوگا (انشاء اللہ) اس لئے جب تک دردمند مسلمان اس رسالہ کی توسیع اشاعت کے لیے کوشش نہ کریں گے اس وقت تک یہ رسالہ برابر نقصان میں چلے گا۔ اگر رسالہ کے ناظرین اس کے وجود کو قوم کے لئے ضروری سمجھتے ہیں تو ان سے پرزور درخواست ہے۔ کہ وہ اپنے اپنے حلقہ ہائے اثر میں اس کی توسیع اشاعت کے لئے کوشش فرما کر عند اللہ ماجور ہوں ⁂

جولائی ۱۹۳۸ء میں (انشاء اللہ وبتوفیقہ) "حقیقتِ اسلام" کا سالنامہ شائع ہوگا۔ اس کے لئے ابھی سے تیاریاں شروع کر دی گئی ہیں۔ جو صاحب اس نمبر میں کوئی اعلیٰ پایہ کا علمی مذہبی یا تاریخی مضمون شائع فرمانا چاہیں۔ انہیں مطلع کیا جاتا ہے۔ کہ وہ مارچ ۱۹۳۸ء کے آخر تک اپنا مضمون دفتر میں بھیجدیں ⁂

اور ان لوگوں کی نماز بیت اللہ میں صرف سیٹیاں اور تالیاں بجانا ہی ہے پس انکو حکم دیا جاویگا کہ تم

جو کچھ کفر کی باتیں کیا کرتے تھے انکی سزا کا مزہ چکھو○ وہ لوگ جنہوں نے راہِ کفر اختیار کر

رکھی ہے اپنا روپیہ پیسہ اسواسطے خرچ کرتے ہیں۔ کہ لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکیں

اب تو وہ خرچ کرینگے مگر پھر انہیں اس پر حسرت ہو گی اور اسکے بعد وہ مغلوب ہو جائینگے

○ اور وہ لوگ جنہوں نے راہِ کفر اختیار کر رکھی ہے وہ جہنم کیطرف اکٹھے کر کے ہانکے جائینگے

تاکہ اللہ خبیث اور طیب کے درمیان تمیز پیدا کر دے پھر خبیث کو خبیث پر رکھے اور انکا

ایک جگہ ڈھیر لگا دے۔ پھر اس ڈھیر کو جہنم کے سپرد کر دے۔ یہی لوگ خسارہ اٹھانے

والے ہوں گے○ (اے پیغمبر!) ان لوگوں سے جنہوں نے راہِ کفر اختیار کر رکھی ۱۵۱

ہے۔ کہدو کہ اگر وہ (آیندہ کیلئے) باز آ گئے تو پچھلے گناہ معاف کر دئیے جائینگے اور اگر

وہ پہلی حالت میں لوٹ آئے تو پہلے لوگوں کے حالات گذر ہی چکے ہیں○ اور مسلمانو!

تم منکرانِ حق سے جنگ کرو تا آنکہ فتنے کا نام و نشان نہ رہے اور دین تمام تر اللہ ہی کا ہو جائے پس اگر

وہ لوگ رک گئے تو اللہ انکے اعمال کو دیکھنے والا ہے○ اور اگر انہوں نے پیٹھ

پھیر لی تو تم یقین کر لو کہ اللہ تمہارا کارساز ہے وہی سب سے اچھا کارساز اور وہی سب سے اچھا مددگار ہے

کے سامنے کام کرنا پڑیگا۔ حالانکہ اب لوگ کمانے ہیں اور ہم عیش اڑاتے ہیں۔ پھر یہ بات نہ ہو گی۔ پس ان لوگوں کا علاج یہی ہے کہ ان کو دنیا ہی میں ملیامیٹ کر کے رکھ دیا جائے اور پھر جب اس دنیا سے ان کا تعلق منقطع ہو جائے تو دوزخ میں لا کر ڈال دیا جائے۔ اسی طرح دنیا ہی میں ناپاک و پاک کی تمیز ہو جائے گی اور تمیز کیا۔ ناپاک کا خاتمہ ہی ہو جائے گا۔ اور یہ دو جہان میں وہ نقصان ہی نقصان میں رہینگے۔

۱۵۱ اس رکوع میں ارشاد ہوتا ہے۔ کہ جب تم دیکھ لو کہ اب دین کی مخالفت اس قدر بڑھ گئی ہے کہ تم تبلیغ حق کے لئے بوسے آزاد نہیں ہو تو پھر چاہئے کہ تم منکرینِ حق کو اعلان کر دو کہ دیکھو۔ یا تو بالکل خاموش رہو۔ اور ہمارے راستے میں کوئی مزاحمت نہ کرو۔ اور اگر تم باز نہیں آتے تو جو حال پہلے منکرین حق کا ہو چکا ہے۔ وہی تمہارا ہوگا۔ اسی الٹی میٹم کے بعد تم ان سے جنگ کرو۔ اور ایسی جنگ کرو کہ پھر کبھی فتنہ ابھرنے کا ڈر ہی نہ رہے۔ اگر وہ تعداد میں زیادہ ہوں۔ مال و دولت زیادہ رکھتے ہوں آلاتِ حرب و سلاحِ جنگ بھی انہیں پورا حاصل ہو۔ اور تم کمزور و ناتواں۔ تو بھی نہ ڈرو۔ اور یقین رکھو کہ۔

اَنَّ اللّٰهَ مَوْلٰىكُمْ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ۔ یعنی یہ کہ خدا ہی تمہارا کارساز ہے۔ اور وہ بہترین کارساز اور بہترین مددگار ہے ۔:۔ ۔:۔

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ
وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ اِنْ
كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ
يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿٤١﴾ اِذْ اَنْتُمْ
بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا وَهُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوٰى وَالرَّكْبُ
اَسْفَلَ مِنْكُمْ ؕ وَلَوْ تَوَاعَدْتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِي الْمِيْعٰدِ ۙ
وَلٰكِنْ لِّيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ۙ لِّيَهْلِكَ مَنْ
هَلَكَ عَنْۢ بَيِّنَةٍ وَّيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْۢ بَيِّنَةٍ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ
لَسَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿٤٢﴾ اِذْ يُرِيْكَهُمُ اللّٰهُ فِيْ مَنَامِكَ قَلِيْلًا ؕ وَلَوْ
اَرٰىكَهُمْ كَثِيْرًا لَّفَشِلْتُمْ وَلَتَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ
سَلَّمَ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿٤٣﴾ وَاِذْ يُرِيْكُمُوْهُمْ اِذِ
الْتَقَيْتُمْ فِيْٓ اَعْيُنِكُمْ قَلِيْلًا وَّيُقَلِّلُكُمْ فِيْٓ اَعْيُنِهِمْ لِيَقْضِيَ
اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿٤٤﴾ ع

اور جان لو کہ مالِ غنیمت میں سے جو کچھ تمہارے ہاتھ لگے اس میں سے پانچواں حصہ اللہ، رسول
(اور رسول کے) قریبی رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کا ہے اگر تم اللہ پر اور
اُس چیز پر ایمان رکھتے ہو جو ہم نے اپنے بندے پر فیصلہ کُن لڑائی کے دن جب دو جماعتیں باہم
مقابل ہوئی تھیں نازل فرمائی تھی اور اللہ کو ہر چیز پر قدرت حاصل ہے ○ (یہ وہ دن تھا
جب تم میدانِ جنگ کے) اس سرے پر تھے اور وہ دوسرے سرے پر اور قافلہ تم سے نیچے (کی جانب) تھا
اور اگر تم آپس میں کچھ ٹھان لیتے، تو جو کچھ ٹھانتے یقیناً اسکے برعکس پیش آتا
لیکن (جو کچھ درحقیقت وقوع پذیر ہوا وہ اس واسطے ہوا) کہ اللہ ایک ایسے کام کو جسے
وہ کرنا چاہتا تھا کر دے تاکہ جس کو مرنا ہے وہ قیامِ حجت کے بعد مرے اور جس کو جینا ہے وہ
قیامِ حجت کے بعد جیئے اور اللہ یقیناً ہر ایک بات سنتا ہے اور اسے ہر چیز کا علم ہے ○ یاد کرو جب عالمِ خواب
میں اللہ تمہیں انکی تعداد بہت کم دکھاتا تھا اور اگر تمہیں انکی کثرت دکھاتا تو تمہارے پاؤں پھسل جاتے اور تم اس امر میں
باہمی تنازع کرنے بیٹھ جاتے لیکن خدا نے تمہیں سلامت اس سے بچا لیا بیشک اسکو سینوں کی باتوں کا بھی علم ہے ○ اور جب تم
ایک دوسرے کے مقابلے پر آئے تو تمہاری آنکھوں میں اللہ نے انکو قلیل التعداد دکھایا اور انکی آنکھوں میں تمہیں
تھوڑا کر دکھایا تاکہ وہ کام جو ہونے والا ہی تھا اللہ اسے مکمل کر دے اور سب امور آخر کار اسی کیطرف پھر جاویں گے ○ ع

پارہ ۹ کے آخری رکوع میں مسلمانوں کے جہاد کی غرض بیان ہو چکی ہے [illegible] کہ کہیں عدم توسیع مقصد کی مصیبت میں گرفتار ہو کر مسلمان بھی کشتی تسلط [illegible] صاف الفاظ میں [illegible] امن قائم رکھنا اور انسانوں کو [illegible] وہاں فلاح [illegible] کہ جبتک تم دیکھو فتنے کا [illegible] ہوا یعنی تمہارا [illegible] کا دل [illegible] ابھی فتنہ و فساد کا [illegible] ان پر بیاں کیا ہے اگرچہ مالِ غنیمت کا [illegible] مقصد میں شامل نہیں [illegible] فتنہ تم بھی [illegible] ہو گے سنو اخمس [illegible] جو کچھ مالِ غنیمت تمہارا [illegible] میں آئے گا اس کا پانچواں حصہ اپنے امیرِ قوم کے سپرد کرو [illegible] سے کچھ تو [illegible] تقسیم کرے [illegible] نبوت میں سے ہونے اور [illegible] اور باقی یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کی امداد میں [illegible] کو ان میں سے ہر شخص کو کتنا حصہ دیا جائے یہ تمہارا کام نہیں بلکہ امیرِ قوم کا کام ہے۔ کہ وہ جسے مستحق خیال کرے دے اور جسے نہ مستحق سمجھے نہ دے۔ اسے یارانِ وطن ذرا اس اپنی مفلسی اور بے زری اور صحابہ کی دولتمندی کا مقابلہ کرو۔

مطلب
ابتدا میں تمام مسلمان اور خصوصاً بنو ہاشم اور عبد [illegible] جو مسلمان ہو گئے تھے بہت غریب تھے کیونکہ اگرچہ ان میں سے اکثر حضرات قبل از اسلام دولتمند تھے مگر مسلمان ہونے کے بعد ہوس پرست [illegible] اسلام کی راہ میں قربان کر دیا تھا اور ہجرت کے بعد مفلس تر [illegible] سمجھے جاتے تھے مگر جب حضرت عمرؓ کی خلافت کا زمانہ آیا اور [illegible] کو [illegible] تو بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب نے [illegible] مالِ خمس قبول کرنے سے انکار کر دیا [illegible] اس کی ضرورت نہ [illegible] اور یہاں ان میں [illegible] عشق [illegible] قوم [illegible] ارشاد ہے کہ مسلمانو مالِ غنیمت اگرچہ تمہارے لئے قوت [illegible] ہے۔ مگر تمہاری قوتِ بازو کسی دن تمہارے [illegible] بڑھ جائے اور تمہاری [illegible] یاد رکھو اگر تمہاری [illegible] تو تمہاری قلیل سی جماعت کو دشمن کی افواج [illegible] کامیابی نہ ہوتی [illegible] کے طور پر تمہیں مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ بے روک ٹوک ہماری راہ میں امیرِ قوم کے سپرد کرنا ہوگا۔ دیکھ لو بدر کا واقعہ تمہاری تاریخ میں ایک ایسی عظیم الشان اہمیت رکھتا ہے کہ اگر اس دن [illegible]

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا
اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۚ ﴿٤٥﴾ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ
وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا ؕ اِنَّ
اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۚ ﴿٤٦﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ
دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَّرِئَآءَ النَّاسِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ
اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴿٤٧﴾ وَاِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ
اَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَاِنِّيْ
جَارٌ لَّكُمْ ۚ فَلَمَّا تَرَآءَتِ الْفِئَتٰنِ نَكَصَ عَلٰى عَقِبَيْهِ وَ
قَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكُمْ اِنِّيْۤ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ اِنِّيْۤ اَخَافُ
اللّٰهَ ؕ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿٤٨﴾ ع اِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ
وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ غَرَّ هٰۤؤُلَآءِ دِيْنُهُمْ ؕ وَمَنْ
يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿٤٩﴾ وَلَوْ تَرٰۤى اِذْ
يَتَوَفَّى الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَ

ف۱۴۲
اے وہ لوگو! جو ایمان لے آئے ہو جب تم کسی گروہ کے مقابلہ پر آؤ۔ تو ثابت قدم رہو اور اللہ کو بہت
بہت یاد کرو۔ تاکہ تمہیں کامیابی حاصل ہو○ اور اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت کیا کرو
اور آپس میں تنازع نہ کرو۔ ورنہ تمہارے پاؤں پھسل جائینگے اور تمہاری ہوا اُکھڑ جائیگی اور
(مصائب کو) صبر سے جھیلو (یاد رکھو کہ) اللہ صبر کرنیوالوں کے ساتھ ہے○ اور اُن لوگوں کی مانند نہ ہو جو اپنے
گھروں سے سرکشی اور خود نمائی کے خیال سے نکلے اور اللہ کی راہ سے لوگوں کو روکتے تھے
اور اللہ کو اِن سب باتوں کا علم ہے جو وہ کرتے ہیں○ اور (یاد کرو کہ) جب شیطان نے انکے
اعمال کو انکی آنکھوں میں خوشنما کر کے دکھایا۔ اور کہا کہ کوئی انسان آج تم پر غالب نہیں آسکتا اور
میں تمہارے ساتھ ہوں۔ مگر جب دونو گروہ مقابل ہوئے تو (وہ) اُلٹے پاؤں پیچھے کو بھاگ
گیا۔ اور کہا کہ میں تم سے بری الذمہ ہوں۔ جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں۔ تم نہیں دیکھ سکتے
بیشک میں خدا سے ڈرتا ہوں اور اللہ سخت سزا دینے والا ہے○ ع ف۱۴۳ (یاد کرو) جب منافق اور وہ لوگ
جن کے دلوں میں مرض تھا۔ کہتے تھے کہ ان لوگوں کو ان کے دین نے دھوکے میں ڈال رکھا ہے
حالانکہ جو شخص اللہ پر بھروسہ رکھے تو اللہ اس کیلئے (یقیناً) عزیز و حکیم ہے○ اور کبھی تم اُس وقت دیکھو جب
فرشتے اُن لوگوں کی روحیں قبض کرتے ہیں جنہوں نے وطیرہ کفر اختیار کر رکھا تھا۔ وہ انکے چہروں پر اور انکی پیٹھوں پر

تمہارے بے سر و سامان ۳۱۳ آدمیوں کو دشمن کے مسلح اور
آزمودہ جنگ ایک ہزار سپاہیوں پر ایک نمایاں اور
فیصلہ کن فتح نہ دی جاتی۔ تو یہی تمہارا خاتمہ ہوگا
تمہارے حوصلے بڑھانے کیلئے کہ دشمن تمہاری نظروں
میں بالکل حقیر اور قلیل التعداد دکھائی دینے لگا اسکے علاوہ ہم
نے اپنے نبی کو خواب میں بھی اس جنگ کا انجام دکھا دیا تاکہ تم
کو اسکے ذریعہ سے تمہیں بھی اطمینان قلب حاصل ہو جائے اگر
کہیں دل ہی نہ ہار دو۔ مسلمانو ان باتوں کو کبھی نہ بھولو کہ دینی
جنگ کا مقصد محض امن و امان کا قائم رکھنا اور انسانی بد
کی روک تھام ہے۔ کبھی ملک و دولت کی حرص کبھی پیدا نہ ہو
خود آگے ہی اور تمہارا قدم جیسے آگے بڑھے گا اس سے پیچھے دوڑ کے تو
کبھی تمہارے ہاتھ آئیگی۔ انجام خیر اور ذلت آمیز کو کبھی نہ
بھولو۔ کہ تمہیں ایک دن اپنے کئے کا حساب دینا
ہے دیکھنا کہیں اس دن ذلت نہ اٹھانی پڑے۔
ف۱۴۲ اس رکوع میں فرمایا ہے کہ مسلمانوں کو باہمی
جھگڑوں، خود بینیوں اور نفس پرستیوں سے برطرف بازرہنا
چاہیئے اور ارشاد کیا کہ اگر تمہیں چار و ناچار دشمن کا مقابلہ
کرنا ہی پڑے تو ڈٹ کر کرو۔ ہمیشہ ثابت قدمی اور
استقلال سے کام لو۔ اور صبر و ضبط کو یاد رکھو گے تو
کیا تو دشمن پر فتح پاؤ گے۔ اور خاص حیات میں یہی کامیاب
ہوگے۔ ستوا کار اور یک جہتی قائم رکھنے کے لئے ضروری
ہے کہ تم آپس میں کبھی تنازع نہ کرو۔ اگر تم میں پھوٹ پڑ
گئی تو تمہارے پاؤں پھسل جائینگے اور ہوا اکھڑ جائے گی۔
یاد رکھو کہ دشمن کے مقابلے میں اور کیا امن و امان کے وقت
تمہیں چاہیئے کہ صبر سے کام لو کیونکہ خدا وند ہی میں
وہی لوگ مستحق تائید سمجھے جاتے ہیں کہ جو صاحب استقلال
اور صبر سے کام لینے والے ہوں خبردار مسلمانو تمہارے اندر نفس
پرستی خود بینی اور خود غرضی کا کوئی شائبہ پیدا نہ ہو ورنہ
تم بھی تباہ شدہ قوموں کی مانند ظاہری ٹھاٹھ باٹ پر آتر
آؤ گے۔ پھر تمہارے جسقدر بھی کام ہونگے ان میں ریا کاری ظاہر
داری اور نخوت و تکبر کی ملاوٹ ہوگی۔ خلوص اور للہیت
اٹھ جائیگی۔ اور وہ شاندار نتائج مرتب نہ ہو سکیں گے جو خلوص
و للہیت ہی کے طفیل اے اعتبار ہیں۔ اگر تم اس بات کو
نہ بھولو کہ خدا تمہارے ہر کام سے دلوں کے بھید سے اور
تمہارے خلوص و ریا سے پوری طرح باخبر ہے تم کبھی راہ راست
سے نہ بھٹکو گے۔ یاد رکھو لوگوں کے وسوسوں اور شیطانی
انگیختوں کا شکار نہ بننا جو دیکھو خدائی احکام کی روشنی
میں دیکھو۔ ورنہ اگر اپنی قیاس آرائیوں میں الجھ جاؤ گے تو تمہارا
ہوگا جو ان شکست خوردہ اور تباہ شدہ اقوام عالم کا ہوا جنہیں
تم نے پچھاڑا ہے خوب یاد رکھو کہ نافرمانوں کے لئے بہت سخت
سزائیں مقرر ہیں جن میں کوئی رو رعایت نہ ہوگی۔
ف۱۴۳ اس رکوع میں ایک اور بات بتائی گئی ہے
جس سے مسلمانوں کو کلی اجتناب چاہیئے۔ وہ جس طرح
کفر و ریا نخوت و غرور اور خود بینی اور خود رائی شکست و ہزیمت
کا باعث بن سکتے ہیں اسی طرح ریا اور منافقت بھی تباہی کا موجب
بن سکتا ہے۔ فرمایا کہ مسلمانو تمہاری زبان پر
وہی کچھ آنا چاہیئے ۔ جو

أَدْبَارَهُمْ ج وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿٥٠﴾ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ
أَيْدِيْكُمْ وَأَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿٥١﴾ لا كَدَأْبِ اٰلِ
فِرْعَوْنَ لا وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ط كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَأَخَذَهُمُ
اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ط إِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿٥٢﴾ ذٰلِكَ
بِأَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً أَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ حَتّٰى
يُغَيِّرُوْا مَا بِأَنْفُسِهِمْ لا وَأَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿٥٣﴾ لا كَدَأْبِ
اٰلِ فِرْعَوْنَ لا وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ط كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ
فَأَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَأَغْرَقْنَا اٰلَ فِرْعَوْنَ ج وَكُلٌّ
كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ﴿٥٤﴾ إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِنْدَ اللّٰهِ الَّذِيْنَ
كَفَرُوْا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿٥٥﴾ صلے ج الَّذِيْنَ عٰهَدْتَّ مِنْهُمْ ثُمَّ
يَنْقُضُوْنَ عَهْدَهُمْ فِيْ كُلِّ مَرَّةٍ وَّهُمْ لَا يَتَّقُوْنَ ﴿٥٦﴾ فَإِمَّا
تَثْقَفَنَّهُمْ فِي الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِمْ مَّنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ
يَذَّكَّرُوْنَ ﴿٥٧﴾ وَإِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْۢبِذْ

مارتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آتشِ سوزاں کے عذاب کا مزہ چکھو ○ یہ سزائیں اُن افعال کی بنا پر
ہیں جو تم نے کئے اور یاد رکھو کہ اللہ اپنے بندوں پر ظلم ہرگز نہیں کرتا ○ مثلاً آلِ فرعون کی حالت
دیکھو اور ان لوگوں کی حالت کو جو اُن سے پہلے تھے انہوں نے اللہ کے احکام ماننے سے انکار کر
دیا پس اللہ نے انکو گناہوں کی سزا دی بیشک اللہ بڑا طاقتور اور سخت عذاب کرنے والا ہے ○ یہ اسواسطے
کہ اللہ اپنے اس انعام کو جو اس نے کسی قوم پر کیا اسوقت تک تبدیل نہیں کیا کرتا جبتک کہ وہ قوم خود
اپنے اعمال کو تبدیل نہ کرلے اور یاد رکھو کہ اللہ (ہر بات) سنتا ہے (اور ہر چیز) اسکو علم ہے ○ مثلاً آلِ فرعون
کی حالت دیکھو اور اُن لوگوں کی حالت کو جو اُن سے پہلے تھے انہوں نے اپنے رب کے احکام کو جھوٹا
خیال کیا۔ پس ہم نے اُن کے گناہوں کی وجہ سے انکو ہلاک کر دیا اور ہم نے آلِ فرعون کو غرقِ آب
کر دیا اور وہ سب کے سب ظالم تھے ○ بیشک اللہ کے نزدیک وہ لوگ جنہوں نے راہِ کفر اختیار کی۔ بدترین
حیوانات ہیں پس وہ کبھی ایمان نہیں لائینگے ○ یعنی وہ لوگ جن سے تُو نے معاہدہ کیا ہے۔ پھر
ہر مرتبہ وہ اپنے معاہدہ کو توڑ ڈالتے ہیں اور مطلق نہیں ڈرتے ○ پس اگر تُو میدانِ جنگ
میں اُن کو اپنے قابو میں کر لے تو انکی بے بسی کی حالت دکھا کر جو انکے پیچھے ہیں انکو بھگا دے
تاکہ وہ (اس امر سے) نصیحت حاصل کریں ○ اور اگر تُو کسی قوم کی معاہدہ شکنی سے ڈرتا ہو تو تُو انہیں کی طرح

دل کی گہرائیوں میں پنہاں ہو۔ کبھی نفاق و منافقت
کے قریب تک نہ پھٹکنا اور زبانِ حال و قال سے
ہمیشہ یہی کہتے رہنا کہ خدایا تو ہی ہمارا کارساز ہے۔
اور حقیقت تو یہی غالب و عزت کرنے اور حکمت و دانائی
سکھانے والا ہے تو ہی ہمارا مددگار ہے۔ مسلمانو!
یاد رکھو کہ منافقوں کے لئے بھی وہی سزائیں مقرر ہیں
جو مشرکوں کافروں کے لئے۔ منافقوں کو بھی آتشِ سوزاں
کی لپیٹ کا اسی طرح شکار بننا ہوگا جس طرح کافروں
کو۔ سنو! فرعون اور اس کی ذریت نے ہمیشہ کفر و نفاق
سے کام لیا۔ مگر انجام اچھا نہ ہوا۔ آخرت کی سزاؤں
کے علاوہ دنیا میں بھی وہ ذلیل ترین سزاؤں کے مستحق
ہیں۔ آج لاکھ ڈھونڈئے۔ کہیں انکے آثارِ باقیہ
کا کوئی پتہ نہیں چلتا کیا اس سے بڑھ کر بھی کوئی سزا
ہو سکتی ہے؟ مسلمانو! ہمارے اس اصول کو ہمیشہ یاد رکھو
ہم کبھی کسی قوم کو جسے ہم نے خود بنایا ہو۔ بے گناہوں
تباہ نہیں کرتے تاوقتیکہ وہ قوم از خود تباہی کے اصول
کو اختیار کر کے تباہ ہو جائے۔ مثلاً ہم نے فراعنۂ مصر
کو اپنی تمام نعمتیں عطا کیں۔ مگر کچھ عرصہ ان سے فائدہ
اٹھا کر انہوں نے نافرمانی گنہگاری کے طریقے اختیار
کر لیئے۔
نتیجۃً ہم نے ان سے اپنی تمام نعمتیں چھین لیں اور
نسل کی نسل غرقِ آب کر کے رکھ دی۔ دیکھو
انہوں نے خود وطیرۂ ظلم و شرک اختیار کیا تھا۔
اس لئے وہ تباہ ہوئے۔ ورنہ ہم نہیں چاہتے
کہ کسی کو بلا وجہ تباہ کریں۔
مسلمانو! وہ لوگ جنہیں تم کافر کہہ کر پکارتے ہو
یعنی وہ جو ہم پر ایمان نہیں لاتے۔ ہماری فرمانبرداری
نہیں کرتے وہ تو حقیقتاً چوپایوں سے
زیادہ جاہل و شریر واقع ہوئے ہیں۔ ان کو ہمارا
ڈر نہیں لہذا وہ عہد و پیماں کا کوئی پاس نہیں
رکھتے۔ اور ہر ممکن طریقے سے اوچھے ہتھیار
استعمال کر کے ملک اور ملت کی جڑ پر کلہاڑا رکھتے ہیں
اس کے بعد ارشاد ہوتا ہے کہ مسلمانو! جب
تم دیکھو مخالفین و منکرینِ حق تمہارے ساتھ
برسرِ پیکار ہیں تو اگر ان میں سے تم کسی جماعت یا گروہ
پر قابو حاصل کر لو۔ تو انہیں عبرتناک سزا دو۔ تاکہ
ان کے ذریعے دوسرے نصیحت حاصل کریں۔ اور
مخالفوں کے حوصلے پست ہو جائیں اور وہ تمہارے
مقابلہ پر آسانی سے نہ اکھڑے ہوں۔ اور اگر
کوئی معاہد قوم یا معاہدہ جو اس نے تم سے
کر رکھا ہے۔ توڑ دے تو تم بھی اسی طرح معاہدہ
توڑ دو۔ اور ڈٹ کر مقابلہ کرو۔ اور ہمیشہ اس
بات کو یاد رکھو کہ اللہ ہر قسم کی خیانت کو خواہ وہ
مالی ہو یا اخلاقی سخت بُرا جانتا ہے۔

إِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍ ۚ إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَآئِنِيْنَ ﴿۵۸﴾ وَلَا
يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَبَقُوْا ۚ إِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَ
أَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ
تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ
لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ ۚ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ
سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ﴿۶۰﴾ وَإِنْ
جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۚ إِنَّهٗ هُوَ
السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۶۱﴾ وَإِنْ يُّرِيْدُوْا أَنْ يَّخْدَعُوْكَ فَإِنَّ
حَسْبَكَ اللّٰهُ ۚ هُوَ الَّذِيْٓ أَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۲﴾
وَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ ۚ لَوْ أَنْفَقْتَ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيْعًا
مَّآ أَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ أَلَّفَ بَيْنَهُمْ ۚ إِنَّهٗ عَزِيْزٌ
حَكِيْمٌ ﴿۶۳﴾ يٰٓأَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ
مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۴﴾ يٰٓأَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى

اسلامی زندگی

گذشتہ سے پیوستہ

(۱۲)

حضرت شعیب علیہ السلام

اب دو ڈھائی صدی آگے بڑھو۔ یہ زمانہ ہے منوچہر شاہ ایران کے دورِ حکومت کا، اور مسیح سے تقریباً ۱۶۰۰ برس پہلے کا۔ پھر مڑو عرب کے گوشۂ شمال و مغرب کی طرف، اور آؤ بحرِ قلزم کی مغربی شاخ، اور شاخ کے مشرقی ساحل پر ——— وہ دیکھو! ——— کوہِ سینا، اور اُس کے اطراف کا بیابان نظر آرہا ہے۔ اس پہاڑ کے شمال میں کسی قدر جانب مغرب کو ہٹی ہوئی وہ ——— ایک بستی دکھائی دیتی ہے۔ اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے مدین کی اولاد رہتی ہے، جو قطورۂ کنعانیہ کے بطن سے تھے۔ یہ بستی انہی کے نام سے منسوب، اور مدین کہلاتی ہے۔ اس کے پاس ہی وہ ——— ایک گاؤں ہے، گنجان درختوں سے گھرا ہوا، وہ ——— جس کی زمینوں کو کنوؤں سے پانی دیا جارہا، اور درختوں کو سینچا جارہا ہے۔ اس گاؤں کا نام ایکہ ہے۔ بڑی شریر بستی ہے، فسادی اور فتنہ پرداز۔ ابجد، ہوز، حطی، کلمن، سعفص، قرشت، نام کے بادشاہ یہیں ہوئے ہیں۔ یہ دور ہے کلمن بادشاہ کی حکومت کا اس عہد کے لوگ مذہبِ حنیف کو نسیاً منسیاً کر چکے ہیں۔ حیّ و قیوم کی ذاتِ احدیت کو چھوڑ چکے، اندھے نپٹ اور بہرے چھنڈ، بے حس اور بے ارادہ بتوں کو پوجنے لگے ہیں۔ اُن کی بے معنی سنگین حضوری میں سروں کو ٹیکتے۔ جائز ناجائز اور حلال حرام ہر قسم کی مرادیں مانگتے ہیں، نہ توحید پر قائم، نہ حشر نشر کے قائل، لوٹ مار، چوری اور غارت گری انکا ذریعۂ معاش ہے۔ راستوں پر بیٹھ جاتے ہیں۔ راہ چلتے مسافروں کو ڈراتے ستاتے، اور جو کچھ ان کے پاس ہو لوٹ لیتے ہیں، کم ناپتے اور کم تولتے ہیں، معاملات میں دغا اور خیانت کرتے ہیں۔ لین دین میں مکر و فریب سے کام لیتے ہیں۔ شمیر اور عمران ان کے مندروں کے دو پوجاری ہیں۔ مذہب کی باگ ڈور انہی کے ہاتھوں میں ہے۔

یہ میری اولاد ہے، اولاد آدم، اور یہ خانوادۂ خلقت کے بدنام کنندہ نکو نامے چند، نفس کے فریب میں آئے ہوئے، ابلیس لعین کے بہکائے ہوئے، سدا بہار باغ کو حاصل کرنے کی وہ شرط فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ

عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ٥ اور ان کی یہ کرتوتیں اور یہ پھن، باغبانِ حقیقی نے اپنا وعدہ پورا کیا، ہر گمراہ قوم اور ہر سرکش ملت میں، اس نے مدین اور ایکہ کے نافرمان بندوں کو بھی فراموش نہیں کیا، رسول بھیجے، پیغمبر مبعوث کئے، اُنہوں نے سدا بہار باغ کی یاد دلائی، حق وصداقت کی راہ دکھائی، لیکن کیا ہوا ؟ :-

كَذَّبَ أَصْحَابُ الْئَيْكَةِ الْمُرْسَلِيْنَ ٥

بن کے رہنے والوں نے پیغمبروں کو جھٹلا دیا۔

اب اُن کا آخری پیغمبر آچکا ہے۔ وہ دیکھو! ——— مدین کا ایک بزرگ، نسلِ ابراہیمی کا فرزند شعیبؑ اپنی قوم سے کہہ رہا ہے :-

اَلَا تَتَّقُوْنَ ٥ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ٥ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ٥ وَمَا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ٥

"کیا تم نہیں ڈرتے ؟ میں تمہارا پیغمبر ہوں، امانت دار، اللہ سے ڈرو، میرا کہا مانو! میری جدّ و جہد کا اجر پروردگار عالم دے گا، تم سے کچھ نہیں مانگتا۔"

قوم دریافت کرتی ہے :-

"کس بات سے ڈراتے ہو ؟ اور کیا منواتے ہو ؟"

شعیب ہے پیغمبر، اور پیغمبر ہوتا ہے حکیمِ اُمت تشخیص کا ہاتھ قوم کی نبض پر، دیکھا کہ :-

۱۔ قوم مشرک ہے ——— اُسے تعلیم توحید کی ضرورت ہے۔

۲۔ قوم منکرِ قیامت ہے ——— حشر و نشر پر اُس کا ایمان لانا ضروری

۳۔ قوم خائن اور غارتگر ہے ——— اصلاحِ معاش کی محتاج

ان خرابیوں کو سامنے رکھتے ہوئے پیغمبر جواب میں فرماتے ہیں :-

يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَارْجُوا الْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ٥

"لوگو! اللہ کی عبادت کرو۔ روزِ آخرت کی امید رکھو۔ اور مُلک میں فساد پھیلاتے نہ پھرو۔"

خدائے واحد کی طرف بلاتے ہیں، اور کھلے طور پر وحدانیت کی تعلیم دیتے ہیں :-

يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ٥

"لوگو! خدا ہی کو پُوجو! اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔"

اصلاحِ معاش کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور فرماتے ہیں :-

" بھائیو! یہ کیا؟ کم ناپتے ہو؟ اور کم تولتے ہو؟ خدا کا واضح فرمان آچکا، پورا ناپو اور پورا تولو! خریداروں کو نقصان میں نہ رکھو، ایماندار ہو تو بھلائی اسی میں ہے، نفع وہ ہی خیر و برکت کا ہے، جو تجارت میں بچ رہے "

سرکش قوم ان باتوں کا کیا جواب دیتی ہے؟ ——— وہ کہتی ہے :-

" شعیبؑ! کیا یہ تمہاری نماز نے حکم دیا ہے، کہ ہم اپنے باپ دادا کے بُتوں کو چھوڑ دیں، اور اپنے مال میں جس طرح کا تصرف کرنا چاہیں نہ کریں، جی ہاں! ایک تم ہی تو معاملے کے نرم اور راستباز رہ گئے "

شعیبؑ - مَیں تو پروردگار کے راستے پہ ہوں، واضح اور روشن راہ پر، وہ مجھے حق حلال کی روزی دیتا ہے، اپنی مہربانی سے - تم چاہتے ہو؟ حرام کمائی کھانے لگوں؟ تمہاری طرح - جس کام سے تمہیں روکتا ہوں اُسے خود کرنے لگوں! کبھی نہیں، اصلاحِ قوم میرا مقصد، کامیابی خدا کے ہاتھ، اسی پر بھروسا اور اُسی کی جانب رجوع ٭

قوم - نہیں معلوم کیا کہتے ہو؟ تمہاری بہت سی باتیں تو ہماری سمجھ میں ہی نہیں آتیں ٭

شعیبؑ - سیدھی سادی باتیں ہیں، خدا سے ڈراتا ہوں، جس نے تمہیں پیدا کیا، اور اگلی مخلوق کو بھی پیدا کیا ٭

قوم - تم پر تو شعیب! کسی نے جادو کر دیا ہے، ہمارے جیسے تو آدمی - اور باتیں اللہ میاں کے یہاں کی - جھوٹے ہمارے نزدیک بالکل جھوٹے ٭

شعیبؑ - بھائیو! میری ضد میں ایسا جُرم نہ کر بیٹھیو! جس کی پاداش میں تم پر بھی ویسی ہی مصیبت نہ آن پڑے جیسی نوحؑ، ہودؑ اور صالحؑ کی قوموں پر آچکی ہے، اور دیکھو! قومِ لوطؑ کے کھنڈر بھی تم سے دور نہیں، عبرت پکڑو - پروردگار سے گناہوں کی معافی چاہو، آئندہ کے لئے توبہ کرو، میرا پروردگار، یقین جانو بڑا ہی مہربان اور بہت ہی محبت کرنیوالا ہے ٭

قوم - تم ہم میں کمزور اور بودے آدمی، بے حیثیت اور بے قوت، برادری کے سوا اور تمہارا کسی طرح کا دباؤ ہم پر نہیں - برادری کا خیال نہ ہوتا تو کبھی کے سنگسار کئے جا چکے ہوتے "

شعیبؑ - برادری کا دباؤ اور اللہ سے بڑھ کر؟ خدا کو پس پُشت ڈال دیا؟ ——— ڈرو! وہ تمہاری کرتوتوں سے خوب آگاہ ہے ٭

جتنا سمجھایا جاتا ہے، خودسری بڑھتی ہی جاتی ہے - راستوں پہ بیٹھے ہیں - اور آنے جانے والوں سے کہہ رہے ہیں " شعیبؑ کے پاس نہ جانا، جاؤ بھی تو اُس کے کہے میں نہ آنا "

اُن کے اس رویے پر شعیبؑ فرماتے ہیں :-

" بھائیو ! راہِ حق سے روکتے ہو ؟ راہِ خدا میں کجی پیدا کرتے ہو ؟ ایسا نہ کرو ! احسان فراموش نہ بنو ! یاد نہیں جو تم گنتی میں کتنے تھے ، خدا نے برکت دی ، نسل بڑھی چڑھی ، پھلی پھولی ، اب تم اتنے ہو گئے ، گروہِ کثیر ، جم غفیر — خبر نہیں ؟ مفسدوں کا کیا انجام ہوا کیا ہے ؟ —— سنو ! میں ایک شریعت لایا ہوں ، قانونِ زندگی ، اگر ایک گروہ نے قبول کر لیا ، اور دوسرے نے انکار کر دیا ، تو ٹھہرو ! اور انتظار کرو اُس فیصلے کا جو ہم میں اور تم میں کیا جانے والا ہے "

شعیبؑ کی اس تقریر پر قوم کے خود سر بولے :-

" دیکھو ! شعیبؑ !! زیادہ بکواس کی ضرورت نہیں ، یا تو سیدھی اُنگلیوں ہمارے مذہب میں لوٹ آؤ ، نہیں تو تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو اپنی بستی سے نکال باہر کر دیا جائے گا "

شعیبؑ نے فرمایا :-

" تمہارے مذہب میں اور ہم داخل ہو جائیں ؟ چاہے نفرت ہی ہو ؟ خدا نے تو غلط راہ سے بچایا - ہم اُسے اختیار کر لیں ؟ یہ خدا پر جھوٹ بہتان نہیں تو کیا ہے ؟ یوں خدا کی جو مشیت ہو - اس کا علم وسیع ہے - اور اسی پر ہمیں بھروسا ہے "

شعیبؑ کے ہاتھ دُعا کے لئے اُٹھ جاتے ہیں :-

" پروردگار ! ہم میں اور قوم میں جھگڑا آپڑا ہے ، تو اس کا حق حق فیصلہ کر دے - تُو ہی بہتر فیصلہ کرنیوالا ہے "

جاہل قوم ، اکھڑ سردار ، دلوں پہ مہریں ، آنکھوں پر پردہ ، کان صدائے حق سُننے سے معذور ، خدا کا خوف نہ قیامت کا اندیشہ ، سر پھرے اور منہ زور ، جو زبان پر آیا بک دیا ، اور جو مَن میں سمایا کر گزرے ، شعیبؑ سمجھاتے ہیں ، وہ اُلٹا جواب دیتے ہیں ، شعیبؑ خیر خواہی کرتے ہیں ، وہ بد خواہی سے پیش آتے ہیں - ضد اور ہٹ کی انتہا ہو جاتی ہے ، شعیبؑ بارگاہِ ربّ العزّت کی طرف متوجہ ہوتے ہیں ، قوم کی نافرمانیوں کی فریاد کرتے ہیں - سرکشانِ قوم ، قوم سے مخاطب ہوتے ہیں ، اور شعیبؑ کو جلانے کی نیت سے کہتے ہیں :-

" شعیبؑ کے کہے پر چلے تو برباد ہو کر رہو گے "

خود سرانِ قوم کے یہ الفاظ ، ہمت رُبا اور حوصلہ شکن ، شعیبؑ کے قلب پر بے بسی کا عالم ، وہ مایوس ہو جاتے ہیں - اور قدرت کی جانب سے بالآخر یہ کہنے پر مجبور :-

" نہیں مانتے ہو ، تو جاؤ ، تم جانو اور تمہارا کام ، چند روز کے بعد معلوم ہو جائے گا کہ رسوا کن عذاب کس پر نازل ہوتا

ہے اور کون جھوٹا ہے، تم بھی انتظار کرو، میں بھی منتظر ہوں "

پیغمبرؑ کے ان لفظوں میں ایک خوف ہے اور ایک دہشت، مگر قوم ہے کوڑ مغز اور کور دل، بجائے اس کے ... دش پکڑتی، سوچتی اور سمجھتی آتش غضب بھڑکی، اور رہے سہے ہوش بھی کھو دئے، وہ تمرد و سرکشی میں مستانی ہوئی کہتی ہے :-

"ہاں ہاں! لے آؤ عذاب اگر سچے ہو، ڈھیم[1] برساؤ ہم پر آسمان سے ڈھیم"

پیغمبرؑ مایوس، حجت پوری نتیجہ یہ کہ ایک روز آتشیں مادے کے گرم بخارات زمین سے نکلے، اور آن کی ... ن میں دھوئیں کا ایک بادل، سائبان کی طرح آسمان پر چھایا ہوا۔ قوم کے ایک شخص عمرو بن جلہم کی نگاہ اوپر اٹھی، سمجھ گیا، اور بے ساختہ اس کی زبان سے یہ اشعار نکل گئے ؎

يَا قَوْمِ إِنَّ شُعَيْبًا مُرْسَلٌ فَذَرُوْا عَنْكُمْ شُمَيْرًا وَعِمْرَانَ بْنَ شَدَّادِ

میری قوم! شعیبؑ خدا کا فرستادہ ہے۔ تم شمیرؔ اور عمران بن شداد کے کہنے میں نہ آؤ، انہیں چھوڑ دو۔

إِنِّي أَرٰى غَيْمَةً يَا قَوْمِ قَدْ طَلَعَتْ تَدْعُوْا بِصَوْتٍ عَلٰى حَتَّانَةِ الْوَادِيْ

میں ایک بدلی کو چڑھتے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔ وہ وادی کی رونے والیوں کو بلا رہی ہے۔

فَإِنَّهُ لَنْ يُّرٰى فِيْهَا ضَحَاءَ غَدًا إِلَّا الرَّقِيْمُ يَمْشِيْ بَيْنَ أَنْجَادِ

کل سورج چڑھے رقیم کُتّے کے سوا اور کوئی چلتا پھرتا نظر نہ آئے گا۔

ادھر ابر دُخانی کی شعلہ بار گرمی نے دلوں کو کباب کرنا شروع کیا، اُدھر زلزلے کا ایک شدید جھٹکا ہوا، اور ساتھ ہی ایک ہیبت ناک اور جگر پاش آواز، سینوں میں دل دہل گئے، اور لوگ اوندھے مُنہ گر گر زمین کو پکڑنے اور مُنہ چھپانے لگے۔ فضا میں چھائے ہوئے دخانِ آتشیں سے بجلی گری اور سب کو ہلاک کر گئی۔

فَأَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ إِنَّهُ كَانَ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ

ان کو سائبان کے عذاب نے آلیا۔ بلاشبہ یہ سخت دن کا عذاب تھا۔

شعیبؑ اور اُن کے متبعین کو خدا نے محفوظ رکھا۔ دیکھا کہ مکانوں میں، بالاخانوں پر، گلی کوچوں میں، رستوں پر لاشے پر لاشے اور سب کے سب اوندھے منہ، گھر اُجاڑ اور ویران، گویا ان میں کبھی کوئی بسا ہی نہ تھا۔ شعیبؑ مُردوں سے مخاطب ہوئے، اور حسرت و تاسّف کی زبان سے کہا :-

[1] ڈھیم بڑے بڑے ڈھیلوں کو کہتے ہیں۔

يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ فَكَيْفَ اٰسٰى عَلٰى قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ ۝

"بھائیو! میں نے تو تمہیں اپنے پروردگار کے احکام پہنچا دئے تھے۔ اور تمہاری خیر خواہی کرتا رہا۔ لیکن تم نے نہ مانا۔ ایسی منکر قوم پر اب میں کیسے افسوس کروں"۔

(۱۲)

حضرت موسےٰؑ

مدین میں شعیبؑ کا عہد نبوت، ایران میں منوچہر کا زمانہ سلطنت، اور بنی اسرائیل کو مصر آئے چار صدیوں کے قریب، آؤ! اور دیکھو! کہ اب اُن کا کیا حال ہے۔ اور وہ کس خیال میں ہیں ——— عہد یوسفی کے فرعون نے تو اُن کی بڑی آؤ بھگت کی تھی، جاہ و اقتدار کا دور تھا، امن و عیش کی زندگی ——— یوسفؑ کا وصال ہوگیا، فرعون کا انتقال ——— اسرائیلیوں کی نسل بڑھی، اور خوب بڑھی، پروان چڑھی اور خوب چڑھی، دہائیوں سے سیکڑے ہوئے سیکڑوں سے ہزاروں، اور ہزاروں سے گزر کر لاکھ سے بھی بڑھ گئے، بڑھے اور اپنی کثرت پر نازاں، کمزوروں پر دست تعدی دراز، معاصی میں مبتلا، بھلائی سے کام نہ بُرائی سے پرہیز، آئے تھے پیغمبر بن کر اور رہنمائی کی شان سے اب خود رہنمائی کے محتاج، اور ان کے لئے پیغمبر کی ضرورت، انہوں نے خدا کو چھوڑا، خدا نے ان کو چھوڑ دیا۔ نافرمانیوں کی سزا، اور قبطی ان پر مسلط امنوافیس دوم نام کا فرعون برسر حکومت، ہامان اس کا وزیر، دونوں سرکش، اور سرپھرے مفسدہ پرداز اور فتنہ انگیز، ہامان نے بُت پرستی کی بنیاد ڈالی، فرعون نے خدائی کا دعویٰ کیا، قبطیوں کو بڑھایا، اسرائیلیوں کو گھٹایا، آلِ یعقوبؑ سے بغض و عداوت، اُن کی بڑھتی ہوئی نسل سے خوف و ہراس، اور سلطنت پر قابض ہو جانے کا اندیشہ، چاہا کہ بنی اسرائیل کے ملکی اقتدار کو ختم کر دیا جائے، اور کسی وقت میں بھی سر اٹھانے کے قابل نہ چھوڑا جائے ——— اُس نے باشندگانِ مصر کو مختلف گروہوں پر تقسیم کیا۔ اور ہر گروہ کو ایک ایک خدمت پر مامور، ——— قبطیوں کے لئے معزز عہدے، مقتدر مناصب، اونچے پیمانے کی تجارت، ——— اور بنی اسرائیل کے لئے میلے کچیلے پیشے غلامانہ بیگار، محنت و ذلت کے کام، معماری، تجاری، بار برداری، کھیتی باڑی، آرہ کشی، ہیزم کشی، جاروب کشی، گھاس کاٹنا، نجاست اٹھانا، بازار سے سودا سلف لا دینا، وغیرہ وغیرہ:۔

اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْاَرْضِ وَ جَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا يَسْتَضْعِفُ

فرعون ملک مصر میں بہت بڑھ چڑھ گیا تھا۔ اس نے وہاں کے لوگوں کے الگ الگ گروہ بنا دئے تھے، اُن میں سے

طَآئِفَةً مِّنْهُمْ ایک گروہ یعنی بنی اسرائیل کو کمزور سمجھ رکھا تھا ۔

یہ جو شاہانہ استقبال سے مصر میں داخل ہوئے، اور شاندار خیر مقدم کے ساتھ ہاتھوں ہاتھ لئے گئے، آج ذلیل
... خوار، قبطیوں کی بیگار کرنے پر مجبور، اینٹیں پاتھ رہے، کوڑا کرکٹ اُٹھا رہے ہے، اور میلے کچیلے کاموں پہ لگے ہوئے
... جلتی ہوئی دھوپ، تپتی ہوئی زمین، پسینے میں شرابور، اور اُجرت نہ اُجرت کی امید، محنت سنگین، مشقت سخت ترین
... پہ نہیں، مزید برآں مختلف قسم کے ٹیکس لگائے گئے محصل بٹھائے گئے، اور اذیتوں پر اذیتیں دی جانے لگیں۔
... ان کر آئے اور غلام ہو کر رہے۔ اب وہ عزت ہے نہ حرمت، پاس نہ لحاظ، رو نہ رعایت، آبرو نہ اقتدار، جینا تلخ
... ہے وزی کی زندگی۔ غلامی کا طوق گلے میں، اور انسانیت سوز بندگی کا بدترین گناہ سر پر، جئیں تو کس سہارے پر، ایسے
... جینے سے مرجانا بہتر، اور مریں بھی تو کس امید پہ؟ دودمانِ نبوت کے فرزند ذلت کے احساسات، ہر وقت کی کڑھن
... ہردم کی گھٹن، نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن، بے چینی، بے قراری، آہ و فغان اور گریہ وزاری، مگر قدرت کی
... جانب سے ابھی امتحان باقی، یہاں جذباتِ حُریت مجروح، اس پہ نمک پاشی، ٹھیس پر ٹھیس، دل پارہ جگر پاش پاش
... مگر وہاں ظلم کا پیالہ لبریز ہونے میں قدرے تاخیر، اور چھلکنے میں تھوڑی سی دیر —— وہ دیکھو! —— تیاریاں
ہو رہی ہیں، اور نجومیوں کی ایک نئی خبر پہ فرعون کے دربار میں اسرائیلیوں کا ذکر چھڑا ہوا ہے:۔

ایک درباری:۔ ہاں جی! اسرائیلیوں کے خدا نے ابراہیم خلیل اللہ سے وعدہ کیا ہے ۔

دوسرا:۔ کیسا وعدہ؟

پہلا:۔ یہی کہ ان کی اولاد میں انبیاء ہوں گے اور بادشاہ ۔

تیسرا:۔ پھر؟

پہلا:۔ پھر کیا؟ —— اسرائیلی آج تک منتظر ہیں ۔

چوتھا:۔ انہیں تو یہاں تک یقین ہے۔ کہ مصر کی سلطنت پھر اُن کے قبضے میں آجائے گی ۔

تیسرا:۔ اور نجومیوں کی خبر اس کی تصدیق کرتی ہے ۔

پانچواں:۔ مگر اُن کا عقیدہ تو یوسفؑ کے متعلق تھا ۔

دوسرا:۔ اور وہ پورا ہُوا نہیں ۔

چھٹا:۔ کیوں؟ —— مصر کے کرتا دھرتا تو یوسفؑ ہی تھے ۔

ساتواں:۔ ہاں! بادشاہ کا تو نام ہی نام تھا۔ حکومت تو یوسف ہی کر رہے تھے ۔

چھٹا:۔ بالکل ۔

ساتواں:۔ ممکن ہے خدائے اسرائیل نے اپنا وعدہ اسی طرح پورا کر دیا ہو ۔

چوتھا:۔ اس میں شک نہیں کہ یوسف کو بہت اقتدار حاصل تھا ......"

پانچواں:۔ لیکن ؟

چوتھا:۔ بھئی وہ باقاعدہ تو بادشاہ نہیں تھے ۔

آٹھواں:۔ اس کے علاوہ اُن کا عقیدہ تو یہ ہے۔ کہ ابراہیمؑ کی اولاد میں ایک سے زائد انبیاء اور بادشاہ ہونگے۔

پہلا:۔ ہر حال وہ ایک پیغمبر کے منتظر ہیں۔ جس کے ذریعے انہیں بادشاہت ملے گی ۔

آٹھواں:۔ اسی کے ذریعے اُن کی قومی اور مذہبی ترقی ہو گی ۔

فرعون:۔ اور نجومیوں کی خبر کے مطابق اُس کی پیدائش کا وقت آگیا ہے۔ اس لئے قبل از وقت انسدادی تدابیر کی ضرورت ہے ۔

مجلس شوریٰ منعقد ہوتی ہے۔ اور یہ قرارداد منظور ہو جاتی ہے :۔

"پولیس کا ایک محکمہ قائم کیا جائے۔ جس کے زیر نظام سپاہی شہر کا گشت لگائیں۔ بنی اسرائیل کے گھروں کی نگرانی کریں، جو نرینہ اولاد پیدا ہو، سرکار میں پیش کی جائے۔ اور جلاد کے ہاتھوں اس کا خاتمہ کر دیا جائے"۔

سپاہی گشت لگا رہے ہیں، گلی گلی اور کوچے کوچے میں، دایہ گھروں میں جاتی ہیں، بنی اسرائیل کی عورتوں کو دیکھتیں۔ اور اُن کے شکموں کو ٹٹولتیں۔ کسی گھر میں کوئی لڑکا پیدا ہوا، ماں سے چھینا، اور بھری گود کو خالی کر دیا۔ معصوم بچے ہے، بے قصور اور بے خطا، لایا گیا، اور تیغ بُراں کے گلے لگا کر ہمیشہ کی نیند سُلا دیا گیا :۔

يُذَبِّحُ اَبْنَاءَهُمْ وَيَسْتَحْيِىْ نِسَاءَهُمْ	وہ (فرعون) اُن کے لڑکوں کو مروا ڈالتا، اور ان
اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ؕ	کی لڑکیوں کو زندہ رکھتا۔ بے شبہ وہ فساد انگیز تھا۔

اسرائیلی گھروں میں ماتم برپا، باپ دل گرفتہ اور مغموم، مائیں بکا و بین میں مصروف، جس پارۂ جگر کو نو مہینے پیٹ میں رکھا، خونِ جگر پلایا، اور ہر طرح کی تکلیفیں برداشت کیں ــــــ دولھا بنانا اور بیاہ رچانا تو درکنار ــــ اُس کا بچپن اور بچپن کی کھلاڑیاں دیکھنا بھی نصیب نہ ہوئیں، رنج و مصیبت کی گھٹائیں ہر طرف سے ہجوم کر کے آگئیں، اور اسرائیلیوں کے دل مستقبل کی ہولناکیوں سے گھبرا اُٹھے، معصومیت کا خون ظلم کی نالیوں میں برسوں تک بہا کیا، اور کوئی اسرائیلی قلب درد کی کسک، اور رہ رہ کر اٹھنے والی ہُوک کی تڑپ سے خالی نہیں رہا ۔

يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ۝

وہ بہت ہی بُری تکلیفیں دیتے تھے، تمہارے لڑکوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر قتل کرتے، اور لڑکیوں کو اپنی خدمت کے لئے زندہ رکھتے۔ اس میں تمہارے صبر کی بڑی سخت آزمائش تھی، جو تمہارے رب کی طرف سے ہو رہی تھی ۔

وہ انگاروں پر لوٹنے لگے، مگر خاموش، لبوں پر سکوت، آنکھوں میں مظلومانہ مسکنت اور تضرع، سینوں سے آہیں اٹھتیں اور عرش مجید کے پائے کو جا کر ہلا دیتیں۔ دریائے رحمت پر سر جوش، اور فرعون کے دل میں یہ اندیشہ :-

"اسرائیلیوں کا خاتمہ ہو گیا، تو بیگار کس سے لی جائے گی، اینٹیں کون پاتے گا کھیتی باڑی کا کام کون کرے گا"
اس نے حکم دیا۔

"ایک سال قتل، دوسرے سال موقوف"

اور خیال یہ کیا۔ کہ اس طرح نہ اسرائیلیوں کی نسل بڑھنے پائے گی، نہ کلیۃً ختم ہو جائے گی ——— یہ سلسلہ بھی کچھ مدت جاری رہا ——— آخر در حق باز ہوا، اور اسرائیلیوں کی مظلومانہ تسلیم و رضا کا رحمتِ باری نے استقبال کیا۔

وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ ۝ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ ۝

جو لوگ ملک میں کمزور سمجھ لئے گئے تھے۔ ہم نے ان پر احسان کرنا چاہا۔ (اس طرح کہ) انکو ملک کا سردار بنائیں، سلطنت کا وارث قرار دیں، اور ملک میں انکے پاؤں جما دیں، فرعون، ہامان اور انکے لشکر کو جس بات کا اندیشہ تھا وہ ہی اُنکے سامنے لے آئیں ۔

قدرت نے اس کی کیا صورت اختیار کی؟ ———

قتل کی موقوفی کا سال، قہات کے بیٹے، لاوی بن یعقوب کے پوتے عمران کے گھر ایک لڑکا پیدا ہوا، نام ہارون رکھا، خونی سال آیا، تو ظلمات عدم سے دوسرا بچہ منصۂ شہود پر ——— بچہ ہے، خوبصورت، چاند سے مکھڑے والا اور روشن پیشانی، مگر اندیشہ ظاہر ہو جانے کا، اور کھٹکا جلادوں کے آجانے کا، ماں گھبرائی، ولادت کو چھپایا، اور مدت تک چھپائے رکھا، آخر تا کجے؟ حیران و پریشان، کہاں جائے اور کس جگہ لے جا کر چھپائے، فکر و تردد، عالم

کشمکش، بچے کی ماں، پیغمبر کی والدہ، خدا نے رہنمائی کی، اور دل میں یہ القاء ربانی :-

وَاَوْحَيْنَا اِلٰى اُمِّ مُوْسٰۤى اَنْ اَرْضِعِيْهِ	ہم نے موسیٰ کی ماں کے دل میں یہ بات ڈال دی
فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ فِى الْيَمِّ	کہ اسے دودھ پلائے جا، جب کوئی اندیشہ ہو۔ تو اسے
وَلَا تَخَافِىْ وَلَا تَحْزَنِىْ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ	دریا میں ڈالدینا۔ اور کوئی خوف وغم نہ کرنا، ہم اسے
وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝	تیرے پاس واپس لے آئینگے۔ اور رسُولوں میں کا
	ایک رسول بنائیں گے ۔

ماں نے بچے کو دودھ پلاتی رہی، مگر گھبرائی ہوئی، اور ہر وقت کا اندیشہ کھائے ہوئے، زیادہ دنوں نہ چھپا سکی، تو ایک صندوق تیار کیا، اس پر رال لگائی، چاند سی صورت کو لیا، صندوق میں رکھا۔ اور اللہ کا نام لے کر دریائے نیل میں چھوڑ دیا، ہاتھ سے صندوق چھوٹا، آنکھوں سے آنسو جاری، ماں زار زار روتی اور یہ کہتی جاتی سے

میروی و مے روو جانم بتو
خوش برد فَاللّٰهُ خَيْرٌ حَافِظًا

ساتھ ساتھ بچے کی بہن کو روانہ کیا، کنارے کنارے، مگر اس طرح کہ کوئی نہ جانے ——— صندوق بہتا ہوا اس نہر میں پہنچا جو دریائے نیل سے نکالی گئی، اور قصر شاہی کے نیچے بہ رہی ہے۔ موجیں بہاکر فرعونی گھاٹ پر لے آئیں وہاں فرعون کی اہلیہ آسیہ موجود، نیک دل اور خدا ترس، ہمراہ اُس کی بیٹی اور خواصیں بھی، دیکھا، اور نکالنے کا حکم دیا۔

فَالْتَقَطَهٗۤ اٰلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا	فرعون کے خاندان والوں نے اُسے اُٹھالیا۔ کہ انجام کا
وَّحَزَنًا ؕ	وہ ان کا دشمن اور رنج دینے والا بنے ۔

صندوق آگے رکھا گیا، کھولا، تو آنکھوں کو حیرت نے پکڑ لیا کہ ایں! بچہ، جیتا جاگتا، خوبرو اور خندان، ہاتھ پاؤں مار رہا اور انگوٹھا چوس رہا، دل بھر آئے، سینے جذبۂ محبت سے معمور، آنکھیں نمناک :-

وَاَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّىْ ۚ وَلِتُصْنَعَ	ہم نے تم پر اپنی طرف سے محبت کا پرتو ڈالدیا۔ اور غرض
عَلٰى عَيْنِىْ ۝	یہ تھی کہ ہماری نگرانی میں پرورش پاؤ ۔

جس نے دیکھا، موہنی صورت تھی، اُسے موہ لیا، آسیہ سو جان سے فدا، خواصیں لٹو، بیٹی نے کہا :-

" اماں اسے بیٹا بنالو، اور ابا جان کو بھی خبر کر دو "

ہامان کی تدبیریں، فرعون کے خونی احکام، سپاہیوں کی دوڑ دھوپ، اور جلادوں کی خونریزیاں سب عرب خلاء

اِنَّ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُوْدَهُمَا كَانُوْا خٰطِئِيْنَ ٥ بے شک فرعون، ہامان اور اُن کے لشکر خطاکار تھے۔

دشمن دشمن کے گھر میں، دیکھو! کیا ہوتا ہے، اور دشمن کیا سلوک کرتا ہے ———— آسیہ نے بچے کو فرعون کے سامنے پیش کیا، بھولی صورت، پیاری پیاری، ایک قیافہ شناس بول اُٹھا:-

"یہ بچہ ہونہار ہے۔ مگر ہے کسی اسرائیلی کا، خوف کے مارے دریا میں ڈال دیا گیا۔ کیا عجب یہ وہی ہو جس کی نجومیوں نے خبر دی ہے"

فرعون نے کہا:-

"اسے مار ڈالو! یہ کیسے بچ رہا؟"

آسیہ بچے پر گر پڑی اور کہا:-

قُرَّتُ عَيْنٍ لِّيْ وَلَكَ لَا تَقْتُلُوْهُ عَسٰى اَنْ يَّنْفَعَنَا اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا ٥

یہ تو میری اور تمہاری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ اسے نہ مارو، بیٹا (کیوں نہ) بنالو؛ شاید کسی وقت کام آئے۔

فرعون بولا:-

"تم ہی اس سے آنکھیں ٹھنڈی رکھو۔ مجھے اس کی ضرورت نہیں"

بمشکل فرعون نے اجازت دی، بچہ فرعون اور فرعونیوں کے شکنجۂ غضب سے بچ گیا، وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ٥ کیا خبر کہ اُسی کے ہاتھوں سے انہیں ہلاک ہونا ہے ———— آسیہ کی گود اولادِ ذکور سے خالی، خدا نے دیا لڑکا، لکڑی کے صندوق میں سے، صندوق تھا دریا کے پانی میں، پانی کو زبانِ مصر میں مُو کہتے اور درخت کو سا۔ آسیہ نے لڑکے کا نام موسیٰ رکھا۔ موسیٰ کے لئے آنائیں بلائیں گئیں۔ جس نے بھی گود میں لیا کسی کا بھی دودھ نہ پیا:-

وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ

(ہم نے پہلے سے موسیٰ پر دائیوں کا دودھ حرام کر دیا تھا)

فکر ہوئی اور تشویش، فرعون کے پنجۂ ظلم سے بچایا، تو بے دودھ پیئے ضائع ہو جانے کا اندیشہ، موسیٰ کی بہن مریم قصرِ شاہی میں پہنچ گئی:-

فَقَالَتْ ———— "اس نے کہا":-

هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى اَهْلِ بَيْتٍ يَّكْفُلُوْنَهٗ وَهُمْ لَهٗ نَاصِحُوْنَ ٥ میں تمہیں ایسا گھرانہ بتادوں جو پرورش

بھی کرے اور اس سے ہمدردی بھی رکھے ۔

آسیہ نے کہا۔

"ہاں ہاں! ضرور"

وہاں موسیٰ کی ماں کا حال تباہ، روتی اور زار زار، بچے کی موہنی صورت یاد کرتی، اور دل مسوس کر رہ جاتی، قریب تھا کہ گریہ ضبط سے باہر ہو، بے اختیار چیخیں نکل جائیں اور راز کھل جائے، خدا نے مدد کی اور بروقت، صبر بخشا اور ضبط کی قوت ۔

وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى فٰرِغًا اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِيْ بِهٖ لَوْلَآ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

موسیٰ کی ماں کا دل تڑپ اٹھا۔ اس نے راز کو ظاہر کردیا ہوتا۔ اگر ہم اس کے دل کو نہ تھامتے تاکہ اسے ہمارے وعدے کا یقین رہے ۔

ماں کا یہ حال کہ دختر نیک اختر دوڑی آئی۔ اور کہا ۔

"اماں! مبارک ہو، ننھے بھیا کو فرعون کی بی بی نے بیٹا بنا لیا ہے، تمہیں بلاتی ہیں، دودھ پلانے کو، اور انا بنانے کو۔ چلو!"

بے چین اور بیکل ماں، اور یہ مژدۂ نشاط انگیز، خوشی کا عالم اور بے پناہ، شادیٔ مرگ ہو جانے کا اندیشہ، خدا نے غمِ فراق کے دردِ جانگسل میں صبر دیا تھا، تو پیغامِ مسرت کی ہاتھ پاؤں پھلا دینے والی شادمانیوں کو برداشت کی قوت بھی دی، حواس درست کئے، اٹھی، اور بلیوں اچھلتے ہوئے دل کو سینے میں دبائے قصرِ شاہی کی طرف چل دی، ——— اندر پہنچی، بچے پر نگاہ پڑی، قابو سے باہر۔ مگر سنبھلی، بچے کو آغوش میں لیا، چھاتی سے لگایا، بچہ دودھ پینے لگا، چُپ چُپ چُپ چُپ جینے کی امید بندھی، آسیہ خوش اور جان میں جان، تنخواہ مقرر کی، مصارفِ تربیت کا انتظام، بچہ انا کے حوالے، اس طرح موسیٰ آغوشِ مادر میں واپس آئے اور پرورش پانے لگے ۔

فَرَدَدْنٰهُ اِلٰٓى اُمِّهٖ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ وَلِتَعْلَمَ اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

ہم نے موسیٰ کو اس کی ماں کے پاس لوٹا دیا تاکہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں، اور وہ آزردہ خاطر نہ رہے۔ اور یہ جان لے کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ لیکن بہت سے لوگ جانتے نہیں ۔

(باقی دارد)

بُتِ مغرور

از جناب مرزا عزیز فیضانی (داناپوری)

عقبیٰ کی بھی ہے فکر اُسے ۔ یادِ خدا بھی   دُنیا سے محبت بھی ہے اور حرص و ہوا بھی
گہوارۂ راحت بھی ہے دل ۔ نذرِ بلا بھی

ہے خاک سا بچپن تو ہے آتش سی جوانی   بعد اس کے ہوا ہوگئی ۔ پیری جو ہے پانی
ہم خاک بھی ہیں آگ بھی پانی بھی ہوا بھی

دم میں کبھی دم آئے تو ہے جان میں بھی جان   جو لمحہ گزرتا ہے وہ ہے عُمر کا نقصان
ہر سانس پہ موقوف بقا بھی ہے فنا بھی

قربان زمانہ ہے ، زمیں زیرِ نگیں ہے   دُنیا میں تُمھی تم ہو کوئی اَور نہیں ہے
اب اس پہ مزاج یہ ہے کہ بن جاؤ خدا بھی

طاقت تری مشہور ہے فرماں ترا جاری   ہیبت ہے دلِ اہلِ جہاں پر تری طاری
دیکھیں کہ ترے حُکم سے ٹلتی ہے قضا بھی

مطرب کی نواؤں میں جو ہیں مست یہ زردار   سب ایک سے ہوتے نہیں ان میں بھی ہیں ہشیار
سُنتے ہیں کہ سُنتے ہیں فقیروں کی صدا بھی

مغروریٔ زردار خدا جانئے کیوں ہے   نفرت اُسے نادار سے کیا جانئے کیوں ہے
پیدا تو اُسی خاک سے ہوتا ہے گدا بھی

چھوڑا نہیں عاشق کو ابھی شوقِ فغاں نے　　سیکھے ہیں نئے طور حسینانِ جہاں نے

کرتے ہیں زبان بند، دباتے ہیں گلا بھی

تثلیث کی برکت ہے. جو تھے ایک ہوئے تین　　پھر اس پہ غضب بھول گئے نظم کے آئین

جمع علماء بھی ، امرا بھی ، فقرا بھی

حُجرے کا مکیں محو ہے راحت طلبی میں　　کیا اس کو خبر کیش رسولِ عربی میں

تسبیح و مصلا بھی ہے میداں کا صلا بھی

غفلت کے ہٹائے تو ہیں پردے علما نے　　کچھ کام تو کرنے ہی لگے قوم کے سیانے

کیا خوب ہے اب دُور رہے اُن سے ریا بھی

مطرب یہ بتا تیری زباں بند ہوئی کیا　　یا زمزمہ پیرائی بھی سوگند ہوئی کیا

پھر کس لئے خاموش ہے نغمہ کوئی گا بھی

دُنیا سے تعلق بھی ہے آزاد بھی ہوں میں　　دل سوختہ - دل باختہ - دلشاد بھی ہوں میں

راس آئے گا خرقہ بھی مرے تن پہ قبا بھی

محمد بن قاسم

ہندوستان میں مسلمانوں کا پہلا جرنیل

(از جناب سید محمد ادریس صاحب طوری)

تقریباً تیرہ سو سال پیشتر کا ذکر ہے۔ کہ سرزمین ہندوستان پر جور و استبداد کے سیاہ بادل چھائے ہوئے تھے۔ اشرف المخلوقات انسان ظلم وستم کی بھاری زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا مطلق العنانی حکمران طبقہ کا موروثی حق بن چکا تھا۔ محکوم اور غریب طبقہ اُن کو اپنا معبود سمجھتا۔ اور ان جابرہ کے سامنے سربسجود ہونا معیوب نہیں خیال کرتا تھا۔ نہ اُن کی قدمبوسی سے کسی کے جذبۂ خودداری کو ٹھیس لگتی تھی *

مذہبی تعلیم ایک خاص طبقہ تک محدود تھی۔ ادنیٰ طبقہ کا انسان اگر "وید مقدس" کا ایک منتر بھی پڑھ جاتا۔ تو اس کے کانوں میں پگھلا ہوا سیسہ پلا دینے کا حکم تھا۔ برہمن سخت سے سخت جرم کا مرتکب کیوں نہ ہوتا۔ اس کی ذات قصاص اور سزایابی کی حدود سے بالا تر سمجھی جاتی تھی۔ مندروں اور دیگر مقدس مقامات میں نیچ ذات کے انسانوں کا داخلہ قطعی بند تھا *

عورتیں دنیا کی تمام آرام و آسائش سے محروم تھیں۔ وراثت کے باب میں ان کا کسی قسم کا کوئی حق نہ تھا۔ خواہ وہ کتنی کمسنی ہی میں رانڈ ہو جاتیں لیکن دوسری شادی کرنے کے حق سے وہ قطعاً محروم تھیں۔ جب اُن کے شوہر مرجاتے تو ان بیکسوں پر دُنیا تاریک ہو جاتی۔ اس لئے وہ آنیوالی مصیبتوں کے بھیانک منظر سے ڈر کر اپنے شوہروں کے ساتھ اپنی پیاری جان کو بھی قربان کر دیتیں۔ اور اس طرح قبل اس کے کہ دُنیا اُن کو منحوس اور بدبخت کہکر نظرانداز کر دے وہ خود دُنیا کو الوداع کہکر شوہر کی چتا میں ستی ہو جاتی تھیں *

اس تاریک دَور میں جزیرۂ عرب میں اسلام کا ضیاء پاش آفتاب نصف النہار پر تھا۔ اور اس کی تعلیم صحرا نشین اور بادیہ نورد بدوؤں میں تہذیب اور مساوات کی وہ رُوح پھونک چکی تھی۔ جس نے نہ صرف ملک عرب کو روم و ایران کی ملوکانہ استبداد اور شخصیت پرستی کی لعنت سے بچایا۔ بلکہ قوت ایمانی، خلوص نیت، اخلاق حسنہ اور اطاعت احکام خداوندی نے ان بے سروسامانوں میں وہ طاقت پیدا کر دی۔ کہ وہ غریبوں اور بیکسوں کی ہمدردی کے لئے مساوات

کا علم اُٹھا کر تقریباً نصف صدی میں ایران، روم، مصر، افریقہ اور اسپین پر چھا گئے۔

فتوحاتِ اسلامیہ کا یہ سلسلہ جس قدر بڑھتا گیا۔ اس قدر عرب تاجروں کو اپنی تجارت کو فروغ دینے کے لئے موقعہ ملتا رہا۔ ہندوستان کے ساتھ ان کا جو تاجرانہ تعلق زمانۂ قدیم سے چلا آ رہا تھا۔ وہ مکران کے فتح ہو چکنے کے بعد اور زیادہ استوار ہوا۔ اور سندھ کے ساحلی مقامات میں عرب تاجر بے خوف و خطر آنے جانے لگے۔

جب حضرت عمر فاروقؓ کے مبارک زمانہ میں بصرہ کی چھاؤنی بسائی گئی۔ تو اس کو مرکز قرار دیتے ہوئے عربوں نے مشرقی سائبیریا تک کو تجارت کے لئے جولانگاہ بنایا۔ پھر حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں ممالک مقبوضہ کی حفاظت کیلئے جنگی بیڑہ بنانے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ جس نے بحری سفائن پر دجلہ و فرات کا راستہ کھولدیا۔ اور مسلمانانِ عرب کی عالی حوصلگی اور بلند ہمتی نے بصرہ سے چل کر سواحل ہندوستان کا رُخ کیا۔ یہ لوگ کراچی اور سورت ہوتے ہوئے ملیبار تک جایا کرتے تھے۔ چونکہ اُن کے جہاز بادبانی تھے۔ اس لئے ہمیشہ سمندر کے کنارے کنارے چلا کرتے تھے۔

حملہ کے اسباب

حکمرانانِ سندھ سے عربی تاجروں کا یہ بڑھتا ہوا اقتدار نہ دیکھا گیا۔ اس لئے اُن کو مختلف طریقوں سے دِق کرنا شروع کیا۔ ان پر بھاری بھاری ٹیکس لگائے۔ اور اُن کے تجارتی سفر پر بے جا قیود عائد کئے۔ جب یہ قانونی تدبیر بھی کارگر ثابت نہ ہوئیں۔ تو بحری لٹیروں کے ذریعے اُن کے جہاز لُوٹے گئے۔ اور سوداگروں کو مزید تاوان ادا کرنے کے لئے محبوس رکھا گیا۔

اس زمانے میں خلافتِ اسلامیہ بنو امیہ کے قبضے میں تھی۔ اور ولید بن عبدالملک جیسا مدبّر اور ہوشمند بادشاہ سریر آرائے خلافت تھا۔ اس نے عراق کے وائسرائے حجاج بن یوسف ثقفی کو حکم دیا۔ کہ عربی تاجروں کی حفاظت کیلئے ہر ممکن تدبیر عمل میں لائی جائے۔

اتفاق سے انہی دنوں محمد بن ہرون نمری نے جزیرۂ یاقوت (غالباً سیلون) سے مسلمان تاجروں کی بیوہ عورتیں اور یتیم بچے سرکاری طور پر حجاج کے پاس بھیج دئے۔ تاکہ انہیں اپنے رشتہ داروں کے حوالے کر دیا جائے۔ جب یہ کشتیاں نواحِ سندھ میں پہنچیں تو دیبل کے لٹیروں نے کشتیوں میں سوار ہو کر بیچ سمندر میں مال و اسباب لُوٹ لیا۔ اور عورتوں کو پکڑ کر لے گئے۔ اثنائے دار و گیر میں ایک یربوعی عورت نے پکار کر کہا۔ "یا حجاج" (اے حجاج۔ ہماری امداد کر) یہ جملہ کیا تھا۔ صاعقۂ آسمانی تھا۔ جس وقت حجاج کو خبر ہوئی۔ تو فرطِ جوش سے اُٹھ کر کہا وَلَبَّیْکَ (حاضر ہوں)

سندھ کی زمام حکومت اس زمانہ میں راجہ داہر کے ہاتھ میں تھی۔ حجاج نے اس کو کہلا بھیجا۔ کہ ان مسلمان عورتوں کو گرفتار کر کے میرے پاس بھیج دو اُس نے جواب دیا۔ کہ جن لوگوں نے عربی جہاز لوٹے ہیں۔ وہ میری حدودِ سلطنت سے باہر جنگلوں میں بستے ہیں۔ اس لئے میں اُن کو رہائی دلانے سے معذور ہوں۔ (بعد کے واقعات نے ثابت کر دیا۔ کہ وہ قیدی راجہ کے پایۂ تخت برہمن آباد کے سنٹرل جیل میں پڑے سڑ رہے تھے)

مسلمانوں کا پہلا حملہ

اس پر حجاج نے بدیل بن طہفہ کو سندھ پر حملہ کرنے کے لئے روانہ کیا۔ مگر وہ پہلے ہی معرکہ میں مارا گیا۔ تب حجاج نے اپنے نوجوان عم زاد بھائی محمد بن قاسم کو اس فتنہ کے انسداد کے لئے منتخب کیا۔ جو صرف سترہ سالہ نوخیز جوان تھا۔ سترہ سال کی عمر۔ اُٹھتی جوانی۔ کھیل کود کے دن۔ اور ایسی زبردست مہم پر نامزدگی!! سچ ہے کہ قدرت جسکو اہم ملکی معاملات سلجھانے اور عظیم الشان انقلاب برپا کرنے کے لئے چُنتی ہے۔ تو اس کے دل و دماغ میں ویسا ہی جوہر بھی ودیعت رکھ دیتی ہے۔ شاعر کہتا ہے۔ ؎

سَاسَ الْجُیُوْشَ لِسَبْعَ عَشْرَۃَ حِجَّۃٍ
وَلِدَاتُہٗ عَنْ ذَاکَ فِیْ اَشْغَالِ

محمد سترہ سال کی عمر میں سپہ سالار بنا۔ جب کہ اس کے ہم عمر ابھی کھیل کود میں مصروف تھے" محمد بن قاسم اس وقت فارس کا حاکم اعلیٰ تھا۔ حجاج کا حکم ملا۔ کہ تمہیں مملکت سندھ پر حفاظتی اور مدافعانہ حملہ کرنے کے لئے نامزد کیا جاتا ہے۔ اس لئے لشکر جمع ہونے اور سامان سفر مکمل ہونے تک شیراز آکر قیام کر لو ؎

چونکہ دور و دراز کا سفر تھا۔ اس لئے حجاج نے اس لشکر کو تمام ضروری چیزیں فراہم کر دیں۔ یہاں تک کہ سوئی دھاگہ جیسی معمولی چیزیں بھی سپاہیوں کو سرکاری طور پر دے دی گئیں۔ نیز دھنکی ہوئی رُوئی میں سرکہ جذب کرا کے دے دیا گیا۔ تاکہ بوقت ضرورت سپاہیوں کو سالن کا کام دے سکے۔ اور ہندوستان کی کمزور آب و ہوا، خاصکر ساحلی مقامات کی زہریلی گیسوں کے حملہ سے محفوظ رہیں۔ انتظامات مکمل ہونے پر محمد بن قاسم بارہ ہزار فوج لے کر شیراز سے روانہ ہوا۔ اور مکران۔ پنجگور اور لس بیلہ ہوتا ہوا جمعہ کے دن دیبل پہنچا۔ یہاں وہ بحری بیڑہ بھی اُن سے آملا۔ جس میں سامانِ رسد اور آلاتِ حرب کے علاوہ کافی فوج بھی بھیجی گئی تھی۔ بندرگاہ پر فوج اور بیڑہ تقریباً ساتھ ہی پہنچے ؎

فتح دیبل

محمد بن قاسم نے فوج کی حفاظت کے لئے کیمپ کے گرد خندق کھدوائی۔ پھر فوجوں کے دستے الگ الگ مقامات پر متعین کیے۔

دیبل میں ایک بہت بڑا مندر تھا۔ جس پر سُرخ جھنڈا لہرایا کرتا تھا۔ اس جھنڈے کے متعلق ہندوؤں کا عقیدہ تھا۔ کہ جب تک یہ اپنی جگہ قائم ہے۔ اس شہر کو کوئی گزند نہیں پہنچ سکتا۔ اس لئے مسلمانوں نے سب سے پہلے اسی کو نشانہ بنانا چاہا۔ مگر حجاج جیسا بلند حوصلہ اور تجربہ کار حاکم باوجود اس قدر بعد مسافت کے یہ نہیں چاہتا تھا۔ کہ محمد اپنی رائے سے محاذ جنگ قائم کرے۔ چنانچہ محمد نے میدان جنگ کا مکمل نقشہ بنا کر حجاج کے پاس بھیج دیا۔ جس کے جواب میں حجاج نے لکھا:۔

اِنْصِبِ الْعُرُوْسَ۔ وَاقْصُرْ مِنْهَا قَائِمَةً وَلْتَكُنْ مِمَّا يَلِي الْمَشْرِقَ۔ ثُمَّ ادْعُ صَاحِبَهَا فَمُرْهُ اَنْ يَقْصُدَ بِرَمْيَتِهٖ لِلدَّقْلِ۔

عروس نامی منجنیق کو نصب کردو۔ اور اس کا مشرقی پایہ کم کردو۔ اور توپچی کو ہدایت کرو۔ کہ سب سے پہلے مندر کے جھنڈے کو نشانہ بنائے۔

یہ منجنیق اتنا بڑا تھا۔ جس میں پانچ سو آدمی کام کیا کرتے تھے۔ حسب الحکم حجاج جب عروس کے ذریعے گولہ باری کی گئی۔ تو پہلے ہی گولہ پر وہ جھنڈا ٹوٹ کر گر پڑا۔ جس سے اہل شہر سراسیمہ ہو کر دست بدست لڑائی لڑنے کے لئے باہر نکل آئے۔ مگر شکست کھا کر دوبارہ قلعہ بند ہونے پر مجبور ہوئے۔ تیروں کی بوچھاڑ میں مسلمان سیڑھیاں لگا کر فصیل پر چڑھ گئے۔ اور دل ہلا دینے والی لڑائی لڑ کر شہر پر قابض ہوئے۔ داہر کا مقرر کردہ مقامی حاکم موقع پا کر بھاگ نکلا۔ اور بقیۃ السیف سپاہیوں کو ہتھیار رکھ دینے کے بعد امان ملی۔ محمد بن قاسم نے یہاں ایک چھاؤنی بنائی۔ جس میں چار ہزار فوج مستقل طور پر مقرر کی گئی۔

صلح بیرون وسدوسان

اسلامی لشکر دیبل سے چل کر بیرون پہنچا۔ مگر اہل بیرون نے دو برہمنوں کو عراق بھیج کر حجاج سے پہلے ہی صلح کر لی تھی۔ اس لئے انہوں نے مسلمانوں کا عزت و احترام کے ساتھ استقبال کیا۔ اور شہر میں لے جا کر اُن کی ضیافت کی۔ وہاں

... سربیدس" اور "سہوان" ہوتا ہوا محمد بن قاسم مہران پہنچا۔ تو محمد بن مصعب کو ایک دستہ فوج کے ساتھ سدوسان (سیوستان) روانہ کیا۔ جو مصالحت سے فتح ہوا۔ اور وہاں کے چار ہزار جاٹ برضا و رغبت اسلامی لشکر میں بھرتی ہو گئے۔ جو ہندو ہونے کے باوجود آخیر دم تک مسلمانوں کی طرف سے لڑتے رہے۔

مجھے حیرت ہوتی ہے۔ کہ جس قوم کا آج یہ عقیدہ ہو۔ کہ غیر مذاہب والوں کے ساتھ چھو جانے سے کپڑے ناپاک اور پلید ہو جاتا ہے۔ اُن کے اسلاف پر اسلام کا جادو کس طرح چل گیا۔ کہ وہ اپنے ملک اور اپنی قوم کے خلاف مسلمان شہزادوں کے ساتھ مل کر شمشیر زنی کے جوہر دکھاتے رہے!!!

جنگ داہر

پھر محمد بن قاسم نے مہران کے پاس سے پل باندھ کر دریا کو عبور کیا۔ جہاں سندھ کے برخود غلط اور مغرور راجہ داہر سے مقابلہ ہوا۔ داہر کی فوج تقریباً چالیس ہزار زرہ پوش مسلح سپاہیوں اور ساٹھ ہاتھیوں پر مشتمل تھی۔ اسلامی لشکر کی تعداد پندرہ ہزار تھی۔ جن میں نصف سے زائد سندھ کے جاٹ تھے۔ جو محمد بن قاسم کی خوش اخلاقی اور منکسر مزاجی، نیک نیتی اور پاک باطنی، خلوص اور بے ریائی کی تیز دھار والی تلوار سے گھائل ہو کر مسلمانوں کی طاقت بڑھا رہے تھے۔ صبح کے وقت دونوں فوجیں صف آرا ہوئیں۔ گھمسان کا رن پڑا۔ شام تک برابر لڑائی جاری رہی۔ راجہ داہر پالکی سے اُتر کر نہایت جرأت اور شجاعت کے ساتھ لڑتا رہا۔ مگر بالآخر مارا گیا۔ اس کے قتل ہوتے ہی سندھی فوج میں بھاگڑ پڑ گئی۔ اور مسلمانوں نے تعاقب کر کے ان کے حوصلے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے پست کر دئے۔

داہر کے قتل ہو جانے پر ملک سندھ کی قسمت محمد بن قاسم کے ہاتھ آ گئی۔ اب وہ اس وسیع علاقے کا واحد حکمران تھا۔

محمد بن قاسم نے آگے بڑھ کر راور پر دھاوا بول دیا۔ یہاں مہاراجہ داہر کی رانی رہتی تھی۔ جب اس کو معلوم ہوا کہ مسلمان یہاں بھی آ پہنچے۔ تو سارا مال اور کل زیورات جمع کر کے آگ میں ڈال دیا۔ اور پھر خود بھی اپنی لونڈیوں اور باندیوں سمیت آگ میں کود کر ستی ہو گئی۔

فتح ملتان

پھر برہمن آباد۔ ساوندری۔ بسمد۔ الرور (قدیم روہڑی) اور سکہ ہوتا ہوا دریائے بیاس کو عبور کر کے محمد بن

قاسم ملتان پہنچا معمولی لڑائی لڑکر اہل ملتان نے محصور ہونے کو ترجیح دی۔ یہ محاصرہ ایک طویل عرصے تک قائم رہا۔ یہاں تک کہ مسلمانوں کا توشہ ختم ہوچکا۔ اور وہ گدھوں کا گوشت کاٹ کاٹ کر کھانے پر مجبور ہوئے ؛

ملتان میں دریا کی سمت سے ایک نہر کاٹ کر لائی گئی تھی۔ جس کے پانی پر شہر والوں کا گزران تھا۔ ایک دن کسی ملتانی نے ان سے آکر کہا۔ کہ جب تک اس نہر کا پانی شہر میں جاتا ہے۔ اہل ملتان کو تمہارے محاصرہ سے کوئی تکلیف نہیں پہنچ سکتی۔ اس پر مسلمانوں نے نہر کے پانی کا رُخ شہر کی طرف سے بدل دیا۔ جس سے مجبور ہوکر اہل ملتان نے ہتھیار رکھ دیئے ؛

یہاں ہندوؤں کا ایک عظیم الشان اور متبرک مندر تھا۔ سندھ کے تمام باشندے اس سے عقیدت رکھتے تھے دُور دراز سے یہاں آکر طواف کرتے۔ بال منڈواتے۔ چڑھاوے چڑھاتے۔ نذریں پیش کرتے اور مرادیں مانگا کرتے تھے اس مندر میں ایک بُت تھا۔ جس کے متعلق مشہور تھا۔ کہ یہ حضرت ایوب علیہ السلام کا مجسمہ ہے۔ اس مندر میں مسلمانوں کو اس قدر سونا ملا۔ جس سے ۸۰ مربع گز مکان بالکل بھر گیا۔ اس لئے انہوں نے ملتان کو بیت الذہب (سونے کا گھر) کے نام سے موسوم کیا ؛

محمد بن قاسم نے ملتان کو اشاعتِ اسلام کا مرکز قرار دیا۔ جہاں سے زمانہ مابعد میں جلیل القدر علماء اور مشائخ کی بدولت اسلام نے خوب ہاتھ پاؤں پھیلائے۔ اور رفتہ رفتہ تمام ہندوستان میں پھیل کر مسلمانوں نے ایک مستقل قوم کی حیثیت اختیار کرلی۔ جَزَاہُ اللّٰہُ عَنَّا خَیْرَ الْجَزَاءِ ؛

حجّاج کی وفات

یہ مقولہ آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ کہ "ہر کمالے را زوالے" آج جس کو عروج حاصل ہے۔ کل اس کو زوال کی پُرخار وادیوں میں ٹھوکریں کھانی ہیں۔ آج کی خوشی اور شادمانی کل کے مصائب و آلام کا پیش خیمہ ہیں ترقی کے ساتھ تنزل اور آرام و راحت کے ساتھ تکلیف و رنج لازم ہیں۔ خدا کی قدرت اور زمانہ کی نیرنگی دیکھئے۔ ابھی ملتان کی فتح مکمل ہو ہی چکی تھی۔ کہ محمد بن قاسم کے سرپرست اور زبردست حامی حجّاج بن یوسف کے انتقال کی خبر پہنچی۔ محمد نے سلسلۂ جنگ کو روکدیا۔ اور روہڑی آکر مفتوحہ علاقہ کے نظم و نسق میں مشغول ہوُا ؛

مگر قدرت کو اس بیدار مغز اولوالعزم۔ ذہین اور دانش مند نوجوان کی ابھی مزید آزمائش منظور تھی۔ چنانچہ حجّاج کے انتقال کے بعد ہی امیر المومنین ولید بن عبد الملک نے بھی داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ اور تختِ خلافت اس کے

بد ں سلیمان بن عبدالملک کو سپرد کیا گیا۔ جو حجاج بن یوسف اور اس کے متعلقین کا سخت دشمن تھا۔ کیونکہ حجاج نے اپنے
ش ...وخ کی بدولت سلیمان کو استحقاق خلافت سے محروم کرنے کی کوشش کی تھی۔ سلیمان نے تخت خلافت پر متمکن ہوتے
ہی محمد بن قاسم کو معزول کر کے یزید بن ابی کبشہ سکسکی کو سندھ کا حاکم مقرر کیا۔ جس نے آتے ہی محمد کو گرفتار کر کے صالح
... عبدالرحمن کے پاس روانہ کر دیا۔ جو حجاج کے بعد عراق کا حاکم اعلیٰ تھا ؂

محمد نے جب اپنی حسن خدمات کا یہ بے ڈھب صلہ دیکھا۔ اور آنیوالے خوفناک واقعات کا بھیانک نقشہ
اُس کی آنکھوں کے سامنے پھر گیا۔ تو اُس نے یہ چبھتا ہوا شعر بطور تمثیل پڑھا ؎

أَضَاعُونِي وَأَيَّ فَتًى أَضَاعُوا ۔۔۔ لِيَوْمِ كَرِيهَةٍ وَسِدَادِ ثَغْرِ

انہوں نے مجھ جیسے جنگ آزما اور محافظِ سرحدات نوجوان کو اپنے ہاتھوں ضائع کر دیا ؂

جس وقت محمد بن قاسم پابجولاں ہندوستان سے جانے لگا۔ تو آج کل کے متعصبانہ نظریہ کے مطابق ہندوستانیوں کو
اس جرأت آزما سپہ سالار کی بربادی پر کسی قسم کی خوشی نہیں ہوئی۔ نہ ملک سندھ میں اس قید و بند کی تقریب پر چراغاں
کیے گئے۔ بلکہ بقول بلاذری :-

فَبَكَى أَهْلُ الْهِنْدِ عَلَى مُحَمَّدٍ وَصَوَّرُوهُ بِالْكِيرَجِ ۔

اہل ہند محمد کی جدائی پر زار زار رونے لگے۔ اور بطور یادگار اس کا مجسمہ مقام کیرج (قدیم کراچی) میں
نصب کیا گیا ؂

جب محمد بن قاسم واسط پہنچا۔ تو صالح کی خون آشام فطرت نے اسے دربارِ خلافت میں حاضر ہونے کا بھی
موقعہ نہ دیا۔ بلکہ وہیں اسے زندان میں ڈال کر محبوس کر دیا۔ وہاں محمد نے یہ چند شعر پڑھے ہیں۔ جن کے حرف حرف
سے شجاعت اور حسرت کا ممزوج جذبہ ٹپکتا ہے ؎

فَلَئِنْ ثَوَيْتُ بِوَاسِطٍ وَبِأَرْضِهَا ۔۔۔ رَهْنَ الْحَدِيدِ مُكَبَّلًا مَغْلُولًا

اگر آج میں واسط کی سرزمین میں آہنی طوق و غل میں جکڑا ہوا ہوں (تو کیا پرواہ ہے)

فَلَرُبَّ فِتْيَةِ فَارِسٍ قَدْ رُعْتُهَا ۔۔۔ وَلَرُبَّ قِرْنٍ قَدْ تَرَكْتُ قَتِيلًا

میں نے ہمیشہ فارسی پہلوانوں کو ڈرایا اور اپنے مقابل کو قتل کر کے چھوڑا ہے ؂

لَوْ كُنْتُ أَجْمَعْتُ الْفِرَارَ لَوُطِّئَتْ ۔۔۔ إِنَاثٌ أُعِدَّتْ لِلْوَغَى وَذُكُورُ

اگر میں مخالفت کی ٹھان لیتا۔ تو بہت سے مرد و زن لڑائی میں پس جاتے ؂

وَمَا دَخَلَتْ خَيْلُ السَّكَاسِكِ أَرْضَنَا ... وَلَا كَانَ مِنْ عَكٍّ عَلَيَّ أَمِيرُ

اور سکسکیوں کے گھوڑے ہمارے علاقے میں داخل نہ ہو سکتے۔ اور نہ عکی آدمی میرا حاکم بنتا ۔

وَلَا كُنْتُ لِلْعَبْدِ الْمَزُونِيِّ تَابِعاً ... فَيَا لَكَ دَهْرٌ بِالْكِرَامِ عَثُورُ

اور نہ میں مزونی غلام کا تابع فرمان بنتا ۔ اے شریف کش زمانے تجھ پر افسوس ہے ۔

واسط کے جیل خانہ میں صالح نے محمد بن قاسم اور اس کے رشتہ داروں کو طرح طرح کے عذاب دیکر بالآخر قتل کر دیا۔ اور اس طرح بنو عقیل کا یہ گوہرِ نایاب تاریخ اسلام میں رنج و حسرت کا ایک سیاہ ماتمی صفحہ چھوڑ کر ملاءِ اعلیٰ میں جا شامل ہوا ۔

لیڈر کے پیٹ کا نعرۂ حق

(مزاحیہ نظم)

از جناب ظہیر نیاز بیگی

لیڈر کا ہے جو پیٹ وہ اک روز پکارا ‏ ‏ ‏ اے لطفِ زباں مجھکو ترے دم کا سہارا
مذہب کا جنوں قوم کا غم ملک کی خدمت ‏ ‏ ‏ معلوم ہے یہ اصل میں کیا قصہ ہے سارا
اس ڈھونگ سے کام اپنا نکلتا ہے وگرنہ ‏ ‏ ‏ سچ ہے کہ نہیں ان میں مجھے ایک بھی پیارا
ہنر ہے کہ فتنے ہی پہ فتنے کو جگا رکھ ‏ ‏ ‏ یوں ہوتا چلا جائے گا خوب اپنا گذارا
حق بات کے کہنے سے ہے نقصان سراسر ‏ ‏ ‏ کر بات وہ جس سے کہ چلے کام ہمارا
خواہش ہے کہ دنیا میں مرے واسطے ہر دم ‏ ‏ ‏ ہوتا رہے دعوت کے ہی سامان کا چارا
ہاں قورمہ و کوفتہ بریانی و زردہ ‏ ‏ ‏ ان سب کا ازل سے ہے مجھے عشق نیارا
مرغ اور بٹیروں سے تو حاصل ہے مسرت ‏ ‏ ‏ مچھلی نے ذرا اور طبیعت کو ابھارا
انڈے تو جہاں میں مری راحت کا سبب ہیں ‏ ‏ ‏ مکھن تو ہے دنیا میں مری آنکھ کا تارا
فرنی پہ فدا ہوں تو ملائی پہ ہوں مائل ‏ ‏ ‏ کب مجھکو مٹھائی کی جدائی ہے گوارا
یہ ظلم ہے چٹنی کی نہ دلجوئی کروں میں ‏ ‏ ‏ جس نے کہ مری محفلِ لذت کو سنوارا
اے پیاری زباں خوب میں پھولا نہ سمایا ‏ ‏ ‏ جب تو نے مرے حلق میں حلوے کو اتارا
مرجاؤں نہ غم کھا کے کہیں غور سے سن لے ‏ ‏ ‏ بھولے سے کبھی دال کا کرنا نہ اشارا
گھر قوم کا بکتا ہے تو بک جائے مجھے کیا ‏ ‏ ‏ دل اپنا تو عادت سے ہے مجبور بچارا

کیا جانوں میں ناجائز و جائز کا سلیقہ
چلنے دے یونہی کام ظہیر اپنا خدارا

فتوحاتِ قرآن

از پروفیسر یوسف سلیم صاحب بی۔ اے۔ پرنسپل اشاعت اسلام کالج لاہور

اس عنوان کے ماتحت میں اختصار کیساتھ ان عظیم الشان فتوحات اور کامیابیوں کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جو قرآن مجید کو زمانۂ نزول سے لے کر تا ایں دم مختلف صورتوں میں حاصل ہو چکی ہیں ؛

ہم مسلمانوں کا سچے دل سے یہ اعتقاد ہے۔ کہ قرآن مجید خدا کا کلام ہے۔ بے نظیر ہے۔ لاجواب ہے۔ تاثیر تعلیم اور جامعیت کے لحاظ سے دنیا کی کوئی کتاب اس کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ اور ایسی نادر خصوصیات کا حامل ہے۔ جن کا وجود دنیا کی کسی مذہبی کتاب میں نہیں پایا جاتا۔ ہمارے غیر مسلم دوست ان باتوں کو ہماری خوش اعتقادی پر محمول کرکے کہتے ہیں۔ کہ مسلمان اپنی کتاب کی تعریف میں اس درجہ مبالغہ محض اس لئے کرتے ہیں۔ کہ وہ اسے الہامی کتاب یقین کرتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ اُن کی خدمت میں بعض دلائل اور شواہد ایسے پیش کردوں۔ کہ انکو ملاحظہ کرنے کے بعد انہیں بھی قرآن مجید کی عظمت کے سامنے سر تسلیم خم کئے بغیر چارۂ کار نہ رہے۔ اور اس بات میں وہ میرے ہمنوا ہو جائیں کہ واقعی "قرآن مجید ایک بے نظیر اور زندہ معجزہ ہے ؛

اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید سے پہلے بھی بہت سی کتابیں نازل فرمائیں۔ اور بلاشبہ اپنے اپنے زمانہ میں اُن کتابوں نے بعض بنی نوع آدم کی زندگی میں کم و بیش خوش آئند انقلاب بھی پیدا کیا۔ لیکن یہ کتابیں اور اُن کی تعلیمات مختص بالقوم اور مختص بالزمان تھیں۔ اِس لئے ان کی تاثیر، اصلاح اور فتوحات کا دائرہ بھی اسی ملک اور اسی قوم تک محدود رہا جس میں وہ نازل ہوئی تھیں۔ وید کا پیغام بھارت ورش سے باہر کسی نے نہیں سُنا۔ اُستا کی روشنی ایران کے آتشکدوں سے باہر نہیں نکلی۔ توریت کی تعلیم قوم یہود تک محدود رہی۔ لیکن قرآن مجید اللہ تعالےٰ کا آخری کامل اور عالمگیر پیغام ہے۔ جو دُنیا کے تمام باشندوں کے لئے ہے۔ اور قیامت تک ہر دور اور ہر زمانہ کے لئے ہے۔ اس لئے اس کی فتوحات کا دائرہ بھی ہمہ گیر ہے۔ اور اسکا سلسلہ بھی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے قائم رہے گا ؛

ان تمہیدی الفاظ کے بعد اب میں قرآن مجید کی عالمگیر فتوحات کو تاریخی شواہد اور عقلی دلائل کی روشنی میں اہل علم کے سامنے پیش کروں گا۔ تاکہ میرا دعوےٰ پایۂ ثبوت کو پہنچ سکے ؛

شاہدِ اوّل قرآن مجید کے علاوہ دنیا میں اور کوئی مذہبی کتاب ایسی موجود نہیں ہے۔ جس نے ۲۳ سال کی قلیل مدت میں ایک جاہل اور وحشی قوم کو نہ صرف شائستہ اور متمدن بنا دیا۔ بلکہ اخلاق اور روحانیت کے بلند مقام پر بھی پہنچا دیا۔ اور ایسا دستور العمل عنایت فرمایا۔ جس پر چل کر یہ قوم ایک صدی کے اندر اندر ربع مسکون پر حکمران ہوگئی۔ یہ کہنا بالکل مبالغہ نہیں کہ قرآن مجید کے علاوہ اور کوئی مذہبی کتاب دنیا میں ایسی موجود نہیں جس نے اس قدر عظیم الشان اور حیرت انگیز انقلاب کسی قوم کے اندر پیدا کر دکھایا ہو۔ اور حیوانوں کو انسان بنا دیا ہو۔

قرآن مجید کی بے نظیر کامیابی کا صحیح احساس کرنے کے لئے ضروری ہے۔ کہ میں قبل اسلام عربوں کی زندگی کا کچھ حال بیان کر دوں۔

واضح ہو کہ اگرچہ ساتویں صدی عیسوی میں ایک عام جہالت توہم پرستی اور اخلاقی پستی کا رنگ دنیا پر چھایا ہوا تھا لیکن عرب کی حالت سب سے زیادہ خراب تھی۔ یہاں عیوب کو خوبیاں سمجھا جاتا تھا۔ اور بدکاریوں کو نکوکاری خیال کیا جاتا تھا۔ قتل وغارت، شراب خوری، قمار بازی، زناکاری، دختر کشی، جنگ وجدل اور ہر قسم کے فسق وفجور کا ارتکاب عربوں کی روزمرہ زندگی کے عناصر ترکیبی بنے ہوئے تھے۔ بت پرستی، رسوم پرستی، توہم پرستی، آثار پرستی اور شخصیت پرستی ان لوگوں کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی۔ مرد اور عورت دونوں بے حیائی اور ارتکاب معاصی پر فخر کرتے تھے مختصر یہ کہ دنیا جہان کی کوئی بدی اور برائی ایسی نہ تھی جو ان میں موجود نہ ہو۔

مولانا حالی مرحوم نے ان کی حالت کا نقشہ بایں الفاظ کھینچا ہے ؎

چلن اُن کے جتنے تھے سب وحشیانہ ہر اک لوٹ اور مار میں تھا یگانہ
فسادوں میں کٹتا تھا ان کا زمانہ نہ تھا کوئی قانون کا تازیانہ
وہ تھے قتل و غارت میں چالاک ایسے
درندے ہوں جنگل میں بے باک جیسے
جُوا اُن کی دن رات کی دل لگی تھی شراب اُن کی گھٹی میں گویا پڑی تھی
تعیش تھا غفلت تھی دیوانگی تھی غرض ہر طرح اُن کی حالت بُری تھی
بہت اس طرح اُن پہ گزری تھیں صدیاں
کہ چھائی ہوئی نیکیوں پر تھیں بدیاں

لیکن قرآن مجید کا اعجاز ملاحظہ ہو کہ ۲۳ سال کی قلیل مدت میں اس کتاب نے انہی عربوں میں وہ حیرت انگیز ذہنی

علمی اخلاقی اور روحانی انقلاب پیدا کر دیا۔ کہ دنیا کی تاریخ اس کی نظیر نہیں پیش کر سکتی۔ مسلم اور غیر مسلم دونوں اس امر پر متفق ہیں کہ قرآنی تعلیمات نے عربوں کو زمین سے اُٹھا کر آسمان پر پہنچا دیا۔ یا تو یہ لوگ ہر پتھر کو خدا سمجھ کر اس کے سامنے سر جھکاتے تھے۔ یا دنیا میں توحید کے علمبردار بن گئے۔ شراب خوری، قمار بازی اور زنا کاری تینوں خبائث سے یکسر پاک ہو گئے۔ جو لوگ بات بات پر دوسروں کو قتل کر دیا کرتے تھے۔ اب پانچوں وقت خدا کے سامنے دست بستہ حاضر ہونے لگے۔ جو لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیتے تھے۔ اب اُن کی عزت کرنے کے خوگر ہو گئے۔ جو لوگ رات دن آپس میں برسرِ پیکار رہتے تھے۔ اب ایکدوسرے کے بھائی بن گئے۔ جو لوگ رسوم کی غلامی میں مبتلا تھے۔ دفعتًا ان میں حریت کی رُوح سرایت کر گئی۔ اور جو لوگ آپس میں نسبی امتیازات پر جان دیتے تھے۔ اُن کے اندر ایسی مساوات پیدا ہو گئی۔ کہ شاہ اور گدا دونوں یکساں نظر آنے لگے۔ اور یہ سب کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی ظہور پذیر ہو گیا۔ چنانچہ اس بات پر آپ کا وہ خطبہ شاہد ہے۔ جو آپ نے حجۃ الوداع کے موقع پر ارشاد فرمایا تھا۔

نوٹ:۔ جس طرح قرآن مجید تاثیر کے لحاظ سے بے نظیر کتاب ہے۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کامیابی کے اعتبار سے بے نظیر نبی ہیں یعنی دنیا میں کوئی مذہبی پیشوا یا مصلح یا نبی آپ سے بڑھکر کامیاب نہیں گزرا۔ خود غیر مسلموں کو اس بات کا اعتراف کرنا پڑا۔ چنانچہ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا میں لکھا ہے۔ کہ "محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) دنیا کے تمام مذہبی پیشواؤں میں کامیاب ترین انسان ہیں"۔ آپ نے اپنی وفات سے پہلے اپنے مشن کی کامیابی کا مشاہدہ فرمالیا۔ آپ کی زندگی میں ہی تمام ملک بت پرستی اور شرک کی نجاست سے پاک ہو گیا تھا۔

شاہدِ دوم قرآن مجید نے وحشی اور جاہل عربوں میں زندگی کی وہ روح پیدا کر دی۔ کہ یا تو صدیوں سے گمنامی کی حالت میں پڑے ہوئے تھے۔ یا دفعتًا یہ حالت ہو گئی۔ کہ تہذیب و تمدن اور علم و حکمت کے علمبردار بن کر ربع مسکون پر چھا گئے۔ اور اپنے ارد گرد توحید کی روشنی سے تمام ممالک کو منور کر دیا۔ قرآن مجید نے ان لوگوں میں وہ تمام صفات پیدا کر دیں۔ جو کامیابی اور ترقی کے لئے ضروری ہیں۔ اعتماد علی اللہ اور اعتماد علی النفس اس درجہ کا ان میں پیدا ہو گیا۔ کہ اگر ایک طرف مشرق میں ملک سندھ تک اسلام کا پرچم لہرانے لگا۔ تو دوسری طرف مغرب میں اسپین تک توحید کا غلغلہ سنائی دینے لگا۔

عربوں نے ایک صدی کے اندر اندر جس قدر فتوحات کیں وہ بجائے خود قرآنی تعلیمات کی تاثیر پر ایک روشن دلیل ہیں۔ لیکن قابلِ غور بات یہ ہے۔ کہ قرآن مجید نے ان تمام ممالک کو جو عربوں کے زیر حکومت آئے۔

تہذیب وتمدن، علم وحکمت، عدل وانصاف، حریت ومساوات، فارغ البالی اور سرسبزی سے مالامال کردیا۔ تاریخ شاہد ہے کہ جس ملک پر قرآن مجید کا آفتاب طلوع ہوا۔ وہاں سے شرک، بت پرستی، جہالت، توہم پرستی، اور تعصب کی تاریکی یکسر دور ہوگئی۔ ثنویت، آتش پرستی، تثلیث، ستارہ پرستی اور ساحری تمام باطل عقائد حرف غلط کی طرح مٹ گئے۔ متھرا، بعل، وینس، ایڈانس، اپالو، ہکیس، آئی سس، ہورس اور جوپیٹر تمام دیوتاؤں کا طلسم پاش پاش ہوگیا۔

ایک بات اور بھی قابل غور ہے۔ وہ یہ کہ اسلام جس ملک میں گیا۔ اس نے علانیہ اور آزادانہ طور پر اپنے عقائد پیش کئے۔ اور دوسرے مذاہب کی طرح شرک اور بت پرستی کے ساتھ کسی قسم کی مفاہمت منظور نہیں کی۔ سب کو کم و بیش متاثر کیا۔ لیکن خود کسی مذہبی نظام سے متاثر نہیں ہوا۔

اسلام سے پہلے مسیحیت نے بھی ان تمام ممالک میں اصلاح کی کوشش کی تھی۔ لیکن تاریخ گواہ ہے کہ وہ خود ان ممالک کے مذاہب سے متاثر ہوکر اپنی اصلیت کھو بیٹھی۔

(ا) مسیحیت نے ایسینی (Essenism) فرقہ کی اصلاح کرنے کی کوشش کی۔ لیکن خود رہبانیت کے اصول کو اختیار کر بیٹھی۔

(ب) مسیحیت نے نوفلاطونی (Neo-Platonism) فرقہ کی اصلاح کرنی چاہی۔ لیکن خود ان سے "عقل اوّل" کے اصول کو اختیار کرلیا۔ اور جناب مسیح کو اسکا مصداق بنادیا۔

(ج) مسیحیوں نے مصریوں کے عقائد کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا۔ لیکن خود ان سے ابن اللہ کا عقیدہ حاصل کرکے اپنے اصولوں میں داخل کرلیا۔ اور جناب مسیح کو ابن اللہ قرار دے دیا۔ بلکہ چوتھی صدی میں ایک قدم اور آگے بڑھاکر مریم کو بھی الوہیت کا درجہ دے دیا۔ جس طرح مصریوں میں "خدا کی ماں" مانی جاتی تھی۔ اسی طرح کلیسا میں بھی "خدا کی ماں" کی پرستش ہونے لگی۔

(د) کلیسا نے بت پرستوں کی اصلاح کرنا چاہی لیکن خود اولیا پرستی، شہداء پرستی اور آثار پرستی کی لعنت میں گرفتار ہوگئی۔

اب اس کے بالمقابل اسلام کو دیکھئے۔ اسلام نے بھی انہی ممالک میں اپنا نور پھیلایا۔ لیکن نہ اس نے ایرانیوں سے آتش پرستی سیکھی۔ نہ عراقیوں سے ستارہ پرستی نہ شامیوں سے رہبانیت نہ مصریوں سے تثلیث نہ یونانیوں سے بت پرستی۔ بلکہ ان سب اقوام کو توحید الٰہی کا پرستار بنادیا۔

مسیحیت جس ملک میں گئی۔ وہاں کے مذہبی معتقدات سے کم و بیش متاثر ہوئی۔ اور انجام کار اپنی اصلیت کھو بیٹھی۔ مثلاً ۲۵ دسمبر متھرا کی پیدائش کا دن تھا۔ آج وہی ۲۵ دسمبر جناب مسیح کی پیدائش کا دن ہے۔ لیکن اسلام

کسی ملک اور کسی قوم کے معتقدات سے متاثر اور ملوث نہیں ہوا۔ اس کی اصلیت اور پاکیزگی آج بھی اسی طرح قائم ہے۔ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھی۔ توحید الٰہی اور بشریت رسولؐ کے متعلق اسلام کی جو تعلیم پہلی صدی ہجری میں رائج تھی۔ وہی تعلیم آج چودھویں صدی میں رائج ہے۔ مسلمانوں نے اس میں شک نہیں کہ بعض اقوام کے اختلاط سے بعض غیر اسلامی رسوم سیکھ لیں۔ لیکن اسلام کا سرچشمہ یعنی قرآن آج بھی اسی طرح مصفا ہے جیسے کہ پہلے تھا۔ اس کی تعلیمات میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہوئی ؀

شاہدِ سوم ناظرین کی دلچسپی کی خاطر میں ملک ہندوستان کی مثال قدرے تفصیل کے ساتھ پیش کرنی چاہتا ہوں تاکہ انہیں اندازہ ہو سکے۔ کہ اس ملک کے باشندوں کے مذہبی خیالات میں قرآن مجید نے کس قدر انقلاب پیدا کیا ؀

اسلام کا قدم اگرچہ ہندوستان میں ۷۱۲ء میں آگیا تھا۔ لیکن اس کو مستقل طور پر اپنا عمل دخل کرنے کا موقع ۱۲۰۶ء سے حاصل ہوا۔ اسی تاریخ سے اسلامی سلطنت کا آغاز اس ملک میں ہوتا ہے ؀

تیرھویں صدی عیسوی میں ہندوستان کی مذہبی حالت یہ تھی کہ یہاں تین مذاہب کم و بیش موجود تھے۔

(۱) ہندو دھرم (۲) بودھ دھرم (۳) جین دھرم۔

(الف) ہندو سرتاپا بت پرستی اور شرک میں گرفتار تھے۔ ویدوں میں تو ۳۳ ہی دیوتاؤں کا ذکر تھا لیکن انہوں نے ۳۳ کروڑ دیوتا بنا رکھے تھے۔ جملہ عناصرِ کائنات اور تمام مظاہرِ فطرت کو اپنا معبود سمجھتے تھے۔ اور توہمات کی دنیا میں زندگی بسر کرتے تھے ؀

(ب) بودھ دھرم ہندوستان سے خارج ہو چکا تھا۔ اور اس زمانہ میں اس کے پیروؤں کی تعداد انگلیوں پر گنی جا سکتی تھی ؀

(ج) جین دھرم کے ساتھ بھی ہندوؤں نے وہی سلوک روا رکھا جو بودھ دھرم کے ساتھ رکھا تھا۔ اور اس کے پیروؤں کی تعداد بھی نسبتاً بہت تھوڑی تھی۔ جیسے آٹے میں نمک ؀

جب توحید کی آواز اس صنمکدہ میں گونجی۔ اور اس آواز فلک پرواز کے بلند کرنے میں بادشاہوں کا ہاتھ نہ تھا۔ بلکہ صوفیائے کرام نے انفرادی طور پر اس خدمت کو سرانجام دیا۔ جن میں سے فقیر سراپا تقصیر کے روحانی پیشوا خواجۂ خواجگانِ چشت، خواجہ غریب نواز، سیدنا و مولینا حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ اور اُن کے مرشدِ روحانی سالارِ داعیانِ اسلام، علمبردارِ سنتِ خیر الانامؐ، داتا گنج بخش حضرت شیخ علی ہجویری ثم لاہوری کے

... نے گرامی خاص طور پر لائقِ تذکرہ ہیں۔ الغرض جب ان داعیانِ اسلام نے توحید کا پیغام یہاں کے باشندوں کو سنایا۔ ... میہ ارواح نے یَدْخُلُونَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا کا منظر پیش کر دیا۔ لیکن جو لوگ بظاہر حلقہ بگوشِ اسلام نہ ہوئے ... بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ اسلام کی بدولت خود ہندوؤں میں بہت سے لوگ ایسے پیدا ہوئے۔ جنہوں نے اسلامی تعلیمات سے متاثر ہو کر اپنی قوم کو توحید الٰہی کی طرف بلایا۔ اور اُن میں سے بعض مشہور مصلحین کے نام یہ ہیں:۔

(۱) رامانج اور راما نند نے تیرھویں صدی میں دکن کے لوگوں کو توحید کا پیغام سُنایا۔ اور بُت پرستی کی مذمت کی۔

(۲) چودھویں اور پندرھویں صدی میں شمالی ہندوستان میں تین مذہبی تحریکیں پیدا ہوئیں، جو تمامتر اسلامی تعلیمات کی پیداوار ہیں۔ مثلاً بنگال میں چیتن، یو۔ پی میں کبیر اور پنجاب میں نانک نے ہندوؤں کو پیغامِ حق سنایا۔

(۳) گجرات میں دادو دیال نے اصلاحی تحریک جاری کی۔ جس کا مقصد توحیدِ الٰہی کی طرف لوگوں کو بلانا تھا۔

(۴) اٹھارہویں صدی میں راجہ رام موہن رائے نے ہندوؤں کو توحید کی دعوت دی۔ اور اس میں مطلق شبہ نہیں۔ کہ راجہ صاحب اسلامی تعلیمات سے بڑی حد تک متاثر ہوئے تھے۔ وہ نہایت عالی دماغ انسان تھے۔ اور انہوں نے پٹنہ میں اسلامیات کی تعلیم مسلمان علماء سے حاصل کی تھی۔ اور اُن کا فارسی رسالہ "تحفۃ الموحدین" اُن کے اسلامی رنگ توحید کی پسندیدگی کا بیّن ثبوت ہے۔

(۵) انیسویں صدی میں جو تحریک پنڈت دیانند نے شروع کی۔ اگرچہ وہ زیادہ تر سیاسی تھی۔ لیکن جہاں تک اصلاحِ عقائد کا سوال ہے پنڈت جی نے بہت سی باتیں اسلامی تعلیمات سے اخذ کیں۔ مثلاً توحیدِ الٰہی کا عقیدہ، تجسّم اور حلول کا انکار، بُت پرستی کی مذمت، عورتوں کے مجلسی حقوق کا اعتراف اور اصولِ تبلیغ و اشاعتِ دین۔

آج اُن کے پیرو اگرچہ اسلام کے احسانات کا جو اس نے اس تحریک پر کئے ہیں، زبان سے اقرار نہیں کرتے۔ لیکن حقیقت بین نگاہوں سے یہ بات پوشیدہ نہیں رہ سکتی کہ:۔

(ل) منو جی نے دھرم شاستر میں جو حقوق عورتوں کو نہیں دئے۔ وہ پنڈت جی نے کس طرح دیدئے؟

(ب) شاستروں میں تبلیغ و اشاعت کا کہیں حکم نہیں ہے۔ پنڈت جی نے یہ حکم کہاں سے حاصل کیا؟

(ج) ذات پات کی تقسیم، چھوت چھات اور عدم مساوات نسل انسانی ہندو دھرم کے اجزائے لاینفک ہیں۔ پنڈت جی نے ان تینوں پر خطِ تنسیخ کس کے حکم سے کھینچ دیا؟

(د) نکاح بیوگان کا حکم کون سے شاستر میں لکھا ہوا ہے؟

(۵) ویدوں میں اوتار کا عقیدہ صراحت کے ساتھ مذکور ہے۔ پھر پنڈت جی نے کس قاعدہ کی رُو سے اس کا انکار کر دیا؟

اصلی بات یہی ہے کہ یہ تمام اصلاحی اصول پنڈت جی اور اُن کے ہمنواؤں نے اسلام سے سیکھے ہیں۔

شاہدِ چہارم فتوحاتِ قرآنی کے سلسلہ میں سب سے شاندار فتح یہ ہے۔ کہ قرآن مجید نے توحید الٰہی کا صور کچھ ایسا بلند آہنگی اور استواری کے ساتھ چار دانگ عالم میں پھونکا۔ کہ آج مشرکین اور بت پرست بھی مجبور ہیں۔ کہ اسی کی ملکوتی آواز پر لبیک کہیں۔

اسلام نے شرک اور بُت پرستی کی بُرائیوں کو اس شدت کے ساتھ واضح کر دیا ہے۔ کہ آج کوئی لکھا پڑھا غیر مسلم اپنے آپ کو مشرک یا بت پرست کہنا پسند نہیں کرتا۔ اس سے بڑھ کر قرآنی تعلیمات کی کامیابی کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔ جو لوگ فی الحقیقت موحد نہیں ہیں، وہ بھی کھینچ تان کر توحید کا عقیدہ اپنی کتابوں سے پیش کر رہے ہیں۔ اور اہلِ علم کی مجلس میں بت پرستی، آثار پرستی، انسان پرستی اور شرک کی حمایت میں لب کشائی کی جرأت نہیں کر سکتے۔ یہ قرآن مجید کے پاکیزہ اصولوں کی فتح نہیں تو اور کیا ہے؟

شاہدِ پنجم مسیحیت نے پانچویں یا چھٹی صدی عیسوی سے یورپ پر حکومت شروع کی۔ اور پانچ چھ صدیوں تک بلا شرکت غیرے اس برِ اعظم پر مسلط رہی۔ بلکہ یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا۔ کہ یہاں کے باشندوں کی جان اور جسم دونوں پر اس کا سکہ رواں تھا۔ کلیساء اور پوپ دونوں کو معصوم عن الخطاء یقین کیا جاتا تھا۔ پادریوں کو گناہ معاف کرنے کا اختیار حاصل تھا۔ گناہ کا اقرار مذہب کا جزوِ اعظم تھا۔ پادریوں کو شادی کی اجازت نہ تھی۔ اور زناکاری کے علاوہ اور کسی سبب سے طلاق ممکن نہ تھی۔ کسی شخص کو مذہبی معاملات میں دخل دینے یا مذہب میں عقل سے کام لینے کی اجازت نہ تھی۔ اور روایاتِ کلیسائی کا مرتبہ بائبل سے بھی بلند تر تھا۔

جب اُندلس کے مسلمانوں کی علم نوازی اور عرفان پروری کی بدولت یورپ کے باشندے علم و حکمت سے آگاہ ہوئے۔ تو اُن کو معلوم ہوا۔ کہ اسلام تو بنی نوع آدم کے حق میں ایک رحمت ہے۔ اور جب انہوں نے اسلامی اصُولوں کا کلیسائی اصولوں سے موازنہ کیا۔ تو انہیں کلیساء کی ستم پروری اور ظلم رانی کا پختہ یقین ہو گیا۔ چنانچہ چودھویں صدی سے کلیساء کے خلاف ایک زبردست تحریک کا آغاز ہو گیا۔ اور سولھویں صدی میں لوتھر نے اسلامی تعلیمات سے متاثر ہونے کی بناء پر ہمیشہ کے لئے کلیساء کی مطلق العنانی کا خاتمہ کر دیا۔ اور آج دنیا میں جو فرقہ پراٹسٹنٹ فرقہ کے نام سے مشہور ہے۔ اس کا وجود ہی اسلامی تعلیمات کی خوبیوں کا رہینِ منت ہے۔

لوتھر نے اصلاح کلیساء کے تمام اصول قرآنی تعلیمات سے اخذ کئے تھے۔ مثلاً چند اصول اور اُن کے ماخذ ذیل میں بیان کئے جاتے ہیں:۔

(۱) لوتھر نے اصلاح کا پہلا اصول یہ قرار دیا۔ کہ عقائد کے باب میں بائبل ہی کے لئے کافی ہے کلیسائی روایات کی پیروی کی کوئی ضرورت نہیں ؛

سوال یہ ہے کہ لوتھر نے کلیسائی روایات کی آغوش میں آنکھ کھولی تھی۔ وہ خود کلیسائے روم کا ایک پادری تھا۔ اگر اُس نے اسلامی تعلیمات کا، قرآنی اصولوں کا اور مسلمانوں کے طرزِ عمل کا مطالعہ نہیں کیا۔ تو پھر یہ خیال اُس کے دماغ میں کہاں سے آیا ؟ یہ تو خالص اسلامی اصول ہے کہ عقائد کے باب میں قرآن مجید ہمارے لئے کافی ہے۔ چنانچہ حضرت عمر فاروق کا قول مشہور ہے "حَسْبُنا کتابُ اللہ"۔ یعنی ہماری ہدایت کے لئے اللہ کی کتاب کافی ہے ؛

(۲) دوسرا اصول یہ تھا کہ پوپ معصوم عن الخطاء نہیں ہے۔ اس لئے اس کی پیروی یا اس کی باتوں پر آنکھ بند کر کے ایمان لانا ضروری نہیں ؛

یہ اصول بھی سراسر اسلامی ہے۔ اسلام میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی کے بعد اور کسی کو معصوم عن الخطاء ہونے کا دعوےٰ نہیں ہے " تَرَکْتُ فِیْکُمُ الثَّقَلَیْنِ کِتَابَ اللّٰہِ وَسُنَّتِیْ " حضورؐ فرماتے ہیں۔ اے مسلمانو! میں تمہارے لئے (تاکہ تم گمراہی اور ضلالت سے محفوظ رہو) دو قابلِ توجہ اور گراں قدر چیزیں چھوڑے جاتا ہوں۔ ایک تو اللہ کی کتاب دوسرے اپنی سنّت ؛

(۳) کلیسائی روایات جو بائبل کے خلاف ہوں گی، لائقِ تسلیم نہیں ؛

یہ تیسرا اصول تھا جو لوتھر نے اختیار کیا۔ اور یہ اصول بھی سراسر اسلامی ہے۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں " جو بات قرآن مجید کے خلاف ہو وہ میرا قول نہیں ہو سکتا "؛

(۴) چوتھا اصول اس نئی تحریک کا یہ تھا۔ کہ پوپ گناہ معاف نہیں کر سکتا۔ یہ اصول بھی خالصۃً قرآنی تعلیمات سے ماخوذ ہے۔ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ۔ ہر انسان کے لئے وہی ہے جو اُس نے کمایا۔ اور اگر کسی نے کوئی اچھا کام نہیں کیا۔ تو اس کا وبال بھی اسی پر ہے یعنی اعمال کا بدلہ ضرور ملے گا۔ کوئی شخص کسی کے گناہ معاف نہیں کر سکتا ؛

(۵) لوتھر نے رہبانیت کے خلاف بھی صدائے احتجاج بلند کی۔ چنانچہ اصلاح یافتہ مسیحیت یعنی پراٹسٹنٹ فرقہ میں راہبوں کا وجود نہیں پایا جاتا۔ اور پادریوں یا کلیسائی عہدہ داروں یا مذہبی آدمیوں کو بھی مثل دنیا داروں

کے شادی کی اجازت ہے۔ کیا کوئی شخص ایک لحہ کے لئے بھی شک کرسکتا ہے۔ کہ لوتھر نے یہ اصول اس ارشاد نبوی سے اخذ کیا ہے۔ لَا رَهْبَانِيَّةَ فِي الْإِسْلَامِ

اسی طرح اور بہت سی مثالیں دی جاسکتی ہیں۔ الغرض ازمنۂ وسطے کے خاتمہ پر یورپ میں جو دو زبردست اصلاحی تحریکیں "اصلاح کلیساء" اور "احیاء العلوم" کے نام سے پیدا ہوئیں۔ وہ تمامتر یورپین اقوام کی اسلامی تعلیمات سے آگاہی کا نتیجہ ہیں ۔

شاہدِ ششم جناب مسیح کا فرمان یہ ہے۔ کہ جن دو روحوں (عورت اور مرد) کو خدا ملا دے (بذریعہ نکاح) کوئی انسان اُن میں جدائی نہیں کرسکتا۔ تاوقتیکہ فریقین میں سے کسی ایک پر زناکاری کا الزام ثابت نہ ہوجائے لیکن زمانہ نے بتادیا۔ کہ یہ اصول دلکش اور خوبصورت تو ہے لیکن ناقص بھی ہے۔ کیونکہ بعض حالات ایسے رونما ہو سکتے ہیں۔ جب کہ زوجین میں مفارقت لازمی ہوجاتی ہے۔ اسلام کی دیکھا دیکھی آج یورپ کے اکثر ممالک میں زناکاری کے علاوہ دیگر وجوہ کی بناء پر بھی طلاق ہوسکتی ہے۔ اور اب تو یہ کوشش بھی ہورہی ہے۔ کہ عورت کو اس کے پیدائشی حقوق عطا کئے جائیں۔ ظاہر ہے کہ یہ بات قرآنی تعلیمات ہی سے ان یورپین اقوام نے سیکھی ہے۔ جس نے عورت کو اسقدر حقوق عطا کئے ہیں۔ کہ دنیا کے کسی مذہب میں ان کی نظیر نہیں مل سکتی ۔

خود ہندوستان میں ہندو عورت کی جو حالت ہے وہ کسی ہوشمند سے مخفی نہیں ہے۔ لیکن اسلامی اصولوں کی صداقت رفتہ رفتہ غیرمسلموں کے دلوں میں گھر کرتی جاتی ہے۔ چنانچہ بعض ہندو ریاستوں میں حال ہی میں نکاح بیوگان کا قانون پاس ہوا ہے۔ ظاہر ہے کہ شاستروں نے تو بیوہ کے نکاح کی اجازت دی نہیں۔ پھر یہ اصلاح جو ہنود کی مجلسی اور معاشرتی زندگی میں ہورہی ہے، کس مذہب کی ممنون احسان ہے ؟

شاہدِ ہفتم اسلام پہلا مذہب ہے جس نے ملوکیت اور سرمایہ داری کے خلاف آواز بلند کی۔ اور آج ہم دیکھتے ہیں کہ تمام دنیا میں ان دونوں اصولوں کے خلاف ایک بے پناہ جذبہ رونما ہورہا ہے ۔ اور وہ دن عنقریب آنے والا ہے۔ جب ان دونوں باتوں کا وجود مٹ جائے گا۔ کیا یہ بات قرآنی اصولوں کی ایک شاندار فتح نہ ہوگی؟

ان حالات اور واقعات کی بناپر یہ کہنا سراسر حقیقت نگاری ہے۔ کہ آئندہ زمانہ میں دُنیا پر صرف قرآنی اصولوں کی حکومت ہوگی۔ ممکن ہے ناظرین کو میرے اس قول میں مذہبی پاسداری یا جذبات نگاری کی جھلک نظر آئے اس لئے مَیں اُن کی تسلّی کے لئے ایک غیرمسلم کا قول پیش کرنا چاہتا ہوں ۔

"جارج برنارڈ شا" مشہور انگریز مصنف ہے۔ اور بظاہر کسی مذہب کا پیرو نہیں ہے۔ لیکن یہی شخص اپنی

تصنیف موسومہ (Getting Married) میں لکھتا ہے "میرا خیال ہے کہ آج سے سو سال کے بعد یورپ یا تو مسلمان ہو جائیگا۔ یا اسلام سے ملتا جلتا کوئی مذہب قبول کر لے گا"۔

مسٹر شا نے یہ پیشگوئی کیوں کی؟ کیا وہ مسلمان ہے۔ یا اسے اسلام سے الفت ہے۔ یا وہ کوئی ذاتی غرض رکھتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ اسے اسلامی اصولوں میں وہ بات نظر آئی جو اُن کی آئندہ کامیابی کی ضامن ہے۔ اور جو شخص بھی تعصب کی پٹی آنکھوں سے کھول کر اسلام کا مطالعہ کرے گا۔ اسے صاف نظر آ جائیگا۔ کہ دنیا میں آگے چل کر اگر کسی مذہب کی حکومت کا امکان ہے تو وہ اسلام ہے اور صرف اسلام۔

اس کی وجہ کیا ہے؟ وجوہ تو متعدد ہیں۔ لیکن میں اس جگہ صرف دو باتیں پیش کرنے پر اکتفا کروں گا:۔

پہلی بات یہ ہے کہ اسلام یعنی قرآنی تعلیمات فطرتِ انسانی کے عین مطابق ہیں۔ اس لئے جوں جوں انسان ترقی کرتا جائیگا مذاہب کے غیر فطری اصولوں سے متنفر ہوتا جائے گا۔ اور خود بخود اسلامی اصولوں کی طرف آتا جائیگا۔ اور انجام کار ایک زمانہ ایسا آ جائے گا جب دنیا میں اسلام یعنی دینِ فطرت کے علاوہ اور کوئی مذہب باقی نہ رہیگا۔ کما قال اللہ تعالےٰ:۔

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا۔ اللہ وہی تو ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق عطا کرکے دنیا میں بھیجا۔ تاکہ وہ اسے دیگر ادیانِ عالم پر غالب اور فائق ثابت کر دے۔ اور اللہ اس دعوے کی صداقت پر شاہد ہے۔ اور اس کی شہادت کافی ہے۔

قرآن مجید نے یہ پیشگوئی اسی لئے کی ہے۔ کہ قرآن مجید کا نازل کرنیوالا اس حقیقت سے آگاہ ہے۔ کہ انجام کار اسلام ہی کی دُنیا پر حکومت ہوگی۔ اور باطل سراسر مٹ جائے گا۔

دوسری بات یہ ہے کہ اسلام ایسا مذہب ہے جو بنی نوع آدم (بچہ، جوان، بوڑھا، عورت، مرد، حاکم، محکوم، فرد اور جماعت) کی زندگی کے ہر شعبہ میں داخل ہے۔ بلکہ جاری و ساری ہے۔ وہ بیک وقت ایک اخلاقی نصب العین بھی ہے اور طریق فکر بھی، نظام معاشرت بھی ہے اور ضابطۂ سیاست بھی۔ وہ انسان کے لئے کامل رہنما ہے۔ اور اس کی جسمانی، اخلاقی اور روحانی تینوں پہلوؤں کی آبیاری کر سکتا ہے۔ چونکہ وہ ہر حال میں اس کا رفیق ہے۔ اس لئے جب بنی نوع آدم کی عقول اس درجہ ترقی یافتہ ہو جائیں گی۔ کہ وہ خوب اور خوب تر میں تمیز کر سکیں گی۔ تو صرف اسلام ہی اُن کی نظروں میں پسندیدہ ثابت ہوگا۔

میرے اس قیاس کی صداقت پر اسلام کی اشاعت ایک زبردست دلیل ہے۔ جو بغیر روپیہ، بغیر تنظیم اور بغیر تنخواہ دار مبلغین کے دنیا میں عموماً اور افریقہ میں خصوصاً خود بخود ہو رہی ہے۔

کسے معلوم نہیں کہ مسیحیت نے افریقہ کے طول و عرض میں تنخواہ دار مشنریوں کا جال بچھا رکھا ہے۔ اور لاکھوں روپیہ مغربی اقوام اپنے مذہب کی اشاعت پر خرچ کر رہی ہیں۔ اس کے بالمقابل نہ تو مسلمانوں نے آج تک کوئی اسلامی مشن افریقہ میں قائم کیا۔ اور نہ انہوں نے تبلیغ و اشاعت اسلام کے لئے کوئی باضابطہ جماعت قائم کی۔ نہ ان کے ہاں دولت اور کارکنوں کی وہ فراوانی ہے۔ اور نہ اسلامی مبلغین افریقہ کے صحراؤں کا دورہ کر رہے ہیں۔ اس کے باوجود اس برّ اعظم میں اللہ کا دین سرعت کیساتھ پھیلتا جاتا ہے۔

افریقہ کو جانے دیجئے۔ خود اپنے ملک ہندوستان کو دیکھ لیجئے۔ یہاں کے مسلمانوں کی مذہبی حالت ناظرین سے پوشیدہ نہیں۔ ان کی اقتصادی بدحالی روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ تبلیغی نظام نہ کبھی پہلے قائم تھا نہ آج ہے۔ اس کے باوجود اسلام کی ترقی کی رفتار یہ ہے:۔

۱۸۷۱ء میں ۵ کروڑ۔ ۱۸۸۱ء میں ۵ ½ کروڑ۔ ۱۸۹۱ء میں ۶ کروڑ۔ ۱۹۰۱ء میں ۶ ½ کروڑ۔ ۱۹۱۱ء میں ۷ کروڑ۔ ۱۹۲۱ء میں ۷ ½ کروڑ ۱۹۳۱ء میں تقریباً ۸ کروڑ۔ اور انشاء اللہ تعالےٰ ۱۹۴۱ء میں کم از کم ۹ کروڑ مسلمان اس ملک میں ضرور ہوں گے۔

مجھے اس امر کا اعتراف ہے۔ کہ دینِ فطرت کی ترقی کی جو رفتار ہونی چاہیئے تھی وہ نہیں ہے۔ لیکن اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ ہم لوگ جو اس مذہبِ حق کے پیرو ہیں۔ عرصہ دراز سے اپنے تبلیغی فرض کو فراموش کر چکے ہیں۔ اس کی تفصیل یہ ہے:۔ (ا) امراء عیش و مسرت میں مشغول ہیں اور دین سے بالکل بیخبر ہیں۔ انکی دولت تسکین نفس کے لئے وقف ہے نہ اشاعت اسلام کیلئے۔ (ب) ہمارے علماء (الا ماشاء اللہ) باہمی منافشات اور ذاتی تنازعات میں مصروف ہیں۔ انہیں تبلیغ اسلام کی فرصت ہی نہیں ملتی۔ (ج) صوفیاء کا طبقہ ضروریاتِ زمانہ سے بالکل بیخبر ہے۔ اسکے افراد میں تبلیغ کی صلاحیت ہی موجود نہیں۔ اندریں حالات اگر قرآنی فتوحات کی رفتار اس قدر تیز نہیں جس قدر ہونی چاہیئے تھی۔ تو ہرگز جائے تعجب نہیں۔ اللہ سے دعا ہے۔ کہ وہ ہمیں تبلیغ و اشاعت اسلام کی بیش از پیش توفیق ارزانی فرمائے۔ تاکہ ہمارا نام بھی خدامِ دین کی زرّیں فہرست میں درج ہو سکے۔ آمین یا رب العالمین۔

عیدِ سعید

(از جناب سید محمد ادریس صاحب طورو ی)

دنیا میں کوئی قوم ایسی نہیں جس نے اظہار زینت و تجمل کے واسطے کوئی خاص دن جشن عام کا مقرر نہ کیا ہو۔ ہندوستان میں ہولی، ایران میں نوروز اور مہرجان اور یورپ میں کرسمس ڈے کے تہوار زمانہ قدیم سے جشن و مسرت کے طور پر منائے جاتے ہیں۔ عرب میں بھی اسلام کے مبارک عہد سے پہلے ایام نوروز و مہرجان مسرت و انبساط اور ہر قسم کے کھیل تماشوں اور گانے بجانے کے لئے خاص تھے۔ ان خوشگوار موسموں کی معتدل ہواؤں میں وہ دنیاوی تفکرات سے الگ ہو کر اپنی تمام تفریحی دلچسپیوں اور جنگجویانہ طاقتوں کا مظاہرہ کیا کرتے تھے۔

جب سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے رشک گلزار ارم بنایا۔ تو آپ نے اہل مدینہ کو جشن مناتے دیکھ کر فرمایا۔ یہ کیسے دن ہیں؟ عرض کیا گیا۔ کہ ہم ایک عرصہ دراز سے ان ایام میں خوشیاں مناتے اور کھیل کود کیا کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ خدائے تعالے نے تم کو ان کے بدلے میں دو ان سے بہتر دن عید الفطر اور عید اضحیٰ مرحمت فرمائے ہیں۔

اسی دن سے زمانۂ قدیم کے تہواروں کو چھوڑ کر مسلمانوں نے اپنی تمام خوشیوں اور جائز آزادیوں کو منانے کے لئے عید الفطر اور عید اضحیٰ کے دو دن مقرر کئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح ملک عرب کی تمام جاہلانہ رسوں اور غیر مفید میلوں اور بازاروں کا خاتمہ کیا۔ اسی طرح آپ نے دور جاہلیت کی اس یادگار کو بھی مٹایا۔ تاکہ جو غیر شرعی اور اخلاق سوز رسومات ان دنوں سے وابستہ ہیں۔ ان کی یاد مسلمانوں کے دلوں سے یکسر مٹ جائے۔ اور یہ اپنی معیشت اور معاشرت کے نئے اصولوں پر پوری پابندی کے ساتھ عامل رہیں۔ اور اسی لئے جہاں اُن کے مقرر کردہ ایام عید کو بدل دیا گیا۔ وہاں ان مشاغل کی بھی پوری پوری اصلاح کر دی گئی۔ جو ان دنوں کیساتھ مختص تھے۔

مسلمان کی عید

اسلام چونکہ فسق و فجور اور لہو و لعب کا مخالف ہے۔ اس لئے اس نے اپنے پیروؤں کو عید منانے کے

لئے ایسا دستور العمل بنا کر دیا۔ جس سے اسلام کی شان و شوکت اور مسلمانوں کی طاقت و قوت کا بہترین مظاہرہ ہو سکے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو عیدگاہ میں جاتے وقت تکبیریں بلند آواز سے پڑھنے اور عیدگاہ میں بستی کے تمام مسلمانوں کا جمع ہو کر ربّ معبود کے سامنے یکدل اور یکزبان ہو کر صف باندھنے کا حکم اسی مصلحت کی بنا پر دیا۔ کہ غیر اقوام ان کا اتحاد و اتفاق۔ ان کی یکجہتی اور یکدلی دیکھ کر سمجھ لیں۔ کہ جو لوگ نفسانی خواہشات اور جسمانی آرام و راحت چھوڑ کر اپنے پروردگار کے سچے بندے بن جاتے ہیں۔ ان کو دنیا کی کوئی مادی طاقت شکست نہیں دے سکتی۔ اور وہی لوگ آخر کار غالب اور زمین کے وارث بن کر رہیں گے ؛

اسلام سے پہلے عید کی خوشی کا نقطۂ نظر لہو و لعب اور شراب و کباب اُڑانا تھا۔ آپ نے سب سے پہلے اسی خیال کی تردید کی۔ اور اُن کو عملی طور پر دکھایا۔ کہ خوشی اور مسرت کا حقیقی راز ربّ واحد کی طرف جھک جانے اور اس کی بے لوث عبادت کرنے میں مضمر ہے۔ اور ایک مسلمان عید کی سچی خوشیاں اور قومی تہوار کی پوری دلچسپیاں اپنے قادر و قیوم پروردگار کی بارگاہ میں حاضر ہو کر ہی حاصل کر سکتا ہے ؛

لَيْسَ الْعِيْدُ لِمَنْ لَبِسَ الْجَدِيْدَ۔ اِنَّمَا الْعِيْدُ لِمَنْ اٰمِنَ الْوَعِيْدَ۔ لَيْسَ الْعِيْدُ لِمَنْ تَبَخَّرَ بِالْعُوْدِ اِنَّمَا الْعِيْدُ لِلتَّائِبِ الَّذِيْ لَا يَعُوْدُ لَيْسَ الْعِيْدُ لِمَنْ تَزَيَّنَ بِزِيْنَةِ الدُّنْيَا۔ اِنَّمَا الْعِيْدُ لِمَنْ تَزَوَّدَ بِزَادِ التَّقْوٰى۔ لَيْسَ الْعِيْدُ لِمَنْ رَكِبَ الْمَطَايَا۔ اِنَّمَا الْعِيْدُ لِمَنْ تَرَكَ الْخَطَايَا۔ لَيْسَ الْعِيْدُ لِمَنْ بَسَطَ الْبِسَاطَ۔ اِنَّمَا الْعِيْدُ لِمَنْ جَاوَزَ الصِّرَاطَ۔

عید نئے کپڑے پہننے والے کی نہیں ہے۔ اصل عید تو اس کی ہے جو خدا کے وعید سے بچ گیا۔ عید اس کی نہیں جس نے عود اور صندل کی انگیٹھیاں سلگائیں۔ عید سچے توبہ کرنیوالے کی ہے۔ دنیوی زیب و زینت کرنیوالے کی عید نہیں ہے۔ عید اس کی ہے جو تقویٰ اور پرہیزگاری کا توشہ رکھتا ہو۔ عید سواریوں پر سوار ہونے والے کی نہیں ہے۔ بلکہ گناہوں کو چھوڑنے والے کی ہے۔ عید عمدہ فرش بچھانیوالے کی نہیں ہے۔ عید اس کی ہے جو پل صراط سے محفوظ گزر جائے ؛

زیب و زینت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا۔ کہ نماز عید کے لئے خاص طور پر تیاری کیا کرتے تھے۔ نماز سے پہلے

[غ]سل فرماتے۔ عمدہ لباس زیب تن فرماتے۔ پھر خوشبو لگا کر عیدگاہ کی طرف تشریف لے جاتے۔ وہاں پہنچ کر دوگانۂ عید پڑھاتے۔ پھر منبر پر رونق افروز ہو کر مسلمانوں کو احکام الٰہی سناتے۔ جس میں وعظ و نصیحت، عبرت و موعظت اور ترغیب [و تر]ہیب کے علاوہ ملکی اور سیاسی مسائل پر تبصرہ فرماتےؔ ۔

چونکہ ابتدائی زمانہ میں عورتوں کے لئے پردہ کا حکم نازل نہیں ہوا تھا۔ اور مسلمانوں کی تعداد کم تھی۔ اس لئے [عور]تیں بھی عیدگاہ میں جاکر نماز میں شریک ہوا کرتی تھیں۔ آپ خطبہ سے فارغ ہو کر عورتوں کے قریب تشریف لاتے۔ [او]ر ان کو گھریلو زندگی اور معاشرت کے زریں اسلامی اصول سمجھاتے۔ پھر دوسرے رستہ سے واپس ہو کر گھر تشریف لاتے ۔

آپ کے مبارک عہد میں عید کے دن مصافحہ یا معانقہ کرنیکا رواج نہ تھا۔ اور نہ یہ معلوم ہوسکا ہے۔ [ک]ہ ہندوستان میں نماز عیدین کے بعد جو مصافحے اور معانقے نہایت گرمجوشی سے بالالتزام کئے جاتے ہیں۔ اس کی [ا]یجاد کہاں سے ہوئی اور کیونکر ہوئی؟ اسی لئے بعض فقہاء نے اس کو بدعت سمجھ کر مکروہ بتلایا ہے۔ لیکن اکثر مشائخ کا قول ہے کہ جب دوسرے اوقات میں مصافحہ اور معانقہ کرنا سنت اور کارِ ثواب ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ کہ عید کے دن مسلمان ایکدوسرے سے گلے ملیں۔ اور سال بھر کی کدورتوں اور رنج و کینہ کو دلوں سے محو کر دیں ۔

کھیل کود اور گانا بجانا

بانیٔ اسلام فداہ روحی نے عید کی سابقہ لغویتوں کو مٹا دینے اور اُن کی یاد کو دلوں سے مطلقاً فراموش کر دینے کا حکم تو دیا تھا۔ لیکن آپ نے اپنے پیروؤں کو ایک خشک اور متقشف زاہد کی طرح روکھی پھیکی زندگی بسر کرنے کی [تلق]ین نہیں کی تھی۔ بلکہ آپ نے ان کو بلانوش رندوں اور گوشہ نشین راہبوں کی افراط و تفریط والی تلخ اور بے مزہ زندگی سے بچا کر میانہ روی کی تعلیم دی تھی۔ چنانچہ وہ کھیل جن سے جسمانی ورزش مقصود ہو اور ان کے کھیلنے سے ایک قوم کی

[ف]ـ بخاری شریف کی ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں :۔

يَعِظُهُمْ وَيُوصِيهِمْ وَيَأْمُرُهُمْ۔ فَإِنْ كَانَ يُرِيدُ أَنْ يَقْطَعَ بَعْثًا قَطَعَهُ أَوْ يَأْمُرَ بِشَيْءٍ أَمَرَ بِهِ ۔

آپ حاضرین کو وعظ کرتے۔ وصیت فرماتے اور حلال و حرام کا حکم دیتے اگر کسی فوج کو لڑائی کے لئے بھیجنا ہوتا۔ تو وہاں سے بھیجتے۔ اور انہیں ضروری احکام صادر فرماتے ۔

اولوالعزمی کا پتہ چلتا ہو۔ آپ نے اُن کی نہ صرف اجازت دی۔ بلکہ مختلف طریقوں سے اُن کی حوصلہ افزائی فرمائی۔
بخاری شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ :-

وَكَانَ يَوْمَ عِيدٍ يَلْعَبُ السُّودَانُ بِالدَّرَقِ	ایک مرتبہ عید کے دن حبشی داب اور سپر سے کھیل کر
وَالْحِرَابِ۔ فَإِمَّا سَأَلْتُ رَسُولَ اللّٰہِ	تماشا دکھا رہے تھے۔ (یاد نہیں کہ) میں نے خواہش
صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِمَّا قَالَ	ظاہر کی (یا) آپ نے فرمایا۔ کیا تماشہ دیکھنا چاہتی ہو؟
تَشْتَهِينَ تَنْظُرِينَ۔ فَقُلْتُ نَعَمْ۔	(بہرحال) میں آپ کی آڑ میں کھڑی ہو گئی۔ کندھے
فَأَقَامَنِي وَرَاءَهُ خَدِّي عَلَى خَدِّهِ۔	پر رخسار رکھ کر۔ آپ بار بار ان سے ارشاد فرماتے ۔
وَهُوَ يَقُولُ دُونَكُمْ يَا بَنِي أَرْفِدَةَ	شاباش اے ارفدہ کی اولاد! حتیٰ کہ میں تھک گئی۔
حَتَّى إِذَا مَلِلْتُ قَالَ لِي حَسْبُكِ	آپ نے فرمایا بس۔ میں نے عرض کیا۔ ہاں۔
قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَاذْهَبِي۔	فرمایا۔ اچھا چلی جاؤ ۔

بلکہ ایک اور روایت سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ آپ نے عید کے دن دف پر گانے اور دیگر تفریحی کھیل کھیلنے کی بھی اجازت دی تھی۔ تاکہ مسلمانوں کے دماغ پر رہبانیت اور روکھے پن کا استیلا نہ ہو ۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جن کی عمر چھوٹی تھی۔ اور بتقاضائے سن وسال بچیوں اور گڑیوں کیساتھ کھیلنے میں خاص خوشی پاتی تھیں۔ ایک مرتبہ عید کے دن انصار کی دو لڑکیوں کے ساتھ بیٹھ کر اُن کا قومی گیت سُن رہی تھیں۔ کہ اُن کے والد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ انکو یہ دیکھ کر غصہ آیا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مُنہ ڈھانپے استراحت فرماتے ہیں۔ اور یہ لڑکیاں نظم گاگا کر اُن کے آرام میں خلل انداز ہوتی ہیں حضرت ابوبکرؓ نے ان کو ڈانٹا۔ مگر آپ نے یہ فرما کر منع کیا :-

دَعْهُمَا يَا أَبَا بَكْرٍ فَإِنَّهَا أَيَّامُ عِيدٍ۔ (اے ابوبکر۔ اُن کو گانے دے۔ یہ عید کے دن ہیں)۔

قُربانی

دورِ جاہلیت میں جہاں غیر اللہ کے لئے رکوع و سجود ہوتے تھے۔ اور بُتوں سے دُعا اور استعانت کی جاتی تھی۔ وہاں اُن کے لئے نذریں اور قربانیاں بھی ہوتی تھیں ۔

وَجَعَلُوا لِلّٰہِ مِمَّا ذَرَأَ مِنَ الْحَرْثِ   اور ان (کافروں) نے پیداوار اور چوپایوں میں سے

وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ	ایک حصہ ٹھہرا دیا۔ پھر بولے یہ اللہ کا ہے۔ اُن کے
وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا۔	خیال میں۔ اور یہ ہمارے بُتوں کا ؀

اسلام نے آکر جس طرح عبادت کی دوسری صُورتوں کا رُخ غیر اللہ سے اللہ کی طرف پھیر دیا۔ اسی طرح نذروں اور قربانیوں کا رُخ بھی اُدھر سے اِدھر پھیرا۔ اور مسلمانوں کو یہ حکم دیا

قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَ	اے پیغمبر۔ ان سے کہدیجئے۔ کہ میری نماز، قربانی،
مَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ۝	زندگی اور موت سب اس خدا کے لئے ہیں۔ جو
	پروردگار عالم ہے ؀

ہر شخص جو شریعتِ اسلامیہ کی حکمت میں ادنیٰ بصیرت بھی رکھتا ہے۔ اس کے لئے یہ سمجھنا کچھ بھی مشکل نہیں۔ کہ رسوم جاہلیت اور شرک و بُت پرستی کو مٹانے کے لئے اس سے زیادہ کارگر کوئی تدبیر نہیں ہوسکتی۔ کہ جن اقسام اور جن شکلوں کی عبادتیں مشرک قوموں میں رائج ہوں۔ ان سب کو اللہ کے لئے مخصوص کردیا جائے چنانچہ آپ نے مشرکوں کی تمام اقسام قربانی کو ممنوع قرار دیتے ہوئے اللہ تبارک و تعالیٰ کے خلیل اور امّتِ مسلمہ کے نام رکھنے والے پیغمبر حضرت ابراہیم علیہ التحیۃ والتسلیم کی اس بینظیر اور یادگار زمانہ قربانی کی تاریخ کو چُن لیا۔ جس کا ذکر قرآن کریم نے ان الفاظ میں کیا ہے :-

فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يَا بُنَيَّ اِنِّيْ اَرٰى	جب وہ اس (ابراہیمؑ) کیساتھ چلنے کے قابل ہوگیا۔ کہا۔ اے
فِي الْمَنَامِ اَنِّيْ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى	میرے بیٹے۔ میں نے خواب دیکھا ہے۔ کہ تجھے ذبح کرتا ہوں۔
قَالَ يَا اَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ۔ سَتَجِدُنِيْ	بتا۔ تیری کیا رائے ہے۔ کہا۔ ابا جان۔ جس بات کا آپکو حکم
اِنْشَاءَ اللّٰهُ مِنَ الصَّابِرِيْنَ۔ فَلَمَّا اَسْلَمَا	ہو۔ اسے کیجئے۔ انشاء اللہ آپ مجھے صابر پائینگے۔ توجب
وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ وَنَادَيْنَاهُ اَنْ يَا اِبْرَاهِيْمُ	دونوں نے ہمارے حکم پر گردن رکھی۔ اور باپ نے بیٹے کو ماتھے
قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا۔	کے بل لٹایا (اسوقت کا حال نہ پوچھ) اور ہم نے پکارا۔ اے
	ابراہیمؑ۔ بے شک تو نے خواب سچ کردکھائی ؀

گویا اس طرح مسلمانوں کو ہر سال اس بات کی یاد دلائی گئی ہے۔ کہ تمہاری جان و مال اور تمام سازوسامان اللہ کے رستے میں اس طرح قربان ہونے چاہئیں۔ جس طرح وہ عبد صالح ایک خواب کو سچ کردکھانے کے لئے پروردگار کے نام پر اپنے محبوب بیٹے کو قربان کردینے پر تل چکا تھا۔ نیز اس میں یہ مصلحت بھی رکھی گئی۔ کہ جو غریب اور نادار لوگ روٹی کے ٹکڑے تک کو ترستے ہوں اس مبارک موقع پر شکم سیر ہوسکیں۔ اور اپنی افلاس اور فاقہ کشی کی مصیبتوں کو فراموش کرلیں ؀

فتنۂ رسُومات

مصنفہ جناب مرزا عزیز فیضانی صاحب (دارا پوری)

رسوماتِ قبیحہ جو بالعموم ہر تقریب پر اور علی الخصوص شادی کے موقعہ پر دیہات میں ہوتی ہیں۔ اور اُنکے اسباب و نتائج۔ یہ ایک ایسا موضوع ہے۔ کہ اسے وقت کی اشد ضروریات میں سے شمار کیا جانا چاہیئے۔ اس سے پہلے مصلحین قوم کا دھیان اس طرف چنداں نہ تھا۔ کہ اثر انداز ہوتا۔ خدا کا شکر ہے کہ زمانے کی فضا نے پلٹا کھایا۔ اور خصوصًا اصلاح دیہات کے عالمگیر پروپگنڈا نے مسلمان قوم کے مصلحین کو کسی حد تک بیدار کر دیا ہے۔ چنانچہ اب واعظین وعظوں میں، مقررین تقریروں میں، نامہ نگار مضامین میں، شعراء نظموں میں اور مجلسی حضرات مجالس میں رسم و رواج کے خلاف بھی آواز اٹھانے لگے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بفضل خدا اب جاہل سے جاہل دیہاتی مسلمانوں کو بھی اتنا محسوس ہونے لگا ہے۔ کہ رسمیں بھی کوئی بری چیزیں ہیں جنہیں چھوڑنا ضروری ہے۔ مگر بدقسمتی سے حالت ایسی ہے۔ کہ فوراً علاج ممکن نہیں۔ قوم دیہی رسموں کے بندھن میں اس طرح گرفتار ہے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ قرضے میں کچھ اس طرح جکڑی ہوئی ہے۔ کہ ابھی وہ واعظین و مصلحین کی باتیں ماننے کیلئے پوری طرح تیار نہیں۔ بہرحال وقت ضرور آگیا ہے کہ اسے جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر جگایا جائے ۞

کتاب زیر تقریظ یعنی فتنۂ رسُومات اسی کوشش کے سلسلے کی ایک اہم کڑی ہے۔ مصنف نے اس کتاب میں رسومات کا دلچسپ اور عبرت انگیز مرقع کھینچا ہے۔ نصیحت و دلچسپی کے لئے ہدایات بھی شامل کی ہیں۔ ادبی اور شاعرانہ رنگ بھی موجود ہے۔ زبان سادہ اور عام فہم ہے ۞

اس میں رسموں کی وجوہات مثلاً جہالت، علماء و امراء کی غفلت، نمائش کی خواہش اور نتائج مثلاً بے حیائی۔ بے پردگی۔ شرک۔ اسراف۔ سودی قرضہ۔ قومی ذلت اور بے رغبتی۔ مقدمہ بازی اور خانہ بربادی وغیرہ کا مفصل بیان ہے۔ اور بھی کئی قیمتی و مفید نکتے ہیں ۞

مصنف کا رجحان طبع زیادہ تر اردو کی طرف ہے۔ مگر اس مجبوری سے کہ دیہات کے لوگوں کو پنجابی عشقیہ قصوں سے شغف ہے۔ انہوں نے اس کتاب میں سادہ اور عام فہم پنجابی نظم کو اختیار کیا ہے ۞

مالی منافع اس کی اشاعت سے مصنف، ناشر یا اَور کسی شخص کو کچھ بھی مقصود نہیں۔ کتاب مفت تقسیم ہو رہی ہے۔ صرف چند جلدیں فروخت کے لئے علیحدہ کر لی گئی ہیں۔ تاکہ وصول شدہ قیمت محصولڈاک اور مزید طباعت و اشاعت پر خرچ ہو سکے۔ اور اس طرح تبلیغ و اصلاح کا یہ ایک سلسلہ قائم ہو جائے ۞

ٹائیٹل موٹے رنگین کاغذ پر عکسی۔ طباعت اچھی۔ کاغذ تسلی بخش۔ سائز موزون۔ صفحات ۹۲۔ قیمت علاوہ محصولڈاک صرف ۴

دفتر رسالہ حقیقت اسلام۔ پیکو لمیٹیڈ لاہور سے مل سکتی ہے ۞

سالانہ چندہ

(غیر ممالک سے)

والیان ریاست سے ۵۰ شلنگ

رؤسا و امراء سے ۲۰ شلنگ

عوام سے ۵ شلنگ

حقیقتِ اسلام

سالانہ چندہ

(ہندوستان میں)

[illegible]یان ریاست سے [illegible]

[illegible] و امراء سے [illegible]

[illegible] سے عا ر

ہندوستان کا تبلیغی۔ مذہبی اور علمی رسالہ

بابت ماہ اپریل ۱۹۳۸ء مطابق محرّم الحرام ۱۳۵۷ھ

جلد ۱۲   نمبر ۴

فہرست مضامین

[illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حال وقال

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مارچ کے حقیقتِ اسلام میں بہرۂ حال وقال کے سلسلہ میں ہم نے مسئلہ سود پر تفصیل کے ساتھ لکھا تھا۔ کہ سود کی تمام مروجہ صورتیں ناجائز ہیں۔ اور بنک اور انشورنس کمپنیاں بھی درحقیقت وسیع پیمانے پر سودی ادارے ہیں۔ جن کا مقصد یہ ہے۔ کہ سرمایہ کو اونچے طبقے کے مالداروں میں مرکوز کر دیا جائے۔ جہاں تک کتاب وسنت کا تعلق ہے۔ یہ امر بالکل صحیح ہے۔ کہ باوجود بنک اور بیمہ کمپنیوں کے بظاہر جاذب اور دلکش ہونے کے غلط اور نامشروع سسٹم ہیں۔ یہ مضمون ہم نے رسالہ **پیشوا** کے ایک شذرہ کے جواب میں لکھا تھا۔ محرم الحرام کے تازہ پرچہ میں مولینا آغا رفیق صاحب کا مضمون "احکام القرآن" دیکھ کر مسرت ہوئی۔ کہ انہوں نے سود کے متعلق وہی مسلک اختیار کیا ہے جو جمہور مسلمانوں کا ہے۔

بات اصل میں یہ ہے۔ کہ ہم موجودہ تہذیب کی ہمہ گیری سے بہت متاثر ہیں۔ اور اس کی ظاہری سج دھج سے اس درجہ مرعوب ہیں۔ کہ اپنی خوبی کی چیزیں بھی نظر انداز ہو رہی ہیں۔ ورنہ یہ دور ارتقا رہی تو وہ دور ہے جس میں اسلامی تعلیمات کو فخر و مباہات کے ساتھ پیش کیا جاسکتا ہے۔ اگر ہماری نگاہیں سرمایہ و دولت کی اس نمود سے خیرہ نہ ہوں۔ تو ہمیں معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ اس وقت لاکھوں اور کروڑوں ایسے انسان ہیں جو نانِ شبینہ تک کے محتاج ہیں۔ جن کی ضروریات کی تکمیل کا کوئی ذریعہ نہیں۔ اسی دنیا میں جہاں دولت کی ریل پیل ہے۔ فقر و افلاس کے نہایت جانگسل منظر موجود ہیں۔ سود خواروں نے چھوٹی چھوٹی تجارتوں اور صنعتوں کے دروازے عوام پر بند کر رکھے ہیں۔ اور سارا سرمایہ ایک خاص طبقے میں منقسم ہو کر رہ گیا ہے۔ ان حالات میں کیا سود کی حلت کے متعلق مزید غور و فکر کی ضرورت ہے؟

ہماری رائے نہیں، آجکل کے بڑے بڑے ماہرینِ اقتصادیات کی رائے ہے کہ سود کی حرمت ازبس ضروری ہے اور اب تو اس بات پر غور ہو رہا ہے۔ کہ امن عالم کیلئے کیونکر سرمایہ داری کے اس نظام کو ختم کیا جاسکتا ہے۔ جنگ عظیم کے بعد جمعیۃ الاقوام اپنے مقاصد میں ناکام رہی ہے۔ مگر اگر سود کو ایک معاشی گناہ سمجھ لیا جائے۔ اور سود پر قرض اٹھانا ناجائز قرار دے دیا جائے، تو آج جنگ کا خطرہ ہمیشہ کے لئے مفقود ہو جائے۔ کیونکہ بڑی سے بڑی حکومت بھی اس قابل نہیں ہوتی ہے کہ جنگ کے مصارف کو برداشت کر سکے۔ جب تک کہ وہ بیمہ کمپنیوں، بنکوں اور حلیف قوموں سے سود پر قرض نہ اٹھائے۔ لہٰذا دنیا میں امن وتسکین پھیلانے کے لئے یہ نہایت ضروری ہے۔ کہ

...تصادی نظام پر سختی کے ساتھ تنقید کی جائے۔ اور بتایا جائے کہ یہ بنک اور سودی ادارے انسانوں کے ... طبقے کی بھوک اور افلاس کا باعث ہیں۔ اور ان کی موجودگی سے ساری کائنات انسانی خطرہ میں ہے۔ مصیبت یہ ہے۔ کہ ہم اس نوع کے مسائل پر انفرادی ضروریات و مشکلات کو سامنے رکھ کر غور کرتے ہیں۔ اور ... سمجھتے کہ اس کے دور رس نتائج کیا ہو سکتے ہیں؟ یہ درست ہے کہ موجودہ حالات میں حرمت سود کی وجہ سے ...انوں کے لئے دشواریوں کا سامنا ہے۔ مگر کیا یہ ضروری ہے کہ موجودہ نظام کو باقی رکھا جائے۔ اور اسکو ساری ...انسانی کے لئے مفید بھی تسلیم کر لیا جائے؟

اللہ تعالیٰ کا علم بہت وسیع ہے۔ اس کے سامنے ہندوستان کے غلام مسلمان نہیں ہیں۔ وہ احکام و مسائل میں ... یورپ زدہ حضرات کی انفرادی دشواریوں کا خیال نہیں رکھتا۔ بلکہ اُس کے سامنے پوری نسلِ انسانی ہے۔ وہ ...ہے اس طرح سُود کے جواز سے ایک سود خواروں کا طبقہ لازماً پیدا ہو جائیگا۔ جن کا پیشہ ہوگا کہ روپے کے بل بر ...ن و عشرت کے لئے سر بفلک قصر تعمیر کر لیں۔ اور عوام کو ان کی ہر آسودگی سے محروم کر دیں۔ اس لئے ضروری تھا کہ ...انوں کو اس لعنت سے باز رکھا جائے۔

آج آپ جب یہ پڑھتے ہوں گے۔ کہ جرمنی میں یہودیوں پر بڑے مظالم توڑے جا رہے ہیں اور انکو ...وق ...یت سے محروم رکھا جا رہا ہے۔ اور ان کے کاروبار کو فنا کے گھاٹ اتارا جا رہا ہے۔ اور آسٹریا میں قبضہ ...ر...ے کے بعد یہودیوں کو ملک چھوڑنے کی بھی اجازت نہیں دی جاتی۔ تو آپ حیران ہونگے کہ اس دورِ تہذیب ...یں ...کیا وحشت ہے؟ اور کتنی درندگی کا مظاہرہ ہے؟ کہ محض اسرائیلی ہونے کی پاداش میں یہودیوں کو اس قدر ...تعذیب...ز کا مستحق سمجھا جائے۔ مگر حالات یہ ہیں کہ جرمن قوم بڑی حد تک ان اقدامات پر مجبور ہے۔ انقلاب سے پہلے یہودی سود خواری کی وجہ سے سرمایہ دار تھے۔ اس لئے بالطبع تعلیم و تربیت کی برکتوں سے جرمن قوم سے زیادہ ان کو استفادہ ...کرنے کا موقع ملا۔ اس لئے وہاں کے کالجوں میں، یونیورسٹیوں میں اور تمام دفتروں میں یہودی قابض ہو گئے ...ور چونکہ دولت و سرمایہ سے وافر حصہ پایا تھا۔ اس لئے وہاں کی تجارتی منڈیوں میں بھی انہی کا چرچا ہونے لگا۔ تمام بینک ...وں اور کارخانے ان کے قبضہ میں آ گئے۔ اس لئے انقلاب کے بعد جب ہر ہٹلر نے عنانِ آمریت (ڈکٹیٹرشپ) ...پنے ہاتھ میں لی۔ تو اُس نے شدت کے ساتھ محسوس کیا۔ کہ ہم اقتصادی طور پر بالکل یہودیوں کے غلام ہیں۔ اور ...ب تک صدیوں کے اندوختوں سے ان کو محروم نہیں کر دیا جائیگا اس وقت تک جرمن نوجوانوں کے لئے ترقی کا کوئی

موقع نہیں۔ چنانچہ ہٹلر آہستہ آہستہ یہودیوں کے خلاف ان اقدامات پر مجبور ہوگیا۔ گویا یہ ساری سختیاں اور یہ سا جبر و تشدد سُود کی وجہ سے بروئے کار آیا۔ کیا اس سے زیادہ ہولناک نتائج کے آپ متوقع ہیں ؟

کانگرس بار بار مسلمانوں کو اپنے خلوص کا یقین دلا چکی ہے۔ اور کئی قرار دادوں میں یہ کہہ چکی ہے۔ کہ اُس کے دل میں مسلمانوں کی وقعت و عزت ہے۔ اور وہ ہر طرح تہذیب و تمدن کے معاملہ میں مسلمانوں کی حمایت کرے گی۔ مگر پھر بھی مسلمان ان باتوں پر یقین نہیں کرتا۔ اس کی وجہ کیا ہے۔ کیا کبھی کانگرس کے اقتدار اعلیٰ نے اس مسئلہ پر ٹھنڈے دل سے غور کیا ہے ؟ بات یہ نہیں ہے کہ مسلمان بُزدل ہے۔ اور آزادی کی جنگ میں حصہ لینا نہیں چاہتا۔ کیونکہ ہندوؤں کے لئے آزادی کا مسئلہ محض سیاسی مسئلہ ہے۔ مگر مسلمان آزادی کو اپنا مذہبی و دینی فریضہ قرار دیتا ہے۔ بلکہ بات یہ ہے۔ کہ ان مواقع میں جہاں اختیارات ہندوؤں کے ہاتھ میں ہوتے ہیں۔ اور جہاں اُن کو عملاً رواداری کا مظاہرہ کرنا چاہیئے۔ ٹھیک وہیں ہندو اکثریت سخت بے اعتنائی کا مظاہرہ کرتی ہے۔ ظاہر ہے کہ کانگرس کو ہندوستان کی بہت بڑی نمائندہ سیاسی جماعت ہونے کا دعویٰ ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اسی نوع کی جماعت ہندوستان میں متحدہ محاذ کے تخیل کو تقویت پہنچا سکتی ہے۔ مگر یہ کس قدر المناک مظاہرہ ہے کہ کانگرس کے سالانہ اجلاس میں اس نمائندگی کا کہیں پتہ نہیں چلتا۔ ہر طرف ہندو تہذیب، ہندو کلچر اور ہندو محبانِ وطن کی سرگرمیوں کا تذکرہ ہوتا ہے۔ کوئی اجنبی شخص اگر کانگرس کے اجلاس میں شرکت کرے۔ تو وہ ہرگز اندازہ نہیں کر سکتا۔ کہ اس عظیم الشان قومیت کے مظاہرہ میں کہیں بھی تمام اقوام کا خیال رکھا گیا ہے۔ کانگرس کے اربابِ بست و کشاد کو معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ مسلمان باوجود اس کے کہ مذہب سے بدرجہ نہایت محبت رکھتا ہے۔ پھر بھی وطن عزیز کو اغیار کے چنگل میں پھنسا ہوا نہیں دیکھ سکتا۔ اور وہ اگر ہندو اکثریت پر معترض ہے اور وطنی جدوجہد میں شایانِ شان حصہ نہیں لیتا۔ تو محض اس لئے کہ ہندو اکثریت بہت زیادہ متعصب ہے۔ اور وہ ہرگز کانگرس کو ایک مشترک قومی جمعیت کی شکل میں نہیں دیکھ سکتی۔ مسلمان کے اعتراضات بالکل قومی و وطنی نقطہ نگاہ سے ہیں۔ اور اس وجہ سے ہیں۔ کہ وہ ہندوستان کی سیاسی جنگ میں لائقِ عزت حصہ لینا چاہتے ہیں ؟

اب کے ہری پور کے سالانہ سیشن میں خصوصیت کے ساتھ جن حماقتوں کی طرف سب کی نظریں اُٹھیں۔ وہ یہ تھیں۔ کہ کانگرس کے لئے جو پنڈال تیار کیا گیا، اُس کے مختلف دروازوں کو مختلف ہندو لیڈروں کے نام سے موسوم کیا گیا۔

...ین اس حقیقت کو بالکل بھول گئے۔ کہ کانگرس کی جدوجہد میں مسلمانوں کا بھی حصّہ ہے۔ حکیم اجمل خان مرحوم، ڈاکٹر ...ی مختیبر، اور حضرت مولینا ابوالکلام آزاد۔ یہ ایسی شخصیتیں نہیں ہیں جن کو فراموش کیا جاسکے۔ پھر کیا اُن کے ...ئے نمایاں اس قابل نہ تھے کہ ان کو اُچھالا جاتا۔ اور ان کے ناموں کے گیٹ بھی رکھے جاتے۔ یہ کتنی معمولی ...تھی جس سے نہ صرف مسلمان خوش ہوجاتا۔ بلکہ کانگرس کی صحیح خدمت بھی ہوتی۔ مگر افسوس کہ ہندو اکثریت کو یہ ...بی نہ ہوئی ؎

پنڈال کے کاروبار میں انگریزی سے لیکر ہندی۔ مرہٹی اور گجراتی تک سب کو نمایاں طور پر جگہ دی گئی۔ مگر اردو ...عمداً تغافل روا رکھا گیا۔ حالانکہ بارہ سَو سال کے باہمی اشتراک نے اگر واقعی یکجہتی کی کوئی صورت پیدا کی ہے۔ تو وہ اردو ہے۔ جس کے نشوونما میں ہندوؤں اور مسلمانوں نے برابر کا حصّہ لیا ہے۔ ملک کی یہ کتنی بڑی بدقسمتی ہے۔ کہ وہ آج ...گرس کے پنڈال میں بھی مشترکہ زبان کی مخالفت کے جذبہ کا رونا دیکھ رہا ہے۔ چنانچہ وطن دوست حضرات یہ سن کر ...سر پیٹ لیں گے۔ کہ اسی پنڈال میں ہندی کو نئے سرے سے راشٹر بھاشا بنانے کے لئے ایک کانفرنس کا انعقاد ...کیا۔ جس میں بڑے بڑے قوم پرستوں نے حصّہ لیا۔ اور مسلمان بالکل بدظن نہ ہوں کہ اُن کی یہ حرکت خالص قوم پرستانہ ...تھی۔ کیونکہ یہ ہندو تھے۔ اور وہ بالطبع فرقہ پرست نہیں ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ایک گائے کانفرنس بھی منعقد کی گئی۔ ...اب بھی آپ کو ہندو اکثریت پر معترض نہیں ہونا چاہئے۔ کیونکہ یہ لوگ ازلی قوم پرست واقع ہوئے ہیں ؎

غور فرمائیے۔ جب صورت حالات یہ ہو۔ تو ربط عوام (ماس کنٹکٹ) کی تحریک کیونکر کامیاب ہوسکتی ہے ؟

یہ عجیب بات ہے۔ کہ جہاں مسلمان اقلیت میں ہیں وہاں بھی ہندوؤں کی چیرہ دستی کا رونا ہے۔ اور جہاں ...کی اکثریت ہے۔ اور ان کی اپنی حکومت ہے۔ وہاں بھی ہندو تعصب کا ماتم ہے۔ آخر مسلمان کب بیدار ہوگا۔ اور خواب غفلت سے چونکے گا ؟

بنّوں سے ایک دلخراش اطلاع آئی ہے۔ کہ وہاں کی ہندو آبادی نے کس طرح اپنے تعصب سے ایک مسلمان کے کاروبار کو تباہ کرنے کی ٹھان رکھی ہے۔ حال ہی میں بنّوں شہر کے اندر ایک بجلی کمپنی کا مقاطعہ برادران وطن کی طرف سے بڑے زور کیساتھ شروع ہے۔ یہ بجلی کمپنی شہر کے ہندوؤں اور مسلمانوں کی مشترکہ کمپنی تھی۔ لیکن برادران وطن نے دیکھا کہ کمپنی خسارے میں جارہی ہے۔ اور معرض خطر میں ہے۔ تو وہ الگ ہوگئے اور کمپنی خان محمد اکرم خان کے سپرد کردی۔ اور اب اس کوشش میں ہیں کہ بجلی کی اس کمپنی کو بالکل فنا کردیں۔ چنانچہ انہوں نے شہر میں بجلی کا مکمل

بائیکاٹ کر رکھا ہے۔ اور مسلمان دکاندار جو ہندوؤں کی دکانوں میں کرایہ دار کی حیثیت سے کام کر رہے ہیں ان کو بھی مجبور کر دیا ہے۔ کہ وہ بجلی سے استفادہ نہ کریں۔ اگر یہ مقاطعہ چند سے اور جاری رہا تو مسلمانوں کی ہمتیں پست ہو جائینگی اور آئندہ وہ کوئی کاروبار نہیں چلا سکیں گے۔ ہماری رائے میں سرحد کی کانگرسی حکومت کو یہ معاملہ اپنے ہاتھ میں لینا چاہئے اور باعزت سمجھوتا ہو جانا چاہئے۔ تاکہ مسلمان گھاٹے میں نہ رہیں۔ اور ان کی حوصلہ افزائی سے ہندوؤں کو آئندہ اس نوع کے تعصب کی ہمت نہ پڑے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ ہندو اس درجہ تنگ دل کیوں ہے۔ اور وہ کیا چاہتا ہے اس کو معلوم ہونا چاہئے۔ کہ مسلمان باوجود ان مظالم کے بیدار ہو چکا ہے۔ اور وہ وقت قریب ہے جب وہ اپنے تمام چھنے ہوئے حقوق پھر حاصل کر لیگا ۰

محرم الحرام جہاں اسلامی سن ہجری کا پہلا مہینہ ہے۔ وہاں ایک المناک سانحہ کی یادگار بھی ہے۔ اس مہینہ میں حضرت امامؓ کو کرب و بلا کے میدان میں تشنہ لب شہید کیا گیا۔ جہاں تک اسلامی روایات جہاد کا تعلق ہے۔ یہ واقعہ شاید اس درجہ حیران کن نہ ہوتا۔ کیونکہ ساری اسلامی تاریخ اس نوع کے صدہا واقعات کے ذکر سے معمور ہے۔ مگر اہمیت کی وجہ یہ ہے۔ کہ شہید ہونے والی شخصیت معمولی شخصیت نہیں ہے۔ پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کا نواسہ ہے۔ فاطمہؓ کا لال ہے۔ اور جناب خدیجہؓ کی آنکھ کا تارا ہے۔ اور ان کو خاک و خون میں تڑپانے والے منکرین نہیں ہیں۔ بیگانے نہیں ہیں۔ بلکہ اس کے نانا کا کلمہ پڑھنے والے اسلام کے حلقہ بگوش ہیں اور اپنے ہیں۔ ذرا سوچیے تو واقعہ کس قدر عظیم ہے۔ وہ حلقوم جس کو پیغمبر علیہ السلام نے بارہا چوما ہو۔ اس کو کاٹ دیا جائے۔ وہ ہونٹ جن کے فاطمہؓ نے بوسے لئے ہوں۔ ان کو پیاس کی تلخیوں سے دوچار رکھا جائے۔ اور وہ وجود باجود جس نے آغوش نبوت میں تربیت حاصل کی ہو۔ اس کو اس درجہ مجرم اسدرجہ معاذ اللہ عاصی سمجھ لیا جائے کہ زندگی کی نعمت ہی کا ان کو مستحق نہ قرار دیا جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ اتنا بڑا حادثہ ہے۔ کہ قساوت قلبی اور محرومی و بدبختی کی ساری تاریخ میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی ۰

مگر کبھی آپ نے سوچا ہے۔ کہ بات کیا تھی؟ حضرت حسینؓ کیوں اس ابتلا کے لئے تیار ہو گئے۔ کیوں خاک و خون میں تڑپنے کے لئے عازم ارض کوفہ ہوئے۔ باوجودیکہ ان کو سب نے روکا تھا۔ آخر کیوں انہوں نے یہ پوزیشن اختیار کی۔ اور یہ عظیم سانحہ ظہور پذیر ہوا۔ کیا ان کو خلافت کا شوق تھا۔ یا اقتدار و علو مرتبت کی خواہش تھی۔ غالباً یہ بات نہ تھی۔ قصہ یہ تھا کہ یزید کی خلافت آمریت (ڈکٹیٹر شپ) میں تبدیل ہو چکی تھی۔ اور اسلامی نظام حکومت میں

وہ سادگی جاتی رہی تھی جو خیر و برکت کی کفیل تھی۔ انہوں نے دیکھا کہ خلافت اب عز و جاہ اور عیش و تنعم کا ذریعہ بن گئی ہے۔ اور اس سے مسلمانوں کی اور اسلام کی خدمت نہیں ہو سکتی۔ اس لئے کوفہ والوں کے بار بار کے تقاضوں سے حضرت آپ نے حرکت کی۔ اور فرات کے کنارے اپنے پاک خون سے اسلام کی روح جمہوریت کو زندہ کیا۔

آج اس واقعہ کی یاد میں صرف آہ و شیون اور نالہ و بکا کی صدائیں بلند کی جاتی ہیں اور ماتم کے حلقے قائم کئے جاتے ہیں تعزیئے اور علم نکالے جاتے ہیں۔ سینہ کوبی کی جاتی ہے۔ اور قوم کے سامنے روح حسینؑ کی تسکین کے لئے کچھ نہیں کیا جاتا۔ کیا آج دنیا میں مظالم نہیں ہیں؟ کیا آج یزید کی رُوح زندہ نہیں ہے۔ کیا آج قربانیوں اور ایثار دل کی ضرورت نہیں ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ تمہارا احتجاج کا ہاتھ بلند نہیں ہوتا؟ اور تم چپ چاپ ان سب مظالم کو برداشت کر رہے ہو۔ اگر واقعی تمہیں حضرت حسینؓ سے محبت ہے۔ تو ان کا اسوہ اور نمونہ تمہارے سامنے ہے۔ اور تمہیں دعوتِ عمل دے رہا ہے۔ کیا حضرت حسینؓ اور اُن کے ساتھیوں نے اپنی چھاتی پیٹی تھی۔ یا دشمن کے سینوں کو چھلنی کیا تھا۔ کیا انہوں نے ماتم و عزا میں وقت گنوایا تھا۔ یا مخالفین پر اپنے شجاعانہ حملوں سے لرزہ طاری کر دیا تھا؟ بتاؤ اسلام کی تاریخ و روایات میں تم ماتم کر کے کس باب کا اضافہ کر رہے ہو؟

جنگ عظیم کی ہولناکیوں کے بعد پہلی دفعہ یورپ نے سوچا کہ کیونکر اس نوع کے واقعات کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے روکا جا سکتا ہے۔ کیونکہ یہ تباہ کاریاں نہ صرف انسانی آبادی کے لئے خطرہ تھیں۔ بلکہ خود یورپ کا امن خطرہ میں تھا۔ اور یورپ کا مفاد اسی میں تھا۔ کہ وہ آئندہ وحشت کے اس مظاہرہ کو بند کر دے۔ چنانچہ بالآخر "جمعیتہ اقوام" کے نظریہ نے مقبولیت حاصل کی۔ اور سب نے چین کا سانس لیا۔ کہ اب محفوظ ہیں۔ مگر ادھر چند سال سے اس امن و تسکین کی دعوت دینے والی انجمن کے پرخچے اُڑ رہے ہیں۔ اور اٹلی و جرمنی کی موجودہ تگ و تاز نے تو اس کو بالکل ہی ختم کر دیا ہے۔ دانایانِ فرنگ اب پھر سوچ میں ہیں کہ کیونکر اس مُردہ قالب میں رُوح پھونکی جا سکتی ہے؟ ہماری رائے میں یورپ میں اسوقت تک کوئی امن کی سکیم کامیاب نہیں ہو سکتی۔ جب تک کہ پورے مادی تمدن کے خلاف بغاوت کا علم نہ بلند کیا جائے۔ کیونکہ جب تک یہ طرز زندگی باقی ہے اسوقت تک حرص و آز کے جذبات پھیلیں گے۔ اور مجبور کرینگے کہ جنگ کر کے اُن کیلئے تسکین کا سامان بہم پہنچایا جائے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ یورپ کو بتایا جائے۔ کہ وطن و قوم سے زیادہ اہم انسانیت کا رشتہ ہے۔ اور جسمانی تقاضوں کیساتھ کچھ رُوح کے تقاضے بھی ہیں۔ اور موجودہ معیار جو اُس نے اختیار کر رکھا ہے۔ وہ بہت گراں ہے اور اونچا ہے۔ اس کو قدرے پست کرنے کی ضرورت ہے۔ ورنہ ہر کوشش ناکام رہے گی۔ صرف سطح کی اصلاح سے تالاب کی اصلاح نہیں ہوتی۔

جب تک کہ گہرائیوں میں سے گندا اور غلیظ مواد نہ نکال باہر کیا جائے۔ جب تک یورپ والے قوم و ملک کے جذبات سے وابستہ ہیں۔ اور ہمہ گیر انسانی برادری سے ان کو کوئی تعلق نہیں۔ جب تک انہیں مذہب، اخوت اور ہمدردی کو پیدا نہیں کرتا ہے۔ اور نہیں ارض و مقام کی حد بندیوں سے نکالکر انسانیتِ عظمیٰ میں نہیں لا داخل کرتا ہے۔ جب تک وہ اپنی ضروریات کو جنہیں تعیشات کہا جا سکتا ہے گھٹاتے نہیں ہیں۔ اور اس کو عام انسانوں کی سطح پر نہیں لے آتے اس وقت تک اُن کا لڑنا بھڑنا جاری رہیگا ٭

کسی حد تک تمام ممالک کو ضبط و نظام میں رکھنے کے لئے ضروری ہے۔ کہ جمعیتہ اقوام زیادہ مؤثر بنا دیا جائے۔ اور اس کو صحیح معنوں میں طاقتور بنا دیا جائے۔ اس کے پاس فوج ہونی چاہیئے، خزانہ ہونا چاہیئے تاکہ جب وہ دیکھے کہ خالی دھمکیوں سے کام نہیں نکلتا ہے۔ تو فوراً اپنے عساکر کو حرکت میں لے آئے۔ یہ فوج اور خزانہ اس طرح اکٹھا ہو سکتا ہے۔ کہ تمام ممالک اس ذمہ داری کو باہم تقسیم کر لیں۔ مگر اس میں بہت سی مشکلات ہیں۔ سب سے بڑی مشکل یہ ہے کہ فوج کی تربیت کن اصولوں پر ہوگی۔ کس طرح انگریز ضرورت پڑنے پر انگریز سے متصادم ہو سکے گا۔ اور کیونکر جرمنوں کی زیادتی پر جرمن سپاہی میدانِ جنگ میں کود پڑیں گے۔ پھر ایک مشکل یہ ہے کہ ہر ملک پر فوج کا ناقابلِ برداشت بوجھ آ پڑے گا۔ جس سے عہدہ برآ ہونا آسان نہیں۔ اور ان سب باتوں سے اہم بات یہ ہے۔ کہ اس طرح جہاں خطرات کے کم ہو جانے کا امکان ہے۔ وہاں یہ بھی امکان ہے کہ اس طرح کی ہمہ گیر قوت کسی وقت الگ اور منفرد حیثیت نہ اختیار کر لے۔ اور یورپ کے لئے بجائے خود مصیبت نہ بن جائے۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ یورپ کی پوری زندگی میں تبدیلی اور انقلاب کی ضرورت ہے۔ یہ ساری عمارت ہی غلط طور پر تعمیر ہوئی ہے۔ اور بالآخر ہوگا یہ کہ یہ تہذیب سارے یورپ کے لئے پیغامِ مرگ ثابت ہوگی۔ اور اس کے بعد پھر انسان انسانی نقطۂ نگاہ سے سوچیں گے۔ اور ایسے تمدن کی بنیاد رکھیں گے۔ کہ جس میں انسان کو بحیثیت انسان کے دیکھا جائیگا۔ اس وقت تو نیشنلزم کا دور دورہ ہے۔ اور یورپ مادی خواہشات کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑا ہے ٭

مشرکوں کو پاؤ۔ ان کو مارو۔ انہیں گرفتار کرو۔ ان کی محاصرہ بندی کرو۔ اور ہر جگہ
ان کی تاک میں بیٹھو۔ پھر اگر رجوع کرلیں اور (پابندی سے) نماز ادا کریں
اور زکوٰۃ دیں تو ان کی راہ چھوڑ دو (یاد رکھو کہ) اللہ یقیناً بخشنے والا مہربان ہے ○
اور اگر مشرکوں میں سے کوئی شخص تجھ سے پناہ طلب کرے تو اسے پناہ دیدے حتیٰ کہ وہ اللہ
کا کلام سن لے۔ پھر اسے وہاں پہنچادے جہاں اسے امن وامان حاصل ہو وہ اس سلوک کے
مستحق ہیں کہ ان لوگوں کو احکامِ الٰہی کا کچھ علم ہی نہیں ○ ع [۱۵۸] بھلا اللہ اور اسکے رسول کے نزدیک مشرکوں
سے کسطرح معاہدہ ہوسکتا ہے۔ الّا ان لوگوں کیساتھ جن سے تم نے مسجدِ حرام کے پاس معاہدہ
کیا۔ پس جبتک وہ اپنے اقرار پر قائم رہیں تم بھی اپنے اقرار پر قائم رہو (یاد رکھو کہ) اللہ
پرہیزگاروں کو محبوب رکھتا ہے ○ ان سے کس طرح صلح قائم رہے اگر وہ تم پر غلبہ پائیں
تو تمہارے ساتھ نہ رشتہ داری کا لحاظ رکھیں نہ معاہدہ کا۔ منہ کی باتوں سے ہی تمہیں خوش کرنا چاہتے ہیں
اور دل انکے مانتے نہیں اور ان میں سے اکثر بدعہد ہیں ○ انہوں نے آیاتِ الٰہی کو حقیر
سی قیمت کے عوض فروخت کردیا ہے۔ پس وہ اسکی راہ سے روکتے ہیں۔ بیشک
وہ بہت ہی برا کام کرتے ہیں ○ وہ مومنوں سے نہ رشتہ داری کا لحاظ کرتے ہیں اور نہ

اور تمہاری ہوا اکھڑ جائیگی۔ اور صبر و استقامت پر قائم رہو۔ یاد رکھو کہ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے (۰۔۵۰۔۴۔۴۹۔۰)
خدا واحد ہے وہ وحدت ہی کو پسند کرتا ہے۔ دوسرے لئے سخت تر عذاب ہیں جو کوئی وحدت قائم کرتا ہے خواہ وہ قومی وحدت ہو خواہ اعتقادی وہ ایک طور پر خدا کا محبوب ہے صحابہ کرام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی جب اس پر عمل کیا تو وہ دو عالم کا میاب ہوئے اب انہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیکھو جو لوگ ہماری وحدت اور ہمارے اجتماع کے مخالف ہیں وہ کافر ہیں ہم دنیا کو پیغام وحدت سناتے ہیں ہم کو خدا نے بنایا۔ کہ عبادت کا حکم دو۔ تم ہی تو تمام انسان کو نیکی اور سعادت کی طرف بلاؤ اور برائی سے منع کرو تم میں سے ایک گروہ ایسے لوگوں کا ہونا چاہئے جو نیکی کے کام کرے اور لوگوں کو برائی سے منع کرے پس جو کوئی زمانے میں کافر بنے رہے تو اس کی جو اج سنا دو کہ اگر وہ اچھے ہیں۔ اور مخالف اسلام ہر طرف ان کو آپ کی جنگ کیلئے تیار ہو جائیں۔ اگرچہ پہلے ان کیساتھ کوئی سیاسی معاہدے ہوچکے ہیں وہ بھی آج سے کالعدم سمجھے جاویں انکو مہلت دیدی جاتی ہے کہ وہ سوچ لیں کہ آیا انہیں کبھی دائرہ اسلام کے اندر شامل ہو کر مشترکہ قومیت سے رہنا اور خدا کے فرستادہ کے احکام کے مطابق زندگی بسر کرنی ہے یا اسی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ قائم کرنا اور نفسانی خواہشات و شیطانی الجھنوں پر چلنا ہے۔ اگر اول الذکر کو اختیار کرینگے۔ تو دنیا میں عزت و راحت میں کامیاب ہونگے۔ مگر خدانخواستہ بصورت حالات بر دو قائم ہیں تو مقابلہ کے لئے تیار ہوجائیں۔ اور حرمت کے مہینہ گزرنے پر موت آ رہا ہی ہی کر کے دیکھ لیں۔ اگرچہ انکی کثرت ہے اور تم قلیل العداد ہو۔ مگر یاد رکھو کہ ارباب ایمان کا مقابلہ کوئی آسان چیز نہیں ○
ف ۱۵۸ گذشتہ رکوع میں اعلان جہاد ہوچکا۔ اور مخالفوں کو سنادیا گیا کہ اب انہیں اسلام قبول کرنا یا مسلمانوں کے زیر حمایت رہنا یا ان سے جنگ کرنا ہوگا۔ اس رکوع میں ان اعلان جہاد کے اسباب و وجوہات بیان ہوئے ہیں تاکہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ مسلمان بلاوجہ دشمنانِ اسلام پر عرصۂ حیات تنگ کرتے ہیں مشرک بت پرست اور یہود و نصاریٰ ایسے بدنیت کچھ اس وجہ سے ہوتے ہیں کہ وہ ہر وقت اس تاک میں رہتے ہیں کہ جونہی انہیں موقع ملے اور وہ مسلمانوں پر غلبہ حاصل کرسکیں تو ان کی قرابت داری کا لحاظ کریں۔ اور نہ اپنی معاہدانہ ذمہ داریوں کو محسوس کریں بلکہ ایک دم مسلمانوں کا قتل عام ہی شروع کردیں اگرچہ بظاہر یہ لوگ خوش آئند باتیں کرتے اور اپنی لسانی اور چرب زبانی سے مسلمانوں کو جھانسہ دیتے ہیں کیونکہ مسلمان سمجھنے لگتے ہیں۔ کہ ایسی باتیں کرنے والے اس قدر اظہار ہمدردی کرنے والے لوگ بے غرض ہستیاں ہیں۔ مگر چونکہ وہ دل سے اسلام اور مسلمانوں کے دشمن ہیں۔ ان سے کبھی بھلائی کی توقع نہیں۔ ہاں جو کوئی اپنے عہد و پیمان پر سیدھا چلتا جائے مسلمانو! تم بھی اس سے سیدھے چلتے جاؤ کیونکہ اتقا و پرہیزگاری اس چیز کا نام ہے۔ کہ نہ کسی کا خیانت کیجائے خواہ مالی ہو یا اخلاقی اور نہ امن عامہ کو خطرے میں ڈالا جائے۔ مگر جب ثانی پر قرآن نے محض امانت و دیانت اور امن عامہ کا تقدس قائم رکھنے کی خاطر ۔

ذِمَّةً ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُعْتَدُوْنَ ۝۱۰ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا
الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ ؕ وَ
نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝۱۱ وَاِنْ نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ
مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْٓا اَئِمَّةَ
الْكُفْرِ ۙ اِنَّهُمْ لَآ اَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ ۝۱۲ اَلَا
تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوْا بِاِخْرَاجِ
الرَّسُوْلِ وَهُمْ بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ اَتَخْشَوْنَهُمْ ۚ فَاللّٰهُ
اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝۱۳ قَاتِلُوْهُمْ
يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ
وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ ۝۱۴ وَيُذْهِبْ غَيْظَ
قُلُوْبِهِمْ ؕ وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ
حَكِيْمٌ ۝۱۵ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوْا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ
جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَلَمْ يَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلَا رَسُوْلِهٖ

معاہدہ کا اور وہ بہت ہی سرکش ہیں○ پس اگر وہ توبہ کرلیں اور (پابندی کے
ساتھ) نماز ادا کریں اور زکوٰۃ دیں تو وہ تمہارے دینی بھائی ہیں اور جاننے والے
لوگوں کیلئے ہم اپنے احکام تفصیل کیساتھ بیان کرتے ہیں○ اور اگر معاہدہ کے بعد وہ اپنی
قسمیں توڑ ڈالیں اور تمہارے دین کو برا کہیں تو کفر کرنیوالوں کے سرداروں سے لڑائی کرو
ان کی قسمیں کوئی قسمیں نہیں۔ شاید وہ اپنی شرارتوں سے باز آجائیں○ کیا تم
اس قوم کیساتھ نہیں لڑوگے۔ جنہوں نے اپنی قسموں کو توڑ ڈالا اور رسول کو جلاوطن کرنیکا
کا ارادہ کیا اور انہوں نے ہی تم سے ابتدا کی ہے۔ کیا تم ان سے خائف ہو (سنو) اللہ کا
زیادہ حق ہے۔ کہ تم اس سے ڈرو۔ اگر تم مومن ہو○ ان سے (بے شک) لڑو۔
اللہ تمہارے ہاتھوں ان کو سزا دیگا اور رسوا کریگا اور تمہیں ان پر فتحمند کریگا اور
ایمان لانے والوں کے دلوں کو (ہر قسم کی بیماری سے) شفا بخشیگا○ اور انکے دلونکے غیظ و
غضب کو دور کردیگا۔ اور جس کسی پر چاہیگا۔ مہربان ہوگا۔ اور اللہ (ہربات کا) علم رکھنے والا
اور حکمت والا ہے○ کیا تمہارا خیال ہے کہ تم چھوڑ دیئے جاؤ گے حالانکہ اللہ نے ابھی دیکھا
ہی نہیں کہ تم میں سے کون جہاد کرتا ہے اور کون اللہ، رسول اور مومنوں کو چھوڑ کر

مسلمانوں کو [illegible]
لوگ اللہ کی آیات کی آڑ میں
[illegible]
اور جہاد فی سبیل اللہ سے روکتے ہیں [illegible]
[illegible]
[illegible] بڑی زیادتی کرتے ہیں۔
[illegible]
سنو [illegible] **ستمگر**
[illegible]
[illegible] یہ پیغام علم و حکمت ہے۔
[illegible]

وَلَا الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيْجَةً ۭ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿١٦﴾ مَا كَانَ
لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ
بِالْكُفْرِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ښ وَفِي النَّارِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿١٧﴾
اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ
اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ قف فَعَسٰٓى
اُولٰۗىِٕكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ﴿١٨﴾ اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ
الْحَاۗجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ
الْاٰخِرِ وَجٰهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَ
اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٩﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا
وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۙ م وقف لازم
اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفَاۗىِٕزُوْنَ ﴿٢٠﴾
يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا
نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ ﴿٢١﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ

کسی غیر کو رازدار بناتا ہے اور اللہ کو تمہارے اعمال کی اچھی طرح خبر ہے ⑯ ع مشرکوں کو یہ [159]
حق نہیں کہ وہ کفر کو تسلیم کرنے کے بعد اللہ کی عبادت گاہیں بھی تعمیر کریں۔
ان لوگوں کے اعمال سب اکارت گئے اور آگ میں انہیں ہمیشہ رہنا ہے ⑰ اللہ
کی عبادت گاہوں کو وہی شخص آباد کرتا ہے۔ جو اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو
اور نماز پابندی کیساتھ ادا کرتا ہو اور زکوٰۃ دیتا ہو اور اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرتا ہو۔ پس
قریب ہے کہ وہ لوگ سیدھی راہ پانیوالوں میں شامل ہو جائیں ⑱ کیا تم نے سمجھ رکھا ہے کہ
حاجیوں کو پانی پلانا اور مسجد حرام کو آباد کرنا، اللہ اور روز آخرت پر ایمان
لانے اور اس کی راہ میں جہاد کرنے ہی کی طرح ہے اللہ کے نزدیک یہ لوگ
برابر نہیں اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں کرتا ⑲ وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنہوں نے
ہجرت کی اور اپنے مال و دولت اور اپنی جانوں کے ساتھ اسکی راہ میں جہاد کیا اللہ
کے نزدیک وہ درجے میں بہت عظیم الشان ہیں۔ اور وہی لوگ فائز المرام ہیں ⑳
ان کا رب انکو اپنی رحمت کی۔ اپنی خوشنودی کی، اور اُن باغات کی خوشخبری دیتا ہے جن میں
اُن کیلئے ہمیشہ کی نعمتیں ہیں ㉑ وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے (یاد رکھو) اللہ کے پاس بیشک

اور رسول اللہ سے، دشمنوں کے خلاف جہاد نہ کرو اور اس بات کا بھی عملی ثبوت نہ دو کہ تم اللہ اور اسکے رسول اور اپنے مسلمان بھائیوں کے سوا کسی کو رازدار نہیں بناتے یہ نہ کسی کی دوستی پر اعتماد کرتے ہو۔ نہیں ایک طرف اپنی جماعت کی تنظیم اور یکجہتی پیدا کرنی ہوگی۔ دوسری طرف ان تمام [illegible] کر دنیا کی افواج قاہرہ سے کہ وہ غیر مسلم ہیں اور کفر و نفاق پر [illegible] جنگ کرنی ہوگی نہیں عملاً اپنی ہر ایک چیز اپنی دولت، اپنی راحت و آسائش، اپنی بیوی، اپنے بال بچے حتی کہ اپنی جان تک خدا کی راہ میں صرف کر دینی ہوگی۔ تب جا کر تم مسلمان کہلا سکتے ہو۔ دنیا اور آخرت میں فلاح و کامیابی کی توقع رکھنے کے حقدار ہو سکتے ہو۔ مسلمانو اپنے دلوں کو ٹٹولو کیا تمہاری تمہاری یہ کیفیت ہے؟
[159] گذشتہ تین رکوعوں میں جہاد کے پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی اسکی ضرورت واہمیت پر بحث کی گئی اور مسلمانوں کو اسکے لئے آمادہ کیا گیا تھا یہاں ایک مشکل کو حل کیا گیا ہے کہاں دیگر اعمال دین کے سلسلے میں بعض اعمال کی نسبت بعض کو صریح ترجیح کو افضل ترین کہا گیا ہے اور اگر [illegible] افضل ترین کہا گیا ہے اور نہ جہاد و نماز کے بارے میں متعدد احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ وہ افضل ترین اعمال ہیں پھر جہاد کو بھی افضل ترین اعمال کہا گیا ہے۔ اس طرح لا الہ الا اللہ کا ذکر کرنا بھی افضل ترین عبادت کے نام سے پکارا گیا ہے۔ تو سوال پیدا ہوا کہ اس قسم کے حال میں آخر کوئی افضل کونسا افضل ہے۔ کوئی افضل ترین ہے یا سب کے سب یکساں برابر ہوں گے۔ یہاں اس مشکل کا حل ہے۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ ایک دفعہ حرم کعبہ کے اندر طلحہ بن عثمان، حضرت عباس اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مابین گفتگو ہوئی تو طلحہ نے کہا کہ میں خانہ کعبہ کا کنجی بردار ہوں اور اسکی خدمت گذاری کا مجھے حق پہنچتا ہے کہ جب چاہوں خانہ کعبہ کے اندر سو جاؤں۔ حضرت عباس کہنے لگے۔ حاجیوں کو پانی پلانے کی معزز خدمت میرے سپرد ہے مجھے بھی حق ہے کہ خانہ کعبہ میں سونے کا شرف حاصل کروں۔ حضرت علی فرمانے لگے میری باتیں تو جانتا نہیں میری تمام زندگی تو اللہ کی راہ میں جہاد میں گذری ہے۔ ایک اور دفعہ کا ذکر ہے کہ کچھ صحابہ مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے افضل ترین اعمال کا ذکر ہو رہا تھا ایک نے کہا کہ اسلام لانے کے بعد حاجیوں کو پانی پلانا سب سے بہترین عمل ہے دوسرے نے کہا کہ مسجد حرام کی آبادی سب سے زیادہ ضروری ہے۔ تیسرے نے کہا کہ تم جو کچھ کہہ رہے ہو جہاد ان سب سے بہتر ہے حضرت عمرؓ بھی موجود تھے فرمانے لگے۔ جانبی مباحثہ کرو جمعہ کے روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر سب کچھ دریافت کریں گے۔ جب آپ سے پوچھا گیا۔ اس پر یہ آیت مبارک نازل ہوئی کہ کسی غیر مسلم کو مساجد و عبادت گاہیں بھی بنانے کا حق نہیں پہنچتا جب تک کہ وہ ایمان و اسلام سے مشرف نہ ہو۔ خواہ اسکے اعمال کیسے ہی اچھے کیوں نہ ہوں۔ دوسرے یہ کہ خواہ حاجیوں کو پانی پلانا اور مسجد حرام کو آباد کرنا فی نفسہ بہت عظیم الشان کام ہے۔ مگر جہاد و قتال کے مقابلہ میں اسکی کوئی وقعت نہیں اور دیگر اعمال کبھی یکساں و برابر نہیں ہو سکتے۔ یہ لوگ ان اعمال کو یکساں خیال کرتے ہیں۔ وہ ظالم و بے انصاف ہیں۔ اور

أَجْرٌ عَظِيمٌ ﴿٢٢﴾ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا لَا تَتَّخِذُوٓا ءَابَآءَكُمْ
وَإِخْوَٰنَكُمْ أَوْلِيَآءَ إِنِ ٱسْتَحَبُّوا ٱلْكُفْرَ عَلَى ٱلْإِيمَٰنِ ۚ
وَمَن يَتَوَلَّهُم مِّنكُمْ فَأُولَٰٓئِكَ هُمُ ٱلظَّٰلِمُونَ ﴿٢٣﴾ قُلْ إِن
كَانَ ءَابَآؤُكُمْ وَأَبْنَآؤُكُمْ وَإِخْوَٰنُكُمْ وَأَزْوَٰجُكُمْ وَ
عَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَٰلٌ ٱقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَٰرَةٌ تَخْشَوْنَ
كَسَادَهَا وَمَسَٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ أَحَبَّ إِلَيْكُم مِّنَ
ٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ وَجِهَادٍ فِى سَبِيلِهِۦ فَتَرَبَّصُوا حَتَّىٰ
يَأْتِىَ ٱللَّهُ بِأَمْرِهِۦ ۗ وَٱللَّهُ لَا يَهْدِى ٱلْقَوْمَ ٱلْفَٰسِقِينَ ﴿٢٤﴾ ع
لَقَدْ نَصَرَكُمُ ٱللَّهُ فِى مَوَاطِنَ كَثِيرَةٍ ۙ وَيَوْمَ
حُنَيْنٍ ۙ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنكُمْ
شَيْـًٔا وَضَاقَتْ عَلَيْكُمُ ٱلْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ
وَلَّيْتُم مُّدْبِرِينَ ﴿٢٥﴾ ثُمَّ أَنزَلَ ٱللَّهُ سَكِينَتَهُۥ عَلَىٰ
رَسُولِهِۦ وَعَلَى ٱلْمُؤْمِنِينَ وَأَنزَلَ جُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا ۚ

ت بڑا اجر ہے ○ اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو۔ اگر تمہارے باپ اور بھائی

ایمان کے مقابلے میں کفر کو پسند کریں تو اُن سے بھی دوستی نہ رکھو اور جو کوئی تم میں

سے انکو دوست رکھیگا۔ وہی ظالموں میں شمار ہوگا ○ اے پیغمبر اسلام اُسنا دو

اگر تمہارے باپ، تمہارے بیٹے، تمہارے بھائی، تمہاری بیویاں، تمہارے رشتہ دار،

تمہارا وہ مال جسے تم نے جمع کر رکھا ہے۔ تمہاری وہ تجارت جسکے بند ہونے سے تم ڈرتے

ہو اور تمہارے وہ گھر جن کو تم پسند کرتے ہو۔ تمہیں خدا سے، خدا کے رسول اور اس

کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہیں۔ تو انتظار کرو یہانتک کہ اللہ اپنا حکم

بھیج دے۔ اور یاد رکھو کہ اللہ نافرمان لوگوں کو راہ ہدایت نہیں دکھایا کرتا ○ ع

اللہ نے بیشک تمہیں بہت سے مقامات پر مدد دی ہے اور حُنین کے روز بھی جب

تمہاری کثرت نے تمہیں دھوکے میں ڈالدیا تھا۔ پس وہ تمہارے کچھ بھی کام نہ آئی

اور زمین باوجود اپنی فراخی کے تم پر تنگ ہوگئی تھی۔ چنانچہ تم پیٹھ پھیر کر

وہاں سے بھاگے ○ پھر اللہ نے اپنے رسول پر اور مومنوں پر اپنی طرف

سے طمانیت قلب نازل کی اور ایسے لشکر نازل کئے جنکو تم نے نہیں دیکھا

کبھی سیدھی راہ یعنی صراط مستقیم نہیں پا سکتے۔
اے یاران وطن غور کا مقام ہے۔ قرآن کریم ... خوش کر دو۔ نیک عمل کو اسکی جگہ پر رکھو۔ بیشک ... اور روزے کا رکھنا ... ہی افضل کام ہیں۔ مگر انہیں شخصی اعمال کی حیثیت حاصل ہے۔ ان اعمال پر ... ہر ایک شخص انفرادی طور پر فائدہ اٹھا سکتا ... حاصل کر سکتا ہے۔ اور ان کے ترک سے ... نقصان ... مگر جہاں قوم کی موت و زندگی کا سوال ہو وہاں جہاد ... عبادت ہے۔ اس وقت جو شخص نماز میں مشغول ... اللہ اللہ کا ورد کرتے بیٹھے ... کے ذریعہ ... ذوا ... بیٹھ جاتے ہیں ... مشغول ... اور ... کی حیات و ممات بالکل بے پرواہ ... جہاد و قتال ایک ... عمل ہے مگر نماز بھی ... وہ بھی ... افضل اعمال ہیں ... ظالم ... بے انصاف ... صراط مستقیم ... ہو سکتا ہے کہ ... غیر مسلموں ... نکو ... دین الٰہی کی بیخ کنی کی کوششیں ہو رہی ہوں ... شعائر دین کی بے حرمتی ہو رہی ہو ... تعلیم ... مساعی ہو رہی ہوں اور مسلمان ... علماء ... حاصل کرنے یا نماز روزہ میں مشغول رہنے ہی کو ذریعہ نجات سمجھے بیٹھے ہیں۔
... قومی وقار قائم رکھنے اور ... قوم زندہ رہنے کیلئے ضروری ہے کہ تم اپنے وطن عزیز کو خیرباد کہکر ممالک غیر میں بھی جا کر ... اور تبلیغ و اشاعت کلام کرنے کیلئے تیار رہو اور ... مال و منال اور اپنی جان عزیز جہاد و قتال کیلئے وقف کر دو۔ دشمن کے مقابلہ میں سیسہ کی دیوار بن کر ... ٹکڑے ٹکڑے ہو جاؤ۔ مگر اپنی جگہ کو نہ چھوڑو۔ اگر کوئی مخلص ایسا کر سکتا ہے تو وہ مسلمان ... کی دنیا میں کامیابی حاصل ہوگی اور وہ ... کے ان جنتوں اور باغوں کا حقدار ہو سکتا ہے جو فرمانبرداران خدا کیلئے مخصوص ہیں۔ اسکے بعد ارشاد ہوتا ہے کہ جہاد و قتال کیلئے خلوص ... کا یہ درجہ حاصل کرنا ہوگا۔ کہ اگر تمہارے شفیق و مہربان ماں باپ اور ... محبوب بہن بھائی بھی کفار کے ساتھ ہوں تو ان کے خلاف بھی تمہیں جنگ کرنی ہوگی اور کسی قسم کی رو رعایت جائز قرار نہ دی جائیگی۔ اگر کسی شخص نے ماں باپ بہن بھائی، بال بچے اور عزیز و اقارب کے مفاد کو اسلام کے مفاد پر ترجیح دی یا انکو اسلام اور مسلمانوں سے محبوب سمجھا تو وہ سمجھ لے کہ خدا اسے تباہ و برباد کر کے رکھدیگا۔ جو شخص اللہ اور رسول اور جہاد و قتال کے مقابلے پر شخصی مفاد اور ذاتی تعلقات کو ترجیح دیتا ہے وہ ظالم و نا انصاف ہے۔ اور کبھی ممکن نہیں کہ ایسے نافرمان و بدکار لوگ صراط مستقیم پا ...
فاعتبروا یا اولی الابصار ○
ف ۱۲۰ جہاد کی ضرورت و اہمیت پر بحث ہو چکی ذاتی اغراض و مقاصد اور دیگر حیلے بہانے تراشنے والوں کو بھی تہدید کر دی گئی۔ یہاں مصلحت وقت و قلت تعداد کے سوال کو حل کیا جاتا ہے۔ ارشاد فرمایا کہ مسلمانو! تم اس بات کا کبھی خیال ہی نہ کرو کہ تمہاری تعداد قلیل ہے اور دشمن ٹڈی دل واقع ہوئے ہیں۔ تم بے سر و سامان ہو اور وہ آلات حرب و سلاح جنگ سے مالا مال ... مفلس اور وہ غنی و تونگر پس تمہیں کس طرح

وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ وَذٰلِكَ جَزَاۗءُ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٢٦﴾ ثُمَّ
يَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَلٰي مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ
رَّحِيْمٌ ﴿٢٧﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا
يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا ۚ وَاِنْ خِفْتُمْ
عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖٓ اِنْ شَاۗءَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ
عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿٢٨﴾ قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا
بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا
يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰي
يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ﴿٢٩﴾ ع وَقَالَتِ
الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ۨابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ
اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ ۚ يُضَاهِــــُٔـوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ
كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ۭ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ڄ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿٣٠﴾ اِتَّخَذُوْٓا
اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ

اسلامی زندگی

(از مولینا کوکب صاحب جوالاپوری)

(گذشتہ سے پیوستہ)

پیغمبری کا شرف، تجلیاتِ الٰہی کا دیدار، موسیٰؑ مگن، وحیِ ربّانی نے ہارونؑ کو پہلے سے اطلاع دیدی تھی، موسیٰؑ مصر پہنچے، بھائی کو منتظر پایا، چشم براہ، اور استقبال کو حاضر، بھائی نے بھائی کو دیکھا مشتاقانہ جذبہ، بڑھے اور لپٹ گئے ایک نے دوسرے کو آغوشِ محبت میں لیا، آنکھوں سے مسرت وشادمانی کے آنسو بہائے، مدت کے بچھڑے ہوئے تھے، رُوح تازہ اور دل باغ باغ، گھر پہنچے، والدہ کی زیارت کی، قدمبوس ہوئے، ماں نے بیٹے سے چمٹایا، آنکھوں سے لگایا، پیار کیا، چُوما چاٹا، شکرِ خدا بجالائی، کہ کھوئی ہوئی دولت دوبارہ ہاتھ آئی، موسیٰؑ نے سفر کے حالات سُنائے، راستے کے واقعات بتائے، بنی اسرائیل کو معجزے دکھائے، ربّانی بشارت سُنائی۔ چہرے شگفتہ، پیشانیاں رخشاں اب موسیٰؑ ہیں، بھائی ہارونؑ ہیں اور فریضۂ پیغمبری، رسالت کا کام، تبلیغ واشاعت کی کوششیں، اسرائیلیوں کو وعظ وپند قبطیوں کو ہدایت اور فرعونِ مصر سے ملنے کی جدّوجہد، دربار جاتے، دربانوں سے کہتے، وہ مارے ڈر کے خبر نہ کرتے، ناکام واپس آتے، مدت ہوگئی اور عرصہ گزر گیا، فرعون سے ملاقات نہ ہوسکی، دیکھا کہ اس طرح کام نہ چلیگا، ایک روز اُٹھے، قصرِ شاہی پر پہنچے، اور لکڑی سے دروازے کو کھٹکھٹایا، فرعون نے سُنا، طیش میں آیا۔ پُوچھا:-

"یہ کون؟"

فرعون کا ایک بے تکلّف دوست تھا، اُس نے کہا:"ایک شخص ہے جو عجیب مزے کی بات کہتا ہے"

"کیا؟" ——— فرعون نے پُوچھا۔

"اُس کا کوئی رب ہے ..." ——— دوست نے بیان کیا

"میرے سوا؟" ——— فرعون نے دریافت کیا

"ہاں" ——— دوست نے جواب دیا

"پھر؟" ——— فرعون نے کہا

"اُس نے اُسے پیغمبر بناکر آپ کے پاس بھیجا ہے" ——— دوست نے بتایا

"دروازے پر وہ ہی ہے ؟" ——— فرعون نے سوال کیا

"ہاں" ——— دوست نے جواب دیا

"بُلاؤ !" ——— فرعون نے طلب کیا۔

موسیٰ ہارون کو لیکر اندر پہنچے، اور فرمایا:- "ہم دونوں پیغمبر ہیں"۔

فرعون نے موسیٰ کو پہچان لیا اور کہا:- "ارے! یہ تو موسےٰ ہے"۔

موسیٰ نے فرمایا:- "ہاں میں موسےٰ ہوں۔ یہ میرے بھائی ہارون، ہم خدائے قدوس کا پیغام لائے ہیں۔ خدا سے ڈریئے، راہِ راست اختیار کیجئے، بنی اسرائیل کو آزار نہ دیجئے، اور انہیں میرے ساتھ جانے دیجئے"۔

فرعون بولا:- "ہم نے تمہیں پالا، پرورش کیا، برسوں ہمارے ہاں رہے، پھر تم نے وہ حرکت کی قبطی کا خون، تم کس درجہ ناشکرے ہو آج ہم پر رعب جمانے آئے ہو!"

فرمایا:- "میں اُس وقت غلطی پر تھا، حرکت سرزد ہوئی، اور تم سے ڈر کر بھاگ گیا، یہ خدائے قدوس کی ذرہ نوازی، اس نے پیغمبری کے اختیارات دیئے، پیغمبر بنایا اور تمہارے پاس بھیجا"۔

بولا:- "کون خدا ؟ میں تو اُسے نہیں جانتا"۔

فرمایا:- "زمین و آسمان کا پروردگار، اور ان کے درمیان کی چیزوں کا پروردگار"۔

فرعون نے مصاحبوں سے کہا:- "سنتے ہو ؟"

فرمایا:- "وہ تمہارا بھی پروردگار ہے اور تمہارے اگلے باپ دادوں کا بھی"۔

فرعون درباریوں کی طرف مخاطب ہؤا اور کہا:- "یہ تمہارا رسول تو دیوانہ معلوم ہوتا ہے"۔

فرمایا:- "اگر تم میں کچھ عقل ہے تو وہ پروردگار ہے، مشرق و مغرب کا بھی اور اُن کے درمیان کی سب چیزوں کا بھی ——— ہر چیز کو پیدا کیا اُسی نے اس کی مناسب ساخت پر، ہمیں طریقے بتائے اُسی نے، چیزوں سے کام لینے کے"۔

فرعون نے پُوچھا:- "موسیٰ! جو لوگ گزر گئے، اور تھے خدا کے منکر، اُن کا کیا حال ؟"

فرمایا:- "خدا کو معلوم ہے، یہ سب کچھ لوحِ محفوظ میں مرقوم ہے، وہ نہ بھولتا ہے، نہ بھٹکتا ہے ——— یہ زمین کا فرش اسی نے بنایا تمہارے رہنے بسنے کو، راستے نکالے تمہارے چلنے پھرنے کو، پانی برساتا ہے، پانی کے

یہ زمین سے روئیدگیاں نکالتا ہے، طرح طرح کی اور قسم قسم کی تمہارے کھانے کو، چوپایوں کے چرنے کو، یہ چیزیں! ان میں قدرت کی بہتیری نشانیاں ہیں، مگر عقل والوں کے لئے"۔

فرعون کو طیش آگیا، غیظ و غضب کی زبان سے بولا: "قید کر دونگا، اگر میرے سوا کسی اَور کو خدا مانا"۔

فرعون کا قید خانہ، خدا کی پناہ، گہرا، تنگ و تاریک، نہ آواز سُنائی دے، نہ بصارت کام کرے، اُس میں قیدی تنہا اور اکیلا، ——— اُس نے درباریوں سے پُوچھا۔

"بولو! میرے سوا تمہارا کوئی اَور خدا ہے؟

بولے:۔ "نہیں"۔

ہامان سے کہا:۔ "ہامان! ایک بُرج بناؤ، پکّی اینٹوں کا، اونچا، اور بہت اونچا، میں اس پر چڑھوں گا، اور دیکھوں گا اس کے خدا کو، وہ ہے کہاں، جھوٹا کہیں کا، جادو کا مارا ہُوا، یہ آسمان پر خدا کو دیکھ کر آیا ہے"۔

موسیٰؑ کی جانب رُخ کیا اور کہا:۔ "ہماری روٹیاں کھا کر اتنا بڑا ہُوا، قوم ہمیشہ غلامی کرتی رہی، آج آیا ہے پیغمبر بن کر، ذلیل قوم کا ذلیل انسان، ارے تجھ پر ایمان لاؤں؟ مَیں؟ اور تجھ جیسے ذلیل پر"۔

موسیٰؑ نے فرمایا:۔ "غلامی کی بھی ایک ہی کہی، بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا ہے، یہ بھی کوئی احسان ہے؟ —— اچھا اگر مَیں معجزہ دکھاؤں صاف اور صریح معجزہ، پھر تو آپ میری تصدیق کریں گے"۔

بولا:۔ "معجزہ اور تو؟، ——— لا دکھا، اگر سچّا ہے!"

موسیٰؑ نے عصا ڈالا، اچانک اژدھا، پھنپھناتا ہُوا اور پھنکارے مارتا ہُوا، اونچا اٹھا، اور فرعون کی طرف، فرعون خوفزدہ، مصاحب ترساں و لرزاں، ہڑبڑا کر اُٹھے، افتاں و خیزاں بھاگے، فرعون نے جلدی سے کہا:۔

"پیغام سنانے آیا ہے یا ہماری جان لینے؟ موسیٰؑ! تجھے اپنے بھیجنے والے کی قسم، اسے پکڑ"۔

موسیٰؑ نے پکڑا تو عصا، جان میں جان آئی، اور اپنی اپنی جگہ آ کر بیٹھے، ——— فرعون نے پوچھا:۔

"اس کے علاوہ کچھ اَور بھی ہے؟"

موسیٰؑ نے گریبان میں ہاتھ ڈالا اور نکالا، فَاِذَا ھِیَ بَیْضَآءُ لِلنّٰظِرِیْنَ ۝ دیکھا کہ روشن اور چمکتا ہُوا، آفتاب کی طرح شعاعیں پھیلاتا ہُوا، فرعون درباریوں کی طرف متوجّہ ہُوا اور کہا:۔

اِنَّ ھٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِیْمٌ "یہ تو بڑا ماہر جادوگر ہے"۔

فرمایا:۔ حق و صداقت اور یہ خرافات، اَسِحْرٌ ھٰذَا؟ یہ جادو ہے؟ لَا یُفْلِحُ السّٰحِرُوْنَ،

جادوگر کبھی فلاح نہیں پاتے"۔

درباریوں نے کہا:" تم ہمیں برگشتہ کرنے آئے ہو؟ ہمارے دین سے، ہمارے باپ دادا کے دین سے، اور اپنی بڑائی منوانے آئے ہو، دونوں بھائی، وَمَا نَحْنُ لَكُمَا بِمُؤْمِنِيْنَ ہم تم پر ایمان نہیں لا سکتے"۔

فرعون بولا:" یہ دونوں تمہیں نکال دینا چاہتے ہیں، تمہارے ملک سے جادو کے زور سے"۔

فرعون نے موسیٰ کو قتل کر دینا چاہا، درباریوں نے روکا، تو پوچھا:۔

"فَمَاذَا تَأْمُرُوْنَ پھر تمہاری کیا رائے ہے"؟

انہوں نے کہا:" سرِدست مہلت دیجئے، قصبات و دیہات میں ہرکارے بھیجئے، جادوگروں کو جمع کریں، اور حضور میں لا حاضر کریں، تاکہ مقابلہ ہو اور حجت قائم ہو جائے"۔

فرعون نے موسیٰ سے کہا:" تم ہمیں نکالنے آئے ہو؟ ہمارے ملک سے؟ جادو کے زور سے؟ ٹھہرو! ہم نے بھی ایسا ہی جادو کر کے نہ دکھایا ہو، کرو دن مقرر، نہ ہم پیچھے ہٹیں نہ تم، مقابلہ ہو اور کھلے میدان میں ہو"۔

فرمایا:" منظور، مقابلے کا دن آپ لوگوں کی عید کا دن ہو، دن چڑھے لوگ جمع ہو جائیں"۔

موسیٰ کا زمانہ، جادو کا زور، فرعون نے معجزے کا مقابلہ جادو سے کرنا چاہا، مقابلے کا ساز و سامان کیا، ہرکارے بھیجے، یوم موعود پر جمع ہونے کا اعلان کیا، یوم عاشورا قبطیوں کی عید کا دن تھا، اُس کے آنے تک موسیٰ مصروفِ عبادت، فرعون زبردست تیاریوں میں مشغول، جادوگر آنے شروع ہوئے، ہر سمت اور ہر جانب سے، ضروری سامان کی فراہمیاں جو پوری کی گئیں، آلاتِ سحر مہیا کئے گئے، طلسمات بنائے گئے، یہاں تک کہ مقررہ دن سر پر آن پہنچا۔

فَجُمِعَ السَّحَرَةُ لِمِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ — روز مقرر کے وعدے پر جادوگر جمع کئے گئے

فرعون نے منادی کرائی، منادی میں استہزا اور تمسخر، موسیٰ اور ہارون کے ساتھ:۔

هَلْ اَنْتُمْ مُّجْتَمِعُوْنَ ۝ لَعَلَّنَا نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ اِنْ كَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ ۝ لوگو! جمع ہو گے یا نہیں وہ دو جادوگر، موسیٰ اور ہارون اگر غالب آ گئے، شاید انہی کا دین اختیار کرنا پڑ جائے"۔

طویل و عریض میدان، میدان میں شاہی تخت، تخت پر فرعون، رعب و داب اور شاہانہ شوکت و جلال کیساتھ دائیں بائیں امراء اور وزراء کرسی نشین، جادوگروں کی صفیں سامنے اور مخلوق خدا کا جمِ غفیر حلقے میں، فرعون نے کہا:۔

"جادوگری کے ماہرو! کسر لگا نہ رہ جائے۔ آج وہ ہنر دکھاؤ۔ کہ دنیا میں تمہارا نام رہ جائے"۔

جادوگر بولے:۔ اَئِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ۝ ہم غالب آ گئے۔ تو انعام ملیگا؟

فرعون نے جواب دیا:۔ نَعَمْ وَاِنَّكُمْ اِذًا لَّمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ۝ "ضرور، اور انعام کا کیا مذکور؟ غالب رہے تو بارگاہِ شاہی کے مقرب"۔

موسیٰؑ خدا کے پیغمبر اور پیغمبر کا مقصدِ زندگی تبلیغ دین، اس لئے معجزہ نمائی اور تقابل آزمائی سے پہلے کلیم خدا تبلیغ فرماتے ہیں اور سمجھاتے ہیں، ———— "جھوٹی تہمت، اور خدا پر؟ افترا اور خالق کائنات پر؟ آنکھوں میں خاک جھونکتے ہو؟ حقیقت میں کچھ نہ ہو، اور بہت کچھ کر کے دکھاتے ہو؟ گویا خدا ہو، یا خدا سے مقابلہ کرنیوالے؟ خالق جز ذو الجلال خدا کے سوا؟ ———— کوئی ہوسکتا ہے؟ ———— یاد رکھو! جھوٹے اور مفتری کبھی فلاح نہیں پاتے"۔

موسیٰؑ کی تقریر شمع ہدایت، طور پر چمکنے والے نور سے روشن، جادوگروں نے سُنی، اور دماغ میں عقل کی بتی جلائی، سرگوشیاں، چہ میگوئیاں اور موسیٰؑ کے معاملے میں اختلاف آرا۔

فَتَنَازَعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ وَاَسَرُّوا النَّجْوٰى۔ لوگ اپنے اس امر کی بابت بحث اور سرگوشیاں کرنے لگے، بعضوں نے کہا:۔ "یہ باتیں، اور جادوگروں کی؟ دل نہیں مانتا، یہ تو پیغمبر ہی معلوم ہوتے ہیں، سچ مچ پیغمبر، ان کے بیان میں ایک جھلک ہے، نورانی جھلک اور حقانی، پیغمبر اور اُس کا مقابلہ؟ بُرا، ہلاکت کا باعث، اور تباہی کی علامت"۔

دوسروں نے کہا:۔ "نہیں، جادوگر اور صریح جادوگر، دونوں کے دونوں، پیغمبری کے لئے بھی موسیٰ اور ہارون ہی رہ گئے تھے، شاہی تقرب چاہتے ہو، تو مقابلہ کرو"۔

انہوں نے پھونکا، اُن کے ہوائے نفس میں اہتزاز، اور دماغ کی روشنی گل، ———— پھر وہی جہالت، اور جہالت کی تاریکیاں، وہی گمراہی اور گمراہی کی اندھیریاں، پہلے "پچھلوں کے ہمنوا ہوئے، اور بلند آواز سے کہا:۔ "دونوں جادوگر ہیں، بے شک و ریب، تمہیں تمہارے ملک سے نکال دینا چاہتے ہیں، اور تمہارے مذہب کو مٹا دینا چاہتے ہیں، تم بھی کوئی تدبیر اُٹھا نہ رکھو، اور صفیں باندھ کر مقابلے میں آجاؤ۔ وَقَدْ اَفْلَحَ الْيَوْمَ مَنِ اسْتَعْلٰى آج جو غالب رہا، یقیناً فلاح کو پہنچا"۔

جادوگروں نے موسیٰؑ سے کہا:۔ يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَلْقٰى "موسیٰ پہلے تم ڈالو گے؟ یا ہم ڈالیں؟"

فرمایا:۔ بَلْ اَلْقُوْا "نہیں پہلے تم ہی ڈالو!"

انہوں نے بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ اِنَّا لَنَحْنُ الْغٰلِبُوْنَ ۝ "فرعون کے اقبال سے ہم ہی غالب رہیں گے"۔

کہا۔ اور اپنی رسّیاں اور لاٹھیاں زمین پر ڈال دیں ؛

جادو اور جادو کی نظر بندی، موسیٰؑ کو معلوم ہُوا نہ رسّیاں ہیں اور نہ لاٹھیاں، سانپ ہیں اور اِدھر اُدھر رہے ہیں، نگاہیں مسحور، لوگ دہشت زدہ، جادو اور بڑا بھاری جادو ——— اتنا بڑا میدان، سانپوں سے بھرا ہوا، گدبد اور پر نلے، کوئی رینگ رہا ہے، کوئی دوڑ رہا۔ کوئی پھنپھنا رہا ہے، کوئی پھنکار سے مار رہا، کوئی ادھر جا رہا، تو کوئی اُدھر کو فَاَوْجَسَ فِیْ نَفْسِہٖ خِیْفَۃً مُّوْسٰی، موسیٰؑ ڈر سے، جی ہی جی میں، مبادا لوگ قائل ہو کر باطل میں پھنس جائیں ——— الہام ہُوا۔ لَا تَخَفْ اِنَّکَ اَنْتَ الْاَعْلٰی ہ وَاَلْقِ مَا فِیْ یَمِیْنِکَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا اِنَّمَا صَنَعُوْا کَیْدُ سٰحِرٍ وَلَا یُفْلِحُ السَّاحِرُ حَیْثُ اَتٰی ہ "موسیٰؑ! ڈرو نہیں، یقیناً تم غالب رہوگے، جو کچھ تمہارے داہنے ہاتھ میں ہے، ڈالدو۔ ان کے کرتبوں کو ہڑپ کر جائیگا۔ اور یہ تو جادوگر کے شعبدے ہیں، جادوگر کہیں بھی ہو، فلاح نہیں پاتا "؛

موسیٰؑ نے جادوگروں سے کہا" یہ تمہارے شعبدے، یہ جادوگری، اب ملیامیٹ ہوئی۔ اور اب، کا تمہارے سامنے آئی "؛

یہ کہا اور عصا میدان میں ڈال دیا، اژدہا کی صورت اختیار کی، اور ان کے شعبدوں کو نگلنے لگا، تھوڑی دیر میں سارا میدان صاف ؛۔ فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ہ فَغُلِبُوْا ھُنَالِکَ وَانْقَلَبُوْا صٰغِرِیْنَ "حق ثابت، جادوگروں کے کرتب باطل، فرعون اور فرعونی مغلوب اور ذلیل و خوار "؛

جادوگر سمجھ گئے۔ کہ اُن کے پاس جو کچھ ہے، دھوکا ہے اور فریب، نظر بندی اور جادو کا مصنوعی کھیل، ا موسیٰؑ کے پاس صداقت ہے اور خفیفت، متاثر ہوئے۔ وَاُلْقِیَ السَّحَرَۃُ سٰجِدِیْنَ ہ اور سجدے میں گر پڑے۔ سب نے مل کر کہا :۔

اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ہ رَبِّ مُوْسٰی وَھٰرُوْنَ ہ

"ہم ایمان لائے، پروردگار عالم پر، موسیٰؑ اور ہارون کے پروردگار پر "؛

فرعون ہار گیا، آفتاب کی روشنی میں، جمّ غفیر کے ہجوم میں، جادوگروں نے حق کے سامنے سر جھکایا، نور صداقت نے اُن کو آغوش میں لیا، اور موسیٰؑ پر ایمان لے آئے، ——— فرعون کو نہ حق کی جستجو تھی نہ سچائی کی تلاش، مگر ساحروں کی جادوگری پر کامل اعتماد، وہ شکست خوردہ ہوئے، فرعون کے سرِ غرور کو ٹھیس لگی، شیطنت کو انگیز ہوئی۔ خشمگین ہُوا، طیش میں آیا اور آتش زیر پا، کف آوردہ منہ سے بولا :۔

"یہ کیا؟ ——— موسیٰ پر ایمان، اور میری اجازت کے بغیر؟ سمجھا، یہ ضرور تمہارا گرو ہے، اسی سے تم نے
جادو سیکھا ہے، اور سب نے مل کر یہ سازش کی ہے، مجھے تاراج کرنے اور ملک چھیننے کی، پہلے ان کو بھیجا، پھر خود آئے
اور خود ہارے، ان کو جتایا، لوگوں کو فریب دینے کا جال بچھایا، ابھی تم کو معلوم ہوا جاتا ہے۔ فَلَأُقَطِّعَنَّ
أَيْدِيَكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ مِنْ خِلَافٍ، تمہارے ہاتھ پاؤں کاٹوں گا، اُلٹے اور سیدھے، وَلَأُصَلِّبَنَّكُمْ فِي جُذُوعِ
النَّخْلِ، پھر تمہیں کھجور کے تنوں پر سُولی دُوں گا، وَلَتَعْلَمُنَّ أَيُّنَا أَشَدُّ عَذَابًا وَأَبْقَى۔ تمہیں پتہ لگ جائیگا۔
کس کی سزا زیادہ سخت ہے اور زیادہ دیرپا"۔

فرعون نے دھمکی دی، زوردار دھمکی، ہولناک اور جانستاں، اُس کا خیال ہوگا کہ جادُوگر مرعوب ہو جائیں گے
اور خوفزدہ، وہ پچھلے پاؤں لوٹ آئیں گے، موسیٰ کی تکذیب کریں گے، اور اس کی خدائی کے پھر قائل ہو جائیں گے، مگر
اب وہ جادوگر نہ تھے، جو شعبدوں اور نظر بندیوں کے گورکھ دھندوں میں پھنسے رہتے، انہوں نے عصائے موسیٰ
میں جو کچھ دیکھا، ——— حقیقت کو کارفرما، اور بطلان کو مٹتے اور سمٹتے۔ اب وہ باطل سے نکل چکے، شک و ریب
کی دنیا سے گزر چکے، حقیقت ان کی آنکھوں میں نورافشاں اور صداقت اُن کے دلوں میں یقین افزا۔ دنیا ان کی نگاہوں
میں ہیچ، اور دُنیا کی زندگی ان کے نزدیک لاحاصل ——— ڈر کی گنجائش، نہ سخت سے سخت عذاب سے خائف، دلوں
میں ایمان کی شمع روشن، اور روشنی میں صلاح و فلاح کی سیدھی راہ سامنے، ——— دردناک عذاب اور ہلاکت
آفرین سزا کا ان پر کوئی اثر نہ ہوا، اُس نے ڈرایا، انہوں نے بے پروائی سے جواب دیا:۔

"کھلے ہوئے معجزے، قدرت کی واضح اور ظاہر نشانیاں، ان کو نظرانداز کر دیں؟ اور خدائے قدیر پر
تجھے ترجیح دیں؟ ناممکن اور قطعاً ناممکن، فَاقْضِ مَا أَنْتَ قَاضٍ۔ کر جو تجھے کرنا ہے، تیرا حکم زیادہ سے زیادہ اِس
زندگی تک، اور بس سنگین سزا دے، حد یہ ہے کہ جان سے مروا دے، لَا ضَيْرَ إِنَّا إِلَىٰ رَبِّنَا مُنْقَلِبُونَ ۝ کیا
ڈر اور کیا نقصان؟ جائینگے تو اپنے پروردگار ہی کے پاس، اور ہمارا قصور یہی نا؟ کہ پروردگار کی نشانیاں آئیں،
اور ایمان لے آئے، ہاں! ہم ایمان لے آئے، اور سب سے پہلے ایمان لائے، خطاؤں کے معاف کئے جانے کی
توقع پر اور جادُو کے گناہ سے درگزر کئے جانے کی امید پر، ——— پھر تو کیا؟ اور تیرے انعامات کیا؟ اللہ ہی
بہتر ہے اور باقی رہنے والا، کفر کا مجرم سزاوارِ جہنم، جیئے نہ مرے، موت نہ حیات، ——— اور مومن نیک کردار
ہیں اُن کے لئے درجے بلند و بالا، مرتبے رفیع و وقیع، رہنے کو جنت، جنت میں ابدی عافیت، عالیشان قصور، نیچے
ان کے نہروں میں لہریں صاف شفاف پانی کی اور ترنگ ترنگ موجوں کی۔

وَذَالِکَ جَزَآءُ مَنْ تَزَکّٰی — یہ انعام پاکیزہ لوگوں کی جزا ہے۔

اس لئے ہماری یہ دعا:- رَبَّنَا اَفْرِغْ عَلَیْنَا صَبْرًا وَّ تَوَفَّنَا مُسْلِمِیْنَ - پروردگار! ہم پر صبر کی پکھالیں انڈیل اور فرمانبرداری کی حالت میں دُنیا سے اُٹھا!

موسیٰؑ پر سب سے پہلے ایمان لانیوالے، اور ملّتِ موسائی کے مومنین اولین فرعونی جذبہ انتقام کی نذر ہوگئے پہلے ہاتھ پاؤں کاٹے گئے، اُلٹے اور سیدھے، وہ ثابت قدم رہے اور صابر و شاکر، پھر کھجوروں کے تنوں پر لٹکا دیئے گئے، وہیں اُنہوں نے اپنی نورانی جانیں جان آفرین کے سپرد کر دیں۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۝

فرعونِ مصر، دماغ میں نخوت و غرور، خدائی کا بھوت سر پر سوار، جادوگروں کا واقعہ، اس کے لئے انتہائی سبکی کا باعث، خفّت اور بھرے مجمع میں، ندامت اور پرستارانِ فرعونیت کے سامنے، دُکھتی ہوئی رگ کو ٹھیس لگی اور وہ آگ بگولا، قوّتِ غضبیہ برسرِ انتقام، جادوگروں کا خون اُس کی آتشِ غضب کو فرو نہ کرسکا، ظلم و تشدّد کا بازار پھر گرم، بنی اسرائیل کو اینٹوں کے لئے بھس ملا کرتا تھا، اب وہ بھی بند، خود فراہم کرنے کا حکم، غریب آسیہ پر آغازِ ستم، قصور یہ کہ موسےٰ کو دریا سے نکالا، بیٹا بنایا، پرورش کیا، پروان چڑھا تو فرعون کا مخالف، اس کے اقتدار کا دشمن، اور اس کی سلطنت کو مٹا دینے کے درپے، طرّہ یہ کہ جادوگروں کو شکست ہوئی، موسیٰؑ کو فتح و نصرت، آسیہ موسیٰ پر ایمان لائی۔ فرعون اَور زیادہ برہم، اور مومنۂ صادقہ شریف خاتون آسیہ کے حق میں پہلے سے زیادہ برسرِ آزار، ———— قبطیوں نے فرعون سے کہا:- اَتَذَرُ مُوْسٰی وَقَوْمَہٗ لِیُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ وَیَذَرَکَ وَاٰلِهَتَکَ ؕ کیا آپ موسیٰؑ کو اور اس کی قوم کو یونہی چھوڑے رکھیں گے؟ وہ ملک میں فساد پھیلاتے پھریں، آپ سے بھی سرتابی کریں اور آپ کے بنائے ہوئے بُتوں سے بھی؟

فرعون نے جواب دیا:-

سَنُقَتِّلُ اَبْنَآءَهُمْ وَنَسْتَحْیٖ نِسَآءَهُمْ ۚ وَاِنَّا فَوْقَهُمْ قٰهِرُوْنَ ۝

"انہیں، ہم ان کے بیٹوں کو قتل کریں گے (ڈھونڈ ڈھونڈ کر) اور اُن کی عورتوں کو زندہ رکھیں گے (اپنی خدمت کے لئے) ہم اُن پر ہر طرح سے غالب ہیں، وہ ہمارا کیا بگاڑ سکتے ہیں؟"

موسیٰؑ کو معلوم ہوا، قوم کو جمع کیا، فرعون کے ارادے سے اطلاع دی اور تلقین کی:-

اِسْتَعِیْنُوْا بِاللّٰہِ وَاصْبِرُوْا ۚ اللہ سے مدد مانگو اور صبر کرو۔

پھر فرمایا :۔ ملک اللہ کا ہے ، جسے چاہتا ہے دیتا ہے ۔ انجام کار متقی اور خدا ترس لوگوں کے لئے ، وہ ہی فلاح پاتے ہیں "۔

قوم نے کہا :۔ "تم سے پہلے بھی ستائے جا رہے تھے ۔ اور اب بھی ستائے جا رہے ہیں ، ہمیں تو فرعون کے ہاتھوں تکلیفیں ہی تکلیفیں پہنچتی رہیں "۔

فرمایا :۔ "گھبراؤ نہیں ، وقت آگیا ہے ، دشمن ہلاک ہوگا ، اور عنقریب ، پروردگار تمہیں ملک دیگا ، اپنا خلیفہ بنائیگا اور دیکھے گا تم کیسے عمل کرتے ہو "۔

قتل کا دروازہ پھر کھل گیا ، بنی اسرائیل کے رہنے کی جگہ ، زمین جشن پر پہرہ گلی گلی پہرہ اور گھر گھر پہرہ ، حاملہ عورتوں کی تفتیش ، صنف ولادت کی تحقیق ، جس گھر میں کوئی لڑکا پیدا ہؤا ، تو تیغ اور تلوار کے گھاٹ ، گھر گھر ماتم ، آہ وزاری ، نالہ و شیون ، اسرائیلی چیخ اٹھے ، موسیٰ فرعون کے پاس تشریف لے گئے ، اور فرمایا :۔

" یہ ظلم ، یہ زیادتی ، بچوں کا خون ، معصوم اور بیگناہ بچوں کا ؟ آخر جرم ؟ قصور ؟ اسرائیل کی اولاد ، خاندانِ نبوت اس پر یہ مظالم ، کس گناہ کی پاداش ہیں ؟ اور کس نافرمانی کی سزا ہیں ؟ دیکھئے ! کہا مانئے ، بنی اسرائیل کو جانے دیجئے ۔ ان پر ظلم وستم نہ ڈھائیے ، نرمی سے سمجھاتا ہوں ، اور مخلصانہ ، یہ جفائیں ؟ ناقابلِ برداشت ، پیغمبر ہوں ، پیغمبرِ خدا ، جو کہتا ہوں ، خدا کی طرف سے کہتا ہوں ، نہ مانئے گا ، مصر کا پانی خون ہو جائیگا ، ایک قطرہ بھی پینے کو نہ ملے گا ، آپ کو دُکھ ہوگا ، رعیت پیاسی مر جائے گی "۔

فرعون اور مان جائے ؟ خدائی کا زعم ، باطل ہو جائے ؟ موسیٰ نے بہت کچھ سمجھایا ، باز نہ آیا ، ناکام واپس آئے اور ہارون سے کہا :۔

" ہارون جاؤ ! دریائے نیل پر جاؤ ، اور ہر اس مقام پر جاؤ ۔ جہاں نام کو بھی پانی ہو جاؤ ! اور پانی کے ہر مقام پر عصا مارو ، قدرتِ قدیر کا تماشا دیکھو "۔

ہارون گئے ، عصا مارا ، پانی کی جگہ خون کا فوارہ ، دریائے نیل میں خون کی موجیں ، نہروں میں خون کا بہاؤ ، تالاب خون سے لبالب ، مچھلیاں مر گئیں ، آبی جانور ہلاک ، سات روز تک مصر کو پانی دستیاب نہیں ہؤا ۔ مگر فرعون پر اتنا بھی اثر نہیں ، جتنی اُڑد پر سفیدی ، ——— خدا کا پھر حکم ہؤا ، موسیٰ نے فرعون کو کہلا بھیجا :۔

" باز آجائیے ، خدا پر ایمان لائیے ، بنی اسرائیل کو چھوڑ دیجئے ، ورنہ مصیبت ، مصیبت بھی نئی اور نرالی "۔

سرکش تھا نہ مانا ، موسیٰ نے فرمایا ، ہارون نے پھر دریا اور نہر و تالاب پر عصا مارا ، مینڈک نکلنے شروع ہوئے ،

ٹرّاتے ہوئے، اُچھلتے اور کُودتے ہوئے، غول کے غول، ہجوم کے ہجوم، قصرِ شاہی، فرعونی دربار، قبطیوں کے مکان سب جگہ مینڈک ہی مینڈک، قدم قدم پر مینڈک، تختِ فرعونی پر مینڈک، تاجِ شاہی پر مینڈک، جوتوں میں مینڈک کپڑوں میں مینڈک، پانی میں مینڈک، پانی کے برتنوں میں مینڈک، سوتے میں، جاگتے میں، ٹانگوں میں سُرسُرا رہے، زانو میں کلبلا رہے، اور بغلوں کو گدگدا رہے، مصر کی زمین کے چپّہ چپّہ پر مینڈک، مگر زمینِ جشن اس بلا سے محفوظ، فرعون تنگ قبطی زندگی سے عاجز، مجبور ہُوا تو موسیٰؑ اور ہارون کو بلایا، منت و سماجت کی۔ اور دُعا کی درخواست کہا:۔ "موسیٰؑ! اپنے خدا سے کہو، اس بلا کو دُور کردے، ایسا ہوگیا تو ایمان لے آؤں گا۔ اور بنی اسرائیل کو تمہارے ساتھ جانے دوں گا"۔

موسیٰؑ نے دُعا کی، مینڈک ہلاک، انبار کے انبار اور مرے ہوئے مینڈکوں کے ڈھیر، اونچے اونچے تودے لگ گئے، زمینِ مصر متعفن ہوگئی، خدا خدا کرکے ہوا خوشگوار ہوئی، فضا میں سکون پیدا ہُوا، لوگوں کی جان میں جان آئی، اور اطمینان کا سانس نصیب، فرعون کو مہلت ملی، پھر برگشتہ، موسیٰؑ نے سمجھایا، ڈرایا، باز نہ آیا، خدا کا حکم ملا، ہارون نے زمین پر عصا مارا، جوئیں پیدا چھوٹی چھوٹی لیکھیں، موٹے موٹے ڈھیرے، قطار قطار گچھم گچھا، کپڑوں کے اوپر چل رہیں، سیون میں بیٹھیں کاٹ رہیں، کبھی سر کھجلایا جارہا، کبھی بغل، ابھی گردن پر ہاتھ تو ابھی شلوار کے نیفے میں، ابھی کمر پر ہاتھ، ابھی کنپٹی پر، لوگ عاجز، فرعون اب بھی مغرور، خدا نے وحی کی:۔

> "کل فرعون دریا پر آئیگا صبح کے وقت، اس سے راستے میں ملو۔ اور کہو کہ خدا فرماتا ہے۔ کہ میرے بندوں کو چھوڑ دے۔ ورنہ تیرا ملک ہوگا، اور مچھر اس پر مسلّط، زمینِ جشن اس بلا سے محفوظ رہے گی، اور بنی اسرائیل کے سوا سب تکلیف اُٹھائیں گے"۔

موسیٰؑ فرعون سے ملے، فرمانِ الٰہی پہنچایا، نہ مانا، مچھر مصر پر مسلّط، سخت اذیّت اور شدید مصیبت، کانوں پر بھنبھنا رہے، آنکھوں پر اُڑ رہے، ناک میں گھُسے جارہے، فرعون کو دیکھو! کھجلاتا کھجلاتا پریشان، دو ہاتھ اور ہر عضو خارش زدہ، مچھروں کا ہجوم اڑائے یا کھُجلائے اور کھجلائے تو کہاں، ایک ہاتھ پیشانی پر، دوسرا پشت پر، پھر فوراً ہی ایک ہاتھ گردن پر دوسرا پاؤں پر، ابھی ایک جگہ کھجلانے نہیں پایا کہ دوسری جگہ کا تقاضا، دوسری جگہ ہاتھ پہنچا ہی ہے۔ کہ تیسری جگہ آگ سی لگ گئی، آخر گھبرا اٹھتا ہے، اور دونوں ہاتھوں سے بدن کو رگڑنے لگتا ہے، ناخنوں سے بدن کھسوٹا ہُوا اور لہولہان، سخت حیران ——— قبطیوں کو دیکھو، کھُجلاتے کھجلاتے کپڑے پھاڑ ڈالے، بدن خون آلود کرلیا، رُوئیں روئیں میں خارش، ہاتھ جلدی جلدی حرکت میں، آگے پیچھے، نیچے اوپر، دائیں بائیں، اودھر ادھر، بیٹھے ہیں یا چل رہے

ہیں، پڑے ہیں یا کھڑے ہیں، سروں پر مچھروں کا ہجوم، ٹڈی دل، غول کا غول، دیواروں سے بدن کو رگڑ رہے زمین پر لوٹ رہے ہیں اور سخت تکلیف میں مبتلا، فرعون، فرعون کے گھر والے اور تمام اہل مصر چلا اُٹھے، مجبور ہوکر موسیٰؑ اور ہارون کو بلایا اور عرض کیا:۔

"تم نے مصیبت میں ڈال دیا، آخر کیا چاہتے ہو؟"

"یہی کہ ہمیں جانے دیا جائے"

"کہاں جانا چاہتے ہو؟"

"مصر سے باہر"

"کیوں؟"

"خدا کے نام کی قربانی کرنے"

"یہیں کیوں نہ کرلو؟"

"یہ نہیں ہوسکتا"

"کیوں؟"

"اہل مصر گائے کو پوجتے ہیں اور بیل کو بھی، ہم ان کو قربان کرینگے، مصری ہم پر پتھر اُو کرڈالیں گے"

"پھر کہاں جاکر قربانی کروگے؟"

"تین دن کی راہ پر"

"اتنی دور؟"

"خدا کا یہی حکم ہے"

"اچھا دُور نہ جانا، مگر دُعا تو کردو۔ خدا اس بلا کو ٹال دے"

موسیٰؑ نے دعا کی، مچھر غائب، فرعون وعدے سے منحرف، پھر حکم ہُوا، موسیٰؑ پھر فرعون کے پاس آئے۔ سمجھایا اور بہت کچھ سمجھایا، نہ مانا تو فرمایا:۔ "خدا مری بھیجیگا، سارے مویشی ہلاک ہوجائیں گے۔"

فرعون پر کچھ اثر نہیں، مری پڑی، تمام جانور مر گئے، گھوڑا، گدھا، اونٹ، بکری، گائے بیل کچھ نہ بچا، بنی اسرائیل اس عذاب سے بھی محفوظ، اور فرعون بدستور منحرف، خدا نے موسیٰؑ کو حکم دیا:۔

"بھٹی کی راکھ لو، اور آسمان میں اُڑادو"

موسیٰ نے اُڑا دی، کیا آدمی کیا جانور سب کے بدن پھوٹ نکلے، پھوڑے پھنسیوں کی کثرت، الامان الحفیظ فرعون اب بھی اپنی ضد پر مُصر، وحی ربانی کا ارشاد ہوا :۔

"موسیٰ پھر جاؤ، فرعون راستے میں ملیگا، کہو، تکبر سے باز نہیں آتے، دیکھئے! بنی اسرائیل کا خدا فرماتا ہے، یا تو بنی اسرائیل کو جانے دیا جائے، نہیں اولے برسیں گے اولے، بڑے بڑے اور بھاری بھاری اولے، اور اے موسیٰ! اپنے آدمیوں کو خبر کر دے، اپنا مال اور اپنے جانور، باہر سے گھروں میں لے آئیں"

موسیٰ ملے، فرمان پہنچایا، کوئی توجہ نہ دی، واپس آئے اور اعلان کیا، بنی اسرائیل باہر پڑی ہوئی چیزوں کو گھروں میں لے آئے، فرعون کے نوکروں میں سے بعض خدا پرست تھے، انہوں نے بھی بنی اسرائیل کی اتباع کی، موسیٰ نے عصا آسمان کی طرف اُٹھایا، ابر نمودار، بجلی کی چمک اور رعد کی ہیبت ناک کڑک، پھر دفعۃً اولے، اولوں کی بوچھار جیسے توپ کے گولوں کی باڑ، کتنے ہی قبطی مر گئے جانور ہلاک، کھیتی باڑی، پھل پھلاری کا ستیا ناس، مگر زمینِ جشن محفوظ، فرعون پھر عاجز، موسیٰ اور ہارون کو بلایا اور کہا :۔

"موسیٰ! میں اب تک انکار کرتا رہا، گناہ کیا، اور بڑا گناہ، اس مرتبہ خدا سے دُعا کرو کہ بادل اس طرح نہ گرجے، اور نہ اولے برسیں، اب تمہیں نہ روکوں گا"

موسیٰ نے دُعا کی، ژالہ باری رُک گئی، فرعون پھر سرکش، خدا نے موسےٰ کو پھر بھیجا، آئے اور کہا :۔

"سرکشی کی حد ہو چکی، باز آجائیے، ورنہ اب ٹڈیوں کا عذاب آئیگا، اولوں سے بچا کھچا وہ چاٹ جائیں گی"

موسیٰ یہ کہہ کر نکلے، درباریوں نے فرعون کو سمجھایا کہ مصر اُجڑ گیا، برباد اور تباہ ہو گیا، بنی اسرائیل کو جانے دیجئے فرعون نے کہا :۔ ذَرُوْنِیْٓ اَقْتُلْ مُوْسٰی وَلْیَدْعُ رَبَّهٗ ۚ اِنِّیْٓ اَخَافُ اَنْ یُّبَدِّلَ دِیْنَكُمْ اَوْ اَنْ یُّظْهِرَ فِی الْاَرْضِ الْفَسَادَ ۔ موسیٰ کو قتل کرنے دو، وہ اپنے خدا کو بُلا لے، دیکھیں کیسے بچا لیگا، زندہ رہا تو خطرہ اور ہر وقت کا خطرہ، تمہیں دین سے بد دین کر دے، ملک میں کوئی فساد کھڑا کر دے"

موسیٰ کو معلوم ہُوا فرمایا :۔

"خدا نے دو جہان میرا بھی پروردگار، تمہارا بھی، اسی کی پناہ میں ہوں، وہ ہی بچائیگا ہر متکبر سے حساب کے منکر کی شرارت سے"

(باقی)

ذکرِ شبیرؓ

(ازجناب مرزا عزیز فیضانی دارا پوری)

ذکرِ شبیرؓ کی فراوانی بزم کو کر رہی ہے نُورانی
آرہی ہے نظر مجالس میں کوکبِ علم کی درخشانی
بُوئے گلزارِ سرورِ دیں سے ہے معطر فضائے رُوحانی

آج ہے اُس کا دن کہ جسکو ملی پردۂ فقر میں سلیمانی
سرورِ کائناتؐ کا پیارا چُومتے تھے وہ جس کی پیشانی

دوستو، ایک بات کہہ ڈالوں کوئی بد دِل نہ ہو بنادانی
زیرِ خنجر نماز، مثلِ خبیبؓ ہے عیاں جس سے شانِ ایمانی
ہو جو اس شان سے نماز ادا یعنی اصلی نمازِ رحمانی
کس طرح پھر نہ اُس کی ہو قائل تا دمِ حشر نوعِ انسانی
ایسے اخلاص ہی سے قائم ہے دہر میں رونقِ مُسلمانی
ایسی حالت کے ایک سجدے پر ہے فدا کائناتِ رُوحانی
یوں کرے سجدہ فاطمہؓ کا لال تُم فقط محو ذکرِ قُربانی!
اور یہ اشغال ہوں تمہیں محبوب سینہ کوبی و مرثیہ خوانی!
یہ نہیں ہے ولائے ابنِ علیؑ قدرِ اُلفت نہ تم نے پہچانی
چل کے نقشِ قدم پہ دکھلاؤ گر ہے دعوائے ذوقِ ایمانی

سوچیئے گا تو مان جائیے گا
کہہ گیا سچ عزیز فیضانی

الحجرات

(از جناب مولینا محمد حنیف صاحب ندوی)

یوں تو پورا قرآن ہدایت ہے، رحمت ہے اور شفا ہے۔ مگر سورۂ حجرات میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے۔ وہ موجودہ حالات میں اس قابل ہے کہ مسلمان اس کو سرمۂ چشمِ بصیرت بنا کر رکھیں۔ اور دیکھیں کہ علام الغیوب خدا نے کیونکر اُن تمام امراض کو تفصیل کیساتھ بیان کیا ہے جو جسم اسلامی میں پیدا ہونیوالے تھے، اور کیونکر شرح و بسط کیساتھ بتایا ہے۔ کہ مسلمان کے اخلاقی ارتقاء کے لئے کن عناصر ترکیبیہ کی ضرورت ہے؟

اس سورہ سے قبل کی سورت کو ان الفاظ پر ختم کیا ہے کہ:۔

"محمد اللہ کے رسول ہیں۔ اور ان کی معیت میں جو لوگ ہیں وہ دشمنوں کے حق میں بہت سخت ہیں۔ اور اپنوں کے معاملہ میں شفیق و مہربان۔ اُن کی روحانی کیفیت یہ ہے، کہ اپنے خدا کے حضور میں ہر انداز نیازمندی کیساتھ مصروف عبادت ہیں۔ کبھی اُس کے سامنے اپنی تمام خواہشات کے ساتھ جھک جاتے ہیں۔ اور کبھی سجدہ کناں ہیں۔ بہرحال اُنکا نصب العین اس کی رضا جوئی ہے۔ اور اکتساب فضل و کرم ہے۔ آپ دیکھیئے گا۔ کہ اُن کے ماتھوں سے زہد و ورع کے آثار نمایاں ہیں۔ سابقہ کتب میں اُن کے متعلق اسی نوع کا حلیہ مذکور ہے۔ ان کی مثال ایک کھیت کی طرح ہے۔ جو ابتداءً گو ضعیف و ناتوان انگوریوں پر مشتمل ہو، مگر بالآخر مضبوط و شاداب ہو جائے۔ کہ کسان اسکو دیکھ دیکھ کر نہال ہو ہو جائے، اور دشمن کی مارے حسد و جلن کے یہ کیفیت ہو۔ کہ غیظ و غضب کے انگاروں پر لوٹ رہا ہو۔ اللہ تعالےٰ نے مومنین کو جو نیک اور صالح ہیں مغفرت اور اجرِ عظیم سے نواز رکھا ہے"۔

غور فرمایئے، انسانیت کی کتنی بہتر اور جمیل تصویر ہے؟ کس قدر شاندار مرقع ہے؟ جو ان آیات میں مذکور ہے۔ غور طلب حقیقت یہ ہے۔ کہ کیا آپ بھی دشمنوں کے حق میں سخت تر ہیں۔ کیا آپ کے دشمن بھی آپ سے خائف اور لرزاں ہیں۔ کیا آپ کا وجود بھی اعداء کے لئے خوف و ہراس کا موجب ہے؟ کیا اپنے مسلمانوں میں آپ محبت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ کیا آپ کی شفقتیں مسلمانوں کے لئے عام ہیں؟ کیا اپنوں کے حق میں آپ بہت نیادہ

سخت گیر تو نہیں ؟ کیا دلوں میں ذوقِ عبودیت ہے ؟ کیا سر خدا کے سامنے جھکنے کی سعادت سے بہرہ ور ہے، ہاں کیا آپ اپنی اجتماعی زندگی میں شاداب و شگفتہ ہیں ؟ کیا آپ کو دیکھ کر کفر دل ہی دل میں گھٹتا اور کڑھتا ہے ؟ ان سب سوالوں کا جواب یہ ہے کہ نہیں۔ اس وقت مسلمان کی کیفیت یہ ہے۔ کہ دنیا بھر کے معائب اور برائیاں تو اس میں جامعیت کے ساتھ موجود ہیں۔ مگر محاسن کا پتہ تک نہیں۔ سارے اسلامی جسم کو ٹٹول کر دیکھ جائیے۔ کہیں صحت و عافیت کا وجود نہیں۔ رُواں رُواں درد سے بے کل اور بے چین ہے ۔

سورہ حجرات میں تمام اُن تفصیلات کا ذکر ہے جن کو ترک کر دینے کی وجہ سے آج مسلمان اخلاقی و دینی لحاظ سے پست ہیں۔ اور جن سے مجرمانہ تغافل اُن کے جسم کو گھن کی طرح کھا رہا ہے۔ سورۂ فتح کی ان آخری آیات کیساتھ ان آیات کو یہ تعلق و ربط ہے۔ کہ اگر مسلمان ان حقائق و معارف سے اپنا دامنِ عمل بھر لیں، جو اس سورہ کا موضوعِ بیان ہیں۔ تو اس وقت بھی جب کہ ان میں ہر طریق سے پستی رواں دواں ہے، ملی و جماعتی حیثیت سے تمام قوموں میں ممتاز و اعلیٰ شمار ہو سکتے ہیں۔ اور پھر وہ مقام بلند بھی حاصل کر سکتے ہیں۔ جہاں مسلمان کا وجود غیروں کے لئے باعث ہیبت و خوف قرار پاتا ہے۔ اور جہاں تعاون باہمی اور اخوت و رواداری کے چشمے بہتے ہیں۔ جہاں ذوقِ عبودیت پیدا ہوتا ہے۔ اور فضل و رضوان کی نعمتیں میسر آتی ہیں۔ جہاں یہ دشمنوں کی آنکھوں میں خار کی طرح کھٹکتا ہے، اور تر و تازگی اور شگفتگی و شادابی کا لباس زیب تن کر لیتا ہے ۔

ارشاد ہے۔ کہ اللہ اور اُس کے رسولؐ سے آگے بڑھنے کی کوشش نہ کرو لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ یعنی فکر و عمل کے لحاظ سے رسول توازن جمیل کا پورا پورا حامل ہوتا ہے۔ اس میں وہ سب ادائیں موجود ہوتی ہیں جو دلوں کی دنیا میں تہلکہ بپا کرنے کا باعث ہو سکیں۔ وہ کامل حسن اور جمالِ تام کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ وہ فکر انسانی کی آخری حد، اور عقل محدود کی آخری کڑی ہے۔ اس سے آگے بڑھنا مصلحت و حکمت کی حدود سے تجاوز کر کے جہل و ظلمت کی پُر خطر وادیوں میں قدم رکھنا ہے۔ وہ تمام پہلوؤں کے لحاظ سے حسین ترین اسوہ ہے۔ ہر انسانی خوبصورتی کو اس میں ڈھونڈا جا سکتا ہے۔ وہ انسانیت کا ایسا دلربا چہرہ ہے۔ جس میں ہر نوع کے عشاق کے لئے تسکینِ نظر کا وافر سامان موجود ہے۔ اس لئے حکم یہ ہے کہ فکر و نظر کے تمام طریقوں کو اُس کے تابع کر دو۔ اپنی خواہشات اور رجحانات کو اُس کے ذوقِ پیغمبرانہ پر قربان کر دو۔ سوچو تو اُس کے نقطۂ نگاہ سے، اور غور کرو تو اُن پہلوؤں سے جن کی طرف اُس نے رہنمائی فرمائی ہے۔ اس ضمن میں حسنِ ادب کے ذیل میں یہ تصریحات ہیں۔ کہ بنی تمیم کے چند آدمیوں کی

طرح حضور کو چیخ چیخ کر مخاطب نہ کرو۔ بلکہ آواز میں خشوع اور نرمی ہونی چاہیئے۔ ورنہ ایمان کے متاعِ عزیز کے زیاں کا خدشہ ہے۔ آپ کی آواز نبی کی آواز سے بلند نہ ہو۔ کیونکہ اطاعت و فرمانبرداری کا بھی تقاضا ہے۔ اگر حضورؐ گھر میں موجود ہوں تو انتظار کرو۔ حتیٰ کہ وہ خود فارغ ہو کر باہر تشریف لے آئیں۔ پکار پکار کر آپ کو پریشان نہ کرو۔ واضح رہے۔ کہ یہ "آواز" آج بھی تاریخ وسیر کی کتابوں میں محفوظ ہے، احادیث میں موجود ہے، اور تواتر سے ثابت ہے، اسلئے مسلمان مجبور ہے۔ کہ جہاں تک اس کے دینی معاملات کا تعلق ہے۔ وہ اس آواز کو سننے کی کوشش کرے۔ اور اُس کے کانوں تک اگر یہ آواز پہنچ جائے۔ تو پھر اپنے منصب اجتہاد سے دست بردار ہو جائے، اور ہمہ تن اطاعت بن جائے۔

آج کل پروپاگنڈے کا زمانہ ہے، ہر بات کا وزن اس کی صحت کے اعتبار سے نہیں کیا جاتا ہے، بلکہ اشاعت کے تنوع اور اس کی مؤثریت سے دیکھا یہ جاتا ہے کہ یہ خبر کس درجہ مشہور ہے۔ اور اس کو کس کس طرح پھیلایا گیا ہے۔ نتیجہ یہ ہے۔ کہ ہم ان چیزوں کو بھی بعض دفعہ مان لینے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں جو نہ صرف صحیح نہیں ہوتیں بلکہ ہمارے قومی وقار کے منافی ہوتی ہیں۔

گذشتہ چند سالوں سے یورپ کے نامہ نگاروں کی خبریں ترکوں کے متعلق کس زور سے پھیلائی جارہی تھیں کہ ترک اسلام کو چھوڑ چکے ہیں۔ اور ان کو دین سے کوئی تعلق نہیں رہا۔ حتیٰ کہ ہم بھی تھوڑی دیر کے لئے اُن سے متنفر ہو گئے۔ اور ترکوں کے الحاد و زندقہ کے خلاف اظہار بیزاری کرنے لگے۔ کہ یکایک باطل کے بادل پھٹے۔ اور لوگوں کو حق و صداقت کا آفتاب نظر آنے لگا۔ معلوم ہوا کہ ترکوں کی بے دینی کا سارا افسانہ محض مستعمرانہ اغراض کی تکمیل کے لئے تصنیف کیا گیا ہے۔ مقصد یہ تھا۔ کہ ترکوں سے متعلق مسلمانوں میں جو ایک جذبۂ محبت پایا جاتا ہے۔ وہ نفرت سے بدل جائے۔

سورۂ حجرات میں نشر و اشاعت کے اس طریق کو ناقابل اعتبار ٹھہرایا ہے۔ اور مسلمانوں کو حکم دیا ہے۔ کہ جب تمہیں ایسے اداروں کی جانب سے افواہیں سننے کا موقع ملے جو تمہارے مخالف ہیں، اور دیانت و ایمانداری کو اپنے لئے ضروری نہیں سمجھتے۔ تو تمہارے لئے لازمی ہے۔ کہ خوب جانچ لو اور پرکھ لو، جب کہیں جا کر مانو۔ ورنہ نتیجہ یہ ہوگا کہ تم کسی قوم و جماعت کے متعلق بالکل غلط رائے قائم کر لو گے۔ اور آخر میں جب حقیقت سامنے آئیگی تو پچھتاؤ گے۔ ارشاد ہے:۔

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًا

اے مسلمانو! اگر تمہارے پاس کوئی بُرا آدمی کوئی خبر لے کر آئے۔ تو اسے اچھی طرح جانچ لو۔ ایسا

بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ ○ نہ ہو کہ تم نادانستہ غلط افواہ کی وجہ سے کسی قوم پر حملہ کر دو اور بعد میں پچھتانے لگو ○

محض اتنی لغزش اور غلطی سے کہ مسلمان تحقیق نہیں کرتا ہے۔ اور مخالفانہ افواہ کو حجت و مستند سمجھ لیتا ہے، آپ دیکھئے کہ کتنا بڑا قومی نقصان ہوتا ہے۔ وہ عمارت جس کو آپ بڑی محنت سے تیار کرتے ہیں اور وہ باغ جس کو آپ اپنے خون سے سینچتے ہیں، غلط افواہ کے ایک جھکڑ اور طوفان سے آن کی آن میں مٹی کا ڈھیر بن جاتا ہے۔ اور ویرانی و نحوست اس کو چاروں طرف سے گھیر لیتی ہے۔ گویا قوم کی حالت یہ ہے کہ برسوں کی کمائی اور محنت کو چند لوگ جب اعتراض کے ماتحت اس کو ناپسند کریں، رائیگاں جانے دیں اور تباہ کر دیں ○

آیت کا مقصد یہ ہے۔ کہ مسلمان ہر وقت اور ہر آن حالات سے باخبر رہنے کی کوشش کریں۔ اُن میں یہ استعداد موجود ہو۔ کہ منافق و بدخواہ لوگوں کے پروپاگنڈے کو باطل کر سکیں۔ وہ بحیثیت مجموعی اتنی بیداری کے مالک ہوں کہ کوئی قوت ان میں غلط باتوں کو نہ پھیلا سکے، اُن کی دماغی کیفیت یہ ہو کہ وہ مکر و فریب کی باریک سے باریک چالوں کو ایک نظر میں بھانپ لیں، اور کسی شخص یا قوم و قوت کا آلہ کار بننے سے قطعی انکار کر دیں ○

قومی زندگی کے اس زرّیں اصول کی تلقین کے بعد کہ مسلمانوں کو باخبر رہنا چاہیئے۔ اور دشمن کی وسیسہ کاریوں سے دھوکا نہیں کھانا چاہیئے۔ یہ بتلایا ہے کہ اگر بدقسمتی سے مسلمانوں کی دو جماعتوں میں اختلاف رائے پیدا ہو جائے اور وہ حد اعتدال سے بڑھ جائے، اور جنگ کی شکل اختیار کر لے، تو پھر تمہارا فرض یہ ہے کہ دونوں میں صلح کی انتہائی کوشش کرو۔ اور اس اختلاف کو حتی الامکان نبٹاؤ ○

اَصْلِحُوْا میں تمام وہ معقول اور زور دار تدابیر داخل ہیں جو انہیں فریقین کو متاثر کر سکیں۔ اور جہاں تک اس ذمہ داری کی مسئولیت کا تعلق ہے فرق مراتب کیساتھ یہ ہر مسلمان پر عائد ہوتی ہے۔ یعنی ہر کلمہ گو کیلئے ضروری ہے۔ کہ وہ نفرت و حقارت کے جذبات کو کچلنے کے لئے بیش از بیش سعی سے کام لے۔ اور مسلمانوں میں اختلاف نہ پیدا ہونے دے ○

اگر ایک فریق بضد ہو، اور وہ رائے عامہ کے منصفانہ فیصلہ کے سامنے نہ جھکے۔ تو عوام کو انہیں مجبور کر دینا چاہیئے۔ کہ وہ صلح پر آمادہ ہوں۔ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ۔

کہئے آج مسلمان اس درجہ اختلاف اور بگاڑ کے تیز و تند جھونکوں سے بوٹا بوٹا اور پتہ پتہ کیوں ہو رہے ہیں؟ کیا وجہ ہے کہ گلشن اسلام میں وہ چہک اور رونق نہیں؟ اور ہر مسلمان، دوسرے مسلمان بھائی سے دست و گریبان

ہے۔ اس لئے کہ ہم قرآن کی اس تعلیم کو بھول گئے ہیں۔ ہمیں اختلاف کی باتوں میں لطف محسوس ہوتا ہے۔ ہم دو مسلمانوں کو لڑتا ہوا دیکھ کر حظ اٹھاتے ہیں۔ اور اپنے دینی و مذہبی فرض یعنی صلح و محبّت کو یکسر بھلا بیٹھے ہیں ؛

اگر عوام بیدار ہو جائیں۔ اور یہ تہیہ کر لیں کہ آئندہ سے ہمارے کان اختلاف کی صدائے ناپاک سے آشنا نہیں ہوں گے۔ اور ہماری زبانیں اس خبث سے آلودہ نہیں ہوں گی۔ اور ہم علماء، لیڈروں اور قائدوں کے دینی و سیاسی اختلافات کو سمجھنے کی کوشش کریں گے۔ اور بتقاضائے عدل و انصاف اس کو دور کرنے کی کوشش کریں گے۔ ہم تماشائی نہیں بنیں گے۔ بلکہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ان شرمناک تماشوں کو ختم کر دیں گے۔ تو پھر دیکھئے کس قدر جلد مسلمان اس اختلاف کی لعنت سے رہائی پاتے ہیں۔ اور کس قدر جلد دوسری قوموں میں عزّت و وقار کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں، مصیبت یہ ہے کہ خواص کا فائدہ اسی میں ہے۔ کہ مسلمانوں کو مختلف طبقوں میں منقسم رکھا جائے اور عوام میں اسکا احساس نہیں۔ اب صُلح ہو تو کیونکر؟ یقیناً آخر الامر عوام ہی کو بیدار ہونا پڑے گا۔ یہی اُٹھیں گے اور منظّم ہو کر اختلاف پیشہ قائدین کو تختِ اقتدار سے نیچے اُتار دیں گے ؛

وہ تمام باتیں جو سینوں میں حسد و غضب کی آگ لگا دیتی ہیں۔ اور جن کی وجہ سے قوم کا شیرازہ بکھر جاتا ہے قرآن حکیم نے اس سورۃ میں تفصیل کے ساتھ بیان فرما دی ہیں :-

(۱) لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّن قَوْمٍ ۔ مسلمانو! باہم استہزا نہ کرو۔

(۲) وَلَا تَلْمِزُوا أَنفُسَكُمْ ۔ اور ایکدوسرے کو طعنے نہ دو۔

(۳) وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ ۔ اور ایکدوسرے کا نام نہ دھرو۔

(۴) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ ۔ مسلمانو! لوگوں کی نسبت بہت شک کرنیسے بچتے رہو ؛

(۵) وَلَا تَجَسَّسُوا ۔ ایک دوسرے کی ٹٹول میں نہ رہا کرو۔

(۶) وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضًا ۔ اور ایک دوسرے کو پیٹھ پیچھے بُرا نہ کہا کرو ؛

آج مسلمانوں میں ہنسی مذاق داخلِ فیشن ہے، مطعون کرنا اور بُرے بُرے ناموں سے یاد کرنا قومی شیوہ ہے، ادب اور لٹریچر کی خدمت ہے۔ تقریروں میں کمالِ خطابت یہ ہے کہ مخالفین کے اچھے بھلے ناموں کو بُری شکل میں پیش کیا جائے۔ فکاہات اور افکار و حوادث کے عنوان سے عمامے اُچھالنا اور ناموں میں صنعت قلب سے کام لینا ادب و زبان کی ترویج ہے۔ اور لطف کی بات یہ ہے کہ یہ گناہ اس درجہ عام ہو چکا ہے۔ کہ اب بلا محابہ اس کا ارتکاب ہوتا ہے۔ اور ذہن اس جانب بالکل متوجّہ نہیں ہوتا۔ کہ اس نوع کے کارہائے نمایاں سے اسلام نے روکا ہے ؛

سوءِ ظن ایسی بیماری ہے جس کی وجہ سے قوم کا کوئی کام نہیں ہو پاتا ہے۔ اسوقت مسلمانوں میں کوئی ایسا بچا نہیں ہے۔ جس کے متعلق غلط سلط باتیں مشہور نہ ہوں۔ بڑے سے بڑا آدمی، پڑھا لکھا، دیندار اور پرہیزگار کوئی شخص اپنوں کی زبانِ طعن سے محفوظ نہیں۔ کسی کو انگریز نے خرید رکھا ہے۔ اس لئے بالطبع اس کی ہر بات انگریزی اقتدار کی حفاظت و ترقی کے لئے ہے۔ کوئی ہندوؤں کے ہاتھوں بک چکا ہے۔ اس لئے اس کا تعلق مدینہ سے ہٹ کر کاشی سے وابستہ ہوچکا ہے۔ اس پر قطعًا اعتماد نہیں۔ کوئی حُبِ جاہ کے مرض میں مبتلا ہے اور کوئی جلبِ زر کی کوششوں میں منہمک۔ نتیجہ یہ ہے کہ ساری قوم ذلیل ہے۔ اور ہم دوسروں کو یقین دلاتے ہیں۔ کہ ہم میں کا کوئی آدمی قابلِ اعتماد نہیں۔ ہمارا کوئی لیڈر نہیں۔ ہم اپنے میں کسی شخص کو دیانتدار نہیں سمجھتے ؟

ہم تجسس کرکے، ڈھونڈ ڈھونڈ کر مسلمانوں کے عیوب دریافت کرتے ہیں۔ اور پھر اُن کو فاتحانہ انداز میں منظرِ عام پر لاتے ہیں۔ دنیا کائنات کے اسرار کو ایک ایک کرکے بے نقاب کر رہی ہے۔ زمین و آسمان کی مخفی قوتوں کو اجاگر کر رہی ہے۔ اور وہ بھید جو فلکِ پیر کے سینے میں صدیوں سے مدفون تھے انکو ظاہر کر رہی ہے۔ اور ہم ہیں کہ گناہوں اور معصیتوں کی تلاش میں سرگرداں ہیں۔ ہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ ہمارا مخالف کس کردار اور سیرت کا مالک ہے۔ اور اس میں کتنے ایسے نقائص ہیں جن کا لوگوں کو علم نہیں۔ شاید ایک حکیم اور فلسفی کو اپنے اکتشافات پر اس درجہ مسرت نہ ہوتی ہو۔ جس درجہ ہم کو اپنے مخالف مسلمان کے گناہوں کے معلوم ہوجانے پر ہوتی ہے ٭

غیبت ہمارے ہاں بہترین مشغلہ ہے۔ ہر مجلس میں بلا تکلف اس کا ارتکاب ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ علماء اور زہاد کی مقدس محفلوں میں بھی یہ "ذکرِ خیر" کسی نہ کسی عنوان آ ہی جاتا ہے۔ اور حقیقت تو یہ ہے کہ مجلس کا رنگ اس وقت تک بالکل پھیکا رہتا ہے۔ جب تک کسی عالمِ دین یا نیک آدمی کا تذکرہ نہ ہو۔ قرآن کہتا ہے کہ یہ بہت بڑا گناہ ہے۔ اور اس کے معنی یہ ہیں کہ اپنے بھائی کو مار ڈالا جائے اور اس کا گوشت نوچ نوچ کر کھایا جائے۔ مگر کیا کیا جائے۔ ہمیں اسی بات میں لطف محسوس ہوتا ہے۔ اور مسلمان کو ذلیل کرنے میں ہی ہمیں مزا آتا ہے ٭

بات یہ ہے کہ مذاقِ طبیعت بگڑ چکا ہے۔ تمام غیر اسلامی باتیں ہم نے اپنا لی ہیں۔ اور اس طرح اُن کے خوگر ہوگئے ہیں۔ کہ اب یہ نصیحتیں ہمارے گوش پر بار ثابت ہوتی ہیں۔ اب اگر آپ ان لطیف جرائم سے ہمیں روکتے ہیں تو کور ذوق ہیں۔ آدابِ مجلس سے ناآشنا ہیں اور کھرے مولوی ہیں ٭

اللہ تعالےٰ نے تمام انسانوں کو شرفِ انسانیت سے نوازا ہے۔ اور اُس کے حضور میں سب لوگ برابر [illegible] نہ عربی کو عجمی پر فضیلت حاصل ہے۔ اور نہ گورے کو کالے پر۔ قوموں، ملتوں، قبیلوں اور گروہوں

میں جو تقسیم ہے وہ محض باہمی تعارف کے لئے ہے۔ معیار بزرگی، جغرافیائی حد بندیاں نہیں ہیں۔ سرمایہ اور دولت کی ریل پیل نہیں ہے۔ رنگ اور خون کی عمدگی نہیں ہے۔ تعلیم اور ڈگریاں نہیں ہیں۔ بڑوں کے ساتھ انتساب نہیں ہے بلکہ دل کی پاکیزگی ہے۔ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ۔ یعنی جس شخص کا دل تقویٰ کے زیور سے آراستہ ہے۔ جس کے پاس خشیتِ الٰہی کی دولت ہے۔ وہ عند اللہ زیادہ قابلِ عزت اور لائقِ احترام ہے ؞

پہلی قوموں میں جو تباہیاں پھیلیں۔ اور آج بھی دُنیائے مادیت جس بڑی ہلاکت میں مبتلا ہے۔ وہ یہی معیار فضیلت کی تبدیلی ہے۔ آج بڑا کون ہے؟ آج سوسائٹی میں کس کی عزت ہے؟ کس شخص کی رائے کو وقعت دی جاتی ہے؟

حالت یہ ہے کہ آج مسلمانوں نے بھی غیروں کے اس معیارِ فضیلت کو قبول کر لیا ہے۔ آج اُن کے ہاں ان کی مجلسوں میں، جلسوں میں اور تقریبوں میں انہیں لوگوں کو آگے بڑھایا جاتا ہے۔ جو دولتمند ہیں۔ سرمایہ دار ہیں بڑے بڑے منصبوں پر فائز ہیں۔ اور دنیوی عزتوں کے حامل ہیں ؞

خواجہ صاحب اور شیخ صاحب، خاں صاحب اور مرزا صاحب آج بھی محض اس بنا پر احترام کی نظروں سے دیکھے جاتے ہیں۔ کہ اُن کے کیسے سیم و زر سے بھرے ہیں۔ جس کے پاس موٹر ہے اس کی عزت لازم ہے۔ اس کی رائے صائب ہے۔ وہ کبھی غلطی نہیں کر سکتا۔ وہ سچ بولتا ہے اور ہمیشہ دیانتدار رہتا ہے۔ اور وہ جو متقی ہے۔ پرہیزگار ہے۔ نیک اور پارسا ہے، چونکہ مفلس ہے، اس لئے درخورِ اعتنا نہیں ؞

اس حقیقت کے بعد یہ بتلایا ہے۔ کہ ایمان اس وقت تک پیدا نہیں ہوتا ہے۔ جب تک کہ رگ رگ اور نس نس میں عمل و جہاد کی آگ مشتعل نہ ہو جائے۔ صرف زبان سے اقرار کر لینا کافی نہیں۔ یہ اسلام ہے۔ یعنی محض یہ عہد کرنا ہے۔ کہ میں ایک نظامِ عمل کو تسلیم کرتا ہوں۔ ضرورت اس بات کی ہے۔ کہ اپنی تگ و دو سے یہ ثابت کر دیا جائے۔ کہ میرے دل میں سچائی کے ساتھ اللہ اور رسولؐ کی طاعت کا جذبہ بے قرار ہے ؞

مدینہ کے قرب و جوار کے دیہاتیوں کو مخاطب کر کے فرماتا ہے۔ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰکِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا یَدْخُلِ الْاِیْمَانُ فِیْ قُلُوْبِکُمْ۔ یعنی درحقیقت تم ایمان نہیں لائے ہو۔ تمہیں یہ کہنا چاہیئے۔ کہ ہم نے اسلام کو قبول کیا ہے۔ اور جہاں تک نفس ایمان کا تعلق ہے۔ وہ ہنوز تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا ہے +

بات یہ ہے۔ کہ اُس وقت کے اعراب نے اسلامی شان و شکوہ کو دیکھ کر مسلمانوں کی سی وضع قطع تو اختیار کر لی۔ مگر وہ تڑپ دلوں میں پیدا نہ کر سکے جو خدا کو درکار ہے۔ اور جس کی وجہ سے مسلمان اعلاءِ دین کیلئے

بے چین ہو جاتا ہے ؛

یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے صرف اس بات کا متوقع نہیں کہ وہ اسلام کو پسند کریں۔ اور اُس کے حسن و خوبی کی داد دیں۔ بلکہ وہ یہ چاہتا ہے۔ کہ یہ چیز مسلمانوں کا اوڑھنا اور بچھونا بن جائے۔ اور دل کی گہرائیوں میں اس کی تصدیق ہو۔ کیونکہ اسلام جدّ و جہد اور عمل و جہاد کا مذہب ہے۔ ترک دنیا اور سنیاس کا مذہب نہیں ؛

مگر آہ کہ آج کیفیت کیا ہے ؟ کیا ہمارا اسلام بھی بالکل رسمی اسلام نہیں ؟ کیا ہم یہ دعویٰ کر کے کہہ سکتے ہیں کہ ہم اپنے عمل کے لحاظ سے کامل مسلمان ہیں ؟ اور ہماری حالت ان دیہاتیوں سے ذرہ برابر بھی مختلف ہے ؟ سورۂ حجرات میں ان بیان کردہ حقائق کی روشنی میں اپنے عمل کو دیکھئے۔ اور غور فرمائیے کہ ادعائے اسلام کس حد تک آپ کو زیب دیتا ہے ؟

ہے آج کسی مردِ مسلمان کی ضرورت

(از جناب عبدالرزاق صاحب سعید ابن عمر)

غرناطہ و اشبیلیہ ہیں منتظرِ راہ — اسپین کو ہے موسیٰ طارق کی ضرورت
فاتح کے تجسّس میں ہے پھر سندھ کا ساحل — ہے ہند کے بُت خانے کو محمودؔ کی حاجت
پھر ارضِ فلسطیں کو ضرورت ہے عمرؓ کی — ہو سادگی میں جس کی نہاں عظمت و ہیبت
ہے رزم گہِ کرب و بلا گرم دوبارہ — شبیرؓ کو یہ جامِ شہادت کی ہے دعوت
سیلابِ جہاں گیریٔ تیمور کہاں ہے — ہے عالمِ خاموشی میں گُم فتح کی نوبت
المختصر آمادۂ پیکار نہیں کوئی — ہے درہم و برہم صفِ جنگاہ کی حالت

اس رزمگہِ ہستی و میدانِ عمل میں
ہے آج کسی مردِ مسلماں کی ضرورت

خطباتِ نبوی صلے اللہ علیہ وسلم

(از مدیر معاون)

خطابت اور تقریر انسان کے ان مخصوص اوصاف میں سے ایک صفت ہے۔ جس کی بدولت وہ اپنے مافی الضمیر کو بہترین پیرایئے میں ظاہر کر کے سامعین کے دلوں پر فتح پاتا اور اُن کی سوئی ہوئی طاقتوں کو بیدار کر کے دنیا میں عظیم الشان انقلابات برپا کر دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ تاریخ عالم میں کوئی داعیٔ مذہب اور کوئی پیغمبر ایسا نہیں گذرا ہے۔ جس کو اللہ تعالےٰ نے فصاحت و بلاغت کے بیش بہا جوہر سے نوازا نہ ہو۔ اور اسی لئے جب خداوند ذوالجلال والاکرام نے کوہ طور پر حضرت موسیٰؑ کو پیغمبری عطا کی۔ اور حکم دیا کہ ملک مصر میں جاکر وہاں کے مغرور اور بر خود غلط بادشاہ کو ہمارے احکام سُنا دو۔ تو ان کو یہ دُعا مانگنی پڑی :-

رَبِّ اشْرَحْ لِی صَدْرِیْ وَیَسِّرْ لِیْ	میرے پروردگار۔ میرا سینہ کھولدے۔ اور میرا کام میرے
اَمْرِیْ وَاحْلُلْ عُقْدَۃً مِّنْ لِّسَانِیْ	لئے آسان کر دے۔ اور میری زبان کی گرہ کھول دے
یَفْقَھُوْا قَوْلِیْ ۔	تاکہ وہ لوگ میری بات کو سمجھ لیں ۔

آپ کی یہ دُعا بارگاہ الٰہی میں مستجاب ہوئی۔ اور ارشاد ہوُا :-

لَقَدْ اُوْتِیْتَ سُؤْلَکَ یَا مُوْسٰے	اے موسیٰ تیری درخواست منظور ہوئی

ہمارے آقائے نامدار جس زمانہ میں مبعوث ہوئے۔ اُس وقت اہلِ عرب کو اپنی فصاحت پر بیحد ناز تھا۔ ہر ہر قبیلہ میں زبان آور شعراء اور آتش بیان خطباء موجود تھے۔ جو اپنی محدود معلومات کی بناء پر اپنے سوا تمام دنیا کو عجم یعنی گونگے سمجھتے تھے۔ اسلئے اگر اُن کے سامنے وعظ و ارشاد کی کوئی بات پیش کی جاتی۔ تو وہ معنوی لطافتوں کے علاوہ فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے بھی بے نظیر ہونی چاہئے تھی۔ تاکہ اس کی شیرینی اور گھلاوٹ دوست و دشمن، عالم و جاہل سب کو یکساں فریفتہ کرتی۔ یہی وجہ تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ وصف کامل طور پر عطا ہوُا تھا۔ چنانچہ آپ نے بارہا اس امر کا اظہار فرما کر باری تعالیٰ کا شکر ادا کیا ہے۔ کہ "میں فصیح ترین عرب ہوں"۔

یوں تو عرب کا ہر ایک قبیلہ فصاحت و بلاغت کا مدعی تھا۔ مگر قریش اور [illegible]

میں نمایاں امتیاز حاصل کر چکے تھے۔ جن میں سے قریش خود آپ کا قبیلہ تھا۔ اور ہوازن کی ایک شاخ بنوسعد میں آپ نے پرورش پائی تھی۔ اس لئے ارشاد فرماتے ہیں:-

اَنَا اَفْصَحُکُمْ۔ اَنَا مِنْ قُرَیْشٍ وَلِسَانِیْ	میں تم سب سے زیادہ فصیح ہوں۔ کیونکہ قریشی ہوں
لِسَانُ بَنِیْ سَعْدِ بْنِ بَکْرٍ	اور میری زبان بنی سعد بن بکر کی زبان ہے

چونکہ احادیث کی اکثر روایتیں روایت بالمعنی ہیں۔ اس لئے یقینی طور پر نہیں کہا جاسکتا۔ کہ جو الفاظ کتبِ احادیث میں منقول ہیں۔ وہی ہیں جو آپ نے زبانِ مبارک سے ارشاد فرمائے ہیں۔ لیکن با ایں ہمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جس قدر خطبے بھی دستیاب ہوتے ہیں۔ اُن کو دیکھکر بے ساختہ کہنا پڑتا ہے۔ کہ یہ انسانی کلام نہیں ہے۔

خطبات دو طرح پر دئے جاتے ہیں۔ مختصر اور طویل۔ بعض لوگ ایک چھوٹی سی بات کو پھیلانا اور ایک ہی مطلب کو مختلف پیرایوں سے بیان کرنا فصاحت کی علامت اور خطیب کی قادر الکلامی کی نشانی سمجھتے ہیں۔ اور بعض لوگ اس کو اچھا جانتے ہیں۔ کہ خطبات کے الفاظ کم اور معانی زیادہ ہوں۔ ہر ہر ملک میں ہر ایک زمانہ میں یہ دونوں طریقے جاری رہے ہیں۔ اس لئے قطعی طور پر یہ فیصلہ نہیں کیا جاسکتا۔ کہ ان دونوں میں سے کون سا طریقہ زیادہ مفید اور کارآمد ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ تطویل اور اختصار کے مواقع جُداگانہ ہیں۔ اگر تقریر میں کسی کی مخالفت مقصود ہو۔ یا عوام کے سامنے کسی اہم اور انوکھی تجویز کو پیش کرنا ہو۔ یا ایک پژمردہ اور دل برداشتہ جماعت کو کسی کٹھن کام کے لئے آمادہ کرنا ہو۔ یا بہت سی ضروری باتیں بیک وقت بیان کرنی ہوں۔ تو تطویل مفید ہوتی ہے اور اگر کسی فوری اور اہم معاملہ پر انگیخت مقصود ہو۔ یا مقرر چاہتا ہو۔ کہ اس کے الفاظ سامعین کے ذہن میں جم کر رہ جائیں۔ تو اختصار سے کام لیا جاتا ہے۔

چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کلمات جامعہ کے ساتھ مبعوث ہوئے تھے۔ اس لئے آپ کے اکثر خطبات نہایت مختصر ہیں۔ مگر جہاں ضرورت سمجھی گئی ہے۔ وہاں آپ نے لمبے اور طویل خطبے بھی ارشاد فرمائے ہیں۔ مگر افسوس ہے۔ کہ ان میں سے خطبہ حجۃ الوداع کے سوا کوئی خطبہ ہم تک نہیں پہنچ سکا۔

آنحضرتؐ کا طرزِ بیان

آپ نہایت سادہ طریقہ پر خطبہ دیا کرتے تھے۔ جب کبھی مسجد میں خطبہ دینے کھڑے ہوتے تو دستِ مبارک

میں عصا ہوتا تھا۔ اور میدانِ جنگ میں کمان پر ٹیک لگا کر خطبہ دیا کرتے تھے۔ جمعہ اور عیدین کے علاوہ خطبہ کے لئے کوئی مقرر وقت نہ تھا۔ جب ضرورت پیش آتی۔ آپ خطبہ دینے کے لئے تیار ہو جاتے۔ زمین پر، منبر پر، اونٹ پر بحالت سواری، جہاں جیسا مناسب ہوا۔ آپ نے خطبہ دیا ہے ۔

دورانِ خطبہ میں جوش بیان کا یہ حال ہوتا تھا۔ کہ آنکھیں سُرخ اور آواز بلند ہو جاتی تھی۔ حاضرین کی طرف ہاتھ سے اشارہ فرمایا کرتے تھے کبھی کبھی ایسا موقعہ بھی پیش آیا ہے۔ کہ ہاتھوں کو حرکت دینے سے پٹھوں کے چٹخنے کی آواز آنے لگی ہے۔ ایسے جوش کی حالت میں جسم مبارک دائیں بائیں جھُومنے لگتا تھا۔ مٹھی کبھی بند کر لیتے تھے اور پھر کھول دیتے تھے ۔

انداز بیان اس قدر مؤثر تھا۔ کہ سخت سے سخت اشتعال انگیز اوقات میں آپ کے چند فقرے معاملہ کو رفع دفع کر دیتے تھے۔ اوس وخزراج کی پُرانی عداوتیں اسی اعجاز کی بدولت محبّت سے بدل گئیں۔ اور وہ آپس میں شیر وشکر ہو کر رہنے لگے ۔

خطبات

چونکہ آپ پیغمبر تھے۔ شریعتِ کبریٰ کے مؤسس تھے۔ فاتح تھے۔ واعظ تھے۔ امیرِ لشکر تھے۔ قاضی تھے۔ اور ان میں سے ہر ایک حیثیت سے آپ کو خطبات دینے پڑتے تھے۔ اس لئے آپ کے خطبات کی تعداد بہت زیادہ ہونی چاہئے۔ لیکن سیر واحادیث کی کتابوں میں بہت کم خطبے روایت ہو چکے ہیں۔ اور ان میں بھی اسقدر اختلافات موجود ہیں۔ کہ کسی ایک روایت پر بھی پورے خطبہ کا اطلاق نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ ہر ایک روایت میں جستہ جستہ فقرے ہیں۔ جو بغیر کسی خاص ترتیب کے جمع کر دئے گئے ہیں۔ اور اکثر خطبوں میں موقع اور محل کی تعین بھی مذکور نہیں ہے۔ جس کی مدد سے اس خطبہ کا صحیح نقشہ ناظرین کے سامنے پیش کیا جا سکے۔ اس بنا پر ہم مصنّف "جمہرۃ خطب العرب" کے ممنون ہیں۔ جنہوں نے بڑی کوشش کر کے ایک حد خطبات نبویہ کو جمع کر دیا ہے۔ اور کہیں کہیں ان کے موقع ومحل کی تعین بھی کر دی ہے ۔

اب ہم آپ کے وہ معجز نما خطبے پیش کرتے ہیں۔ جنہوں نے مشرکوں کو موحّد، بدویوں کو مجسّمۂ اخلاق، اور اُمیوں کو فلسفہ آموز بنا دیا۔ اور جن کے متعلق غیر مسلموں کو بھی اقرار کرنا پڑا ہے۔ کہ ہم نے شاعروں کے بہترین قصیدے اور کاہنوں کی مقفیٰ اور مسجع عبارتیں سُنی ہیں۔ مگر یہ تو چیز ہی اَور ہے ۔

پہلا خطبہ

نبوت کے ابتدائی زمانہ میں تین سال تک آپ فریضۂ تبلیغ نہایت راز داری کے ساتھ ادا کیا کرتے تھے۔ آپ کی تعلیم صرف اس طبقہ تک محدود تھی۔ جن کے دل کفر و شرک کی آلائشوں سے پاک تھے۔ لیکن جب یہ حکم نازل ہُوا۔ وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ۔ اور اپنے قریبی رشتہ داروں کو خدا سے ڈرا

تو آپ نے کوہ صفا پر چڑھکر بلند آواز سے پکارا "وَاصَبَاحَاہ" یہ وہ نعرہ ہے۔ جو عرب میں صرف اس وقت بلند کیا جاتا ہے۔ جب صبح کے وقت کوئی قبیلہ کسی دوسرے قبیلہ پر ڈاکہ زنی کے لئے ٹوٹ پڑا ہو۔ یہ آواز سُن کر قریش سب چونک پڑے۔ اور تھوڑی دیر میں آپ کے گرد جمع ہوگئے جو لوگ مصروفیت کی وجہ سے خود نہ آسکے۔ انہوں نے بھی تفتیش حال کے لئے کسی کو بھیج دیا۔ آپ نے ان کو مخاطب کرکے فرمایا:۔

اَرَاَیْتُمْ اِنْ اَخْبَرْتُکُمْ اَنَّ خَیْلًا تَخْرُجُ مِنْ سَفْحِ هٰذَا الْجَبَلِ اَکُنْتُمْ مُصَدِّقِیَّ — بتاؤ اگر میں تم سے کہوں۔ کہ اس پہاڑ کے دامن سے ایک لشکر آرہا ہے۔ تو تم کو یقین آئیگا؟

سب نے جواب دیا:۔

نَعَمْ مَا جَرَّبْنَا عَلَیْکَ اِلَّا صِدْقًا — ہاں۔ کیونکہ ہمنے ہمیشہ آپ کو سچا پایا ہے۔

تب آپ نے فرمایا:۔

فَاِنِّیْ نَذِیْرٌ لَّکُمْ بَیْنَ یَدَیْ عَذَابٍ شَدِیْدٍ — تو میں تم کو ایک آنے والے سخت عذاب سے ڈراتا ہوں۔

یہ سُن کر آپ کے چچا ابو لہب نے برہم ہوکر کہا:۔

تَبًّا لَکَ۔ اَلِهٰذَا جَمَعْتَنَا؟ — تجھ پر ہلاکت ہو۔ کیا ہم سب کو صرف اسلئے جمع کیا تھا؟

اس کے بعد مجمع منتشر ہوگیا۔ اور لوگ اپنے اپنے گھروں کو باتیں بناتے ہوئے چلے آئے۔

اگرچہ ابو لہب کی ناشائستگی نے اس خطبہ کے پورا کرنے کے لئے موقع نہیں دیا۔ تاہم ان دو فقروں سے اندازہ ہوسکتا ہے۔ کہ لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے اس سے بہتر پیرایۂ بیان اختیار نہیں کیا جاسکتا۔

دوسرا خطبہ

اس کے بعد دوسرے موقعہ پر آپ نے مکہ معظمہ میں قریش کے سامنے یہ خطبہ دیا ہے۔ جس میں موت

دلا کر ان کو احکام خداوندی کے سامنے جھک جانے کی تلقین کی ہے۔ اور حیات بعد الممات کا مسئلہ جو اُن کے اعتقاد میں بالکل ناممکن اور محالات میں سے تھا۔ اس خوبی سے سمجھایا ہے۔ جس کے سامنے فلاسفہ کی ساری موشگافیاں دھری رہ گئی ہیں۔ حمد و ثنا کے بعد آپ نے فرمایا :-

(۵) إِنَّ الرَّائِدَ لَا يَكْذِبُ أَهْلَهُ۔ وَاللهِ لَوْ كَذَبْتُ النَّاسَ جَمِيعًا مَا كَذَبْتُكُمْ۔ وَلَوْ غَرَرْتُ النَّاسَ جَمِيعًا مَا غَرَرْتُكُمْ وَاللهِ الَّذِي لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ إِنِّي لَرَسُولُ اللهِ إِلَيْكُمْ خَاصَّةً، وَإِلَى النَّاسِ كَافَّةً وَاللهِ لَتَمُوتُنَّ كَمَا تَنَامُونَ وَلَتُبْعَثُنَّ كَمَا تَسْتَيْقِظُونَ۔ وَلَتُحَاسَبُنَّ بِمَا تَعْمَلُونَ۔ وَلَتُجْزَوُنَّ بِالْإِحْسَانِ إِحْسَانًا وَبِالسُّوْءِ سُوْءً۔ وَإِنَّهَا لَجَنَّةٌ أَبَدًا۔ أَوْ لَنَارٌ أَبَدًا ؕ

قافلے کا چارہ جو اپنے ساتھیوں کو جھوٹی خبر نہیں دیتا۔ خدا کی قسم۔ اگر میں سب لوگوں سے جھوٹ کہوں۔ تب بھی تم سے خلاف واقعہ بات نہیں کہونگا۔ اور اگر سب لوگوں کو دھوکا دے بھی دوں۔ تو تم کو ہرگز دھوکے میں نہیں ڈالوں گا۔ اس خدا کی قسم جو وحدہٗ لاشریک ہے۔ کہ میں تمہاری طرف خصوصًا اور باقی تمام لوگوں کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ بخدا تم کو ضرور ایکدن مرجانا ہے بالکل اس طرح جیسا کہ روز سوتے ہو۔ اور پھر بلا شبہ زندہ ہونا ہے جیسا کہ روز خواب سے بیدار ہوتے ہو۔ اور تمہارے اعمال کا ضرور محاسبہ ہوگا۔ نیکی کا بدلہ نیکی اور برائی کا بدلہ برائی مل کر رہے گا۔ اس وقت یا ہمیشہ کے لئے جنت ملے گی۔ یا ابدی جہنم۔ تیسری کوئی صورت نہیں ؛

تیسرا خطبہ

(۶) أَيُّهَا النَّاسُ۔ كَأَنَّ الْمَوْتَ فِيهَا عَلَى غَيْرِنَا قَدْ كُتِبَ۔ وَكَأَنَّ الْحَقَّ فِيهَا عَلَى غَيْرِنَا قَدْ وَجَبَ وَكَأَنَّ الَّذِي نُشَيِّعُ مِنَ الْأَمْوَاتِ سَفْرٌ عَمَّا قَلِيلٍ إِلَيْنَا رَاجِعُونَ۔ نُبَوِّئُهُمْ أَجْدَاثَهُمْ وَنَأْكُلُ مِنْ تُرَاثِهِمْ۔ كَأَنَّا مُخَلَّدُونَ بَعْدَهُمْ وَنَسِينَا كُلَّ وَاعِظَةٍ۔ وَأَمِنَّا كُلَّ جَائِحَةٍ طُوبٰى لِمَنْ شَغَلَهُ

حاضرین۔ (ہماری غفلت کا یہ حال ہے) گویا موت ہمارے لئے نہیں، بلکہ فقط دوسروں کے لئے مقرر ہو چکی ہے۔ اور گویا حقوق کی ادائیگی ہم پر نہیں، بلکہ تنہا دوسرے لوگوں پر واجب ہے۔ اور جو مُردے ہم سپرد خاک کر آتے ہیں۔ گویا وہ چند دن کے مسافر ہیں۔ جو واپس ہو کر ہم سے ملیں گے ہم ان کو تو قبر میں دفن کر دیتے ہیں۔ اور ان کا مال ایسے اطمینان سے کھاتے ہیں۔ گویا ہم کو ان کے بعد دنیا میں ہمیشہ ہمیشہ رہنا ہے نصیحت کی ہر بات ہم بھلا بیٹھے۔ اور

عَيْبُهُ عَنْ عُيُوْبِ النَّاسِ ۔ طُوْبٰى لِمَنْ اَنْفَقَ مَالًا اِكْتَسَبَهُ مِنْ غَيْرِ مَعْصِيَةٍ وَجَالَسَ اَهْلَ الْفِقْهِ وَالْحِكْمَةِ وَخَالَطَ اَهْلَ الذُّلِّ وَالْمَسْكَنَةِ طُوْبٰى لِمَنْ زَكَتْ وَحَسُنَتْ خَلِيْقَتُهُ وَطَابَتْ سَرِيْرَتُهُ ۔ وَعَزَلَ عَنِ النَّاسِ شَرَّهُ طُوْبٰى لِمَنْ اَنْفَقَ مِنْ مَالِهٖ وَاَمْسَكَ الْفَضْلَ مِنْ قَوْلِهٖ ۔ وَوَسِعَتْهُ السُّنَّةُ وَلَمْ تَسْتَهْوِهِ الْبِدْعَةُ ۔

ہر آفت سے مطمئن ہو چکے۔ مبارکباد ہے اس شخص کے لئے جو اپنے عیوب پر نظر کرکے دوسروں کی عیب جوئی سے بچ رہا مبارکباد ہے اس کے لئے جس نے حلال کی کمائی خدا کی راہ میں خرچ کی۔ علماء اور عقلمندوں کی ہمنشینی اختیار کی۔ اور غریبوں اور مسکینوں کے ساتھ ملتا جلتا رہا۔ مبارک ہے وہ شخص جس کے اخلاق اچھے ہوں۔ دل پاکیزہ ہو۔ اور لوگوں کو اپنے شر سے محفوظ رکھے۔ مبارک ہے وہ شخص جو ضرورت سے بچا ہوا مال خدا کی راہ میں خرچ کیا کرے اور فضول گفتگو سے پرہیز رکھے راہِ شریعت پر عمل پیرا ہو۔ اور بدعت سے مجتنب ۔

چوتھا خطبہ

ابن ہشام کی روایت ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں یہ خطبہ دیا تھا۔ حمد و ثنا کے بعد آپ نے فرمایا:۔

اَمَّا بَعْدُ ۔ اَيُّهَا النَّاسُ فَقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ ۔ تَعْلَمُنَّ وَاللّٰهِ لَيُصْعَقَنَّ اَحَدُكُمْ ۔ ثُمَّ لَيَدَعَنَّ غَنَمَهُ لَيْسَ لَهَا رَاعٍ ۔ ثُمَّ لَيَقُوْلَنَّ لَهُ رَبُّهُ وَلَيْسَ لَهُ تَرْجُمَانٌ ۔ وَلَا حَاجِبٌ يَحْجُبُهُ دُوْنَهُ ۔ اَلَمْ يَاْتِكَ رَسُوْلِيْ فَبَلَّغَكَ وَاٰتَيْتُكَ مَالًا وَاَفْضَلْتُ عَلَيْكَ فَمَا قَدَّمْتَ لِنَفْسِكَ ؟

اما بعد۔ پس حاضرین۔ مرنے سے پہلے اپنے لئے کچھ سامان کرلو۔ بخدا تم کو معلوم ہو جائے گا۔ جب تم میں سے ہر ایک شخص پر موت کی بیہوشی طاری ہو جائے گی۔ اور اپنی بکریوں (مال مویشی) کو بغیر نگہبان کے چھوڑ جائیگا۔ پھر خدا اس سے پوچھیگا۔ جس کو نہ ترجمان کی ضرورت ہے نہ دربان کی حاجت۔ کیا میرے رسول نے آکر تمہیں میرے احکام نہیں پہنچائے تھے۔ اور میں نے تم کو دولت نہیں دی تھی۔ اور اپنے فضل وکرم سے نوازا نہیں تھا۔ پس بتاؤ تم نے اپنے لئے کیا سامان کر چھوڑا ہے ؟

فَلْيَنْظُرَنَّ يَمِيْنًا وَشِمَالًا فَلَا يَرٰى شَيْئًا۔ ثُمَّ لَيَنْظُرَنَّ قُدَّامَهٗ فَلَا يَرٰى غَيْرَ جَهَنَّمَ فَمَنِ اسْتَطَاعَ اَنْ يَّقِيَ وَجْهَهٗ مِنَ النَّارِ۔ وَلَوْ بِشِقٍّ مِنْ تَمْرَةٍ فَلْيَفْعَلْ۔ وَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَبِكَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ۔ فَاِنَّ بِهَا تُجْزٰى الْحَسَنَةُ عَشْرَ اَمْثَالِهَا۔ اِلٰى سَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ۔

اس وقت وہ حیران ہوکر دائیں بائیں دیکھیگا۔ مگر کسی چیز پر نظر نہیں پڑے گی۔ پھر سامنے کی طرف آنکھ اُٹھائیگا۔ تو دوزخ ہی دکھائی دے گا۔ پس جس کو توفیق ہو۔ وہ اپنے آپ کو اس آگ سے بچالے۔ گو کھجور کے ایک ٹکڑے ہی سے کیوں نہ ہو۔ اور جس کو یہ بھی میسّر نہ ہو۔ تو اچھی بات کہہ کر اپنے کو عذاب الٰہی سے بچالے۔ کیونکہ ایک نیکی کا بدلہ دس گناہ سے لے کر سات سو تک دیا جائے گا۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

پانچواں خُطبہ

یہ خطبہ عصر کے وقت دیا گیا تھا۔ آپ نے صحابہ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:۔

(۵) اَلَا وَاِنَّ الدُّنْيَا خَضِرَةٌ حُلْوَةٌ۔ اَلَا وَاِنَّ اللّٰهَ مُسْتَخْلِفُكُمْ فِيْهَا كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ۔ فَاتَّقُوا اللّٰهَ۔ وَاتَّقُوا النِّسَاءَ اَلَا لَا يَمْنَعَنَّ رَجُلًا مَخَافَةُ النَّاسِ اَنْ يَّقُوْلَ الْحَقَّ اِذَا عَلِمَهٗ۔

آگاہ رہو۔ یہ دُنیا (بظاہر) سبزہ زار اور شیریں ہے۔ آگاہ رہو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اس دُنیا کی بادشاہت عطا فرمائیگا۔ پھر تمہاری آزمائش کریگا کہ اسوقت تم کیا عمل کرتے ہو۔ پس خدا سے ڈرو۔ اور عورتوں کے مکرو فریب سے بچو۔ آگاہ رہو۔ جس کسی کو حق بات معلوم ہوجائے۔ تو وہ لوگوں کے ڈر سے اسکے ظاہر کردینے میں پس و پیش نہ کرے۔

راوی کہتا ہے۔ کہ آپ نے سلسلہ بیان کو برابر جاری رکھا۔ یہاں تک کہ درخت خرما کی شاخوں پر کچھ کچھ سرخی باقی رہ گئی۔ تو آپ نے فرمایا:۔

اِنَّهٗ لَمْ يَبْقَ مِنَ الدُّنْيَا فِيْمَا مَضٰى اِلَّا كَمَا بَقِيَ مِنْ يَوْمِكُمْ هٰذَا فِيْمَا مَضٰى

باقی دنیا کے عمر کی نسبت گزرے ہوئے زمانہ سے فقط اتنی ہے۔ جتنی اس باقی ماندہ وقت کو گذرے ہوئے دن سے۔

آئینہ حقیقت

از جناب ظہیر نیاز بیگی۔ ڈھولن وال ضلع لاہور

واعظ و صوفی خدا سے آجکل ڈرتے نہیں
بات جو کہتے ہیں اُس پہ خود عمل کرتے نہیں

قوم کو کوئی بھی لیڈر باوفا ملتا نہیں
راہزن ملتے ہیں لیکن رہنما ملتا نہیں

کشتیٔ ملّت کا جو بھی دیکھتا ہُوں ناخدا
وہ ہے خود حرص و ہوا کے بحر میں ڈُوبا ہُوا

ایسی حالت دیکھ کر کہتا ہے دل مغموم کا
اب کوئی وارث نہیں اس اُمّتِ مرحُوم کا

اب تو سب نا اہل ہی اس قوم کے پردھان ہیں
جن میں اکثر آدمی کے بھیس میں شیطان ہیں

جن کی کرتوتوں سے ہے ملّت کا گھر نذرِ بلا
جن کا شیوہ نفس کی خاطر ہے ظلمِ ناروا

جو یہ کہتے ہیں کہ ہم ملّت کے خدمتگار ہیں
آزما دیکھا ہے اُن کو وہ مگر غدّار ہیں

کر دیا کچھ اس طرح ثابت فضائے دہر نے
مختلف شکلوں میں گھیرا ہے خدا کے قہر نے

وقت ہے اب بھی سنبھل اے مسلمِ غفلت شعار
دیکھ کن لوگوں پہ اتنا کر رہا ہے اعتبار

تو سمجھتا ہے جنہیں اپنا محافظ اور امیں
وہ ہیں خونِ ملّتِ بیضا کے تاجر بالیقین

سُن ترا ہمدرد جو بنتا ہے آج اے بیخبر
وہ لُٹیرا ہے مہذّب اور تُو سادہ بشر

تُجھ کو تیری سادگی نے آج تک دھوکا دیا
کام عیّاروں نے ہر اک رنگ میں تُجھ سے لیا

در دِ ملّت، حُبِّ دیں، ایثار کا دعویٰ تمام
سب ہیں دکھلاوے کی باتیں اور دکھلاوے کے کام

نفس کے پُتلے ریاکار اور یہ شُہرت طلب
خادمِ ملّت کے پردے میں جنم لیتے ہیں سب

خوف ان مطلب کے بندوں کو نہیں آتا ظہیر
ان کے دل پتھر ہوئے ہیں اور مُردہ ہیں ضمیر

دیکھ اپنی قوم میں جتنے بھی ہیں سرمایہ دار
قوم کے دم سے انہیں حاصل ہُوا ہے اقتدار

ان کو لیکن کچھ نہیں ملّت کی ذلّت کا خیال
آنے ہی والا ہے ان نخوت پسندوں کو زوال

تُجھ کو لازم ہے الگ ان سے نئی دُنیا بسا
دخل پر جس میں نہ ہو ناپاک رُوحوں کو ذرا

تیری عزّت ہے اسی میں آج کہہ دیتا ہُوں صاف
کر جہاد اب اُٹھ کے دُنیا میں خبیثوں کے خلاف

کوائف و لطائف

از جناب مرزا عزیز صاحب فیضانی (دارا پوری)

مساجد میں چوری

(۱)

سالک صاحب نے ایکدفعہ لکھا تھا۔ کہ ایک جگہ کچھ لوگ جُوا کھیل رہے تھے۔ پولیس کو اطلاع ملی تو اُس نے چھاپہ مارا۔ دروازہ پر دستک ملتے ہی کھیلنے والے چوکنے ہو گئے۔ ایک نے دروازہ کھولا۔ مگر پولیس والوں نے کیا دیکھا کہ ایک شخص یونہی زمین پر نماز کی نیت باندھے کھڑا ہے۔ ایک خالی لوٹہ لئے وضو کی صورت بنائے ہوئے ہے۔ ایک اپنی پگڑی سے تیمم کر رہا ہے۔ ایک بیٹھا ہُوا دُعا مانگ رہا ہے۔ اور لطف یہ کہ جُوئے کی بساط اسی طرح بچھی ہوئی تھی ؛

اب پولیس والوں نے اس کو سب سے پہلے گرفتار کر لیا ہوگا جس نے دروازہ کھولا۔ کیونکہ اُس کے ہاتھ تو نماز سے متعلق کوئی کام نہیں آیا تھا۔ اور نیز اُس نے گرفتاری کا دروازہ جو کھول دیا ؛

(۲)

اسی قسم کا واقعہ ہم سے بھی سُنیئے۔ مگر وہ چوری کے متعلق ہے۔ اور چوری بھی مسجد میں۔ ہمارے ہاں کی ایک مسجد میں نماز جماعت طیار تھی کہ مولوی صاحب کو حجرے میں ایک مشتبہ آدمی نظر آیا۔ فوراً وہاں گئے۔ دیکھا کہ ایک ناواقف شخص خادم مسجد کے کوٹ کی جیبیں ٹٹول رہا ہے۔ جو کھونٹی سے لٹک رہا تھا۔ مولوی صاحب کو دیکھ کر اُس نے جھٹ کوٹ کو نیچے رکھ لیا۔ مریضوں کی طرح کراہنا شروع کر دیا۔ اور کوٹ پر تیمم کی مشق شروع کر دی ؛

مولوی صاحب نے پوچھا کیا کرتے ہو۔ جواب دیا کہ بیمار ہوں، بخار ہے تیمم کرتا ہوں۔ مولوی صاحب بھولے بھالے مُلّا تھوڑے ہی تھے۔ کہ اس زمانے میں بھی ظُنّوا الْمُؤْمِنِيْنَ خَيْراً پر عمل کرتے ہوئے مان لیتے اور چُپ رہتے۔ آپ نے جھٹ نبض پر ہاتھ رکھ لیا۔ اور فرمایا کہ بخار وخار تو کچھ ہے نہیں۔ کہنے لگا "ٹھنڈا بخار" ہے ؛

اس واقعہ کے بعد کئی جُوتے چُرائے گئے۔ اب کئی نمازیوں نے جوتوں کو بھی نعوذ باللہ مسجود بنا لیا ہے یعنی انہیں سامنے رکھکر گویا "نعلین تحت العین" پر عمل شروع کر دیا ہے ؛

(۳)

ایسے واقعات مسجدوں ہی پر موقوف نہیں۔ ہر جگہ ہوتے ہیں۔ دُنیا داروں نے کچھ اَور بہانے بنا لیئے مسجد میں چوری کرنے والوں نے تیمم کا عذر کر لیا ۔

ایک شخص کو بھوک جو لگی ہمسایہ کے گھر میں آدھمکا۔ ہمسایہ کہیں باہر تھا۔ واپس آیا تو دیکھا۔ کہ روٹیاں اور سالن اُٹھا رہا ہے۔ چور نے بھی دیکھا تو سنبھل گیا حقہ کی چلم لی اور اس پر آگ رکھنے میں مشغول ہوگیا۔ پوچھا کیا کرنے آئے ہو۔ کہا چلم پر آگ رکھنے۔ پوچھا روٹیاں رومال میں کیوں باندھ رکھی ہیں۔ کہا انہیں سینکنے آیا تھا۔ سالن کا پوچھا۔ تو جواب ملا کہ اسے گرم کرنے آیا ہوں۔ آخر اُس نے پوچھا۔ کہ چلم اور حُقّہ تو میرا ہے۔ جواب دیا۔ کہ اتنی چیزیں اپنے گھر سے لایا۔ چلم اگر تمہاری خالی دیکھ کر لے لی۔ تو کیا قہر نازل ہوگیا۔ آخر ہمسایہ ہوں ۔

(۴)

سنگتروں کے باغ کا لطیفہ بیان کرتے ہیں۔ کہ مالی نے چور کو پکڑا جو سنگترے توڑ کر ٹوکرے میں ڈال رہا تھا۔ پوچھا کیوں آئے۔ کہا آندھی نے مجھے اٹھا کر پھینک دیا۔ پوچھا سنگترے کس نے توڑے ؟ کہا آندھی نے گرا دئے۔ پوچھا ٹوکرے میں کس نے ڈال دئے۔ کہا یہ بات مَیں بھی ابھی سوچ رہا ہوں ۔

(۵)

غرض ایسے واقعات ہر جگہ ہوتے ہیں۔ مگر موضوع یہاں مساجد میں چوری ہے۔ سنئے ایک پولیس آفیسر نے بیان کیا۔ کہ روزوں کے مہینہ میں ایک صاحب کسی مسجد میں اعتکاف بیٹھے۔ اس غرض سے انہوں نے نئی رضائی بھی سلائی۔ ایکدن حاجتِ ضروریہ کے لیئے باہر جو نکلے۔ تو ایک "گدڑی پوش" فقیر نے رضائی اور اس پر گدڑی اوڑھ لی اور چلتے بنے۔ خوش قسمتی سے معتکف صاحب جلد ہی واپس آگئے۔ دیکھا تو رضائی ندارد۔ اس فقیر پر شبہ گذرا۔ تعاقب کیا۔ ایک دو اَور نمازیوں نے بھی مدد دی۔ اور اُسے پکڑ کر تھانہ میں لے گئے ۔

دوسرے دن نو دس نمازیوں کا ایک "وفد" آیا۔ اور کہا کہ اس سے غلطی ہوگئی۔ "فقیر آدمی" ہے۔ رحم کھا کر چھوڑ دیجئے مگر تھانیدار صاحب نے فرمایا۔ کہ اَور کوئی ہو۔ تو اس پر رحم بھی کروں۔ اس کو تو ہرگز نہیں چھوڑنا چاہیئے۔ کیونکہ اس نے فقیری کا چولہ پہن رکھا ہے ۔

(۶)

وہ فقیر مجرم سہی۔ مگر مزے کی بات یہ ہے۔ کہ اسے تو غریب جان کر پکڑ لیا۔ اور اُن "معزز" نقلی پیروں کو کوئی

نہیں پوچھتا، جو سے
بزیر دلق ملمع کمندہا دارند
دراز دستیٔ ایں کوتہ آستیناں بیں

مسجدیں تو خدا کا گھر ہیں۔ اور چور اپنے آپ کو خدا کا بندہ سمجھ کر اس پر اپنا حق جا لیتے ہوں گے۔ مگر یہ "معزز" لوگ تو ایسے بھی ہیں۔ جنہوں نے سینکڑوں پولیس والوں کے گھر بھی لوٹ لئے ہوں گے ؂

(۷)

اور انہیں بھی کوئی کچھ نہیں کہتا جو خدا کے گھر کے سامان کو تو خیر، خدا کے گھر کو بھی چرا لیتے ہیں ؎

تم نے تو خدا کا گھر چرایا کہتے ہیں کہ دل خدا کا گھر ہے

(۸)

مسجدوں کے تیل اور جوتے اکثر چرائے جاتے ہیں۔ شہروں کے چراغوں میں تو تیل بجلی کی برکت سے اب خشک ہو گیا۔ (گو بجلی والی مسجدوں میں بھی بعض قدامت پرست نمازی۔ خصوصاً "نمازیں" اب بھی تیل ڈال جاتی ہیں) مگر جوتوں کی چوری کا سلسلہ اب بھی زور و شور سے جاری ہے۔ اور یہی عالم رہا تو ڈر ہے کہ کہیں حنفیوں کو اس مسئلہ میں کسی دوسرے امام کی تقلید نہ کرنی پڑ جائے۔ جو جوتوں سمیت نماز پڑھنے کے جواز کے قائل ہوں ؂

(۹)

ایک صاحب بیتر کا پنجرا جس پر غلاف چڑھا تھا، مسجد میں لے آیا کرتے چند اچھے اچھے جوتے نظر بچا کر اس میں ڈال لیتے۔ اور نماز پڑھنے کے بعد نہایت اطمینان سے اسے اٹھا کر چلتے بنتے ؂

پچھلے دنوں ایک مسجد میں تو صاحب خوب ہی جوتے چرائے گئے۔ ایسے ایسے "حسین" جوتے بھی جن پر فدا ہو کر بڑے بڑے بے نماز چور نمازی بننے پر مجبور ہو جائیں۔ اور ایسی "جوتی" بھی جسے "جنتری" کہنے پر فتویٰ لگ جائے۔ یعنی خود امام صاحب کی جوتی ؂

(۱۰)

غرض کہ نمازی بیچارے تنگ آ گئے ہیں۔ اور لطف یہ کہ علاج بھی کوئی کارگر نہیں ہوتا۔ سکھوں کے دیوانوں میں جوتیوں کا ایک نگہبان ہوتا ہے۔ جسے غالباً "تنخواہیا" کہتے ہیں۔ مگر یہاں یہ مصیبت ہے کہ کوئی مسلمان تنخواہیا بھی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ نماز سب پر فرض ہے۔ اور جماعت میں شامل ہونا سب کے لئے ضروری۔ پھر یہ کس طرح ممکن ہے کہ اور تو قبلہ رو ہو کر نماز پڑھیں۔ اور ایک مسلمان محض جوتے ہی دیکھتا رہے۔ آخر اُسے نمازیوں کی جوتیوں کی طفیل جماعت

کا ثواب تھوڑا ہی مل جائے گا ۔

(۱۱)

ایک علاج یہ ہے۔ کہ بڑے بڑے جیب ہوں۔ جن میں جوتی ڈال لی جایا کرے۔ اور یہ بھی ممکن نہ ہو۔ تو سب نمازی ایسی ٹوٹی چھوٹی پھٹی پرانی جوتی مسجد میں لایا کریں۔ جسے دیکھنا بھی چور کو گوارا نہ ہو ۔

اور ہاں ! ننگے پاؤں کیوں نہ آجایئے۔ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔ ملتان کے ایک مزار پر سندھ سے لوگ ننگے پاؤں چل کر آتے ہیں۔ تو آپ کے آدھ چوتھائی فرلانگ کا فاصلہ خدا کے دربار میں ننگے پاؤں چل کر آنے میں کیا ہرج ہے ۔

دلِ مُردہ

(از جناب مرزا عزیز صاحب فیضانی دارا پوری)

بولا اِدھر اک پیر وہ " اللہ کا پیارا" ۔۔۔ مٹ جاؤ گے نذرانہ نہ گر دو گے ہمارا
رہبر نے الگ قوم کو اس درجہ اُبھارا ۔۔۔ گویا نظر آنے لگا محشر کا نظارا
آپس میں لڑانا بھی ہُوا اُس کو گوارا ۔۔۔ چلتا تھا اسی طرح سے کچھ اُس کا گذارا
مُلّا نے بھی فرما کے یہ منبر کو سنوارا ۔۔۔ اے تفرقہ اب مجھ کو ہے تیرا ہی سہارا
زردار ہے مغرور کہ چلتا ہے گذارا ۔۔۔ بے زر کو تہیدستی و افلاس نے مارا

یہ دیکھ کے اک مست کنارے سے پکارا
اس قوم کا چمکے گا کنوئیں ہی میں ستارا

گم طفل جواں عشق کے قصّوں میں ہوا ہے
جب دیکھو کھُلا سامنے "ناول" ہی پڑا ہے

شیدائے "تھیٹر" ہے فدائے "سینما" ہے
شوق اُس کو تصاویرِ حسیناں کا بڑا ہے

عشقیہ غزل خوانی پہ اس درجہ فدا ہے
اپنی ہے خبر اُس کو نہ دُنیا کا پتہ ہے

اس شوق سے پیوست ہے اور سب سے جدا ہے
کیا جانئے ان باتوں سے ملتا اُسے کیا ہے

کون اُس کو بتائے کہ یہ شوق آج بلا ہے
کل اَور فضا تھی مگر آج اَور فضا ہے

کیا آج محبت کے فسانوں میں پڑا ہے
"رانجھا" ہے نہ اب "ہیر" نہ وہ "تخت ہزارا"

پہلا سا فلک ہے وہی پہلی سی زمیں ہے
وہ شان مگر بندۂ حق تیری نہیں ہے

تھا اوجِ فلک پر مگر اب خاک نشیں ہے
چوکھٹ ہے اب اغیار کی اور تیری جبیں ہے

زردار ہے مغرور بلندی پہ مکیں ہے
نادار بہت پست ہے پیوندِ زمیں ہے

رہبر ہے تو خود کام ہے سوداگرِ دیں ہے
اور مُرشد و ملّا میں بھی اخلاص نہیں ہے

بُوڑھا ہے تو مایوس، جواں ہے تو حزیں ہے
ہر فرد بشر سُست ہے محرومِ یقیں ہے

کچھ ساری خرابی کا سبب اَور نہیں ہے
مردہ ہے ترا دِل اُسے کر زندہ دوبارہ

خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں۔ نیز اپنا پتہ صاف اور خوش خط لکھا کریں۔
ورنہ عدمِ تعمیل کی شکایت معاف ہ (مینیجر)

خصوصیات تعلیمات قرآن

(از پروفیسر یوسف سلیم صاحب چشتی بی - اے پرنسپل اشاعت اسلام کالج لاہور)

پہلی خصوصیت قرآن مجید کی تعلیم کی پہلی خصوصیت یہ ہے۔ کہ اُس نے ببانگ دہل یہ اعلان کیا ہے۔ کہ دین کامل ہوگیا۔ خدائے تعالیٰ کی نعمت بنی نوع آدم پر تمام ہوگئی۔ اور یہ کہ رضائے الٰہی کے حصول کے لئے اب کسی مزید ہدایت یا تعلیم کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (یعنی اے رسول اعلان کردیجئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ) آج کے دن میں نے تمہارا دین تمہارے لئے کامل کردیا۔ اور اپنی نعمت تم پر تمام (نازل) کردی۔ اور میں اس بات سے راضی ہوں کہ تمہارا دین اسلام ہو"۔

قرآن مجید کی اس نص صریح کا مطلب یہ ہے۔ کہ نبوت و رسالت کا جو سلسلہ حضرت آدمؑ کی ذات سے شروع ہوا تھا۔ وہ حضرت ختمی مرتبت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات پر ختم ہوگیا۔ نجات اخروی کے لئے جس ہدایت اور فلاح حاصل کرنے کے لئے جس دستور العمل پر کاربند ہونا ضروری ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ نے مکمل طور پر قرآن مجید کی شکل میں بنی نوع آدم کو عطا کردیا۔ لہٰذا اب قیامت تک نہ کسی نئے پیغام کی ضرورت ہے اور نہ کسی نئے پیغمبر کی۔ قرآن مجید خاتم الکتب ہے۔ اور ہمارے رسول حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء اور خاتم الرسل ہیں ؀

اسلام سے پہلے جس قدر مذاہب دنیا میں گزرے۔ ان میں سے کسی نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ ہدایت کامل ہوگئی۔ چنانچہ وید، اُستا اور بائبل کسی میں یہ نہیں لکھا ہوا ہے کہ دین کامل ہوگیا۔ یہ خصوصیت صرف اسلام ہی کو حاصل ہے۔ کہ وہ تمام ہدایتوں اور صداقتوں کا جامع ہے۔ اور اس کی موجودگی میں کسی نئی ہدایت کی ضرورت نہیں ہے ؀

اسلام سے قبل جس قدر مذاہب دنیا میں پیدا ہوئے وہ کاملیت اور جامعیت کا دعویٰ بھی نہیں کرسکتے تھے۔ کیونکہ ان مذاہب کی کتابوں کے مطالعہ سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ کہ ان کی تعلیمات میں کاملیت اور جامعیت کا رنگ مطلق موجود نہیں ؀

(۱) بعض کتابوں مثلاً تری تپاکا اور انجیل نے صرف اصول اخلاق اور اصلاح نفس پر زور دیا ہے

(۲) بعض کتابوں مثلاً انگہ اور اپنشد نے صرف طریق فکر (فلسفہ ومنطق) کی تعلیم پر زور دیا ہے ٭

(۳) بعض کتابوں مثلاً اُستا اور وید نے صرف رسوم اور قربانی اور طرز عبادت پر زور دیا ہے ٭

(۴) بعض کتابوں مثلاً ادبیات کنفوشس اور تاؤ ٹے کنگ میں صرف نظام معاشرت پر زور دیا گیا ہے ٭

(۵) بعض کتابوں مثلاً آئین لیکرگس اور ضابطہ بزرجمہر میں صرف آئین سیاست پر زور دیا گیا ہے ٭

لیکن قرآنِ مجید کی جامعیت ملاحظہ فرمایئے۔ کہ اس بے نظیر کتاب میں اصولِ اخلاق، طریق فکر، طرزِ عبادت، نظامِ معاشرت اور آئینِ سیاست سب کچھ موجود ہے۔ قرآن مجید فی الحقیقت ضابطہ اخلاق بھی ہے اور ضابطہ معاشرت بھی، ضابطہ رسوم بھی ہے اور ضابطہ سیاست بھی۔ اور ان سب باتوں کے علاوہ اپنے پیروؤں کو ایک مخصوص طریق فکر اور اسلوب استدلال بھی عطا کرتا ہے۔ قرآنِ مجید فرد اور جماعت دونوں کی زندگیوں کے جملہ امکانی پہلوؤں پر حاوی ہے۔ اس کی موجودگی میں بنی نوع آدم کو اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں، اور اس کی ذہنی، اخلاقی اور رُوحانی ترقی کے لئے کسی دوسرے ضابطہ یا دستور العمل کی مطلق ضرورت نہیں ہے۔ یہ کتاب ہر طرح سے ان کے لئے کافی ہے ٭

دوسری خصوصیت تعلیمات قرآنی کی دوسری خصوصیت یہ ہے۔ کہ قرآن مجید نے شرک کا ابطال اس شدت کے ساتھ کیا ہے۔ کہ دنیا کی کوئی مذہبی کتاب اس لحاظ سے اس کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ بلکہ یہ کہنا سراسر حقیقت پر مبنی ہے کہ اسی کی تعلیمات کی بدولت عقیدہ شرک کا پورے طور سے ابطال ہوا ٭

شرک کے معنی ہیں خدا کے ساتھ کسی دوسری ہستی کو خدائی میں شریک کرنا۔ قرآن مجید کے علاوہ کسی مذہبی کتاب نے شرک کی مذمت اس قدر پُرزور طریقہ سے نہیں کی۔ اور انسان کو اس کی برائیوں سے اسقدر وضاحت کیساتھ آگاہ نہیں کیا۔ اس کی تفصیل ذیل میں درج کرتا ہوں ٭

(ا) ویدوں میں بقول میکس ملر تعدد الٰہ یعنی بہت سے خداؤں کی تعلیم دی گئی ہے۔ اگنی، اندر، وایو، سوریہ، متروتا، ادتی وغیرہ مختلف دیوتاؤں کی پرستش کی تعلیم موجود ہے۔ اور ۳۳ دیوتاؤں کو کائنات کا منتظم قرار دیا گیا ہے۔ اندریں حالات وید شرک کی مذمت یا اس کی تردید کس طرح کرسکتا ہے؟

(ب) انگہ اور ترتی پتا کا میں سرے سے خدا کا وجود ہی تسلیم نہیں کیا گیا۔ تو یہ کتابیں شرک کا ابطال کس طرح کرتیں؟

(ج) توریت میں مختلف لوگوں کو خدا کا بیٹا بیان کیا گیا ہے۔ اور یہ تعلیم انجام کار انسان کو مشرک بنا دیتی ہے اس لئے اگر اس کتاب میں توحید کی تعلیم دی گئی۔ تو وہ خالص نہ رہی ٭

(د) انجیل میں جناب یسوع کو خدا کا بیٹا اور خدائی میں شریک قرار دیا گیا ہے۔ اندریں حالات یہ کتاب شرک کا استیصال کس طرح کر سکتی ؟

لیکن قرآن مجید نے بار بار شرک کی برائی سے انسان کو آگاہ کیا ہے۔ فرماتا ہے "اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغۡفِرُ اَنۡ یُّشۡرَکَ بِہٖ" یعنی اللہ اس شخص کو کبھی نہ بخشیگا جو اس کیساتھ کسی کو خدائی میں شریک کرے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ شرک کرنے سے انسان کی حیات کا مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے۔ اور یہ عقیدہ انسان کی ناکامی کا سب سے بڑا سبب ہے اس تعلیم یعنی "لعنت شرک کا اثر مسلمانوں کی زندگی میں یہ ہوا ہے۔ کہ وہ ہمیشہ شرک سے مجتنب رہے ہیں، اور دنیا کی دوسری تمام قومیں آج شرک میں گرفتار نظر آتی ہیں *

ہندو اگرچہ زبان سے توحید کے قائل ہیں۔ لیکن راتدن مشرکانہ عقائد کا اظہار کرتے ہیں۔ خدا کے ساتھ ساتھ گائے اور پیپل، گنگا اور ہنومان، رام اور کرشن کی بھی پرستش کرتے ہیں۔ جینی اور بودھ اگرچہ خدا کے قائل نہیں۔ لیکن دونوں اپنے اپنے مذہبی پیشواؤں کے بتوں کے سامنے سر جھکاتے ہیں۔ یہودی خدا کے ساتھ حضرت عزیر کو بھی الوہیت میں شریک کرتے ہیں۔ اور عیسائی توحید کیساتھ تثلیث پر بھی ایمان رکھتے ہیں۔ سکھ خدا کے ساتھ گرنتھ کی پوجا کرنا بھی فرض سمجھتے ہیں *

غرضکہ اسلام کے علاوہ جس قدر پیروان مذاہب ہیں۔ سب کسی نہ کسی رنگ میں شرک کے مرتکب ہوتے ہیں۔ لیکن مسلمان ایک خدا کے علاوہ کسی کے سامنے سرِ تسلیم خم نہیں کرتا۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ اسلام نے شرک کی اس طرح بیخ کنی کر دی ہے۔ کہ لا الٰہ الا اللہ پر ایمان لانے کے بعد کوئی مومن شرک کی لعنت میں گرفتار نہیں ہو سکتا*

تیسری خصوصیت

تعلیماتِ قرآن کی تیسری خصوصیت یہ ہے۔ کہ قرآن مجید نے توحید الٰہی کا نہ صرف صاف اور غیر مبہم الفاظ میں اعلان کیا ہے۔ بلکہ توحید پر عقلی دلائل بھی پیش کئے ہیں۔ یہ دونوں باتیں ہیں دنیا کی کسی مذہبی کتاب میں نہیں مل سکتیں *

ویدوں نے توحید کے متعلق کوئی واضح تعلیم پیش نہیں کی۔ آریہ لوگ آج ویدوں سے کھینچ تان کر توحید کا عقیدہ نکالتے ہیں۔ لیکن قدم قدم پر وید منتر ان کی تردید کرتے ہیں۔ مثلاً "چھوٹے اور بڑے زمینی اور آسمانی سب دیوتاؤں کو نمسکار ہو" جس کتاب میں تمام عناصر کائنات سے پرارتھنا کی گئی ہو۔ وہ توحید کی مدعی کس طرح ہو سکتی ہے ؟

اُستا میں جیسا کہ سب کو معلوم ہے یزدآن اور اہرمن دو متضاد طاقتوں کی تعلیم دی گئی ہے۔ نیکی کا خدا اور ہے بدی کا خدا اور۔ نہ اس کتاب میں توحید کا کہیں ذکر ہے۔ اور نہ اس عقیدہ پر کوئی دلیل دی گئی ہے *

بودھ اور جین مذہب میں توحید کا مطلق تذکرہ نہیں کیا گیا۔ توریت میں اگرچہ ایک خدا کی تعلیم دی گئی ہے لیکن اس توحید میں خدا کے بیٹوں کے عقیدہ کی آمیزش بھی موجود ہے۔ انجیل میں بھی اگرچہ بعض مقامات میں ایک خدا کا ذکر آتا ہے۔ لیکن اس کیساتھ مسیح بھی خدا ہے ؎

الغرض کسی مذہب میں ۳۳ خداؤں کا ذکر ہے۔ کسی میں تین کا۔ کسی میں دو کا۔ کسی میں سرے سے خدا کا ذکر نہیں ہے۔ اور اگر کہیں ذکر ہے بھی۔ تو خدا کی ہستی اور اس کی توحید پر کوئی دلیل نہیں دی گئی ؎

قرآن مجید نے جس طرح شرک کا ابطال کیا ہے۔ اُسی طرح توحید کا اثبات کیا ہے۔ اس مقدس کتاب کا کوئی صفحہ ایسا نہیں جس میں یہ دونوں باتیں یا ان میں سے کوئی ایک بات مذکور نہ ہو۔ دنیا میں اسلام کے علاوہ اور کوئی مذہب ایسا نہیں جس نے کلمۂ توحید کو اپنا امتیازی نشان قرار دیا ہو۔ مسلمانوں کے لئے فخر کا مقام ہے۔ کہ اُن کے مذہب نے توحید پر اس قدر زور دیا۔ کہ کلمۂ توحید کو شرط ایمان بنا دیا ؎

عقیدۂ توحید انسان کی تمام ترقیوں کے لئے بمنزلہ سنگ بنیاد ہے۔ اس لئے قرآن مجید نے اس کے اثبات میں اس قدر اہتمام کیا ہے۔ جس کی نظیر کسی کتاب میں نہیں مل سکتی۔ اس جگہ اثبات توحید میں صرف ایک سورت پر اکتفا کرتا ہوں :-

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ، اَللّٰهُ الصَّمَدُ، لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ، وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ (سورۂ اخلاص)	فرما دیجے کہ اللہ ایک ہے۔ اللہ ہر قسم کی احتیاج سے پاک ہے۔ اُس نے کسی کو نہیں جنا۔ اور نہ وہ کسی سے جنا گیا۔ اور نہ کوئی ہستی اس کی ہمسری یا برابری کا دعوٰے کر سکتی ہے ؎

شرک کی تردید میں بھی صرف ایک آیت اس جگہ نقل کرتا ہوں :-

لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا۔	اگر کائنات میں اللہ کے علاوہ دوسرے خدا بھی ہوتے تو نظام عالم درہم برہم ہو جاتا ؎

کتنی عام فہم، دلپذیر اور صحیح دلیل بیان فرمائی ہے!

چوتھی خصوصیت تعلیماتِ قرآنی کی چوتھی خصوصیت یہ ہے۔ کہ وہ جن باتوں پر ایمان لانے کا حکم دیتا ہے۔ ان کا فلسفہ بھی بیان کرتا ہے۔ اور ان کی حقانیت پر دلائل بھی پیش کرتا ہے۔ یہ بات کسی دوسری کتاب میں نظر نہیں آتی ؎

وید میں اگنی، اندر، درونا، سوریہ وغیرہ دیوتاؤں کی پرستش کی تعلیم دی گئی ہے لیکن یہ نہیں بتایا۔ کہ خدا کو چھوڑ کر

ان دیوتاؤں کی پرستش کیوں کی جائے۔ اُستا میں آگ کو خدا کا مظہر قرار دیا گیا ہے۔ اور اُس کی پوجا کرنے کا حکم دیا گیا ہے لیکن اس سوال کا جواب کہیں نہیں دیا گیا کہ آگ کس طرح اور کیونکر خدا کا مظہر ہے؛ انگہ میں یہ تو بتایا گیا ہے کہ اعمال کے مطابق آئندہ جنم ملیگا۔ لیکن آئندہ جنم پر کوئی دلیل پیش نہیں کی گئی۔ نرکی تپاکا میں انسانوں کو اپنی ہستی کو فنا کر دینے کی صلاح دی گئی ہے لیکن اس بات پر روشنی نہیں ڈالی۔ کہ ہستی کو فنا کر دینے سے کیا فائدہ حاصل ہوگا۔ توریت میں زنا سے اجتناب کا حکم دیا گیا ہے۔ لیکن اس کی وجہ بیان نہیں کی گئی۔ زبور میں یہ تو لکھا ہے کہ متقی لوگ نجات کے وارث ہونگے لیکن یہ نہیں بتایا۔ کہ متقی کی شناخت کیا ہے؛ انجیل میں روزہ رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ لیکن یہ نہیں بتایا کہ روزہ رکھنے سے کیا حاصل ہوگا۔ مختلف مذاہب نے قربانی کا حکم تو دیا ہے۔ لیکن یہ نکتہ کسی نے واضح نہیں کیا۔ کہ قربانی کا حقیقی مقصد کیا ہے اور ہمیں اس فعل سے کیا فائدہ حاصل ہوگا؟

لیکن قرآن مجید کا انداز سب سے نرالا ہے۔ وہ جن چیزوں پر ایمان لانے کا حکم دیتا ہے۔ ان کا اثبات بھی کرتا ہے۔ تاکہ دل میں کیفیتِ یقین پیدا ہو سکے۔ مثلاً وہ کہتا ہے کہ خدا پر ایمان لاؤ۔ تو مختلف دلائل سے خدا کی ہستی کا اثبات کرتا ہے۔ کَیْفَ تَکْفُرُوْنَ بِاللّٰہِ وَکُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْیَاکُمْ ثُمَّ یُمِیْتُکُمْ ثُمَّ یُحْیِیْکُمْ ثُمَّ اِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ۔ تم کس طرح خدا کا انکار کر سکتے ہو؛ سوچو تو سہی، تم معدوم تھے۔ اُس نے تمہیں پیدا کیا۔ پھر تمہیں موت دیگا، پھر زندہ کریگا پھر تم سب اس کی طرف لوٹائے جاؤ گے؛

وہ کہتا ہے کہ خدا ایک ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ تو اس کی دلیل بھی دیتا ہے۔ لَوْ کَانَ فِیْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰہُ لَفَسَدَتَا۔ اگر دنیا میں دو خدا یا خدا کے علاوہ اَور خدا ہوتے۔ تو نظام عالم درہم برہم ہو جاتا۔

وہ کہتا ہے کہ قرآن مجید میرا کلام ہے۔ تو اُس کی دلیل بھی دیتا ہے۔ لَوْ کَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰہِ لَوَجَدُوْا فِیْهِ اخْتِلَافًا کَثِیْرًا۔ اگر یہ قرآن مجید خدا کے علاوہ کسی اَور کی طرف سے ہوتا (یعنی انسانی کلام ہوتا) تو لوگ ضرور اسمیں اختلافات اور تناقضات پاتے۔ وہ کہتا ہے نماز پڑھو۔ تو اس کا فلسفہ بھی بیان کرتا ہے۔ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ۔ بلاشبہ نماز انسان کو فحش اور منکر اور سرکشی سے باز رکھتی ہے۔

وہ کہتا ہے کہ ابنِ مریم اور ان کی والدہ خدا نہ تھے۔ تو اس کی دلیل بھی دیتا ہے۔ کَانَا یَاْکُلَانِ الطَّعَامَ۔ وہ دونوں روٹی کھاتے تھے۔

غرضکہ عقائد عبادات اور معاملات ہر بات میں اسکا انداز یہ ہے۔ کہ وہ ہر حکم کا فلسفہ اور ہر بات کی غایت بیان کرتا ہے۔

(باقی)

سالانہ چندہ
(ہندوستان میں)
والیانِ ریاست سے ۲۵ر
رؤسا و امراء سے ۱۰ر
عوام سے عہ ر

سالانہ چندہ
(غیر ممالک میں)
والیان ریاست سے ۵۰ شلنگ
روسا و امراء سے ۲۰ شلنگ
عوام سے ۵ شلنگ

حقیقتِ اسلام

ہندوستان کا تبلیغی، مذہبی اور علمی رسالہ

بابت ماہِ مئی ۱۹۳۸ء مطابق صفر المظفر ۱۳۵۷ھ

جلد ۱۲ نمبر ۵

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

حال وقال

آہ علامہ اقبال انتقال فرما گئے۔ وہ بلبل ریاضِ نبوت جس کے چہچہے اسلامیان ہند کیلئے نغمہ ہائے حیات کی حیثیت رکھتے تھے ہمیشہ کے لئے خاموش ہوگیا، وہ علم وفضل کا بلند مینار جو گم کردہ راہ انسانوں کیلئے ضیار بار تھا، آنکھوں سے اوجھل ہوگیا وہ جسد لطیف جو قدسیانِ فلک سے ہمکلام رہتا تھا، آج قبر میں مدفون ہے۔ اور وہ فکر بلند جس کی پرواز سے طوبےٰ تک ایک تہلکہ مچا ہوا تھا اس وقت مٹی کے ڈھیر میں گم ہے۔ مگر بقول سروجنی نائیڈو کے اقبال کے اشعار زندہ رہیں گے۔ اور اس کے پیغام کو زمین کبھی اپنی آغوش میں نہیں چھپا سکے گی ۔

اس معمورہ ارض پر لاکھوں انسان روزانہ پیدا ہوتے ہیں۔ مگر اقبال ایسی قابل شخصیتیں صدیوں کے بعد پیدا ہوتی ہیں۔ اور صدیوں تک ان کی موت سے دنیائے عقل وفکر میں ایک خلا سا باقی رہتا ہے ۔

ایک زمانہ تھا جب مسلمانوں کی جماعت عقیم نہیں تھی۔ اور ان میں کا ہر فرد قوم کے لئے گراں قیمت ثابت ہوا تھا۔ اور یا اب وہ دور ہے کہ بہت کم لوگ پیدا ہوتے ہیں جنہیں ہم فخر وغرور کے ساتھ دوسروں کے مقابلہ میں پیش کرسکیں۔ اس لئے اس دور قحط الرجال میں اقبال کا اٹھ جانا حقیقت یہ ہے کہ بہت بڑا صدمہ ہے ۔

مرحوم کی مجددانہ خدمات اس قابل ہیں کہ مسلمان ہمیشہ ان کو ممنونیت کے ساتھ یاد رکھیں۔ سب سے پہلے جس شخص نے شعر وسخن کو ابتذال سے اٹھا کر فکر وحکمت کی بلندیوں تک اچھالا ہے۔ اور شعر میں اس عنصر کے خلاف جہاد کیا ہے، جو ہماری نسلوں کیلئے سم قاتل تھا، وہ اقبال ہے۔ اس کے حکیمانہ اشعار نے بتا دیا۔ کہ شعر وشاعری ادنےٰ قسم کے جذبات کو ابھارنا نہیں ہے۔ اور یہ ایک ایسا آرٹ نہیں ہے جس کا کوئی موضوع نہیں ہوسکتا۔ بلکہ یہ ایک ایسا فن ہے جس سے الہامات کا کام لیا جاسکتا ہے۔ جس سے قوموں کے مذاق ووجدان کو یکقلم بدلا جاسکتا ہے۔ اور جس کے ذریعے سے قوموں کے مردہ قالب میں حیاتِ نو کی روح پھونکی جاسکتی ہے۔

عین اس وقت جب کہ ہمارے شعراء قافیہ وردیف سے دست وگریباں تھے، صنائع لفظی اور محاسن ظاہری پر جان دیتے تھے۔ تذکیر وتانیث کی بحثوں میں الجھے ہوئے تھے۔ اور شاعری کا موضوع محض تغزل کو قرار دے رہے تھے۔ اقبال نے ان کے سامنے شاہراہ تجدید پیش کی۔ اور ایک بلند کلام ان کے سامنے رکھا جس میں

جان تھی، روح تھی، معنویت تھی۔زندگی تھی اور حرارت تھی۔اس کلام نے پہلی دفعہ شعراء کو بتایا۔کہ شاعر کا مقام کتنا بلند ہے۔اور وہ حضرت داؤد کی طرح کیونکر اپنے نغموں سے فضا کو روحانیت سے معمور کر سکتا ہے ؛

جو لوگ حضرت اقبالؒ کو صرف شاعر سمجھتے ہیں۔انہوں نے اُن کی شخصیت کو سمجھنے کی مطلقاً کوشش نہیں کی۔وہ بیک وقت صوفی، متکلم اور حکیم تھے۔اور ان تینوں مقامات میں اُن کی حیثیت ایک نوع کے مجدد کی تھی ؛

جب اسلامی حکومت کا سکّہ رواں تھا، اور مسلمان دولت وجاہ کے سمندر میں غرق تھے۔اس وقت صوفیاء کرام نے دیکھا۔کہ عام مسلمانوں میں دنیا کی محبت بڑھ گئی ہے۔اور وہ اپنی زندگی کا نصب العین محض یہ سمجھتے ہیں۔کہ مادی مسرتوں سے اپنے دامن کو بھر لیا جائے۔اس وقت انہوں نے اسلام کے اس پہلو کو ان کے سامنے پیش کیا۔کہ مسلمان کا نصب العین مادہ نہیں رُوح ہے، دنیا نہیں عاقبت ہے۔اور مسلمان کی نجات اس میں ہے۔کہ وہ اپنی خواہشات نفس کو ترک کر دے۔اور فنا فی اللہ کے مقام پر فائز ہو جائے ؛

مدت تک یہ تصوّف مسلمانوں کے علم الاخلاق اور شعر وسخن کا جزو بنا رہا۔اور مسلمان اس سے تسکین حاصل کرتا رہا۔مگر جب حکومت جا چکی۔اور سارا کرّ و فر رخصت ہو چکا، تو یہ تصوّف بجائے فائدہ کے نقصان پہنچانے لگا۔اس کی وجہ سے مسلمانوں کے قوائے عمل مضمحل ہونے لگے۔اور وہ فقر و افلاس کی زندگی پر از راہ توکل قانع رہنے لگے۔بلکہ سب سے بڑا نقصان یہ ہوا۔کہ کاروانِ حیات کے دل سے یہ احساس زیاں جاتا رہا۔اور وہ ترکِ دنیا کو اور دنیا میں ذلیل وحقیر زندگی کو مترادف سمجھنے لگا۔اس وقت اقبال نے تصوّف میں یہ نکتہ پیش کیا۔کہ فنا فی اللہ کی ضرورت نہیں ہے۔بلکہ مسلمان کو آج بقاء باللہ کی ضرورت ہے۔ترک خودی سے انسانیت مٹ جاتی ہے اور ذلیل ہو جاتی ہے۔لہٰذا ضرورت ہے کہ انسانی شرف ومجد بیدار رہو۔اور مسلمان اپنے بلند مقام کو پہچانے۔اس کی منزل آسمان کی بلندیوں میں ہے۔اور یہ اس قابل ہے کہ قرآن کی روشنی میں ساری کائنات انسانی کی قیادت کرے ؛

یہ اقبال کی متصوفانہ حیثیت تھی ؛

قدیم متکلمین نے صرف ان مسائل سے تعرض کیا ہے۔جن کا تعلق صفات باری سے ہے۔اور اس میں وہ موشگافیاں پیدا کی ہیں۔کہ شاید ان پر مزید اضافہ ناممکن ہے۔ان کی بحث کا مدار ومحور خدا کی صفات وافعال میں مادہ کا حدوث ہے، روح کا اثبات ہے۔معجزہ، کرامت اور استدراج میں فرق بیان کرنا ہے۔حشر ونشر

پر دلائل کا قیام ہے، معراج کے امکان عقلی کی وضاحت ہے۔ اور نبوت کا تذکرہ ہے۔ یہ اُس زمانے کی بحثیں ہیں جب یونانی علوم نے اس قسم کے شکوک دلوں میں پیدا کر دئے تھے۔ اور ان کے دفیعے اور ازالے کے لئے اس نوع کی بحثوں کا ہونا ناگزیر تھا۔ مگر اس انداز غور و فکر سے نقصان یہ پہنچا۔ کہ اسلام کا وہ حصّہ جو دراصل پیغام کی حیثیت رکھتا تھا، وہ دب گیا اور نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ علاّمہ مرحوم نے اس حصّہ سے سیر حاصل بحث کی۔ اور بتایا۔ کہ اسلام کا یہ پہلو جس کا تعلق مدنیت کبریٰ سے ہے کس درجہ نوع انسانی کے لئے اہم ہے۔ اور اس ضمن میں تمام جدید نظریات کو سامنے رکھا، جن کا اسلامی نظریہ تمدن سے تصادم ہوتا تھا۔ اور ان کی جسورانہ تردید کی۔ آپ نے جمہوریت، وطنیت، اشتراکیت اور ان تمام تصورات زندگی سے اختلاف کیا جن کو حکمائے مغرب نے بڑے فخر و غرور کیساتھ پیش کیا تھا۔ اور بتایا کہ اسلام کے پیش کردہ اصول ہی موجودہ دور میں روح انسانی کے لئے تسکین بخش ہیں۔ خطباتِ مدراس میں آپ نے اس خوبی سے ان مباحث کو پیش کیا۔ کہ ایک بہت بڑے ہندو مدبّر کو یہ کہنا پڑا کہ "اس دورِ مادیت میں مذہب کی یہ توجیہ پیش کر کے آپ نے ساری دنیا کے مذاہب پر احسانِ عظیم فرمایا ہے"۔

یہ حیثیت ڈاکٹر اقبال کی متکلمانہ حیثیت تھی۔

فکر و تدبر کا کوئی خاص موضوع نہیں ہے۔ اور حکمت کسی خاص مسائل سے متعلق نہیں ہے۔ بلکہ ہر چیز کو اگر آپ عمیق مطالعہ کے بعد ایسے اسلوب میں بیان کریں گے۔ جو براہِ راست عقل و وجدان سے تعرّض کرے تو وہ حکیمانہ ہے۔ علامہ اقبال کا پورا کلام حکیمانہ ہے۔ ہر شعر میں تجزیہ حکمت اور تدبر کے عمیق دریا موجزن ہیں۔ اسلئے یہ کہنا بے جا نہیں کہ اقبال حکیم بھی ہے۔ جن لوگوں نے "بالِ جبریل" کا مطالعہ کیا ہے، وہ جان سکیں گے کہ علاّمہ مرحوم نے کس دقتِ نظر کے ساتھ موجودہ تحریکات کا تجزیہ کیا ہے۔ اور کیونکر ہر چیز کو فیصلہ کن انداز میں پیش فرمایا ہے۔

بحیثیت مجموعی دو کام علاّمہ مرحوم کے ایسے ہیں، جن کی وجہ سے ساری دنیائے اسلام ان کی ممنون ہے ایک تو یہ ہے۔ کہ انہوں نے موجودہ دور کے نوجوانوں کو اپنے فلسفہ، اپنے پیغام اور اشعار پر ایسا رجھایا ہے۔ کہ اب وہ زندقہ و الحاد کی تمام تحریکات سے بچ گئے ہیں۔ اور اُن کے دماغوں میں سوا اسلام کے اَور کسی نظام دینی و مدنی میں کوئی دلچسپی نہیں رہی۔ وہ اب جان گئے ہیں کہ ان تحریکات میں محض ملمع ہے۔ دراصل اسلام ہی حسن و جمال کا مظہر اتم ہے۔ اسوقت جو ہم مسلمان نوجوانوں میں ایک اسلامی ہیجان دیکھ رہے ہیں وہ علاّمہ اقبال کا پیدا کردہ ہے۔ دوسرا کام بین الاسلامی جذبات کا احیاء ہے۔ جس کی برکات شاید مسلمان آج سے سو سال بعد

محسوس کرے گا۔

بہرحال اقبال کی شخصیت بہت عظیم شخصیت تھی۔ اور وہ بیک وقت ادب و شعر اور مذہب و تمدن میں ایک عجیب تازگی پیدا کر رہے تھے۔ اور اب تو ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ شاید صدیوں تک ایسا جامع کمالات انسان پیدا نہیں ہو سکیگا۔ اللہ کرے ہماری یہ رائے غلط ثابت ہو۔ مگر موجودہ دور کے مسلمانوں کو جب دیکھتے ہیں۔ تو یہ صدمہ اور زیادہ شدید ہو جاتا ہے۔ اور بالکل ناقابلِ تلافی نظر آتا ہے۔

اب سب سے اہم مسئلہ جو ڈاکٹر اقبال کے انتقال کے بعد پیدا ہوا ہے۔ وہ ان کی یادگار کا مسئلہ ہے۔ اور ہمیں معلوم ہے۔ کہ اس میں زیادہ کامیابی نہیں ہوگی۔ کیونکہ اس سے پہلے بھی یہ سوال پیدا ہو چکا ہے۔ مولینا محمد علی مرحوم، ڈاکٹر انصاری اور حکیم اجمل خان کے انتقال کے بعد بھی اخباروں میں یادگار کا مسئلہ چھڑا تھا۔ اور آپ کو معلوم ہے کہ اس میں یکقلم ناکامی ہوئی۔ کیونکہ مسلمانوں کو اپنی شخصیتوں کے ساتھ اپنے ابطال کے ساتھ اور اپنے عظیم المرتبت انسانوں کے ساتھ کوئی گہرا اور محسوس تعلق خاطر نہیں ہے۔ اور اکثر یہ ہوتا ہے کہ مسلمان اپنے رجال سے اس وقت تک آگاہ نہیں ہوتا ہے۔ جب تک کہ موت اس کو بڑھ کر اپنی آغوش میں نہیں لے لیتی مسلمان زندگی میں اپنے قائدین فکر کیساتھ لڑتا ہے اور ان کی مخالفت کرتا ہے۔ ان کی تذلیل کے سامان تلاش کرتا ہے۔ مگر جب وہ دنیا کو چھوڑ کر چلے جاتے ہیں، اس وقت وہ ان کی تعریف میں زمین آسمان کے قلابے ملا دیتا ہے۔ مگر یہ ہنگامہ صرف نظم و نثر کے مضامین تک محدود رہتا ہے۔ یہ نہیں ہوتا کہ ان کی یادگار میں کوئی ادارہ کھل جائے۔ کسی کالج کا افتتاح ہو جائے۔ یا بدرجہ اقل کسی ہال کی تعمیر ہو جائے یا پارک بن جائے۔ مسلمان اس نوع کے اقدامات کو کوئی اہمیت نہیں دیتا۔ بہرآئینہ جہاں تک ڈاکٹر اقبال کی یادگار کا تعلق ہے۔ اگر ممکن ہو اور مسلمان سنجیدگی کیساتھ اس مبحث پر غور کرنے کے لئے تیار ہوں۔ تو ہماری رائے یہ ہے کہ ان کی روح اس کارنامہ سے زیادہ خوش ہوگی۔ اگر اسلامی فکر و ذوق کے احیاء کے لئے کوئی با اثر کوشش کی جائے۔ یعنی لاہور میں ارباب علم و فضل جمع ہوں۔ اور وہ ایسے ادارہ کے قیام کے لئے کوشش کریں۔ جس میں مشرقی علوم کے فضلا اور مغربی فنون کے ماہرین ایک جگہ بیٹھ کر مآثر اسلامی اور شعائر دین کے تحفظ کے لئے جدید انداز میں متحدہ کوشش کریں۔ اس ادارہ کا فرض یہ ہو کہ وہ اسلام پر جدید حکمیات کے نقاط نظر سے سوچیں اور بلند پایہ کتابیں لکھیں۔ تاکہ حضرت اقبالؒ نے جن جذبات کو نوجوانوں کے دلوں میں پیدا کیا ہے، وہ علمی صورت میں متشکل کر کے دکھائیں۔ وہ اسلامی تہذیب اسلامی علوم و فنون اور اسلامی ضابطۂ

حیات کو ایسے عمدہ منظم طریق سے پیش کریں۔ کہ دنیائے جدید اسلام کی برکات سے کماحقہٗ استفادہ کر سکے۔ اگر ہم یہ کر سکیں تو یہ صحیح معنوں میں حکیم الامتہ اقبال کی یادگار ہوگی۔ اور اس طرح اقبال کو ہم مدت تک عملاً زندہ رکھ سکیں گے ۰

گذشتہ سال کئی بار لکھنؤ میں شیعہ سُنّی فسادات رونما ہوئے ہیں۔ اور اخبارات میں آیا ہے۔ کہ اب کے پھر جہلم کے موقعہ پر فساد ہوگیا ہے۔ جس میں متعدد لوگ مجروح ہوئے ہیں۔ اس قسم کے واقعات مسلمانوں کے لئے عددرجہ شرمناک ہیں۔ کیا تیرہ سَو سال کی تباہیوں اور خوں ریزیوں کے بعد بھی فریقین کو یہ معلوم نہیں ہوُا۔ کہ ان کی باہمی نزاع سے اغیار فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ اور بذاتِ خود ان لوگوں کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ ہوتا یہ ہے۔ کہ اس طرح یہ اپنی قوتوں کو اپنے ہاتھوں تباہ کر دیتے ہیں۔ اور اس قابل نہیں رہتے۔ کہ متحدہ طور پر دشمنوں پر غالب آسکیں۔ ان لوگوں کو جو اس طرح کے فسادات میں دلچسپی لیتے ہیں، معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ اگر اب تک یہ آپس میں کوئی سمجھوتہ نہیں کر پائے ہیں۔ تو آئندہ بھی یہ ناممکن ہے کہ ان میں کوئی دینی مفاہمت ہو جائے۔ دونوں میں عقائد کا اختلاف ناگزیر ہے۔ اور وہ باقی رہے گا۔ نہ سنّی یہ کر سکتے ہیں کہ چن چن کر تمام شیعوں کو ختم کر دیں۔ اور نہ شیعہ حضرات اہل السنّت کو جبراً اپنے مسلک پر لا سکتے ہیں۔ جو چیز قابلِ عمل اور دونوں کے لئے مفید ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ دونوں عقلمندی سے کام لیں اور رواداری کا برتاؤ کریں۔ ورنہ یاد رہے کہ زمانہ تم دونوں کی باہمی تفریق کو نہیں دیکھتا ہے اور نہ کوئی اہمیت دیتا ہے۔ وہ تو مسلمانوں کو کچل دینا چاہتا ہے۔ کفر کی تمام قوتیں صف آرا ہیں۔ اور متحدہ طور پر کوشاں ہیں کہ کسی طرح خدا پرستوں کے اس گروہ کو فنا کے گھاٹ اُتار دیا جائے۔ اس طائفہ کے سامنے شیعہ و سنی کا سوال بالکل بے معنی ہے وہ دونوں کا بیک وقت دشمن ہے۔ اور وہ اسلام کو کسی شکل و صورت میں گوارا کرنے کے لئے تیار نہیں ہے ۰

ہماری سمجھ میں یہ نہیں آتا ہے کہ اشتعال انگیزی بھی کسی مذہب کا جزو ہو سکتی ہے؟ یہ درست ہے کہ شیعہ دوستوں کا صحابہ رضوان اللہ علیہم کے متعلق وہ زاویۂ نگاہ نہیں ہے جو جمہور اہلسنت کا ہے۔ مگر اس کے معنی یہ نہیں ہیں۔ کہ وہ اس عقیدت کے خلاف بھی جہاد کریں، جو اس پاک گروہ کے متعلق اہلسنّت کے دلوں میں ہے۔ اور ناموزوں طریقوں سے کوشش کریں کہ مسلمانوں کے سوادِ اعظم میں اختلاف کی خلیج اور زیادہ وسیع ہو جائے لکھنؤ میں شیعوں کی اکثریت ہے۔ اور وہ اس باب میں حق بجانب ہیں۔ کہ اپنے عقائد کی تبلیغ کریں۔ مگر اس کے یہ معنی نہیں ہیں۔ کہ تبلیغ کی آڑ میں سب و شتم کو بھی وہ روا رکھیں۔ اسی طرح وہاں سنّی مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ [illegible] احساسات

سے مالک نہ ہو جائیں۔ کہ شیعوں کے جلوس کو دیکھ کر ایکدم مزاج برہم ہو جائے۔ اگر وہ اس قسم کے جلوسوں کو مذہباً گوارا نہیں کرتے۔ اور یہ مخالفت واقعی دینی جذبات پر مبنی ہے۔ تو اس کا سہل علاج یہ ہے کہ ان محافل میں وہ نہ جائیں اور امن کے ساتھ اپنے گھروں میں رہیں۔ یا اپنا کاروبار کریں۔ اس طرح نہ شیعہ حضرات کے رویہ سے اُن کو دکھ ہوگا۔ اور نہ وہ ان کو دیکھ کر ناموزوں رویہ اختیار کریں گے ۔

تعجب یہ ہے۔ کہ لکھنؤ کے علماء کیوں اپنے اثر و رسوخ سے کام نہیں لیتے۔ اور کیوں فریقین کے عوام میں رواداری و مساعت پیدا نہیں کرتے۔ کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ دونوں جماعتوں کے سمجھدار لوگ ایک جگہ بیٹھکر ایک دوسرے کی مشکلات پر ہمدردانہ غور کریں۔ اور پھر اتحاد و تعاون کی ایسی صورتیں ڈھونڈ نکالیں۔ جو دونوں فریقوں کے لئے آبرو مندانہ ہوں ۔

مؤقر رسالہ صدق نے ڈاکٹر وہائٹ اور پادری زویمر کی تقریر و تحریر کے چند اقتباسات پیش کئے ہیں۔ جن کو پڑھیئے اور دیکھیئے۔ کہ عیسائی مشنریوں کے حوصلے کس درجہ بڑھ رہے ہیں :-

۱ " مجھے اب یقین کامل ہے۔ کہ اب وقت آگیا ہے۔ کہ کم از کم بعض مشنری حلقوں سے تو تبلیغ کا شعبہ ضرور نکال دیا جائے۔ اور اسے بہت ہی محدود کر دیا جائے ...... مسلمانوں کو عیسائی بنانے کا خیال ہی کلیسائے مسیحی کو چھوڑ دینا چاہیئے۔ شروع سے اب تک مسلمانوں کو عیسائی بنانے کی کوشش تو برابر اور بالکل ناکام ہی چلی آتی ہے"۔ (مسلم ورلڈ نیویارک جنوری ۳۶ء)

اس عبارت سے آپ دھوکا نہ کھائیے گا۔ کہ شاید عیسائی مشنریوں کو تلقین کی جا رہی ہے۔ کہ وہ مسلمانوں میں کام کرنا چھوڑ دیں۔ کیونکہ ان کو شایان شان کامیابی نہیں ہوئی ہے۔ بلکہ یہ ایک نوع کا طنز ہے۔ مقصد یہ ہے کہ وہ اور زیادہ ہمت و وسعت کے ساتھ اسلامی حلقوں میں کام کریں۔ کیونکہ وہ کامیابی جو انہوں نے گذشتہ پچاس سال میں اسلامی ممالک میں حاصل کی ہے۔ ڈاکٹر وہائٹ کے نزدیک ان کی توقع بہت کم ہے۔ دوسرا اقتباس ملاحظہ ہو :-

۲ - " خیال تو کیجیئے عالم اسلامی کے لق و دق رقبہ کا۔ خیال تو کیجیئے یہ رقبہ پھیلتا ہی جا رہا ہے۔ خاص شہر لندن میں مسجد اسی سال تعمیر ہوئی ہے۔ نظام حیدر آباد کی طرف سے ..... اس تلخ حقیقت کو بھی خیال میں رکھیئے۔ کہ دنیا میں اسلام ہی ایسا مذہب ہے، جس نے شکست دی ہے مسیحیت کو، جو غالب ... بات نہ کبھی بدھ مذہب کو حاصل ہوئی۔ اور نہ ہندو مذہب کو "۔

معلوم ہو گیا آپکو مسیحی مشنری اسلام کو کس نقطہ نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اور اسلام کی کامیابیاں اُن کے لئے کس درجہ تکلیف دہ ہیں۔ اب تیسرا اقتباس دیکھئے :-

۳- اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس نے مٹا دیا ہے ان رقبوں کو جو کبھی عیسائی تھے۔ اور جس نے مٹا دیا ہے ان پادری خانوں اور گرجاؤں کو جو صدیوں تک تثلیثی خدا کی حمدیں بھجن گاتے رہے۔ پھر کیا یہ کم ہے۔ کہ جو مسیح کا مولد ہو۔ وہاں تو دن میں پانچ پانچ مرتبہ مسلمانوں کی نماز کی اذان ہوتی رہے۔ اور مکہ میں جو محمدؐ کا مولد ہے۔ وہاں آج تک مسیح کے نام کی منادی نہ ہو سکی ؂

(اسلامک ریویو۔ جنوری ۱۹۳۷ء۔ صا)

گویا اب مسیحی مبلغین کی نظریں ارض کعبہ پر لگی ہوئی ہیں۔ اور وہ چاہتے ہیں۔ کہ وہاں اپنے عزم و ارادہ کا امتحان کریں۔ اور وہاں تک انجیل کا پیغام پہنچائیں ؂

سوال یہ ہے کہ کیا مسلمان بھی تبلیغ میں اتنی دلچسپی لیتے ہیں۔ کیا ان کے مبلغین کے سامنے بھی اتنے بلند ارادے ہیں ؟

اور کافروں کو اچھی طرح سزا دی - اور کافروں کے لئے یہی بدلہ ہے ○ پھر اس
کے بعد اللہ جس پر چاہتا ہے مہربان ہو جاتا ہے - اور وہ بخشنے والا مہربان
ہے ○ اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو یاد رکھو کہ مشرک لوگ محض پلید ہیں اس
لئے وہ اس سال کے بعد مسجدِ حرام کے قریب تک نہ آئیں اور اگر تمہیں افلاس
کا ڈر ہو تو اللہ نے اگر چاہا تو وہ جلد تمہیں اپنے فضل سے غنی کر دیگا یاد رکھو کہ اللہ بیشک
ہر بات کا علم رکھنے والا حکیم ہے ○ اُن لوگوں کے ساتھ لڑائی کرو جو اللہ پر ایمان نہیں رکھتے
اور نہ یومِ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں نہ اُن اشیاء کو حرام خیال کرتے ہیں جو خدا اور
اس کے رسول نے حرام کی ہیں - اور نہ دینِ حق کو قبول کرتے ہیں یعنی وہ لوگ جن
کو کتاب دی گئی ہو حتیٰ کہ وہ اپنے ہاتھوں سے جزیہ دیں اور ذلیل و خوار ہوں ○ ع ۱۶۱ اور یہود نے
کہا کہ عزیر اللہ کا بیٹا ہے - نصاریٰ نے کہا کہ مسیح اللہ کا بیٹا ہے - یہ ان کے منہ
کی باتیں ہیں - ان سے پہلے کافروں نے جو کچھ کہا تھا یہ اس کی ریس کرتے
ہیں - اللہ ان کو تباہ کرے وہ کدھر کو بہکے چلے جا رہے ہیں ○ انہوں نے خدا
کی بجائے اپنے عالموں اور صوفیوں کو اور مسیح ابن مریم کو اپنا کارساز بنا لیا ہے

دشمن پر غلبہ حاصل ہوگا سو اس سے پہلے تمہیں یہ دیکھنا تھا کہ تیرا [illegible] کہ باوجود قلیل التعداد ہونے کے تم بڑی عظیم الشان جماعتوں پر اللہ کے حکم سے غلبہ حاصل ہو چکا ہے اور اللہ صبر و استقامت والوں کے ساتھ ہے [illegible] تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ جو کوئی اللہ پر اعتماد و توکل رکھے وہ سب سے بے نیاز ہو جاتا ہے پس تمہیں چاہیئے کہ قلتِ تعداد کو دیکھو نہ افلاس و بے سروسامانی کو - ہاں یقین محکم پیدا کرو - پائے ثبات میں لغزش نہ آنے دو اپنی تنظیم کو قائم رکھو - بے حوصلہ دل نہ ہو پھر دیکھو کہ تم کامیاب و کامران ہوتے ہو یا نہیں - مسلمانو! مثال کے طور پر یہ دیکھو کہ فتح مکہ کے بعد جب تم نے طائف پر چڑھائی کی اور بنو ہوازن اور ثقیف کے قبائل کو زیر کرنا چاہا - تو تم سمجھتے تھے کہ ہم بڑی دل واقع ہوئے ہیں اور آلات حرب سے بھی پوری طرح مسلح ہیں - اب ہو نہیں سکتا کہ دشمن مقابلہ کر پائیں - مگر کیا ہوا؟ تمہاری کثرت تعداد نے تمہیں [illegible] تمہارے حوصلوں نے تمہارے سلاح جنگ نے تمہیں کوئی فائدہ دیا؟ نہیں [illegible] زمین باوجود اپنی فراخی کے تمہیں تنگ [illegible] نظر آنے لگی - پھر ہم نے تمہیں طمانیت قلب عطا کی اور ایسے لشکر تمہاری امداد کو بھیجے جو تمہیں نظر نہ آتے تھے تب تمہیں جا کر غلبہ حاصل ہوا - اور دشمن کیفر کردار کو پہنچا - [illegible] جو کوئی دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے - اس پر بھی ہم نے اپنی عنایات [illegible] اسی طرح اس [illegible] واقعات کو سمجھو - جب تم تھوڑے ہی قلیل التعداد تھے دشمن کی کثرت پر تمہیں کس قدر نمایاں کامیابیاں حاصل ہوتی آئیں آخر اس کی کیا وجہ تھی یہ کہ ہم نے جب دیکھا کہ تمہارے ایمان پختہ ہو رہے ہیں - اور دل قوی - نیز تم امن امان کی خاطر لڑتے ہو فتنہ و فساد کی خاطر نہیں تو ہم نے غیب سے تمہیں مدد دی - اور دشمنوں کی کثرت تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکی مسلمانو! یاد رکھو مشرک و بت پرست لوگ ناپاک ہیں ان کے جسم ناپاک - ان کی عادات ناپاک - اُن کے اعتقادات ناپاک اُن کے افعال ناپاک یہ جہاں کہیں بھی ہونگے ناپاکی و پلیدی پھیلائیں گے - تم ان کے قریب تک نہ پھٹکو ان کو اپنے ملک میں نہ رہنے دو - اگر تم اس بات سے ڈرو کہ ان کے چلے جانے سے تمہاری تجارت بند ہو جائے گی - کارخانے بند ہو جائیں گے اور انتظامات ملک کا سنبھالنا مشکل ہو جائیگا تو اس قسم کا خیال ہرگز نہ کرو - خدائے علیم و حکیم جو مُردوں کو زندہ کر دینے پر قادر ہے وہ اس بات پر بھی قادر ہے کہ تمہیں تجارت کرنا سکھا دے - انتظامات ملک کے سنبھالنے والے پیدا کر دے - اور تمہارے کارخانے بھی چلا دے - ہاں اگر یہ مشرک و بت پرست یا یہود و نصاریٰ تمہارے ملک میں رہنا چاہیں - تو تمہارے زیر نگیں رہیں اور حفاظت کا ٹیکس ادا کریں - اور تم اس بات کے نگران رہو - کہ یہ کوئی فتنہ و فساد تو کھڑا نہیں کرتے -

ع ۱۶۱ اس رکوع میں یہود و نصاریٰ کے غلط اعتقادات اور مکروہ افعال کا ذکر ہے جس سے وہ کورد حقاب ٹھہرے اور انہیں عرب سے نکال دیے جانے کے احکام صادر کئے گئے فرمایا کہ دیکھو یہود کے پاس بھی الہامی کتاب ہے اور نصاریٰ کے پاس بھی - وہ جانتے ہیں کہ خدا کا نہ کوئی بیٹا ہے نہ اس کی بیوی ہے - مگر اس کے باوجود یہودی کہتے ہیں کہ عزیر خدا کا بیٹا ہے اور نصاریٰ اُن کے مقابلہ میں کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ خدا کے بیٹے ہیں یا کہیں خدا نے ان کو اسی درجہ [illegible]

ابن مريم وما امروا الا ليعبدوا الها واحدا لا اله
الا هو سبحنه عما يشركون ﴿٣١﴾ يريدون ان يطفؤا
نور الله بافواههم ويابى الله الا ان يتم نوره ولو
كره الكفرون ﴿٣٢﴾ هو الذى ارسل رسوله بالهدى
ودين الحق ليظهره على الدين كله ولو كره المشركون ﴿٣٣﴾
يايها الذين امنوا ان كثيرا من الاحبار والرهبان
لياكلون اموال الناس بالباطل ويصدون عن
سبيل الله والذين يكنزون الذهب والفضة ولا
ينفقونها فى سبيل الله فبشرهم بعذاب اليم ﴿٣٤﴾ يوم
يحمى عليها فى نار جهنم فتكوى بها جباههم و
جنوبهم وظهورهم هذا ما كنزتم لانفسكم
فذوقوا ما كنتم تكنزون ﴿٣٥﴾ ان عدة الشهور عند
الله اثنا عشر شهرا فى كتب الله يوم خلق السموت

حالانکہ اُن کو صرف اسی قدر حکم تھا کہ وہ محض خدائے واحد کی عبادت کریں اس کے سوا
کوئی معبود ہے ہی نہیں پاک ہے اللہ اُن چیزوں سے جنہیں لوگ اس کے ساتھ شریک کرتے ہیں ○ یہ
لوگ چاہتے ہیں کہ اپنے منہ کی پھونکوں سے اللہ کا نور بجھا دیں اور اللہ ایسا نہیں چاہتا مگر یہ کہ وہ اپنے نور کو
مکمل کرے اگرچہ منکرانِ دین اس بات کو ناپسند ہی کریں ○ لوگو اللہ وہ ذات ہے جس نے اپنے
رسول کو سامانِ ہدایت اور دینِ حق دے کر بھیجا ہے تاکہ اسے تمام ادیان پر غالب کر دے اگرچہ مشرک لوگ اس بات کو ناپسند ہی کیوں نہ کریں ○
اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو، بہت سے علماء اور گوشہ نشین صوفی لوگوں
کا مال ناجائز طریق سے کھاتے ہیں اور اُن کو اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور
وہ لوگ جو سونے اور چاندی کے خزانے جمع کرتے ہیں اور اُن کو اللہ کی راہ میں
خرچ نہیں کرتے (اے نبی) ان کو دردناک عذاب کی اطلاع کر دے ○ جس روز
ان خزانوں کو جہنم کی آگ میں رکھ کر گرم کیا جائیگا پھر انکے ماتھے اور کروٹیں اور پیٹھیں
اُن سے داغ دی جائیں گی (تو کہا جائیگا کہ) یہ ہے وہ جو کچھ کہ تم نے اپنے لئے جمع کیا تھا
پس جو کچھ جمع کیا کرتے تھے اس کا مزہ چکھو ○ اللہ کی کتاب میں اس دن سے کہ جب اس نے
آسمان اور زمین پیدا کئے تھے مہینوں کی گنتی اس کے ہاں بارہ مہینے (چلی آتی) ہے

میں مبتلا کر دیا ہے۔ کہ اُن کے سب اعتقادات باطل و بیہودہ ہو گئے ہیں ان سے پہلے بھی گمراہ قومیں ایسی ہی لغو باتیں کیا کرتی تھیں۔ یہ لوگ محض ان کی ریس کرتے ہیں اور اسی وجہ سے تباہ و برباد ہو چکے ہیں۔ تو یہ ان کے اعتقادات تھے۔ اب لوگ ان کے اعمال دیکھو کہ اعمال خود تیسیہ سے مذہبی سلطنت لوٹے پڑتے ہیں۔ اور جو کچھ ان کے علماء اور صوفیاء کہہ دیں اسکو حکم الٰہی سے بڑھ کر مانتے ہیں انہوں نے گویا علماء اور حضرت عیسیٰ کو خدا بنا رکھا ہے۔ حالانکہ صاف لفظوں میں ان کو حکم دیا گیا تھا کہ سوائے خدائے یگانہ کے کسی کی عبادت نہ کرو۔ وہی معبود حقیقی ہے۔ اور ہر قسم کے شرک سے پاک علماء کی قدر و تعظیم بیشک ان لوگوں پر ضروری تھی۔ مگر محض اسوقت تک جب تک وہ احکام الٰہی کو صحیح طور پر ان تک پہنچاتے۔ اب جبکہ انہوں نے اپنے منصب کا غلط استعمال شروع کر دیا اور فرعونیت اختیار کر لی عوام کو چاہیئے تھا کہ ان کی اطاعت چھوڑ دیتے۔ مگر انہوں نے ان علماء کی اندھا دھند اطاعت کی اور انکی ایسی ہی تعظیم کی جیسی خدا کے احکام یا اس کے پیغمبروں کی کرنی چاہیئے تھی۔ یہی لوگ تھے جو تباہ و برباد ہو گئے۔
ہمارے سلف صالحین میں سے سفیان بن عیینہ کہتے ہیں کہ ہمارے علماء میں سے جو کوئی بگڑ گیا۔ وہ یہودی علماء کی مانند ہو گیا۔ اور ہمارے صوفیوں میں سے جو کوئی بگڑا تو عیسائی علماء کی مانند ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ علماء اپنے قابلِ نفرت طریقوں اور کاموں سے عوام کو دھوکہ دینا اور رسوا و ضعیف کرنا چاہتے ہیں۔ اور مذہبی تعلیمات کے نور ایمان اور حق پرستی کو سرے سے ہی مٹا دیں مگر یہ ایسا ہرگز نہیں ہونے دے گا۔ ہاں یہ لوگ جس قدر زور لگانا چاہیں لگا دیکھیں اس نے اپنے رسول محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا ہے کہ وہ دنیا کو از سرِ نو توحید کا سبق پڑھائیں اور دینِ حق کو ادیانِ باطلہ پر غالب کریں۔ مسلمانو! یاد رکھو کہ یہود و نصاریٰ کے علماء میں اکثر مختلف طریقوں سے لوگوں کا روپیہ پیسہ سمیٹنے کی فکر میں رہتے اور خزانے جمع کرتے ہیں انہیں نہ تو ہر دو قارب کی امداد، جہاد فی سبیل اللہ اور رفاہ عام کے کاموں میں نہیں صرف کرتے۔ بلکہ زمین میں گاڑتے اور خزانے جمع کرتے ہیں۔ یاد رکھو ان لوگوں کو سخت عذاب دیا جانے والا ہے۔ اگر تمہارے علماء بھی ان کے نقشِ قدم پر چلیں گے۔ تو یقیناً وہ بھی اسی سلوک کے مستحق سمجھے جائیں گے۔ مسلمانو! دیکھو جہاد کا حکم ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ ہی رہے گا۔ ذوالقعدہ ذی الحجہ۔ محرم اور رجب کے مہینے حرمت کے ہیں۔ ان مہینوں میں لڑائی نہ ہونی چاہیئے۔ ہاں اگر مشرک و بت پرست بے صبری اور جنگ کریں تو پھر جیسے وہ تم سے لڑتے ہیں تم بھی اُن سے لڑو۔ اور ہرگز کوئی لحاظ نہ کرو۔ دیکھو کہ مشرکین عرب بھی ان مہینوں کی حرمت کے قائل ہیں۔ مگر اپنی خواہشات کے مطابق جب چاہتے ہیں ان کو آگے پیچھے کر لیتے ہیں۔ اس طرح وہ خدا کی حرام چیز کو حلال اور حلال کو حرام قرار دیتے ہیں اور اس سے بڑھ کر کوئی برائی نہیں تم اس قسم کے حیلوں بہانوں اور فلسفیانہ موشگافیوں میں ہرگز نہ پڑنا تم اپنے اعمال کی جانچ کیلئے قرآن کریم کے احکام کو کسوٹی بناؤ۔ ورنہ یوں تو ہر شخص کو اپنے اعمال ہی سونا ہو کر دکھائی دیتے ہیں۔ درحقیقت صرف انہی اعمال کی ہے جو خدا کے ہاں بھی مقبول ہوں۔

وَالْاَرْضَ مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ فَلَا
تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً كَمَا
يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿٣٦﴾ اِنَّمَا
النَّسِيْٓءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ يُضَلُّ بِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُحِلُّوْنَهٗ
عَامًا وَّيُحَرِّمُوْنَهٗ عَامًا لِّيُوَاطِـُٔوْا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ
فَيُحِلُّوْا مَا حَرَّمَ اللّٰهُ زُيِّنَ لَهُمْ سُوْٓءُ اَعْمَالِهِمْ وَاللّٰهُ
لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٣٧﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ ع
اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى
الْاَرْضِ اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ فَمَا مَتَاعُ
الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ ﴿٣٨﴾ اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ
عَذَابًا اَلِيْمًا وَّيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوْهُ شَيْـًٔا
وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿٣٩﴾ اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ
اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ

ان میں سے چار مہینے ادب و حرمت والے ہیں یہی پختہ دین ہے ان مہینوں میں اپنے اوپر
ظلم نہ کرو اور مشرکوں سے ہر حال میں لڑائی کرو جس طرح کہ وہ تم سے ہر حال میں لڑائی
کرتے ہیں اور اس بات کو خوب یاد رکھو اللہ ان کے ساتھ ہے جو نافرمانی سے بچتے رہتے ہیں○ یاد رکھو
بیشک (کفار کا مہینوں کو آگے پیچھے کرنا) (اپنے) کفر میں (اور) اضافہ کرنا ہے کفار اس کے ذریعہ سے گمراہ ہوتے
رہتے ہیں وہ کسی سال اس مہینے کو حلال سمجھ لیتے ہیں اور کسی سال حرام تاکہ ان مہینوں کی گنتی پوری کر
لیں جو اللہ نے حرام کئے ہیں پس وہ (اس طرح) اس چیز کو حلال کر لیتے ہیں جسے اللہ نے حرام قرار دیا ہے ان کی
بدکرداریاں انہیں بھلی معلوم ہوتی ہیں اور اللہ کافروں کو ہدایت نہیں دیا کرتا○ ۱۶۳ اے ایمان والو
تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ جب تمہیں کہا جاتا ہے کہ اللہ کی راہ میں کوچ کرو تو تم زمین
پر گرے جاتے ہو کیا تم آخرت کے مقابلے میں دنیاوی زندگی پر خوش ہو گئے ہو یاد رکھو دنیاوی زندگی
کا مال و متاع آخرت کے مقابلہ میں بہت ہی حقیر ہے○ اگر تم نے کوچ نہ کیا تو اللہ تمہیں
دردناک سزا دیگا اور تمہاری جگہ کسی دوسری قوم کو لے آئیگا اور تم اس کا کچھ بھی نہ بگاڑ
سکو گے اور اللہ ہر بات پر قدرت رکھتا ہے○ اگر تم نے اس رسول کی مدد نہ کی تو یاد رکھو
اللہ پہلے بھی اس کی مدد کر چکا ہے جبکہ کافروں نے اسے نکال دیا تھا تو دو میں دوسرے نے جبکہ وہ غار میں تھے

ف۱۶۳ اس رکوع میں بتایا ہے کہ جہاد سے کوئی شخص مستثنیٰ نہیں ہے اور ان آیات مبارکہ کا ایک خاص واقعہ سے تعلق ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ فتح کر چکے تھے۔ مشرکوں کا زور ختم ہو چکا تھا۔ یہود و نصاریٰ کو ملک عرب سے نکالا جا رہا تھا۔ کہ روم کے عیسائیوں کو مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی قوت خوف زدہ کر رہی تھی اور انہوں نے اپنے قیصر کے ماتحت چالیس ہزار نبرد آزما رومی سپاہ کا لشکر جرار جمع کیا اور مسلمانوں کے مرکز یعنی مدینہ پاک پر حملہ کرنے اور مسلمانوں کی جمعیت کو منتشر کرنے کی کوششیں ہونے لگیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس امر کی خبر پہنچی۔ آپ نے صحابہ سے فرمایا کہ تم نے جس شجر اسلام کو اپنے خون سے سینچا ہے۔ اسے قیصر روم جڑ سے اکھاڑ پھینکنا چاہتا ہے مجھو اپنے قومی اجتماع کو منتشر ہونے دو یا دشمن کو موقع نہ دو کہ یہاں تک آئے۔ تم خود ارض روم کی طرف چڑھائی کر دو۔ اور وہیں دشمن کا مقابلہ کرو۔ ایک دنیا قیصر کے نام سے لرزاں تھی۔ کسی کو اس کے مقابلہ کی تاب نہ تھی مسلمان بھی گھبرائے اور بعض نے جہاد پر نکلنے سے بچ جانے کے لئے حیلے بہانے تراشنے شروع کئے کسی نے ضعف اور بڑھاپے کا عذر پیش کیا۔ کوئی گرمی کی شدت سے ڈرنے لگا کسی نے کہا۔ میرے پاس سامان حرب نہیں الحاصل بعض لوگوں نے چاہا کہ جس طرح ہو وہاں جانے سے بچ جائیں کیونکہ قیصر کا مقابلہ کوئی آسان کام نہیں اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ اور کہا گیا۔ کہ مسلمانو! تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ لڑائی کا نام سن کر زمین کے پیوند کیوں ہوئے جاتے ہو۔ تمہیں اپنے عزیز و اقارب اپنا مال و منال اور اپنی جانیں جہاد فی سبیل اللہ سے کیوں محبوب تر ہیں؟ یاد رکھو! آخرت کے انعامات اور احکام خداوندی کی فرمانبرداری کے مقابلہ میں یہ چیزیں کوئی حیثیت نہیں رکھتیں اگر تم نے تلوار کو چھوڑ دیا۔ دشمن کے مقابلہ سے گریز کیا۔ جہاد کرنے سے جی چرایا تو یاد رکھو تمہاری قومیت پاش پاش ہو جائے گی۔ اور کوئی ایسی قوم جو تلوار کی دھنی ہو گی۔ اور لڑائی سے نہیں گھبرائے گی۔ تمہاری جگہ لا کر کھڑی کر دی جائیگی۔ اور تم ان کے ماتحت ذلیل و رسوا زندگی بسر کرو گے پھر تم ان کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکو گے۔ اگر تم نے اسلام کی مدد کرنے اور رسول کا حکم ماننے سے انکار کر دیا۔ تو یہ نہ سمجھو کہ اسلام مٹ جائیگا اور رسول اپنے فرائض کی ادائیگی میں ناکام رہے گا نہیں نہیں اسلام مٹ نہیں سکتا، رسول ناکام نہیں رہ سکتا ہاں تم لوگوں کو جنہوں نے اسلام اور پیغمبر اسلام سے غداری کی ہے تم کو جنہوں نے اسلام کی خاطر جانیں ہتھیلی پر نہیں رکھیں تم کو جنہوں نے اپنی جان کو عزیز سمجھا۔ تم کو جنہوں نے دنیاوی مصلحتوں اور ذاتی تعلقات کو اسلام کے مفاد پر ترجیح دی۔ ذلیل و رسوا کر دیا جائے گا۔ دنیا اور آخرت دونوں میں تمہیں سخت سزائیں دی جاویں گی مسلمانو غور کرو

يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ
سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ
كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى ؕ وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا ؕ
وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿٤٠﴾ اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا
بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ
اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿٤١﴾ لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيْبًا وَّسَفَرًا
قَاصِدًا لَّاتَّبَعُوْكَ وَلٰكِنْۢ بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ ؕ
وَسَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ ۚ
يُهْلِكُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۚ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿٤٢﴾ ع
عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ۚ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ
صَدَقُوْا وَتَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿٤٣﴾ لَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ
يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ
وَاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ ﴿٤٤﴾ اِنَّمَا يَسْتَاْذِنُكَ

اپنے ساتھی سے کہا کہ غم نہ کر اللہ ہمارے ساتھ ہے پس اللہ نے اپنی طرف سے اس پر
طمانیت قلب نازل کی اور ایسے لشکروں سے اسکی مدد کی جنہیں تم دیکھ ہی نہیں سکتے اور
کافروں کو نیچا دکھایا اور (در حقیقت)، اللہ ہی کا بول بالا ہے۔ اور وہ غالب اور
حکمت والا ہے ○ تم (خواہ) بے ہتھیار ہو خواہ مسلح (لڑائی کے لئے) کوچ کرو
اور اپنے مال و دولت اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرو تمہارے لئے یہی
بات بہتر ہے اگر تمہیں (حیات قومی کا) علم ہے ○ اگر آسانی سے ہاتھ آجانیوالی غنیمت ہوتی یا آسان
سا سفر ہوتا (اے پیغمبر اسلام) یہ لوگ تیرے ساتھ ہو لیتے لیکن انہوں نے مسافت کو دور
خیال کیا اور ابھی اللہ کی قسمیں کھانے لگے کہ اگر ہمیں طاقت ہوتی تو تمہارے ساتھ ضرور
جاتے (سنو) یہ لوگ خود ہی اپنے آپکو ہلاکت میں ڈال رہے ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ وہ یقیناً جھوٹے ہیں ○
۱۶۳ اللہ نے تجھے معاف کر دیا ہے (لیکن) تو نے انکو کیوں اجازت دیدی جبتک کہ تجھے ظاہر نہ ہو گیا
تھا کہ کون لوگ سچے ہیں اور جبتک تو نے جھوٹوں کو معلوم نہ کر لیا تھا ○ جو لوگ اللہ اور روز آخرت پر
ایمان رکھتے ہیں تجھ سے اس بات کی اجازت طلب ہی نہ کریں گے کہ آیا وہ اپنے جان و مال کیساتھ
جہاد کریں (یا نہیں) اور اللہ کو بھی متقی لوگوں کا خوب علم ہے ○ اجازت تو وہی لوگ طلب کرتے ہیں

قلت تعداد سے کیوں گھبراتے ہو۔ غربت و ناداری سے کیوں خائف ہو۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جب تمام عرب ہمارے رسول کا دشمن ہو گیا تھا۔ اور اس کے قتل کرنے کے درپے تھا۔ تو وہ صرف ایک مرد مومن ابوبکرؓ کی ہمراہی میں مکہ سے چل کر ایک غار میں جا چھپا۔ دشمن وہاں پہنچا اور قریب تھا کہ پکڑ لیتا مگر اس منظر کو دیکھ کر ابوبکرؓ گھبرائے مگر ہم نے اُن کو تسلی دی۔ رسول کا حوصلہ بڑھایا۔ اس نے کہا ابوبکر ڈرتے کیوں ہو خدا ہمارے ساتھ ہے۔ چنانچہ ہم نے غیبی لشکروں سے اپنے رسول کی مدد کی اور دشمن کی تمام کوششوں پر پانی پھر گیا۔ خدا کا نام بلند ہو کر رہا۔ مسلمانو اب بھی اسی طرح تمہاری مدد کو غیبی لشکر آئیں گے اور تمہیں وہی کامیابی حاصل ہوگی بشرطیکہ تم لڑنے مرنے اور جہاد کرنے کی خاطر میدان جنگ میں نکل آؤ۔ اور جب جہاد انجہاد کا نعرہ بلند ہو تو تم سب بلا پس و پیش کمر کس کر کھڑے ہو جاؤ خواہ تمہارے پاس سلاح جنگ تھوڑا یا نہ ہو۔ جو کچھ مال و دولت موجود ہو قربان کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ یہ بات نہ دیکھو کہ سفر قریب کا ہے یا بعید کا بس گھروں سے نکل کھڑے ہو اور جدھر کو امیر قوم چلاتے ہیں چلے چلو۔ جو لوگ حیلے بہانے تلاش کرتے ہیں وہ خود ہلاکت میں پڑتے اور قوم کو ہلاکت میں ڈالتے ہیں۔

۱۶۳ تبوک سے مسلمان بخیر و خوبی واپس آئے جنگ واقع نہ ہوئی۔ اگرچہ مسلمانوں کو سفر کی کلفت برداشت کرنی پڑی مگر مخالفین پر اسلام کی دھاک بندھ گئی اب وہ لوگ جنہوں نے حیلے بہانے تراشے تھے اور وہ جنگ میں شریک نہیں ہوئے تھے آئے اور اپنی مجبوریاں جتانے لگے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ فاتح ہوئے تھے بڑی دریا دلی سے انکی معذرتیں کو منظور فرما لیا۔ درگذر کی اور کوئی مواخذہ نہ کیا۔ اس بات پر یہ آیات مبارکہ نازل ہوئیں۔ کہ اے نبی! ان غداران قوم کو معاف کرنے کے کیا معنی! ان کو معاف کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ مجاہدین کو جہاد سے روکنا جب لوگ دیکھیں گے کہ جہاد نہ کرنے والے بھی انہی حقوق و رعایت کو پاتے ہیں جو مجاہدین کو حاصل ہیں تو پھر کون جہاد کی مشقت مال بچہ کی فرقت اور مال و دولت کا صرف کرنا برداشت کرنے لگا چاہیئے کہ جہاد سے کوئی شخص مستثنیٰ قرار نہ دیا جائے۔ خواہ وہ بوڑھا ہو۔ خواہ ضعیف خواہ وہ نادار ہو۔ خواہ امیر۔ ہر شخص صف جہاد میں مسلمانوں کے ساتھ شامل ہو کر لڑے۔ تو نے ان کو معاف کر دیا اچھا کیا مگر تجھے یہ دریا دلی معاف کی جاتی ہے۔ یاد رکھو کہ جن لوگوں کے دلوں میں اسلام کی تڑپ ہے جن کے دل نور ایمان سے معمور ہیں وہ تو نعرہ جہاد سن کر سیدھے پرچم اسلام کے نیچے پہنچ جاتے ہیں۔ مگر جو مذبذب اور ضعیف الایمان ہوتے ہیں وہ آتے اور اجازتیں طلب کرتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے حضور میں بیمار ہوں بال بچے بھی بیمار پڑے ہیں سخت تکلیف ہے مگر جہاد کی سعادت سے محروم نہیں رہنا چاہتا کیا مجھے شریک جہاد ہونے کی اجازت ہے؟ کوئی کہتا ہے اور کہتا ہے کہ یا رسول اللہ

الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَارْتَابَتْ قُلُوْبُهُمْ
فَهُمْ فِيْ رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُوْنَ ﴿٤٥﴾ وَلَوْ اَرَادُوا الْخُرُوْجَ
لَاَعَدُّوْا لَهٗ عُدَّةً وَّلٰكِنْ كَرِهَ اللّٰهُ انْۢبِعَاثَهُمْ فَثَبَّطَهُمْ
وَقِيْلَ اقْعُدُوْا مَعَ الْقٰعِدِيْنَ ﴿٤٦﴾ لَوْ خَرَجُوْا فِيْكُمْ
مَّا زَادُوْكُمْ اِلَّا خَبَالًا وَّلَاَاوْضَعُوْا خِلٰلَكُمْ
يَبْغُوْنَكُمُ الْفِتْنَةَ ۚ وَفِيْكُمْ سَمّٰعُوْنَ لَهُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ
بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿٤٧﴾ لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ وَقَلَّبُوْا
لَكَ الْاُمُوْرَ حَتّٰى جَآءَ الْحَقُّ وَظَهَرَ اَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ
كٰرِهُوْنَ ﴿٤٨﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّيْ وَلَا تَفْتِنِّيْ ؕ
اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا ؕ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ﴿٤٩﴾
اِنْ تُصِبْكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۚ وَاِنْ تُصِبْكَ مُصِيْبَةٌ
يَّقُوْلُوْا قَدْ اَخَذْنَاۤ اَمْرَنَا مِنْ قَبْلُ وَيَتَوَلَّوْا وَّهُمْ
فَرِحُوْنَ ﴿٥٠﴾ قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَاۤ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا ۚ

اسلامی زندگی

(گذشتہ سے پیوستہ)

(از جناب مولینا کوکب جوالا پوری)

دربار کا ایک فرعونی، دیندار، موسیٰؑ کی نبوت کا قائل، خدائے واحد کا پرستار، مگر پوشیدہ اور مخفی طور پر، وہ بولا :- "رب موسیٰؑ کے معجزے دیکھئے، موسیٰؑ کی دعاؤں کا اثر دیکھا، وہ خالق کائنات کو اپنا رب کہتا ہے، یہی اُسکا تصور، اور اسی پر تم آمادہ قتل، جھوٹا ہے تو اُس کا وبال اس پر پڑے گا، نہیں تو جو کچھ کہتا ہے ہوکر رہے گا، بلا نازل ہوگی اور ضرور، ——— بھائیو! آج تمہاری حکومت، ملک میں تمہارا بول بالا، خدا نہ کرے عذاب آئے، آ نازل ہُوا تو کون ہے؟ جو ہماری مدد کو کھڑا ہوجائیگا"۔

فرعون نے کہا :- "میں درست اور سیدھے راستے پر ہوں، اسی پر تمہیں لے جاتا ہوں"۔

مومن بولا :- "اگلی اُمتوں پر عذاب آیا۔ نوح، عاد، ثمود کی قوموں کا کیا حشر ہُوا، اور بعد کی قومیں کس کس عذاب میں مبتلا ہوئیں۔ اللہ ظالم نہیں، وہ چاہتا ہی نہیں کہ ظلم ہو اور اپنے بندوں پر، اندیشہ اور سخت اندیشہ، اسی قسم کے روز بد کا اندیشہ، قیامت کے دن کا اندیشہ، اس دن کا کہ بھاگو گے اور بچانیوالا کوئی نہ ہوگا، جسے خدا بھٹکائے اُسے کون راہ بتائے، یوسفؑ آئے، دلائل اور معجزات لیکر، تم اس وقت بھی شک میں پڑے رہے، ان کا وصال ہُوا، تم کہنے لگے۔ گیا، معاملہ ختم، اور نبوت کا دروازہ بند، اب خدا کسی کو نہ بھیجیگا۔ شکی اسی طرح گمراہ ہوتے ہیں۔ اور حد اعتدال سے گزرنیوالے اسی طرح بھٹکتے ہیں۔ کَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اللہ کو بھی ناگوار اور اللہ والو کو بھی، كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ مغرور اور سرکش دل پر اللہ اسی طرح مہر لگا دیتا ہے"۔

فرعون ہامان کی طرف متوجہ ہُوا اور کہا "ہامان! ایک بُرج تو بنواؤ، اونچا بُرج، بہت اونچا، اتنا کہ اس پر چڑھوں تو آسمان کے راستوں پر پہنچ جاؤں، وہاں سے موسیٰؑ کے خدا تک جا پہنچوں، اور وہ ہے کہاں؟ اِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ كَاذِبًا۔ میں تو اسے جھوٹا سمجھتا ہوں"۔

مردِ مومن نے ایک تقریر کی، مختصر، جامع اور مانع :- "لوگو! میرے کہے پر چلو، سیدھی راہ دکھاؤں گا اور سیدھی

باتیں بتاؤں گا، سُن لو! یہ دنیا اور دُنیا کی یہ زندگی، چند روزہ، اور بہت تھوڑے فائدے کی، آخرت، رہنے بسنے کا گھر، ہمیشہ ہمیشہ کیلئے، بُرائی کا بدلہ بُرا، بھلائی کا بھلا، مرد ہوں یا عورت، ہوں مومن، اُن کے لئے بہشت اور بہشت کی بیشمار نعمتیں، اور لوگو! یہ کیا ؟ میں تمہیں بلاتا ہوں راہ نجات کی طرف، تم مجھے لیجاتے ہو دوزخ کی جانب، تم مجھے اس لئے بُلاتے ہو نا ؟ کہ خدا کیساتھ کفر کروں اور شرک، وہ بھی بے دلیل اور بے سند، میں تمہیں اس خدا کی طرف بلاتا ہوں جو قوت والا ہے، قدرت والا، اور گناہوں کو بخشنے والا، اور تم مجھے دعوت دیتے ہو، کس کے لئے ؟ جو پکارے جانے کے لائق ہی نہیں، نہ دنیا میں نہ آخرت میں، معلوم ہے ؟ ـــــ دنیا میں آئیے، چند روز رہے اور چلے گئے، مگر کہاں ؟ اُسی خدا کے پاس جو موسےٰ کا خدا ہے، ہارونؑ کا خدا ہے، بنی اسرائیل کا خدا ہے، ہمارا اور تمہارا خدا ہے، خدائے خلاّق، خلاقِ جہاں اور خلاّق جہانیاں، دیکھو! حد سے گزرنیوالے جہنمی اور دوزخ کے کُندے ـــــ نہ مانو! مگر یاد کروگے اور عنقریب، میں اپنا معاملہ سپرد خدا کرتا ہوں، بے شک وشبہ اپنے بندوں کا نگران حال ہے"۔

یہ کہا اور دربار سے نکل گیا، گرفتاری کا حکم ہوا، ہاتھ نہ آیا، ناکامیاں، اور پے درپے، فرعون آتش زیر پا، غریب آسیہ پر غصہ، طرح طرح کے عذاب، دردناک سزائیں، عورت ذات، مگر ایمان کی پکی، ثابت قدم، مستقل مزاج، مظالم کی انتہا، حالت ناقابلِ برداشت، مجبوراً زبان پر یہ دُعا:۔

رَبِّ ابْنِ لِي عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ	"پروردگار! اپنے پاس جنت میں میرا گھر بنا،
وَنَجِّنِي مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهِ وَنَجِّنِي	فرعون اور اُس کی کرتوتوں سے نجات دے
مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝	ظالموں سے رہائی بخش"۔

دُعا قبول، جنت دکھائی گئی، جنت کا گھر دکھایا گیا، خواب میں، یا بیداری میں، دل میں جذبہ، رُوح کو شوق پرواز قفس عنصری سے نکلی، اُڑی اور ملاءِ اعلیٰ کے قدوسیوں میں جا ملی۔

موسیٰؑ پھر گئے، سمجھایا، آنیوالے عذاب سے ڈرایا، فرعون نے کہا:۔

"اچھا مرد مرد چلے جائیں، جا کر قربانیاں کریں، اور سب کچھ یہیں رہے"۔

"فرمایا:۔ نہیں، سب کچھ لے جانا ہوگا، حکم خدا یونہی ہے"۔

فرعون کو غصہ آیا، دھکے دے کر موسیٰؑ اور ہارون کو نکلوا دیا، موسیٰؑ دربار سے باہر آئے، عصا بلند کیا، آندھی آئی، زور شور کی آندھی۔ پُروا ہوا کے تند و تیز جھونکے، تمام دن اور تمام رات، صبح ہوئی تو ٹڈیوں کا دل، آسمان کے نیچے ٹڈی دل

کا ایک نیا سامان، اُتریں اور زمین پر چھاگئیں، مملکت مصر میں سبزی کا نشان نہ چھوڑا، گھاس سے میدان خالی، پتّوں سے درخت ننگے اور کھیتی باڑی صفاچٹ۔ فرعون گھبرایا، جلدی سے موسیٰ اور ہارونؑ کو بلایا اور کہا:۔

"موسیٰؑ تمہارا بھی گنہگار، تمہارے خدا کا بھی، اب میں نے نیت کرلی ہے، پکّی نیت، خدا پر ایمان اور تمہارا تابعِ فرمان، اپنے خدا سے میرا قصور معاف کرا دو، خطائیں بخشوا دو، اور دعا کرو کہ اس بلا سے نجات دے"۔

موسیٰؑ نے دُعا کی، قبول ہوئی، ٹڈیاں زمین سے اٹھیں، اُڑیں اور جدھر کو ایا ر غیبی ہوا چلی گئیں۔

فرعون پھر اپنی حالت پر، جبر و تشدد، زور و ظلم، بنی اسرائیل کو ستانا، ان کی اولاد نرینہ کو قتل کرنا، ——— خدا نے موسیٰؑ سے فرمایا "آسمان کی طرف ہاتھ اٹھاؤ"۔

موسیٰؑ نے ہاتھ بلند کئے، تاریکیوں کی ایک گھٹا، جھومتی ہوئی آئی اور زمینِ مصر پر چھاگئی، فضا تاریک اور اندھیرا گھپ، نہ ہاتھ کو ہاتھ سوجھائی دے، نہ ایک کو دوسرا دکھائی دے، تین روز تک یہی عالم، فرعون موسیٰؑ اور ہارونؑ کے بلانے پر مجبور، بلایا اور کہا:۔

"اچھا موسیٰؑ! یوں کرو، مرد عورت، بچے بوڑھے، سب جاؤ، مویشیوں کے گلے، اونٹوں کی قطار اور بکریوں کے ریوڑ کو یہیں چھوڑ جاؤ"۔

فرمایا "ایک جانور بھی نہ چھوڑا جائیگا"۔

فرعون چراغ پا، زبانِ طیش سے کہا:۔

"جا میرے سامنے سے چلا جا اب کبھی مجھے منہ نہ دکھانا ورنہ مارا جائے گا"۔

فرمایا "بہت خوب، اب میں بھی آپ کا منہ کبھی نہ دیکھوں گا"۔

ادھر سے معجزے، قدرت کی کھلی نشانیاں، واضح دلائل، ادھر سے سرکشی، سرتابی، بدعہدی اور عدول حکمی، پے در پے اور یکے بعد دیگرے، خدا کی جانب سے گرفت اور تنبیہات:۔

وَلَقَدْ اَخَذْنَا اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِيْنَ	ہمنے فرعون کے لوگوں کو برسوں کی خشک سالیوں اور
وَنَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ۝	کمی پیداوار کے عذاب میں مبتلا کیا تاکہ وہ لوگ متنبہ ہوں۔

اس پر کیا عادت رہی:۔

فَاِذَا جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖ ۚ	کوئی فائدہ پہنچتا تو کہتے ہمارا حق ہے مصیبت
وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوْا بِمُوْسٰى	آتی۔ تو موسیٰؑ اور ان کے ساتھیوں کی

وَمَنْ مَّعَهٗ ؕ نحوست سمجھتے ۔

اَلَآ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۔ سن لو! ان کی نحوست تو خدا کے ہاں ان کی تقدیر میں لکھی جا چکی تھی لیکن ان میں کے بہت سے اس حقیقت کو جانتے نہیں ۔

قدرت کی نشانیاں اور نبوت کے معجزے دیکھتے، اور ہر مرتبہ یہی کہتے :۔

مَهْمَا تَاْتِنَا بِهٖ مِنْ اٰيَةٍ لِّتَسْحَرَنَا بِهَا ۙ فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ۔ کوئی سی نشانی لاؤ، جادو چلاؤ، ہم ایمان لانیوالے ہیں نہیں ۔

ہر معجزے پر انکار، انکار پر اصرار۔ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ تب ہم نے ان پر طوفان بھیجا، ٹڈیوں کا لشکر، جوؤں کی کثرت، مینڈکوں کی بہتات، پانی کا خون، ان میں سے ہر ایک جدا جدا نشانی۔ الگ الگ معجزے، فَاسْتَكْبَرُوْا، وہ پھر بھی اکڑے کے اکڑے رہے، وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ۔ اور نافرمانی تو ان کا شیوہ تھا، ـــــــــ ہر معجزے کے انکار پر آسمانی بلا کا نزول یا کسی آفتِ ارضی کا خروج، وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوْا يٰمُوْسَى ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ لَئِنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۔ ان پر کوئی عذاب آتا، موسیٰ سے کہتے، ہمارے حق میں دعا کرو، اور اپنے پروردگار سے التجا۔ یہ عذاب ٹال دیا تو ایمان لائیں گے، بنی اسرائیل کو جانے دیں گے۔ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ اِلٰٓى اَجَلٍ هُمْ بٰلِغُوْهُ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ ۔ ہم عذاب کو ٹال دیتے، وہ عہد توڑ بیٹھتے۔

فرعون اور فرعونیوں کی عہد شکنیاں، وعدہ خلافیاں، پے درپے اور لگاتار۔ اس پر فرعون کی سرتابی، پیغمبروں پر خفگی اور دھتکار۔ موسیٰ اور ہارونؑ پر مایوسی کا عالم، دونوں ملول اور کبیدہ خاطر مکان آئے اور دست بدعا۔

رَبَّنَآ اِنَّكَ اٰتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَاَهٗ زِيْنَةً وَّاَمْوَالًا فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ رَبَّنَا لِيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِكَ ۚ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓى اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ۔ پروردگار! تو نے دولت دی اور شان وشوکت، فرعون کو اور فرعون کے سرداروں کو، پروردگار! کیا اس لئے کہ لوگوں کو بہکائیں، اور تیری راہ سے بھٹکائیں [illegible] پروردگار [illegible] ان کے مال ودولت کو مٹا دے، ان کے دلوں کو سخت کر دے، تا کہ دردناک عذاب دیکھے بغیر ایمان [illegible] ہی نہیں ۔

ارشاد ہوا ۔ [illegible] دعوت نکلتا [illegible]

تمہاری دعا قبول [illegible] ـــــ مگر دیکھو! ۔

فَاسْتَقِیْمَا "ثابت قدم رہنا" اور وَلَا تَتَّبِعٰنِّ سَبِیْلَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ "ان جاہلوں کے رستے نہ چلنا"۔ ——— فرعون نے معجزے دیکھے، کئی معجزے، یکے بعد دیگرے، پھر بھی ایمان نہ لایا ——— نہ لائے، میں بھی ان پر ایسا عذاب نازل کرتا ہوں کہ کلیجہ تھام کر رہ جائیں۔ اور خود تمہیں یہاں سے جانے کو کہیں، سنو! مرد ہو یا عورت ہر ایک اپنے ہمسایہ قبطی سے چاندی سونے کے زیور مانگے اور برتن بھی، میں تمہیں ان کی نگاہوں میں عزیز کر دوں گا، تم مانگو گے، وہ عاریتہً دے ڈالیں گے، پھر کیا کرو؟ ——— ماہ رواں کی دس تاریخ آئے تو گھروں کو قبلہ بناؤ، وہیں نماز پڑھو اور ایمان والوں کو یہ مژدہ سنا دو۔ کہ تمہاری نجات کا وقت اب قریب ہے:-

وَاَوْحَیْنَآ اِلٰی مُوْسٰی وَاَخِیْهِ اَنْ	ہم نے موسیٰ اور اسکے بھائی کو وحی کی کہ مصر میں اپنے رہنے
تَبَوَّاٰ لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُیُوْتًا وَّاجْعَلُوْا بُیُوْتَكُمْ	کیلئے گھر بنا لو! انہی گھروں کو مسجدیں قرار دو، وہیں نماز
قِبْلَةً وَّ اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَبَشِّرِ	پڑھو۔ اور ایمان والوں کو خوشخبری سنا دو۔ کہ اب تمہاری
الْمُؤْمِنِیْنَ ٥	نجات کا وقت قریب ہے۔

ہر گھر میں ایک بکرا رکھ چھوڑو، بکرا ہو بے نقص اور بے عیب، چودھویں کی شام آئے، خدا کا نام لو، بکرے کو ذبح کرو، بھونو! اور کھاؤ! ——— یہی تمہاری عبادت ہے اور یہی عید فسح، ——— بکرے کے خون سے اپنے اپنے دروازے پر نشان کر دو، رات ہوگی، فرشتہ آئیگا، جس گھر پر عید فسح کا نشان نہ ہوگا، اس کا پہلوٹھا بچہ مار ڈالیگا انسان کا ہو یا حیوان کا۔

موسیٰ، ہارون اور اسرائیلیوں نے حکم خدا کی تعمیل کی، عید فسح منائی گئی، گھروں کے دروازے خون سے نشان دار کر دئے گئے، آدھی رات کا وقت ہوا، ملک الموت آیا۔ جس گھر پر نشان نہ پایا اس کے پہلوٹھے کی جان قبض، امیر گھرانہ ہو یا غریب، انسان کا بچہ ہو یا حیوان کا ——— گھر گھر ماتم اور سارے مصر میں کہرام، نہ کبھی ایسا ہوا نہ ہوگا، قبطی آئے، فرعون کو مجبور کیا، اور کہا:-

"تباہ ہو گئے اور برباد۔ خدائی کا واسطہ، موسیٰ اور اس کی قوم کو یہاں سے نکال دیجئے"۔

فرعون نے موسیٰ اور ہارون کو بلایا، اور اسی رات کو بلایا، کہا:-

"جاؤ! یہاں سے نکل جاؤ، بنی اسرائیل کو بھی لے جاؤ۔ مویشیوں کے گلّے، بکریوں کے ریوڑ، اونٹوں کی قطار سب کو لیجاؤ، اور جتنی جلدی ہو سکے یہاں سے چلے جاؤ، جاؤ! قربانیاں کرو، اور میرے لئے اپنے خدا سے برکت کی دعا مانگو"۔

قبطی اندیشناک، ——— بنی اسرائیل رہ گئے تو ایک مصری بھی نہ بچیگا ——— انہوں نے اسرائیلیوں کے نکالنے میں سختی کی، موسیٰ حکم خدا کے منتظر ——— ارشاد ہُوا :-

فَاَسْرِ بِعِبَادِیْ لَیْلاً "میرے بندوں کو راتوں رات لے جاؤ"

کُوچ کی تیاری، رخت سفر باندھا، اونٹوں پر لادا، گندھا ہُوا آٹا ابھی خمیر نہ ہُوا تھا، لگنوں سمیت اٹھایا، کپڑوں میں لپیٹا اور کاندھوں پر رکھا، یوسف کی وصیت تھی، موسیٰ نے تعمیل کی، مرقد کا صندوق کھولا، یوسف کی ہڈیوں کو ساتھ لیا، اور کئی لاکھ اسرائیلیوں کو ساتھ لیکر کوچ کر دیا۔ مصر کے قدیم شہر رعمسیس سے چلے، سکات تک پہلی منزل کی، سکات سے چل کر ایتام میں اُترے، یہاں سے فلسطین کی سیدھی راہ شمال و مشرق کو تھی، کوچ کیا تو راہِ مستقیم سے بھٹک گئے، سیدھی راہ چھوٹ گئی، ایتام سے جنوب کا رُخ کیا تو بحر قلزم کی جانب مشرقی بیابانوں میں پڑ گئے اور ساحل بحر پر بعل صفون کے مقابل فی الحیرات میں قیام، یہ تیسری منزل تھی *

فرعون کو یقین تھا۔ کہ بنی اسرائیل قربانیاں کریں گے اور واپس آ جائیں گے، سکات سے روانہ ہوئے فرعون کو خبر ملی :-

"اسرائیلی فرار"

سونے چاندی کے زیور اور برتنوں کا خیال، قبطیوں میں غم و غصہ کی لہر، مصر کی عمدہ اور نفیس گاڑیاں جوتیں، جو تعداد میں چھ سو تھیں، ان پر سرداروں کو بٹھایا، پیادہ اور سواروں کا بیشمار لشکر ساتھ لیا اور تعاقب کیلئے دوڑ پڑے :-

فَاَتْبَعُوْهُمْ مُشْرِقِیْنَ - فرعونیوں نے دن نکلتے اُن کا تعاقب کیا۔

بنی اسرائیل خیمے نصب کر رہے تھے کہ جا لیا، فَلَمَّا تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ، دونوں لشکر نزدیک ہوئے، ایک نے دوسرے کو دیکھا، بنی اسرائیل گھبرائے، ہراساں اور خوفزدہ، کہا :-

اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ

دشمن نے ہم کو آ لیا ——— موسیٰ کیا مصر میں قبروں کیلئے جگہ نہ تھی جو بیابان میں مرنے کیلئے لائے ہو؟

فرمایا :- كَلَّا ۚ اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ

ہرگز نہیں، ربّ قدیر ہمارے ساتھ ہے، کوئی دم میں مخلصی کا راستہ دکھانے کو ہے۔

موسیٰ نے خدا سے فریاد کی، ارشاد ہُوا :-

اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ

موسیٰؑ! اپنی لاٹھی دریا پر مارو۔

موسیٰؑ نے تعمیل کی، فَانْفَلَقَ، پانی پھٹا، دو ٹکڑے، دائیں بائیں فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ ہر ٹکڑا ایک بڑے اونچے پہاڑ کی طرح، پانی کی دو دیواریں، اس پار سے اُس پار تک متوازی، بیچ میں خشک راستہ ادھر فرعونیوں اور اسرائیلیوں کے درمیان ایک بدلی حائل، تاریک اور سیاہ، اندھیرے نے فرعونیوں کو روکا، اسرائیلی قلزم میں اُترے اور بیچ کے سوکھے راستے سے گذر رے۔

وَجَاوَزْنَا بِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْبَحْرَ ہم نے بنی اسرائیل کو دریا کے پار اُتار دیا

بنی اسرائیل پار، بدلی الگ، دیکھا، اس پار سے اُس پار تک راستہ گویا پانی کے دو پہاڑ، درمیان میں ایک گھاٹی، فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُوْدِهٖ، فرعون نے لشکر ساتھ لیا، اسرائیلیوں کا پیچھا کیا، وہ ابھی قعرِ سمندر کے سوکھے راستے میں تھے، موسیٰؑ کو حکم ہوا، عصا مارا، دیواریں ٹوٹیں، پانی آپس میں خلط ملط، فَغَشِيَهُمْ مِّنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ، دریا کا جیسا کچھ ریلا اُن پر آیا سو آیا، پانی نے فرعون اور فرعونیوں کو آغوش میں دبا یا، اور ایک بھی زندہ اور صحیح سلامت نکلنے نہ پایا حَتّٰٓى اِذَآ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ، فرعون کے سر پر ڈباؤ پانی آپہنچا ــــــ تو اُس نے کہا:-

اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِيْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝

"بنی اسرائیل کا خدا، لاریب وہی قابلِ عبادت ہے، مَیں اس پر ایمان لایا، اور اُس کا فرماں بردار"

بارگاہِ قدوسی سے ملامت ہوئی، فرمایا:-

آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ۝

عمر بھر برسرِ فساد رہا، نافرمانی پر نافرمانی کی، اب ایمان لاتا ہے؟

فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً ۭ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰيٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ ۝	جا آج ہم تیرے بدن کو قعرِ سمندر میں تہ نشین ہونے سے بچاتے ہیں، تاکہ نشانِ عبرت ہو بعد والوں کیلئے، بہتیرے لوگ ہماری قدرت کی نشانیوں سے غافل ہیں ۔
كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۝ وَّزُرُوْعٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ ۝ وَّنَعْمَةٍ كَانُوْا فِيْهَا فٰكِهِيْنَ ۝ كَذٰلِكَ ۣ وَاَوْرَثْنٰهَا	کتنے ہی باغ چھوڑ مرے کتنی ہی کھیتیاں، کتنے ہی عمدہ عمدہ مکانات اور آرام و آسائش کے سامان جنہیں مزے اڑایا کرتے تھے۔ واقع میں ایسا ہی ہوا

قَوْمًا اٰخَرِیْنَ ۝ فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ وَمَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ ۝

اس ساز و سامان کا ہمنے دوسروںکو وارث بنا دیا۔ نہ ان کے مٹنے پر آسمان رویا نہ زمین۔ نہ انکو توبہ اور ندامت کی مہلت ملی ۔

باقی آئندہ

غزل

(از جناب عبد الرزاق صاحب سعید بن عمر)

نہیں ہے سرمۂ ما زاغ سے اگر بہرہ
نہ ہوگا تجھ پہ کبھی فاش سرِ مَا اَوْحےٰ

نزولِ حق فلکِ اوّلیں پہ پچھلی رات
تو دیکھ پائے اگر جاگتا ہو دل تیرا

اذانِ صبح سے بیدار ہونیوالوں میں
ہے خوش نصیب وہی جس کا قلب جاگ اُٹھا

ہوئے نہ گرمیٔ محفل کا باعث اور یہ عمر
مثالِ شمعِ لحد ختم ہوگئی بے جا

ہے کیا ہی صدق پہ مبنی یہ گفتۂ اقبالؔ
بنا ہے رُوئے حقیقت کا جو نقاب کشا

"تخیّلات کی دُنیا غریب ہے لیکن
غریب تر ہے حیات و ممات کی دُنیا"

خصوصیات تعلیماتِ قرآن

(گذشتہ سے پیوستہ)

ازجناب پروفیسر یوسف سلیم صاحب چشتی بی۔اے پرنسپل اشاعت اسلام کالج لاہور

پانچویں خصوصیت | پانچویں خصوصیت یہ ہے کہ قرآن مجید کی تعلیم سراسر فطرت انسانی کے مطابق ہے۔ بلکہ قرآن مجید تو اسلام کو خالص دینِ فطرت قرار دیتا ہے۔ اور اس وصف میں بھی دنیا کا کوئی مذہب اسلام کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ ذیل میں اس کی تشریح پیش کرتا ہوں ؛

(۱) ویدوں کی یہ تعلیم کہ حیوانات کی قربانی سے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ یا متعدد دیوتاؤں کی پرستش کرو۔ یا نجات کے لئے ترکِ دنیا ضروری ہے۔ یہ سب باتیں ایسی ہیں کہ عقل اور فطرت دونوں کے خلاف ہیں۔ انسان صرف ایک ہی آقا کی اطاعت کر سکتا ہے۔ کوئی شخص متعدد آقاؤں کو خوش نہیں کر سکتا۔ انسان کی فطرت یہی ہے کہ وہ صرف ایک کا ہو کر رہ سکتا ہے۔ جس طرح خاندان میں سب کا بزرگ ایک ہوتا ہے۔ دفتر کا ناظم ایک ہوتا ہے۔ اسی طرح کائنات کا مالک بھی ایک ہی ہے۔ اور انسان اُس ایک مالک ہی کی خدمت کر سکتا ہے۔ ۳۳ دیوتاؤں کے سامنے سر جھکانا اس کی فطرت کے خلاف ہے ؛

اسی طرح یہ بات عقل کے خلاف ہے کہ جانوروں کی اور خصوصاً گھوڑے کی قربانی سے گناہ معاف ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ قربانی اور معافی میں کوئی عقلی تلازمہ موجود نہیں ہے ؛

اگر کسی شخص کے متعدد آقا ہوں تو اُسے کبھی یکسوئی اور اطمینانِ قلب اور طمانیت خاطر حاصل نہیں ہو سکتی بہت ممکن ہے کہ جو فعل وہ ایک حاکم کی خوشنودی کے لئے کرے وہ دوسرے حاکم کی برہمی کا باعث ہو۔ انسان کے سینہ میں صرف ایک دل ہے۔ اور اُس دل میں یا رام کی محبت جاگزیں ہو سکتی ہے یا کرشن کی۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے صرف ایک خدا کی پرستش کا حکم دیا ہے۔ جس کا کوئی شریک نہیں ہے ؛

ہندو دھرم کی طرح جین اور بدھ دھرموں کے اصول بھی خلاف فطرت ہیں۔ مثلاً یہ دونوں مذاہب ترکِ دنیا کو شرطِ نجات قرار دیتے ہیں۔ اور یہ بات سراسر انسانی فطرت کے خلاف ہے۔ چنانچہ ان مذاہب کے پیروؤں کی

عظیم الشان اکثریت اپنے عمل سے اپنے عقائد کی تردید اور تکذیب کرتی رہتی ہے ۔

مجوسی مذہب کی یہ تعلیم کہ جسم یا مادہ ناپاک ہے۔ اور دنیا پر دو خداؤں کی حکمرانی ہے۔ اور آگ مظہر خدا ہے اور معابد میں ہمیشہ آگ رہنی چاہیئے۔ یہ سب باتیں خلافِ عقل اور خلافِ فطرت ہیں۔ آگ سے تو یہ بہتر تھا کہ انسان کو خدا کا مظہر قرار دیا جاتا۔ آج دنیا میں کتنے مجوسی ہیں جو اس تعلیم کی صداقت اور حقانیت پر ایمان رکھتے ہیں؟ کیا وہ صدقِ دل سے آگ کو اپنا معبود سمجھتے ہیں؟ ہرگز نہیں، کیوں؟ محض اس لئے کہ یہ بات ان کی عقل اور فطرت دونوں کے خلاف ہے ۔

نصرانی مذہب میں تین برابر کے خداؤں کی تعلیم دی گئی ہے۔ اور کفارہ پر ایمان لانے کو شرطِ نجات قرار دیا گیا ہے۔ یہ دونوں باتیں عقل اور فطرتِ انسانی کے خلاف ہیں۔ کوئی عقلمند انسان نہ تثلیث پر ایمان رکھ سکتا ہے نہ کفارہ کو مدارِ نجات بنا سکتا ہے۔ یہ کس طرح ممکن ہے کہ درد تو زید کے پیٹ میں ہو۔ اور دوا دی جائے بکر کو۔ اور زید کے درد کو آرام ہو جائے؟ گناہ کیا نسلِ آدم نے لیکن خدا نے سزا دی اپنے اکلوتے بیٹے کو۔ اور نتیجہ اس کا یہ نکلا کہ بنی نوع آدم کے گناہ معاف ہو گئے! اور ہمیں تو اسی میں کلام ہے۔ کہ آدم کے گناہ کرنے سے اس کی نسل کس طرح گناہگار ہو گئی؟ گناہ تو قلبی کیفیت کا نام ہے نہ خرابیٔ خون کا۔ پھر یہ کیفیت جو آدم کے دل میں گناہ سے پیدا ہو گئی تھی، اس کی نسل میں کیونکر منتقل ہو گئی؟

لیکن اسلام سرتاپا فطرتِ انسانی کے مطابق ہے۔ اس کی کوئی تعلیم، اس کا کوئی حکم، اس کا کوئی اصول، اسکا کوئی قانون فطرتِ سلیمہ کے خلاف نہیں ہے ۔

فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ - پس متوجہ ہو طرف دینِ حنیف کے، (وہ کیا ہے) وہ اللہ تعالیٰ کی قرار دادہ فطرت ہے جس پر اس نے انسانوں کو پیدا کیا۔ اللہ کے نظامِ تخلیق میں تغیر و تبدل نہیں ہوتا۔ یہی (دینِ فطرت) درحقیقت دینِ قیم ہے جو باقی رہیگا۔ لیکن اکثر انسان اس نکتہ سے بے خبر ہیں ۔

اسلام جن باتوں پر ایمان لانے کا حکم دیتا ہے وہ یہ ہیں :-

(۱) اللہ (۲) ملائکہ (۳) کتبِ سماوی (۴) انبیاء (۵) قدر خیر و شر (۶) حیات بعد الموت۔ ان میں سے کوئی عقیدہ فطرتِ انسانی کے خلاف نہیں ہے۔ اسی طرح جن امور کے بجا لانے کا حکم دیتا ہے وہ یہ ہیں :- (۱) نماز پڑھنا (۲) روزہ رکھنا (۳) زکوٰۃ دینا (۴) حج کرنا (۵) جہاد فی سبیل اللہ میں حصہ لینا (۶) اتقا، یعنی ہر اُس بات سے اجتناب

کرنا جو اللہ تعالیٰ کی ناخوشی کا موجب ہو۔ ان میں سے کوئی عمل فطرتِ انسانی کے خلاف نہیں ہے ۔

چھٹی خصوصیت تعلیماتِ قرآن مجید کی چھٹی خصوصیت یہ ہے۔ کہ اس نے نہایت عمدگی کے ساتھ انسان کو حریت اخوت اور مساوات کی تعلیم دی ہے۔ یہ تین اصول انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں ہر قسم کی ترقی کا موجب ہیں۔ اور اسلام کے علاوہ دنیا میں کوئی مذہب ایسا نہیں جس میں ان تینوں اصولوں کی تعلیم دی گئی ہو۔ یہ تو ممکن ہے کہ مذاہب عالم میں کسی مذہب نے ان میں سے ایک اصول یا دو اصولوں کی جزدی طور پر تعلیم دی ہو۔ لیکن تینوں اصول کسی مذہب میں نہیں پائے جاتے ۔

(الف) پہلا اصول حریت ہے اور اس کی تین قسمیں ہیں :-

(۱) اسلام کی تعلیم یہ ہے۔ کہ خدا اور بندے کے درمیان کوئی واسطہ نہیں ہے ۔ خدا ہر شخص کی پکار کا براہ راست جواب دیتا ہے۔ وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ۭ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ”اور اے رسولؐ جب آپ سے میرے بندے میرے متعلق دریافت کریں تو فرما دیجئے کہ میں اُن سے قریب ہوں۔ ہر پکارنیوالے کی پکار کا جواب دیتا ہوں۔ جب اور جسوقت وہ مجھے اپنے دل سے پکارے“ یہ تعلیم انسان کے اندر حریتِ نفس کا رنگ پیدا کرتی ہے ۔

(۲) قرآن مجید کی تعلیم ہے کہ قرآن مجید میں تدبر اور تفکر کرنا ہر انسان کا فرض ہے ۔ یہ تعلیم انسان کے اندر حریتِ فکر کا رنگ پیدا کرتی ہے ۔

(۳) اسلام کی تعلیم ہے کہ ہر شخص کو نیکی اور بدی دونوں کا علم دے دیا گیا ہے ۔ اب اسے اختیار ہے جو راہ چاہے اختیار کرے ۔ لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ڐ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۔ دین میں کسی قسم کا جبر نہیں ہے ۔ کیونکہ ہدایت اور گمراہی دونوں کو کھول کر بیان کر دیا گیا ہے ۔ یہ تعلیم انسان کے اندر حریتِ ضمیر کا رنگ پیدا کرتی ہے ۔

(ب) دوسرا اصول اخوت ہے۔ اس کے متعلق اسلام کی تعلیم یہ ہے ۔ کہ سب مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ ۔

(ج) تیسرا اصول مساوات ہے۔ قرآن مجید فرماتا ہے کہ ہم نے تمام انسانوں کو نفسِ واحدہ سے پیدا کیا ہے کسی کو کسی پر رنگ نسل یا قبیلہ کی بناء پر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے ۔ بزرگی کا معیار صرف ایک ہے ۔ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ۔ یعنی خدا کی نظر میں تم میں سے وہی زیادہ معزز ہے جو زیادہ متقی ہو ۔

ایک نکتہ اسی ضمن میں لائق تذکرہ ہے۔ وہ یہ کہ قرآن مجید نے ان تمام باتوں سے مجتنب رہنے کی تاکید فرمائی ہے۔ جن سے ان اصولوں کو ضعف پہنچ سکتا ہے۔ مثلاً تقلید کور، ظن، ملوکیت، سرمایہ داری، سود خوری شخصیت پرستی۔ اور جملہ سوشل امتیازات کی سختی کے ساتھ مذمت کی گئی ہے۔ کیونکہ ان باتوں سے جذبات حریت و اخوت ومساوات فنا ہو سکتے ہیں ۔

ساتویں خصوصیت قرآنی تعلیمات کی ساتویں خصوصیت یہ ہے کہ اسلام دُنیا میں سب سے پہلا مذہب ہے۔ جس نے عورت کا مرتبہ سوسائٹی میں بلند کیا۔ اور اُسے اس کے پیدائشی حقوق عطا فرمائے ۔

(ا) ہندو دھرم نے عورت کا مرتبہ ہر لحاظ سے مرد کے مقابلہ میں کمتر قرار دیا ہے۔ وہ والدین کی جائداد سے حصہ نہیں پا سکتی۔ اگر خاوند اس پر ظلم کرے تو خلع نہیں کرا سکتی۔ وہ بعض رسوم میں شرکت نہیں کر سکتی شادی کے معاملہ میں اسے کوئی اختیار نہیں ۔

(ب) جین دھرم، بدھ دھرم اور مسیحیت تینوں میں عورت کو انسان کی روحانی ترقی میں مزاحم قرار دیا گیا ہے اور اس سے دور رہنے کو بڑی بھاری خوبی سمجھا جاتا ہے محض اس لئے کہ ان مذاہب کی نظر میں عورت بدی کا سرچشمہ ہے۔ شادی شدہ آدمی روحانی ترقی نہیں کر سکتا۔ روحانی ترقی کے لئے تجرد کی زندگی بسر کرنا ضروری ہے ۔

(ج) مجوسیت اور یہودیت اور صابیت نے عورت کو کسی قسم کے حقوق نہیں دیئے۔ عورت اسلئے پیدا ہوئی ہے کہ مرد کی خدمت کرے۔ اور مرد کو اختیار ہے جب چاہے اُسے طلاق دے دے ۔

ان تعلیمات کا نتیجہ یہ نکلا کہ ظہور اسلام کے وقت عورت کی حیثیت ایک کنیز سے زیادہ نہ تھی بلکہ ہندوستان ایران، شام اور عرب میں تو اس کو حقارت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ قرآن مجید نے دنیا میں سب سے پہلے اس مظلوم طبقہ کی حمایت میں آواز اُٹھائی۔ جس کی تفصیل آئندہ اوراق میں ملیگی ۔

آٹھویں خصوصیت قرآنی تعلیم کی آٹھویں خصوصیت یہ ہے۔ کہ اس کی بدولت شخصیت پرستی دنیا سے فنا ہو گئی اسلام سے پہلے جس قدر مذاہب دنیا میں موجود تھے، سب نے کسی نہ کسی رنگ میں انسان کو انسان کی پرستش کا سبق پڑھایا تھا ۔

ہندو دھرم میں رام اور کرشن کو خدا کا اوتار سمجھ کر پوجا جاتا تھا۔ جین دھرم اور بدھ دھرم میں اگرچہ خدا پرستی کی تعلیم نہیں۔ تاہم ان مذاہب کے پیرووں نے مہابیر اور گوتم کو خدا سمجھکر پوجنا شروع کر دیا۔ یہود نے عزیرؑ کو ابن اللہ قرار دیا۔ عیسائیوں نے مسیحؑ کو خدا کا بیٹا سمجھ لیا۔ مجوسیوں نے زرتشت میں خدا کا جلوہ دیکھا اور اُسے معبود بنا لیا۔

مصر، روما، یونان، شام، عراق اور فلسطین غرضکہ تمام دنیا میں مذہبی پیشواؤں کو خدائی کا درجہ حاصل تھا ٭

اسلام آیا اور اُس نے یک قلم اس غلط عقیدہ کو مٹا دیا۔ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ۔ اے رسول فرما دیجئے کہ بلاشبہ مَیں صرف ایک انسان ہوں مثل تمہارے، اور مجھ پر یہ وحی نازل ہوئی ہے کہ بلاشک تمہارا معبود خدائے واحد ہے جس کا کوئی شریک نہیں ٭

اسی تعلیم کا نتیجہ ہے۔ کہ اگرچہ مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس قدر عزت کرتے ہیں کہ بیان سے باہر ہے۔ تاہم آپکو حقیقی معنوں میں عبداللہ ہی تسلیم کرتے ہیں ابن اللہ کوئی نہیں کہتا ٭

نویں خصوصیت قرآن مجید کی تعلیمات کی نویں خصوصیت یہ ہے۔ کہ وہ نہایت آسان، نہایت واضح اور نہایت سریع الفہم ہیں۔ ایسی کہ فلسفی اور عامی، عالم اور جاہل، شہری اور دیہاتی، بچے اور بوڑھے سب کی سمجھ میں آسکتی ہیں ٭

(۱) ویدوں کی تعلیم کا خلاصہ جسے ویدانت کہتے ہیں، اس قدر دقیق ہے کہ صرف حکماء کی سمجھ میں آسکتا ہے اگر آپ کسی جاہل یا بچہ یا دیہاتی سے کہیں کہ یہ جو کچھ نظر آتا ہے محض فریب نظر ہے۔ دراصل برھما کے علاوہ اَور کسی شے کا وجود ہی نہیں۔ تو آپ خود انصاف فرمائیں وہ کیا سمجھ سکتا ہے ؟

(۲) جین دھرم کی تعلیم اس قدر دشوار ہے۔ کہ صرف بڑے بڑے فلسفی اور منطقی ہی اسے سمجھ سکتے ہیں۔ اگر آپ کسی جاہل ناخواندہ دیہاتی سے یہ کہیں کہ جیو آتما اور پرکرتی دونوں انادی ہیں۔ اور اس سنسار کی نہ ابتدا ہے نہ انتہا۔ نہ دنیا کا کوئی خالق ہے نہ حکمران، نجات حاصل کرنے کے لئے سمیک گیان کی ضرورت ہے۔ تو بتائیے وہ ان باتوں کو کیا سمجھ سکتا ہے ؟

(ج) بودھ دھرم میں انکارِ خدا کے علاوہ روحِ انسانی کے وجود کا بھی انکار ہے۔ اور نفس ناطقہ کی جگہ گیان دھارا کی تعلیم دی ہے، جو وفات کے وقت دوسرے قالب میں منتقل ہوجاتا ہے۔ اور نجات کے لئے فلسفۂ نفس کا مطالعہ کرنا ضروری ہے۔ بھلا ہر شخص کس طرح نفسیات کا ماہر بن سکتا ہے ؟ علاوہ بریں آپ ایک جاہل آدمی کو اس بات کا کس طرح یقین دلا سکتے ہیں۔ کہ نہ خدا کا وجود ہے نہ روحِ انسانی کا ؟

(د) عیسائی مذہب کے عقائد خصوصی مثلاً تثلیث فی التوحید، تجسم، سرنوشت ازلی، استحالۂ جوہری، کفارہ وغیرہ سب من قبیل اسرار ہیں۔ جو عامی تو کیا عالم کی فہم سے بھی بالاتر ہیں۔ مَیں نے "بالاتر" کا لفظ ان کی طرف سے لکھا ہے ورنہ میری رائے میں تو یہ جملہ عقائد خلافِ عقل ہیں۔ جن کو نہ کوئی جاہل تسلیم کرسکتا ہے نہ عالم۔ مثال کے طور پر آپ

کسی سے کہیں کہ خدا ایک بھی ہے اور تین بھی۔ اور، باپ خدا ہے، بیٹا خدا ہے، روح قدس خدا ہے۔ اور یہ تینوں ملکر ایک خدا ہے۔ کیا وہ اس معمّہ کو تسلیم کر سکتا ہے؟

ان مذاہب کے مقابلہ میں اسلام کی تعلیمات پر نظر ڈالیئے۔ کیسی واضح کیسی آسان اور کیسی دلنشین ہیں۔

(۱) اللہ ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، وہ رب العالمین ہے۔ رحمٰن اور رحیم ہے، مالکِ یوم الدین ہے۔ ستار العیوب، غفار الذنوب، قاضی الحاجات اور دستگیر ہے۔ اسکے علاوہ اَور کوئی معبود نہیں۔

(۲) حضرت محمد مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ جن کو اس نے رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا ہے۔

(۳) قرآن مجید ہماری ہدایت اور رہنمائی کے لیئے کامل ضابطہ اور دستور العمل ہے۔ چونکہ دین کامل ہوگیا۔ اس لیئے آئندہ کوئی رسول مبعوث نہ ہوگا۔ جب پیغام نہیں تو پیغامبر کیا؟

(۴) نماز پڑھو۔ زکوٰۃ دو (اگر صاحب نصاب ہو) روزے رکھو (اگر تندرست ہو) حج کرو (اگر استطاعت ہو) اور تقویٰ اختیار کرو۔ نجات کسی کی سفارش سے نہیں۔ بلکہ اپنے اعمال حسنہ کی بدولت ہوگی۔

(۵) مرنے کے بعد دوبارہ زندگی ہوگی۔ جب کہ ہر شخص خدا کے حضور میں حاضر ہوکر اپنے کیئے کا بدلہ پائیگا۔

بتایئے ان پانچوں باتوں میں سے کونسی بات ایسی دشوار ہے۔ جس کے سمجھنے کے لیئے منطق فلسفہ سائنس اور حکمت کا مطالعہ ضروری ہو۔ یا کونسی بات خلافِ عقل ہے جس کو آپ تسلیم نہ کرسکیں؟

دسویں خصوصیت | قرآنی تعلیمات کی دسویں خصوصیت یہ ہے۔ کہ ان کی بدولت رہبانیت کا اصول ہمیشہ کے لیئے باطل ہوگیا۔

اسلام سے پہلے دنیا میں جس قدر مذاہب پائے جاتے تھے، کم و بیش سب کی تعلیم یہ تھی۔ کہ دنیا، مادہ اور جسم تینوں ناپاک ہیں اور انسان کی روحانی ترقی میں حائل ہیں۔ ہندو دھرم، بودھ دھرم، جین دھرم، اور نصرانیت سب نے دنیا کے متعلق یہ غلط نظریہ پیش کیا تھا۔ کہ جو شخص شادی کرکے دنیاوی تعلقات قائم کرتا ہے وہ دیندار نہیں بن سکتا۔ اس لیئے نجات کی خاطر ترک دنیا کرنا لازمی ہے۔ اس غیر فطری اصول نے ایک طرف دین اور دنیا میں تفریق پیدا کردی، دوسری طرف تہذیب و تمدن کی ترقی مسدود ہوگئی۔

اسلام نے دنیا کو بتایا کہ شادی کرنا اہلی زندگی بسر کرنا دنیاوی تعلقات قائم کرنا یہ باتیں مذموم نہیں ہیں۔ جو چیز انسان کی روحانی ترقی میں حائل ہوسکتی ہے وہ یہ ہے کہ انسان صرف دنیا ہی کو اپنا مقصد حیات بنالے اور

احکام خداوندی سے غافل ہو جائے۔ لہٰذا خدا کی دی ہوئی نعمتوں سے فائدہ بھی اٹھاؤ۔ اور دنیا میں بھی رہو۔ لیکن تمہارا مقصود خدا ہونا چاہیئے ❖

مرشد رومیؒ نے اس اصول کو کیسی خوبصورتی کے ساتھ بیان کیا ہے ؎

چیست دنیا؟ از خدا غافل بُدن   نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

یعنی دنیا اسباب معیشت یا خانگی آسائش یا زن و فرزند سے تعلق کا نام نہیں۔ بلکہ خدا نے تعالےٰ کے احکام سے غافل ہو جانے کا نام ہے ❖

قرآن مجید کا دنیا پر کس قدر عظیم الشان احسان ہے۔ کہ اس کی معقول تعلیمات کی بدولت انسانوں کو اس غیر نطری اصول سے نجات مل گئی ❖

گیارھویں خصوصیت

تعلیم قرآنی کی گیارھویں خصوصیت یہ ہے۔ کہ اس نے خبائث ثلاثہ یعنی سود خوری۔ شراب نوشی اور قمار بازی ان تینوں لعنتوں کو حرام قرار دیکر بنی نوع آدم کے اخلاق کی درستی اور روحانی ترقی کا سامان مہیا کیا۔ آج دنیا میں جس قدر مصائب اور آلام نظر آتے ہیں۔ ان کا بڑا سبب یہ ہے۔ کہ بنی نوع آدم ان خبائث ثلاثہ میں گرفتار ہیں۔ اور جو شخص غور کی نظر سے دیکھیگا۔ اسے معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ تینوں باتیں انسان کے اندر کس قدر انفرادی اور اجتماعی خرابیوں کے پیدا ہونے کا موجب ہیں ❖

سود خوری سے انسان میں لالچ، خود غرضی، سنگدلی اور زر پرستی کا رنگ پیدا ہوتا ہے۔ اور ہمدردی، رحم، مہربانی اور ایثار کے جذبات بالکل فنا ہو جاتے ہیں۔ سود خور دراصل انسان نہیں رہتا، بلکہ خونخوار اور خون آشام بن جاتا ہے۔ شراب جسے عرفِ عام میں خانہ خراب کہتے ہیں، انسان کو عقل و خرد اور آدمیت دونوں سے بیگانہ بنا دیتی ہے۔ شراب پی کر انسان میں عموماً بُرائی کی طرف مائل ہونے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، صحت اور دولت کا نقصان اسکے علاوہ۔ قمار بازی انسان کے اخلاق کو تباہ کرنے کے علاوہ اس کی دولت اور عزت کو بھی فناہ کر دیتی ہے۔ اور جب اس کے پاس روپیہ نہیں رہتا تو وہ ہر قسم کے جرائم کا ارتکاب کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے ❖

اسلام سے پہلے جس قدر مذاہب دنیا میں موجود تھے۔ تعجب ہے کہ انہوں نے ان خبائث ثلاثہ کے انسداد کا کوئی انتظام نہیں کیا ❖

ہندو دھرم میں شراب نوشی ممنوع کجا جائز ہے۔ قدیم آریہ لوگ خود بھی پیتے تھے اور دیوتاؤں کو بھی پلاتے تھے۔ سود خوری اور قمار بازی کی ممانعت ویدوں میں کسی جگہ نہیں آئی ❖

جین دھرم اور بودھ دھرم نے ترک دنیا کا وعظ تو کیا۔ لیکن ان برائیوں سے بچنے کی کوئی تاکید اپنے پیروؤں کو نہیں کی۔ مجوسیوں، صابیوں، یہودیوں اور نصرانیوں کی مذہبی کتابوں میں بھی ہمیں ان برائیوں سے مجتنب رہنے کے احکام نظر نہیں آتے۔ بلکہ موجودہ انجیل میں توصحت کو برقرار رکھنے کے لئے شراب پینے کی اجازت موجود ہے اور خود جناب یسوع نے ایک شادی کے موقعہ پر پانی کو شراب بناکر دکھایا تھا۔

اسلام انسان کو روحانیت کے بلند ترین مقام پر لیجانا چاہتا ہے۔ اسی لئے اُس نے اپنے پیروؤں کو ان برائیوں سے بچنے کی نہایت سختی کیساتھ تاکید کی ہے۔ صرف اسی ایک خصوصیت پر غور کرنے سے ایک طالب حقیقت اسی بات کا فیصلہ کرسکتا ہے۔ کہ دنیا کے تمام مذاہب میں کون سا مذہب انسان کو روحانی بلندی پر لے جانے کی صلاحیت رکھتا ہے؟

بارھویں خصوصیت

قرآنی تعلیم کی بارھویں خصوصیت یہ ہے۔ کہ اس نے اپنے پیروؤں کو مذہب اور مذہبی امور میں غور و فکر، تحقیق و تدقیق اور عقل سے کام لینے کی دعوت دی ہے۔ اور علم کو موجب فضیلت قرار دیا۔ اسلام سے پہلے جس قدر مذاہب دنیا میں تھے کسی نے اپنے پیروؤں کو مذہب میں عقل سے کام لینے کی ہدایت نہیں کی۔ اور نہ تحصیل علوم کو موجب فضیلت قرار دیا۔

ہندو دھرم میں فضیلت انسانی کا معیار علم نہیں بلکہ ذات ہے۔ اس بنا پر ایک برہمن خواہ وہ جاہل ہی کیوں نہ ہو ایک شودر پر تفوق رکھتا ہے، خواہ وہ عالم ہی کیوں نہ ہو۔ علاوہ بریں وید میں کوئی منتر ایسا موجود نہیں، جس سے یہ ثابت ہو سکے۔ کہ انسان کو مذہب میں عقل و خرد سے کام لینا چاہیئے، اور ہر بات کو سوچ سمجھکر اختیار کرنا چاہیئے۔

جین دھرم اور بدھ دھرم میں اگرچہ زندگی کا نہایت دقیق فلسفہ بیان کیا گیا ہے۔ لیکن پیروؤں کو طلب علم پر آمادہ نہیں کیا گیا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا۔ کہ یہ مذاہب کتابوں میں مخفی ہوکر رہ گئے۔ اور عامۃ الناس جہالت کے دریا میں غرق ہو گئے۔

ہندوستان میں ہزاروں برس تک ان مذاہب کا چلن رہا۔ لیکن علم و فضل کا چرچا نہ ہندوؤں میں پیدا ہوا نہ جینیوں میں نہ بودھوں میں۔ اگر یہ مذاہب اپنے پیروؤں کو علم حاصل کرنے اور عقل سے کام لینے کی ترغیب دیتے تو ناممکن تھا۔ کہ یہاں کے باشندے بت پرستی، شرک، توہم پرستی اور انسان پرستی میں مبتلا ہوتے۔

مجوسیت، یہودیت اور نصرانیت میں بھی کوئی حکم ایسا نہیں ملتا۔ جو انسانوں میں تحقیق کا شوق پیدا کرے۔ نصرانیت نے تو تحقیق کا دروازہ بالکل ہی بند کر دیا۔ کیونکہ اس نے جو عقاید پیش کئے وہ ایسے ہیں کہ جو شخص اپنی عقل سے ذرہ برابر

بھی کام لیگا۔ وہ اُن کو تسلیم نہیں کر سکتا ۔

قرآن مجید ہی نے دنیا میں سب سے پہلی مرتبہ انسان کو مذہبی امور میں اپنی عقل سے کام لینے کی دعوت دی۔ قرآن مجید خود بھی اپنے دعاوی پر دلائل پیش کرتا ہے۔ اور دوسروں کو بھی یہی دعوت دیتا ہے:۔

هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ اگر تم سچے ہو تو اپنے دعوے کی دلیل لاؤ۔

دنیا کی تاریخ مذاہب اُٹھا کر دیکھ لیجئے، اسلام کے علاوہ اور کوئی مذہب ایسا نہ ملیگا جس نے اپنے پیروؤں میں تحصیل علوم کا شوق پیدا کیا ہو۔ یا علم کی فضیلت اس انداز میں بیان کی ہو:۔

يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ۔ اللہ نے درجہ بلند کیا ہے ان کا جو تم میں ایمان والے ہیں۔ اور اُن کا جن کو علم عطا کیا گیا ہے (سورہ مجادلہ)

تیرھویں خصوصیت

تعلیمات قرآنی کی تیرھویں خصوصیت یہ ہے۔ کہ اسلام نے سرمایہ داری اور ملوکیت دونوں کے خلاف جہاد کیا ہے۔ دنیا میں اسلام کے علاوہ اور کوئی مذہب ایسا نہیں جس نے ان برائیوں کے خلاف وعظ کیا ہو۔ وید، اَستا، اَنگہ، تری پٹاکا، توریت، زبور اور انجیل ساری مذہبی کتابیں اس باب میں خاموش ہیں۔ اور اس خاموشی کی بدولت انسانوں میں سرمایہ داروں اور بادشاہوں کی پرستش کا جذبہ پیدا ہو گیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ حریت، اخوت اور مساوات کا خاتمہ ہو گیا ۔

اسلام دولت کا دشمن نہیں ہے۔ لیکن اس بات کے خلاف ہے کہ ملک کی دولت سمٹ سمٹا کر چند افراد میں محدود ہو جائے۔ اور بقیہ افراد مفلس ہو جائیں۔ اسی لئے وہ فرماتا ہے۔ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۔ اے لوگو تم ہرگز نیکی کو نہیں پہنچ سکتے۔ جب تک اس (دولت) کو جسے تم محبوب رکھتے ہو، خدا کی راہ میں خرچ نہ کرو ۔

ملوکیت اور شہنشاہیت کو بھی اسلام نے انسان کے لئے لعنت قرار دیا ہے۔ چنانچہ حضورؐ پر نور کو ارشاد ہوتا ہے۔ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ۔ اے رسول اپنے صحابہ سے امور سلطنت میں مشورہ کرو۔ نیز صاف لفظوں میں فرما دیا گیا ہے۔ کہ اَلْاَرْضُ لِلّٰهِ وَالْمُلْكُ لِلّٰهِ وَالْحُكْمُ لِلّٰهِ۔ دراصل زمین کا مالک خدا ہی ہے۔ اور دراصل حکومت اسی کی ہے۔ کسی انسان کو دوسروں پر ان کی مرضی کے خلاف حکومت کرنے کا حق حاصل نہیں ہے ۔

آج دنیا سرمایہ داری اور ملوکیت کے خلاف جدوجہد کر رہی ہے۔ اور سارے عقلا اس امر پر متفق ہو گئے ہیں۔ کہ جب تک سرمایہ داری اور ملوکیت کا وجود باقی ہے، دنیا میں امن و رفاہیت کا دور دورہ نہیں ہو سکتا۔ کیا

قرآن مجید کا یہ ایک اعجاز نہیں کہ اس نے آج سے تیرہ سو سال پہلے ہی ان حقائق کو بے نقاب کر دیا تھا ؟

چودھویں خصوصیت قرآن مجید کی چودھویں خصوصیت یہ ہے۔ کہ اس نے عالمگیر وحدتِ انسانی کا ایک زریں اصول پیش کیا ہے۔ جس پر اگر مختلف اقوام عالم کاربند ہو جائیں تو آج تمام اختلافات اور تنازعات ختم ہو سکتے ہیں وہ اصول یہ ہے :-

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ فَإِن تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ (آل عمران) فرما دیجئے کہ اے اہل کتاب! آؤ ایک ایسی کتاب پر متفق ہو جائیں جو ہمارے اور تمہارے درمیان مساوی ہے یعنی (۱) اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں (۲) کسی کو اللہ کا شریک نہ بنائیں۔ (۳) کوئی شخص ہم میں سے کسی انسان کو اللہ کے سوا اپنا رب قرار نہ دے۔ پس اے رسول اگر وہ لوگ روگردانی کریں یعنی اس مفاہمت پر آمادہ نہ ہوں۔ تو آپ ان سے فرما دیجئے۔ کہ گواہ رہنا کہ ہم تو اس حکم کے ماننے والے ہیں۔ یعنی ان تینوں اصولوں پر کاربند ہیں ٭

اہل نظر انصاف سے بتائیں۔ کہ قرآن مجید کے علاوہ دنیا میں کوئی اور مذہبی کتاب ایسی ہے۔ جس نے وحدتِ انسانی اور امن عامہ کے قیام کے لئے ایسا زریں اصول پیش کیا ہو ؟

پندرھویں خصوصیت قرآنی تعلیمات کی پندرھویں خصوصیت یہ ہے کہ وہ ہر پہلو سے کامل ہیں۔ اور ان کی کاملیت کا ایک پہلو یہ ہے۔ کہ وہ اپنی تشریح میں کسی دوسری کتاب یا دوسرے انسان کی محتاج نہیں ہیں۔ میں اس بات کو مندرجہ ذیل مثالوں سے واضح کروں گا :-

(ا) ہندو دھرم کی تعلیم یہ ہے۔ کہ روح اور مادہ دونوں ازلی ہیں۔ اور مرنے کے بعد انسانی روح مختلف انسانی اور حیوانی قالبوں میں جاتی ہے۔ لیکن وید میں ان دونوں عقیدوں کے متعلق کوئی واضح تعلیم موجود نہیں ہے ٭

(ب) جین دھرم کی تعلیم یہ ہے۔ کہ مندروں میں مہابیر سوامی کے بت کی پوجا کرنی چاہئے۔ اور آفتاب غروب ہونے کے بعد کچھ کھانا پینا مناسب نہیں۔ لیکن ان کی مذہبی کتاب میں ان باتوں کے متعلق کوئی ہدایت موجود نہیں ہے ٭

(ج) بدھ دھرم میں یہ دستور ہے۔ کہ بھکشو اپنے کھانے پینے کا بطور خود کوئی انتظام نہ کریں بلکہ بھیک مانگنے پر گزر کریں۔ نیز اس مذہب کی تعلیم یہ ہے کہ خدا اور روح دونوں کا وجود نہیں ہے۔ لیکن اس مذہب کی

کتاب میں ان دونوں باتوں کے متعلق کوئی تذکرہ نہیں ہے ۔

(د) مجوسی مذہب کا جزوِ اعظم آتش پرستی ہے۔ اور آگ کو خدا کا مظہر تسلیم کیا گیا ہے لیکن اُستا میں آتش پرستی کا کوئی صریح حکم موجود نہیں ۔

(ھ) عیسائی مذہب میں یہ تعلیم دی گئی ہے۔ کہ خدا تین ہیں اور تینوں ملکر ایک خدا ہے۔ اس کو عقیدہ تثلیث کہتے ہیں۔ لیکن تمام انجیل میں کسی جگہ آپکو لفظِ تثلیث لکھا ہوا نہیں مل سکتا۔ نیز اس مذہب کی تعلیم یہ ہے کہ عشائے ربانی" کے موقع پر جب پادری شراب اور روٹی پر برکت دیتا ہے۔ تو وہ شراب جناب یسوع کا خون اور روٹی اُنکا گوشت بن جاتی ہے۔ لیکن انجیل میں یہ بات کسی جگہ مرقوم نہیں ہے۔ نیز اس مذہب کی تعلیم یہ ہے۔ کہ روح قدس جو تیسرا خدا ہے باپ اور بیٹے دونوں سے صادر ہوتا ہے۔ لیکن انجیل میں کوئی فقرہ ایسا نہیں جس سے یہ عقیدہ واضح طور پر ثابت ہو سکے ۔

الغرض مذاہب عالم میں یہ کمزوری نظر آتی ہے۔ کہ آج ان مذاہب کے پیرو جن امور کو اپنے اپنے مذہب کے اصول قرار دیتے ہیں ان کا ثبوت ان کی کتابوں سے نہیں مل سکتا۔ لیکن اسلام ان سب مذاہب سے جداگانہ نوعیت رکھتا ہے۔ مسلمان جن باتوں کو اصول مذہب قرار دیتے ہیں۔ وہ سب قرآن مجید میں بڑی صراحت اور وضاحت کے ساتھ مذکور ہیں۔ مثلاً خدا کی ہستی، اس کی توحید، اس کی صفات۔ ملائکہ، رسالت و نبوت، کتب سماوی، تقدیر الٰہی، بعثت بعد الموت، حشر و نشر اور آخرت کے متعلق اسلام جو کچھ تعلیم اپنے پیرووں کو دیتا ہے، وہ سب کی سب قرآن مجید میں صراحت کیساتھ موجود ہے۔ یہ نہیں ہے کہ اسلام کی تعلیم کچھ ہو اور قرآن مجید کی تعلیم کچھ اور ہو۔ یا مذہب اسلام کی طرف جو تعلیمات منسوب کی جائیں قرآن مجید میں ان کا کوئی ذکر نہ ہو ۔

خطباتِ نبویؐ

(گذشتہ سے پیوستہ)

جمعہ کے دن آپ جو فتویٰ دیا کرتے تھے۔ وہ عموماً تعلیم وارشاد، ہدایت وتلقین، تہذیب وتزکیہ، عذاب قبر، جزاوسزا، اور توحید وتنزیہ صفات کے مضامین پر مشتمل ہوتا تھا کبھی کبھی حالات حاضرہ پر روشنی ڈال کر اس کے متعلق ہدایت فرماتے تھے۔

خطبہ ۶
مدینہ میں پہلا جمعہ

جب آپ ہجرت کرکے مدینہ منورہ تشریف لے آئے۔ اس وقت انتشار خیالات کا یہ عالم تھا۔ کہ ہر گلی اور کوچہ میں مدینہ اور انصار کے مستقبل کے متعلق چہ میگوئیاں اور قیاس آرائیاں کی جارہی تھیں۔ کوئی کہتا تھا کہ انہوں نے چند بے نوا مسلمانوں کو جگہ دے کر قریش کی دشمنی مول لی ہے کسی کی رائے تھی۔ کہ ان چند آدمیوں کو پناہ دینا تمام قبائل عرب کی آتشِ غضب کو دیا سلائی دکھانا ہے۔ بعض کہتے تھے۔ کہ ان چند ملک بدر بے نان ونفقہ لوگوں کو بسیرا دینا یہودیوں کی سرمایہ دار اور برسرِ اقتدار جماعت سے اعلان جنگ کرنا ہے۔ غرض جتنے منہ اتنی باتیں۔ انصار بھی آخر بشر تھے۔ ان کو تہ اندیشوں کی نکتہ چینیوں سے کچھ نہ کچھ متاثر ہوتے ہونگے۔ اس لئے آپ نے جمعہ کے دن جو خطبہ دیا۔ اس میں ان کو تسلی دی۔ کہ لوگوں کی خیالی باتوں اور سوقیانہ خیال آرائیوں سے دلوں کو پریشان نہ کرو۔ بلکہ نہایت اطمینان اور استقلال کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور خوشنودی کے کام کرتے رہو۔ کیونکہ جو شخص لوگوں کو چھوڑ کر اُن کی شرارتوں اور مفسدہ پردازیوں سے یکسو ہوا اور یادِ الٰہی میں منہمک ہو چکا۔ اللہ تعالےٰ ہر ہر معاملے میں اس کی امداد کرے گا۔ اور اس کی جان، اس کے مال اور اس کی آبرو پر آنچ نہیں آنے دے گا۔ آپ نے فرمایا:۔

(۱) اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اَحْمَدُہٗ وَاَسْتَعِیْنُہٗ	تعریف خدا کی ہے۔ میں اسکی تعریف کرتا ہوں۔ اس سے مدد
وَاَسْتَغْفِرُہٗ وَاَسْتَھْدِیْہِ۔ وَاُوْمِنُ	مغفرت اور ہدایت طلب کرتا ہوں۔ میرا اس پر ایمان ہے

بِهٖ وَلَا اَكْفُرُهٗ وَاُعَادِيْ مَنْ يَّكْفُرُهٗ
وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ
لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ
وَرَسُوْلُهٗ۔ اَرْسَلَهٗ بِالْهُدٰى وَالنُّوْرِ
وَالْمَوْعِظَةِ عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ
وَقِلَّةٍ مِّنَ الْعِلْمِ وَضَلَالَةٍ مِّنَ
النَّاسِ وَانْقِطَاعٍ مِّنَ الزَّمَانِ وَدُنُوٍّ
مِّنَ السَّاعَةِ وَقُرْبٍ مِّنَ الْاَجَلِ۔
مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ رَشَدَ
وَمَنْ يَّعْصِهِمَا فَقَدْ غَوٰى وَفَرَّطَ
وَضَلَّ ضَلَالًا بَعِيْدًا۔
اُوْصِيْكُمْ بِتَقْوَى اللّٰهِ۔ فَاِنَّهٗ خَيْرُ
مَا اَوْصٰى بِهِ الْمُسْلِمُ الْمُسْلِمَ اَنْ
يَّحُضَّهٗ عَلَى الْاٰخِرَةِ وَاَنْ يَّاْمُرَهٗ
بِتَقْوَى اللّٰهِ۔ فَاحْذَرُوْا مَا حَذَّرَكُمُ
اللّٰهُ مِنْ نَّفْسِهٖ۔ وَلَا اَفْضَلَ مِنْ
ذٰلِكَ نَصِيْحَةً وَّلَا اَفْضَلَ مِنْ
ذٰلِكَ ذِكْرًا۔
وَاِنَّ تَقْوَى اللّٰهِ لِمَنْ عَمِلَ بِهٖ
عَلٰى وَجَلٍ وَّمَخَافَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ عَوْنُ
صِدْقٍ عَلٰى مَا تَبْتَغُوْنَ مِنْ اَمْرِ
الْاٰخِرَةِ وَمَنْ يُّصْلِحِ الَّذِيْ بَيْنَهٗ
وَبَيْنَ اللّٰهِ مِنْ اَمْرِهٖ فِي السِّرِّ

ہوں اس کے کسی حکم کا انکار نہیں کرتا۔ اور انکار کرنیوالوں کو دشمن سمجھتا ہوں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہی تنہا ہے۔ کوئی اسکا شریک نہیں۔ اور گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ خدا کا بندہ اور رسول ہے جس کو خدا نے ہدایت نور اور موعظت دیکر ایسے زمانہ میں بھیجا کہ بعثتِ انبیاء کا سلسلہ ایک مدت سے منقطع ہو چکا ہے۔ علم کی روشنی دھیمی پڑ گئی ہے گمراہی کا بازار گرم ہے۔ یہ نظام درہم و برہم ہوا چاہتا ہے۔ قیامت قریب ہے اور ہر شخص کا فرشتۂ اجل اسکے سر پر منڈلا رہا ہے پس جس نے خدا اور اسکے بھیجے ہوئے رسول کی اطاعت کی اُسنے ہدایت پائی اور جس نے اُنکی نافرمانی کی وہ گمراہ اور کوتہ اندیش ہوا۔ اور راہِ راست سے بھٹک کر دور جا پڑا ؛

میں تم کو خدا سے ڈرتے رہنے کی وصیت کرتا ہوں۔ کیونکہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو بس یہی عمدہ وصیت کر سکتا ہے کہ اسے ذخیرۂ عقبیٰ فراہم کرنیکی تلقین کرے۔ اور خدا سے ڈرتے رہنے کا حکم دے۔ پس خدا سے ڈرو۔ جیسا کہ اس نے خود اپنی ذات سے تم کو ڈرنے کا حکم دیا ہے اس سے بہتر کوئی نصیحت نہیں۔ اور نہ اس سے بڑھ کر کوئی وعظ ؛

اور یاد رکھو۔ کہ خشیتِ الٰہی کی وجہ سے متقی بن کر رہنا اخروی نعمتوں کو حاصل کرنے میں یقینی معاون ہے۔ اور جو شخص اپنا معاملہ صدقِ دل سے خدا کے ساتھ درست کرے۔ تو وہ دنیا میں نیک نام اور آخرت کی اس سخت گھڑی میں مالا مال ہوگا۔ جب کہ ہر شخص کو اپنے

وَالْعَلَانِيَةِ لَا يَنْوِي بِذٰلِكَ إِلَّا وَجْهَ
اللّٰهِ يَكُنْ لَهُ ذِكْرًا فِي عَاجِلِ أَمْرِهِ
وَذُخْرًا فِيمَا بَعْدَ الْمَوْتِ حِينَ
يَفْتَقِرُ الْمَرْءُ إِلَى مَا قَدَّمَ وَمَا كَانَ
مِنْ سِوَى ذٰلِكَ يَوَدُّ لَوْ أَنَّ بَيْنَهُ
وَبَيْنَهُ أَمَدًا بَعِيدًا۔ وَيُحَذِّرُكُمُ
اللّٰهُ نَفْسَهُ۔ وَاللّٰهُ رَؤُوفٌ بِالْعِبَادِ۔
وَالَّذِي صَدَقَ قَوْلَهُ۔ وَأَنْجَزَ
وَعْدَهُ۔ لَا خُلْفَ لِذٰلِكَ۔ فَإِنَّهُ
يَقُولُ عَزَّ وَجَلَّ۔ مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ
لَدَيَّ وَمَا أَنَا بِظَلَّامٍ لِلْعَبِيدِ
فَاتَّقُوا اللّٰهَ فِي عَاجِلِ أَمْرِكُمْ وَآجِلِهِ
فِي السِّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ۔ فَإِنَّهُ مَنْ
يَتَّقِ اللّٰهَ يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّئَاتِهِ وَ
يُعْظِمْ لَهُ أَجْرًا۔ وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ
فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا۔ وَإِنَّ تَقْوَى اللّٰهِ
يُوَقِّي مَقْتَهُ۔ وَيُوَقِّي عُقُوبَتَهُ وَيُوَقِّي
سَخَطَهُ۔ وَإِنَّ تَقْوَى اللّٰهِ يُبَيِّضُ
الْوُجُوهَ۔ وَيُرْضِي الرَّبَّ وَيَرْفَعُ
الدَّرَجَةَ ۔
خُذُوا بِحَظِّكُمْ وَلَا تُفَرِّطُوا فِي جَنْبِ
اللّٰهِ وَقَدْ عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ كِتَابَهُ۔ وَنَهَجَ
لَكُمْ سَبِيلَهُ۔ لِيَعْلَمَ الَّذِينَ

اعمال کی بے حد ضرورت ہوگی۔ اور اس کے سوا جس قسم کے بھی (بُرے یا ریائی) اعمال ہوں گے۔ تو اُن کی مضرتوں کو دیکھ کر تمنا کرے گا۔ کہ کاش یہ اعمال مجھ سے بہت دور فاصلے پر پڑے ہوتے۔ اور اللہ تعالےٰ تم کو اپنی ذات سے ڈراتا ہے۔ اور وہ اپنے بندوں پر بے حد مہربان ہے ۔

قسم ہے اس ذات کی۔ جس کی بات سچی اور وعدہ پورا ہوکر رہتا ہے۔ کہ یہ بات اٹل ہے۔ کیونکہ خود اس کا ارشاد ہے۔ کہ میرے حضور بات نہیں بدلی جاتی۔ اور نہ ہیں بندوں پر کچھ بھی ظلم کرنے والا ہوں۔ پس تم اپنے دنیوی اور اخروی معاملات میں ظاہر اور باطن میں اللہ کی ناراضگی سے بچو۔ کیونکہ جو خدا کے غضب سے ڈرتا ہے خدا اس کے گناہ معاف کرتا ہے۔ اور اس کو بڑھا کر اجر دیتا ہے۔ اور جو کوئی خدا سے ڈرا وہ پورا پورا کامیاب ہُوا۔ اور یاد رکھو۔ کہ خدا کا خوف انسان کو اس کی خفگی، عذاب اور ناراضگی سے بچاتا ہے۔ پرہیزگاری چہرہ کو روشن اور چمکدار بنا دیتی ہے۔ اللہ عزّ و جل کو خوشنود اور مراتب کو بلند کرتی ہے ۔

احکام الٰہی پر عمل پیرا ہوکر اپنا اپنا نصیبہ حاصل کرلو۔ اور اس کی اطاعت میں کوتاہی نہ کرو۔ جب کہ اس نے تمہیں اپنی کتاب کے ذریعے تعلیم دیکر رستہ صاف کردیا

صَدَقُوا وَيَعْلَمَ الْكَاذِبِيْنَ۔ فَأَحْسِنُوا كَمَا أَحْسَنَ اللّٰهُ إِلَيْكُمْ وَعَادُوا أَعْدَاءَهُ۔ وَجَاهِدُوا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهِ۔ هُوَ اجْتَبَاكُمْ وَسَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ۔ لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ۔ وَيَحْيَا مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ۔ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ۔ فَأَكْثِرُوا ذِكْرَ اللّٰهِ۔ وَاعْمَلُوا لِمَا بَعْدَ الْيَوْمِ۔ فَإِنَّهُ مَنْ يُصْلِحْ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللّٰهِ يَكْفِهِ اللّٰهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ النَّاسِ ۔

ہے۔ تاکہ وہ پوری طرح راستبازوں اور دروغ گو لوگوں کو جان لے پس تم بھی احسان کرو جیسا کہ خدا نے تمہارے ساتھ احسان کیا ہے۔ اور اس کے دشمنوں سے دشمنی کرو۔ اور اس کی راہ میں ایسا جہاد کرو۔ کہ حق ادا ہو جائے۔ اسی نے تمکو برگزیدہ بنایا ہے۔ اور تمکو مسلم کا خطاب دیا ہے۔ تاکہ جو ہلاک ہوتا ہے وہ کھلی دلیل سے ہلاک ہو۔ اور جو زندہ ہوتا ہے وہ کھلی دلیل سے زندہ ہو۔ اور قوت و طاقت تو صرف خدا کے پاس ہے۔ پس بکثرت اللہ کا ذکر کرو۔ اور کل کے لیے کچھ عمل کر کے اندوختہ رکھو۔ کیونکہ جس نے خدا کے ساتھ لو لگائی۔ اور اس کے ساتھ معاملہ صاف رکھا۔ اللہ اس کے تمام دنیوی اور معاشرتی معاملات میں کافی ہو جائے گا۔

جن لوگوں کی نظریں اسباب ظاہری پر لگی رہتی ہیں۔ اور وہ ہر معاملہ کو صرف ظاہری ساز و سامان کے نقطۂ نظر سے جانچنے کے عادی ہوتے ہیں۔ ان کو اس پر یہ شبہ ہو سکتا تھا۔ کہ صاحب۔ مانا کہ خدا ہمارا مددگار اور معاون ہوگا۔ لیکن جو لوگ قلیل التعداد، نہتے، کمزور اور بے مال و زر ہوں۔ وہ قریش جیسی جنگ آزمودہ جماعت، صحرانشین بدّوؤں جیسے خونخوار گروہ اور یہود جیسی متموّل قوم کا مقابلہ کیونکر کر سکتے ہیں۔ آپ نے اس جلیل القدر خطبہ کے آخری الفاظ میں اس کا جواب ایک عجیب پیرایہ میں دیا ہے۔ جس کو پڑھ کر ایک ان پڑھ عامی اور بہت بڑا حکیم اور فلسفی دونوں اپنی تسلی کر سکتے ہیں۔ آپ نے فرمایا:۔

ذٰلِكَ بِأَنَّ اللّٰهَ يَقْضِي عَلَى النَّاسِ وَلَا يَقْضُوْنَ عَلَيْهِ۔ وَيَمْلِكُ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَمْلِكُوْنَ مِنْهُ۔ اللّٰهُ أَكْبَرُ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ (طبری ج۲، ۲۵۵)

کیونکہ خدا ہی برتر لوگوں سے بات منواتا ہے۔ لوگ اس سے کوئی بات نہیں منوا سکتے۔ وہ سب کا مالک ہے کسی کا مملوک نہیں۔ خدا سب سے بڑا ہے۔ اور ہر قسم کی قوت اسی کے قبضہ میں ہے۔

ان بلیغ فقروں میں استدلال کا جو انداز اختیار کیا گیا ہے۔ وہ ٹیکسلا اور سومنات کی تعلیمگاہوں میں نہ کسی کو سوجھا تھا۔ نہ ارسطو کی منطق اور یونان کا بودا فلسفہ اس کا متحمل ہو سکا ہے۔ اور نہ اب برلن، کیمبرج اور آکسفورڈ کی یونیورسٹیاں

اس کی نظیر پیش کرسکتی ہیں۔ البتہ مسجدوں کے بوریہ نشین، جامع ازہر اور دیوبند کے خشک مُلّا علم و معرفت کے اسی سرچشمہ سے سیراب ہوکر اب بھی یہی انداز بیان رکھتے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ دور جدید کے بڑے بڑے "علامے" اور فلاسفر جب اُن کے منہ لگتے ہیں۔ تو ساری قابلیتیں اور دانش پژوہیاں دھری رہجاتی ہیں ٭

خطبہ ۲

کسی دوسرے موقعہ پر آپ نے یہ خطبہ دیا ہے جس میں پند و نصیحت کے بعد جمعہ کے متعلق چند ضروری احکام بیان فرمائے ہیں۔ اور آنیوالے فتن کے پیش نظر مسلمانوں کو سمجھایا ہے۔ کہ جو چیزیں حالتِ خود اختیاری میں حرام اور ناجائز ہوتی ہیں۔ وہ اضطرار اور مجبوری کی حالت میں جائز ہوجاتی ہیں۔ اور یہ پیشگوئی فرمائی ہے۔ کہ ایک وقت آئیگا جب کہ شریر، مفسد اور دین سے بالکل بیخبر لوگ مصلح اور نیک نہاد ارباب دیانت پر مسلط ہوکر امام بننے کے مدعی ہونگے اور مختلف طریقوں سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کریں گے۔ کہ ان خاک نشینوں اور پھٹے پُرانے کپڑے پہننے والوں سے ہم زیادہ نیابتِ رسولؐ کے حقدار ہیں۔ کیونکہ دین کے مشکل اور پیچیدہ مسائل کی گتھی کو بس ہم ہی سلجھا سکتے ہیں۔ چہ داند آنکہ اشتر می چراند!!

حمد و ثنا کے بعد آپ نے فرمایا :-

اَلَا اَیُّھَا النَّاسُ۔ تُوْبُوْا اِلٰی رَبِّکُمْ قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا۔ وَبَادِرُوْا الْاَعْمَالَ الصَّالِحَۃَ قَبْلَ اَنْ تُشْغَلُوْا۔ وَصِلُوا الَّذِیْ بَیْنَکُمْ وَبَیْنَ رَبِّکُمْ بِکَثْرَۃِ ذِکْرِکُمْ لَہٗ وَکَثْرَۃِ الصَّدَقَۃِ فِی السِّرِّ وَالْعَلَانِیَۃِ تُرْزَقُوْا وَتُؤْجَرُوْا وَتُنْصَرُوْا۔
وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ قَدِ افْتَرَضَ عَلَیْکُمُ الْجُمُعَۃَ فِیْ مَقَامِیْ ھٰذَا فَمَنْ تَرَکَھَا وَلَہٗ اِمَامٌ فَلَا جَمَعَ اللّٰہُ لَہٗ شَمْلَہٗ وَلَا بَارَکَ لَہٗ فِیْ اَمْرِہٖ۔ اَلَا وَلَا حَجَّ لَہٗ۔

حاضرین۔ آگاہ رہو۔ مرجانیسے پیشتر خدا کے سامنے تمام گناہوں سے توبہ کرلو۔ اور قبل اس کے کہ موت تم کو اپنی طرف متوجہ کرلے، نیک عمل اختیار کرو۔ اور خدا سے اپنا تعلق کثرت ذکر و اذکار اور خفیہ و علانیہ خیرات کے ذریعہ مضبوط کرلو۔ تمہارے رزق میں فراخی ہوگی۔ اجر پاؤگے۔ اور دشمن پر غلبہ حاصل کرلوگے ٭

اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ نے اسی جگہ اسی سال، اس مہینہ میں تم پر جمعہ فرض کردیا ہے۔ پس جس کو امام میسر ہو اور پھر بھی جمعہ ادا نہ کرے۔ تو خدا اس کی جتھہ بندی ہرگز جمع نہ رکھے۔ نہ اُس کے کسی

أَلَا وَلَا صَوْمَ لَهُ - أَلَا وَلَا صَدَقَةَ لَهُ - أَلَا وَلَا بِرَّ لَهُ - أَلَا وَلَا يَؤُمُّ أَعْرَابِيٌّ مُهَاجِرًا أَلَا وَلَا يَؤُمُّ فَاجِرٌ مُؤْمِنًا إِلَّا أَنْ يَقْهَرَهُ سُلْطَانٌ يُخَافُ سَيْفُهُ أَوْ سَوْطُهُ (اعجاز القرآن صلا)

کام میں برکت ڈالے۔ آگاہ رہو کہ ایسے شخص کا حج، روزہ، زکوٰۃ اور تمام نیکیاں ناقابل قبول ہیں۔ کوئی اجڈ گنوار کسی مہاجر کا امام نہ بنے۔ نہ کوئی فاجر شخص کسی پارسا مومن کا ہاں اگر جابر گروہ غالب آجائے اور جان جانے یا زد پڑنے کا خطرہ ہو۔ تو بدرجہ مجبوری جائز ہے۔

خطبہ ۸

اس خطبہ میں آپ نے تلاوت کلام اللہ کی ترغیب نہایت زوردار الفاظ میں دی ہے۔ اور مسلمانوں کو سمجھا دیا ہے۔ کہ قرآن مجید کی تلاوت میں اس قدر شغف اور انہماک سے کام ہو۔ کہ اس سے طبیعت اکتا جانے کا اندیشہ ہی مٹ جائے۔ کیونکہ قرآن شریف ایسی دلچسپ اور بے نظیر کتاب ہے۔ کہ اس میں غور و تدبر سے جتنا بھی کام لیا جائے اس کے مضامین کی گہرائیاں بڑھتی چلی جاتی ہیں۔ نیز خدا کی ذات کا واسطہ دے کر مسلمانوں کو باہمی الفت و محبت کی تلقین کی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:-

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ - أَحْمَدُهُ وَأَسْتَعِينُهُ نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَسَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا مَنْ يَهْدِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ - إِنَّ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللّٰهِ قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَيَّنَهُ اللّٰهُ فِي قَلْبِهِ وَأَدْخَلَهُ فِي الْإِسْلَامِ بَعْدَ الْكُفْرِ وَاخْتَارَهُ عَلَىٰ مَا سِوَاهُ مِنْ أَحَادِيثِ النَّاسِ - إِنَّهُ أَصْدَقُ الْحَدِيثِ وَ

بیشک تعریف خدا کے لئے ہے۔ میں اسکی تعریف کرتا ہوں اور اس سے مدد کا طالب ہوں۔ اور ہم اسکے دامن میں اپنی نفسانی شرارتوں اور عمل کی خرابیوں سے پناہ چاہتے ہیں۔ جسکو خدا ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا۔ اور جسے خدا راہ راست پر نہ لائے۔ اسکی رہنمائی کرنیوالا کوئی نہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ وحدہ لاشریک ہے۔ سب سے بہتر کلام خدا کی کتاب ہے۔ جس کے دل میں اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کے محاسن آراستہ کئے۔ اور کافر ہو چکنے کے بعد اسکو اسلام میں داخل ہونے کی توفیق دی۔ اور انسانی باتیں چھوڑ کر اس نے خدا کا کلام پسند کیا۔ وہ بلاشبہ کامیاب ہوا۔ کیونکہ خدا کا کلام سب سے سچا

اَبْلَغَهُ - اَحِبُّوْا مَنْ اَحَبَّ اللّٰہَ - وَاَحِبُّوا اللّٰہَ مِنْ کُلِّ قُلُوْبِکُمْ - وَلَا تَمَلُّوْا کَلَامَ اللّٰہِ وَذِکْرَہٗ - وَلَا تَقْسُوْا عَلَیْہِ قُلُوْبُکُمْ - اُعْبُدُوا اللّٰہَ وَلَا تُشْرِکُوْا بِہٖ شَیْئًا - اِتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقَاتِہٖ وَصَدِّقُوْا صَالِحَ مَا تَعْمَلُوْنَ بِاَفْوَاهِکُمْ - وَتَحَابُّوْا بِرُوْحِ اللّٰہِ بَیْنَکُمْ - وَالسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ ۔

اور زیادہ پُر اثر ہے ۔ جو خدا کو دوست رکھتا ہے اس کو تم بھی دوست رکھو ۔ اور خدا کے ساتھ دلی محبت پیدا کرو ۔ اور اس کا کلام پڑھنے اور نام یاد کرنے سے ملول نہ ہو ۔ نہ تمہارے دل اس کی طرف سے سخت ہوں ۔ پس خدا ہی کی عبادت کرو ۔ کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ ۔ اس سے پورا پورا ڈرتے رہو ۔ اور اپنے نیک اعمال کی تصدیق زبان سے کیا کرو ۔ (زبان کو قابو میں رکھو) اور ذات الٰہی کے واسطے سے آپس میں پیار و محبت سے رہو ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ ۔

خطبہ ۹

اس خطبہ میں زہد و رقاق کا مضمون نہایت بلیغ پیرایہ میں ادا فرمایا ہے :-

اَیُّهَا النَّاسُ اِنَّ لَکُمْ مَعَالِمَ فَانْتَهُوْا اِلٰی مَعَالِمِکُمْ - وَاِنَّ لَکُمْ نِهَایَۃً فَانْتَهُوْا اِلٰی نِهَایَتِکُمْ - اِنَّ الْمُؤْمِنَ بَیْنَ مَخَافَتَیْنِ - بَیْنَ اَجَلٍ قَدْ مَضٰی لَا یَدْرِیْ مَا اللّٰہُ صَانِعٌ بِہٖ وَبَیْنَ اَجَلٍ قَدْ بَقِیَ لَا یَدْرِیْ مَا اللّٰہُ قَاضٍ فِیْہِ - فَلْیَاْخُذِ الْعَبْدُ مِنْ نَفْسِہٖ لِنَفْسِہٖ - وَمِنْ دُنْیَاہُ لِاٰخِرَتِہٖ وَمِنَ الشَّبِیْبَۃِ قَبْلَ الْکِبَرِ - وَمِنَ الْحَیٰوۃِ قَبْلَ الْمَوْتِ - فَوَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ مَا بَعْدَ

لوگو تمہارے لئے شرعی حدود مقرر ہو چکی ہیں ۔ پس ان تک پہنچ کر تم کو رک جانا چاہئے ۔ اور تمہارے لئے (عالم آخرت) ایک منتہےٰ ہے ۔ پس تم عمل صالح کرکے وہاں پہنچو ۔ مسلمان کو چاہئے ۔ کہ وہ اپنے آپ کو دو خوفناک حالتوں سے گھرا ہوا سمجھے ۔ ایک گذری ہوئی حالت نہ معلوم ان اعمال کو خداوند تعالیٰ قبول فرماتا ہے کہ نہیں ۔ ایک آنے والی حالت ، سو معلوم نہیں اس وقت عمل صالح کی فرصت ملتی ہے یا نہیں ۔ پس انسان اپنے لئے اپنا توشہ تیار کرے ۔ اور دنیا میں رہ کر اپنی عاقبت سنوار لے ۔ بڑھاپے سے پہلے جوانی میں اور موت

اَلْمَوْتِ مِنْ مُسْتَعْتَبٍ وَّلَا بَعْدَ الدُّنْيَا دَارٌ اِلَّا الْجَنَّةُ اَوِ النَّارُ۔

المواهب الفتحيه ج ۲ ص ۲۰۶
والبيان والتبيين ج ۱ ص ۱۶۰

سے پہلے زندگی میں عمل صالح کرے۔ پس قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے کہ مر چکنے کے بعد عتاب اور خجالت دُور کرنے کا کوئی موقع نہ ملیگا۔ نہ دنیا کے بعد جنّت یا دوزخ کے سوا کوئی ٹھکانا مل سکتا ہے۔

خطبہ ۱۰

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فاتحانہ شان وشوکت اور شاہانہ عظمت وجلال سے مکّہ معظمہ میں داخل ہوئے اُس وقت قریش کے دلوں سے خدا ہی واقف تھا۔ کیونکہ وہ جانتے تھے۔ کہ اسلام کو صفحۂ ہستی سے مٹا دینے میں سب سے زیادہ سرگرم ہم ہی تھے۔ وہ زبانیں جو آقائے نامدار پر گالیوں کے بادل برسایا کرتی تھیں۔ ہماری ہی زبانیں تھیں۔ ہم ہی آپ کی راہ میں کانٹے بچھایا کرتے تھے۔ ہماری تشنگی خونِ نبوّت کے سوا کسی چیز سے بجھ نہیں سکتی تھی۔ حرمِ محترم میں آپکو خدا کی یاد سے روکنے والے بے سروسامانی کی حالت میں آپکو وطنِ مالوف چھوڑ دینے پر مجبور کرنے والے اور تیغ وسنان سے اس پیکرِ قدسی کو مجروح کرنیوالے ہم ہی تھے۔ اور جب آپ پر بس نہیں چلتا تھا۔ تو آپ کے تبعین کو جلتی ہوئی ریت پر لٹا کر اُن کے سینوں کو گرم سلاخوں سے داغنے والے بھی ہم ہی تھے۔

رحمۃ للعالمین صحابہ کے جھرمٹ میں شہر کے اندر داخل ہوکر خانہ کعبہ کی طرف تشریف لے گئے۔ سواری پر سات بار بیت اللہ کا طواف کیا۔ وہاں جس قدر بُت تھے۔ آپ ایک ایک کو لکڑی کی نوک سے ٹھوکے دیتے جاتے اور یہ آیت پڑھتے جاتے تھے:۔

جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ۔ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا۔

حق آگیا اور باطل مٹ چکا۔ اور باطل مٹنے ہی کی چیز تھی۔

پھر عثمان بن طلحہ حاجب کعبہ سے کنجی لیکر خانہ کعبہ میں داخل ہوئے۔ وہاں بھی بہت سے بُت رکھے تھے۔ آپ نے سب باہر پھینکوا دئے۔ اور چاشت کی نماز ادا کی۔ پھر خانہ کعبہ کے دروازہ پر کھڑے ہوکر آپ نے منصب رسالت کی حیثیت سے خدا کی سرمدی شہنشاہی کا اعلان کیا۔ جس کا خطاب صرف اہل مکّہ سے نہیں۔ بلکہ تمام عالم سے تھا۔ اہل مکّہ گردنیں جھکائے خوف اور شرمساری کے عالم میں آپ کے سامنے مجرمانہ انداز میں کھڑے تھے۔ آپ نے فرمایا:۔

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ صَدَقَ وَعْدَہٗ۔ وَنَصَرَ عَبْدَہٗ وَھَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَہٗ اَلْاَکُلُّ مَاْثُرَۃٍ اَوْ دَمٍ اَوْ مَالٍ یُّدَّعٰی فَھُوَ تَحْتَ قَدَمَیَّ ھَاتَیْنِ۔ اِلَّا سِدَانَۃَ الْبَیْتِ وَسِقَایَۃَ الْحَاجِّ۔

اللہ ایک ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ اس نے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا۔ اپنے بندے کی مدد کی اور تمام جتھوں کو تنہا توڑ دیا (غزوۂ احزاب کی تلمیح ہے) ہاں۔ زمانۂ جاہلیت کے تمام مفاخر، خوں بہا وغیرہ کو میں نے پاؤں کے نیچے مسل دیا ہے۔ صرف حرم کعبہ کی تولیت اور حاجیوں کی آب رسانی کا انتظام بدستور باقی رکھا جائیگا۔

توضیح

عرب کا دستور تھا۔ کہ اگر کوئی شخص کسی کو قتل کر دیتا تھا۔ اور قاتل پر اس کی زندگی میں دسترس حاصل نہ ہو سکتی۔ تو خاندانی دفتر میں مقتول کا نام لکھا جاتا۔ اور جب موقع ملتا مقتول کے وارث قاتل کے بیٹے، پوتے اور خاندان یا قبیلہ کے دوسرے افراد سے بدلہ لیتے تھے۔ اور جب تک انتقام نہ لے لیں چین سے نہ بیٹھتے تھے۔ اگر سبب عداوت یاد نہ رہے۔ عداوت پھر بھی یاد رہتی تھی۔ بہت سے شخصوں کو فقط اس لئے قتل کرتے تھے۔ کہ ہم کو ان سے دشمنی ہے اور ان کا قتل کرنا ضروری ہے۔ لیکن یہ نہیں بتا سکتے تھے۔ کہ ان سے کیوں دشمنی ہے۔ اس طرح اور بہت سی لغویتیں عرب کے قومی مفاخر میں داخل ہوگئی تھیں۔ اسلام چونکہ ان سب کے مٹانے کو آیا تھا۔ اس لئے آپ نے انتقام، خون بہا اور دوسرے غلط مفاخر پر خط تنسیخ کھینچ کر فرما دیا۔ کہ میں نے ان کو پاؤں سے مسل دیا۔ اور تولیت کعبہ اور حجاج کو آب رسانی کی خدمت کو مستثنےٰ کر کے ثابت کر دیا۔ کہ اسلام کو تمام رسوم جاہلیت سے عناد نہیں۔ اگر اس وقت کی کوئی رسم مفید ہو۔ تو اسلام نہایت فراخدلی سے اسکو لبیک کہتا ہے ۰

عرب میں نسل اور خاندان کا بیحد لحاظ تھا۔ اس پر نیچ ذات کی اقوام کے ساتھ نہایت بُرا سلوک روا رکھا جاتا تھا۔ اسلام کا اصل الاصول اور حقیقی پیغام مساوات قائم کرنا تھا۔ یعنی عرب وعجم، شریف و رذیل، امیر و غریب، آقا و غلام سب کو ایک صف میں لا کھڑا کر دینا آنحضرت کا سب سے پہلا کام تھا۔ اس لئے آپ نے سلسلہ بیان کو جاری رکھتے ہوئے

۷ فرمایا۔ یَا مَعْشَرَ قُرَیْشٍ۔ اِنَّ اللّٰہَ قَدْ اَذْھَبَ عَنْکُمْ نَخْوَۃَ الْجَاھِلِیَّۃِ وَتَعَظُّمَھَا بِالْاٰبَاءِ۔ اَلنَّاسُ مِنْ اٰدَمَ۔ وَاٰدَمُ خُلِقَ مِنْ تُرَابٍ ۰

اے قوم قریش! تم کو اللہ تعالےٰ نے زمانۂ جاہلیت کے گھمنڈ اور نسب پر فخر کرنے سے منع فرمایا ہے سب لوگ حضرت آدمؑ کی اولاد ہیں۔ اور آدم مٹی سے بنے تھے ۰

پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی :-

يَا اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ
ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَجَعَلْنَا شُعُوْبًا وَّ
قَبَائِلَ لِتَعَارَفُوْا ۔ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ
عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ۞ طبری جلد ۳ صفحہ ۱۲۰

اے لوگو ہم نے تم کو ایک مرد اور عورت سے پیدا
کیا۔ اور تمہاری شاخیں اور قبیلے بنائے۔ تاکہ تم
ایک دوسرے کو پہچانو۔ تم میں سے خدا کے نزدیک
زیادہ شریف وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے ۞

چونکہ مکہ معظمہ عرب کے نزدیک نہایت مقدس شہر تھا۔ اور حرم کعبہ ان کے نزدیک دارالامان تھا۔ جس میں کبھی خونریزی نہیں ہو سکتی تھی۔ مگر فتح مکہ کے موقع پر قریش کے ایک گروہ نے بقصد مقابلہ حضرت خالد کی فوج پر تیر برسائے تھے۔ جس سے مجبور ہو کر حضرت خالد نے بھی حملہ کیا تھا۔ چونکہ حرم کے دامن پر یہ خون کا دھبہ مذہب کے ہاتھ سے لگا تھا۔ اس لئے شبہ ہو سکتا تھا۔ کہ ہمیشہ کے لئے حرم کا احترام مٹ جائے۔ اس لئے آپ نے فرمایا :-

اِنَّ هٰذَا الْبَلَدَ حَرَّمَهُ اللّٰهُ يَوْمَ
خَلَقَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضَ فَهُوَ
حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللّٰهِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ
وَاِنَّهُ لَمْ يَحِلَّ الْقِتَالُ فِيْهِ لِاَحَدٍ
قَبْلِيْ وَلَمْ يَحِلَّ لِيْ اِلَّا سَاعَةً مِّنْ
نَّهَارٍ ۔ فَهُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللّٰهِ
اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَا يُعْضَدُ شَوْكُهُ
وَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهُ وَلَا يُلْتَقَطُ اِلَّا
مَنْ عَرَّفَهَا وَلَا يُخْتَلٰى خَلَاهَا ۞
(بخاری و مسلم)

خدا نے جس دن سے زمین و آسمان پیدا کئے ہیں۔
اسی دن سے اس شہر کو محترم قرار دیا۔ پس یہ شہر بحرمت
خداوندی قیامت تک حرام رہے گا۔ مجھ سے پہلے کسی
کو اس میں لڑائی کی اجازت نہیں ملی۔ اور مجھے بھی بجز
تھوڑی دیر کے ہرگز اجازت نہیں۔ پس وہ بحرمت
خداوندی قیامت تک حرام ہے۔ نہ اس کے کانٹے
توڑے جا سکتے ہیں نہ اس کا شکار ہنکایا جا سکتا ہے
نہ اس میں گم شدہ چیز کسی کے لئے حلال ہے۔
ہاں اگر مالک کی جستجو کے لئے اٹھائی جائے۔ نہ حرم
کی گھاس کاٹی جا سکتی ہے ۞

اس پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کی "یا رسول اللہ۔ اذخر نامی گھاس کو اس حکم سے مستثنےٰ فرمادیں۔ کیونکہ وہ لوہاروں کی بھٹیوں اور گھروں کی چھتوں کے لئے بے حد درکار رہے" آپ نے فرمایا " مگر اذخر کاٹ کر لے جانے کی اجازت ہے"۔

خطبہ سے فارغ ہو کر رحمتِ دو عالم نے قریش کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا۔ اور فرمایا " اے قوم قریش۔ تم کیا

سمجھتے ہو۔ کہ میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں گا؟" سب نے جواب دیا "آپ ہمارے شریف بھائی اور شریف برادر زادہ ہیں" یہ جواب سن کر آپ نے فرمایا:-

لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ۔ اِذْهَبُوا فَاَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ۔ — آج تم پر کوئی الزام نہیں۔ جاؤ۔ تم سب آزاد ہو۔

(باقی)

آہ! علامہ اقبال

(جناب عبد الرزاق صاحب سعید بن عمر بمبئی)

آج بے رونق ہوئی ہے بزمِ شعر و فلسفہ
اُٹھ گیا اُستادِ فن یکتائے عصر اے ہمنشیں

قوم کے علم و ادب کو کر گیا بیکس یتیم
"آسماں را حق بود گر خوں ببارد بر زمیں"

کارواں کو اس نے بخشی نعمتِ "بانگِ درا"
صاحبِ ہمت کو بخشا "بالِ جبریل" امیں

بے تکلف جو سُنا دیتا تھا، مشرق کا پیام
جس کے شکووں سے ہوئے بیدار اربابِ یقیں

تلخیٔ آلامِ دُنیا تلخیٔ دورِ حیات
جس کے "اسرارِ خودی" سے بن گئی ہے انگبیں

عصرِ حاضر پر لگائی جس نے وہ "ضربِ کلیم"
ہیں مناتِ و لاتِ دوراں سرنگوں اندوہ گیں

زندۂ جاوید کا "جاوید نامہ" دیکھنا
ہے گلستانِ تخیل میں جو فرحت آفریں

"پس چہ باید کرد اے اقوامِ شرق" اُس نے کہا
اُس مسافر سے رہا لرزاں دلِ مستشرقیں

چل بسا وہ نکتہ دانِ شرع۔ امت کا حکیم
چل بسا ہیہات رُومی کا مرید و جانشیں

چل بسا وہ ترجمانِ فطرتِ انسانیت
جس کی ساری زندگی تھی ایک نظمِ دلنشیں

مردِ میداں وہ صرف شعر و سخن ہی کا نہ تھا
تھا وہ دنیائے سیاست کا بھی ماہر بالیقیں

تھا وہ اک مردِ مجاہد عالمِ اسلام کا
گلشنِ مشرق میں پھیلی اُس کی بوئے عنبریں

چل بسے علامہ اقبال! آہ یہ کیا کہہ دیا
کام جس کے زندہ ہوں وہ مر بھی سکتا ہے کہیں

ہوگیا ہے ثبت اُس کا نامِ نامی اے سعید
لوحِ عالم سے کبھی اقبال مٹ سکتا نہیں

دعوتِ عمل

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِأَنْفُسِهِمْ ط

خدا نے آج تک اُس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

بے نواؤں کو جورِ قیصری نے کچل ڈالا تھا۔ قرنوں سے جہل و ضلالت کی گھٹائیں چھائی تھیں۔ کوئی اپنی دختر کو زمین میں گاڑ رہا تھا۔ کوئی اپنی پھوپھی زاد بہن سے عشقیہ محبت بلکہ بدکاری کے گیت گا رہا تھا۔ کوئی لات و منات کا پجاری تھا۔ اور کوئی نسر و ہبل کا۔ ہزاروں قبائل تھے۔ قبیلۂ اسد عطارد کی پوجا کرتا تھا۔ کنانہ چاند کی۔ حمیر آفتاب پرست تھا۔ اوس و خزرج منات کی۔ اور انہیں کے دوش بدوش نصرانیت، یہودیت اور مجوسیت بھی موجود تھی مستورات کی حالت قابلِ رحم تھی۔ ان کے پیٹ چاک کر ڈالے جاتے تھے۔ اور بچے نکال کر پھینک دئے جاتے تھے۔ ان کی عزت و ناموس شاہراہِ عام پر پڑی لٹ رہی تھی۔ نصرانیت و یہودیت ان کا مقابلہ کرتے کرتے تکان محسوس کر رہے تھے۔ کہ یکایک فاران کی چوٹی سے ایک نور چمکا۔ جس نے آتے ہی دنیا میں وہ انقلاب برپا کر دیا۔ کہ نہ کسی نے ایسا انقلاب برپا کیا تھا۔ اور نہ کوئی تا حشر کر سکتا ہے۔ اس تیئیس سالہ انقلاب نے دنیا کی کایا پلٹ دی۔ بڑے بڑے متکبر و جابر شہنشاہ اس کی دہلیز پر جبیں سائی کر رہے تھے۔ شہسوارانِ حجازی جن کے ہاتھوں میں دنیا بھر کی تقدیریں پنہاں تھیں اپنے خون کے قطروں کو سینچ سینچ کر عمارتِ اسلام کو کھڑا کر رہے تھے۔ اسلام کا خورشید جاہ و جلال نصف النہار پر چمک رہا تھا۔ اہلِ عرب جو چند سال پہلے شتربان و بدوی سے زیادہ وقعت نہ رکھتے تھے قیصر و کسریٰ کے دروازے کھٹکھٹا رہے تھے۔ اسلام نے ان میں کچھ ایسی رُوح بھر دی تھی۔ کہ وہ جس طرف کا رُخ کرتے۔ فتح و نصرت اُن کے قدم چومتی تھی۔ اسلامی فتوحات کا سیلاب ایک طرف صحرائے افریقہ، اندلس اور دی آنا۔ اور دوسری طرف چین کے میدانوں میں موجیں مار رہا تھا۔ دختر کشی، اصنام پرستی، زناکاری و بدکاری اور مساوات شکن طرزِ عمل حرفِ غلط کی طرح مٹ چکے تھے۔ ایوانِ ظلم و استبداد میں زلزلہ آچکا تھا۔ باجبروت کجکلاہوں کے تاج روندے جا چکے تھے۔ لات و نسر کے پرستار لا الٰہ الا اللہ کا ورد کر رہے تھے۔ آہ۔ مگر کچھ عرصہ گزر جانے کے بعد

وہی مسلمان جن کے آباواجداد نے اپنا خون بہاکر دنیا کو سیراب کیا تھا۔ وادی عجم میں داخل ہوئے۔ مگر صد افسوس کہ اپنی عہدِ رسالت کی رسومات چھوڑ کر عجمی اقوام کی رسومات قبول کرنے لگے۔ قرآن مجید کو بھولنے لگے۔ قسمت کا ستارہ ڈوبنے لگا۔ اور پھر انہی مذموم رسومات کو اپنے اسلاف کا ورثہ سمجھنے لگے۔ اے ہندی مسلم۔ تیرے اسلاف کا تو کچھ اَور ہی ورثہ تھا۔ تلوار اور قرآن۔ مگر تو نے ان دونوں کو پسِ پشت ڈال کر اپنے گلے میں رسومات کی کمند ڈال لی۔ جس سے نکلنا تیرے لئے اب دشوار نہیں۔ بلکہ ناممکن ہوگیا ہے۔ ایک نہیں ہزاروں رسمیں تیری رگ رگ اور نَس نَس میں سرایت کر چکی ہیں۔ کس کس کا کوئی نام لکھے۔ خود اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھ۔ وہی چیز جس کو مٹانے کیلئے آقائے نامدار اس جہان میں تشریف لائے۔ اور جس کو انتہائی ثابت قدمی سے پتھروں اور اینٹوں کی بارش میں اور سب وستم کی بوچھاڑ میں نیست و نابود کر دیا۔ آج پھر اسی کو تیری غیرت قبول کر رہی ہے۔ اور فلاکت ذکبت کا شکار ہو رہی ہے۔ شادی کا مسئلہ تو کچھ ایسے دلکش الفاظ میں بیان کرتا ہے۔ کہ تیرے سانفیوں کی رگِ حمیت پھڑک اٹھتی ہے۔ اگر کہا جائے۔ جناب ایسا نہ کرو۔ نقصان دہ ہے۔ جواباً ارشاد فرماتے ہیں " جیسی ہماری مرضی ہو ہم کرینگے۔ آپ ہمیں ٹوکنے والے کون " بعینہٖ قریش مکہ کی یہ تمثیل۔ کہ جب آنحضرت تاجدارِ مدنی نے قریش مکہ کو کہا۔ کہ میں خدا کا رسول ہوں۔ تمہاری طرف بھیجا گیا ہوں۔ مجھ پر ایمان لاؤ۔ تو جواب ملا۔ کہ ہم اپنے باپ دادا کے مذہب سے ہٹ کر ایک یتیم کے مذہب پر چلیں۔ یہ بے عزتی و توہین ہم سے برداشت نہیں ہو سکتی ؛

یوں تو میں غیر شرعی رسومات کو بیخ و بن سے اکھاڑ دینے کا متمنی ہوں۔ مگر پیش نہیں جاتی۔ کل میرے ایک عزیز دوست میرے پاس تشریف لائے۔ اور آتے ہی مجھ سے قسمیہ بیان لینے لگے۔ کہ میں ایک نہایت ضروری کام کے لئے آپ کے پاس حاضر ہوا ہوں۔ کیا آپ میرا ساتھ دیں گے۔ میں نے متعجب ہو کر کہا۔ قمر صاحب۔ آپ میرے کرمفرما۔ انشاء اللہ میں ضرور آپ کا ساتھ دوں گا۔ کہنے لگے۔ موضع کوٹلی میں مرزا غیرت بیگ کی شادی ہے آتشبازی کا انتظام میسرز ہیرا و پنالعل امرتسری نے کیا ہے۔ رحیم آباد کے بھانڈ آئیں گے۔ دو تین کنچنیاں بھی آئی ہوئی ہیں۔ چلو چلیں۔ میں نے کہا۔ آپ کو معلوم ہے۔ کہ میں ہمیشہ ان کی مخالفت کرتا رہا ہوں۔ مگر انہوں نے میری باتیں اَن سُنی کر کے تقاضا شروع کر دیا۔ اُن کے پیہم اصرار پر میں ان کے ساتھ چل دیا۔ دیکھا۔ کیا دیکھا ؟ ہدیۂ ناظرین ہے +

سامنے میدان میں محفل استادہ ہے۔ روشنی کا یہ عالم ہے۔ کہ دن نکل آیا ہے۔ جا بجا گلدستے و پھول دان رکھے ہیں۔ ایک بڑے قالین پر زریں مسند لگی ہوئی ہے۔ گاؤ تکیے رکھے ہیں۔ اس پر دولھا میاں منہ پر سہرا ڈالے بیٹھا ہے۔ میدان آدمیوں سے کھچا کھچ بھرا ہے۔ جگہ جگہ پیچوان اور فرشی حقے دھرے ہیں۔ چلموں پر چلمیں بھری جارہی

ہیں۔ چائے کا بھی دور چل رہا ہے۔ عطر کی لپٹیں آرہی ہیں۔ نقال کھڑے کر دئے ہیں۔ یہ رحیم آباد کے بھانڈ ہیں ان کی نقلوں نے بچوں بوڑھوں اور جوانوں کو ہنساتے ہنساتے لٹا دیا ہے۔ اس وقت "پانچواں فرشتہ" کی نقل کر رہے ہیں۔ دیکھنا وہ چھوکرا کیا مچل مچل کے گا رہا ہے ؎

دوپٹے کو آگے سے دوہرا نہ موڑو

نمودار چیزیں چھپانے سے حاصل

تھوڑی دیر بعد رنڈیوں کی باری آئی عجیب سماں بندھا ہے۔ بڈھوں سے لیکر بچوں تک سب محو ہو رہے ہیں۔ سوائے سارنگی کی مہین آواز اور طبلے کی تھاپ یا رقاصہ کی سُریلی الاپوں کے کوئی پتہ نہیں کھڑکتا۔ ہاں کبھی کبھی واہ واہ کی آواز مجمع سے بلند ہوتی ہے۔ یا کوئی خاں صاحب روپوں سے بھری ہوئی ہتھیلی کو جب رقاصہ کی طرف کرتے ہیں۔ اور وہ بانکی ادا سے اُن کے ہاتھ سے لیتی ہے۔ تو بس اس وقت خان صاحب کا حال کچھ نہ پوچھئے گویا دونوں جہاں کی سعادت جو روزِ ازل سے اُن کے حصہ میں آئی تھی۔ دنیا میں آکر ان کو مل گئی ہے۔ یہ گلزار بیگم امرتسر والی ہے۔ سنا ہے ۵۰۰ روپے روز پہ آتی ہے۔ اور اس وقت یہ غزل گا رہی ہے ؎

صد مسیحا عاجز آیند از دوائے دردِ من — زانکہ بیمار محبت را دوائے دیگر است

نیست آئینِ شہادت فانیِ مُطلق شدن — کشتگانِ عشق را ہر دم بقائے دیگر است

در سرِ راہِ محبت بر امیدِ پیرہن — دیدۂ یعقوبؑ را ہر دم ضیائے دیگر است

الحذر اے نوحؑ از طوفانِ چشم الحذر — کاندریں دریائے ما طرزِ شنائے دیگر است

اور اِس وقت یہ گا رہی ہے ؎

تہمتیں چند اپنے ذمے دھر چلے — جس لئے آئے تھے سو ہم کر چلے

زندگی ہے یا کوئی طوفان ہے — ہم تو اس جینے کے ہاتھوں مر چلے

کیا ہمیں کام ان گلوں سے اے صبا — ایک دم آئے ادھر اُدھر چلے

آہ مست جی کو جلا تب جانئے — جب ترا افسوں کوئی اُن پر چلے

ساقیا یاں لگ رہا ہے چل چلاؤ — جب تلک بس چل سکے ساغر چلے

اس وقت رات کے دو بجے ہیں۔ رات کا سناٹا زیادہ بڑھ گیا ہے۔ جلسہ کی وہی رونق ہے۔ کوئی آدمی ہلنے کا نام نہیں لیتا۔ رقاصہ کی آواز نے ہر شخص کو مست کر دیا ہے۔ وہ آدمی جو اپنی جیبیں گھر سے نوٹوں اور روپوں سے بھری

ہوئی لائے تھے خالی کر چکے تھے ؛

گھر میں روٹی کھانے کو نہیں ہوتی۔ ساہوکار سے روپیہ قرض لیکر یہ فرائض سرانجام دئے جاتے ہیں۔ انکو کیا خبر ہے کہ پنجاب اس وقت ۹۰ کروڑ روپے کا مقروض ہے۔ سود در سود کی لعنت سے ۱۲½ کروڑ روپیہ سالانہ ساہوکاروں کے گھر چلا جاتا ہے۔ ہزاروں غریب بن آئی موت مرجاتے ہیں۔ جھونپڑا نیلام ہوجاتا۔ زمین قرضخواہ قرق کروا لیتے ہیں۔ اور وہی خاں صاحب جو تماشہ گاہ میں سب سے زیادہ روپیہ دیتے رہے تھے، ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر رہے ہیں۔ عبرت! عبرت! عبرت! کاش مسلمان جانتے کہ قاسم کوثر، شافع محشر، سرور کونین، رحمت دارین، حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی دختر بلند اختر حضرت خاتون جنت فاطمۃ الزہرا کی شادی خانہ آبادی کس طریقہ سے قرار پائی۔ ہائے۔ ایسی سادگی کے قربان جائیے۔ نہ انہیں مائیوں بٹھلایا گیا۔ نہ مہندی لگائی گئی۔ نہ کھارے چڑھایا گیا۔ نہ قیمتی اور زریں لباس ملبوس کیا گیا۔ نہ برادری بلائی گئی۔ بلکہ نہایت سیدھے سادے طریقہ پر رسول خدا نے اپنی لخت جگر کا نکاح کر دیا ؛

خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی شادیاں دیکھئے۔ نہ سودی قرضہ لیا گیا۔ نہ رنڈیوں کا ناچ گانا ہوا۔ نہ سہرا بندھا۔ صرف حق مہر مقرر ہو جانے کے بعد نکاح ہوجاتا ہے ؛

لڑکے کی ولادت کے وقت ہزاروں چھوٹی موٹی رسموں پر دل کھولکر خرچ کیا جاتا ہے۔ ختنہ میں برادری کے سب احباب کو بلایا جاتا ہے۔ اس کے بھی اہتمام پر کتنا روپیہ اٹھ جاتا ہے۔ جو سراسر خداوند کریم کے احکام کی شدید مخالفت ہے۔ ختنہ کے واسطے نہایت حفاظت کی ضرورت ہے۔ آنحضرتؐ نے امام حسن اور امام حسین علیہما السلام کو بلایا۔ اور خود اپنے ہاتھ سے ختنہ کر دیا ؛

اے خدا! تیرے رسول کے احکام کی کھلے بندوں مخالفت کی جارہی ہے۔ اور انہی لوگوں سے جو تیرے رسولؐ کے نام لیوا ہیں۔ تیری رحمت جوش میں کیوں نہیں آتی؟ کیوں یثرب کی وادیوں سے کوئی گھٹا نہیں اٹھتی؟ تیرا ابر گوہر بار تو جس سرزمین پر برسا۔ اسی کے دامن لعل و جواہر سے بھر دئے۔ عرب و عجم کی تو کچھ تخصیص ہی نہ تھی ؛

مسلمانو! اگر تم ممتاز و متمدن بننا چاہتے ہو۔ تو تم کو زہر کا پیالہ آبِ بقا جان کر پینا ہوگا۔ موجوں کو چیر کر ساحل سے ہمکنار ہونا پڑیگا۔ اپنی ناؤ کو خون کے دریا میں کھینا ہوگا۔ طاغوتیوں کے قلعہ کو پاش پاش کرنا ہوگا۔ اور ان مذموم رسومات کو جو روز بروز تم کو قعر مذلت میں گرا رہی ہیں۔ ترک کر دینا پڑیگا۔ اور تیرہ سو سال پہلے کا مسلمان بننا پڑیگا۔ آؤ تبھی تم خدائے ذوالجلال والاکرام کے انعامات سے سرفراز سے جا سکتے ہو۔ آؤ۔ اے ہندوستان کے پرجوش

نوجوان مسلمانو! کہ تمہیں کل امتِ اسلامیہ کے جانشین ہونے والے ہو۔ آؤ ان رسومات و توہمات کی اصلاح کر کے آنحضرتؐ کے ارشادات کو زندہ جاوید کریں۔ وہ رسومات جن کا نام سُن کر دل پارہ پارہ اور جگر پاش پاش ہو رہا ہے۔ فنا کریں۔ اس مسلمان بھائی کو جو رسومات کی آہنی زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے آزاد کریں۔ اُن قل آعوذی ملّاؤں کا جو ایک روپے کے عوض اپنا ایمان بیچتے پھرتے ہیں دماغ درست کریں۔ ان چودھویں صدی کے پیروں کو جو امت مسلمہ کے چہرے پر بدنما دھبے ہیں، دور کریں۔ ان خود غرض رہنماؤں کا جو قوم کی کشتی کو طوفان زا سمندر میں بہا دیتے ہیں۔ ماتم کریں۔ ان دیہاتی مولویوں سے جو قرأت میں ہزارہا غلطیاں کرتے ہیں۔ مگر "ہیر وارث شاہ" "جنگ نامہ حامد" ایسی سریلی آواز میں پڑھتے ہیں۔ گویا یہ بھی الہامی کتابیں ہیں کنارہ کشی کریں۔ آؤ مرثیہ پڑھیں، اُن ہٹے کٹے گداگروں اور درویشوں کا جو مجالس میں بڑے زور سے نعرۂ الا اللہ بلند کرتے ہیں۔ مگر خود شام کو کاسۂ گدائی کرتے پھرتے ہیں۔ اور خانقاہوں کے مجاوروں کا طلسم پاش پاش کریں۔ جو بھنگ اور افیم کے نشہ سے مست ہو کر خوف خدا سے بے پروا ہو کر بکتے رہتے ہیں ۔

اے محمد عربی کے نام پر مرمٹنے والو۔ ملت مرحومہ کو خوابیدہ کرنے کے لئے اٹھو۔ اٹھو۔ ایسا نہ ہو کہ وقت ہاتھ سے نکل جائے ؎

مومنو! حق کی نہیں سوگند۔ ایماں کی قسم ۔۔۔ یہ صدا سن کر بڑھو کہتے ہوئے حاضر ہیں ہم
حکم دو تاریخ کو دُہرائے اپنی داستاں ۔۔۔ یہ نہیں ہمت تو ہاتھوں میں پہن لو چوڑیاں
مرد وہ کب ہے بھنور سے جو اُبھر سکتا نہیں
حق ہی جینے کا نہیں اس کو جو مر سکتا نہیں

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۔

(مسٹر) محمد دین کلیم دلیل پوری

چار امام

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا نام نعمان بن ثابت ہے۔ ۸۰ھ میں بمقام کوفہ پیدا ہوئے۔ حماد بن ابی سلیمان سے فقہ حاصل کی۔ عطاء بن ابی رباح اور نافع مولیٰ ابن عمر سے حدیث سُنی ؏

اس وقت کے سیاسی حالات نازک تھے۔ بنو امیہ کی سلطنت کو مٹایا جا رہا تھا۔ اور عباسیوں کے حدود اقتدار کو وسیع کیا جا رہا تھا۔ بنو امیہ اس کوشش میں تھے کہ لوگوں کی عام ہمدردی کو حاصل کیا جائے اور موجودہ حالات پہ قابو پا لیا جائے۔ اس لئے عام طور پر علماء کے سامنے بڑے بڑے عہدے صرف اس لئے پیش کئے۔ کہ انہیں سلطنت کے متعلق ان کے خیالات معلوم ہو جائیں۔ چنانچہ ابنِ ہبیرہ والیٔ عراق نے امام موصوف کے سامنے بھی اس چیز کو پیش کیا۔ اور شاید امام اس بارے میں پہلے ہی سے متہم تھے۔ اس لئے ان کے انکار کرنے پر انہیں سزا دی گئی ؏

آپ ریشمی کپڑے کی تجارت کرتے تھے اور معاملے کی سچائی میں مشہور تھے۔ قد میانہ اور طریق گفتگو نہایت شیریں تھا۔ جعفر بن ربیع کہتے ہیں، مَیں نے ابو حنیفہؒ کے یہاں پانچ سال تک قیام کیا، مَیں نے ان سے زیادہ خاموش آدمی نہیں دیکھا۔ لیکن جب ان سے فقہ کے متعلق سوال کیا جاتا، تو وہ نالے کی طرح بہنے لگتے اور غلغلہ انگیز تقریر کرتے تھے ؏

یہ تین فقہاء کوفہ میں آپکے معاصر تھے۔ اور تینوں سے آپ کی نوک جھوک رہتی تھی :-

(۱) سفیان بن سعید ثوری۔ اہلحدیث کے ائمہ میں سے تھے ؏

(۲) شریک بن عبد اللہ النخعی ۹۵ھ میں بمقام بخارا پیدا ہوئے ؏

(۳) محمد بن عبد الرحمٰن ابن لیلیٰ ۷۴ھ میں کوفہ میں پیدا ہوئے۔ اور ۳۳ سال تک یہاں کے قاضی رہے ؏

حضرت امام ۱۵۰ھ میں فوت ہوئے ؏

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ

مالک بن انس بن مالک بن ابی عامر۔ ان کا سلسلہ نسب یمنی قبیلہ ذی اصبح تک منتہی ہوتا ہے۔ ۹۳ھ میں مدینہ میں پیدا ہوئے۔ تعلیم پہلے مدینہ کے شیوخ ہی سے حاصل کی۔ عبد الرحمن بن ہرمز آپ کے پہلے استاد ہیں۔ اس کے بعد نافع مولیٰ ابن عمر اور ابن شہاب زہری سے بھی روایت کی۔ فقہ میں آپ کے شیخ ربیعۃ الرائے تھے۔

آپ فرماتے ہیں، جب تک ستر شیوخ نے میری اہلیت کی تصدیق نہیں کی میں مسند افتار پر نہیں بیٹھا۔

واقدی وغیرہ کہتے ہیں۔ امام کی مجلس علم نہایت باوقار تھی۔ اور وہ رعب و داب کے آدمی تھے۔ ان کی مجلس میں مجادلہ اور شور و شغب نہیں ہوتا تھا۔ جب ان سے کوئی سوال کیا جاتا تھا۔ اور وہ سائل کو کوئی جواب دے دیتے تھے۔ تو وہ ان سے یہ نہیں پوچھتا تھا تم نے اس کا جواب کس ماخذ سے دیا ہے۔

۱۷۹ھ میں فوت ہوئے۔

طلاق جبر کے مسئلے پر آپ کی حکومت وقت سے جھڑپ ہوگئی۔ آپ نے نہایت جرأت سے اعلان کیا کہ طلاقِ جبر کوئی چیز نہیں۔ اس پر آپ کو باحالِ پریشان تشہیر کے لئے اونٹ پر سوار کر کے سارے شہر میں گھمایا گیا تاکہ لوگ حکومت سے اختلاف کرنے والے کے انجام کو دیکھیں اور آئندہ محتاط رہیں۔ حضرت امام کی کیفیت یہ تھی کہ خود لوگوں کو مخاطب کر کے کہتے جاتے، جانتے ہو میں کون ہوں؟ جو نہیں جانتے ان کو معلوم ہونا چاہیئے کہ میں مالک بن انس ہوں۔ اور میں بہانگ دہل کہتا ہوں، مجبور کی طلاق نہیں ہوتی۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ

ابو عبد اللہ محمد بن ادریس بن العباس بن عثمان بن شافع الشافعی المطلبی۔

آپ کی ماں یمنی اور قبیلہ ازد سے تھیں۔ جو نہایت ذہین تھیں۔ عسقلان کے صوبہ میں بمقام غزہ ۱۵۰ھ میں پیدا ہوئے۔ یہ ان کا اصل وطن نہ تھا۔ بلکہ ان کے باپ ادریس کسی ضرورت سے یہاں آئے اور یہیں انتقال کر گئے۔

دو سال بعدِ ولادت آپ کی ماں پھر مکے میں آپ کو لے آئی۔ اور آپ نے پھر یہیں تربیت حاصل کی۔ پہلے قرآن حفظ کیا۔ پھر ہذیل (جو بادیہ میں افصح العرب تھا) کے پاس گئے۔ اور ادب و فصاحت سیکھی۔ یہی وجہ

ہے۔ کہ ان کا کلام جاہز سے کسی طرح کم نہیں ہوتا۔ اس کے بعد شیخ الحرم مسلم بن خالد الزنجی کی شاگردی اختیار کی۔ اور فارغ التحصیل ہونے کے بعد امام مالکؒ کے پاس گئے۔ اور موطا سنایا ؛

ایک دفعہ شیعیت سے متہم کئے گئے۔ اور ہارون رشید نے بلایا۔ فضل بن ربیع نے مدافعت کی۔ اس لئے بچ گئے ؛

امام ابوحنیفہ کے شاگرد امام محمد بن حسن الشیبانی سے اکثر مناظرے کئے جس پر رشید بہت خوش ہوتا تھا۔ ۱۹۰ھ میں مصر پہنچے۔ اور ۲۰۴ھ میں وہیں وفات پائی ؛

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ

امام احمد بن حنبل بن ہلال الذہلی الشیبانی المروزی ثم البغدادی

۱۶۴ھ میں پیدا ہوئے ہشیم اور ابن عیینہ وغیرہ اکابر محدثین سے حدیث سنی۔ امام شافعی جب بغداد میں آئے۔ تو امام نے ان سے فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ آپ کی مسند ۴۰ ہزار احادیث پر مشتمل ہے جس کو اُن کے بیٹے عبداللہ نے روایت کیا ہے ؛

مسئلہ خلق قرآن کی جسے مامون نے ۲۱۲ھ میں کافی طور پر پھیلایا سخت مخالفت کی۔ اور اس سلسلے میں شدید ترین سزائیں برداشت کیں۔ تاآنکہ متوکل نے خود ۲۳۴ھ میں اس دعوت کو چھوڑ دیا ؛

(مقتبس)

اصلی جہیز

یعنی وہ دل آویز نظم

جو بتقریب سعید شادی دختر نیک اختر جناب ماسٹر محمد احسان صاحب مینجنگ ڈائرکٹر بیکو لمیٹڈ لاہور
جناب قاضی محمد دلپذیر صاحب ظہیر نیاز بیگی مدیر معاون حقیقت اسلام لاہور
نے پیش فرمائی اور مجلس نکاح میں پڑھ کر سنائی

لے اے بیٹی مری جانب سے چند اک خاص گہنے ہیں — یہ وہ گہنے ہیں جو ہر وقت تیرے پاس رہنے ہیں
انہی گہنوں سے بڑھ جائیگی عزت تیری دنیا میں — انہی گہنوں سے حاصل ہوگی تجھ کو شان عقبےٰ میں
یقیناً میری باتوں پر عمل تیرا اگر ہوگا — تو حاصل ایکدن ان کا تجھے شیریں ثمر ہوگا
مری تاکید ہے تجھکو خدا سے ڈرتے رہنے کی — تمیز نیک و بد دنیا میں ہر دم کرتے رہنے کی
نہ چھوٹے تجھسے حلم و عجز و صبر و نرم گفتاری — نہ ہو تجھ سے کبھی سسرال والوں کی دلآزاری
حیا آنکھوں میں رکھنا اور سدا خوف خدا کرنا — ہمیشہ اپنے مالک سے جفا پر بھی وفا کرنا
دعا ہے تجھ کو حاصل ہو سدا دولت ذہانت کی — طبیعت میں متانت کی تو کاموں میں دیانت کی
کٹے ہر سانس بس شوہر کی یوں طاعتگذاری میں — اٹھے شکوہ نہ ہو تجھ سے امور خانہ داری میں
یہی فرمانِ باری تعالیٰ ہے یہی فرمانِ ہادی ہے — جہاں یہ جہیز ہے بیٹی وہاں شادی ہی شادی ہے

جہیزِ اصلی مجھے دینا یہی تو آج ہے بیٹی
اسی سے تیری تیرے سسر خانداں کی لاج ہے بیٹی

یہ دُنیا اور اِس دُنیا کا یہ جو ساز و ساماں ہے
یہ کیا ہے کچھ نہیں ہے اک فریبِ چشمِ انساں ہے

دمِ رُخصت یہیں سب کچھ پڑا رہ جائیگا اکدن
ہُوا کوئی عمل اچھا تو وہ کام آئیگا اک دِن

ظہیرِ بے نوا کی ہے دُعا نیکی کماؤ تم
پھلو پھولو جہاں میں اور مُرادیں دِل کی پاؤ تم

جناب فیضانی کے تین تحفے

حقیقتِ اسلام

ہندوستان کا تبلیغی - مذہبی اور علمی رسالہ

مدیر مسئول
ماسٹر محمد احسان

مدیر معاون
قاضی محمد دلیر ظہیر نیاز بیگی

بابت ماہِ جون ۱۹۳۸ء مطابق ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ

جلد ۱۲ نمبر ۶

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

حال و قال

یہ تو جب سے دنیا قائم ہے سنتے آئے ہیں کہ لوگ مذہب کے احکام کو نہیں مانتے، نافرمانی اور فسق و فجور کا زور ہو رہا ہے۔ اور اگر آج بھی چیخ پکار ہے۔ تو یہ کوئی نئی چیز نہیں۔ نئی اور غالباً بالکل نئی چیز تو ایک مدت سے یہ پیدا ہوئی ہے۔ کہ دنیا عموماً اور یورپ و امریکہ خصوصاً نفس مذہب ہی سے متنفر ہو رہے ہیں ۔

اس فتنۂ دہریت یا لامذہبیت کا زیادہ تر زور روس، امریکہ اور اب جرمنی میں پایا جاتا ہے۔ امریکہ میں خصوصاً اس مطلب کے لئے انجمنیں بھی قائم ہو چکی ہیں۔ جرائد شائع ہوئے ہیں جن کی اشاعت ترقی کر رہی ہے۔ یہ انجمنیں اور ان کے آرگن مذہب کی مخالفت کرتے رہتے ہیں۔ وہ ان تمام قواعد کو توڑ دینا چاہتے ہیں۔ جن پر عیسائی اخلاقیات کا دارومدار ہے۔ وہ مدارس میں مذہبی تعلیم کی شدید مخالفت کرتے ہیں۔ اور یہ بھی مطالبہ کرتے ہیں کہ سرکاری اعلانات سے تمام مذہبی فقرے نکال دئے جائیں۔ یعنی دوسرے لفظوں میں یہ کہ حکومت کا کوئی مذہب نہ ہو ۔

ان انجمنوں نے تعلیم و تربیت کی بنیاد پر بھی قبضہ کرنے کی کوشش شروع کر رکھی ہے۔ یعنی بچوں کے لئے ایک انجمن لامذہبیت الگ بنا رکھی ہے۔ جس میں سات سال سے سترہ سال تک کی عمر کے لڑکوں کو ممبر بنا کر انہیں دہریت کی تعلیم دی جاتی ہے۔ بعض انجمنیں انجیل کی اشاعت و فروخت کے خلاف بھی سرگرم عمل ہیں ۔

غرض اب ایک عام اور سرگرم کوشش ہو رہی ہے۔ کہ مذہب کا وجود ہی نہ رہے۔ اور نسل آدم کے اذہان، افکار اور اعمال آزاد ہو کر انسانی مرضی کے تابع ہو جائیں ۔

لامذہبیت کی نشر و اشاعت کرنیوالوں کے سامنے کارل مارکس کا یہ اعلان ہے۔ کہ "مذہب بنی نوع انسان کے لئے افیون کی مانند ہے۔ مذہب کا قلع قمع انسانی بہبودی کے لئے سب سے زیادہ ضروری ہے"۔

ایک عرصہ سے جرمنی میں بھی مذہب کے خلاف ایک جنگ کی صورت قائم ہو گئی ہے۔ پچھلے سال پوپ نے اس صورت حالات پر اظہار افسوس کرتے ہوئے اعلان کیا تھا۔ کہ جو قوم یا سلطنت یا نظامِ حکومت یہ سمجھے۔ کہ اس کو دنیوی اقتدار سے بالاتر بھی کوئی وقعت حاصل ہے۔ اور وہ اپنے آپ کو قابل پرستش قرار دینے لگے۔ وہ کائنات کے الٰہی نظام کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ (جرمنی میں) مذہبی مدارس کو ترک کرنے کے لئے جو ووٹ لئے گئے

ہیں وہ خلافِ انصاف ہیں۔کیونکہ وہ خفیہ طور پر نہیں لیئے گئے۔مذہبی مدرس آزاد ہیں۔اور دوسرے شعبوں کی تعلیمی روح مسیحیت کے خلاف ہے۔

پوپ نے اس خواہش کا بھی اظہار کیا تھا۔کہ "جرمنی کی حکومت اور مذہب میں کامل آشتی قائم ہو جائے اور اگر صلح نہ ہوئی۔تو مذہب اس خدا کے نام پر اپنے حقوق کی مدافعت کرے گا۔جس کے بازو آج بھی کوتاہ نہیں ہیں"۔

غرض یہ کچھ حالات ہیں۔مگر اب قدرتی طور پر آپ سوال کریں گے۔کہ:-

(۱) مسیحی ممالک میں مسیحیت کے خلاف علم بغاوت کیوں بلند ہو رہا ہے۔

(۲) پھر مسیحیت کے خلاف ہوتے ہوئے وہ نفس مذہب ہی سے کیوں متنفر ہو رہے ہیں۔

مختصراً جواب ملاحظہ فرمائیے:-

(۱) مسیحیت کے خلاف خود مسیحی ممالک جو کچھ کر رہے ہیں۔اس کی متعدد وجوہات ہیں۔سب سے بڑھکر یہ کہ اگر غور سے دیکھا جائے۔تو جو تمدن موجودہ انجیلیں پیش کرتی ہیں۔وہ شاید کسی زمانے میں کار آمد ہو سکے۔مگر اس زمانے میں کہ اقوام وملل دنیا پر چھا جانا چاہتی ہیں اور دنیوی ترقی کو ہی زندگی کا مقصدِ اصلی سمجھے ہوئے ہیں۔وہ تمدن اور وہ تعلیم جو موجودہ اناجیل میں ہے انہیں مطمئن ہی کر سکتی ہے نہ قابو میں لا سکتی ہے۔پھر سیاسی واجتماعی جماعت کے لیئے آئین وقوانین تو اناجیل میں موجود ہی نہیں۔اس حال میں اگر دول یورپ کے مدبرین ومفکرین اناجیل کو بالکل پس پشت ڈال کر اپنی رائے سے راہ عمل تجویز نہ کریں۔تو بتایئے اَور کریں کیا؟ لامحالہ وہ خود قوانین بناتے ہیں۔مگر جب انہوں نے دیکھا۔کہ مذہبی تقدس بعض معاملات میں ان کے سامنے سدّراہ بن جاتا ہے۔تو وہ اس کے خلاف بغاوت پر آمادہ ہو جانے لگے۔

اب دیکھیئے اسلام نے تزکیۂ نفس[۱]، تعلیم دین[۲] اور حکومت[۳] (یعنی مرشدوں، علمار اور حاکموں کے کام) ایک ہی وجود پاک میں جمع کر کے اور اسے اسوۂ حسنہ قرار دیکر یہ ثابت کر دیا۔کہ خدا کی مرضی کے ماتحت نظام وہی چل سکتا ہے۔جس میں یہ تینوں چیزیں ایک ہی نظم سے وابستہ ہوں۔جب تک یہ حالت رہی اسلامی جماعت دنیا میں ہر جگہ ترقی کرتی رہی۔مگر جب سے یہ طاقتیں الگ الگ ہوئیں، خود غرضیاں پیدا ہوئیں۔اور یہ طاقتیں باہم ٹکرانے لگیں۔سلاطین کے پاس طاقت تھی۔وہ غالب آئے۔اور انہوں نے مرشد وملّا کو اپنی مرضی کے مطابق چلایا۔مذہب کی صورت مسخ ہو گئی۔اور فسق وفجور اور بدنظمی

پھیل گئی۔ یہی زوال کا اصلی باعث ہے ۔

یہ فتنہ کچھ خود غرضی کی وجہ سے اور کچھ اب یورپی تمدن کے زیر اثر ہو کر اسلامی ممالک میں بھی پھیل رہا ہے مگر یہاں اس کی رفتار بہت دھیمی ہے۔ اور آواز پست۔ اگر کہیں کہیں اس فتنہ نے سر بھی اٹھایا ہے۔ تو محض شخصی و انفرادی رنگ میں۔ اور وہ بھی مغلوب ہے ۔

اس تفاوت کی وجہ صاف ظاہر ہے۔ کہ مسیحیت کا تمدن دول یورپ کو اطمینان نہیں دلا سکتا۔ مگر اس کے مقابے میں اسلام کے ہاں انفرادی جماعتیں اور زندگی کے ہر پہلو کے لئے کافی فطرتی قوانین موجود ہیں۔ اس لئے اگر کہیں کہیں مسلمان مذہب سے متنفر ہو رہے ہیں۔ تو اس کی وجہ محض جہالت ہے یا یورپ کی تہذیب نو کی ریس۔ ورنہ موجود تو اسلام کے ہاں سب کچھ ہے۔ بلکہ دیکھیئے پچھلے دنوں انگلستان کے مشہور و معروف مفکر مسٹر برنارڈ شا نے فرمایا تھا۔ کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو آج دنیا کا ڈکٹیٹر (قائد اعظم) بنا دیا جائے۔ تو دنیا بھر کی بے چینیاں آنِ واحد میں دور ہو جائیں ۔

یہ گویا دوسرے لفظوں میں اس بات کا اقرار ہے۔ کہ موجودہ امراض کا علاج اور انسانی سوسائٹی کے بقاء و استحکام، اصلاح و تربیت اور ترقی و کمال کے لئے اسلام کے ہاں کافی ووافی اور مستحکم فطرتی قوانین موجود ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ مسلمان خود غافل ہیں۔ اور اُن کی غفلت اور اس کے نتیجہ یعنی قومی پستی و زوال کو دیکھ کر غیر اقوام اُن کے قوانین کی طرف توجہ ہی نہیں کرتیں ۔

اگر ایک لکھ پتی تاجر کی شکل و شباہت۔ لباس اور ساز و سامان بد ترین افلاس ظاہر کرتے ہوں۔ اس کے بیوی بچے بھوکے مرتے ہوں۔ تو ظاہر ہے کہ کوئی شخص باور ہی نہ کرے گا۔ کہ اُن کے پاس ایک کالی دمڑی بھی جمع ہے۔ خواہ اُس کے مکان میں قارون کا خزانہ مدفون ہو۔ اسی طرح اگر مسلمان خود قرآن حکیم کو پس پشت ڈالے ہوئے ہوں۔ اور نتیجہ کے طور پر، جو اب ظاہر ہے، وہ دنیا میں محکوم، پست اور ذلیل ہوں۔ تو باقی دُنیا کو کہاں سے یہ خیال پیدا ہوگا۔ کہ وہ قرآن حکیم ایسے قیمتی نسخے کو دیکھیں ۔

(۲) یہی وجہ ہے کہ جب یورپ و امریکہ نے موجودہ مسیحیت میں کچھ نہ پایا۔ اور اسلام کے پیرؤوں پر اسلام کا اثر کچھ نہ دیکھا۔ تو لازمی طور پر یہ سمجھنے لگ گئے۔ کہ ہو نہ ہو نفسِ "مذہب" ہی انسان کی ترقی کی راہ میں حائل ہے۔ مگر کیا علماء، پیران طریقت اور مدبرین اسلام غور کریں گے۔ کہ دنیا بھر کی اس گمراہی کی ذمہ داری کس کے سر عائد ہوگی ؟ اچھا باقی قوموں کو تو چھوڑو۔ وہ تو کہدو گے کہ ؏

تجھکو پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو

کیا باہم ایک سلسلۂ نظام سے وابستہ ہوکر اور اسلامی قوانین کے سراسر ماتحت ہوکر خود اپنی حالت ہی درست کرنے کے لئے طیار ہو!

یقین جانئے۔ اگر آپ خود ہی منضبط ہوجائیں۔ اور مسلمانوں کو اسلام کے ماتحت لے آئیں۔ تو بمصداق "بیک کرشمہ دو کار" باقی دنیا کی قومیں بھی لامذہبیت کا شکار ہونے سے بچ جائیں گی۔ یورپ و امریکہ اپنے مذہب سے بیزار ہوچکے ہیں۔ مگر ابھی وہ وقت نہیں آیا۔ کہ وہ بالکل ہی لامذہب ہونے کے لئے طیار ہوجائیں۔ ابھی ان میں یہ صلاحیت موجود ہے۔ کہ اگر آپ اسلام کا صحیح نمونہ اُن کے سامنے پیش کردیں۔ تو وہ قبول کرنے کے لئے آمادہ ہوسکتے ہیں۔ بعض منکرین نے یہ رائے ظاہر بھی کردی ہے کہ دنیا کا آئندہ مذہب اسلام ہوگا۔ بشرطیکہ مسلمان بھی خود نمونہ بننے اور تبلیغ کرنے پر آمادہ ہوجائیں۔ اس سلسلہ میں ہمیں مختصراً ایک مکتوب کا ذکر بھی کرنا ہے جو پچھلے مہینے دفتر "حقیقت اسلام" میں بمبئی کے ایک مسیحی دوست کی طرف سے موصول ہوا تھا۔ اور ہم چاہتے ہیں۔ کہ رسالہ میں اس کے متعلق لکھا جائے۔ مارچ ۱۹۳۸ء کے کوائف و لطائف میں ایک شذرہ یہ شائع ہوا تھا:-

> پچھلے دنوں جرمنی کے ڈکٹیٹر ہر ہٹلر نے کابینہ کے ایک خاص اجلاس میں تقریر کرتے ہوئے کہا۔ کہ "اگر غیر ملکوں میں مقیم جرمنوں پر کسی غیر ملکی حکومت نے ظلم کیا۔ تو ہم اینٹ کا جواب پتھر سے دیں گے"۔ سُن لیا آپ نے یہ عیسائی قوم کا اپنی انجیل کے اس فرمان پر عمل ہے کہ اگر کوئی تیرے ایک گال پر تھپڑ مارے۔ تو دوسرا بھی اس کے سامنے کردے۔ وغیرہ

اس پر مسیحی دوست نے لکھا ہے۔ کہ یہ مذہب کی توہین ہے۔ حالانکہ اگر غور کیا جائے۔ تو یہ مذہب کی قطعاً توہین نہیں۔ بلکہ اگر توہین ہے بھی تو عمل نہ کرنیوالے ڈکٹیٹر مذکور کی ہوسکتی ہے۔ مثلاً کوئی شخص کہے "قرآن حکیم کا حکم ہے کہ گواہی سچی دو۔ خواہ خود تمہارے خلاف ہو۔ یا والدین و اقربا کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ مگر فلاں مقدمہ میں مسلمانوں نے سراسر جھوٹی گواہی دی۔ پس دیکھئے یہ ہے مسلمانوں کا اپنی کتاب کے احکام پر عمل"۔ اب ظاہر ہے کہ یہ اگر توہین ہے بھی تو جھوٹی گواہی دینے والے مسلمانوں کی ہے۔ اسلام کی توہین کہاں؟

مگر پھر بھی ہمارے دوست اسی قبیل سے بہت لمبا چوڑا مکتوب لکھ گئے ہیں۔ جس میں چند دلچسپ باتیں بھی ہیں۔ اور آخر میں انہوں نے اسلام پر بھی چند پرانے اور بوسیدہ اعتراضات درج کرکے دل کا بخار نکالا تھا۔ ایک جگہ فرماتے ہیں۔ کہ بہت سے مسیحی لوگ بھی انجیل کے معنی نہیں سمجھ سکتے۔ جس سے ان کا مقصود یہ ہے

والے فقرہ کا مطلب کوئی نہیں سمجھ سکتا۔ چنانچہ انہوں نے علمائے اسلام کو چیلنج بھی دیا ہے۔ کہ وہ انجیل کی ماہیت اور اس کے معنی بتائیں، بھلا قرآن حکیم کے ہوتے ہوئے ہمیں منسوخ شدہ کتب کی طرف توجہ کرنے کی کیا ضرورت جو ہم انجیل کے ادق معنی معلوم کرنے لگیں گے۔ ایسی کتاب جس کے معانی کو خود اس کے ماننے والے بھی نہیں سمجھ سکتے۔ آپ ہی کو مبارک ہو۔ ہم تو اس نظریہ کے قائل ہیں۔ کہ آسمانی کتابیں انسانوں کی عملی ہدایت کیلئے نازل ہوئی ہیں۔ پس اگر کسی کتاب کے معانی سمجھ ہی میں نہیں آسکتے۔ تو اس کے نزول کا فائدہ ؟ قرآن کا تو دعویٰ ہے کہ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ یعنی ہم نے قرآن کو سمجھنے کے لئے آسان کردیا ہے پس ہے کوئی سوچنے والا ؟

اعتراضات کا حصہ نہایت پست اور بوسیدہ ہے۔ جس کی طرف توجہ کرنا اسراف وقت ہے۔ نیز اعتراضات کو غرض مکتوب سے تعلق بھی کچھ نہیں۔ تاہم نمونہ کے طور پر ایک اعتراض سن لیجیئے۔ آپ کے اعتراض کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن حکیم میں آیا ہے۔ طٰهٰ ۝ مَا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لِتَشْقَىٰ یعنی نہیں اُتارا ہم نے تجھ پر قرآن۔ تاکہ رنج کھینچے تو ترجمہ ملاحظہ ہو (یعنی تجھ پر قرآن ہم نے اتارا ہی نہیں۔ کہ اس کے اُترنے سے کہیں تو رنجیدہ نہ ہو جائے یعنی حضرت محمدؐ صاحب کو قرآن نازل ہونے سے رنج ہوتا تھا۔ اسلئے ثابت ہوا کہ قرآن نازل ہی نہیں ہوا ؛

سبحان اللہ ! دیکھئے ہمارے دوست کتنی دُور کی کوڑی لائے ہیں۔ بھئی اگر یہ قرآن بقول آپ کے قرآن ہی نہیں ہے۔ تو پھر آپ اس آیت کو سند کے طور پر کیوں لائے ؟ اور اگر یہ آیت خدا کی طرف سے ہے۔ تو اس کا ترجمہ صحیح کیجیئے۔ سیاق و سباق دیکھئے۔ صحیح ترجمہ تو یہ ہے کہ" ہم نے قرآن اس لئے تو نازل نہیں کیا کہ (اے رسولؐ) آپ مشقت میں پڑ جائیں"۔ پھر ساتھ ہی آتا ہے۔ إِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَن يَخْشَىٰ یعنی قرآن تو اس لئے نازل ہوا ہے۔ کہ اصحاب خشیت الٰہی کے لئے نصیحت نامہ ہے ؛

بات یہ ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم رات کو بہت جاگتے۔ اور نماز میں قرآن حکیم پڑھتے رہتے تھے۔ گویا اپنے آپکو مشقت میں ڈال لیا تھا۔ اس پر آیت نازل ہوئی کہ نزول قرآن کا مقصد مشقت میں ڈالنا نہیں۔ بلکہ یہ تذکرہ ہے۔ خدا تو آسانی چاہتا ہے (يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ نیز لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا) بس ع اتنی سی بات تھی جسے افسانہ کر دیا

یہ ہے مکتوب کے اعتراضات کا نمونہ ع

قیاس کن ز گلستانِ من بہار مرا

ہم جواب دینا مناسب نہیں سمجھتے تھے۔ مگر صاحبِ مکتوب نے رسالہ میں اس کے متعلق لکھنے کو کہا ہے۔ اس لیئے ان کی تسلی کے لیئے یہ چند مختصر مگر جامع باتیں درج کر دی گئی ہیں ۔

خدا کی شان! جس ملک کو وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا۔ وَاذْکُرُوْا اِذْ کُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِکُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِہٖٓ اِخْوَانًا کا حکم تھا۔ یعنی سب ملکر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام رکھو۔ اور تفرقہ اختیار نہ کرو۔ اس وقت کو یاد کرو جب تم باہم ایکدوسرے کے دشمن تھے۔ پھر اللہ تعالےٰ نے تمہارے دلوں میں الفت ڈالدی۔ اور تم اس کی نعمت سے بھائی بھائی ہو گئے ۔ غضب ہے کہ وہی ملت، دنیا کا تو ذکر ہی کیا، صرف ایک ہی ملک میں، اور پھر ملک کو بھی جانے دیجئے، اُسکے صرف ایک ہی صوبہ میں تشتت و انتشار، خانہ جنگی اور تفرقہ کی ایسی شکار ہو جائے کہ اور کسی قوم میں ان صفات کا عشر عشیر بھی نہ پایا جائے۔ پورا عاقل وہ ہے جو خود بچا رہے۔ تباہی کے گڑھے میں جا گرنا بھی گناہ سمجھے، کچھ عقل والا وہ بھی ہے جو گڑھے میں سے خود نکل آئے۔ اس سے کمتر عقل کا مالک اُسے بھی کہا جا سکتا ہے جو کسی کے سمجھانے سے یا کسی اور کے بُرے انجام کو دیکھکر عبرت حاصل کرلے اور بچ جائے۔ مگر اربابِ دانش! ذرا تصور میں لائیے اس شخص کی حماقت کو، جو نہ کسی اور کے بُرے انجام سے عبرت حاصل کرے۔ نہ ناصح کی نصیحت سُنے اور نہ خود عقل سے کام لے ۔

پھر ذرا اور آگے بڑھکر غور کیجئے کہ اس شخص کی حماقت کا ٹھکانا کیا ہے۔ جو گڑھے میں گرا ہؤا ہو۔ اور اپنی اس ذلت و مصیبت کی زندگی کو پسندیدہ نگاہوں سے بھی دیکھتا ہو ۔

کیا مسلمانانِ ہند خصوصًا پنجابی مسلمانوں کا گذر اب خدانخواستہ انہی منازل سے تو نہیں ہو رہا؟ غور تو کیجئے۔ یورپ کی تقلید میں ہمارے ہاں بھی کتنی جماعتیں یعنی پارٹیاں ہیں۔ اب ایسے حال میں اگر یہ کہدیا جائے کہ ائمہ اربعہ کی تقلید ختم ہو گئی۔ تو کیا عجب ہے۔ یا بقول اکبرؔ کالج سے امام ابو حنیفہؒ رخصت

ہمارے سیاسی "مدبرین" کو شاید یہ معلوم نہیں کہ اور اقوام و ملل میں اگر جماعت بندیاں ہوتی ہیں تو محض اسلیئے کہ اُن کے مذاہب کے ہاں بالعموم قوانین سیاسی موجود ہی نہیں۔ یا کہیں ہیں تو خام۔ پھر وہاں مساوات اور خصوصًا اخوت، اسلامی مساوات و اخوت کے پائے کی کہاں؟ جو جماعتی اغراض کا حل بتا سکیں۔ بھلا وہ ملت جسمیں سب افراد کو بھائی بھائی کہا گیا ہو۔ جس میں یہ حکم ہو کہ افرادِ ملت باہم ایک دیوار کی اینٹوں کی طرح ہیں۔ ایک درخت کے برگ و بار کی مانند ہیں۔ ایک جسم کے اعضاء جیسے ہیں۔ اور پھر جس ملت نے اپنے ابتدائی ایام میں اول درجہ کی عملی اخوت کا نمونہ بھی دکھا دیا ہو۔ یعنی ایسا کہ کسی فرد یا قبیلہ کو کسی اور فرد یا قبیلہ کے خلاف شکایت کا موقع ہی نہ رہا ہو۔ اور موقع نہ رہنے کی وجہ سے حقوق حاصل کرنے کیلئے علیحدہ جماعت بندی کی ضرورت ہی نہ رہی ہو۔

انصاف سے بتائیے، اس ملت کے افراد اگر علیحدہ علیحدہ آراء و افکار اور جُدا جُدا اغراض و مقاصد لیکر الگ الگ ڈیڑھ ڈیڑھ اینٹ کی مسجدیں بنانے لگ جائیں۔ تو کیا یہ اُن کیلئے شرم سے ڈوب مرنے کا مقام نہ ہوگا؟

افسوس! کہ حالت آج ایسی ہی ہے۔ غور کیجیے مقصد سب مسلمانوں کا ایک کہ آزادی حاصل ہو۔ مسلمانوں کا مذہب، کلچر، زبان علیحدہ قومی حیثیت وغیرہ محفوظ ہو جائیں۔ مگر اُنکے حصول کا نام لیکر جماعتیں علیحدہ علیحدہ بنجائیں کہیں جمعیتہ العلماء ہے کہیں مجلس احرار ہے کہیں اتحادِ ملت ہے کہیں مسلم لیگ ہے۔ اور کہیں خدا جانے کیا کیا کچھ ہے۔ مگر کوئی بتائے کیا انکے مقاصد جُدا جُدا ہیں؟ یا اُنکے مذاہب علیحدہ علیحدہ ہیں؟ یا یہ الگ الگ ملکوں سے تعلق رکھتے ہیں؟ یا کیا ایک ہی ملت کے مختلف امور کو تقسیم کار کے اصول کے مطابق ان جماعتوں نے بانٹ لیا ہے؟ کہ ایک جماعت ایک کام کرے اور دُوسری دُوسرا؟ اور باہم چپقلش و آویزش نہ ہو؟

ظاہر ہے کہ ان میں سے کوئی صورت بھی نہیں۔ ہم دیکھتے ہیں، اور ہمیں دیکھ دیکھکر سخت رنج ہوتا ہے، کہ موجودہ سیاسی حقوق کا نام لینے والی جماعتیں باہم لڑنے میں وقت اور طاقت بڑی بیدردی سے صرف کر رہی ہیں۔ اور ایک نہیں ہو جاتیں کہ حقوق و مطالبات میں جان اور وزن پیدا ہو۔ اور اغیار ہماری آواز کو وقیع سمجھیں۔ اب اگر کانگرس کے اراکین ذوی الاقتدار مسلم لیگ کے مطالبات کو کھُلے دل سے ماننے سے گریز کرتے ہیں یا اعراض کر رہے ہیں۔ تو اسکی وجہ سوا اسکے کیا ہے کہ مسلمان ایک آواز نہیں رکھتے نہ ایک مرکز عمل و نظام۔ اسلئے نہ اُنکے مطالبات میں کوئی زور ہے نہ ان کی قومیت کی کوئی قدر۔

ہم ہی نہیں، قریبًا سب مسلمان بلکہ سمجھ اور عقل کے شہری حلقوں سے گذر کر تھوڑی سمجھ والے دیہاتی حلقوں میں بھی ہماری سیاسی جماعت بندیوں کے خلاف نفرت و حقارت کا جذبہ پرورش پا رہا ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ جذبہ سب جماعتوں اور رہنماؤں کے خلاف بغاوت کی صورت اختیار کرلے۔ اس لئے مدبرین اسلام کو ذاتی اغراض یک قلم ترک کرکے بہت جلد ایک جماعت بن جانا چاہیے۔ اور کسی ایک ہی شخص کو امام بنا کر اُس کے احکام کو ایک ادنیٰ سپاہی کی طرح ماننے میں اپنی کسرِ شان نہیں سمجھنی چاہیئے۔ پہلے پہلے یہ مشکل تو ہوگا۔ مگر خدا تعالیٰ اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کی محبت کو اگر سامنے رکھا خلوص سے کام لیا گیا، تو یہ مشکل نہ رہے گی۔ مسلمان اسی صورت میں مسلمان ہے کہ اسلام کے سامنے اپنی حیثیت کو کچھ نہ سمجھے۔ اور اگر کسی مسلمان مدبر و رہبر نے اپنی حیثیت کو مقدم رکھا تو وہ مسلمان کا ہے کا۔ اور اگر مسلمان ہی نہیں۔ تدبر و رہبری کو کسی نے چاٹنا ہے؟ ہدایت اور فلاحِ دنیوی و اخروی کے لیئے قرآن حکیم کا سرمایہ کافی ہے۔ اس راہ میں اہل یورپ کے قوانین جماعت سازی کی تقلید اور راہیں مہلک ہے ؂

گر تو می خواہی مسلماں زیستن
نیست ممکن جز بہ قرآں زیستن۔

جو نہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں نہ روزِ آخرت پر اور اُن کے دل شک و شبہ میں مبتلا ہوتے ہیں پس وہ اپنے شکوک میں بھٹک رہے ہیں○ اور اگر وہ (میدانِ جنگ میں) نکلنے کا ارادہ کر لیتے تو وہ اس کی کوئی تیاری بھی کرتے لیکن اللہ نے انکا اُٹھنا پسند نہ کیا اور انہیں روک دیا اور ان سے کہہ دیا گیا کہ بیٹھے رہنے والے (اپاہجوں) کے ساتھ تم بھی بیٹھے رہو○ اگر یہ تمہارے ساتھ (میدانِ جنگ میں) نکلتے تو تمہارے اندر کوئی خرابی ہی پیدا کرتے اور تمہارے درمیان فتنہ پیدا کرنے کی کوشش کرتے اور (اب بھی) تمہاری جماعت میں ان کے جاسوس شامل ہیں اور اللہ شریروں سے خوب واقف ہے○ وہ اس سے پہلے بھی کبھی کبھی فتنہ پیدا کرنے کی تلاش میں رہے ہیں اور تیرے معاملات کو درہم برہم کر چکے ہیں حتیٰ کہ حق آیا اور اللہ کا حکم نمایاں ہو گیا حالانکہ وہ ناپسند ہی کرتے رہے○ اور ان میں کوئی ایسا بھی ہے جو کہتا ہے کہ آپ مجھے اجازت دیجئے اور فتنہ میں نہ ڈالئے۔ خبردار وہ خود ہی فتنہ میں پڑ چکے ہیں اور کافروں کو جہنم یقیناً (ہر طرف سے) گھیرے میں لینے والی ہے○ اے پیغمبرِ اسلام! اگر تجھے خوشی و کامیابی نصیب ہو تو انہیں بُرا معلوم ہوتا ہے اور اگر تجھے کوئی تکلیف پہنچے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم نے تو پہلے ہی اپنے معاملہ کو قابو میں رکھا تھا۔ اور وہ خوشی خوشی منہ پھیر کر چلے جاتے ہیں○ اے پیغمبرِ اسلام! کہہ دو کہ جو کچھ اللہ نے ہمارے لئے مقرر کیا ہے ہمیں وہی ملیگا

ہیں میدانِ جنگ میں جانے کو بہت بیتاب ہوں مگر میرے پاس نہ گھوڑا ہے نہ سلاح جنگ نیا ہے کہ اگر پیدل یا پیادہ اور خالی ہاتھ نکلوں تو کوئی مصلحت نہیں بعض میں موت کا انتظار کرنا ہے اگر اجازت دو تو شامل جہاد ہو جاؤں ورنہ بادلِ نخواستہ گھر میں رہ کر ہی توقع کی امید پر اس قدر خدمتِ اسلام سے محروم رہنا پڑیگا۔ شاد خوش کر لئے تھے یہ لوگ دلوں میں شکوک و شبہات لئے ہیں اور تردد و اضطراب میں رہتے ہیں ان لوگوں کی درخواستیں کبھی منظور نہیں ہونی چاہئیں اور لازمی طور پر انہیں میدانِ جنگ میں بھیجنا چاہیئے۔ اے مسلمانو! بعض لوگ تم میں منافق اور اغیار کے جاسوس بھی ہوتے ہیں۔ جہاں تک ہو سکے ایسے مشکوک و مشتبہ لوگوں سے اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کرو وہ تمہاری جماعت میں شامل ہو کر افتراق و نفرت پیدا کریں اور رخنہ اندازی کرتے رہیں۔ اے مسلمانو! ایسے لوگ ابتدا ہی سے تمہارے دشمن چلے آئے ہیں اور ہمیشہ تمہارا کام الٹ دینے کی فکر میں رہتے ہیں۔ اور ہم نے ہمیشہ تمہاری امداد کی اور ان لوگوں کو منہ کی کھانی پڑی۔ اے پیغمبرِ اسلام! تبوک کی تیاری کے وقت جن لوگوں نے کہا تھا کہ ہم نوجوان ہیں اور روم کی عورتیں حسین و دلکش۔ اگر ہم وہاں جہاد کے لئے گئے تو فتنے میں پڑ جائیں گے سنو! یہ لوگ پہلے ہی سے ضعفِ ایمان کے فتنے میں پڑے ہوئے ہیں۔ وہاں جا کر کسی فتنے میں کیا پڑیں گے۔ ان لوگوں کی یہ کیفیت ہے کہ اگر تمہیں کوئی تکلیف پہنچے تو وہ یہ کہتے ہیں کہ یہ تو ظاہر ہی تھا کہ اس مہم کا انجام ٹھیک نہ ہوگا ہم نے تو پہلے ہی احتیاط برتی تھی۔ منہ سے یہ باتیں کہتے ہیں اور دل میں تمہاری مصیبت پر خندہ زن ہوتے ہیں اور اگر تمہیں فتح و کامرانی حاصل ہو جائے تو ان کے دل میں سوگ پڑ جاتا ہے۔ مسلمانو! ایسے لوگوں کو سنا دو کہ ہمیں نہ فتح و شکست سے کوئی تعلق ہے نہ فرحت و آرام سے ہم تو محض اس واسطے لڑتے ہیں کہ خدا کے دین کا بول بالا ہو۔ دنیا میں امن قائم ہونیکا اس کا استقرار ہے۔ ہر انسان دنیا میں خوش اور آخرت میں کامیاب ہو۔ دنیا میں جو لوگ اس اعتقاد و عمل کیساتھ رکھتے ہیں۔ وہ ضرور کامیاب و کامران ہوتے ہیں۔ اور غور سے دیکھو تو مومن کو سوائے اعتماد و توکل علی اللہ کے اور کسی چیز کی ضرورت ہی نہیں۔

ارشاد ہوتا ہے مسلمانو! ضعیف الایمان اور کمزور دل مسلمان اور منافق لوگ تو اس بات کے خیال میں بیٹھے رہتے ہیں کہ کہیں مسلمانوں کو قلت تعداد کی وجہ یا بے سروسامانی کے سبب سے شکست و ناکامی ہو گی تو ان کیساتھ ہم بھی پس جائیں گے لہذا ہمیں چاہیئے کہ نہ اپنی قوم کے منہ آئیں نہ اپنا ہی نقصان کریں حالانکہ اے مسلمانو! جہاد و قتال سے تمہیں کسی صورت میں نقصان ہی نہیں اگر تم دشمن کا مقابلہ کرتے کرتے مارے جاؤ تو تم شہید ہوئے

هُوَ مَوْلٰىنَا ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿٥١﴾ قُلْ هَلْ
تَرَبَّصُوْنَ بِنَآ اِلَّآ اِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ ۭ وَنَحْنُ نَتَرَبَّصُ
بِكُمْ اَنْ يُّصِيْبَكُمُ اللّٰهُ بِعَذَابٍ مِّنْ عِنْدِهٖٓ اَوْ بِاَيْدِيْنَا ڮ
فَتَرَبَّصُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ مُّتَرَبِّصُوْنَ ﴿٥٢﴾ قُلْ اَنْفِقُوْا طَوْعًا اَوْ
كَرْهًا لَّنْ يُّتَقَبَّلَ مِنْكُمْ ۭ اِنَّكُمْ كُنْتُمْ قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿٥٣﴾
وَمَا مَنَعَهُمْ اَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ اِلَّآ اَنَّهُمْ كَفَرُوْا
بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهٖ وَلَا يَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى
وَلَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ﴿٥٤﴾ فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ
وَلَآ اَوْلَادُهُمْ ۭ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيٰوةِ
الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿٥٥﴾ وَيَحْلِفُوْنَ
بِاللّٰهِ اِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ ۭ وَمَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَّفْرَقُوْنَ ﴿٥٦﴾
لَوْ يَجِدُوْنَ مَلْجَاً اَوْ مَغٰرٰتٍ اَوْ مُدَّخَلًا لَّوَلَّوْا اِلَيْهِ
وَهُمْ يَجْمَحُوْنَ ﴿٥٧﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّلْمِزُكَ فِي الصَّدَقٰتِ ۚ

وہی ہمارا کارساز ہے اور مومن فقط اللہ ہی پر توکل کرتے ہیں○ (اے پیغمبر اسلام!
ان منافقوں کو) سنا دو کہ تم ہمارے حق میں دو بھلائیوں میں سے کسی ایک بھلائی (فتح یا شہادت) کے
منتظر رہتے ہو اور ہم بھی تمہارے حق میں اس بات کے منتظر ہیں کہ اللہ تم پر اپنے ہاں سے عذاب بھیجے یا ہمارے
ہاتھوں سے عذاب پہنچائے پس تم بھی انتظار کرو ہم بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتے ہیں○ سنا دو کہ خواہ تم
خوشی سے خرچ کرو خواہ بامر مجبوری تمہارا چندہ قبول نہیں کیا جاویگا کیونکہ تم لوگ نافرمان ہو○
اور ان لوگوں کے چندے قبول ہونے میں یہی امر مانع ہے کہ وہ اللہ اور اللہ کے رسول کے
منکر ہیں اور نماز کی ادائیگی کیلئے نہیں آتے الا بڑی سستی کیساتھ اور اللہ کی راہ میں
خرچ نہیں کرتے الا بڑی تنگدلی اور کراہت کیساتھ○ اے مخاطب ان لوگوں کی دولت اور
ان کی اولاد کو دیکھکر تعجب نہ کر۔ اللہ چاہتا ہے کہ ان کو اسی دولت اور اسی اولاد کیساتھ دنیا ہی میں
عذاب میں ڈالدے اور ان کی جانیں ایسی حالت میں نکل جائیں کہ وہ کافر کے کافر ہی ہوں○ اور یوں تو یہ لوگ
قسمیں کھاتے ہیں کہ (اے مسلمانو!) ہم تم ہی میں سے ہیں حالانکہ وہ تم میں سے نہیں ہیں بلکہ ایسے لوگ ہیں جنہوں نے بزدلی اختیار کر رکھی ہے○
اگر وہ کوئی پناہ یا غار یا سر گھسانیکی جگہ دیکھ پائیں تو اسطرف کو (اسطرح) دوڑیں جیسا کہ جانور رسیاں
تڑا کر دوڑا کرتے ہیں○ اور ان لوگوں میں بعض ایسے بھی ہیں جو تجھ پر صدقات کے بارے میں الزام لگاتے ہیں

اور زندگی کا مقصد پا لیگے۔ فرائض کی حفاظت میں مرنا ہی انسان کا نصب العین ہے جو اپنے نصب العین کیلئے کام آ گیا وہ اس دنیا کے رنج و آلام سے چھوٹا اور آخرت کی طولانی زندگی میں ابدی راحت کا مستحق اور رب الٰہی کا حقدار ہوگیا۔ اور اگر جہاد سے زندہ واپس آیا۔ تو غازی ٹھہرا۔ پس اے مسلمانو! اگر جہاد و قتال میں تم کام آجاؤ۔ تو بھی تمہیں کوئی نقصان نہیں۔ چہ جائیکہ تم منصور و مظفر لوٹو۔ اور اپنی بقیہ زندگیوں میں اسلام کے معزز سپاہیوں کے خطاب سے مخاطب کئے جاؤ۔ ہاں تم دیکھو کہ ان کم ہمت ضعیف الایمان کمزور دل اور منافق لوگوں کے سر پہ یا تو آسمان سے کوئی مصیبت نازل ہوگی۔ یا خود تمہارے ہاتھوں سے ذلیل و رسوا ہوں گے سنو! مسلمانو! اسلام جانی قربانی طلب کرتا ہے۔ اللہ، اللہ کے رسول۔ اور مومنین حق کو پیسہ پیارا نہیں۔ اگر یہ لوگ جانی قربانی سے گریز کریں۔ عبادت میں تساہل کریں اور دلوں میں ایمان کی روشنی پیدا نہ ہونے دیں مگر طوعاً و کرہاً تمہیں چندہ دے دیں تو تم ان کے چندے ہرگز قبول نہ کرو۔ جو جان پیش کرے اس کا چندہ بھی لے لو مگر جو شخص جان دینے سے گریز کرے۔ وہ منافق ہے۔ اس کا چندہ قبول نہیں دیکھو یہ لوگ تمہیں چندہ بھی نہ دیں مگر ان میں سے اکثر مسلمانوں کے ہاں پیدا ہوئے ہیں اسلامی نام رکھتے ہیں مسلمانوں ہی سے دن رات ان کو واسطہ ہے اس واسطے دنیاوی طعن و تشنیع سے بچنے کے لئے یہ جھوٹی قسمیں کھاتے اور تھوڑا بہت چندہ دے دیتے ہیں۔ اور دل میں کہتے ہیں چلو روپیہ گیا تو گیا۔ جان تو بچی۔ پھر بہت بنائیں گے۔ پس مسلمانو! تم ان کی قسموں پہ نہ جاؤ۔ اور ان کے چندے نہ لو۔ اور ان کو اپنے حال پر چھوڑ دو۔ تم ان کی دولت و ثروت اور کثرت اولاد کو دیکھ کر تعجب نہ کرو۔ اگرچہ یہ چیزیں اچھی ہیں۔ مگر ان لوگوں کے لئے وبال جان بن جایا کرتی ہیں۔ یہ انہی کے سبب دنیا میں ذلیل ہونگے اور آخرت کا عذاب الیم سہیں گے۔ تم ان کی قسموں پر نہ جاؤ۔ یوں تو یہ لوگ ہر طرح تمہیں یقین دلاتے ہیں۔ کہ صاحب ہم بھی تو آخر مسلمان ہی ہیں۔ آپ کے بھائی بند ہیں۔ ہم سے قوم کی غداری اور بدخواہی کیسے ہو سکتی ہے یقین جانئے کہ ہم جو کچھ کہتے ہیں۔ بالکل ٹھیک کہتے ہیں۔ آپ ہم سے کیوں بدظن ہیں۔ ہمارے خاندان نے اور خود ہم نے اسلام کی فلاں فلاں خدمت کی ہے۔ اب بھی کر رہے ہیں۔ روپے پیسے کے بغیر کوئی کام نہیں چل سکتا سو وہ ہم سے لیجئے۔ نیز دنیا کے مصالح کی واقفیت۔ ابنائے زمان کی چالوں کے تجربے اور اسی قسم کی معلومات کی ضرورت ہوتی ہے۔ تو آپکو محض ہم سے معلوم ہو سکتی ہیں ہم آپکی خدمت کیلئے ہر وقت تیار ہیں۔ تقسیم کار کے اصول پر چاہیئے کہ آپ یہ کام ہمارے سپرد کریں حالانکہ یہی کام سب سے زیادہ مشکل ہے

فَإِنْ أُعْطُوا مِنْهَا رَضُوا وَإِنْ لَّمْ يُعْطَوْا مِنْهَآ إِذَا
هُمْ يَسْخَطُونَ ﴿٥٨﴾ وَلَوْ أَنَّهُمْ رَضُوا مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ
وَرَسُولُهٗ وَقَالُوا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ
وَرَسُولُهٗٓ إِنَّآ إِلَى اللّٰهِ رٰغِبُونَ ﴿٥٩﴾ ع إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ ع ١٤ ١٢
لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ
قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِي سَبِيْلِ
اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ط فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ط وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ
حَكِيْمٌ ﴿٦٠﴾ وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُونَ النَّبِيَّ وَيَقُولُونَ
هُوَ أُذُنٌ ط قُلْ أُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَيُؤْمِنُ
لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا مِنْكُمْ ط وَالَّذِيْنَ
يُؤْذُونَ رَسُولَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ ﴿٦١﴾ يَحْلِفُونَ
بِاللّٰهِ لَكُمْ لِيُرْضُوكُمْ ج وَاللّٰهُ وَرَسُولُهٗٓ أَحَقُّ أَنْ يُّرْضُوهُ
إِنْ كَانُوا مُؤْمِنِيْنَ ﴿٦٢﴾ أَلَمْ يَعْلَمُوٓا أَنَّهٗ مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ الربع

پس اگر انہیں اُن میں سے کچھ مل جائے تو وہ راضی ہو جاتے ہیں اور اگر انہیں اس میں سے کچھ نہ ملے
تو وہ فوراً ناراض ہو جاتے ہیں ۝ کاش کہ وہ اس چیز پر راضی ہو جاتے جو انکو اللہ اور رسول نے دی
تھی اور کہہ دیتے کہ ہمیں اللہ ہی کافی ہے اللہ اپنی مہربانی سے اور اس کا رسول عنقریب بہت کچھ دیدینگے
ہم بلاشبہ اللہ کی طرف راغب ہیں ۝ (یاد رکھو) مال زکوٰۃ صرف فقیروں اور مسکینوں
اور اسے اکٹھا کرنیوالوں کا حق ہے۔ نیز تالیف قلب کرنے غلاموں کے آزاد کرنے
قرض داروں کی مدد کرنے، سامان جنگ تیار کرنے اور مسافروں کی مدد کرنے میں
خرچ کیا جاسکتا ہے۔ یہ اللہ کی طرف سے فرض ہے اور اللہ بہت واقف اور کام
میں حکمت رکھنے والا ہے ۝ اور ان میں سے بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو نبی کو ایذا دیتے ہیں اور کہتے
ہیں کہ یہ شخص ہر کسی کی بات کو کان دھر کر سن لیتا ہے کہہ کہ (ہاں) وہ ہی بات سنتا ہے جو تمہارے حق میں بہتر ہو
وہ اللہ کو مانتا اور مسلمانوں کی بات پر یقین کر لیتا ہے اور تم میں سے جو لوگ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں ان کیلئے رحمت ہے
اور جو لوگ اللہ کے رسول کو ایذا دیتے ہیں ان کو دردناک عذاب ہوگا ۝ یہ تمہارے سامنے اللہ
کی قسمیں کھاتے ہیں کہ تمہیں خوش کرلیں حالانکہ اللہ اور اسکا رسول اس بات کا زیادہ حق رکھتے ہیں کہ انہیں خوش
کیا جائے اگر ایسا تو جب کرتے جب مومن ہوتے ۝ کیا ان کو معلوم نہیں کہ جو کوئی اللہ اور اسکے رسول کا مقابلہ کیا

رہا میدان جنگ تو وہاں جانے کیلئے انکو ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں آدمی میسر آجائیں گے۔ مسلمانو! یاد رکھو کہ یہ انکی زبانی زبانی باتیں ہیں۔ ان کے دلوں میں روگ اور کھوٹ بھرا ہوا ہے۔ ورنہ یہ قوم کے حکم سے یوں گریز نہ کرتے۔ گردو پیش کے حالات سے بے حد خائف ہیں۔ یہ اگر زمین جگہ دے تو اس میں گھس جائیں۔ پھر دیکھو کہ وہ لالچی بھی ہیں۔ اور ہونگے جو محض بندگان زر ہیں۔ گر ان کو روپیہ پیسہ مل جائے تو بہت خوش اور اگر نہ ملے تو اسلام کے دشمن ہوں۔ آج رسول خدا جو کچھ کرتے ہیں وہ درست ہے تم اُنکے فیصلے کو بہ رضا و تسلیم قبول کرو۔ وہ بہتر جانتے ہیں کہ کس شخص کو امداد کی ضرورت ہے۔ اور درست ہیں اسی طرح آئندہ جو شخص جو نبی کا نائب ہوگا۔ جسے تم امیر کہتے ہو۔ سب معاملہ اس کے ہاتھ میں دیدو۔ جو کچھ دے بلا چون و چرا اُسے قبول کر لو۔ اور ہمیشہ اسی کی طرف دھیان رکھو دنیا اور روپے پیسے کا لالچ تم میں ہرگز پیدا نہ ہو۔ اگر تم اسلام کی خدمت جان و مال سے کروگے۔ تمہاری معیشت کی ذمہ داری خدا اور امیر قوم پر ہوگی۔ یاد رکھو کہ نیکوکاروں کی محنتیں رائیگاں نہیں جاتیں۔

ف ۱۶۴ یہ دو قتال کا لازمی نتیجہ قوم کی دولت بیت المال یا خزانۂ شاہی کی دولتمندی ہے۔ اس خزانہ سے امداد حاصل کرنے کے مجاز و مستحق کون لوگ ہیں۔ یہ اگر مسلمان دولتمند و صاحب زکوٰۃ بھی ہونگے ان کے صدقات و خیرات بھی بیت المال میں جمع ہوں گے۔ وہ کن لوگوں کا حق ہے۔ اس مسئلہ پر روشنی ڈالنا بے حد ضروری تھا۔ چنانچہ اس رکوع میں اسی بات کو صاف کیا ہے اور فرمایا ہے کہ قومی بیت المال میں سے ان مستحقین غرباء کی مدد ہو سکتی ہے جنکی غربت عوام پر ظاہر نہیں مگر در اصل وہ ہیں تنگدست اس کے بعد ان غرباء کا نمبر آتا ہے جو سب کے علم میں غریب مفلس اور مفلوک ہوتے ہیں۔ اور مالی تنخواہ کے لئے بھی محتاج ہیں پھر ان کارکنان کی باری آتی ہے۔ جو صدقات و خیرات کا مال لوگوں سے وصول کرنے پر مامور ہیں۔ ان کی تنخواہیں بھی اسی میں سے نکلیں گی بعد ازاں وہ نو مسلم آتے ہیں۔ جو تازہ تازہ اسلام لائے ہیں اور اس طرح ان کی قوم نے انہیں باپ دادا کی جائداد سے محروم کر دیا ہے۔ ان کی تنگدستی بھی اسی خزانۂ عامرہ سے دور کی جائے گی۔ غلامی کی رسم بد کو دنیا سے مٹانے کیلئے غلاموں کو آزاد کرانے میں بھی روپیہ یہیں سے خرچ ہوگا۔ اگر کسی بچارے مسلمان پر کوئی آفت سماوی آپڑی ہے۔ تو اس کی اعانت بھی اسی فنڈ سے کریں گے۔ پھر سلاح جنگ سامان جہاد اور ملک کے نظم و نسق پر بھی اسی خزانہ سے روپیہ خرچ ہوگا۔ نیز جو لوگ دور دراز ملکوں سے سفر کر کے دارالخلافہ میں کسی غرض سے وارد ہوئے ہیں۔ ان کے سامان خورد و نوش اور دیگر

وَرَسُولَهُ فَأَنَّ لَهُ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيهَا ۚ ذَٰلِكَ الْخِزْيُ
الْعَظِيمُ ﴿٦٣﴾ يَحْذَرُ الْمُنَٰفِقُونَ أَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُورَةٌ
تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِي قُلُوبِهِمْ ۚ قُلِ اسْتَهْزِءُوا ۚ إِنَّ اللَّهَ
مُخْرِجٌ مَا تَحْذَرُونَ ﴿٦٤﴾ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا
نَخُوضُ وَنَلْعَبُ ۚ قُلْ أَبِاللَّهِ وَآيَٰتِهِ وَرَسُولِهِ كُنْتُمْ
تَسْتَهْزِءُونَ ﴿٦٥﴾ لَا تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَٰنِكُمْ ۚ
إِنْ نَعْفُ عَنْ طَائِفَةٍ مِنْكُمْ نُعَذِّبْ طَائِفَةً بِأَنَّهُمْ
كَانُوا مُجْرِمِينَ ﴿٦٦﴾ ع الْمُنَٰفِقُونَ وَالْمُنَٰفِقَٰتُ بَعْضُهُمْ مِنْ — لازم
بَعْضٍ ۚ يَأْمُرُونَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوفِ وَ
يَقْبِضُونَ أَيْدِيَهُمْ ۚ نَسُوا اللَّهَ فَنَسِيَهُمْ ۗ إِنَّ الْمُنَٰفِقِينَ
هُمُ الْفَٰسِقُونَ ﴿٦٧﴾ وَعَدَ اللَّهُ الْمُنَٰفِقِينَ وَالْمُنَٰفِقَٰتِ وَ
الْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خَٰلِدِينَ فِيهَا ۚ هِيَ حَسْبُهُمْ ۚ وَلَعَنَهُمُ
اللَّهُ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُقِيمٌ ﴿٦٨﴾ كَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَانُوا

مقابلہ کریگا اس کیلئے دوزخ کی آگ ہوگی جس میں وہ ہمیشہ رہے گا ۔ یہ بڑی ہی
رسوائی کی بات ہے ○ منافق اس بات سے ڈرتے رہتے ہیں کہیں انکے خلاف کوئی سورۃ نازل ہو جائے
جو انکے دلوں کے بھیدوں کو ان پر عیاں کر دے (اے پیغمبر اسلام) ان سے کہو کہ تم ہنسی ٹھٹھا کئے جاؤ اللہ یقیناً
اُن باتوں کو عیاں کرنیوالا ہے جن سے تم خائف ہو ○ اور اگر تم ان سے جواب طلبی کرو تو کہہ دیتے ہیں کہ ہم تو
صرف مذاق اور دل لگی کر رہے تھے ۔ ان سے پوچھو کہ کیا اللہ، اسکے احکام اور اسکے رسول کیساتھ
ہی تمہیں مذاق کرنا تھا ○ (اب) بہانے نہ تراشو تم نے ایمان لانے کے بعد کفر اختیار کیا ہے
اور اگر ہم تم میں سے کسی گروہ کو معاف کر دیں گے ۔ تو کسی کو سزا بھی دیں گے کیونکہ وہ
مجرم تھے ع ○ ۱۶۵ منافق مرد اور منافق عورتیں ایک دوسرے کے ممد معاون ہیں برائی کے کام
کرنے کی ترغیب دیتے ہیں اور نیکی کے کاموں سے منع کرتے ہیں اور نیکی کی راہ میں خرچ کرنے سے اپنے
ہاتھوں کو روکے رکھتے ہیں انہوں نے خدا کو فراموش کر رکھا ہے جس کی وجہ سے خدا نے بھی انہیں فراموش کر دیا
ہے یاد رکھو منافق لوگ یقیناً نافرمان ہیں ○ اللہ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور کافروں سے
دوزخ کی آگ کا وعدہ کیا ہے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور وہی انکو بس کریگی اور اللہ نے ان پر لعنت کر دی ہے
اور ان کیلئے ہمیشہ رہنے والا عذاب ہوگا ○ جس طرح وہ لوگ جو تم سے پہلے تھے

ضروریات کو بھی یکجا، امیرِ قوم اسی جگہ سے پورا کیا جائیگا مسلمانو! یاد رکھو کہ اس معاملے میں تمہیں ہر بات امیرِ قوم کے سپرد کرنی ہوگی ۔ اور اس کے فیصلے کو بلا چون و چرا تسلیم کرنا ہوگا ۔ امیرِ قوم کو چاہیئے کہ وہ اپنے فرائض کو محسوس کرے ۔ اور یقین لو کہ خدا کی طرف سے یہی حکم ہے ۔ مسلمانو! آج تم میں سے بعض لوگ نبی پر نکتہ چینی کرنے میں ترکل کو امیرِ قوم پر نکتہ چینی کرنے لگیں گے ۔ یاد رکھو نبی پر نکتہ چینی کرنا عذاب الیم کے مستحق ہونے کے برابر ہے ۔ یہ بات کہو کہ جو کوئی نبی کے کان بھرے وہ فائدہ اٹھا لیتا ہے ! اور باقی نقصان میں رہتے ہیں یہیں نہیں ۔ نبی اور اسی طرح امیرِ قوم کا فرض ہے ۔ کہ جو شخص ان سے کوئی بات کہنا چاہے کہنے کی اجازت دیں گے سنیں اور اس پر غور کرنے کے بعد جو حکم صادر کریں تو اسے بلا چون و چرا تسلیم کر دینے ہی بھی ایسا کر سکتا ہے ۔ نہ امیرِ قوم ۔ کہ وہ کسی کی برائی کے بے حکم صادر کرے ۔ یا کسی کے ساتھ رو رعایت کرے وہ جو کچھ کرتے ہیں حق و انصاف پر مبنی ہوتا ہے مسلمانو! جب تم ایسے لوگوں کا منہ کھری کھری باتیں سنا کر بند کر دیتے ہو ۔ تو وہ کہنے لگتے ہیں کہ ہم نے جو کچھ کہا تھا کسی نکتہ چینی کے خیال سے نعوذ باللہ نہیں کہا تھا بلکہ یونہی سرسری طور پر مزاحاً کہہ دیا تھا ! ان لوگوں کو برملا سنا دو ۔ کہ کیا تمہیں شرم نہیں آتی ۔ جو اللہ اور اس کے رسول اور قرآن سے مزاح کرتے ہو ۔ یاد رکھو کہ اللہ اور اس کے رسول کا مقابلہ کرنیکی سزا دوزخ کی آگ ہے ۔ جو بڑی سخت اور رسوا کن سزا ہے منافقوں کی شرارتوں کا بھانڈا پھوڑا جا چکا ۔ اور رسول پر نکتہ چینی کے اسباب بیان ہو چکے نیز مالِ غنیمت اور مالِ زکوٰۃ و صدقات کا مصرف بیان ہو چکا تو منافقوں کو سخت فکر لاحق ہو گئی ۔ انہوں نے سمجھا کہ ہمارا وار خالی گیا ! اور دل ہی دل میں ڈرنے لگے ۔ کہ جس طرح ہمارے دلی منصوبوں اور شرارتوں میں سے بعض کو یہاں کھولا گیا کہیں ایسا نہ ہو کہ کسی سورۃ میں ایک ایک کر کے ہمارا تمام پول ہی کھول دیا جاوے چنانچہ اب ہو گئے یہ بھائی کہ اگر ہم سے کوئی پوچھے کہ کہو بھائی یہ کیا معاملہ ہے ۔ آپ ایسی باتیں کرنیوالے تو منافق ہیں تو ہم جواب دیں گے کہ ہم تو سرسری طور پر محض غور و خوض کر رہے تھے اور دل لگی ہو رہی تھی ۔ ارشاد ہوتا ہے کہ اے رسول! اہلِ جہل کو سنا دو ۔ کہ اللہ کا کلام ایسا نہیں کہ تم اس کیساتھ دل لگی کیا کرو ۔ اس کا مذاق اڑایا کرو ۔ یا دل لگی تمسخر کا مشغلہ بنایا کرو ۔ اے رسول ان کو سنا دو کہ تمہارا کوئی عذر مسموع نہیں جو کوئی قرآن اور اس کی آیات کیساتھ مزاحی سلوک کرتا ہے ۔ وہ مجرموں کے زمرہ میں شامل کیا جائیگا ۔

ف ۱۶۵ اب مسلمانوں کو مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ انسان ایک مذہب کا وقع نہیں ہوا اگر سچے ایماندار ہوں اور وہ ناشعار دنگی جماعتیں دنیا کے اندر موجود ہیں اور وہ

أَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً وَّأَكْثَرَ أَمْوَالًا وَّأَوْلَادًا ط فَاسْتَمْتَعُوْا
بِخَلَاقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِيْنَ
مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ وَخُضْتُمْ كَالَّذِيْ خَاضُوْا ط
أُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ج وَأُولٰٓئِكَ
هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿٦٩﴾ أَلَمْ يَأْتِهِمْ نَبَأُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ
قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ۙ وَقَوْمِ إِبْرٰهِيْمَ وَأَصْحٰبِ
مَدْيَنَ وَالْمُؤْتَفِكٰتِ ط أَتَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ج فَمَا كَانَ
اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿٧٠﴾
وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَآءُ بَعْضٍ م
يَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ
الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ط
أُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ط إِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿٧١﴾
وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ

وقف لازم

اسلامی زندگی

گذشتہ سے پیوستہ

(از مولینا کوکب صاحب جوالاپوری)

(۱۲)

بنی اسرائیل سمندر پار ہو گئے، کنارے پر کھڑے ہیں، اور دیکھ رہے ہیں کہ یخ بستہ دیواریں ٹوٹیں- رُکے ہوئے پانی کے ریلے متصادم ہوئے، تصادم نے تلاطم پیدا کیا، موجیں اُٹھیں، اور فرعونیوں کو آغوش ہلاکت میں دبا کر پانی کی گہرائی میں اُتر گئیں:-

وَاَغْرَقْنَا اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ۝ ہمنے فرعونیوں کو ڈبا دیا، اور تم دیکھ رہے تھے

اسرائیلیوں نے کہا:-

"کیا فرعون بھی ڈوب مرا؟ ——— کیا معلوم؟"

موسیٰؑ نے دُعا کی، پانی میں ایک بھنور پیدا ہوا، سوراخ نما، پھر دفعتہً قعرِ آب سے ایک موج نے جست لگائی، اور فرعون کے بے جان لاشے کو کنارے پر پھینک دیا- اسرائیلیوں نے دیکھا، یقین کامل، کہ فرعون اور فرعونی کیفرِ کردار کو پہنچ گئے. قلب مطمئن کہ غلامانہ زندگی سے آزاد اور ذلیل ترین خدمتوں سے نجات، اب بے فکر ہیں اور نچنت، دشمن کے خوف سے بے اندیشہ، جانا ہے اپنے وطنِ قدیم کنعان کو، اگر شمال و شرق کو ہو لیتے، مہینے ڈیڑھ مہینے میں شام پہنچ جاتے ——— ہوا کیا؟ ——— قلزم سے کوچ، لق ودق صحرا، بے پناہ جنگل، شور کا بیابان، اور اسرائیلی حیران پریشان، کدھر کو جائیں اور کس طرف کو قدم اٹھائیں، کچھ خبر نہیں، چلے اور تین دن تک چلتے رہے، پانی کا کہیں ڈوکڑا تک بھی نہ ملا، خشک لب، تشنہ دہان، سخت پیاسے، سوکھے ہوئے حلق، زبانوں پر کانٹے، خدا خدا کر کے مارہ پہنچے- پانی پر نگاہ پڑی، جان میں جان آئی، پہلا گھونٹ تھا، زبان سے لگا اور تھو، تلخ اور کڑوا، ایک قطرہ بھی حلق سے نہ اُتر سکا- گھبرا اُٹھے، مضطر اور بے چین، قوم نے فریاد کی، موسیٰؑ دستِ بدعا اور التفاتِ ربانی:-

"فلاں درخت کو پانی میں ڈالدو، شیریں ہو جائیگا"

پانی پیا، آنکھیں کھلیں، ہوش آیا، ستائے اور کچھ دنوں تک قیام، دیکھا کہ ایک قوم ہے، بتوں کے آگے بیٹھی ہے اور پوج رہی ہے :-

فَأَتَوْا عَلَىٰ قَوْمٍ يَعْكُفُونَ عَلَىٰ أَصْنَامٍ لَّهُمْ ۚ

"وہ ایسے لوگوں پر سے گذرے جو اپنے بتوں کے اردگرد جمے بیٹھے تھے"

اسرائیلی مصریوں کے صحبت یافتہ، اور مصری تھے بت پرست، منہ میں پانی بھر آیا اور کہا :-

يَا مُوسَى اجْعَل لَّنَا إِلَٰهًا كَمَا لَهُمْ آلِهَةٌ ۚ

"موسیٰ! ہمیں بھی ایک بت بنا دو، جیسے اُن کے پاس بت ہیں"

موسیٰ ناراض ہوئے، اور فرمایا :-

"إِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ ۝ بڑے نادان ہو، اور بڑے جاہل، خدائے قدوس جس نے تمہیں فضیلت دی، بزرگی بخشی، اور دنیا جہان کے لوگوں پر، اسے چھوڑتے ہو، بت کی تمنا کرتے ہو، اور بتوں کو پوجنے کی خواہش شرم اور افسوس"

یہاں سے چلے، ایلیم میں آئے، یہ مارا کے قریب ہی ایک مقام ہے۔ یہاں پانی کے بارہ چشمے ملے اور ستر درخت کھجوروں کے، کھایا، پیا اور خوب سیر ہوئے، یہاں سے بھی روانہ ہوئے، خروج مصر کا دوسرا مہینہ مہینے کی پندرھویں تاریخ، اور سین کا بیابان، بنی اسرائیل بھوکے تھے، کھانے کو کچھ نہ تھا، چلاتے، اور موسےؑ سے شکایت :-

"کہاں لا کے مارا، مصیبت میں ڈالا، مصر میں مارے جاتے، یہ بہتر تھا۔ وہاں مرتے پیٹ بھرے، شکم سیر، گوشت کی ہانڈیاں تھیں، ہانڈیوں کے پاس بیٹھے تھے، من بھر کے روٹیاں کھاتے تھے"

بنی اسرائیل، پیغمبر کی اولاد، خدا مہربان، اسرائیلیوں پر رحم آیا۔ سلوےٰ بھیجا اور منّ اتارا :-

وَأَنزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوَىٰ ہم نے تم پر منّ اور سلویٰ اتارا

دیکھا کہ بٹیریں ہیں، یا کوئی اور پرند، خیموں کے آس پاس، سلویٰ نام ـــــ صبح کو اوس پڑی، برف کی طرح کے سفید سفید دانے، چھوٹے چھوٹے، گول گول اور چپٹے، کھانے میں شیریں اور نہایت خوشگوار۔ یہ منّ ہے، ـــ

۱- كُلُوا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَلَا تَطْغَوْا فِيْهِ فَيَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبِيْ ۚ وَمَنْ يَّحْلِلْ
ہم نے تمہیں روزی دی، پاکیزہ، کھاؤ، اور حد سے نہ بڑھو، ورنہ غضب نازل ہوگا، اور جس پر میرا
عَلَيْهِ غَضَبِيْ فَقَدْ هَوٰى
غضب نازل ہوا، وہ تباہ اور برباد ———— ہاں
وَاِنِّيْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى
جو توبہ کرے، ایمان لائے، نیک عمل کرے، اور راہ راست پر رہے، اسے میں بخش دوں گا، بلا شبہ
اور بے شک و ریب "۔ اور فرمایا :-

۲- وَلَا تَعْدُوْا فِي السَّبْتِ ز
ہفتے کے دن ہمارے حکم سے تجاوز نہ کرنا ——— کیا حکم ؟
(۱) ہر روز کی خوراک جمع کرو، اور دوسرے دن کے لئے نہ رکھو۔
(۲) یوم سبت کی تعظیم کرو، نہ بٹیر پکڑو، نہ من اٹھاؤ، جمعہ کے دن ہی دو روز کی خوراک جمع کر کے رکھ لو۔
موسیٰ کو حکم دیا :-
"ایک مرتبان لو، اس میں من بھرو، اور ایک صندوق میں رکھ چھوڑو، تاکہ پچھلی نسلوں کیلئے یادگار رہے۔"
بنی اسرائیل من کی روٹیاں پکاتے، بٹیر کا گوشت کھاتے، اور جب تک کنعان میں نہ جا بسے، چالیس
برس تک یہی کھاتے رہے ———— سین کے بیابان سے اُٹھے، رفیدیم میں خیمہ زن ہوئے، یہاں
پانی نہ تھا، پیاس کے مارے جاں بلب، قوم بگڑی، اور موسیٰ سے برسرِ نزاع، کہنے لگی :-
"موسیٰ! تو نے ہمیں لاکر کیوں خراب کیا؟"
موسیٰ نے فریاد کی :-
وَاِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ موسیٰ نے قوم کے لئے پانی کی درخواست کی۔
حکم دیا :-
اِضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ؕ "موسیٰ! کوہ حریب کی ایک چٹان پر عصا مارو!"
موسیٰ نے عصا مارا، قوم نے دیکھا کہ چشمے پھوٹے، اور متعدد جگہوں سے پھوٹے، گنتی تو اسباط بنی
اسرائیل کے مطابق، پورے بارہ ۱۲ :-

فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ۔ پتھر سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے۔

ہر سبط ایک ایک چشمے پر قابض، قَدْ عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ، لوگوں نے اپنا اپنا گھاٹ معلوم کرلیا تو اذنِ عام ہوا:۔

كُلُوا وَاشْرَبُوا مِن رِّزْقِ اللَّهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ٥

"اللہ کی دی ہوئی روزی ہے، کھاؤ، پیو، اور ملک میں فساد پھیلاتے نہ پھرو"

میری اولاد کی سرکشی دیکھو ابراہیمؑ کے بیٹے تھے اسحاقؑ۔ اسحاقؑ کے بیٹے عیص اور یعقوبؑ، یعقوبؑ کی اولاد بنی اسرائیل کہلائی۔ ——— عیص کا بیٹا انفر، انفر کا بیٹا عمالیق، عمالیق کی اولاد عمالقہ ——— عمالقہ کنعان اور اس کے اطراف د جوار میں رہے، تھے بڑے شہ زور اور جنگجو، بنی اسرائیل پر چڑھ آئے ——— ایک باپ کی اولاد، ایک نسل اور ایک خاندان، مگر ——— دست و گریبان، یہ نتیجہ ہے خود غرضیوں کا اور خود کامیوں کا، اور یہ سزا ہے نافرمانیوں کی ——— عمالقہ کی زیادتی ہے۔ بارگاہِ جبروت سے گوشمالی کا حکم، موسیٰؑ نے یوشعؑ سے کہا: "بنی اسرائیل کے مردانِ جنگی کو لو۔ اور مقابلے کو جاؤ"

یوشعؑ اُدھر گئے، موسیٰؑ، ہارونؑ اور حور کو لیکر پہاڑ پر جا چڑھے، وہاں جنگ، یہاں دعا کیلئے ہاتھ اُٹھے ہوئے، جب تک ہاتھ اُٹھے رہتے یوشعؑ غالب رہتے۔ ہاتھ نیچے گر جاتے، عالیق غالب آجاتے، آخر ہاتھ بھاری ہوگئے، بنی اسرائیل نے فتح پائی، اور موسیٰؑ نے وہاں ایک قربانگاہ بنائی۔

یہیں شعیبؑ کو موسےٰ کی خبر لگی، ملنے آئے، بی بی صفورا، اور دونوں صاحبزادوں جیرسوم اور الیعذر کو ساتھ لائے، موسیٰؑ کو اطلاع ملی، استقبال کو گئے، ملے اور بہت خوش ہوئے شعیبؑ نے موسیٰؑ کی مصروفیات دیکھیں، فرمایا:۔

"دن بھر بنی اسرائیل کے جھگڑے چکاتے ہو، عدالت کرتے ہو، تھک جاؤ گے۔ نائب کیوں نہیں تقرر کرلیتے" صلاح معقول تھی، پسند آئی، تعمیل کی، شعیبؑ نے کچھ دنوں قیام کیا، پھر رخصت۔

موسیٰؑ نے ایکدن وعظ فرمایا۔ کسی نے پوچھا:۔

"موسیٰؑ! سب سے زیادہ عالم کون ہے؟"

فرمایا:۔ "میں"

جواب میں تعلّی تھی اور خود سری، خدا کو ناگوار، حکم ہوا:۔

"موسیٰ! جاؤ، اور وہاں جاؤ، جہاں دو سمندر ملتے ہیں، مجمع البحرین پر، ہمارا ایک بندہ ملیگا، وہ تم سے زیادہ عالم ہے، اور علم لدنی کا جاننے والا"

عرض کیا:۔ "ان تک پہنچنے کی صورت؟"

فرمایا:۔ "ایک مچھلی تلو، تھیلے میں رکھو، جہاں مچھلی گم، وہ ہی جائے ملاقات"

موسیٰ نے مچھلی تلی، تھیلے میں رکھی، یوشع بن نون کو ہمراہ لیا۔ اور روانہ ہو گئے۔ چلے اور چلتے چلتے ساحل بحر کے ایک موقع پر پہنچے، دو شاخوں کے ملنے کے مقام پر قیام کیا، پتھر پر سر رکھا اور سو گئے، مچھلی تڑپی تھیلی سے نکلی اور دریا میں، وہ گھستی گئی، اور پانی میں سرنگ سی ہوتی گئی، حکم خدا، پانی خلط ملط نہ ہونے پایا، اور سوراخ ہوتا چلا گیا، آنکھ کھلی۔ اٹھے اور آگے چل دئے، چلا کئے۔ دن بھر چلا کئے، اور رات بھر، صبح ہوئی، سارے سفر میں ابھی تک تو تھکے نہ تھے اس منزل میں تھکن محسوس ہوئی، ٹھہرے، کھانا طلب کیا، یوشع نے تھیلا اٹھایا۔ ٹٹولا، مچھلی ندارد، معذرت کی، اور عرض کیا:۔

"مچھلی تو اسی پتھر کے پاس گم ہو گئی تھی، کمبخت شیطان نے مجھے بھلا دیا، ذکر نہ کر سکا"

فرمایا:۔ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ ۚ وہی تو وہ جگہ ہے، جس کی ہمیں جستجو تھی۔

دونوں نشان قدم پر لوٹے، پچھلے پاؤں، پتھر کے پاس آئے، دیکھا، ایک شخص بیٹھا ہے۔ خدا کا ایک نیک بندہ بزرگ صورت اور دانشور، علیک سلیک ہوئی، بزرگ نے پوچھا:۔

"کون ہو؟"

بتایا:۔ "اسرائیلی ہوں، نام موسیٰ ہے ——— اجازت ہو تو کچھ دنوں خدمت میں رہوں، جو علم خدا نے آپکو سکھایا ہے، مجھے بھی سکھا دیں"

فرمایا:۔ "تم میرے ساتھ نہ رہ سکو گے، اور جو چیز تمہاری آگہی سے باہر ہے۔ اس پر تم کیونکر صبر کر سکتے ہو؟"

موسیٰ نے کہا:۔ "آپ مجھے باضابطہ آدمی پائیں گے، انشاء اللہ تعالیٰ، آپ کی کسی بات کے خلاف نہ کروں گا۔"

فرمایا:۔ اچھا، مگر شرط یہ ہے، جب تک خود ذکر نہ کروں، کوئی بات مجھ سے نہ پوچھی جائے"

موسیٰ نے کہا:۔ "منظور"

دونوں روانہ ہوئے، راستے میں ایک دریا پڑا، کشتی میں سوار ہوئے، خضرؑ نے کشتی کا ایک تختہ توڑا،

موسٰیؑ بول اُٹھے :-

"ایں! یہ آپ نے کیا کیا؟ کشتی کو پھاڑ دیا، لوگ ڈوب جائینگے، لَقَدْ جِئْتَ شَيْـًٔا إِمْرًا، آپ نے بڑی ہی خطرناک بات کی۔"

فرمایا :- "کہا نہ تھا، تم سے صبر نہ ہوسکیگا"

موسٰیؑ نے کہا :- "بھول گیا، معاف کیجئے، اور اتنی سختی سے کام نہ لیجئے"

آگے بڑھے، راستے میں ایک لڑکا ملا، خضرؑ نے پکڑا، اور جان سے مار ڈالا، موسٰیؑ سے نہ رہا گیا۔ فوراً بولے :- "ہائے! مار ڈالا، ایک معصوم جان کو، بے گناہ اور بے قصور، لَقَدْ جِئْتَ شَيْـًٔا نُكْرًا۔ بڑی بے جا حرکت کی"

فرمایا :- "پھر بولے، نہ کہا تھا، تم سے صبر نہ ہوسکیگا"

موسٰیؑ نے معذرت کی اور کہا :-

"اچھا اب بولا، تو مجھے اپنے ساتھ نہ رکھئے گا، اب آپ مجبور نہ ہونگے"

آگے چلے، ایک گاؤں میں آئے۔ وہاں کے لوگوں سے کھانا مانگا، انہوں نے مہانی سے انکار کردیا، دیکھا کہ ایک دیوار ہے، اور گرا چاہتی ہے، خضرؑ نے اُسے کھڑا کردیا، موسٰیؑ سے نہ رہا گیا، بولے :-

"واہ! مزدوری لیکر دیوار سیدھی کرتے، انہوں نے ہمارا حقِ مہانی تو ادا نہیں کیا"

خضرؑ نے فرمایا :-

هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَبَيْنِكَ ج

لو صاحب! اب میرے اور تمہارے درمیان جُدائی، جن باتوں پر تم بے صبر ہو ہو گئے، اُن کی حقیقت سنتے جاؤ :-

۱۔ کشتی تھی ملّاحی پیشہ غریبوں کی، مزدوری پر چلاتے، آگے ایک بادشاہ تھا، دریا پار، ظالم اور جابر، ہر کارآمد کشتی کو پکڑنا اور چھین لینا۔ مَیں نے توڑ کر عیب دار کردیا، تاکہ بادشاہ کی گرفت سے محفوظ رہے۔"

۲۔ لڑکے کی سنو، اُس کے ماں باپ بڑے، ایماندار، پکّے مومن، لڑکے کی جانب سے اندیشہ بڑا ہو، سرکشی کرے اور کفر، ماں باپ کو آزار دے، مَیں نے مار ڈالا، تاکہ خدا اس کا نعم البدل عطا فرمائے، فرزند دے اور ایسا فرزند، جو اس سے بہتر ہو، پاک نفسی میں بھی، اور پاس قرابت میں بھی۔

۳۔ رہی دیوار، وہ دو لڑکوں کی ہے، جو یتیم ہیں، باپ مرگیا، تھا نیک آدمی، دیوار کے نیچے خزانہ ہے، خدا ان پر مہربان، چاہا کہ لڑکوں کے جوان ہونے تک خزانہ محفوظ رہے، میں نے دیوار کو سیدھا کر دیا، اور گرنے سے بچا لیا، تاکہ خزانہ دوسروں کے دستبرد سے بچ جائے۔ اور لڑکوں کے کام آئے ——— یہ سب کچھ کہ میں نے کیا، از خود نہیں بلکہ بحکم خدا:

ذٰلِكَ تَأْوِيلُ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَلَيْهِ صَبْرًا ۝

یہ ہے اصل حقیقت اُن واقعات کی جن پر تم سے صبر نہ ہو سکا۔

موسیٰؑ خضرؑ سے رخصت ہوئے، اور بنی اسرائیل میں آ گئے، اب انہیں معلوم ہو گیا، کہ وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ ۝ دنیا میں خدا کے بندے ہیں، ایک سے بڑھ کر ایک، اور مجھ سے بھی زیادہ عالم۔

خروج کا تیسرا مہینہ ہؤا، یہاں سے کوچ کیا، سینا کے بیابان میں آئے، یہیں کوہِ طور ہے، جسے کوہِ سینا کہتے ہیں، اور طور سینین بھی، دامنِ کوہ میں خیمے نصب کئے، خدا نے موسیٰؑ کو طور پر بلایا، گئے اور آئے، بنی اسرائیل کو جمع کیا، اور ربِ جلیل کا فرمان سُنایا:۔

"دیکھ لیا! خدا نے تمہیں نکالا، مصیبت کی جگہ سے، ذلت کی زندگی سے، اور ظالم کے پنجے سے نکالا، اور کس طرح نکالا؟ مصری ظالم تھے اور جابر، خونِ ناحق اُن کے سر پر سوار، معصوموں کا لہو ان کی گردن پر، اُن کے ساتھ کیا کیا؟ اور زندگی کا انجام کیسا ہؤا؟ ——— سُن لو! احکام کی پیروی کروگے، اور عہد کی پابندی، خدا برکت دیگا، اور رحمتوں کا تم پر نزول ——— دو روز تک نہا دھو کر پاک صاف ہو لو، تیسرا دن ہو، سب پہاڑ کے نیچے آ کھڑے ہو، اوپر کوئی نہ چڑھے، ورنہ ہلاکت اور بربادی"۔

بنی اسرائیل نے تیاری کی، نہائے دھوئے پاک صاف ہوئے، تیسرا دن ہے، اور ساری قوم پہاڑ کے نیچے، طور پر تجلی کا ظہور، چہرے روشن، ——— خدا نے فرمایا:۔

"موسیٰؑ! ہارونؑ، ندب، ابیہو وغیرہ بنی اسرائیل کے ستر بزرگوں کو ساتھ لو، اور طور پر چڑھ آؤ"۔

موسیٰؑ گئے، ستر بزرگوں کو ہمراہ لیا، یہ اس لئے کہ طور پر چڑھیں، تجلی الٰہی کو دیکھیں، اور موسیٰؑ کو جو کچھ ملے، آ کر اُس کے برحق ہونے کی شہادت دیں:۔

وَاخْتَارَ مُوسَىٰ قَوْمَهُ سَبْعِينَ رَجُلًا لِّمِيقَاتِنَا ۝	موسیٰؑ نے وقتِ مقررہ کیلئے قوم کے ستر آدمیوں کو منتخب کیا۔

موسیٰ نے ان کو چوٹی سے نیچے چھوڑا، خود سب سے پہلے قلۂ کوہ پر جا چڑھے، خدا نے دریافت کیا۔

مَا اَعْجَلَكَ عَنْ قَوْمِكَ يٰمُوْسٰى

"موسیٰ! قوم سے پہلے ہی، اتنی عجلت کیوں؟"

عرض کیا:۔ هُمْ اُولَآءِ عَلٰٓى اَثَرِىْ وَعَجِلْتُ اِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضٰى

"وہ بھی آ رہے ہیں، یہ میرے پیچھے ہی تو ہیں، اور میں جو جلدی آگیا ہوں پروردگار! محض تجھے خوش کرنے کو"

خدا متجلی، اسرائیلی مشرف بجلوہ، خدا موسیٰ سے ہمکلام، اور بنی اسرائیل کے لئے یہ دس احکام:۔

۱۔ کسی جاندار کی تصویر نہ بنانا، نہ اُسے سجدہ کرنا۔

۲۔ خدا کے نام کی تعظیم کرنا، بے ضرورت زبان سے اس کا نام نہ لینا۔

۳۔ سبت کے دن کی تعظیم کرنا، چھ دن کام، ساتویں دن چھٹی۔

۴۔ ماں باپ کی تعظیم کرنا۔

۵۔ خون نہ کرنا۔

۶۔ زنا نہ کرنا۔

۷۔ چوری نہ کرنا۔

۸۔ پڑوسی پر جھوٹی گواہی نہ دینا۔

۹۔ ہمسائے کے گھر کا لالچ نہ کرنا۔

۱۰۔ نہ ہمسائے کی جورو، لونڈی، اُس کے مویشی وغیرہ کا لالچ کرنا۔

ہمکلامی، چہرہ نورانی، ایسا کہ کوئی دیکھ سکے مجال نہیں، ہمراہیوں کے پاس آئے، فرمایا:۔

"جو کچھ ارشاد ہوا سُنا؟"

بولے:۔ "ہاں"

فرمایا:۔ "پھر"

کہا:۔ "باتیں سنی ہیں، صرف باتیں، لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً۔ ایمان جب لائینگے کہ خدا کو کھلم کھلا دیکھ لیں"

گستاخی، سخت گستاخی، بارگاہ قدوس میں اور پیغمبر کی حضوری میں، حق کو جلال آیا، طور پر ایک کالی گھٹا

اٹھی، کالی گھٹا، اور ڈراونی، بجلی چمکی اور ہولناک کڑک، گری، طور لرز گیا۔ ستر کے ستر اسرائیلی موت کے گھاٹ، موسیٰؑ نے دیکھا اور دم بخود، آنکھیں اشک آلود، گریہ وزاری اور آنسوؤں کی جھڑی میں عرض رسا ہے۔

"پروردگار! بنی اسرائیل کو کیا جواب دوں گا۔ لایا تھا اس لئے کہ یہاں سے جائیں گے، جو دیکھا اُسے بتائیں گے، جو سنا اس کی گواہی دیں گے۔ بنی اسرائیل ایمان لے آئیں اور جھٹلانے نہ پائینگے۔ پہلے ہی سے کیوں نہ ہلاک کر دیا، مجھے بھی اور انہیں بھی۔ بیوقوفوں کا فعل، اس پر ہم سے مواخذہ، اور ہمارے لئے ہلاکت۔ مگر نہیں، یہ تیری آزمائش ہے محض آزمائش، جسے چاہے گمراہ کرے، جس کی چاہے رہنمائی کرے تو! تُو تُو ہمارا مالک ہے اور کارساز، معاف کر، اور مہربانی فرما، تُو ہی تو ہے جو سب سے زیادہ معاف کرنیوالا ہے، پروردگار! ہمارے لئے نیکی ہی نیکی لکھدے، اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی، بس ہم تیری طرف رجوع ہوئے"۔

دُعا قبول، قصور معاف اور مُردے زندہ:۔

ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ۔

"تمہارے مرنے کے بعد ہم نے تم کو جلا اٹھایا۔ شاید تم شُکر کرو"

موسیٰؑ بنی اسرائیل میں آئے، احکام الٰہی سُنائے، ساتھیوں نے گواہی دی، کچھ دن گزرے، احساس ہوا دستور زندگی کی ضرورت کا، اور زندگی کے مکمل دستور العمل کا، درخواست کی، حکم ہوا:۔

"طور پر آؤ، تیس رات یہاں رہو، روزے رکھو، عبادت کرو، پیچھے ہارون کو خلیفہ بنا آؤ"۔

وَوٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً   ہم نے موسیٰؑ سے تیس رات کا وعدہ کیا

موسیٰؑ نے ہارون سے کہا:۔

"ہارون! مَیں تو جارہا ہوں طور پر، خدا نے بلایا ہے تیس دن کے لئے، واپسی تک تم میرے نائب، بنی اسرائیل میں میل ملاپ قائم رکھنا، مفسدوں کی راہ نہ چلنا"۔

قوم کو ہدایات دیں، رخصت ہوئے اور طور پر جا چڑھے، عبادت و ریاضت میں مشغول، اور رات دن کا روزہ، دوسرے لفظوں میں صوم وصال، تیس دن پورے ہوئے، تو شوق اور دل میں لگن، ——— ہمکلامی اور خدائے جمیل سے، باتیں اور حسنِ مطلق سے، سبحان اللہ! کیا شان؟ اور کیا ہی مرتبہ؟

روزہ اور تیس دن کا، مُنہ میں بُو، خالی مُنہ کا بھبکا، موسیٰؑ کو احساس ہوا، دفعیہ کی کوشش کی، گھاس کی پتی منہ میں رکھی اور چبائی، ——— آواز آئی:۔

"موسیٰ! اور روزہ؟ ہمکلامی سے پہلے ہی یہ کیا؟"

عرض کیا:- "یہ اس لئے کہ بوئے دہن دور ہو، اور تجھ سے ہمکلامی کے وقت منہ خوشبودار رہے"۔

فرمایا:- "خوب! موسیٰ! نہیں جانتے؟ روزے دار کے مُنہ کی بُو، مشک و عنبر کی خوشبو سے کہیں بہتر، کلام کرتا ہے؟ تو دس روزے اور رکھو!"

پھر روزے اور عبادت، دس دن کا مزید قیام، اور چالیس پورے:-

وَاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِيْقَاتُ رَبِّهٖٓ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً "ہم نے دس راتیں اور بڑھا کر ان سے تیس کو پورا چالیس کر دیا۔ اور یوں پروردگارِ موسیٰ کا وعدہ یعنی چالیس رات کا پورا چلّہ ہو گیا"۔

عبادت و ریاضت کا چلّہ، ظلمات ہیولانی دُور، اور نفسانی کثافتیں کافور، دل میں ایک لطیف جذبہ، سوال کیا:- رَبِّ اَرِنِيْٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ

"پروردگار! تو مجھے اپنے کو دکھا، ایک نظر دیکھوں"۔

ارشاد ہوا:- لَنْ تَرٰىنِيْ

"مجھے اور دیکھ سکو؟ ان آنکھوں سے؟ کبھی نہیں"۔

موسیٰ نے اصرار کیا، اصرار پر انکار، پھر اصرار، تو فرمایا:-

لَنْ تَرٰىنِيْ وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِيْ،

"ہرگز نہیں دیکھ سکتے، ایسا ہی شوق ہے تو سامنے کے پہاڑ پر نظر ڈالو۔ یہ ٹھہر سکا، تم بھی دیکھ سکو گے"۔

فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا

"رب قدیر پہاڑ پر جلوہ فرما، پہاڑ ریزہ ریزہ، موسیٰ غش کھا کر گرے اور بیہوش"۔

ہوش آیا تو بول اُٹھے:-

سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ ○

"پروردگار! تو پاک اور پاکیزہ تر، بیجا درخواست سے توبہ، ایمان والوں میں پہلا ایمان لانے والا"۔

ارشاد ہوا:- اِنِّي اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِيْ وَبِكَلَامِيْ فَخُذْ مَآ اٰتَيْتُكَ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ

پیغمبری کا شرف، ہم سخنی کی عزت، ساری دنیا پر برگزیدہ، یہ فضیلت کیا کم ہے؟ غنیمت جانو اور جو دیا ہے اُسے لو، اور شکر گذاری سے لو

سرفراز ہوئی؟ اچھا بتاؤ ——— وہ کیا ہے؟

وَكَتَبْنَا لَهُ فِي الْأَلْوَاحِ مِن كُلِّ شَيْءٍ مَّوْعِظَةً وَتَفْصِيلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ ۚ

الواح یعنی تختیاں ——— اُن تختیوں میں کیا ہے؟ ——— ہر طرح کی نصیحت، ہر چیز کی تفصیل، جانوروں کی حلت و حرمت، قربانی کے دستور، ہارون کے لیئے امامت، لباس کے قیود، سونے کے بچھڑے وغیرہ لوازم زندگی کا تیار کرنا، اور دوسرے احکام وغیرہ ——— یہ مجموعہ کتاب الٰہی، اور یہی اصل تورات۔ فرمایا۔

یہ کتاب، احکام الٰہی کی کتاب، اسے پکڑو مضبوط ہاتھوں سے، عمل کرو پابندی کے ساتھ، قوم سے کہدو وہ اس کی اچھی باتوں کو اختیار کریں، مَیں تمہیں ابھی بدکاروں کے گھر دکھاؤں گا، وہ کیسے اُجڑے پڑے ہیں، شام اور اطراف شام کے ملک، حتی، اموری اور عمالیق کی بستیاں، جو بُت پرست ہیں اور بدکار، غرور و تکبر میں ستائے ہوئے، اکڑتے پھرتے ہیں، مَیں ان کے دل سخت کردوں گا، احکام سے برگشتہ، معجزے دیکھیں اور کھلی ہوئی نشانیاں، پھر بھی ایمان نہ لائیں، سیدھی راہ سے منحرف، گمراہی میں منسلک ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَكَانُوا عَنْهَا غَافِلِينَ ۝ ——— یہ کجروی، آخر کیوں؟ اس لیئے کہ ہماری آیتوں کو جھٹلایا، اور بے پروائی اختیار کی۔ وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَلِقَاءِ الْآخِرَةِ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ ۚ ——— اور ہماری آیتوں کو جھٹلانے والے، روزِ آخرت کی پیشی کے منکر، ان کے سب اعمال باطل اور اکارت، هَلْ يُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ - یہ انھی کی کرتوتوں کی سزا ہے ۝

(باقی)

مسجد اور مسلمان

از قلم جناب قاضی محمد دلیر صاحب ظہیر نیاز بیگی - مدیر معاون "حقیقتِ اسلام" لاہور

تو ہے وہ اک درسگاہ اے خانۂ رب الانام — جس میں قدرت نے کیا تکمیلِ انسانی کا کام
زینۂ اوّل ہے معراجِ مسلمانی کا تُو — درس دیتی ہے سدا اسرارِ رُوحانی کا تُو
گُونجتی ہے نغمۂ توحید کی تجھ میں صدا — تیرے پہلو سے ہے جاری چشمۂ دینِ عُلیٰ
تیری جانب سے ہر اک کو دعوتِ اسلام ہے — خیر و برکت اور امن و صلح کا پیغام ہے
نیک و بد ادنیٰ و اعلیٰ ہر کس و ناکس سبھی — تجھ سے پاتے ہیں فلاحِ دُنیوی و اُخروی
تُجھسے ہوتا ہے جہاں میں رحمتِ حق کا ظہور — تُجھسے ہی ہوتا ہے حاصل قلبِ مومن کو سرور
تُجھ سے تازہ یاد ہے گذرے ہوئے ایام کی — تُو ہے اک تصویرِ زندہ شوکتِ اسلام کی
اب مگر دُنیا میں تیرا حال اکثر دیکھ کر — ہول سا طاری ہُوا کرتا ہے میرے قلب پر
اک زمانہ تھا کہ رونق تجھ میں رہتی تھی بڑی — بھیڑ تیرے در پہ دائم حق پرستوں کی رہی
اب زبانِ حال سے کہتی ہے تو شام و سحر — آ، اور اے غافل مسلماں کچھ تو مجھ پر غور کر
دیکھ تو مجھ سے ہے مذہب کی جہاں میں آبرو — میری ویرانی کا کیا احساس بھی رکھتا ہے تو
سُن کہ مجھ سے ہی جہاں میں علم کے دریا بہے — کُفر و الحاد و ضلالت جن کی رَو میں بہ گئے

میرے ہی دم سے ملی دُنیا کو اک تازہ حیات ‏ ‏ ‏ مجھ میں پائی ہے گنہگاروں نے آ آ کر نجات
مجھ میں ہیں موجود ابتک ایسے قدموں کے نشان ‏ ‏ ‏ جن سے فرشِ خاک بھی میرا ہے رشکِ آسماں
شوق سے جو مجھ میں آیا حق سے واصل ہوگیا ‏ ‏ ‏ میری چوکھٹ پر خدا کا قرب حاصل ہوگیا
میرے پروردہ جہاں میں رہنما بن کر رہے ‏ ‏ ‏ میرے خادم مردِ کامل با خدا بن کر رہے
آج دُنیا میں مگر وہ میرے شیدائی کہاں ‏ ‏ ‏ اُٹھ گئے شاید جہاں سے آج میرے پاسباں
ڈھونڈتی ہوں اب ظہیرؔ اگلے محافظ اور امیں ‏ ‏ ‏ جن کی خوفِ حق سے شب بھر اُٹھ نہ سکتی تھی جبیں
جن سے میرے فیض کا چرچا جہاں میں عام تھا ‏ ‏ ‏ ہر بلند و پست و خشک و تر میں حق کا نام تھا
علم و حکمت عدل و بخشش اور حکومت کا نظام ‏ ‏ ‏ میرے ہی بیٹوں نے دنیا کو یہ سکھلائے تھے کام
جن کے سب اعمال وابستہ رہے اسلام سے ‏ ‏ ‏ مشرق و مغرب لرز اُٹھتے تھے جن کے نام سے
آج کیا جانے وہ مجھ سے کیوں ہوئے روپوش ہیں ‏ ‏ ‏ آہ کیوں حق کی صدائیں آج پھر خاموش ہیں
میرے پاس آنیسے مسلم آج گھبراتے ہیں کیوں ‏ ‏ ‏ آجکل مجھ سے یہ بیگانے ہوئے جاتے ہیں کیوں
میرے پاس آنے سے انکے ساتھ تھا پروردگار ‏ ‏ ‏ اسلئے ہوتی تھی دُنیا اُن کے قدموں پر نثار
مجھ سے مُنہ موڑا تو بس ناراض خالق ہوگیا ‏ ‏ ‏ آہ! مسلم کفر کی تاریکیوں میں کھو گیا

کاش مسلم آج سمجھے اپنی بربادی کا راز
میری آبادی میں ہے مسلم کی آزادی کا راز

خطباتِ نبوی صلّی اللہ علیہ وسلّم

(گذشتہ سے پیوستہ)

از مدیر معارف

خطبۂ خیف (۱۲)

جب مکّہ معظمہ فتح ہوچکا۔ تو لوگوں نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم سے دریافت کیا۔ کہ آپ کس جگہ قیام فرمائینگے آپ نے فرمایا۔ عقیل[۱] نے گھر کہاں چھوڑا۔ کہ اس میں اُتروں۔ اس لئے مقام خیف میں قیام کروں گا۔ خیف منیٰ کے پاس ایک مقام ہے۔ جب قریش نے ایک تحریری معاہدہ کی رُو سے اعلان کیا تھا۔ کہ کوئی شخص خاندان بنی ہاشم سے قرابت نہ کرے۔ نہ ان کے ہاتھ خرید و فروخت کرے۔ نہ ان کے پاس کھانے پینے کا سامان جانے دے۔ یہاں تک کہ وہ مجبور ہوکر محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو قتل کے لئے ہمارے حوالے کردیں۔ تو ابوطالب تمام خاندان بنی ہاشم کو مکّہ سے نکال کر وہاں پناہ گزین ہوگئے تھے۔ اور تین سال تک اس حصار میں نہایت عسرت کی زندگی بسر کی تھی۔

زمانہ کی نیرنگیاں بھی عجیب ہوتی ہیں۔ خدا کی شان دیکھیئے۔ ایک شخص ایک زمانہ میں اپنی قوم کے شر سے بچتا ہؤا ایک جگہ تنگدستی اور افلاس کے دن کاٹ رہا ہے۔ اور تھوڑے دنوں بعد وہی شخص شاہانہ جاہ و جلال کو ٹھوکریں مارتا ہؤا شہر کی تمام پُرفضا اور خوشنما عمارتوں کو ناپسند فرماتا ہے۔ اور اس کی نظر انتخاب پڑتی ہے۔ تو فقط اسی سنسان اور غیر آباد گھاٹی پر۔ جس کا دوسرا نام انہی کے قیام کی مناسبت سے "شعب ابیطالب" پڑگیا ہے!!

چونکہ عرب کا مرکز مکّہ معظمہ فتح ہوچکا تھا۔ اس لئے آس پاس کے قبائل نہایت سرعت سے دربار نبوی

---

[۱] عقیل، ابوطالب کے صاحبزادے اور حضرت علیؓ کے بھائی تھے۔ چونکہ شریعت میں مسلمان کافر کا وارث نہیں ہوسکتا۔ اس لئے جب ابوطالب کا انتقال ہؤا۔ تو عقیل جو اس وقت کافر تھے۔ تنہا وارث قرار پائے۔ انہوں نے تمام موروثی مکانات ابوسفیان کے ہاتھ بیچ ڈالے۔ اس بنا پر آپ نے ارشاد فرمایا ہے۔ کہ عقیل نے گھر کہاں چھوڑا۔ جس میں اتروں۔ ؎

میں حاضر ہوکر دائرۂ اسلام میں داخل ہوتے تھے۔ اور دین کے ضروری احکام سیکھ کر واپس جاتے تھے۔ اسی قیام کے دوران میں ایک موقعہ پر آپ نے ذیل کا خطبہ دیا ہے۔ جس میں زائرین کو ہدایت کی ہے۔ کہ وہ سُنے ہوئے احکامِ شرعیہ کو دوسروں تک پہنچا کر حقِ تبلیغ ادا کردیں۔ آپ نے فرمایا:۔

نَضَّرَ اللّٰهُ عَبْداً سَمِعَ مَقَالَتِيْ فَوَعَاهَا ثُمَّ اَدَّاهَا اِلٰى مَنْ لَمْ يَسْمَعْهَا۔ فَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ لَا فِقْهَ لَهٗ۔ وَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ اِلٰى مَنْ هُوَ اَفْقَهُ مِنْهُ۔ ثَلَاثٌ لَا يَغِلُّ عَلَيْهِنَّ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ۔ اِخْلَاصُ الْعَمَلِ لِلّٰهِ وَالنَّصِيْحَةُ لِاُوْلِي الْاَمْرِ وَلُزُوْمُ الْجَمَاعَةِ۔ اِنَّ دَعْوَتَهُمْ تَكُوْنُ مِنْ وَرَائِهٖ۔	اللہ اس آدمی کو تروتازہ رکھے۔ جس نے میری بات سُن کر یاد کی۔ پھر اسے ان لوگوں تک پہنچایا۔ جنہوں نے سنی نہ تھی۔ کیونکہ بہت سے مسئلہ جاننے والے لوگ بھی ناسمجھ ہوتے ہیں۔ اور بسا اوقات لوگ ایک مسئلہ کو ایسے شخص تک پہنچا دیتے ہیں۔ جو ان سے بہت زیادہ سمجھدار ہوتا ہے۔ تین باتیں ایسی ہیں۔ جو مسلمان کا سینہ پاک رکھتی ہیں۔ عمل میں خلوص۔ مسلمان حاکمِ وقت کی خیرخواہی۔ اور اتحادِ جماعت کی کوششوں میں مگن رہنا۔
وَمَنْ كَانَ هَمُّهُ الْاٰخِرَةَ جَمَعَ اللّٰهُ شَمْلَهٗ وَجَعَلَ غِنَاهُ فِيْ قَلْبِهٖ۔ وَاَتَتْهُ الدُّنْيَا وَهِيَ رَاغِمَةٌ۔ وَمَنْ كَانَ هَمُّهُ الدُّنْيَا فَرَّقَ اللّٰهُ اَمْرَهٗ۔ وَجَعَلَ فَقْرَهٗ بَيْنَ عَيْنَيْهِ۔ وَلَمْ يَأْتِهٖ مِنَ الدُّنْيَا اِلَّا مَا كُتِبَ لَهٗ۔	جس کو آخرت کا خیال ہو۔ اللہ اس کے سارے کام درست کردیگا۔ اس کا دل غنی ہوگا۔ اور دنیا ذلیل ہوکر اس کے قدموں تلے آئے گی۔ اور جو دنیا کے غم میں پریشان ہوتا ہو۔ اللہ اس کے سارے کام پراگندہ کردیگا۔ اس کی آنکھیں ہر چیز کو ترستی رہیں گی۔ اور (ان تمام کوششوں کے باوجود) وہ مقدر سے زیادہ ہرگز نہیں پائے گا۔

(اعجاز القرآن ص۱۱۲)

خطبہ ۱۲

اس خطبہ میں ذات وصفاتِ باری تعالیٰ سے متعلق پانچ باتیں بیان ہوئی ہیں:۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَنَامُ وَلَا يَنْبَغِيْ لَهٗ اَنْ	خدا نہیں سوتا۔ اور نہ سونا اس کے شایانِ شان

يَنَامَ يَخْفِضُ الْقِسْطَ وَيَرْفَعُهُ ۔ يُرْفَعُ إِلَيْهِ عَمَلُ اللَّيْلِ قَبْلَ عَمَلِ النَّهَارِ قَبْلَ عَمَلِ اللَّيْلِ، حِجَابُهُ النُّوْرُ ۔ (مسلم ج ۱ صفحہ ۹۹)

ہے۔ وہی قسمت کے پلڑے کو پست و بلند کرتا ہے رات کے اعمال اس کو دن سے پہلے پہنچ جاتے ہیں۔ اور دن کے اعمال رات سے پہلے۔ اس کا پردہ نور ہے ۔

خطباتِ رقاق

دنیا کی اس پُرالم زندگی میں اتنی دلچسپیاں مخفی ہیں۔ کہ کوئی شخص خواہ وہ کسی حالت میں ہو۔ اس طلسمگاہِ خیال کا فراق گوارا نہیں کرتا۔ اس کی محبت دن بدن دلوں میں جڑیں پکڑتی اور شاخیں پھیلاتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ کا یہ ایک لازمی جزو تھا۔ کہ آپ دنیوی تعلقات کے جذبہ کو اعتدال پر لاکر لوگوں کو خواہشات نفسانی میں مبتلا ہونے سے بچائیں۔ اس لئے اس موضوع پر آپ نے ضمناً اور مستقل طور پر متعدد خطبے دئے ہیں۔ ہم چند ایک خطبے ذیل میں نقل کرتے ہیں۔

خطبہ ۱۳

ایک مرتبہ آپ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا :-

أَلَا إِنَّ الدُّنْيَا عَرَضٌ حَاضِرٌ يَأْكُلُ مِنْهُ الْبَرُّ وَالْفَاجِرُ ۔ أَلَا وَإِنَّ الْآخِرَةَ أَجَلٌ صَادِقٌ ۔ وَيَقْضِي فِيهَا مَلِكٌ قَادِرٌ ۔ أَلَا وَإِنَّ الْخَيْرَ كُلَّهُ بِحَذَافِيْرِهِ فِي الْجَنَّةِ ۔ أَلَا وَإِنَّ الشَّرَّ كُلَّهُ بِحَذَافِيْرِهِ فِي النَّارِ ۔ أَلَا فَاعْمَلُوا وَأَنْتُمْ مِنَ اللَّهِ عَلَى حَذَرٍ وَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ مَعْرُوضُونَ عَلَى أَعْمَالِكُمْ ۔ فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ۔ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ ۔

آگاہ رہو دنیا موجودہ سامان کا نام ہے۔ جس کو نیک و بد سبھی استعمال کرتے ہیں۔ اور آخرت کیلئے بلاشبہ ایک وقت مقرر ہے۔ جس میں قدرت والا بادشاہ فیصلے کریگا۔ آگاہ رہو کہ بھلائی ساری کی ساری جنت میں ہے۔ اور بُرائی پوری کی پوری دوزخ میں ہے۔ پس خدا کے غضب سے بچتے ہوئے اعمال کیا کرو۔ اور خوب سمجھ لو۔ کہ تمہیں اپنے اعمال کے سامنے پہنچنا ہے سو جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی۔ اسے دیکھ لیگا۔ اور جس نے ذرہ برابر برائی کی ہوگی۔ اس سے دوچار ہوکے رہیگا۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۴۴۴)

خطبہ ۱۴

رد بدعت اور اعتصام بالسنۃ کے بارہ میں فرماتے ہیں :-

إِنَّمَا هُمَا اثْنَتَانِ. اَلْكَلَامُ وَالْهَدْيُ
فَأَحْسَنُ الْكَلَامِ كَلَامُ اللّٰهِ - وَأَحْسَنُ
الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ (صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) أَلَا وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ
الْأُمُورِ - فَإِنَّ شَرَّ الْأُمُورِ مُحْدَثَاتُهَا
وَكُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ - وَكُلُّ
بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ - أَلَا لَا يَطُولَنَّ
عَلَيْكُمُ الْأَمَدُ فَيَقْسُوَ قُلُوبُكُمْ - أَلَا
إِنَّ مَا هُوَ آتٍ قَرِيبٌ وَإِنَّ الْبَعِيدَ
مَا لَيْسَ بِآتٍ - أَلَا إِنَّمَا الشَّقِيُّ مَنْ
شَقِيَ فِي بَطْنِ أُمِّهِ - وَالسَّعِيدُ مَنْ
وُعِظَ بِغَيْرِهِ - أَلَا إِنَّ قِتَالَ الْمُؤْمِنِ
كُفْرٌ وَسِبَابُهُ فُسُوقٌ وَلَا يَحِلُّ
لِمُسْلِمٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثٍ
أَلَا وَإِيَّاكُمْ وَالْكَذِبَ.

(ابن ماجہ)

(کامیابی کیلئے) صرف دو باتیں درکار ہیں - قول اور طریقہ عمل - سو عمدہ کلام، کلام الٰہی ہے - اور بہتر طریقہ محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کا طریقہ ہے خبردار دین میں نئی باتیں پیدا کرنے سے پرہیز کیا کرو - کیونکہ (دین میں) نئی باتیں بدترین چیزیں ہیں ہر نئی بات بدعت ہے - اور ہر بدعت گمراہی ہے - خبردار ایسا نہ ہو کہ امتدادِ زمانہ سے تمہارے دل سخت ہو جائیں - جو چیز آنے والی ہو - اسے قریب سمجھنا چاہیئے - دُور وہ چیز ہوتی ہے - جو آنے والی نہ ہو - آگاہ رہو - بدبخت ماں کے پیٹ ہی میں بدبخت ہوتا ہے - اور نیک بخت وہ ہے جو دوسروں سے عبرت حاصل کرے - خبردار مسلمان سے لڑنا کفر اور اسکو گالی دینا فسق کی علامت ہے مسلمان کیلئے جائز نہیں کہ تین دن سے زیادہ اپنے بھائی سے رنجیدہ رہے - اور جھوٹ بولنے سے ہمیشہ پوشیدہ رہے ؞

خطبہ ۱۵

قدرت الٰہیہ کبھی کسی بندہ کی آزمائش اس طرح پر کرتی ہے - کہ اس کے وسائل معاش کو تنگ کر دیتی ہے - اس وقت بعض لوگ اپنی ضروریات پوری کرنے کے لئے ناجائز ذرائع استعمال کرکے ان مضائق سے

سے خلاصی چاہتے ہیں۔ اس خطبہ میں اس مضمون کو نہایت عجیب پیرایہ میں بیان فرمایا ہے:-

أَيُّهَا النَّاسُ۔ لَيْسَ مِنْ شَيْءٍ يُقَرِّبُكُمْ إِلَى الْجَنَّةِ وَيُبَاعِدُكُمْ مِنَ النَّارِ إِلَّا قَدْ أَمَرْتُكُمْ بِهِ۔ وَلَيْسَ مِنْ شَيْءٍ يُقَرِّبُكُمْ مِنَ النَّارِ وَيُبَاعِدُكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ إِلَّا قَدْ نَهَيْتُكُمْ عَنْهُ۔

لوگو۔ میں نے تمہیں ان کاموں کے کرنے کا حکم دے دیا ہے۔ جو جنت دلانے اور دوزخ کی آگ سے بچانے کا ذریعہ ہیں۔ اور ان کاموں سے روک چکا ہوں۔ جو جنت سے محروم کرنے اور دوزخ میں پہنچا دینے کا باعث ہیں۔

وَإِنَّ الرُّوحَ الْأَمِينَ نَفَثَ فِي رُوْعِي أَنَّ نَفْسًا لَنْ تَمُوتَ حَتّٰى تَسْتَكْمِلَ رِزْقَهَا أَلَا فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَأَجْمِلُوا فِي الطَّلَبِ وَلَا يَحْمِلَنَّكُمُ اسْتِبْطَاءُ الرِّزْقِ أَنْ تَطْلُبُوهُ بِمَعَاصِي اللّٰهِ۔ فَإِنَّهُ لَا يُدْرَكُ مَا عِنْدَ اللّٰهِ إِلَّا بِطَاعَتِهِ۔

(مشکوٰۃ۔ صفحہ ۴۵۲)

اور روح الامین نے میرے دل میں یہ بات ڈال دی ہے۔ کہ اپنا نصیبہ پورا کرنے سے پہلے کوئی جاندار نہیں مرے گا۔ پس تم خدا سے ڈرو۔ اور مناسب طریقوں سے (ضروریات) طلب کیا کرو ایسا نہ ہو۔ کہ رزق کی تاخیر تمہیں ارتکاب معاصی پر آمادہ کر دے۔ کیونکہ خدا کے ہاں کی چیزیں صرف اس کی اطاعت سے حاصل ہو سکتی ہیں۔

خطبہ ۱۶

ایک مرتبہ آپ نماز کے لئے باہر تشریف لائے۔ دیکھا کہ لوگ کسی بات پر ہنستے ہیں۔ چونکہ مسجد تھی۔ اور سب لوگ نماز کے لئے جمع ہو گئے تھے۔ اس لئے آپ کو ناگوار گذرا۔ کیونکہ ایسے موقع پر ان کو خشوع و خضوع کا پیکر اور خوف و خشیت کا مجسمہ بنا چاہیئے تھا۔ آپ نے اس وقت خطبہ دیا۔ جس میں فرمایا:-

أَمَا إِنَّكُمْ لَوْ أَكْثَرْتُمْ ذِكْرَ هَاذِمِ اللَّذَّاتِ لَشَغَلَكُمْ عَمَّا أَرَىٰ۔ فَأَكْثِرُوا مِنْ ذِكْرِ هَاذِمِ اللَّذَّاتِ الْمَوْتِ۔ فَإِنَّهُ لَمْ يَأْتِ عَلَى الْقَبْرِ يَوْمٌ إِلَّا تَكَلَّمَ فَيَقُولُ أَنَا بَيْتُ الْغُرْبَةِ۔ أَنَا بَيْتُ

اگر تم لذتوں کا قلع قمع کرنیوالی موت کو پیش نظر رکھتے تو آج میں تم کو ہنستے نہ دیکھتا۔ سو موت کو اکثر اپنے سامنے رکھو۔ کیونکہ قبر سے ہر روز آواز آتی ہے کہ میں غربت اور تنہائی کا گھر ہوں۔ میں خاک (میں ملاکر خاک بنا دینے) والا مکان ہوں۔ میں کیڑوں

الْوَحْدَةِ ـ وَأَنَا بَيْتُ التُّرَابِ ـ وَأَنَا
بَيْتُ الدُّوْدِ ـ فَإِذَا دُفِنَ الْعَبْدُ الْمُؤْمِنُ
قَالَ لَهُ الْقَبْرُ مَرْحَبًا وَأَهْلًا ـ أَمَا
إِنْ كُنْتَ لَأَحَبَّ مَنْ يَمْشِي عَلَى ظَهْرِي
إِلَيَّ فَإِذْ وُلِّيتُكَ الْيَوْمَ وَصِرْتَ إِلَيَّ ـ
فَسَتَرَى صَنِيْعِي بِكَ ـ فَيَتَّسِعُ لَهُ
مَدَّ بَصَرِهِ ـ وَيُفْتَحُ لَهُ بَابٌ إِلَى الْجَنَّةِ
وَإِذَا دُفِنَ الْعَبْدُ الْفَاجِرُ أَوِ الْكَافِرُ
قَالَ لَهُ الْقَبْرُ لَا مَرْحَبًا وَلَا أَهْلًا
أَمَا إِنْ كُنْتَ لَأَبْغَضَ مَنْ يَمْشِي عَلَى
ظَهْرِي إِلَيَّ ـ فَإِذْ وُلِّيتُكَ الْيَوْمَ
وَصِرْتَ إِلَيَّ فَسَتَرَى صَنِيْعِي بِكَ
فَيَلْتَئِمُ عَلَيْهِ حَتَّى يَلْتَقِيَ عَلَيْهِ وَ
تَخْتَلِفَ أَضْلَاعُهُ فَأَدْخَلَ بَعْضَهَا
فِي جَوْفِ بَعْضٍ ۔

والا مسکن ہوں۔ پس جب کوئی مومن قبر میں دفن کیا جاتا ہے۔ تو اس سے کہتی ہے۔ مرحبا۔ آنا مبارک ہو۔ میری پشت پر چلنے پھرنے والوں میں سے تم مجھے زیادہ محبوب تھے۔ آج جب کہ تم مجھے ملے ہو میرا سلوک دیکھ لوگے۔ پھر اس کے لئے حد نظر تک فراخ ہو جاتی ہے۔ اور اس کے لئے جنت کی طرف ایک دروازہ کھولدیا جاتا ہے۔ اور جب کوئی بدعمل یا کافر دفن ہوتا ہے۔ تو قبر اسے دھتکار کر کہتی ہے۔ تجھے فراخی اور آرام نصیب نہ ہو۔ میری پشت پر چلنے والوں میں تو مجھے سب سے زیادہ مبغوض تھا۔ آج جب کہ تو میرے قابو میں آیا ہے۔ تجھے میرا سلوک معلوم ہو جائیگا۔ پھر قبر سمٹ کر اسے بھینچتی ہے حتیٰ کہ اس کی پسلیاں توڑ پھوڑ کر ایک دوسری میں داخل کر دیتی ہے۔

راوی بیان کرتا ہے۔ کہ اس موقعہ پر آپ نے ہاتھوں کی انگلیاں ایکدوسری میں ڈالکر تبلایا۔ کہ اس کی پسلیاں ایکدوسرے میں اس طرح داخل ہوجائیں گی۔ پھر آپ نے فرمایا:۔

وَيُقَيَّضُ لَهُ سَبْعُونَ تِنِّيْنًا لَوْ أَنَّ وَاحِدًا
مِنْهَا نَفَخَ فِي الْأَرْضِ مَا أَنْبَتَتْ شَيْئًا
مَا بَقِيَتِ الدُّنْيَا ـ فَيَنْهَشْنَهُ وَيَخْدِشْنَهُ
حَتَّى يُفْضَى بِهِ إِلَى الْحِسَابِ ـ

اور اس کے لئے ستر ایسے زہریلے اژدھا مقرر کئے جاتے ہیں۔ کہ ان میں کا ایک بھی اگر دنیا میں پھنکار مار جائے۔ تو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے زمین کی قوتِ نامیہ ختم ہو جائے گی۔ حتیٰ کہ وہ اژدہے اسے ڈستے اور نوچ نوچ کر کھاتے ہیں۔

پھر آپ نے فرمایا:۔

اِنَّمَا الْقَبْرُ رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ اَوْحُفْرَةٌ مِنْ حُفَرِ النَّارِ (ترمذی)

قبر یا جنّت کے باغیچوں میں سے ایک باغیچہ ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں کا ایک گڑھا ہے۔

خطبہ ۱۷

ایکدن خطبہ دیتے ہوئے آپ نے فرمایا۔

اَلَا اِنَّ رَبِّيْ اَمَرَنِيْ اَنْ اُعَلِّمَكُمْ مَا جَهِلْتُمْ مِمَّا عَلَّمَنِيْ يَوْمِيْ هٰذَا۔ كُلُّ مَالٍ نَحَلْتُهٗ عَبْدًا حَلَالٌ وَاِنِّيْ خَلَقْتُ عِبَادِيْ حُنَفَاءَ كُلَّهُمْ وَاِنَّهُمْ اَتَتْهُمُ الشَّيَاطِيْنَ فَاجْتَالَتْهُمْ عَنْ دِيْنِهِمْ - وَحَرَّمَتْ عَلَيْهِمْ مَا اَحْلَلْتُ لَهُمْ وَاَمَرَتْهُمْ اَنْ يُشْرِكُوْا بِيْ مَا لَمْ اُنْزِلْ بِهٖ سُلْطَانًا -

آگاہ ہو جاؤ۔ میرے پروردگار نے مجھے حکم دیا ہے۔ کہ جو باتیں آج مجھے سکھائی گئی ہیں۔ وہ تمہیں بتا دوں ٭ (خدا نے فرمایا ہے) کہ جو مال مَیں نے اپنے بندے کو عطا کیا ہے۔ وہ اس کے لئے حلال ہے مَیں نے اپنے بندوں کو راہِ حق پر پیدا کیا تھا۔ مگر شیطان نے اُن کو دینِ حنیف سے دور ڈالکر میری حلال کردہ چیزوں کو ان کیلئے (بحیرہ، سائبہ، وسیلہ اور حامی کے نام سے) حرام کر دیا۔ اور انکو شرک کرنیکی ہدایت کی۔ جس کے لئے مَیں نے کوئی سند نہیں اتاری تھی ٭

اِنَّ اللّٰهَ نَظَرَ اِلٰى اَهْلِ الْاَرْضِ فَمَقَتَهُمْ عَرَبَهُمْ وَعَجَمَهُمْ اِلَّا بَقَايَا مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ وَقَالَ اِنَّمَا بَعَثْتُكَ لِاَبْتَلِيَكَ وَاَبْتَلِيَ بِكَ - وَاَنْزَلْتُ عَلَيْكَ كِتَابًا لَا يَغْسِلُهُ الْمَاءُ تَقْرَاُهٗ نَائِمًا وَيَقْظَانَ -

(پھر فرمایا) اللہ تعالیٰ نے اہلِ زمین کی طرف دیکھا۔ تو چند اہلِ کتاب (مسلمانوں) کے سوا تمام انسانوں کو خواہ وہ عرب ہوں یا عجم ناپسند فرمایا۔ اور کہا (اے انسان) مَیں نے تجھے اس لئے بھیجا تھا۔ کہ تم کو اور تمہارے ذریعہ دوسری مخلوق کو آزماؤں۔ اور تم پر ایسی کتاب اتاری جو پانی سے محو نہیں ہو سکتی (بلکہ سینوں میں محفوظ ہے) اسے تم بیداری اور خواب کی دونوں حالتوں میں پڑھ سکتے ہو

وَاِنَّ اللّٰهَ اَمَرَنِيْ اَنْ اُحَرِّقَ قُرَيْشًا فَقُلْتُ - رَبِّ اِذًا يَثْلَغُوْا رَاْسِيْ

اور اللہ نے مجھے حکم دیا۔ کہ قریش کو جلا ڈالو۔ مَیں نے کہا الٰہی وہ بڑی طاقتور قوم ہے۔ مجھے توڑ کر

فَيَدَعُوْهُ خُبْزَةً
قَالَ اسْتَخْرِجْهُمْ كَمَا اَخْرَجُوْكَ
وَاغْزُهُمْ نُغْزِكَ - وَاَنْفِقْ فَسَنُنْفِقُ
عَلَيْكَ وَابْعَثْ جَيْشًا نَبْعَثْ
خَمْسَةً مِثْلَهٗ وَقَاتِلْ بِمَنْ
اَطَاعَكَ مَنْ عَصَاكَ -

رکھ دے گی ۔

خدا نے فرمایا۔ ان کو ایسا نکال دو۔ جیسا انہوں نے تجھکو نکالدیا ہے۔ ان سے لڑو۔ اسباب ہم فراہم کریں گے تم خرچ کرو۔ ہم دینگے۔ تم ایک لشکر روانہ کرو۔ ہم اس کا پنج گنا بھیجدینگے۔ اور اپنے مطیع اور فرمانبردار لوگوں کو لیکر نافرمانوں سے (خدا کی راہ میں) غزا کرو ۔

پھر آپ نے فرمایا :-

وَاَهْلُ الْجَنَّةِ ثَلٰثَةٌ - ذُوْسُلْطَانٍ
مُقْسِطٌ مُتَصَدِّقٌ وَمُوَفَّقٌ - وَ
رَجُلٌ رَحِيْمٌ رَقِيْقُ الْقَلْبِ
لِكُلِّ ذِيْ قُرْبٰى وَمُسْلِمٍ
وَعَفِيْفٌ وَمُتَعَفِّفٌ ذُوْ عِيَالٍ -
وَاَهْلُ النَّارِ خَمْسَةٌ - اَلضَّعِيْفُ
الَّذِيْ لَا زَبْرَ لَهٗ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْكُمْ
تَبَعًا لَا يَتْبَعُوْنَ اَهْلًا وَّلَا مَالًا -
وَالْخَائِنُ الَّذِيْ لَا يَخْفٰى لَهٗ طَمَعٌ
وَاِنْ دَقَّ اِلَّا خَانَهٗ - وَرَجُلٌ لَا
يُصْبِحُ وَلَا يُمْسِيْ اِلَّا وَهُوَ يُخَادِعُكَ
عَنْ اَهْلِكَ وَمَالِكَ -
وَذَكَرَ الْبُخْلَ اَوِ الْكَذِبَ وَالشِّنْظِيْرَ
الْفَحَّاشَ - (مسلم ج ۲ ص ۳۸۵)

تین قسم کے لوگ جنتی ہیں منصف[۱]، سخی اور نیک حاکم، اور رشتہ[۲] داروں اور عام مسلمانوں کے ساتھ مہربانی کا برتاؤ کرنے والا نرم دل آدمی اور عیال[۳] دار با عفت، سوال سے بچنے والا شخص ۔

پانچ قسم کے لوگ دوزخی ہیں۔ کمزور، بے[۱] شعور آوارہ گرد، جو دوسروں پر بوجھ ہو۔ اور بال بچوں کے جھمیلوں سے متنفر۔ وہ[۲] خائن جو خیانت کے کسی موقع سے نہیں چوکتا۔ وہ شخص[۳] جو تمہیں تمہارے مال و منال اور اہل و عیال کے بارہ میں دھوکہ دیا کرے ۔

نیز آپ نے بخیل[۴] یا جھوٹے اور بدزبان[۵] آدمی کو بھی اُن میں شمار کیا ۔

خطبہ ۱۸

مال کی محبت انسان کی سرشت میں رکھدی گئی ہے۔ بڑے بڑے مدعیان زہد و ورع کے سامنے جب

مال کا مسئلہ درپیش ہوتا ہے۔ تو اُن کو بھی بسا اوقات جادۂ اعتدال سے منحرف ہونا پڑتا ہے ٭

میدانِ جنگ میں جب دو فریق آپس میں لڑ رہے ہوں۔ اندھیر نگری ہوتی ہے۔ اور بیش قیمت چیزیں خاک میں پڑی رہتی ہیں۔ جو چیز جس کے ہاتھ پڑتی ہے اٹھا کر لیجاتا ہے۔ اور بلا استحقاق اسے اپنا بنا لیتا ہے حضور اکرمؐ کے مبارک زمانہ میں بھی دو چار مرتبہ ایسے واقعات پیش آئے تھے۔ کہ دشمن کی فوج سے حاصل کیا ہوا مال غنائم کے ڈھیر میں مساویانہ تقسیم کیلئے نہ پہنچ سکا۔ راوی کہتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خیانت کے بارہ میں نہایت بلیغ اور خوف انگیز وعظ کہکر فرمایا۔

لَا أُلْفِيَنَّ أَحَدَكُمْ يَجِيئُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى رَقَبَتِهٖ بَعِيْرٌ لَهٗ رُغَاءٌ يَقُوْلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَغِثْنِيْ فَأَقُوْلُ لَا أَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا۔ قَدْ أَبْلَغْتُكَ۔

ایسا نہ ہو کہ قیامت کے دن تم میں سے کسی کی گردن پر (خیانت کا) بڑبڑاتا ہوا اونٹ سوار ہو۔ اور کہے۔ یا رسولؐ اللہ۔ میری مدد کرو۔ اور مجھے کہنا پڑے کہ اب میں کچھ نہیں کرسکتا۔ میں نے تبلیغ کردی تھی ٭

لَا أُلْفِيَنَّ أَحَدَكُمْ يَجِيئُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى رَقَبَتِهٖ فَرَسٌ لَهٗ حَمْحَمَةٌ۔ فَيَقُوْلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَغِثْنِيْ۔ فَأَقُوْلُ لَا أَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ أَبْلَغْتُكَ۔

ایسا نہ ہو کہ قیامت کے دن تم میں سے کسی کی گردن پر ہنہناتا ہوا گھوڑا سوار ہو۔ اور کہے۔ یارسول اللہ۔ میری مدد کرو۔ اور مجھے یہ کہنا پڑے کہ میں کچھ نہیں کرسکتا۔ میں نے تبلیغ کردی تھی ٭

لَا أُلْفِيَنَّ أَحَدَكُمْ يَجِيئُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى رَقَبَتِهٖ شَاةٌ لَهَا ثُغَاءٌ يَقُوْلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَغِثْنِيْ فَأَقُوْلُ لَا أَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ أَبْلَغْتُكَ۔

ایسا نہ ہو۔ کہ قیامت کے دن تم میں سے کسی کی گردن پر چیخنے والی بکری سوار ہو اور کہے۔ یارسول اللہ۔ میری مدد کرو۔ اور میں کہوں کہ اب میں کچھ نہیں کرسکتا۔ میں نے تبلیغ کردی تھی ٭

لَا أُلْفِيَنَّ أَحَدَكُمْ يَجِيئُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى رَقَبَتِهٖ نَفْسٌ لَهَا صِيَاحٌ فَيَقُوْلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَغِثْنِيْ۔ فَأَقُوْلُ لَا أَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ أَبْلَغْتُكَ۔

ایسا نہ ہو۔ کہ قیامت کے دن تم میں سے کسی کی گردن پر نعرے لگانے والا نفس (غلام یا مقتول) سوار ہو۔ اور کہے۔ یارسول اللہ۔ میری مدد کرو۔ اور مجھے کہنا پڑے کہ میں کچھ نہیں کرسکتا۔ میں نے تبلیغ کردی تھی ٭

لَا أُلْفِيَنَّ أَحَدَكُمْ يَجِيئُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

ایسا نہ ہو۔ کہ قیامت کے دن کسی کی گردن پر پھڑانے

رِقَاعٌ تَخْفِقُ فَيَقُوْلُ يَا رَسُوْلَ اللهِ اَغِثْنِيْ
فَاَقُوْلُ لَا اَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ اَبْلَغْتُكَ ـ
لَا اُلْفِيَنَّ اَحَدَكُمْ يَجِيْئُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى رَقَبَتِهٖ
صَامِتٌ فَيَقُوْلُ يَا رَسُوْلَ اللهِ اَغِثْنِيْ فَاَقُوْلُ
لَا اَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ اَبْلَغْتُكَ (مسلم ج ۲ ص ۱۲۲)

ہلتے پارچہ جات ہوں۔اور کہے یا رسول اللہ میری مدد کرو۔اور مجھے کہنا پڑے کہ میں کچھ نہیں کر سکتا۔میں نے تمہیں سمجھا دیا تھا۔ ایسا نہ ہو۔کہ قیامت کے دن تم میں سے کسی شخص کے ذمے (خیانت کا) مال ہو۔اور کہے یا رسول اللہ میری مدد کرو۔اور مجھے کہنا پڑے کہ میں کچھ نہیں کر سکتا۔میں نے تبلیغ کر دی تھی۔

خطبہ ۱۹

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔کہ ایک مرتبہ آپ نے کھڑے ہو کر یہ خطبہ دیا۔

يَا اَيُّهَا النَّاسُ ـ اِنَّكُمْ مَحْشُوْرُوْنَ اِلَى اللهِ حُفَاةً
عُرَاةً غُرْلًا ـ كَمَا بَدَاْنَا اَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيْدُهٗ
وَعْدًا عَلَيْنَا اِنَّا كُنَّا فَاعِلِيْنَ ـ

اے لوگو تم اللہ کے پاس ننگے پیر، برہنہ تن، بے ختنہ ہوئے زندہ ہو کر جمع ہو گے (جیسا کہ فرماتا ہے) جس طرح ہم نے پہلی پیدائش شروع کی تھی ہم اسے دوبارہ پیدا کریں گے۔یہ وعدہ ہے کہ ہم ضرور کریں گے۔

اَلَا وَاِنَّ اَوَّلَ الْخَلَائِقِ يُكْسٰى يَوْمَ الْقِيٰمَةِ
اِبْرَاهِيْمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ ـ

آگاہ ہو جاؤ۔ قیامت کے دن سب سے پہلے حضرت ابراہیمؑ کو لباس پہنایا جائیگا۔

اَلَا وَاِنَّهٗ سَيُجَاءُ بِرِجَالٍ مِنْ اُمَّتِيْ فَيُؤْخَذُ
مِنْهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ ـ فَاَقُوْلُ يَا رَبِّ اَصْحَابِيْ
فَيُقَالُ اِنَّكَ لَا تَدْرِيْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَكَ
فَاَقُوْلُ كَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ
شَهِيْدًا مَا دُمْتُ فِيْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ
اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ
شَهِيْدٌ ـ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ـ وَ
اِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ
فَيُقَالُ لِيْ اِنَّهُمْ لَمْ يَزَالُوْا مُرْتَدِّيْنَ عَلٰى
اَعْقَابِهِمْ مُذْ فَارَقْتَهُمْ ـ (مسلم جلد ۲ ص ۳۸۴)

آگاہ رہو۔میری امت کے کچھ لوگ بائیں طرف سے لائے جائینگے۔تو میں کہوں گا۔اے پروردگار۔یہ میرے ساتھی ہیں۔ جواب ملیگا۔تو نہیں جانتا۔کہ انہوں نے تیرے بعد کیا کچھ کیا ہے۔تو میں بھی وہی کہونگا۔جو خدا کا نیک بندہ (حضرت عیسیٰؑ) کہیگا۔کہ جب تک میں ان میں موجود تھا۔ان کے اعمال دیکھتا رہا۔جب تو نے مجھے ان سے بالکل جدا کر لیا۔پھر آپ اُن کے نگہبان تھے۔اور آپ ہر چیز پر شاہد ہیں۔ اگر انکو عذاب دے۔تو یہ تیرے ہی بندے ہیں۔اور اگر بخش دے۔تو تُو غالب حکمت والا ہے۔مجھے جواب ملیگا کہ تیرے بعد یہ لوگ برابر ایڑیوں کے بل پیچھے کو جاتے رہے

نعت

(از عبدالرزاق صاحب سعید بن عمر بمبئی)

زمیں سے تا بہ اوجِ آسماں پھیلا اثر میرا
شرارِ سوزشِ دل چارسُو ہے جلوہ گر میرا

مسلماں ہُوں پتہ کیا پائینگے وہ بیخبر میرا
بُتِ کافر کہاں سے لائینگے ذوقِ نظر میرا

نہ ہو کیوں فخر مجھکو خادم اُس درگاہ کا ہُوں مَیں
ہُوا جس کی بدولت تکیہ صرف اللہ پر میرا

مرا آقا وہ ہے جو مومنوں کو جاں سے ہے پیارا
لگایا آستانِ کبریا سے جس نے سر میرا

غلام ادنیٰ سے اُس سرکار کے ہیں اُن مقاموں پہ
جہاں ہے مُرغِ فکر نارسا بے بال و پر میرا

مُجھے صدّیقِ اکبرؓ کا بنا دے پیروِ صادق
الٰہی دورِ باطل میں رہے عالَم دگر میرا

حیائے حضرتِ عثمانؓ کا یارب مجھ کو حصّہ دے
خدایا اس گھر سے بھی ہو دامن بہرہ ور میرا

سعیدؔ اک فرد ہُوں مَیں اہلُسنّت والجماعت کا
عمرؓ بھی ہے مرا رہبر علیؓ بھی راہبر میرا

بہ یک کرشمہ دو کار

ازقلم مرزا عزیز فیضانی صاحب (دادا پوری)

(۱)

جنید ایک خوش قسمت تاجر ہے وہ تین دکانوں اور ایک لکڑی کے کارخانے کا واحد مالک ہے۔ کارخانہ اور دکانیں سب ایک ہی بڑی عمارت میں واقع ہیں۔ کم ازکم تین سَو چھوٹے بڑے آدمی اُس کے ہاں کام کرتے ہیں۔ کوئی منشی ہے، کوئی دکاندار۔ کوئی مزدور اور کوئی چوکیدار، سب کو ماہانہ تنخواہ ملتی ہے اور خوش خوش کام کرتے ہیں۔ جنید جیسا کہ اُس کے سب ملازم بیان کرتے ہیں، اور حقیقت بھی یہی معلوم ہوتی ہے، نہایت خوش خلق، ہمدرد خلق، نیک اطوار، کریم النفس اور مذہبی پہلو سے متقی ہے۔ تجارت اور دوسرے کاروبار میں بھی وہ صادق و امین ہے اُس نے اپنی خاص بیٹھک میں "سَیِّدُ الْقَوْمِ خَادِمُهُمْ" "خَيْرُ النَّاسِ مَنْ يَنْفَعُ النَّاسَ" اور "اَلصَّلٰوةَ اَلصَّلٰوةَ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ" ایسے قطعے آویزاں کر رکھے ہیں ؛

سب سے بڑی چیز جو اُس کے اخلاق میں پائی جاتی ہے۔ وہ اپنے ماتحتوں سے حسنِ سلوک ہے۔ وہ کوشش کرتا ہے کہ اُس کے کسی ملازم کو اس کے خلاف شکایت کا موقع ہی نہ ملے ؛

(۲)

آج جنید کے کارخانہ میں یوم تنخواہ تھا۔ ظہر کی نماز کے بعد خزانچی کے کمرے کے سامنے کرسیوں اور بنچوں پر آ آ کر ملازم بیٹھ رہے تھے۔ جب سب جمع ہو گئے تو گھنٹی بجی اور ایکطرف سے جنید نے آ کر کہا۔ السلام علیکم۔ اور خزانچی کے پاس جواب کمرے سے باہر بیٹھ گیا تھا، ایک علیحدہ کرسی پر بیٹھ گیا ؛

تنخواہ بٹنی شروع ہی ہوئی تھی۔ کہ کسی نے جنید کو ٹیلیفون پہ بلایا اور کہا :۔

"جو مال شیخصاحب نے آپ سے منگوایا تھا، اس میں سے چند چیزیں پسند نہیں کی گئیں۔ بہت جلد اپنا آدمی بھیج کر واپس منگوا لیجئے، اور آج ہی بلکہ ابھی۔ کیونکہ شیخ صاحب کوہ مری جا رہے ہیں"

جنید نے اپنی جگہ پر واپس آ کر اپنے ملازم برکات کو بُلا کر جو اس کام پر مامور تھا، اسے یہ کام تفویض کیا۔ اور

کہا کہ تنخواہ واپس آ کر لینا۔ مبادا شیخ صاحب چلے جائیں۔ اور ہماری چیزیں ان کے بنگلے میں پڑی ضائع ہو جائیں۔

اس میں شک نہیں کہ تنخواہ چھوڑ کر، جس کے لیئے اُس نے ایک ماہ انتظار کیا، اور وہ بھی قلیل یعنی کل بیس روپیہ، باہر کام پر جانا ہر شخص پر، اور اسی طرح پرکاش پر بھی شاق تھا۔ مگر وہ وفادار ملازم اور سب سے بڑھکر یہ کہ "مزدور خوشدل" تھا۔ اس لیئے اسے یہ بھی پسند نہ تھا کہ جنید کا حکم نہ مانے اور عذر کر دے۔ اُسے بیوی بچوں کی حالت کا بھی خیال تو آیا۔ اور یہ بھی یاد آیا کہ آج وہ سامان خورد و نوش گھر میں دے نہیں آیا تھا۔ مگر اس امید پر کہ جلدی واپس آ جائے گا اس نے شیخ صاحب کے بنگلے کا رُخ کر لیا۔

(۳)

پرکاش بنگلے پر پہنچا تو شیخ صاحب چائے پی رہے تھے۔ نوکر کے ذریعہ اُسنے اطلاع کرائی۔ شیخ صاحب نے فرمایا "کھو چائے پیتے ہیں۔ باہر ٹھہرو"۔ تھوڑی دیر ٹھہر کر پھر اُس نے التماس کی۔ کہ "ان سے پوچھو میں اندر آ جاؤں؟"۔ مگر جواب ملا کہ "نہیں ہم نے چیزیں خریدی ہیں، چُرائی تو نہیں، جو خانہ تلاشی لینا چاہتے ہو"۔

اب پرکاش بچارا عجیب کشمکش میں تھا۔ اسے توقع تو یہ تھی۔ کہ ابھی چیزیں لیں اور واپس پہنچ کر تنخواہ وصول کی۔ مگر یہاں غریب کو خواہ مخواہ دیر ہو رہی تھی۔ کبھی اُسے خیال آتا کہ بیوی بچے بھوکے بیٹھے ہونگے۔ غریبوں کو پڑوسی بھی ادہار نہیں دیتے۔ اگر یہیں اس امیر کی نخوت کی وجہ سے شام ہوگئی تو پھر؟ خزانچی میرا نوکر تھوڑا ہی ہے۔ جو میرے انتظار میں رات تک بیٹھا رہیگا۔

غرض "قہرِ درویش بجانِ درویش" کے مصداق پرکاش باہر بیٹھا کڑھتا رہا۔ آخر خدا خدا کر کے بڑی دیر شام کے بعد اُسے چیزیں واپس ملیں۔ اب وہ تھیں کارخانہ کی چیزیں، پیسے ہوتے تو تنخواہ کی جگہ گھر لے جاتا۔ نیز وہ تھا وفادار اس لیئے اُس نے نہایت غمگین صورت بنائے کارخانے کا رُخ کیا۔

(۴)

ادھر جنید کی سُنیئے۔ جوں جوں پرکاش کی واپسی میں دیر ہو رہی ہے، پیچ و تاب کھا رہا ہے۔ غصے سے نہیں۔ بلکہ اس خیال سے کہ بیچارے کو تنخواہ آج نہ مل سکے گی۔ غریب کی بساط کیا ہوتی ہے۔ انہی بیس ٹکلیوں پر اس کا گذارہ ہے۔ خدا جانے اس کے گھر میں آج کھانے پینے کو بھی کچھ ہوگا یا نہیں۔ غریب ہے بھی کافی عیالدار۔

غرض جنید انہی خیالات میں غرق تھا۔ کہ خزانچی بولا "حضور! پرکاش کے سوا سب نے تنخواہ لے لی۔ حتی

کہ بندہ نے بھی

جنید۔ افسوس کہ وہ ابھی تک واپس نہیں آیا۔ تنخواہ تو اسے آج ہی ملنی چاہیئے ۔

خزانچی ۔ جناب آج گیا اور کل گیا ۔ وہ مر تو نہیں جائیگا ۔

جنید ۔ زندہ رہکر فاقہ کاٹنا مرنے سے بدتر مرنا ہوتا ہے۔ اور پھر پرکاش کا قصور بھی نہیں ، وہ ہمارے کام پر گیا ہے ۔ خدا کے سامنے میں کیا جواب دوں گا ۔ کہ تنخواہ کا وقت آیا ۔ اور ایک غریب ملازم کو کام پر بھیجدیا اچھا لاؤ ۔ اس کی تنخواہ مجھے دو ۔ اور مجھ سے رسید لو ۔ مَیں اس کے گھر پہنچانے کا انتظام کرتا ہوں ۔

خزانچی نے تنخواہ دی ۔ اب جنید نے سوچا کہ اَور کسی کو کیا بھیجوں ۔ سب تنخواہ کی خوشی میں جلدی گھر جانا چاہتے ہیں ۔ پھر پرکاش گیا بھی میرے ہی کام کو ہے ۔ اسلئے کیوں نہ خود ہی جاؤں ، کہ خُلقِ نبویؐ کا نمونہ پیش ہو ۔ اور کوئی عجب نہیں ۔ کہ ایسے ہی کام اسلام کی عزّت اور تبلیغ کی راہ میں کام آجائیں ۔

(۵)

جنید قریب شام پرکاش کے گھر پہنچا ۔ اور اس شان سے کہ ایک ہاتھ میں آٹے کی گٹھڑی ہے ۔ اور دوسرے میں کچھ لفافے ۔ جن میں سے کسی میں چاول ہیں کسی میں دال ، کسی میں چینی ، نمک ، مرچ ، ہلدی وغیرہ ۔ پھر ایک ڈبہ بھی انگلی سے لٹکا رکھا ہے ۔ جس میں گھی ہے ۔ دروازہ کھٹکھٹایا ۔ چھوٹا سا لڑکا باہر آیا ۔

" کون ؟ "

جُنید ۔ اپنی اماں جان سے کہو ، جنید آیا ہے ۔ آٹا دال وغیرہ پیش کرتا ہے ۔ اور پرکاش کی تنخواہ بھی ۔

پرکاش کی بیوی ۔ (دروازے کے قریب آکر) جُنید کون ؟

جُنید ۔ وہ جس کے ہاں پرکاش ملازم ہے ۔ پرکاش کو چونکہ ایک نہایت ضروری کام پر بھیجا گیا تھا ۔ جہاں اُسے دیر ہوگئی ۔ اور تنخواہ بٹ گئی ۔ اس لئے اس خیال سے کہ شاید گھر میں کھانے پینے کو نہ ہو ۔ مَیں تنخواہ اور آٹا دال وغیرہ بھی لیتا آیا ہوں ۔ تاکہ آپ کو اس وقت بازار میں بھی نہ جانا پڑے ۔

پرکاش کی بیوی نے نمسکار کی ۔ اور شکریہ ادا کرتے ہوئے چیزیں اور تنخواہ وصول کرلی ۔

جُنید ۔ (جاتے ہوئے بولا) ۔ اَور کسی چیز کی ضرورت ہو تو بے تکلف کہدیجئے ۔ ملازم آقا کے بیٹے ہوتے ہیں ۔

پرکاش کی بیوی ۔ آپ کا بہت بہت شکریہ ۔ سب ضروری چیزیں تو آپ نے خود لاکر عنایت کردیں ۔ اب اتنی کرپا کے بعد اَور کیا چاہیئے ۔ ایشور آپ کا اقبال بلند کرے ۔ . . . . . .

بچہ ۔ پتاجی کتنی دیر میں آئیں گے ؟

جُنید۔ بیٹا۔ وہ ابھی آتے ہونگے۔ فکر نہ کرو ✤

(۶)

پرکاش شیخ صاحب کے بنگلے سے چیزیں واپس لایا۔ اور دیکھا تو کارخانے میں چوکیداروں کے سوا اَور کسی کا نشان تک نہ تھا۔ چیزیں ایک چوکیدار کے سپرد کیں۔ اور غم و غصّہ کا معجون مرکّب بن کر جُنید کی کوٹھی پر پہنچا۔

جُنید۔ (اطلاع ملتے ہی باہر آکر) اد ہو۔ تمہیں تو کافی تکلیف ہوئی۔ اتنی دیر کیوں لگ گئی ؟

پرکاش۔ (بوجہ غم و غصّہ دبی ہوئی آواز سے) صرف اس لئے کہ تنخواہ سے رہ جاؤں۔ اور بیوی بچّے رات کو فاقہ کشی کریں ✤

جُنید۔ افسوس! اگر وہاں دیر ہو رہی تھی۔ تو واپس آکر تنخواہ لے لیتے۔ اور گھر سے ہو کر پھر چیزیں لینے کے لئے چلے جاتے ✤

پرکاش۔ جی ہاں۔ ایسا کرتا تو آپ ہی کہتے "تنخواہ کی پڑ گئی تمہیں، اور چیزوں کی پروا نہیں۔ اگر شیخ صاحب چلے گئے۔ اور چیزیں ضائع ہو گئیں۔ تو تمہاری کئی تنخواہیں ملکر بھی تلافی نہیں کر سکیں گی" بات اصل میں یہ ہے کہ آپ امیر لوگوں کو غریبوں کی پروا کہاں۔ آپ نے تنخواہ سے ہٹا کر کام کے پیچھے بھگا دیا۔ اور شیخ صاحب بھی امیر ٹھیرے۔ انہوں نے مجھے انتظار میں لگا دیا۔ اتنا ہی آپ کو افسوس تھا تو کسی ملازم کو بھیج کر مجھے واپس بلوا لیتے۔ مگر یہ سب کہنے کی باتیں ہیں۔ یوں تو آپ بھی دعوے سے کہا کرتے ہیں۔ کہ میں اپنے پیغمبرؐ کے طریقے پر عمل کرتا ہوں۔ اور اُن کا یہ حکم مانتا ہوں۔ کہ "مزدور کی مزدوری اُسکا پسینہ خشک ہونے سے پہلے دو" مگر عمل کا وقت آئے۔ تو بڑے بڑے دھرما تما اور مہا پُرش بغلیں جھانکنے لگتے ہیں ...... ان امیروں کو قدرِ عافیت جب معلوم ہو کہ ان کے بھی بیوی بچے فاقے کاٹیں۔ کوئی ادھار نہ دے۔ کل کائنات بھی بیس روپے ماہانہ ہو۔ وہ بھی وقت پر نہ ملے۔ اور ....

جُنید۔ بس بس پرکاش۔ اس قدر غصّہ۔ جیسے تین سو آدمیوں سے سروکار ہو۔ وہ کبھی فرائض کو بھلا بھی بیٹھتا ہے۔ چلو معاف کر دو۔ اور آؤ میں تمہیں گھر سے بیس روپے اور سوکھی رسد دیدوں ✤

یہ کہہ کر جنید نے بیس روپے تو جیب سے نکال کر اسی وقت دے دئے۔ اور آٹا، دال، چاول وغیرہ اندر سے منگوا دئے ✤

(۷)

پرکاش غصہ اور خوشی کی درمیانی راہ سے ہوکر تیز تیز قدم اٹھاتا ہؤا گھر گیا۔ اس کا خیال تھا۔ کہ بیوی بچے اداس بیٹھے ہونگے۔ مگر وہاں ایسا منظر دکھائی دیا۔ کہ شاید تنخواہ وقت پر مل جانے کی وجہ سے بھی پیدا نہ ہوتا۔ دو تین قسم کے کھانے تیار ہیں۔ اور بچے کھا کھا کر خوش ہو رہے ہیں۔ بیوی پاس بیٹھی محو انتظار ہے۔ پرکاش نے حیران ہوکر پوچھا۔ یہ سب کچھ کہاں سے آگیا۔ بیوی نے سب ماجرا کہہ سنایا۔ پرکاش کی حیرت اور زیادہ ہوگئی۔ اور مسرت نے ساتھ مل کر اس کے دل میں ایسی کیفیت پیدا کردی کہ اسے بھوک پیاس بھول گئی۔ اٹھا۔ اور اسی وقت جنید کے گھر کی راہ لی ؎

(۸)

پرکاش سیٹھ صاحب۔ میں نے غصے میں آکر خدا جانے کیا کچھ کہدیا تھا۔ آپ بزرگ ہیں۔ مجھے ایشور کیلئے معاف کردیں۔ میں جانتا تو تھا۔ کہ آپ نہایت نیک آدمی ہیں۔ اور عام امیروں کی طرح نہیں۔ مگر سمجھا شاید آپ سے غفلت ہوگئی۔ مگر اب تو آپ نے کمال ہی کر دکھایا۔ اگر اسلام اور آپ کے پیغمبر کی تعلیم یہی ہے۔ تو مجھے بھی ابھی اس مقدس حلقے میں شامل کر لیجئے۔ آج اچھوت اور مزدور جو تنگ آکر ہر جگہ منظم ہو رہے ہیں اسی تعلیم کو تو ترس رہے ہیں۔ یہ خُلق، یہ سلوک اور یہ تعلیم تو ایسی دو دھاری تلوار ہے۔ جو ایک ہی وار میں اچھوت اور مزدور دونوں کی مصائب کا کام تمام کرسکتی ہے۔ مگر کیا یہ اسلام کی تعلیم ہے یا آپ کا اپنا شعار؟

جُنید۔ (اسلام کی ضروری تعلیم اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا اسوہ بتاکر) بالآخر ہے تو یقیناً یہ اسلام ہی کی تعلیم اور پیغمبر اسلام علیہ السلام کا اسوۂ حسنہ۔ مگر پرکاش۔ تم اس وقت جوشِ مسرت میں ہو۔ ممکن ہے جوش ٹھنڈا پڑ جائے۔ اور تم واپس لوٹنا چاہو۔ اس لئے اچھی طرح سوچ لو۔ اور اسلام قبول کرنا کل پر ملتوی رکھو ؎

پرکاش۔ میں سوچتا رہا ہوں۔ اور سوچکر فیصلہ کرچکا ہوں۔ بس اب دیر نہیں اچھی۔ موت کا اعتبار نہیں ؎

بہرحال پرکاش اب محمد جمیل تھا۔ اس کے ساتھ اس کے بیوی بچے بھی مسلمان ہوگئے۔ اب اس کی تنخواہ زیادہ کردی گئی۔ اور اسے کارخانہ کے پاس ایک مکان دیا گیا ؎

اطلاع:۔ خط وکتابت کرتے وقت اپنا خریداری نمبر ضرور دیا کریں۔ نیز اپنا پتہ نہایت صاف اور خوشخط لکھا کریں۔ بصورت دیگر عدم تعمیل کی شکایت معاف ؎ (مینجر)

مُکتی یا نجات

(از مولوی محمد اسحٰق صاحب بی۔اے پشاور صدر)

حق و باطل کی فوجیں صف آرا ہیں۔ ایمان کفر۔ نور و ظلمت اپنی اپنی قوتوں کو جمع کرکے میدان میں ایکدوسرے کے مقابل خیمہ زن ہیں۔ ایکا ایکی طبل جنگ بجتا ہے۔ تلواروں کی جھنکار۔ نیزوں کی چمک دمک۔ بہادروں کا جوش و خروش میدان کارزار میں ایک ہیبت ناک سین پیدا کردیتا ہے ؎

شمعِ رسالت کے پروانے۔ وفادارانِ پیغمبرؐ۔ شیدائیان رسولؐ۔ محمدؐ عربی کے گرد دادِ شجاعت دے رہے ہیں ایک ایک ہوکر قربان ہوتے جاتے ہیں۔ مگر اپنے محبوب و مطلوب کو آنچ نہیں آنے دیتے۔ اُن کا صبر و استقلال۔ قربانی و ایثار۔ والہانہ جوش و عقیدت رحمتِ ایزدی کو جوش میں لاتا ہے ؎

حق باطل پر فتح پاتا ہے۔ نور ظلمت پر چھا جاتا ہے۔ آفتاب اسلام کی روشنی سے کفر و شیطنت کی کالی گھٹا چھٹ جاتی ہے۔ کافر بھاگ جاتے ہیں۔ اور مسلمان میدان میں فاتح اور غالب نظر آتے ہیں۔ اس حالت میں جبکہ دُنیا کا سردار رہبر و رہنما شہیدان حق کے معائنے میں مصروف ہے۔ ایک زخمی جو موت کی آخری ہچکیاں لے رہا ہے۔ آہستہ آہستہ سرکتا ہے۔ اور اپنا سر سردار دو عالم کے قدموں پر رکھ کر ابدی نجات پا جاتا ہے ؎

سر بوقتِ ذبح اپنا اُس کے زیرِ پائے ہے
یہ نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے

کیا ہی قابلِ رشک تھی وہ موت اور کیسا قابلِ احترام تھا وہ انسان۔ عقیدت و جاں نثاری۔ محبت و وفاداری کی جو مثال یہ ہستی قائم کرگئی۔ اور جس طرح محبوب کے قدموں میں زندگی کے آخری لمحے گذار کر اس شہید ناز نے جان دی۔ یقیناً دنیا کے مسلمانوں کے لئے جو اپنے آپ کو آج اسی کملی پوش کا نام لیوا شمار کرتے ہیں درسِ عبرت ہے ؎

میرے مسلمان اور ہندو بھائیو! آج اس بے مثال ہستی کی برسی منائی جارہی ہے۔ آؤ جس طرح اس شہید ناز نے ان کے قدموں میں سر رکھ کر مکتی حاصل کی۔ ہم بھی اسی مہاتما کے شرنوں میں عقیدت و نیاز آگینی کے پھول نچھاور کرکے غلامی سے نجات پا جائیں ؎

شاہ ولی اللہ صاحب کا وصیّت نامہ

(از مولینا سید محمّد ادریس صاحب طوروی ضلع مردان)

عارف باللہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے "المقالۃ الوضیۃ فی النصیحۃ والوصیۃ" کے نام سے فارسی زبان میں ایک مختصر رسالہ لکھا ہے جس میں ہندوستان کے مسلمانوں کے لئے عقل و دانش اور عبرت و موعظت کا کافی سامان ہے۔ ہم ذیل میں اسی انمول جوہر کا اردو ترجمہ پیش کرتے ہیں۔ تاکہ جو لوگ فارسی نہیں سمجھتے وہ بھی ہندوستان کے اس مجددِ اعظم کے زریں نصائح سے مستفید ہو سکیں۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں:-

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ مُلْہِمُ الْحِکَمِ۔ وَمُفِیْضُ النِّعَمِ۔ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْعَرَبِ وَالْعَجَمِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَھْلُ الْفَضْلِ وَالْکَرَمِ۔ اما بعد۔ فقیر ولی اللہ کہتا ہے۔ میں نے اپنی اولاد اور احباب کے لئے یہ چند باتیں بطور وصیت لکھدی ہیں۔ جن کا نام المقالۃ الوضیۃ فی النصیحۃ والوصیۃ رکھا ہے۔ خدا میرے لئے کافی اور اچھا کارساز ہے۔ اور وہی سیدھی راہ کی ہدایت کرتا ہے۔

وصیت (۱)

اس فقیر کی پہلی وصیت یہ ہے۔ کہ عقائد اور اعمال کے بارہ میں کتاب اللہ اور سنت نبوی کو مضبوطی سے تھام لینا چاہئے۔ اور ہر روز قرآن اور احادیث کی کچھ تلاوت کرنی چاہئے۔ اگر کوئی شخص پڑھ نہ سکتا ہو۔ تو وہ قرآن و حدیث کے ایک ورق کا ترجمہ سُن لیا کرے۔ عقائد میں قدیم اہلسنت کی پیروی کرنی چاہئے۔ جن باتوں کی تفتیش سلف صالحین نے نہیں کی ہے۔ ان کی تفتیش اور تفصیل سے گریز کرنا چاہئے۔ اور معقولیوں کی شک پیدا کرنیوالی باتوں کی طرف بالکل التفات نہیں کرنا چاہئے۔ مسائل میں ایسے علماء کی پیروی کی جائے جو فقہ اور حدیث دونوں میں ماہر ہوں۔ اور ہر فقہی مسئلہ کو قرآن و حدیث کے ترازو سے تولا جائے۔ اگر صحیح ہو تو فبہا۔ ورنہ کہنے والے کے منہ پر مار دیا جائے۔

(یاد رکھو کہ) مسلمان اجتہادی مسائل میں قرآن و حدیث سے کبھی مستغنی نہیں ہو سکتے۔ ان فقہاء کی بات نہ سنو۔ جو صرف ایک عالم کی تقلید اختیار کر کے احادیث کی پیروی [illegible] چکے ہیں۔ ان کی طرف [illegible] الثمات [illegible]

وصیت (۲)

اس فقیر کو الہام ہؤا ہے۔کہ امر معروف کا صحیح طریقہ یہ ہے۔کہ فرائض، گناہ کبیرہ اور اسلامی شعائر کے بارہ میں پوری سختی کے ساتھ امر معروف اور نہی منکر کیا جائے۔جو لوگ اس بارہ میں تساہل اختیار کریں۔ان کیساتھ نشست و برخاست چھوڑ دی جائے۔اور ان کا دشمن بن کر رہا جائے۔باقی اوامر یا اختلافی مسائل میں فقط تبلیغ کافی ہے۔سختی کرنا مناسب نہیں ؎

وصیت (۳)

آجکل کے مشائخ جو گوناگوں بدعات میں مبتلا ہیں۔ان کے ہاتھ پر بعیت نہیں کرنی چاہیئے۔نہ عوام کے رجحان اور ان کی کرامات پر دھوکا کھایا جائے۔کیونکہ عوام تو فقط ظاہری حالات اور کیفیات کو دیکھتے ہیں۔حالانکہ ان ظاہری رسوم کی قدر و قیمت کچھ بھی نہیں۔اور آج کل کے کرامات فروشوں نے تو طلسمات اور نیرنجات کو کرامت سمجھ رکھا ہے۔الا ماشاء اللہ

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے۔کہ دل کی بات تاڑ جانا اور آئندہ واقعات دریافت کر لینا خوارق عادات کی مشہور ترین قسم ہے۔جس کو حاصل کرنے کے متعدد ذرائع ہیں۔منجملہ ان کے علم نجوم اور رمل میں ضمیر کا ایک الگ باب ہے ؎

دیکھو۔علم نجوم میں تسویۂ بیوت کے لئے حکم لگایا جاتا ہے۔اور رمل کے لئے زائچہ درکار ہوتا ہے۔ہم نے تجربہ کیا ہے۔کہ جو لوگ علم نجوم میں مہارت رکھتے ہیں۔جب انکو معلوم ہو جاتا ہے۔کہ اس وقت کیا بجا ہے۔تو اس سے ان کا ذہن طالع کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔اور تمام بیوت اور ستاروں کے ٹھکانے اُن کے سامنے آجاتے ہیں۔گویا تسویۃ البیوت کا پورا صفحہ ان کے سامنے رکھا ہؤا ہوتا ہے۔اس سے نتائج نکال کر وہ لوگ پیشینگوئیاں کر لیتے ہیں ؎

اسی طرح ایک ماہر رمال اپنے دل میں کسی انگلی کو جان مقرر کرتا ہے۔دوسری کو کوئی اَور شکل فرض کر لیتا ہے۔اور دیکھتا ہے۔کہ ان سے کون سی شکل پیدا ہوتی ہے۔اس طرح زائچہ اس کے سامنے تیار ہو کر حاضر ہو جاتا ہے ؎

منجملہ ان کے کاہنوں کا سلسلہ ہے۔اور کہانت کا فن نہایت وسیع ہے۔اس میں کبھی جنّات کی مدد حاصل کی جاتی ہے کبھی دوسرے ذرائع سے مطلب حاصل کیا جاتا ہے ؎

انہی ذرائع میں سے طلسم بھی ہے۔ جس میں کسی ستارہ کی ہمائقوں کو ایک صورت دے دیتے ہیں۔ اور ان سے دل کے راز سربستہ معلوم ہوجاتے ہیں ٭

جوگیوں کے بعض ملاحظات بھی خواطر قلب کے معلوم کرنے میں عجیب الخواص ہیں۔ جس کو ان باتوں کی تحقیق مطلوب ہو۔ وہ اس فن کی کتابیں دیکھ لے ٭

کسی کام پر ہمت باندھنا، مہیب وضع قطع اختیار کرنا، کسی کے ساتھ لو لگائے رکھنا اور پوچھنے والے کو مسخر کر لینا یہ سب نیرنگ کی قسم میں سے ہیں۔ صرف چند باتوں کو پیش نظر رکھنے سے یہ مقصود حاصل ہو سکتا ہے۔ صلاح اور فجور، سعادت اور شقاوت مقبول یا مردود ہونے سے ان فنون میں کوئی فرق نہیں پڑتا ٭

اسی طرح وجد میں آجانا اور دوسروں کو وجد میں لانا بھی کرامات میں سے نہیں ہیں۔ بلکہ یہ باتیں قوت حیوانی کی شدت کا نتیجہ ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ جس کی قوت حیوانی زیادہ ہو۔ وہ وجد میں بھی زیادہ آیا کرتا ہے۔ ہاں بعض اوقات صالح لوگ بھی نیک نیتی سے اس قسم کے کام کر بیٹھتے ہیں۔ مگر وہ اس کو کرامت نہیں سمجھتے۔ جیسا کہ ظاہر ہے میں نے بہت سے سادہ لوحوں کو دیکھا ہے۔ کہ انہوں نے اپنے پیر سے ایسی ہی کوئی بات دیکھ پائی۔ اور اسے کرامت سمجھ کر بیٹھ رہے ٭

اس قسم کے دھوکہ سے بچنے کا علاج یہ ہے۔ کہ طالب حق، کتب حدیث ——— بخاری، مسلم، سنن ابی داؤد، ترمذی، ——— اور فقہ حنفی اور شافعی کی کتابیں پڑھ کر ظاہر سنت پر عمل شروع کر دے۔ اگر اللہ تعالےٰ نے اس کے دل میں سچا شوق پیدا کیا۔ اور تصوف کی طلب ہوئی۔ تو "عوارف" کا مطالعہ کرے۔ جس میں نماز روزہ کے آداب، اذکار الٰہی اور مشاغل اوقات کا بیان ہے۔ اور رسائل نقشبندیہ کو یاد الٰہی تازہ رکھنے کے لئے پڑھے۔ ان بزرگوں نے ان دونوں باتوں (اعمال شریعت اور طرق تصوف) کو اس خوبی سے لکھا ہے۔ کہ اُن کے بعد کسی مرشد کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ جب نور عبادت کی کیفیت اور خدا کے ساتھ تعلق پیدا ہو جائے۔ تو اسی پر برابر قائم رہے۔ اگر اس اثنا میں کوئی ایسا مہربان مل جائے جس کی صحبت جاذب ہو۔ اور اس کی ہمنشینی موثر ہو۔ تو اس کی صحبت اختیار کرے۔ حتیٰ کہ یہ حالت مستقل اور پائدار ہو جائے۔ پھر ایک گوشہ میں بیٹھ کر اسی حالت پر قانع رہے۔ اس زمانہ میں کوئی ایسا شخص نہیں جو پیر کامل ہو۔ الا ماشاء اللہ۔ اگر کسی کو ایک حیثیت سے کمال حاصل ہے تو دوسری طرف سے خالی ہے۔ اس لئے صرف اسی بتائے ہوئے کمال کو حاصل کر کے باقی چیزوں کو چھوڑ دینا چاہئے

صوفیا کی نسبت (اللہ سے لو) بہت بڑی غنیمت ہے۔ اور حالات اور کیفیات بالکل ہیچ اور بے حقیقت ہیں۔ یہ بات اگرچہ بہت سے لوگوں کو گراں گذرے گی۔ لیکن مجھے جو حکم ملا تھا۔ اسی کے مطابق کرتا تھا۔ میں زید و عمر کی باتوں کی پروا نہیں کیا کرتا ؞

وصیت (۴)

جاننا چاہئے۔ کہ ہمارا اور اس زمانہ کے لوگوں کا زبردست اختلاف ہے۔ صوفی منش لوگ کہتے ہیں۔ کہ شریعت کا اصل مقصود، فنا، بقا اور استہلاک نفس ہے۔ معاشی مسائل اور عبادات بدنی کا ذکر شریعت میں اس لئے آیا ہے۔ کہ ہر شخص اس مقصود کو حاصل نہیں کر سکتا۔ اور جو چیز پوری کی پوری حاصل نہ ہو۔ اس کو بالکل چھوڑا بھی نہیں جا سکتا۔ (اس لئے مجبوراً یہ مسائل شریعت میں داخل کر دئے گئے) ؞

متکلمین کہتے ہیں۔ کہ ان امور ظاہرہ کے سوا شریعت کا اور کوئی رخفیہ مقصود نہیں۔ ہے ؞

ہم کہتے ہیں۔ کہ شریعت کا نوع انسانی سے ان اعمال و تکلیفات ظاہری کے سوا اور کوئی مطالبہ نہیں ہے اس اجمال کی تفصیل یہ ہے۔ کہ انسان میں دو چیزیں، قوتِ حیوانی اور قوتِ ملکوتی جمع کر دی گئی ہیں۔ اگر وہ قوتِ ملکوتی کو بڑھا لے تو سعید ہے۔ اور اگر قوتِ حیوانی کی پرورش کرے تو شقی ہے۔ اور انسان کی پیدائش اس طرح پر ہوئی ہے۔ کہ اگر چاہے تو اس کا نفس اعمال اور اخلاق کے مضر رنگ کو قبول کر کے موت کے بعد ان سے تکلیف اٹھائے۔ جیسے اس کا بدن غذا کی کیفیات سے متاثر ہو کر تخمہ، بخار وغیرہ میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اور چاہے تو حظیرۃ القدس میں پہنچ کر وہاں سے الہام یا الہام کے قریب قریب کوئی اور حالت حاصل کر لے۔ مثلاً اگر ملائکہ سے مناسبت پیدا کر لی ہو۔ تو بہجت و سرور ورنہ تنگی اور وحشت۔ (یعنی اگر مذہب کی روشنی میں یہ روحانی مدارج طے کر چکا ہو۔ تو ملاء اعلیٰ میں پہنچ کر خوش ہوگا۔ اور اگر اعمال جوگ کے ذریعہ رسائی حاصل کی ہو۔ تو تنگی اور وحشت محسوس کرے گا) ؞

خلاصہ یہ کہ نوع انسانی کچھ اس طرح پر واقع ہو چکی تھی۔ کہ اگر اس کو اپنی حالت پر چھوڑ دیا جاتا۔ تو اکثر لوگ امراض نفسانی میں مبتلا ہو کر دکھ اٹھاتے۔ اس لئے حق سبحانہ نے محض اپنے فضل و کرم سے ان کی دستیاری کر کے ان کے لئے نجات کا رستہ متعین کیا۔ اور انہی کی نوع میں سے لسان الغیب کے ترجمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ تاکہ نوعِ انسانی پر اللہ تعالےٰ کی نعمتیں پوری ہوں۔ اور صفت ربوبیت جو پہلی بار ان کی پیدائش کی مقتضی تھی۔ اس آڑے وقت میں ان کے کام آئے ؞

پس تمام نوع انسانی نے بحیثیت مجموعی گویا زبان حال سے مبدا فیاض سے شریعت کی بھیک مانگی ہے۔ اس لئے چاہیئے کہ احکام شریعت تمام نوع کیلئے یکساں اور عام ہوں۔ خاص خاص افراد کی مقتضیات کا وہاں کوئی سوال نہ ہو۔

بے شک بعض افراد فطرتًا بلند اور تجرد پسند واقع ہوئے ہوتے ہیں۔ ان کے لئے فنا، بقا، استہلاک وغیرہ مطلوب ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ انہیں ان کی راہ بھی خاص طریقہ سے تبلا دیتا ہے۔ لیکن وہ کوئی شرعی حکم نہیں ہوتا بلکہ اس شخص کا مخصوص طبعی تقاضا ہوتا ہے۔ شارع علیہ السلام کے کلام کو صراحتًا یا اشارۃً ان مطالب پر محمول کرنا درست نہیں۔ ہاں جیسے ایک شخص لیلیٰ مجنوں کی کہانی سن کر اس کی ہر بات کو اپنی سرگذشت پر محمول کر لیتا ہے اسی طرح صوفیا بھی شریعت کی باتوں کو اپنی ذات پر محمول کر لیتے ہیں۔ جو ان کی اصطلاح میں "اعتبار" کہلاتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ ہر کس و ناکس کا استہلاک نفس کے درپے ہونا شریعت مصطفوی میں ممنوع ہے۔ اور جو لوگ بلا استعداد اس کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔ ان کی حالت پر خدا رحم کرے۔ یہ بات اس زمانہ کے بہت سارے صوفیوں پر گراں گذرے گی۔ لیکن مجھے جو حکم ملا ہے۔ اسی کے مطابق لکھتا ہوں۔ زید و عمر کی پرواہ نہیں کرتا۔

وصیت (۵)

صحابۂ کرام کے ساتھ عقیدت رکھنی چاہیئے۔ اور زبان سے ان کے مناقب بیان کرنے چاہئیں۔ اس بارہ میں دو فرقوں نے سخت غلطی کی ہے۔ ایک فرقہ کا خیال ہے کہ صحابہ کے سینے باہم بالکل صاف تھے۔ اور ان میں کوئی تنازع پیدا نہیں ہوا تھا۔ یہ ان کا وہم ہے۔ کیونکہ تاریخ کے اوراق ان کے باہمی منازعات کی گواہی دیتے ہیں۔ جن کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ ان کے برخلاف دوسرے فرقہ نے جب ان واقعات کو صحابہؓ کی طرف منسوب پایا۔ تو لعن طعن شروع کر کے ہلاکت میں پڑ گئے۔

مجھے القا ہوا ہے۔ کہ اگرچہ صحابہ معصوم نہیں تھے۔ ممکن ہے ان کے بعض عوام سے ایسی حرکات سرزد ہوئی ہوں۔ جو اگر کسی دوسرے سے صادر ہوں تو اس پر طعن و تشنیع جائز ہو جائے۔ لیکن بندہ ہونے کی حیثیت سے ہم کو حکم دیا گیا ہے۔ کہ ایک خاص مصلحت سے ان کی کمزوریاں بیان کرنے سے زبان روک لیں۔ اور انہیں طعنہ و دشنام نہ دیں۔ وہ مصلحت یہ ہے۔ کہ اگر صحابہ پر جرح شروع کی گئی۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کا سلسلہ منقطع ہو جائیگا۔ اور اس کے انقطاع سے ملت اسلامیہ برہم ہو جائے گی۔ اور جب ہر صحابی سے

روایت نقل کی جائے۔ تو اکثر احادیث مستفیض (خبر مشہور) ہو جائینگے۔ اور امت کے اعمال ایک مضبوط دلیل پر قائم ہو جائینگے اگر ان میں بعض اصحابہ) میں جرح کی گنجائش بھی ہو۔ تو اس سے اصل روایت کو دکثرت رواۃ کی وجہ سے) صدمہ نہیں پہنچ سکے گا ÷

اس فقیر نے آنحضرتؐ کی روح پر فتوح سے دریافت کیا۔ کہ شیعوں کے بارہ میں آپ کیا فرماتے ہیں۔ جو محبت اہلبیتؓ کے مدعی ہو کر صحابہ کو بُرا بھلا کہتے ہیں۔ آنحضرتؐ نے ایک خاص طور پر روحانی گفتگو کے ذریعہ فرمایا۔ کہ وہ باطل پر ہیں۔ اور ان کے مذہب کا بطلان لفظ امام سے ظاہر ہے۔ جب وہ حالت دور ہو گئی۔ تو میں نے لفظ امام پر غور کیا۔ معلوم ہوا کہ وہ لوگ امام کو معصوم، واجب الاطاعت اور منسوب بالخلق سمجھتے ہیں۔ اور اس کے حق میں باطنی وحی کے بھی قائل ہیں۔ پس وہ دراصل ختم نبوت کے منکر ہیں۔ گو زبان سے آپکو خاتم الانبیاء کہتے ہیں ÷

اور جیسا کہ صحابہ سے عقیدت رکھنی چاہئے۔ ویسے ہی خانوادۂ نبوت سے بھی عقیدت رکھنی چاہئے۔ اور ان کے صالحین کی بہت زیادہ عزت کرنی چاہیئے۔" اللہ نے ہر چیز کا ایک اندازہ مقرر فرمایا ہے"÷

اس فقیر کو معلوم ہو چکا ہے۔ کہ بارہ امام اقطاب نسبتی تھے۔ اور تصوف کی اصطلاح میں ان کے گذر جانے کے بعد ہی ہیں۔ لیکن کوئی عقیدہ اور کوئی حکم نبی اکرمؐ کی حدیث کے علاوہ کہیں سے نہیں لیا جاسکتا۔ ان کا قطب ہونا ایک باطنی امر تھا۔ جس کا تکلیفات شرعیہ سے کوئی تعلق نہیں ÷

اور وہ جو اپنا نائب صراحتاً یا اشارۃً مقرر کیا کرتے تھے۔ یہ بھی اسی قطبیت کی بنا پر تھا۔ نیز معاملات امامت کی حقیقت یہ ہے۔ کہ بارہ امام عوام کو چھوڑ کر خاص دوستوں کو اصلی راز پر مطلع فرماتے تھے۔ جن پر کچھ دنوں بعد لوگوں نے حاشیہ آرائیاں کیں۔ واللہ المستعان

وصیت (۶)

تحصیل علوم کا آزمایا ہوا طریقہ یہ ہے۔ کہ طالبعلم کو ابتداءً صرف نحو کے تین تین یا چار چار چھوٹے چھوٹے رسالے پڑھائے جائیں۔ اس کے بعد تاریخ یا اخلاق کی کوئی سی کتاب عربی کی پڑھا دی جائے۔ اس اثناء میں طالب علم کو لغت کی کتابیں دیکھنے اور مشکلات حل کرنے کی عادت ڈلوا دی جائے۔ جب عربی عبارت سمجھنے لگے۔ تو موطا امام مالک بروایت یحیٰی بن یحیٰی مصموری پڑھا دی جائے۔ خبردار اس سے غفلت نہ ہو۔ کیونکہ علم دراصل علم حدیث ہے اور اس کے فیوضات بے حد ہیں۔ میں نے یہ کتاب مسلسل طور پر سُنی ہے۔ اس کے بعد قرآن کریم کا ترجمہ بلا تفسیر کرا دیں

اور مسائل نحو یا شانِ نزول وغیرہ کی پوری تحقیق کرتے جائیں۔ پھر تفسیر جلالین بقدر نصاب پڑھائیں۔ اس طریقہ درس میں بہت سے فیوضات ہیں۔ اس کے بعد ایک وقت میں احادیث کی کتابیں بخاری، مسلم وغیرہ، فقہ عقائد اور تصوف کی کتابیں پڑھائیں۔ اور دوسرے وقت میں علوم آلیہ کی کتابیں مثلاً شرح ملا قطبی وغیرہ۔ اور اگر موقعہ مل سکے تو ایک روز مشکوٰۃ کا سبق پڑھا کر دوسرے دن اسی قدر طیبی (شرح مشکوٰۃ) پڑھائیں۔ نہایت مفید ہے ۔

وصیت (۷)

ہمارے باپ دادا مسافر کی حیثیت سے ہندوستان آئے تھے اس لئے ہم لوگ یہاں بطور مسافر ہیں۔ عربی نسب اور عربی زبان ہمارے لئے باعث فخر ہیں۔ جن سے سید اولین و آخرین، افضل انبیاء و مرسلین، فخر موجودات علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات کا قرب نصیب ہو سکتا ہے۔ ہمارے لئے یہ بڑی نعمت ہے کہ حتی الوسع ان عربوں کے رسوم و عادات ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ جن میں آنحضرتؐ مبعوث ہوئے تھے۔ اور عجمیوں اور ہندوؤں کے رسوم و عادات اختیار نہ کریں۔ بغوی نے ابوعثمان سے روایت کی ہے۔ کہ ہم آذربیجان میں عتبہ بن فرقد کے ساتھ تھے۔ کہ حضرت عمرؓ کا خط آیا۔ جس میں لکھا تھا۔ کہ تم سب ازار باندھا کرو۔ چادر اوڑھا کرو۔ چپلیاں پہنا کرو۔ موزے اور شلوار استعمال نہ کرو۔ اپنے باپ حضرت اسمٰعیلؑ کا لباس اختیار کرو۔ اور عجمیوں کی ہیئت اور عیش و عشرت سے دور رہو۔ سورج کی روشنی میں بیٹھا کرو۔ کیونکہ یہی (سورج کی روشنی) عرب کا حمام ہے۔ قوم معد (عرب کی ایک بہت بڑی شاخ) کے طریقہ پر قائم رہو۔ موٹے کپڑے پہنا کرو۔ معمولی گذارہ کرو۔ پرانے کپڑے پہننے کی عادت ڈالو۔ اونٹ کثرت سے پالو۔ گھوڑوں پر جست کرکے سوار ہو اور نشانہ بازی کیا کرو ۔

ہندوؤں کی عادات شنیعہ میں سے ایک یہ ہے کہ وہ بیوہ عورت کو نکاح کرنے نہیں دیتے۔ یہ عادت عرب میں کبھی نہ تھی۔ نہ آنحضرت سے پہلے۔ نہ ان کے مبارک زمانہ میں۔ اور نہ ان کے بعد۔ جو شخص اس بری عادت کو دور کرا دے۔ خدا اس پر رحمت بھیجے۔ اگر تمام لوگوں سے اس عادت کو نہ چھڑا سکے۔ تو کم از کم اپنی قوم میں عربوں کی عادت کو مروج کرا دے۔ اگر یہ بھی نہ ہو سکے۔ تو نہی منکر کا ادنیٰ مرتبہ یہ ہے۔ کہ اس رسم کو دل سے برا جانے ۔

وصیت (۸)

ہماری ایک بری عادت یہ ہے۔ کہ خوشی کے مواقع پر بہت زیادہ اسراف کیا کرتے ہیں۔ اور بہت سی رسمیں بجا لاتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو موقعے ہمارے لئے مقرر فرمائے ہیں۔ ولیمہ اور عقیقہ

ان دونوں پر عمل کرنا چاہیئے۔ اور باقی رسمیں چھوڑ دینی چاہئیں۔ یا ان کا اس قدر اہتمام نہیں کرنا چاہیئے ٭

وصیت (۹)

لوگوں کی ایک بُری عادت یہ ہے۔ کہ غمی کے موقعہ پر بہت کچھ اسراف کرتے ہیں۔ سوم، چہلم، ششماہی فاتحہ، برسی وغیرہ۔ یہ سب باتیں قدیم عربوں میں نہیں تھیں۔ مصلحت یہ ہے کہ تین دن تک میّت کے وارثوں کی تعزیت، اور ایکدن رات ان کو کھانا کھلانے کے سوا ہماری اَور کوئی رسم نہ ہو۔ تین دن کے بعد محلّہ کی عورتیں جمع ہوکر میّت کے گھروالی عورتوں کے کپڑوں میں خوشبو لگادیں۔ اور اگر میت کی بیوہ ہو۔ تو اس کی عدّت گذرنے کے بعد اس کا سوگ ختم کرادیں ٭

وصیّت (۱۰)

ہم میں وہی شخص جو عربی زبان کے صرف، نحو اور ادب سے مناسبت پیدا کرلے۔ اور حدیث و قرآن سمجھ سکے۔ فارسی، ہندی، علم الشعر، معقولات وغیرہ اور تواریخ ملوک اور صحابہ کی باہمی آویزشیں بیان کرنا سخت گمراہی ہے۔ اگر رفتار زمانہ کسی کو ان کے پڑھنے پر مجبور کردے۔ تو اُن کو علوم دنیوی سمجھ کر پڑھے۔ اور استغفارُ اظہار ندامت کیا کرے ٭

وصیّت (۱۱)

ہمارا فرض ہے۔ کہ حرمین شریفین میں جاکر اس آستانہ پر اپنی پیشانی رگڑیں۔ اسی میں ہماری سعادت ہے۔ اور اس سے اعراض کرنے میں بدبختی اور شقاوت ٭

وصیّت (۱۲)

حدیث شریف میں آیا ہے۔ کہ تم میں سے جس کو حضرت عیسیٰ بن مریم (علیہم السلام) کی ملاقات نصیب ہو۔ وہ اُن کو میرا اسلام پہنچا دے۔ اس فقیر کی بیحد آرزو ہے۔ کہ اگر ان کا زمانہ نصیب ہو۔ تو سب سے پہلے آنحضرت کا سلام پہنچا دے۔ ورنہ اس فقیر کی اولاد اور متّبعین میں سے جس کو وہ مبارک زمانہ نصیب ہو۔ وہ انکو آنحضرت کا سلام پہنچا دے۔ تاکہ کتاب محمدی کا آخری کتبہ ہم ثابت ہوں۔ والسلام علیٰ من اتّبع الھدےٰ۔ فقط

سید محمدؐ ادریس طوروی

شہنشاہِ ہند سلطان ابو المظفر محیّ الدین اورنگزیب عالمگیرؒ

(از جناب مرزا محبوب عالم صاحب دارا پوری)

تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را
گاہے گاہے باز خواں ایں قصۂ پارینہ را

تاریخ ہند کی مختلف کتب جو سرکاری مدارس کے نصابِ تعلیم میں داخل ہیں۔ ان میں سلاطینِ اسلام کے اُن قوانین و ضوابط اور واقعات عظیمہ کو جو عدل و انصاف اور رعیت پروری پر مشتمل ہیں، تو نظر انداز کر ہی دیا گیا ہے۔ نیز یہ ہے کہ دیگر حالاتِ صحیحہ بھی اس صورت میں پیش کیئے گئے ہیں۔ کہ جن کے مطالعہ سے سادہ لوح و نوعمر طلبار کے دل و دماغ میں ان شاہانِ ماضیہ کے متعلق جذباتِ منافرت پیدا ہوں۔ یہ طرزِ عمل ہر سلیم الفطرت و صحیح الدماغ انسان کے نزدیک ایک زبردست خیانت و افترا پردازی ہے۔

اس میں شک نہیں کہ بعض خصوصی مفاد کے حصول کی خاطر یہ سلسلہ جاری ہے۔ اور اس لائحہ عمل پر کاربند ہونے سے غیر ملکی اقوام کو اقوام ہند پر فرمانروائی میں کئی ایک سہولتیں میسر ہو گئی ہیں۔ تاہم یہ خیانت ایک خیانت عظیم ہے۔ مگر افسوس کہ بمصداق اس شعر کے ؎

من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم
کہ بامن ہرچہ کرد آں آشنا کرد

اہلِ وطن میں سے بعض نادان دوستوں نے دنیوی عز و جاہ و مناصب جلیلہ اور سیم و زر کے طمع میں آ کر ضمیر کو فروخت کر کے قومی غداری و خیانت کا خطابِ رذیلہ حاصل کر لیا ہے۔

بایں ہمہ شکر کا مقام ہے کہ کئی ایک دار الکتب، سرکاری کتبخانوں اور قومی اداروں وغیرہ میں آج بھی ایسی مستند کتبِ تواریخ موجود ہیں۔ جن میں منصف مزاج و دیانتدار مؤرخین نے کمال دیانتداری کیساتھ صحیح سوانح و واقعات کو قلمبند کیا ہے۔ جن کے مطالعہ سے بے ساختہ یہ شعر زبان سے نکلتا ہے ؎

داستانِ عہدِ گل را بشنو از مرغ چمن
زاغہا آشفتہ کے گفتند ایں افسانہ را

نمونہ کے طور پر اس سلسلہ میں وہ حالات و سوانح جو مستند کتب تواریخ سے ماخوذ ہیں۔ ذیل میں ہدیۂ ناظرین ہیں:۔

سلاطین ہند میں حضرت سلطان اورنگ زیب عالمگیرؒ ایک نہایت متقی متبع شریعت و حامئ دین مبین بلکہ سچ تو یہ ہے کہ تنہا مسلمان بادشاہ تھا۔ اس کی حکومت اسلامی قوانین و ضوابط پر مشتمل تھی۔ اس کے عہد میمنت مہد میں ممالک محروسہ میں احکام اسلام کا نفاذ اور حدود شرع کا قیام تھا۔ اسلامی حکومت کی منجملہ دیگر خصوصیات کے ایک امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ وہ [illegible]

ہیں رعایا کے جان و مال کے حقوق کی حفاظت کے علاوہ رعیت کے ایمان واخلاق کی بھی حفاظت بطرز احسن سرانجام دیتی ہے

عالمگیرؒ نے منجملہ دیگر امور کے ایک اہم کارنمایاں یہ بھی سرانجام دیا تھا۔ کہ ملک میں محکمۂ احتساب قائم کر کے اسکا ناظم اعلیٰ ایک عالم ملا عوض وجیہہ الدین مقرر کر رکھا تھا۔ ملا عوض کی تنخواہ ۱۵ ہزار سالانہ تھی۔ اور اس کو منصب ہزاری صد سوار مرحمت تھا۔ منصبداروں اور احدیوں کی ایک جماعت اس کی اعانت واستمداد کیلئے مقرر تھی۔ تاکہ اگر بعض گستاخ لوگ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرنے پر محتسب کے سامنے گستاخانہ رویہ اختیار کریں۔ تو یہ جماعت انکو تنبیہہ و تادیب کرے۔ اس محکمہ کا فرض منصبی یہ تھا۔ کہ لوگوں کو بُرے کاموں سے روکے۔ رفاہ عامہ کیلئے مختلف صیغہ جات تھے۔ علاوہ ازیں ہر سال ۷۹ ہزار روپیہ ارباب استحقاق فقراء و مساکین کو صدر الصدور کی وساطت سے بتفصیل ذیل تقسیم کیا جاتا تھا:۔

محرم و ربیع الاول میں بارہ بارہ ہزار روپیہ۔ رجب میں دس ہزار۔ شعبان میں ۱۵ ہزار اور رمضان شریف میں ۲۰ ہزار۔ باقی سات مہینوں میں ۷۰ ہزار روپیہ بحساب ۱۰ ہزار روپیہ فی ماہ خیرات کرنے کے لئے صدر الصدور کو حکم تھا۔ غرض سال میں ایک لاکھ ۴۹ ہزار خیرات دی جاتی تھی:۔

ترویج سنتِ نبویؐ کے سلسلہ میں حکم جاری کیا۔ کہ اہل اسلام کو جب بادشاہ سے ملاقات کا اتفاق ہو۔ تو مسنون سلام السلام علیکم کہا کریں۔ دیگر تمام غیر اسلامی مراسم وآداب کو ترک کر دیں:۔

عصر حاضر کے بہت بڑے فلسفی شاعر حضرت علامہ اقبال مرحوم نے اس کی سوانح حیات کا صحیح خلاصہ ان چند اشعار میں قلمبند کر دیا ہے ؎

شاہِ عالمگیر گردوں آستان ــــ اعتبارِ دودمانِ گورگان
پایۂ اسلامیاں برتر ازو ــــ احترامِ شرعِ پیغمبرؐ ازو
درمیانِ کارزارِ کفر و دین ــــ ترکش مارا خدنگِ آخرین
حق گزید از ہند عالمگیر را ــــ آں فقیرِ صاحبِ شمشیر را
از پئے احیائے دیں مامور کرد ــــ بہر تجدید یقیں مامور کرد
برقِ تیغش خرمنِ الحاد سوخت ــــ شمع دیں در محفلِ ما برفروخت
شعلۂ توحید را پروانہ بود ــــ چوں براہیمؑ اندریں بت خانہ بود
خوف حق عنوانِ ایمان است وبس ــــ خوفِ غیر از شرک پنہان است وبس

حقیقتِ اسلام

ہندوستان کا تبلیغی - مذہبی اور علمی رسالہ

مدیر مسئول
ماسٹر محمد احسان

مدیر معاون
قاضی محمد دلبر ظہیر نیاز بیگی

بابت ماہ جولائی ۱۹۳۸ء مطابق جمادی الاول ۱۳۵۷ھ

جلد ۱۲ نمبر ۴

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

حال وقال

کہیں کسی موقع پر اپنی مشہور اصول پسندی کو کام میں لاتے ہوئے مولٰینا حسرت موہانی نے کانگرس اور مسلم لیگ کی مجوزہ مفاہمت کے سلسلے میں گاندھی جی اور مسٹر محمد علی جناح کا مقابلہ کرتے ہوئے دونوں کی مشابہت کا ایک پہلو برسبیل تذکرہ بیان کر دیا تھا۔ بس پھر کیا تھا۔ برادرانِ وطن کے اخبارات میں اس سے ناجائز فائدہ اُٹھاکر یہ مشہور کیا جانے لگا کہ مولٰینا مسلم لیگ سے علیحدہ ہو گئے ہیں۔ حالانکہ انہوں نے صرف تبصرہ کیا تھا۔ اور وہ بھی زعماء کے موجودہ طریقِ کار پر۔ دگر ہیچ۔ مگر برادرانِ وطن کو ایسا موقع خدا دے۔ انہوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ۔ بچاری مسلم لیگ کے پیچھے تو وہ اس وجہ سے ہاتھ دھو کر پڑے ہی ہوئے ہیں۔ کہ مسٹر جناح ہوتے کون ہیں۔ جو پنڈت نہرو اور گاندھی جی اُن سے خط وکتابت کرکے مفاہمت کی تجویز پیش کریں۔ اور کانگرس کا موجودہ صدر مسٹر بوس اپنے رُفقا سمیت مسٹر جناح کے پاس آکر مصالحت کے سلسلے میں گفتگو شروع کریں جھٹ یہ خبر بھی اُڑادی۔ مگر تازہ اطلاعات مظہر ہیں کہ مولٰینا حسرت موہانی نے اس کی برسرِ اجلاس تردید کرتے ہوئے اعلان کر دیا ہے۔ کہ وہ مسلم لیگ کے بدستور خادم ہیں۔

حالانکہ صلح کی گفتگو پر جل بُھننے کی ضرورت؟ ہر شخص جانتا ہے کہ صلح ہی بہتر ہوتی ہے۔ اور فریقین میں سے جو شخص صلح پیش کرے۔ اس کی یہ توہین نہیں ہوتی۔ بلکہ عزت ہوتی ہے۔

مگر اس سے یہ نہ سمجھ لیجئے کہ صلح کو ناپسند کرنے والے صرف ہندو اخبارات ہیں۔ خود کانگرس کے موجودہ اراکین کی ذہنیت بھی صاف صاف بتارہی ہے۔ کہ وہ بھی صرف کوائف وحالات سے مجبور ہو کر صلح کے ڈورے ڈال رہے ہیں۔ اور اس میں بھی اُن کی اغراض پوشیدہ ہیں۔ مثلاً یہ کہ اس ذریعہ سے فیڈریشن (وفاق) کو مل کر قبول کیا جا سکے۔

وہ کوائف وحالات کون سے ہیں۔ جن کی وجہ سے کانگرس کو کسی حد تک مجبور ہو کر صلح کے لیئے ہاتھ بڑھانے پڑے۔ گو وہ کھلے دل سے شرائط تسلیم کرتی نظر نہیں آتی۔ اسے وہ حضرات بخوبی جانتے ہیں۔ جو اخبارات پڑھتے رہتے ہیں۔

ابھی اس ہفتے اخبارات میں یہ اطلاع شائع ہوئی ہے۔ کہ امیٹھی، بجنور (جو ایک مسلمان کانگرسی وزیر کا حلقہ ہے) اور ملیح آباد وغیرہ مقامات کے کئی ہزار مسلمان کانگرسیوں نے مسلم لیگ کے جلسے میں جو مولینا حسرت موہانی کے زیرِ صدارت منعقد ہُوا تھا۔ یہ متفقہ اعلان کیا۔ کہ وہ اس سلوک کو دیکھ کر جو کانگرس مسلمانوں سے کر رہی ہے۔ کانگرس سے مستعفی ہوکر مسلم لیگ میں شامل ہوگئے ہیں ۔

اور یہ کیوں ہُوا محض اس لئے کہ کانگرسی صوبوں میں مسلمانوں سے کچھ ایسا ہی سلوک ہو رہا ہے جسے غیور مسلمان برداشت نہیں کر سکتے۔ یہ آج کی بات نہیں۔ ایک عرصہ سے مسلمانوں میں یہ احساس پیدا ہوگیا ہے چنانچہ کئی ایک ضمنی انتخابات میں مسلم لیگ کے مقابلے میں کانگرس کی شکست، پھر خود کانگرسی صوبوں میں، ظاہر و واضح دلیل ہے ۔

کانگرس کی ہمنوائی کی راہ میں مسلمانوں کا ایک طبقہ مقابلۃً زیادہ آگے بڑھ گیا ہے۔ اور یہی طبقہ ہمیں زیادہ نقصان بھی پہنچا رہا ہے۔ یعنی نئی تعلیم اور نئی تہذیب کے پرستاروں کا طبقہ۔ بعض علماء بھی ہیں۔ مگر وہ ایک حد تک خاموش ہیں اور کم مؤثر۔ خطرناک طبقہ انہی نوجوانوں کا ہے۔ جو مسلم لیگ بلکہ اُس کے مذہب اور کلچر وغیرہ کا نام لینے کی وجہ سے بچارے مذہب کے خلاف بھی لب کشائی کرنے میں بے باک ہوجاتے ہیں۔

مگر مندرجہ بالا حالات کو دیکھتے ہوئے زبردست امید ہے۔ (اور اس امید کے آثار بھی پیدا ہو رہے ہیں) کہ کانگرسی صوبوں میں مسلمانوں سے جو سلوک ہو رہا ہے۔ اُسے دیکھکر آخر یہ طبقہ بھی رجوع کرے گا۔ کیونکہ بوڑھوں کے مقابلے میں ان کے سینوں میں غیرت کا مادہ زیادہ موجود ہے۔ صرف اُسے آگ دکھانے کی ضرورت ہے۔ اس وقت وہ الحاد نما فضا اور "سیاستِ بے دین" میں دبا پڑا ہے۔ بہرحال ایک نہ ایکدن ضرور ایسا آئے گا۔ کہ جس راستے کو وہ رجعت پسندی کا راستہ کہہ رہے ہیں، خود تھوڑی سی تادیل کرکے وہ اس پر چل پڑیں گے۔ گو ہم اس وقت انہیں صبح کے بھولے ہوئے اور شام کو گھر آنیوالے کہکر خوش ہوں گے۔ مگر اس کا بھی تو تصور کیجیئے۔ کہ اس وقت تک اس خانہ جنگی کا نتیجہ ہماری جماعت کے حق میں کیا کچھ نہ ظاہر ہوچکا ہوگا ۔

بہرحال اس طبقہ میں ایک ممتاز اور اہم حیثیت رکھنے والے ہمارے پُرانے دوست مدیر "نگار" یعنی حضرت نیاز فتحپوری بھی ہیں۔ جو کانگرس کا پرچار کرنے، دینِ اسلام کو سیاسیات کے پاس تک نہ آنے دینے اور مسلم لیگ کی مخالفت میں کسی سے کم نہ تھے۔ اور وہ بھی کچھ اسی قسم کے نظریوں کے حامی ہیں ۔

مگر جون ۱۹۳۸ء کے نگار کے "ملاحظات" ملاحظہ کر کے ہماری حیرت (اور مسرت کی بھی) کوئی انتہا نہ رہی۔ کیونکہ اب کے انہوں نے اپنے اسی مخصوص رنگ میں، جس سے کام لیکر وہ اسلام کے بعض عقائد پر اور مسلم لیگ پر برس پڑا کرتے تھے۔ اب قریبًا تمام وہی باتیں فرما دی ہیں۔ جو اصحاب مسلم لیگ کانگرس والوں سے کہہ چکے اور کہہ رہے ہیں ؂

یہاں ہم ناظرینِ "حقیقتِ اسلام" کی ضیافتِ طبع کے لیئے "ملاحظات" سے تین چار اقتباسات پیش کرتے ہیں۔ جس سے اندازہ ہوگا۔ کہ کانگرس کے مدّاح بھی آہستہ آہستہ اب کس طرح کانگرس کی موجودہ روش سے بیزار ہو رہے ہیں۔ اور وہ دن بفضلِ خدا دور نہیں۔ کہ اگر اس کی یہ روش جو حضرت نیاز ایسے دوستوں کو بھی دشمن یا دشمن کا ہمنوا بنا رہی ہے، قائم رہی۔ تو جلد سب کانگرسی مسلمانوں کو ہوش آجائیگا۔ حضرت نیاز تمہید کے طور پر یہ وضاحت کر دیتے ہیں۔ کہ وہ کانگرس کو پسند کرتے ہیں۔ مگر یہ ضروری نہیں کہ جسے پسند کیا جائے اُس کے عیوب کو بھی پسند کر لیا جائے۔ پھر اس سوال پر کہ کیا کانگرس واقعی کامل آزادی چاہتی ہے؟۔ رقمطراز ہیں :-

"کانگرس نے ہمیشہ اس کا اعلان کیا۔ کہ وہ ہندوستان کے لیئے مکمل آزادی چاہتی ہے۔ (ہمیشہ نہیں۔ بلکہ چند سال سے، کیونکہ مکمل آزادی والا ریزولیوشن چند سال ہوئے لاہور والے اجلاس میں منظور ہوا تھا۔ ورنہ اس سے پہلے مولینا حسرت موہانی کا ریزولیوشن نامنظور بھی ہو چکا تھا۔ حقیقت اسلام) اور یہ ایسا اعلان ہے۔ کہ اخلاقی و اصولی حیثیت سے دُشمن سے بھی اس کی مخالفت نہیں ہو سکتی۔ لیکن اس وقت تک جتنی شخصیتیں اس مقصود کے حصول کے لیئے اُٹھیں۔ ان میں سوائے دو چار کے (اور ان کی بھی نقار خانے میں طوطی کی آواز کی طرح کون سنتا ہے۔ حقیقت اسلام) سب وہی تھیں۔ جن کے حلق سے تو یقینًا آزادی کی آواز نکلتی تھی۔ لیکن دل میں اُن کے کچھ اَور تھا۔ جسے وہ ظاہر نہ کرتی تھیں" ؂

"لیکن قبل اس کے کہ میں کسی نتیجہ پر پہنچتا۔ تو د کانگرس ہی کے طرزِ عمل نے بتا دیا۔ کہ اتنی بلند چیز (یعنی کامل آزادی) سے اس کو نسبت دینا درست نہیں۔ اور وہ قوم جو صدیوں سے غلامی کی زندگی بسر کرتی چلی آرہی ہے۔ اس کی بلند ترین آزادی کا

تصور بھی غلامی کی بُو سے پاک نہیں ہو سکتا"۔

مسلمان اخبارات یہ کہہ رہے ہیں۔ کہ کانگرس کے موجودہ ارکین دراصل متحدہ قومیت کا فریب دے کر اور اس ذریعہ سے مسلم نوجوانوں کو خوش کر کے دراصل ہندو راج قائم کرنا چاہتے ہیں چنانچہ اس کے لئے مسلمانوں کے پاس دلائل و شواہد بھی موجود ہیں۔ دیکھئے کانگرس کے دوست حضرت نیاز بھی یہی فرماتے ہیں :۔

"لیکن میں سمجھتا ہوں۔ کہ لفظ پورنا کی جو عملی صورت گاندھی جی کے ذہن میں ہے۔ وہ یا تو اتنی ناقص ہے۔ کہ ہم اس کا ترجمہ "کامل" (یعنی آزادیٔ کامل) کر ہی نہیں سکتے۔ یا پھر وہ اتنی انتہا پسند ہے۔ جسے ہم صرف عصبیت کہہ سکتے ہیں۔ یا زیادہ واضح الفاظ میں ہندو راج"۔

نیز یہ فقرہ :۔

"وہ (ہندو) مسلمانوں سے بالکل علیحدہ ہو کر اپنی حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں"۔

آجکل کانگرس کی حکمت عملیوں کے مختار گاندھی جی ہیں۔ اس لئے لوگوں کا صحیح خیال ہے۔ کہ وہی کچھ دل سے اگر چاہتے۔ تو ضرور اس وقت تک مفاہمت و مصالحت کی بیل منڈھے چڑھ جاتی۔ مگر اُن کی ذہنیت صاف اور واضح نہیں۔ بلکہ ایک راز ہے۔ چنانچہ حضرتِ نیاز کا سرٹیفکیٹ ملاحظہ ہو :۔

"ان (گاندھی جی) کے عزائم میں ایک شیر کا سا ولولہ نہیں ہے۔ بلکہ گھات میں لگے رہنے کا سا انداز ہے"۔

یہی وجہ ہے۔ کہ نہ تو اُن کا پُورنا سوراج مکمل آزادی کا سرمایہ دار ہے۔ نہ وہ ہندو مسلم اتحاد ہی کو اصلی صورت میں دیکھنے کے لئے کوشاں ہوتے ہیں یعنی ع

صاف چُھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں

بقول حضرت نیازؔ اگر وہ ہندو مسلم اتحاد کو دل سے چاہتے۔ تو ہریجن تحریک سے بھی پہلے وہ ہندوؤں اور مسلمانوں کی چھوت چھات کو دُور کرتے۔ کیونکہ ہریجن تحریک کا مقصود تو ہندو جماعت کو اَور قوی کرنا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں :۔

"یہ درست ہے۔ کہ ملک کی اصلاح کے لئے گاندھی جی نے بہت کوشش کی لیکن یہ اصلاح

بھی صرف اسی طبقہ تک محدود رہی۔ جس سے وہ وابستہ ہیں۔ انہوں نے ہر یجن تحریک سے
ہندو جماعت کی اکثریت کو (اَور زیادہ) قوی کرکے کوئی فائدہ پہنچایا ہو تو پہنچایا ہو۔ لیکن
اس سے ملک کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا۔ اگر بجائے گاندھی جی کے کوئی ایسا شخص لیڈر
ہوتا۔ جو مذہب و سرمایہ داری سے متاثر نہ ہوتا۔ تو سب سے پہلے وہ ہندوؤں اور
مسلمانوں کی چھوت چھات کو دُور کرتا "۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوُا۔ کہ کانگرسیوں کا مسلمانوں کو مذہب پرستی کا طعنہ دینا محض ایک فریب ہے۔ کیونکہ وہ خود پکّے مذہب پرست ہیں۔ بلکہ عصبیت کی حد تک پہنچے ہوئے۔ فرق صرف یہ ہے کہ مسلمان سادہ ہے صاف طور پر اپنے مذہبی حقوق کا اعلان کر دیتا ہے۔ اور وہ ایسا نہیں کرتے یا بقول نیاز :-

"ہندو سبھا اور اس جماعت (کانگرس) میں اگر کوئی فرق ہے۔ تو صرف یہ کہ وہ علےالاعلان
مسلمانوں کی مخالف ہے۔ اور یہ گھات سے کام لے رہی ہے "۔

اور یہ ظاہر ہے۔ کہ مسلمانوں کی مخالفت محض مذہب کی بنا پر ہے۔ دگر ہیچ۔ اس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ مذہبی تعصب کانگرسیوں میں موجود ہے۔ اور اُن کا مسلمانوں کو طعنہ دینا بے معنی ہے ؂

کانگرس جو سلوک مسلمانوں سے روا رکھ رہی ہے۔ اُس کے متعلق لکھتے ہیں :-

"اس سے انکار ممکن نہیں۔ کہ ان صوبوں میں جہاں کانگرس کی حکومت ہے ہندوؤں کے
حوصلے بہت بڑھ گئے ہیں "۔

اور ادھر پنجاب جہاں بقول ہنود مسلمانوں کی حکومت ہے۔ وہاں بھی سکھوں اور ہندوؤں کے حوصلے بڑھے ہوئے ہیں۔ اب بتایئے روادار کانگرس ہے یا مسلم لیگ ؟

مسلم لیگ پکار پکار کر کہہ رہی ہے۔ کہ ہمارے مذہب، زبان اور کلچر وغیرہ کے تحفظ کی ضمانت ہونی چاہئے۔ اس پر کانگرس کے دوست اُسے مذہب پرستی، سیاسیات میں مذہب کو گھسیڑنے اور تنگ خیالی کے طعنے دیتے ہیں۔ مگر دیکھئے، خود سیاسیات سے مذہب کی روح کو علیحدہ رکھنے کے خواہشمند اور کانگرس کے دوست حضرت نیاز کیا فرماتے ہیں :-

"مسلمانوں کی تہذیب و معاشرت ہندوؤں سے بالکل مختلف ہے۔ اور ہندوؤں نے اگر
اُن کی خصوصیاتِ قومی کو ملحوظ نہ رکھا۔ تو اتحاد ناممکن ہے۔ اس سلسلہ میں سب سے زیادہ

اہم مسئلہ زبان کا ہے"۔

مسلم لیگ کا مطالبہ یہ ہے کہ مسلمان کانگرس میں شامل ہوں تو ضرور۔ مگر ایک جماعت کی حیثیت سے۔ نہ کہ انفرادی طور پر۔ اس کے متعلق حضرت نیاز رقمطراز ہیں:۔

"انفرادی طور پر چند نفوس کی (کانگرس میں) شرکت کوئی معنی نہیں رکھتی۔ ضرورت ہے کہ اجتماعی حیثیت سے جوق در جوق شرکت کی جائے"۔

کانگرسی پرچارک مسلمانوں کو رجعت پسندی اور غلامی پسندی کا طعنہ دے رہے ہیں۔ حالانکہ کانگرس بھی اب اسی روش پر چل نکلی ہے۔ اور مسلمان تو اُلٹا اُس قسم کی نیم آزادی پر کبھی قناعت ہی نہیں کرسکتا۔ وہ بھلا رجعت پسند کیونکر ہوسکتا ہے۔ اس کی تو شان یہ ہے۔ کہ خدا کے سوا اُس کے نزدیک کسی کا حکم حکم ہی نہیں۔ اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ۔ دیکھئے اس بارے میں کانگرس کے دوست موصوف بھی ہمارے ہمنوا ہیں:۔

"مسلمان کبھی ستعمراتی آزادی کا نصب العین لیکر کانگرس میں نہیں جائے گا۔ بلکہ آزادی کامل کو اپنا مقصود قرار دے کر اس میں شریک ہوگا"۔

خلاصہ یہ کہ مسلمان رجعت پسند یا تنگ خیال نہیں۔ بلکہ اپنے شاندار زرّیں اصول آزادی و قومیت پر قائم ہے۔ وہ قربانیاں کرتا رہا ہے، کرسکتا ہے۔ اور اگر اس کے مذہب کے تحفظ کی ضمانت اُسے مل جائے۔ (کیونکہ اُس کا مذہب ہی اُس کی زندگی کے ہر پہلو کی جان ہے۔ بخلاف دوسرے مذاہب کے کہ وہ صرف انفرادی قسم کے ہوتے ہیں۔ اور بہت حد تک غیر فطری ہیں) تو وہ باعزت فریقین کے عہدنامہ کی طرح کا عہدنامہ کرکے آج بھی انشاء اللہ سب سے بڑھکر قربانیاں پیش کرسکتا ہے۔

ان سطور کو پڑھکر ان مسلم رہنماؤں کو بھی عبرت حاصل کرنی چاہئے۔ جن کی خودغرضیوں اور خانہ جنگیوں کی وجہ سے اسلامی جماعت کا وقار مٹ رہا ہے۔ اور اسلامی جماعت اسلامی جماعت ہی بننے میں نہیں آتی۔

پارۂ اوّل آلمٓ مترجّم عکسی رنگین شش رنگہ

مُفت

ناظرینِ "حقیقت اسلام" میں سے جو اصحاب اس رسالہ کے پانچ خریدار مہیّا فرمائینگے۔ اُن کی خدمت میں پیکو کا عکسی رنگین مترجم پارہ اوّل مُفت نذر کیا جائے گا۔

مینجر رسالہ ہٰذا

تمہاری نسبت بہت زور آور اور مال اور اولاد میں زیادہ تھے وہ اپنے حصے کا فائدہ
اٹھا چکے تم بھی اپنے حصے کا فائدہ اسیطرح اٹھا رہے ہو جسطرح کہ وہ لوگ جو تم سے پہلے تھے
اپنے حصے کا فائدہ اٹھا چکے ہیں اور تم بھی اسیطرح بال کی کھال نکالتے ہو جسطرح وہ نکالا کرتے
تھے۔ ان لوگوں کے اعمال دنیا اور آخرت میں اکارت گئے اور یہی لوگ خسارہ پانے
والے ہیں ○ کیا ان لوگوں کو ان قوموں کے حالات معلوم نہیں ہوئے جو ان سے
پہلے گذر چکی ہیں (مثلاً) قوم نوح، قوم عاد، قوم ثمود، قوم ابراہیم نیز اصحاب
مدین اور اصحاب مؤتفکات۔ ان لوگوں کے پاس ہمارے رسول روشن دلائل لے کر
آئے۔ اللہ نہیں چاہتا تھا کہ ان پر کوئی ظلم کرے لیکن انہوں نے خود اپنے آپ پر ظلم کیا ○
اور مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے معاون و مددگار ہوتے ہیں یہ لوگ نیکی
کے کاموں کی ترغیب دیتے ہیں۔ برائی سے روکتے، نماز کو پابندی کیساتھ ادا
کرتے، زکوٰۃ دیتے اور اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت کرتے ہیں۔ ان لوگوں پر
اللہ بہت جلد مہربان ہوگا۔ یاد رکھو کہ اللہ یقیناً غالب اور حکمت والا ہے ○ اللہ
نے مومن مردوں اور مومن عورتوں کو ایسے باغات دینے کا وعدہ کیا ہے جنکے نیچے نہریں

انگریز کے ساتھ تعاون کرتی اور دو دن میں تو منافق بھی موجود ہیں۔ جو دل سے منکرانِ حق کے ساتھ ہیں۔ اور زبانی جمع خرچ کر کے مومنوں سے بھی اپنی ہمدردی جتاتے ہیں۔ یہ لوگ بھی حتی الامکان ایک دوسرے کا [illegible] ہیں۔ اور جہاں تک ہوتا ہے لوگوں کو برے کاموں کی ترغیب دیتے اور [illegible] کاموں سے باز رکھنے کی کوشش کرتے [illegible] ہوتا ہے کہ ان لوگوں نے جا بجا خدا کو بھلا رکھا ہے اور آج ان کے کام بن آتے۔ کل خدا ان کو بھلا دیگا اور ان کے کام نہیں آئیگا۔

[illegible] کا جو نقشہ قرآن حکیم نے اس مقام [illegible] ہے وہ دورِ حاضر کے مسلمانوں پر [illegible] صادق آرہا ہے آج [illegible] صاحبان [illegible] شاہ صاحبان [illegible] شیخ صاحبان اور [illegible] آپس میں ایک دوسرے کی امداد [illegible] لڑکیوں کے ناچنے گانے کے [illegible] اسلام کش حکومت کی تقویت میں تو کرتے ہیں۔ مگر نماز [illegible] نہیں چلتے اور [illegible] عمل نفرت دلاتے ہیں۔ وہ قرآن پاک کی تعلیم سے [illegible] ہیں۔ اور اپنے طرزِ عمل سے عیسائی حکومت کے قانون کو قرآن کے قوانین پر عیسائی [illegible] کے فلسفہ کو قرآن کے فلسفہ پر [illegible] منشی یورپ کی ناولوں اور افسانوں کو نعوذ باللہ کلام رسول یعنی حدیث نبوی پر ترجیح دیتے ہیں۔ اور پھر بھی مسلمان کہلاتے ہیں اور یہ [illegible] عالم ہو گیا ہے۔ کہ ان لوگوں کو [illegible] حقائق دیکھنے کو تنگدلی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ آج ہمارے ذی اقتدار اصحاب [illegible] مطمئن [illegible] [illegible] اور [illegible] رنج و کاوش کے [illegible] تعلیمات کا علم [illegible] افسوس کہ ان کا [illegible] انہیں قرآن کے متعلق معلوم نہیں غالب کی شاعری۔ عمر خیام کی رباعیات۔ اور [illegible] آج جس محنت و عرق ریزی اور جستجو تحقیق و تجسس سے [illegible] جا رہی ہیں۔ کاش کہ ہمارے نوجوان دلیں کم از کم اس رفتار سے قرآن پاک کا مطالعہ کرتے اور جس طرح وہ اپنے آپ کو غالب و خیام کے قالب میں ڈھالنے کی فکر میں رہیں۔ اسی طرح تعلیمات اسلام کا نمونہ بننے کی کوشش کرتے تو آج یہ بد نصیب قوم بد نصیب نہ ہوتی۔ اور در اغیار پر جا کر ماتھے نہ رگڑتی ہوتی۔ بلکہ خود حاکم و حکمران ہوتی۔ [illegible] کے تمسخر کا نشان نہ بنتی۔ بلکہ اخلاق محمدی [illegible] انسانیت کامل کا نمونہ بن کر اقوام عالم کی نظروں میں معزز ہو جاتی۔ اے کاش اگر مسلمانوں کے پاس اس قدر وقت نہیں کہ وہ قرآن پاک کے تیسوں پاروں کا مطالعہ کر سکیں۔ تو وہ سورۂ انفال و توبہ ہی کے مضامین سے کما حقہ واقف ہو تے! کاش!

تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ
جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ ذٰلِكَ هُوَ
الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿٧٢﴾ ع يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَ
الْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ؕ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ
الْمَصِيْرُ ﴿٧٣﴾ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا ؕ وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ
الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا ۚ
وَمَا نَقَمُوْۤا اِلَّاۤ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ
فَاِنْ يَّتُوْبُوْا يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ ۚ وَاِنْ يَّتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ
عَذَابًا اَلِيْمًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَمَا لَهُمْ فِي الْاَرْضِ
مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿٧٤﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ
اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿٧٥﴾
فَلَمَّاۤ اٰتٰىهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ
مُّعْرِضُوْنَ ﴿٧٦﴾ فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى

یہ ہی ہونگی۔ جہاں انہیں ہمیشہ ہی رہنا ہوگا نیز ایسے پاکیزہ گھر دینے کا وعدہ کیا ہے
جو ان ہمیشگی کے باغات میں (بنے ہوئے) ان سب اشیاء سے بڑھکر اللہ کی خوشنودی ہوگی
یہی سب سے بڑی کامیابی ہے ○ اے نبی[۱۲۶]! کافروں اور منافقوں سے جہاد کر اور ان
پر سختی کر۔ اور یاد رکھو کہ اُن کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ بہت ہی برا ٹھکانا
ہے ○ وہ جو کچھ کہتے ہیں۔ اس پر اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں حالانکہ وہ کفر کی باتیں
کہتے ہیں اور اسلام لانیکے بعد وہ پھر منکر ہو گئے ہیں اور جس چیز کو وہ حاصل نہیں
کر سکے اسکا ارادہ کرتے ہیں اور انہوں نے محض اسواسطے انکار کیا ہے کہ اللہ اور اس
کے رسول نے اپنی مہربانی سے ان کو غنی بنا دیا تھا پس اگر وہ توبہ کرلیں تو اُن کیلئے بہتر
ہوگا۔ اور اگر بھاگ گئے تو اللہ ان کو دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب دیگا اور اُن کیلئے زمین پر
نہ کوئی مددگار ہوگا اور نہ کارساز ○ اور ان میں سے بعض وہ ہیں جنہوں نے اللہ سے عہد
کیا کہ اگر اللہ نے ہم پر فضل کیا تو ہم جان و مال تک نچھاور کردینگے اور نیکوکار بن جائینگے ○
پس جب اللہ نے اپنے فضل سے انکو سب کچھ دیدیا تو وہ کنجوس بن گئے اور اعراض و انکار
کرتے ہوئے بھاگ گئے ○ پس اللہ نے انکو اس امر کی سزا میں کہ انہوں نے اللہ سے جو وعدہ کیا تھا

کہ آج ہماری بدنصیب قوم کو مسلمان منافق سے اولاد کی تعریف ہی معلوم ہوتی۔ کاش کہ آج خاصے نوجوان فضلاء رسالے سیاسی رہنما اور جلسے مذہبی علماء قرآن کے منشاء و مقصد سے خود واقف ہوتے اور اپنے زیر اثر حلقوں کو اس سے باخبر رکھتے۔ مگر افسوس کہ یہ سب غفلت کی نیند سو رہے ہیں۔ سنو خدا فرماتا ہے کہ ایسے لوگوں سے ہم نے وعدہ کر رکھا ہے کہ انہیں جہنم کی آتش سوزاں کے سپرد کیا جائیگا اور ان کو عذاب میں ان کی نافرمانی کا مزہ چکھایا جائیگا۔ فرماتا ہے اگر کسی کے پاس دولت ہو تو اسکے نشے میں سرشار نہ ہو جائے اگر کسی کو کثرت اولاد کا گھمنڈ ہو تو اس پر مغرور نہ ہو جائے کیونکہ اس دنیا میں بڑی بڑی دولت والے گذر چکے ہیں۔ اور بڑے بڑے خاندان مٹ چکے ہیں انکا جس قدر بس چلا ہے کر چکے ہیں آخر خائب و خاسر اور ہلاک ہو کر رہے سنو! نوح کی قوم عاد، ثمود، اور دیگر اقوام کہاں ہیں اس قدر سنو مال اس قدر جاہ اور اس قدر دولت مند تھیں کہ دنیا انکی نظیر پیدا نہیں کریگی۔ وہ اپنی نافرمانی کے باعث صفحۂ عالم سے حرف غلط کی طرح مٹ چکی ہیں۔ تو تم کس کھیت کی مولی ہو سنو! خدا کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ تم خود اپنے پر ظلم کرتے ہو۔ جیسی سزا مقرر ہے اور ایک دوسرے کے پکڑنے کا کوئی شوق نہیں سنو! ایمان والوں کا خاصہ ہے کہ وہ اپنے مومن بھائیوں کی ہر ممکن مدد کرتے ہیں ہر کسی کو اخلاق اور اعمال نیک کی تعلیم دیتے ہیں اور دنیا کو برائی سے روکتے ہیں وہ ظاہر و باطن سے خدا کی عبادت کرتے اور اللہ و رسول کے احکام پر چلتے ہیں یہ لوگ ہیں جو خاصہ حیات میں کامیاب سمجھے جائیں گے اور حیات جاوید انہیں حاصل ہوگی خدا کا وعدہ ہے کہ یہ لوگ دنیا اور آخرت دونوں میں یکساں طور پر کامیاب و کامران رہیں گے۔ اور سب سے بڑا انعام جو ان پر ہوگا وہ یہ کہ خدا کی خوشنودی حاصل ہوگی۔ اور اس سے بڑھ کر کسی انسان کے لئے کوئی کامیابی نہیں۔

[۱۲۶] یہاں ارشاد ہوتا ہے کہ اے نبی! جہاں ان منکرین حق کے خلاف جہاد و قتال کرتے ہو۔ جو علانیہ اسلام کے دشمن ہیں۔ وہاں ان دشمنان اسلام کے خلاف بھی جو مار آستین ہیں جہاد کرو۔ یہ لوگ جنہیں تم منافق کے نام سے یاد کرتے ہو۔ اسلام کی آستین کو وہ سانپ ہیں جو اپنے مفاد کے لئے اسلام اور باطل کی مدد کرتے ہیں۔ انہیں سے اکثر ایسے ہیں جو دولت و ثروت کے نشہ میں مخمور اور کثرت اولاد پر نازاں ہیں۔ اور بعض تن آسانی اور عیش پرستی میں پڑے ہیں۔ اسلام انہیں مساوات سکھاتا اور مجاہد و غازی بننے کی تعلیم دیتا ہے جو ان پر سخت گراں گذر رہی ہے۔ پس اگر یہ لوگ توبہ نہ کریں اور اس آیت کو سن لینے کے بعد اپنی اصلاح نہ کریں تو ان کے تمام راستے بند کر دو۔ اور ان پر اس قدر سختی کرو کہ سوائے جہاد میں جانے اور اس پر اپنا مال و منال خرچ کر دینے کے ان کو کوئی چارہ کار نظر ہی نہ آئے۔ یاد رکھو کہ اگر تم نے ان کی سرکوبی کے لئے قدم نہ اٹھایا۔ تو انہیں ضرور ذلیل و رسوا ہونا پڑیگا یہ لوگ چونکہ اسلام کے خلاف باتیں کرنے کو موقع پاتے رہتے ہیں۔

يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ بِمَآ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا
يَكْذِبُوْنَ ﴿٧٧﴾ اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ
وَاَنَّ اللّٰهَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿٧٨﴾ ع اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ
مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الصَّدَقٰتِ وَالَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا
جُهْدَهُمْ فَيَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ ۭ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ ۡ وَلَهُمْ
عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٧٩﴾ اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ۭ اِنْ
تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ۭ ذٰلِكَ
بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ
الْفٰسِقِيْنَ ﴿٨٠﴾ ع فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ رَسُوْلِ ١٠ ع ٨ ١٦
اللّٰهِ وَكَرِهُوْٓا اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ
سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ ۭ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ
اَشَدُّ حَرًّا ۭ لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ ﴿٨١﴾ فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا
وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا ۚ جَزَاۗءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿٨٢﴾ فَاِنْ

اسکی خلاف ورزی کی اور ہمیشہ جھوٹ بولتے رہے انکے دلوں میں یوم ملاقات تک
نفاق ڈالدیا کیا انکو معلوم نہیں کہ اللہ انکے رازوں اور انکی سرگوشیوں کو بھی واقف ہے
اور یہ کہ اللہ ہر ایک پوشیدہ سی پوشیدہ چیز کا بھی صحیح صحیح علم رکھنے والا ہے وہ لوگ جو مسلمان
صدقہ دینے والوں کو انکے صدقات کے بارے میں اور ان لوگوں کو جو محض محنت و مشقت ہی کا عوض پاتے ہیں
طرح طرح کے الزام دیتے اور انکا تمسخر اڑاتے ہیں اللہ انکو تمسخر کا بدلہ دیتا ہے اور ایک دنیا ان پر ہنستی ہے اور
ان کیلئے دردناک عذاب ہے اے نبی! ان کیلئے مغفرت طلب کر یا نہ کر۔ اگر تو ان کیلئے
ستر بار بھی بخشش طلب کرے تو بھی اللہ انکو ہرگز نہیں بخشیگا یہ محض اسواسطے ہے کہ
انہوں نے اللہ اور اسکے رسول کا انکار کردیا ہے اور اللہ نافرمان لوگوں کو راہ ہدایت
نہیں دکھاتا پیچھے بیٹھے رہنے والے لوگ رسول اللہ کے بعد اپنے بیٹھے رہنے پر
خوش ہیں اور انہوں نے اس بات کو ناپسند کیا ہے کہ اپنے جان و مال سے اللہ کی
راہ میں جہاد کریں اور انہوں نے کہا کہ گرمی میں مت سفر کرو۔ انکو کہہ کہ جہنم کی آگ تو اس
سے کہیں زیادہ گرم ہے کاش کہ وہ اس بات کو سمجھ سکتے پس چاہئے کہ وہ بہت کم
ہنسیں اور بہت زیادہ روئیں۔ یہ ان کے اپنے کئے کا بدلہ ہے پس اگر اللہ تجھے

اور چونکہ ان کو منع نہیں کیا گیا۔
نفاق نے ان کے دلوں میں جگہ پالی ہے۔ اور
اب یہ نکلنے والا نہیں۔ لہذا ان پر بھی وہی
سختی کی جائے۔ جو منکران حق کے لئے روا
رکھی گئی ہے حتے کہ کفر و نفاق دونوں کے
دونوں نیست و نابود ہو جائیں۔ اور ہر جا سب اسلام
ہی اسلام نظر آئے۔ یہ لوگ اس بات سے
محض ناآشنا ہیں کہ خدا ان کی سرگوشیوں
اور اسلام دشمنی سے پوری طرح واقف ہے
پس اب ان کے راز فاش اور ان کے کئے
دھرے پر پانی پھرنا ہی بہتر ہے۔ اے مسلمانو! وہ
لوگ جنہوں نے تم میں سے اپنی زندگیاں
منافقوں کی طرح گذاریں۔ اور حقیقی معنوں
میں مسلمان نہ بنے۔ اور اسی حالت میں مرگئے
تم نہ ان کا جنازہ پڑھو۔ نہ ان کے لئے
دعائے مغفرت کرو۔ اور یاد رکھو خواہ تم کتنی
ہی مرتبہ ان کے لئے دعا مانگو وہ قبول
نہ ہوگی۔ کوئی شخص اسلامی نام رکھ لینے
سے مسلمان نہیں ہوسکتا۔ کوئی شخص محض مسلمان
کے گھر پیدا ہونے سے مسلمان نہیں کہلا سکتا۔
کوئی شخص محض چرب زبانی سے بڑی بڑی
خوشس آیند تقریریں کرلینے سے مسلمان نہیں
ہوسکتا۔ اسلام نام ہے ایمان و عمل کا۔ مسلمان
دل کا سچا اور کام کا پکا آدمی ہوتا ہے۔ جو دل
سے خدا اور رسول کو نہیں مانتا اور قرآن کو
امام و ہادی تسلیم نہیں کرتا۔ اور پھر اس کے
بعد عملاً خدا اور رسول کے احکام پر سر نہیں
جھکاتا اور قرآن کی تعلیم کو اپنا قائد و رہنما نہیں
بناتا وہ مسلمان نہیں۔ ایسے لوگ فاسق و بدکار
ہیں اور راہ ہدایت سے کوسوں دور ہیں۔
ف۱۶۷ اس جگہ ارشاد ہوتا ہے۔ کہ جو
لوگ باوجود دعوائے اسلام جہاد و قتال میں
حصہ نہیں لیتے اور عورتوں کی طرح گھروں میں
بیٹھے رہنے کے متمنی ہوتے ہیں۔ خواہ وہ اسلامی
نام رکھیں۔ خواہ طوعاً و کرہاً مالی امداد کریں۔
خواہ بڑے اونچے خاندان سے تعلق رکھتے ہوں
وہ منافق سمجھے جاویں۔ اور ان کے ساتھ وہی سلوک
کیا جائے جس کا اس سے پہلے ذکر آچکا ہے ارشاد
ہوتا ہے کہ تبوک کی جنگ پر جانے سے بعض
لوگوں نے گریز کیا اور جہاد کیوا سطے اپنی

رَّجَعَكَ اللَّهُ إِلَىٰ طَائِفَةٍ مِّنْهُمْ فَاسْتَأْذَنُوكَ لِلْخُرُوجِ
فَقُل لَّن تَخْرُجُوا مَعِيَ أَبَدًا وَلَن تُقَاتِلُوا مَعِيَ عَدُوًّا ۖ
إِنَّكُمْ رَضِيتُم بِالْقُعُودِ أَوَّلَ مَرَّةٍ فَاقْعُدُوا مَعَ
الْخَالِفِينَ ﴿٨٣﴾ وَلَا تُصَلِّ عَلَىٰ أَحَدٍ مِّنْهُم مَّاتَ أَبَدًا
وَلَا تَقُمْ عَلَىٰ قَبْرِهِ ۖ إِنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَمَاتُوا وَهُمْ
فَاسِقُونَ ﴿٨٤﴾ وَلَا تُعْجِبْكَ أَمْوَالُهُمْ وَأَوْلَادُهُمْ ۚ إِنَّمَا
يُرِيدُ اللَّهُ أَن يُعَذِّبَهُم بِهَا فِي الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ
أَنفُسُهُمْ وَهُمْ كَافِرُونَ ﴿٨٥﴾ وَإِذَا أُنزِلَتْ سُورَةٌ أَنْ
آمِنُوا بِاللَّهِ وَجَاهِدُوا مَعَ رَسُولِهِ اسْتَأْذَنَكَ أُولُو
الطَّوْلِ مِنْهُمْ وَقَالُوا ذَرْنَا نَكُن مَّعَ الْقَاعِدِينَ ﴿٨٦﴾
رَضُوا بِأَن يَكُونُوا مَعَ الْخَوَالِفِ وَطُبِعَ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ
فَهُمْ لَا يَفْقَهُونَ ﴿٨٧﴾ لَٰكِنِ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا
مَعَهُ جَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ ۚ وَأُولَٰئِكَ لَهُمُ

ان میں سے کسی گروہ کیطرف لوٹائے تو وہ تجھ سے میدانِ جنگ کیطرف نکلنے کی اجازت
طلب کرینگے۔ ان سے کہدو کہ میرے ساتھ ہرگز نہ نکلو اور میری ہمراہی میں ہرگز دشمن کا
مقابلہ نہ کرو۔ تم پہلی مرتبہ گھر بیٹھے رہنے پر رضامند ہوگئے تھے پس اب بھی پیچھے بیٹھے
رہنے والوں کیساتھ بیٹھے رہو○ اور اے نبی! ان میں سے جو شخص مرجائے تو اس کا جنازہ
ہرگز نہ پڑھ اور نہ اسکی قبر پر کھڑا ہو۔ ان لوگوں نے اللہ اور اسکے رسول کا انکار کردیا ہے اور
ایسی حالت میں مرے ہیں کہ نافرمان تھے○ اور تو ان کا مال و دولت اور انکی اولاد دیکھکر تعجب نہ کر
اللہ یہ چاہتا ہے کہ انکو اسی مال و دولت اور اسی اولاد کیساتھ دنیا میں سزا دے اور انکی جانیں
ایسی حالت میں نکلیں کہ وہ کافر ہی ہوں○ اور جب کوئی سورت نازل ہوتی ہے کہ اللہ
پر ایمان لاؤ اور رسول کی معیت میں جہاد کرو تو ان میں سے دولتمند آکر اجازت طلب
کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم کو بیٹھے رہنے والوں کیساتھ چھوڑ دیجئے○
یہ لوگ پیچھے بیٹھے رہنے والوں کی معیت میں خوش ہیں اور انکے دلوں پر مہر لگادی گئی
ہے پس وہ سمجھتے ہی نہیں○ لیکن رسول نے اور ان لوگوں نے جو اسکی معیت میں
ایمان لائے ہیں اپنے مال و دولت اور اپنی جانوں کیساتھ جہاد کیا اور یہی لوگ ہیں جنکے لئے سب

جامیں اور اپنی دولت کو صرف کرنا گوارا نہ کیا۔ اور بہانہ بنا لیا کہ گرمی سخت ہے۔ وہ مسافت بعید نہ پانی میسر آئے گا۔ نہ سب یہ فوج راستے ہی میں بھوکی پیاسی مر جائے گی۔ لہذا اس شدت گرما میں دشمن کے مقابلہ میں نکلنا سخت غلطی ہے۔ پس اگر ہماری جماعت ہماری بات نہیں مانتی تو کم از کم ہم اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے کو تیار نہیں۔ کاش کہ ان لوگوں کو معلوم ہوتا کہ دوزخ کی آگ اس گرمی سے کہیں زیادہ تیز ہے۔ مسلمانو! جب تم ان کو چھوڑ کر جنگ پر چلے گئے تو تمہارے بعد یہ لوگ خوب ہی ہنسے کہ ہمارا داؤ چل گیا۔ مگر حقیقت حال سے واقف ہوتے۔ تو زیادہ روتے اور کم ہنستے۔ کیونکہ انہوں نے ایک ایسا فعل کیا تھا۔ جس پر جس قدر بھی آنسو بہائیں جائیں۔ کم ہیں۔

مسلمانو! جنگ سے واپسی پر اگر یہ لوگ تمہارے پاس عذر و معذرت کرنے آئیں تو تم ان کی ایک نہ سنو اور اس کے بعد کسی جنگ میں ان کو ساتھ نہ لو۔ یہ مر جائیں۔ تو خواہ تمہارے رشتہ دار یا دوست ہمسائے ہی کیوں نہ ہوں نہ ان کا جنازہ پڑھو۔ نہ ان کی قبر پر جاؤ۔ دیکھو کہیں ایسا نہ ہو۔ کہ ان کی دولت مندی اور جتھہ بندی تمہیں خوف زدہ کر دے۔ ایسا نہ ہو کہ اگر ان میں سے کوئی غریب و نادار مر جائے۔ تو اس کے ساتھ یہ سلوک روا رکھو۔ مگر دولت مند کے مرنے پر ڈھیلے پڑ جاؤ۔ ہرگز نہیں۔ یہ لوگ ہمیشہ دل سے کافر رہے ہیں۔ اور کفر ہی کی حالت پر مرے ہیں۔ ان پر کوئی رعایت نہ کی جائے۔ دیکھو ان کے نفاق کا یہ عالم ہے کہ جب جہاد کے احکام نازل ہوتے ہیں۔ تو ان کے دولتمند حاضر ہوتے اور جہاد سے مستثنیٰ قرار دئے جانے کی درخواست کرتے ہیں۔ دیکھو! یہ احمق لوگ مردوں کا ساتھ پسند نہیں کرتے گھروں میں بیٹھے رہنے والی عورتوں سے مشابہت کے خواہاں ہیں۔ حالانکہ ایک مومن صادق کی حالت یہ ہوتی ہے۔ کہ وہ اپنا جان و مال خدا کی راہ میں جہاد پر قربان کر دینے کو ہر وقت و ہر لحظہ ملتجیا رہتا ہے۔ اور حقیقتاً یہی لوگ انعامات کے

الْخَيْرٰتُ ۫ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿٨٨﴾ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ
جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ
الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿٨٩﴾ ع وَجَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ
لِيُؤْذَنَ لَهُمْ وَقَعَدَ الَّذِيْنَ كَذَبُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ
سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٩٠﴾ لَيْسَ
عَلَى الضُّعَفَآءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضٰى وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ
مَا يُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ مَا عَلَى
الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٩١﴾ لا وَّلَا عَلَى
الَّذِيْنَ اِذَا مَآ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَآ اَجِدُ مَآ اَحْمِلُكُمْ
عَلَيْهِ ۪ تَوَلَّوْا وَّاَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا
يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ ﴿٩٢﴾ ط اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ
يَسْتَاْذِنُوْنَكَ وَهُمْ اَغْنِيَآءُ ۚ رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ
الْخَوَالِفِ ۙ وَطَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٩٣﴾

اسلامی زندگی

(گذشتہ سے پیوستہ)

از مولینا کوکب صاحب جوالاپوری

طُور پر یہ ہوا، دامن طور میں بنی اسرائیل پر یہ گذری؟ ------- موسیٰ گئے، وعدے پر واپس نہ آسکے، بنی اسرائیل میں کھلبلی، شورش، چرچا، بدگمانیاں، مختلف آراء اور جُدے جُدے خیالات:

"موسیٰ مر گئے"

"خدا نہیں ملا"

"راہ بھٹک گئے"

جتنے آدمی، اُتنے مُنہ، جتنے مُنہ اُتنی باتیں، سامری کی بن آئی، وہ سُنار تھا، بنی اسرائیل سے وہ زیور لئے، سونے کے زیور، جو قبطیوں سے مانگے ہوئے تھے، اُنہیں گلایا، وہ قبطیوں سے علوم سے آشنا اور صنعتوں سے واقف، اُس نے بچھڑا بنایا۔ اور ایسی صنعت سے کہ ہوا کے دخول و خروج کا راستہ رکھا تھا اس میں سے گذرتی، بچھڑے کی آواز پیدا ہوتی۔

وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوسَىٰ مِنْ بَعْدِهِ مِنْ	موسیٰ کے بعد قوم نے اپنے زیورات کا بچھڑا
حُلِيِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهُ خُوَارٌ ۚ	ڈھالا جس کی آواز بیل کی سی تھی ۔

بنی اسرائیل نے کہا۔

"لو! موسیٰ کا خدا تو یہاں آگیا، وہ اُسے طُور پر ڈھونڈنے گئے ہیں۔ یہی تو وہ خدا ہے جو ہمیں مصر سے نکال کر لایا۔ اب تم پُوجو تو اِسے۔ منتیں مانو تو اس کے نام کی، نذریں چڑھاؤ تو اس کے اوپر اور قربانیاں کرو تو اس کے آگے۔"

مصری گائے، بیل، بلی وغیرہ کو پُوجتے ہی تھے اور بنی اسرائیل مدت سے ان کو اسی حالت میں دیکھنے کے عادی۔ سامری کی اس حرکت نے انکو تین گروہوں میں تقسیم کر دیا۔

۱۔ ایک نے نہ انکار کیا نہ اقرار، کہا تو یہ کہ موسیٰ کے آنے تک کوئی رائے قائم نہیں کی جاسکتی۔ ممکن ہے یہ خدا ہو۔ ہم بے ادبی کیوں کریں، اور اگر خدا نہیں تو موسےٰ کے آنے پر حقیقت واضح ہوجائیگی ۔

۲۔ دوسرے گروہ نے صاف انکار کردیا، اور کہہ دیا کہ یہ نہ خدا ہے نہ اس پر ہمارا ایمان، یہ سامری کی محض ایک شیطانی حرکت ہے ۔

۳۔ تیسرے گروہ نے دل سے تسلیم کرلیا کہ یہی رب ہے رب خالق، جس کی تلاش میں موسےٰ گئے ہیں، اور اب تک نہیں لوٹے، یہ گروہ لگا اس کے گرد ناچنے، گانے بجانے، قربانیاں چڑھانے اور سجدے کرنے ۔

اَلَمْ يَرَوْا اَنَّهٗ لَا يُكَلِّمُهُمْ وَلَا يَهْدِيْهِمْ سَبِيْلًا ۘ اِتَّخَذُوْهُ وَكَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ۝	یہ نہ دیکھا، نہ وہ اُن سے بات کرسکتا ہے، نہ کوئی راستہ بتا سکتا ہے، اسے خدا بنالیا، بڑے ظالم تھے"
اَفَلَا يَرَوْنَ اَلَّا يَرْجِعُ اِلَيْهِمْ قَوْلًا ۙ وَّلَا يَمْلِكُ لَهُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ۝	اُنہیں یہ بھی نہ سوجھا۔ کہ بچھڑا نہ تو اُن کی بات کا جواب دیسکتا ہے، نہ اُنکے نفع نقصان کا مالک ۔

ہارون نے قوم کی یہ گمراہی دیکھی تو سمجھایا :۔

يٰقَوْمِ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ ۚ وَاِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُوْنِيْ وَاَطِيْعُوْٓا اَمْرِيْ ۝

"لوگو! یہ تمہاری آزمائش ہے، تمہارا پروردگار تو رحمٰن ہے (یہ نہیں) میری پیروی کرو، اور میرا کہا مانو!"

جواب دیا :۔

لَنْ نَّبْرَحَ عَلَيْهِ عٰكِفِيْنَ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلَيْنَا مُوْسٰى ۝

"موسیٰ کی واپسی تک تو ہم اس کی پوجا سے ہٹتے نہیں"

یہاں یہ ہوا، طور پر خدا نے موسےٰ کو خبر دی :۔

"موسیٰ! تم یہاں ہو، وہاں قوم کا کیا حال؟ آزمائش میں مبتلا، اور سامری کی ضلالت انگیزی"

موسیٰ طور سے اُترے، افسوس کرتے ہوئے، اور قوم کے پاس آئے، غصے میں بھرے۔ دور سے ایک شور وغل سنا، قریب ہوئے تو دیکھا، ایک بچھڑا ہے سنہری اور خوبصورت، لوگ ارد گرد جمع، ناچ، کود، راگ، گانا بجانا، غصہ آیا، اور پھر موسیٰ کا غصہ، آگ بگولا، چہرہ سرخ، آنکھیں آتشیں، مشتعل اور غضبناک، بولے "ارے یہ کیا؟ میری عدم موجودگی میں یہ حرکت؟ کم بختو! یہ تم نے کیا جھک ماری، ارے حکم الٰہی

کا بھی انتظار نہ کیا؟ اتنی جلدی کی، کیا پروردگار نے وعدہ نہیں کیا تھا؟ عمدہ اور نفیس وعدہ کیا تھا، کیا مدت سے تو بہت دیر ہوگئی تھی؟ کیا غضب الٰہی کی خاطر ہی تم نے وعدہ خلافی کی؟

قوم نے جواب دیا:۔

"ہم نے عہد شکنی کی اور اپنے اختیار سے؟ ایسا نہیں، بات یہ تھی قبطیوں کا زیور تھا، ہم اسے کام میں لا نہ سکتے تھے۔ بوجھ معلوم ہوا، سامری کے کہنے سے آگ میں ڈال دیا، سامری نے بھی اپنا زیور ڈالا، اُس نے ایک بچھڑا نکال کھڑا کیا، بچھڑے کی سی آواز بولتا۔ لوگ فریب میں آ گئے، اور کہنے لگے۔ یہی تو تمہارا معبود ہے، موسیٰؑ کا معبود بھی یہی تھا۔ وہ بھول کر طور پر چلے گئے"۔

موسیٰؑ ہارون کی طرف متوجہ ہوئے۔ فرمایا:۔

"ہارونؑ یہ کیا کیا؟ تمہیں اسی لئے چھوڑا تھا؟ کیوں نہ انہیں روکا"؟

ہارونؑ نے کہا:۔

"روکا، اور بہتیرا کہا۔ نہ مانے، مجھے کمزور سمجھا، کچھ بولتا تو مار ہی ڈالتے"۔

آتشِ غضب تیز ہوئی، موسیٰؑ کے ہاتھ میں تھیں تختیاں، زمین پر پھینکیں اور ہارونؑ پر لپکے، ڈاڑھی پکڑی، جھٹکا دیا، اور سر کے بال کھینچتے ہوئے کہا:

"انہیں گمراہ ہوتے دیکھا، تو کیوں نہ میرے پیچھے چلے آئے۔ کیا تم نے میری عدول حکمی نہیں کی"؟

ہارونؑ نے کہا:۔

ماں جائے بھائی! ڈاڑھی اور سر کے بال نہ پکڑو، دشمنوں کو ہنسنے کا موقع نہ دو۔ اور مجھے ان لوگوں میں سے نہ سمجھو، میں اس بات سے ڈر گیا۔ کہیں تم آ کر یہ نہ کہو۔ کہ قوم میں پھوٹ ڈال دی اور میری بات کا پاس نہ کیا"۔

ہارونؑ کو چھوڑا، سامری کی طرف متوجہ ہوئے، پوچھا:۔

مَا خَطْبُكَ يَا سَامِرِيُّ؟ سامری! یہ تجھے کیا ہوا تھا؟

بولا:۔ "جو میں نے دیکھا کسی نے نہیں دیکھا"۔

"کیا دیکھا؟"

دیکھا کہ جبریلؑ ہیں، گھوڑے پر سوار، گھوڑے کے نقشِ قدم کی مٹی لی، ایک مُٹھی، اُسے ڈھلے

ہوئے بچھڑے میں ڈالا، وہ بھائیں بھائیں کرنے لگا۔ کَذٰلِكَ سَوَّلَتْ لِيْ نَفْسِيْ، بس مجھے اُسوقت ایسی ہی سوجھ گئی ﴿

موسیٰ نے زبانِ نبوت سے فرمایا:۔

"بس دور، زندگی میں تیری یہ سزا کہ عمر بھر کہتا پھر لَامِسَاسَ کوئی مجھے چھونہ جانا، ورنہ دونوں تپ زدہ اور قیامت کے عذاب کا وعدہ الگ، جو کسی طرح نہیں ٹلے گا۔ اور معبود جس پر تو جما بیٹھا ہے۔ جلا کر خاکستر کردیا جائیگا، اور راکھ کو دریا میں بہادیا جائیگا"۔

بچھڑے کو جلا کر خاکستر کیا، راکھ کو دریا میں بہادیا، موسیٰ قوم کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:۔

اِنَّمَآ اِلٰـهُكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ وَسِعَ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ۝

"لوگو! تمہارا اصل معبود تو اللہ ہی ہے، اُس کے سوا کوئی قابلِ عبادت نہیں، اُس کا علم سب چیزوں پر حاوی ہے"۔

اب موسیٰ کا غصہ فرو ہوا تختیوں کو اُٹھایا، اور دُعا کی:۔

رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِاَخِيْ وَاَدْخِلْنَا فِيْ رَحْمَتِكَ ڮ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۝

"پروردگار! مجھے اور میرے بھائی کو بخش دے، ہمیں آغوشِ رحمت میں لے، تو ہی سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے"۔

وحی آئی:۔ اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَيَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَذِلَّةٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُفْتَرِيْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّـيِّاٰتِ ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِهَا وَاٰمَنُوْٓا ۡ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

"بچھڑا بنانیوالوں پر الٰہی غضب نازل ہوگا، عنقریب اور دنیا کی زندگی میں ذلت، ہم افترا پردازوں کو اسی طرح سزا دیا کرتے ہیں، اور جو لوگ گناہ کے مُرتکب ہوئے، پھر توبہ کرلی، ایمان لے آئے، تو تیرا پروردگار بخشنے والا ہے اور مہربان"۔

بچھڑے کے پجاری نادم ہوئے، اور اب سمجھے کہ ہم گمراہی میں پڑ گئے، انہوں نے کہا:۔

لَىِٕنْ لَّمْ يَرْحَمْنَا رَبُّنَا وَيَغْفِرْ لَنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝

"پروردگار ہم پر مہربانی نہ کریگا اور نہ بخشیگا۔ تو ہم ضرور خراب و خستہ ہو جائینگے"۔

موسیٰؑ سے معذرت کی، اور دُعا کی درخواست، کہ ربِّ غفور ہمارے لئے توبہ کا دروازہ کھول دے۔ وہ جو سزا دیگا، قبول کریں گے، ہم سے خطا ہوئی ہے اور زبردست خطا۔ کسی طرح معاف ہو جائے — — موسیٰؑ طور پر گئے، دُعا کی، جو کچھ ارشاد ہوُا۔ آکر قوم سے بیان کیا:۔

بھائیو! بچھڑے کو معبود بنایا، شرک کیا، حیات ابدی کو مٹایا، ظلم کیا، اور بہت بڑا ظلم، خدا رحیم ہے اور کریم، اُس نے توبہ کا دروازہ کھول دیا، صورت یہ ہے۔ ایک دوسرے کو قتل کرے، ہر شخص اپنے قرابتی کو مار ڈالے، بھائی کو بھائی، دوست کو دوست، بیٹا باپ کو اور باپ بیٹے کو، اس حیاتِ مستعار کو مٹائے، خیریت اسی میں ہے، ایسا کروگے خدا معاف کردے گا، وہ بخشنے والا ہے اور مہربان ٭

بنی اسرائیل نے تعمیل کی۔ تین ہزار مرد مارے گئے۔ منظر ہولناک اور رقّت آمیز۔ موسیٰ کا دل بھر آیا ترس کھایا، طور پر گئے، بارگاہ غفران پناہ میں عرض معروض کی، خدا نے معاف کردیا۔

اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝ وہ بڑا معاف کرنیوالا مہربان ہے ٭

شرک دنیا کا سب سے زیادہ بدترین گناہ، سزا ملی، سزا بھی سنگین اور پھر معافی، مگر بنی اسرائیل، ان کی رگ رگ میں سرکشی اور سرتابی، اس لئے وبا آئی، سخت وبا، بیماری میں مبتلا اور سینکڑوں نفوس جان بحق، نجات ملی، تو موسیٰؑ نے تورات کی تختیاں لیں، قوم کے سامنے پیش کیں، احکام سنائے اور عمل کی تلقین کہ یہ دستور ہے دستورِ زندگی، اور قانون ہے قانونِ ہدایت، اسے مضبوط ہاتھوں سے پکڑلو، پابندی سے عمل کرو، ایسا کروگے، فلاح پاؤگے، نہیں تو خیبت وخسران اور ذلّت کی زندگی ٭

قوم نے انکار کیا، اور عمل کی جانب سے بے اعتنائی کا اظہار، موسیٰؑ نے سمجھایا، الٰہی نعمتوں کا ذکر، انقیاد و اطاعت پر لانے کی کوشش —— نہ مانے اور کہا کہ :۔

"اتنے احکام؟ خدا کی پناہ، ہم سے اور ان کی تعمیل، ناممکن"۔

نعمتوں پر نعمتیں اور رحمتوں پر رحمتیں، ادھر سے قصور، خطاؤں پر خطائیں اور نافرمانیاں، اُدھر سے درگزر، معافی اور بخششیں، اس پر بھی سرکشی، گستاخی، شکوے اور شکایت، معاملہ حد سے باہر، حجت پوری، کوہ کو اُٹھایا اور سر پر لا کھڑا کیا۔ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ گویا ایک سائبان ہے، دیکھا، وَظَنُّوْٓا اَنَّهٗ وَاقِعٌۢ بِهِمْ "سمجھے کہ اب گرا"، اُس وقت خدا نے عہد لیا۔ اور فرمایا :۔

خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝

"لو جو ہم نے دیا ہے اُور مضبوطی سے پکڑو، اور جو کچھ اس میں ہے اُسے یاد رکھنا تاکہ پرہیزگار بن جاؤ"——— انکار کیا اور پہاڑ گرا، اور تم کچلے گئے، ریزہ ریزہ، ہڈیوں اور پسلیوں تک کا پتہ نہ لگیگا۔ بولو! مانتے ہو؟ یا اب بھی انکار، ——— آخرکار ماننا پڑا ؛

خدا نے موسیٰ کو حکم دیا، موسیٰ کے حکم پر بنی اسرائیل نے ایک مذبح بنایا، اور اُس کے پتھروں پر تورات لکھی ——— خروج کا دوسرا سال، پہلا مہینہ، خدا نے حکم دیا، موسیٰ نے ایک خیمہ تیار کیا، خیمۂ عبادت ترکیب بتلائی، اتنا لمبا ہو، ایسے درجے ہوں، اور اس قسم کی قنات، اندر صندوق شہادت رکھنے کا کمرہ، قربانی کا مقام، پھر عود سوز اور دوسرے آلات، سنہری اور روپہلی، ایسے؟ اور اتنے؟ ——— اماموں کا تقرر، ان کے لباس کا طرز، خیمے کے محافظ، اور ایک جگہ سے دوسری جگہ اُٹھا کر لے جانیوالا فلاں اسرائیلی گروہ، اور اس گروہ میں سے مخصوص لوگوں کا تعین، یہ سب ساز و سامان اور مناصب خدام تورات کی تفصیلات کے مطابق عمل میں لائے گئے ؛

خیمہ تیار ہو گیا، تمام بنی اسرائیل خیمے پر لائے گئے، ان سے عہد و پیمان لیا گیا :-

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا۔

وہ کیا عہد تھا؟ :-

۱۔ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ ——— اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا۔

۲۔ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ ——— ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنا، رشتہ داروں کے ساتھ، یتیموں اور مسکینوں کیساتھ۔

۳۔ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا۔ لوگوں کیساتھ نرمی اور شیریں کلامی سے پیش آنا

۴۔ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ۔ نماز پڑھتے رہنا۔

۵۔ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ۔ زکوٰۃ دیتے رہنا۔

۶۔ لَا تَسْفِكُوْنَ دِمَآءَكُمْ۔ آپس میں خونریزی نہ کرنا۔

۷۔ وَلَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ۔ اپنے لوگوں کو جلا وطن نہ کرنا ؛

بنی اسرائیل نے قسمیں کھائیں، اور احکام الٰہی پر کاربند ہونے کا اقرار کیا ——— یہی وہ خیمہ ہے جس کی عید عیدِ خیمہ کے نام سے منائی جانے لگی ؛

دوسرے سال کا دوسرا مہینہ، مہینے کی بیسویں تاریخ، ایک بدلی سکینِ شہادت سے اٹھی، بنی اسرائیل نے بیابانِ سینا سے کوچ کیا، کوہ سینا سے تین دن کی راہ، دشت فاران میں قیام بدلی ٹھہر گئی، ڈیرے لگائے گئے، خیمۂ عبادت نصب، اور کئی لاکھ کی اس جمعیت سے جنگل میں منگل ——— اسرائیلیوں نے اپنے اپنے خیموں میں رونا شروع کیا، اور لگے موسیٰ سے جھگڑنے :-

"مصر سے نکالا، دشتِ پُرخار میں لاکے ڈالا، جہاں منّ وسلویٰ کے سوا اور کچھ کھانے کو نہیں، مصر میں رہتے تھے، طرح طرح کی چیزیں کھانے کو تھیں، قسم قسم کی چیزیں پینے کو، وہ مچھلی یاد آتی ہے مصر کی مچھلی کھاتے تھے اور مفت، کھیرے، خربوزے، گندنا، پیاز اور لہسن، گیہوں کی روٹیاں، سبزیاں اور ترکاریاں یٰمُوْسٰى لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ موسیٰ روز کے روز ایک ہی کھانا، ہم سے نہیں رہا جاتا۔ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ دعا کیجئے دُعا، موسیٰ اپنے پروردگار سے دعا يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ زمین سے اُگنے والی چیزیں پیدا کرے، مِنْۢ بَقْلِهَا وَقِثَّآئِهَا وَفُوْمِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا ترکاری، ککڑی، گیہوں، مسور اور پیاز "۔

فرمایا - اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِيْ هُوَ اَدْنٰى بِالَّذِيْ هُوَ خَيْرٌ

"ارے یہ کیا؟ ——— بہتر کھانوں کے بدلے گھٹیا کھانے مانگتے ہو؟"

موسیٰ کو غصّہ آیا، غمگین بھی ہوئے، تنگ، بجنگ، خدا سے شکایت، قسمت کا گلہ، عرض کیا :-

"خدا! کیوں مجھے دُکھ دے رہا ہے، یہ سب میرے پیٹ میں پڑے تھے؟ یا میں ان کا باپ ہوں؟ پھر ان کا بوجھ، اتنے ساروں کا؟ مجھ پر؟ مجھ اکیلے پر، تو نے مجھ پر کیوں نہ مہربانی کی"۔

فرمایا - موسیٰ گھبراؤ نہیں، ان سے کہدو :-

"آگے چلو، آگے، اِهْبِطُوْا مِصْرًا فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُمْ کسی شہر میں اُترو، جو مانگتے ہو ملیگا، اور کل کو تو تمہیں گوشت مل ہی جائیگا"۔

ہوا چلی، تُند اور تیز، دریا سے بٹیریں اُڑا لائی، اتنی کہ خیموں کے اردگرد ڈھیر لگ گیا، پکڑیں، ذبح کیں، گوشت پکایا اور کھایا ——— کھا رہے تھے کہ خدا کا غصہ بھڑکا، مری پڑی، اور بیشمار اسرائیلی مر گئے - دفنائے گئے تو ایک قبرستان بس گیا اسی لئے اس جگہ کا نام قبرات التہاوہ رکھا گیا، یہاں سے کوچ کیا، حصیرات میں آئے، ——— موسیٰ نے ایک حبشی عورت لی تھی، بنی اسرائیل نے یہاں سازش کی

موسیٰؑ کی بہن مریم اس میں شریک، موسیٰؑ کو الزام لگایا، بدلی نمودار ہوئی، شانِ جلالی کا ظہور، اور مریم برص کے مرض میں مبتلا۔ خدا نے موسیٰؑ کی برأت کی اور فرمایا:۔

وَكَانَ عِندَ اللّٰهِ وَجِيهًا ۝ موسیٰؑ تو اللہ کے نزدیک عزت دار ہے۔

منّ و سلویٰ کی روزی اور بے مشقت، یہ خدا کا انعام، زبردست اور معجز نما، لیکن انسان عالم امکان کا فرد کامل، تقاضائے بشریت سے مجبور، ایک وضع اور ایک حالت پر قیام ناممکن، بنی اسرائیل ایک قسم کی غذا کھاتے کھاتے اکتا گئے۔ روز کے شکوے، اور ہر وقت کے گلے، خدا کا فرمان واجب الاذعان، اِهْبِطُوا مِصْرًا فَإِنَّ لَكُم مَّا سَأَلْتُمْ کسی شہر میں اُترو، کسی بستی میں جاکر رہو، جو مانگو گے ملیگا، جو چاہو گے کھاؤ گے، مقصد شام و فلسطین میں پہنچانا، سرزمین کنعان کا مالک بنانا، وَأَوْرَثْنَاهَا بَنِي إِسْرَائِيلَ مصر جیسے باغات، نہر جیسے چشمے، خزانے اور عمدہ عمدہ مقامات، یہ شام و فلسطین کی سرزمین میں ہیں، اور کنعان کے ملک میں بنی اسرائیل کے لیئے اسی ملک کی حکومت کا وعدہ، اور اس وعدے کے پورا ہونے کا اب وقت، خدا نے فرمایا:۔

موسیٰؑ! بنی اسرائیل کے بارہ اسباط ہیں، یعنی بارہ قبائل، ہر قبیلے کا ایک سردار، لو، ان بارہ سرداروں کو سرزمین کنعان میں بھیجو، جائیں، جاکر حالات دریافت کریں۔ وہاں کے لوگوں کے بل اور قوت کی تفتیش کریں۔ اور واپس آکر بنی اسرائیل کو بتائیں۔"

موسیٰؑ نے تعمیل کی، ہر قبیلے سے ایک ایک سردار لیا، اُن کو نقیب اور جاسوس بنا کر بھیجا:۔

۱۔ روبن کے قبیلے سے سموع بن زکور کو لیا۔
۲۔ شمعون کے قبیلے سے سفت بن جوری کو۔
۳۔ یہودا سے کالب بن یفنہ۔
۴۔ شکار سے اجال بن یوسف
۵۔ فرائیم سے ہوسیعہ بن نون۔ ان کا نام یوشع رکھا۔
۶۔ بنیامین سے فلتی بن رفو۔
۷۔ زبلون سے جدی ایل بن سودی۔
۸۔ دان سے عمی ایل بن جملی۔

۹۔ آشر سے ستور بن میکائیل۔
۱۰۔ نفتالی سے نجبی بن دفسی۔
۱۱۔ جد سے جوایل بن ماکی۔
۱۲۔ یوسف یعنی منسی سے جدی بن سوسی۔

وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيبًا ط — ہمنے انہی میں کے بارہ سردار ان پر مامور فرمائے

یہ اُدھر گئے، یہاں موسیٰؑ کو وحی آئی :-

إِنِّي مَعَكُمْ ط لَئِنْ أَقَمْتُمُ الصَّلَوٰةَ وَآتَيْتُمُ الزَّكَوٰةَ وَآمَنْتُمْ بِرُسُلِي وَعَزَّرْتُمُوهُمْ وَأَقْرَضْتُمُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا لَأُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَلَأُدْخِلَنَّكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ج فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَٰلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ ۝

میں تمہارے ساتھ ہوں اگر نماز پڑھتے رہے زکوٰۃ دیتے رہے، پیغمبروں پر ایمان لاتے رہے، اُن کی مدد کرتے رہے۔ اور ضرورت پڑنے پر خوشدلی سے خدا کو قرض دیتے رہے۔ تو گناہوں کو تمہارے دور کردونگا، اور بہشت کے اُن باغوں میں داخل کرونگا۔ جنکے نیچے نہریں بہ رہی ہونگی۔ اسکے بعد بھی تم میں سے کسی نے انحراف کیا، سمجھ لو کہ وہ بھٹک گیا اور سیدھے راستے سے ہٹ گیا ۔

دشتِ فاران سے کُوچ کرکے سرزمین کنعان میں داخل ہوئے، جبرون تک پہنچے، دیکھا، ملک ہے سبز و شاداب، ہرا بھرا، جگہ جگہ باغ، میووں سے لدے ہوئے درخت، ہر قسم کے میوے اور رنگ برنگ کے پھل، سبزی لہلہا رہی، ہریاول بہار دے رہی۔ جس طرف کو نگاہیں اُٹھ جاتیں، آنکھوں میں تازگی آجاتی۔ دل میں سرور، طبیعت میں امنگ، امنگوں میں اٹھان، ـــــــ باشندے، بنی اعناق، عموری، عمالیق، حتی اور یبوسی، اُونچی اُونچی گردنوں والے، بڑے بڑے قدآور، اور بہادر، ـــــــ چالیس دن کے بعد واپسی ہوئی، آئے، کچھ انگور اور میوے ساتھ لائے، کالب اور یوشع کے سوا دس کے دس نے بنی اسرائیل کو خوف و ہراس میں ڈال دیا، بیان کیا، اور ایسے انداز سے کہ دل دہل گئے، اور تشویش پیدا ۔

فاران کا جنگل، بنی اسرائیل کی سرکش قوم، قوم کے سامنے موسیٰؑ کھڑے ہیں اور سمجھا رہے ہیں :-
"لوگو! بھول گئے؟ خدا کی نعمتوں کو ـــــــ یاد کرو۔ اور سوچو، تم میں کتنے نبی پیدا ہوئے؟ صرف تمہاری

قوم میں ابراہیمؑ، اسحٰقؑ، اسمٰعیلؑ، یعقوبؑ، یوسفؑ، موسٰےؑ، ہارونؑ اور کوہ طور پر جانے والے ستر آدمی —— یاد کرو مصر کی زندگی کو، غلامی کی زندگی، ذلت و بے حیائی کی زندگی، تم فرعونیوں کے غلام نہ تھے؟ قبطیوں کی دستبرد کا شکار؟ یہ کوئی زندگی تھی؟ قید و بند کی زندگی، مشقت و مصیبت کی زندگی، خدا نے تمہیں نجات دی۔ ظالم کے ہاتھوں سے اور خون بھرے پنجوں سے، اب تم آزاد ہو، عزت کا مرنا اور عزت کا جینا۔ اور، وہ وقت آنیوالا ہے۔ جب تم بادشاہ ہوگے، ملک کی حکومت تمہارے ہاتھ میں ہوگی۔ پھر دیکھو تمہیں کیسی کیسی چیزیں ملیں، کیسے کیسے انعامات، قلزم جیسا دریا اور اس میں خشک راستہ، پاؤں تک ڈوبا نہیں تم پار، فرعون اور فرعونی غرق اور داخل فی النار، —— جنگل بیابان میں آئے، پیاسے تھے اور جاں بلب، پتھر سے پانی پھوٹا اور ہر قبیلے کے لئے الگ الگ بارہ چشمے، سائے کے لئے ابر کا سائبان، کھانے کو منّ و سلوٰی، یہ احسان، اور یہ انعام بتاؤ کس پر کئے گئے :-

اٰتٰىكُمْ مَّا لَمْ يُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ o

"تمہیں وہ کچھ دیا۔ کہ دنیا جہان میں کسی کو بھی نہیں دیا"

اب اُٹھو، کوچ کی تیاری کرو، چلو اور خاک پاک فلسطین میں داخل ہوجاؤ۔ اللہ نے اس ملک کو تمہارے لئے لکھ دیا ہے۔ شیریں میوے، میٹھے اور سرد پانی کے چشمے، بڑی برکت والی زمین —— مصر مصر نہ پکارو، اب وہاں جانے کا نام بھی نہ لو۔ وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ۔ پیٹھ نہ پھیرو، ورنہ خائب و خاسر ہوگے، اور یاس و حرمان کے ساتھ واپس ہونا پڑیگا۔

قوم نے جواب دیا :-

"وہاں تو بڑے زبردست لوگ ہیں، بڑے زور آور، جب تک وہ ہیں ہم نہ جائیں گے۔ ہرگز بھی نہیں، وہ نکلے اور ہم داخل"

بنی اسرائیل رونے، چیخ چیخ کر روئے، اور رات بھر رویا کئے، موسٰےؑ اور ہارونؑ کے آگے گڑگڑایا کئے۔ وہ کہتے —— خداوندا! ہمیں کس لئے یہاں لایا۔ کاش ہم مصر میں مرجاتے، —— اُنہوں نے ایک دوسرے سے کہا:- "آؤ! اپنا ایک سردار بنالیں، اور مصر کو واپس لوٹ جائیں"۔

موسٰیؑ اور ہارونؑ نے ان کا یہ ارادہ دیکھا۔ تو زمین پر گر پڑے، اوندھے منہ اور سب کے سامنے، بارہ سردار جو جاسوس بنا کر بھیجے گئے تھے، اُن میں کالب اور یشوع بھی تھے، دونوں خدا ترس، اُنہوں نے

اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے، اور بنی اسرائیل کی جماعت سے کہا:-

شام و فلسطین کی سرزمین جہاں ہم جاسوسی کے لیئے گئے، خوب زمین ہے، ہری بھری، زرخیز اور پھل پھلاری سے لدی ہوئی، ہم سے خدا راضی ہے تو وہاں لے جائیگا، ———— بھائیو! بغاوت؟ اور خدا سے بغاوت؟ ڈرو! اُس کے جلال سے ڈرو! جلالی عتاب سے ڈرو! خوف کھاتے ہو؟ وہاں کے لوگوں سے خوف کھاتے ہو؟ ان کا وقار تو اُن سے جاچکا، چلو! اُدْخُلُوْا عَلَيْهِمُ الْبَابَ ج دروازے کی جانب سے داخل ہو، اور حملہ کردو، فَإِذَا دَخَلْتُمُوْهُ فَإِنَّكُمْ غٰلِبُوْنَ داخل ہوئے، اور غالب فَتَوَكَّلُوْٓا إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ٥ ایماندار ہو تو خدا پر بھروسہ رکھو، ڈرو نہیں *

جواب دیا ہے" موسیٰ! جب تک وہ لوگ وہاں ہیں، ہم تو جائیں گے نہیں. ہرگز ہرگز، فَاذْهَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ، تم جاؤ اور تمہارا پروردگار، فَقَاتِلَآ إِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ٥ جاؤ اور لڑو، ہم تو یہیں بیٹھے ہیں"* (باقی)

رہنماءِ ابرار

مصنفہ حضرت مولینا صوفی حاجی محمد عبدالغفور صاحب نقشبندی مجددی کلکتوی - اس رسالہ میں طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کو نہایت صحت و بسط کیساتھ بیان کیا گیا ہے. فنِ تصوف میں یہ رسالہ نہایت مختصر و جامع ہے - مبتدی و منتہی دونوں اس کی رہنمائی میں منزلِ مقصود تک پہنچ سکتے ہیں - اس زمانہ میں جب کہ ہر چہار طرف کفر و شرک کی زہریلی ہوائیں اور دہریت و الحاد کے جراثیم ملّتِ اسلامیہ کے جسم میں نفوذ کر رہے ہیں - ایسے وقت میں رہنماءِ ابرار کا مطالعہ نہایت مفید ہے اس کے محاسن کا اندازہ اسی وقت بخوبی ہو سکتا ہے - جبکہ اس کا مطالعہ کیا جائے - بلا خوفِ تردید آپ کہہ اُٹھیں گے کہ مصنف نے سمندر کو کوزہ میں بند کر دیا ہے - حجم ۲۴۰ صفحات - قیمت دو روپے (عمر)

ملنے کا پتہ

پیکو لمیٹڈ ناشرانِ قرآن مجید واسلامی مطبوعات **بیرون موچی دروازہ لاہور**

سرکارِ رسالتمآب کے حضور میں

(از جناب قاضی محمدؐ دلیر صاحب ظہیر نیاز بیگی)

بخشش کہاں ہے صاحبِ قرآں ترے بغیر — روشن نہیں ہے مشعلِ ایماں ترے بغیر
لاریب ہر بشر نے یہ تسلیم کر لیا — انساں کبھی نہ بن سکا انساں ترے بغیر
مانا بہت ہیں قوم میں دانا و رہنما — گھر اب ہے پھر بھی قوم کا ویراں ترے بغیر
کر ایک بار رحمتِ عالم نظر ادھر — ہوگی نہ دُور سختیٔ دَوراں ترے بغیر
دیکھ آج اپنے ماننے والوں کا حالِ زار — دُنیا میں پھر رہے ہیں جو حیراں ترے بغیر
گو لاکھ کوششیں کریں ہم اپنے واسطے — ہوں گی مگر نہ مُشکلیں آساں ترے بغیر
کیا دیر ہے برسنے میں ابرِ کرم بتا — دھوئیگا کون دامنِ عصیاں ترے بغیر
مَیں ہُوں وہ رُو سیاہ کہ محشر میں میرے پاس — کوئی نہیں نجات کا ساماں ترے بغیر

ہاں اس ظہیرِ مجرم و محتاج کا کوئی
ہے یاں ترے بغیر نہ کل واں ترے بغیر

ایثار

از جناب محمد دین صاحب کلیم دلیل پوری

ایثار ایک عربی مصدر ہے۔ بروزنِ افعال۔ اس کے یہ معانی ہیں۔ کہ اپنے اغراض و مقاصد کو بالائے طاق رکھ کر دوسروں کی ضروریات کو پورا کرنے کی کوشش کرتے رہنا۔ اور یہی اسلام کی مابہ الامتیاز خصوصیات میں سے ایک خصوصیت ہے۔ سرورِ کائنات فخرِ موجودات حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی اہلِ اسلام کے واسطے ایک مجسمۂ تعلیم ہے۔ آپ کی چہیتی اور محبوب دُختر حضرت خاتونِ جنت فاطمۃ الزہرا کی عُسرت و تنگدستی کا یہ عالم تھا۔ کہ آپ کے مقدس اور نازک ہاتھوں میں چکی پیستے پیستے ورم پڑ گئے تھے۔ اور کنوئیں سے پانی بھرنے سے مشک سے سینۂ مبارک پر نیل پڑ گئے تھے۔ اس تکلیف سے تنگ آکر ایکدفعہ آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ خود تو شرم و حیا سے عرض نہ کرسکیں۔ جناب امیر کرم اللہ وجہ نے آپکی جانب سے عرض کی۔ کہ فلاں غزوہ سے جو کنیزیں آئی ہیں اُن میں سے ایک کنیز عطا کی جائے۔ آپ نے فرمایا۔ ابھی تک اصحابِ صُفہ کا بھی انتظام نہیں ہوسکا۔ جب تک اُن کا بندوبست نہ کرلوں۔ دوسری طرف توجہ مبذول نہیں کرسکتا۔ ایک اَور روایت ہے۔ کہ خود خاتونِ جنت نے اپنی تکلیف کا ذکر کرکے ایک لونڈی ملنے کی درخواست کی۔ جس پر آپ نے ارشاد فرمایا۔ کہ بدر کے یتیم تم سے پہلے درخواست کر چکے ہیں ؛

اوراقِ سیرت آپ کی پدرانہ محبت و شفقت کے شاہد ہیں شمس العلماء مولٰینا شبلی نعمانی سیرۃ النبیؐ میں رقمطراز ہیں۔ کہ آنحضرتؐ کو اولاد سے بے انتہا محبت تھی۔ اور خصوصًا حضرت فاطمۃ آپکو اس قدر عزیز تھیں کہ جب آتیں۔ تو آپ فرطِ محبت سے کھڑے ہو جاتے۔ پیشانی سیمیں پر بوسہ دیتے۔ اور اپنی جگہ پر بٹھاتے مگر یہ محبت و شیفتگی بھی آپ کی غربا پروری کے جذبہ پر حاوی نہ ہوسکی۔ اللہ تعالےٰ نے آپ میں ایثار کا مادہ کچھ اس طرح کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ کہ جب آپ کسی مفلس و محتاج کو دیکھ لیتے۔ تو آپ کے چہرۂ مبارک کا رنگ فرطِ جذبات سے متغیر ہونے لگتا کسی کی غریبانہ حیثیت دیکھ کر تڑپ اُٹھتے ؛

مصیبت بُری بلا ہے۔ جب کسی پر ادبار کی گھٹائیں چھا جاتی ہیں۔ تو یگانے بیگانے ہو جاتے ہیں۔ بلکہ کسی شاعر نے تو یہاں تک کہہ دیا ہے۔ کہ مصیبت کے وقت انسان کا سایہ بھی اس کا ساتھ چھ

دیتا ہے۔ جوانمرد وہی سمجھا جاتا ہے جو مصیبت میں کام آئے۔ ہجرت سے قبل آنحضرتؐ اور آپکے رفقاء پر کفار نے وہ مظالم و شدائد روا رکھے۔ جن کے محض اعادہ ہی سے کلیجہ شق ہونے لگتا ہے۔ جنگِ اُحد میں دشمنوں نے آپکے ساتھ کیا کیا سختی نہ کی۔ تیر چلائے۔ پتھر پھینکے۔ تلواریں چلائیں۔ دندانِ مبارک شہید کر دئے گئے۔ جبینِ اقدس کو خون سے آلودہ کر دیا گیا۔ مگر آپ نے دُعا کی تو یہ کہ "خدایا انہیں معاف کرنا۔ کہ یہ نادان ہیں"۔ قریش نے آپ کو ایک دو ماہ نہیں کامل تین برس تک محصور رکھا۔ اور اس طرح کہ آپ کے پاس اناج کا ایک دانہ تک نہ پہنچ سکتا تھا۔ جب بچوں کے رونے کی کانوں میں صدائیں آتیں۔ تو کفار انتہائی شقاوتِ قلبی سے ہنستے اور خوش ہوتے۔ لیکن جب اسی مکہ معظمہ میں قحط کی بلا اپنی ہولناک صورت میں نازل ہوتی ہے۔ اور لوگ مردار کھانے پر اُتر آتے ہیں۔ تو ابوسفیان خدمتِ اقدس میں حاضر ہوتا ہے۔ اور التجا کرتا ہے کہ "محمدؐ تیری قوم ہلاک ہو رہی ہے۔ خدا سے دُعا کر کہ مُصیبت دور ہو" آپ نے ذرہ بھر تامل نہ کیا۔ اور بلاعذر دُعا کے لئے ہاتھ اُٹھائے۔ اور انہیں مصیبت سے نجات مل گئی۔ شانِ کرم ملاحظہ ہو۔ کہ آپ کے قلبِ مبارک میں دنیا کے رہنے سہنے والوں کے لئے کتنا درد پنہاں تھا۔ اور یہی وہ جذبہ ہے جس سے اوراقِ سیرت مثلِ مہرِ نیمروز درخشاں ہیں ؂

سنہ ۳ھ میں بنو نضیر میں سے ایک یہودی مخریق نامی نے اپنے سات خوشنما باغات مثیب۔ سافقہ دلال حسبنی۔ برقہ۔ اعواف مشربہ ام ابراہیم۔ انتقال کرتے وقت آنحضرتؐ کو ہبہ کر دئے تھے۔ مگر آپ نے سب کو فی سبیل اللہ وقف کر دیا تھا۔ قبائل ثقیف و ہوازن نے نہایت شاندار تیاریوں کے بعد آپ سے ایک فیصلہ کن جنگ لڑنے کا عزم بالجزم کر لیا۔ بنی ہلال و بنو نضیر بھی عین موقع پر اُن کیساتھ مل گئے۔ گھمسان کا رن پڑا۔ نازک وقت تھا۔ مگر آپ کے رفقاء اس بے جگری سے لڑے۔ کہ میدان ان کے ہاتھ رہا۔ اور اُن کے چھ ہزار زن و مرد گرفتار ہوئے۔ وہی لوگ جنہوں نے آپ پر پتھر برسائے تھے اور پائے مبارک لہولہان کر دئے تھے۔ دعوتِ اسلام کا جواب تیر و تفنگ اور سنگباری سے دیتے تھے۔ کہ آپ کی آنکھوں کے سامنے آپ کے جانثاروں کی لاشیں تڑپنے لگتی ہیں۔ اور ایک کے بعد دوسرا گرا چلا جاتا تھا۔ آج وہی آپ کے ایک اشارے کے منتظر ہیں۔ مگر ابرِکرم برسانیوالے آقا نے سب کی رہائی کا پروانہ لکھ دیا۔ اس کا اثر جو سوامی پرکاشند یوجی پر ہوا۔ وہ ان کی اپنی تصنیف سوانح حیات حضرت محمدؐ سے ظاہر ہوتا ہے۔ لکھتے ہیں:-

"چند منٹ کے اندر اندر چھ ہزار عورتیں و مرد غلامی سے آزاد کر دئے گئے، اور کسی نے یہ وہم تک نہ کیا۔

کہ یہ مسلمان نہیں۔ ہم ان پر کیوں مہربانی کریں۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ یہ رحم و مروت کا معاملہ تھا۔ نیک اور قابلِ تعریف کام تھا۔ اور اسلام ایسی خیرات میں مسلم اور غیر مسلم کی کوئی تمیز پسند نہیں کرتا ۔

وہی مکہ معظمہ جس کے در و دیوار آپ کی توہین و تذلیل پر نعل در آتش بنے ہوئے تھے۔ وہی سرزمین جس میں کامل تیرہ برس تک آپ کے رفقا پر ظلم و ستم کے سیلاب اُمنڈتے رہے۔ جہاں کے باشندوں نے خونخوار بھیڑیے بن کر آپ کو چیر پھاڑ کر رکھدینے میں کوئی کسر نہ اُٹھا رکھی۔ وطن سے بے وطن کر دیا عیش و آرام حرام ہوگیا۔ یہاں تک کہ زندگی کے لالے پڑ گئے۔ قریش کا طیش و غضب ہر طرف سے سمٹ سمٹ کر ان پر ٹوٹتا رہتا تھا۔ ابوجہل و امیہ بن خلف و عتبہ و عاص بن وائل کے مظالم سے کوہسار بھی تھرا اُٹھتے تھے۔ مسلمانوں کو تپتی ریت پر لٹایا جاتا تھا۔ اور اوپر بھاری پتھر رکھدیا جاتا تھا۔ لوہے سے داغا جاتا۔ حضرت بلالؓ کو امیہ بن خلف دوپہر کے وقت جلتی ریت پر لٹاتا اور پتھر کی چٹان سینہ پر رکھدیتا۔ اور کہتا کہ اسلام سے باز آ۔ ورنہ یونہی گھٹ گھٹ کر مر جائیگا۔ جب اس پر بھی لغزش نہ ہوتی۔ تو گلے میں رسّی باندھکر لڑکوں کے حوالے کردیتا۔ اور وہ گلیوں بازاروں میں گھسیٹتے پھرتے۔ حضرت عمارؓ کو اسقدر مار پڑتی تھی۔ کہ آپ بیہوش ہو جاتے تھے۔ حضرت سمیہؓ آپ کی والدہ کو اسلام لانے کے جرم میں ابوجہل نے برچھی مار کر ہلاک کر دیا تھا۔ حضرت یاسرؓ آپکے والد کو بھی اسی طرح ہلاک کر دیا گیا۔ حضرت صہیبؓ رومی کیساتھ بھی انتہائی ظلم و ستم روا رکھا۔ حضرت خبابؓ بن ارت کو جلتے کوئلے زمین پر بچھا کر لٹاتے۔ ایک آدمی چھاتی پر کھڑا ہو جاتا۔ یہاں تک کہ کوئلے نیچے ٹھنڈے ہو جاتے۔ حضرت ابو فکیہؓ صفوان بن امیہ کے غلام تھے۔ ایکدفعہ اُن کے سینے پر اتنا بھاری پتھر رکھا کہ زبان باہر نکل پڑی۔ حضرت لبینہؓ (کنیز حضرت عمرؓ) کو حضرت عمرؓ مارتے مارتے تھک جاتے۔ نہدیہؓ۔ زنیرہؓ اور ام عبیسؓ بھی کنیزیں تھیں۔ اُن کے ساتھ بھی وحشیانہ سلوک روا رکھا گیا۔ حضرت خبابؓ کو کفار نیزوں کی انیاں چبھو چبھو کر کہتے تھے کہ محمدؐ کی بُرائی کرو۔ مگر عشق محمدی میں سرشار رہنے والے پھانسی پر لٹک گئے۔ مگر احدٌ احدٌ کے سوا دُوسرا لفظ زبان سے بھی نہ نکالا۔ کیا دُنیا کی کوئی قوم اتنے مظالم و مصائب اُٹھا کر اپنے حریف کے واسطے اعلانِ عفو کر سکتی ہے۔ ہرگز نہیں۔ سلاطین اور سلطنتیں آج بھی موجود ہیں۔ نہ دشمنوں کی کمی۔ مگر کبھی دیکھا ہے۔ کہ کسی نے اپنے دشمن کو بخشا ہو۔ تاریخ عالم اُٹھائیے اور ذرا ورق گردانی کرتے جائیے۔ نمرودِ اعظم اور ٹیٹس کی تباہ کاریوں اور مذہبی جلادیوں کی عبرتناک داستانیں بیت المقدس کی دیواروں سے پُوچھو۔ عیسائیوں نے ہسپانیہ اور حروب صلیبیہ میں اپنی وحشت و بربریت اور مذہبی درندگی کا خوفناک مظاہرہ کیا تھا۔ کہ شاید چنگیز و تمرلنگ کی ہڈیاں بھی اپنی

قبروں کے اندر حرکت میں آگئی ہوں گی ۔

ہندوستان میں بدھ برسرِ اقتدار ہوئے تو انہوں نے شمشیر میان سے نکال لی۔ اور جب شری شنکر اچاریہ اُٹھے۔ تو اُنہوں نے بدھ مذہب والوں کو نیزوں پر چڑھایا۔ جون آف آرک کو زندہ آگ میں جھونک دیا جاتا ہے۔ راجپوتانہ میں سات ہزار جینیوں کی کھالیں بیک وقت کھچوائی گئیں۔ فرانس نے ایک معمولی بات پر دمشق پر کامل ۵۶ گھنٹے گولا باری کی تھی۔ ہوائی جہازوں سے گولہ باری کر کے مخالفین کو نیست و نابود کر دیا جاتا ہے۔ قبروں سے ہڈیاں تک نکلوا کر پسوا دی جاتی ہیں۔ اس وقت نہ کوئی رحم کا مقتضی ہوتا۔ اور نہ کوئی اخلاق کو پوچھتا۔

دیکھئے کفار نے ستم رانی کی انتہائی منزل طے کر لی تھی۔ انکو کیا معلوم تھا۔ کہ یہی لوگ جن پر آج ہم مظالم و مصائب توڑ رہے ہیں۔ کل ہم ہی پر مسلّط ہوں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ وہ وقت بھی آیا۔ کہ آنحضرت کے غلاموں نے مکہ معظمہ فتح کر لیا۔ کیا آپ ان لوگوں کی حالت کا اندازہ کر سکتے ہیں جنہوں نے آپ پر سختیاں کی تھیں۔ کیا مکّہ کے بازاروں میں کفّار کے خون کی ندیاں نہ بہا دی جاتیں ؟ کیا انکو قتل کر کے اُن کی لاشیں چیل کوّوں کی ضیافت کے لئے میدان میں نہ ڈلوا دی جاتیں ؟ کیا اُن کے مکانات و معابد میں شعلے بلند نہ کر دئے جاتے ؟ کیا انکو خندق کھود کر زندہ دفن نہ کر دیا جاتا ؟ کیا وہ عفو کے قابل تھے ؟ ہرگز نہیں۔ دیکھو۔ سُنو۔ اور کان کھول کر سُنو۔ شرق و غرب پہ ابر کرم برسانے والے۔ گرتے ہوؤں کو تھامنے والے۔ مہبط روح الامین۔ رحمۃ للعالمین۔ مکہ کے یتیم حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے مکہ کی گلیوں اور بازاروں میں یہ اعلان ہو رہا ہے۔ کہ "آج کے دن جو شخص حرم محترم میں آجائیگا۔ اس کو امان دی جائے گی"۔ مکہ معظمہ میں داخل ہوتے ہیں۔ پیغمبرانہ داخلہ تھا۔ مستورات گھروں میں دم بخود دبکی بیٹھی تھیں۔ بچے ماؤں کی گودوں میں سہمے ہوئے تھے۔ سردارانِ قریش کے دل لرز رہے تھے۔ باوجود عفوِ عام کے اعلان کے لوگوں کے دلوں پر دہشت طاری تھی۔ ایک شخص بید لرزاں کی طرح کانپتا ہوا نظر آیا۔ فرمایا "کس سے ڈرتے ہو ؟ کیوں ڈرتے ہو ؟ میں اور کوئی نہیں۔ وہی محمدؐ جس کی ماں سوکھا گوشت کھایا کرتی تھی"۔

آج تہذیب و مدنیت کا دور دورہ ہے۔ خطاکاروں کو پکڑ کر واصل جہنم کرنیوالے آج بھی موجود ہیں۔ مگر کیا اس روشنی کے زمانے میں کوئی اپنے دُشمن کو درگذر کر سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ خون کے ایک ایک قطرے کا جو زمین پر ٹپکا ہے۔ وزن کیا جاتا ہے۔ یہ رسول کریمؐ کے ایثار کا ہی نتیجہ تھا۔ کہ تیس پینتیس سال کے قلیل عرصے میں اسلام دُنیا کے گوشے گوشے میں پہنچ گیا۔

الغرض آنحضرت کا ایثار یگانے اور بیگانے پر ایک جیسا تھا۔ خلفائے راشدین نے بھی اسی طرح اپنا عیش و آرام حرام کر دیا تھا۔ ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ شہر عرو میں ایک مسجد کو آگ لگ گئی۔ مسلمانوں نے خیال کیا کہ یہ نصاریٰ کی کارستانی ہے۔ چنانچہ اسی غصہ میں انہوں نے اُن کے مکانات ڈھا کر نذرِ آتش کر دیں۔ بادشاہ وقت نے ایک جماعتِ عاملہ کو گرفتار کر لیا۔ اور چند پرچیاں لکھ کر ہر ایک کے ہاتھ میں ایک ایک دیدی جس پر اُس کی سزا مرقوم تھی۔ مثلاً قتل۔ ہاتھ کاٹ دینا۔ کوڑے لگانا وغیرہ وغیرہ۔ ایک شخص کے پاس ایک ایسی پرچی آئی جس پر سزائے موت رقم تھی۔ چنانچہ اُس نے اپنے ساتھ والے کو کہا۔ کہ یہ سزا مجھے دوبھر معلوم نہ ہوتی۔ اگر میری والدہ زندہ نہ ہوتی۔ دوسرے نے جواب دیا۔ میری پرچی پر کوڑے لگائے جانے کی سزا ہے۔ تم مجھ سے پرچی تبدیل کر لو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ اور وہ شخص ایک مسلم بھائی کے واسطے قربانی کی بھینٹ چڑھ گیا ؎

ایثار کی ایک اَور بے عدیل منظوم مثال ہدیۂ قارئین ہے ؎

کہتے ہیں چند حاجی تھے یثرب کو جا رہے — پڑھ کر درود پاک اُٹھاتے ہر ایک گام
دشتِ عرب میں کہتے ہیں پانی ہے دیریاب — وُہ چند دنوں سے اسلئے تھے مائلِ صیام
وہ گرمیٔ عرب کہ کہیں جس سے الامان — اور اس پہ طرہ یہ کہ سارے تھے تشنہ کام
جب آفتاب آگیا نصف النہار پر — وہ شدتِ پیاس کہ دوبھر ہوا کلام
ناگاہ غیب سے وہاں اک آگیا سروش — تھا ہاتھ میں لئے ہوئے پانی کا ایک جام
رُوئے امید دیکھکر مُردوں میں جان پڑی — جب اس سروش نے وہاں آکر کیا سلام
پانی جو ایک کو دیا تو اُس نے یُوں کہا — بھائی ہوں تشنہ کام تو مجھ پہ بھی ہے حرام
جب دوسرے کو جام کیا پیشکش تو یوں — اُس نے کہا اُسے کہ اے خضرِ خجستہ کام
دے دیجئے یہ جام مرے بھائی کو اگر — اس سے زیادہ اَور میں کیا ہونگا شاد کام
پھر تیسرے نے کہدیا چوتھے کو دیجئے — اس طرح ایک دَور نے جب پایا اختتام
دورِ دوم کا ہوگیا آغاز جب کہ پھر — دیکھا تو پہلا سوگیا پی کر فنا کا جام
اگلے کی باری آئی تو اُسکا بھی تھا یہ حال — اس طرح کام سب کا ہوُا آخرش تمام
ایثار کی یہ مثل عدیم النظیر ہے — اسلاف اپنے بیکر اُلفت تھے لا کلام

ایثار کی کیسی عدیم النظیر مثال ہے۔ اسلامی تاریخ کا صفحہ صفحہ ایسے واقعات سے مثالِ بدرِ منیر ضوفشاں ہے جس کے آگے آفتاب عالمتاب نمانۂ ظلمت ہے۔ اسی ایثار کی وجہ سے اسلامی شیر بپھر بپھر کر کسریٰ و قیصر کی گوسفندوں کو لقمۂ تر بنا رہے تھے کس طرح اسلام کے مایۂ ناز فرزندوں نے پہاڑوں کو پرکاہ سمجھ کر اڑا دیا؟ کس طرح درویش جہانبانوں سے ٹکرا گئے؟ کس طرح رومۃ الکبریٰ کی عظیم الشان حکومت عرب کے چند بے تربیت یافتہ اونٹ چرانے والوں سے پاش پاش ہوگئی؟ کس طرح صحرائے اعظم افریقہ میں اسکی پکار بلند ہوئی۔ کیوں مسلمان سمندروں کے طوفان۔ پہاڑوں کی مرتفع چوٹیاں اور زمین کے دور دراز گوشوں کو عبور کر گئے؟ صرف ایثار کی بدولت ـــــ امام الہند حضرت مولٰینا ابو الکلام آزاد نے ایکدفعہ کہا تھا۔ کہ:-

"جو رشتہ ایک سپین کے مسلمان کو افریقہ کے مسلمان سے۔ ایک عرب کے بدو کو تاتار کے ایک چرواہے سے اور ایک ہندوستان کے نو مسلم کو مکہ معظمہ کے صحیح النسب قریشی سے ہے۔ وہ ایسی زنجیر سے جکڑا ہو۔ جس کو کوئی کاٹ ہی نہ سکے"

پھر فرماتے ہیں:-

اگر دنیا کے کسی گوشے میں پیروانِ اسلام کے سروں پر تلوار چمک رہی ہو۔ تو تعجب ہے۔ کہ اسکا زخم ہم اپنے دلوں میں نہ دیکھیں۔ اگر اس آسمان کے نیچے کہیں بھی ایک مسلم پیروِ توحید کی لاش تڑپ رہی ہو۔ تو حیف ہے۔ ان سات کروڑ زندگیوں پر جن کے دلوں میں اس کی تڑپ نہ ہو۔ اگر مراقش میں ایک حامیٔ دین کے حلقِ بریدہ سے خون کا فوارہ چھوٹ رہا ہو۔ تو ہمکو کیا ہوگیا ہے۔ کہ ہمارے دل و جگر کے ٹکڑے نہیں گرتے۔ ایران میں اگر وہ گردنیں پھانسی کی رسیوں میں لٹک رہی ہیں۔ جن سے آخری ساعتِ نزع میں اشہد ان لاالہ الا اللہ کی آواز نکل رہی ہے۔ تو ہم پر اللہ اور اسکے ملائکہ کی پھٹکار ہو۔ اگر اپنی گردنوں پر اس کے نشان محسوس نہ کریں۔ اگر آج طرابلس کے میدانوں میں محافظینِ کلمۂ توحید کے سینے اور سر اٹلی کی گولیوں سے چھلنی رہے ہیں تو ہم اللہ اور اسکے رسولؐ کے سامنے ملعون ہیں۔ اگر اپنے پہلوؤں کے اندر ایک لمحہ کے لئے بھی راحت و سکون محسوس کریں"۔

پس اے میرے مسلمان بھائیو۔ اگر تم دنیا کی ممتاز ترین اقوام کی فہرست میں اپنا نام لکھوانا چاہتے ہو۔ تو ایثار سیکھو۔ کیونکہ اسی سے تمہاری قوم بامِ ترقی پر پہنچ سکتی ہے۔

حضورؐ کی رحمت للعالمینی

از جناب مرزا عزیز صاحب نینانی (دارا پوری)

یہ جو طرزِ "جمہوری" کی جہاں میں شہرت ہے   اصل تو نہیں لیکن نقل ہی غنیمت ہے
الغرض جو یہ صورت آبرو کی صورت ہے   جانتے بھی ہو کیا ہے کس کا فیضِ نعمت ہے

سرورِ دو عالم کی یہ بھی ایک رحمت ہے

خلق پر مسلط تھی خواجگی و آقائی   جانتا غریبوں کو کون اہلِ زر بھائی
رنگ و نسل و خاک و خوں کی تھی جلوہ فرمائی   اب مگر غریبوں کی کچھ جو قدر و قیمت ہے

سرورِ دو عالم کی یہ بھی ایک رحمت ہے

کس قدر زبانوں پر اب ہے نامِ آزادی   دہر میں جسے دیکھو ہے غلامِ آزادی
سب کے سامنے گویا ہے مقامِ آزادی   اس سے جو مگر سب کو اس قدر محبت ہے

سرورِ دو عالم کی یہ بھی ایک رحمت ہے

بات منہ پہ سچی بھی کوئی کہہ نہ سکتا تھا   کہہ بھی دی اگر اس نے زندہ رہ نہ سکتا تھا
جابر و قوی کوئی بات سہہ نہ سکتا تھا   اب جو ہر بشر لیکن حریت کی مورت ہے

سرورِ دوؐ عالم کی یہ بھی ایک رحمت ہے

یا جہاں پہ طاری تھی خود پرست سُلطانی — یا کسی نے کر لی تھی اختیار رہبانی
یہ بھی اک حماقت تھی، وہ بھی ایک نادانی — اب جو دین و دُنیا میں باہمی مؤدّت ہے

سرورِ دوؐ عالم کی یہ بھی ایک رحمت ہے

عورتوں سے بدتر تھے اس جہاں میں حیواں بھی — سچ تو یہ ہے اچّھا تھا اُنکے گھر سے زنداں بھی
کب بھلا سمجھتے تھے مرد اُنکو انساں بھی — اب مگر جو عورت کی آبرو ہے عزّت ہے

سرورِ دوؐ عالم کی یہ بھی ایک رحمت ہے

ماں کی گود میں بیٹی کو جو دیکھ پاتے تھے — خاک میں اُسے فوراً زندہ گاڑ آتے تھے
بچ اگر وہ رہتی تھی اُسکو بیچ کھاتے تھے — اب مگر جو بیٹی بھی گھر میں وجہِ زینت ہے

سرورِ دوؐ عالم کی یہ بھی ایک رحمت ہے

خطباتِ نبوی صلّے اللہ علیہ وسلّم

(گذشتہ سے پیوستہ)

از مدیر خصوصی

خُطبہ ۲۰

ایکمرتبہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ازدشنوۃ کے ایک آدمی عبداللہ بن لُتبیہ کو قبیلہ بنو سلیم کا تحصیلدار مقرر کرکے بھیجدیا۔ جب وہ صدقات وصول کرکے واپس آیا۔ تو حساب دیتے وقت کچھ مال علیحدہ رکھکر کہنے لگا۔ یہ ان لوگوں نے مجھے تحفے تحائف دیدیئے ہیں۔ اس لئے یہ میرا مال ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اگر یہ سچ ہے کہ انہوں نے تمہیں تحفے عطا کئے۔ تو تم اپنے ماں باپ کے گھر بیٹھکر دیکھتے۔ کہ وہ لوگ تمہارے پاس کتنے ہدیے بھیجتے۔ پھر آپ نے عام لوگوں کے سامنے خطبہ دیا۔ جس میں حمد وثنا کے بعد فرمایا :-

اَمَّا بَعْدُ۔ فَاِنِّيْ اَسْتَعْمِلُ الرَّجُلَ مِنْكُمْ
عَلَى الْعَمَلِ مِمَّا وَلَّانِيَ اللّٰهُ فَيَأْتِيْنِيْ
فَيَقُوْلُ: هٰذَا مَالُكُمْ وَهٰذَا هَدِيَّةٌ
اُهْدِيَتْ لِيْ۔ اَفَلَا جَلَسَ فِيْ بَيْتِ
اَبِيْهِ وَاُمِّهٖ حَتّٰى تَأْتِيَهٗ هَدِيَّتُهٗ
اِنْ كَانَ صَادِقًا۔ وَاللّٰهِ لَا يَأْخُذُ اَحَدٌ
مِنْكُمْ شَيْئًا بِغَيْرِ حَقِّهٖ اِلَّا لَقِيَ اللّٰهَ
تَعَالٰى يَحْمِلُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَلَاَ
عْرِفَنَّ اَحَدًا مِنْكُمْ لَقِيَ اللّٰهَ يَحْمِلُ
بَعِيْرًا لَهٗ رُغَاءٌ اَوْ بَقَرَةً لَهَا خُوَارٌ

اما بعد۔ جب میں تم میں سے کسی شخص کو تحصیلدار
بنا کر بھیجتا ہوں۔ تو وہ واپس آکر کہتا ہے۔ کہ یہ
تمہارا مال ہے۔ اور یہ میرے تحفے اور ڈالیاں
ہیں۔ اگر وہ سچ کہتا ہے۔ تو کیوں اپنے ماں باپ
کے گھر نہیں بیٹھا۔ جہاں لوگ اسے ڈالیاں
بھیجتے۔ خدا کی قسم۔ جو شخص ناجائز طور پر کوئی چیز
لے گا۔ قیامت کے دن اُسے اُٹھائے ہوئے
دربار خداوندی میں حاضر ہوگا۔ میں تم میں سے
ان شخصوں کو جانتا ہوں۔ جو ایک بڑبڑاتے ہوئے
اونٹ، یا آواز دیتے والی گائے۔ یا چیخنے والی

اَوْ شَاۃً تَیْعِرُ پھر آپ نے دونوں ہاتھ بلند کر کے بکری اُٹھائے ہوئے خدا کے سامنے پیش ہونگے۔
فرمایا اَللّٰھُمَّ ھَلْ بَلَّغْتُ (مسلم ج ۲ ص ۱۲۳) کیا میں نے تبلیغ نہیں کی ؟

خطبہ ۲۱

عبدالرحمٰن بن عبد رب الکعبۃ روایت کرتے ہیں۔ کہ ایکدن میں مسجد حرام میں آیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص خانہ کعبہ کے سایہ میں لوگوں کے جھرمٹ میں تشریف فرما ہیں۔ میں بھی آ بیٹھ گیا۔ حضرت عبداللہ نے فرمایا۔ ایک مرتبہ کسی سفر میں ہم آنحضرت کے ساتھ تھے۔ ایک پڑاؤ پر اتر کر ہم اپنے قیام و طعام کے انتظام میں مشغول ہوئے۔ کوئی خیمہ نصب کر رہا تھا۔ کوئی سامانِ تیراندازی درست کر رہا تھا۔ کوئی اپنی سواری کیلئے آب و دانہ کا انتظام کر رہا تھا۔ کہ اتنے میں منادی نے ندا کی۔ لوگو نماز کیلئے جمع ہو جاؤ۔ آواز سن کر ہم سب چلے آئے۔ تو آپ نے ذیل کا خطبہ دیا:۔

اِنَّہٗ لَمْ یَکُنْ نَبِیٌّ قَبْلِیْ اِلَّا کَانَ حَقًّا
عَلَیْہِ اَنْ یَدُلَّ اُمَّتَہٗ عَلٰی خَیْرِ
مَا یَعْلَمُہٗ لَھُمْ۔ وَیُنْذِرَھُمْ شَرَّ مَا
یَعْلَمُہٗ لَھُمْ۔ وَاِنَّ اُمَّتَکُمْ ھٰذِہٖ جُعِلَ
عَافِیَتُھَا فِیْ اَوَّلِھَا۔ وَسَیُصِیْبُ
اٰخِرَھَا بَلَاءٌ وَّ اُمُوْرٌ تُنْکِرُوْنَھَا
وَتَجِیْئُ فِتْنَۃٌ فَیُرَقِّقُ بَعْضُھَا بَعْضًا
وَتَجِیْئُ الْفِتْنَۃُ فَیَقُوْلُ الْمُؤْمِنُ ھٰذِہٖ
مُھْلِکَتِیْ۔ ثُمَّ تَنْکَشِفُ وَتَجِیْئُ
الْفِتْنَۃُ فَیَقُوْلُ الْمُؤْمِنُ ھٰذِہٖ
ھٰذِہٖ۔ فَمَنْ اَحَبَّ اَنْ یُّزَحْزَحَ عَنِ النَّارِ
وَیُدْخَلَ الْجَنَّۃَ فَلْتَاْتِہٖ مَنِیَّتُہٗ
وَھُوَ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ۔

مجھ سے پہلے ہر پیغمبر پر یہ مقرر تھا۔ کہ وہ اپنی
اُمت کو بھلائی کی تعلیم دے۔ اور بُرائی کرنے سے
ڈرائے۔ اور میری اُمت کی ابتدا میں آرام و
عافیت ہے۔ اور اس کے آخری حصہ
میں فتنے آنے والے ہیں۔ جن میں سے
ہر پچھلا فتنہ پہلے کی بہ نسبت زیادہ سخت ہوگا۔
جب ایک فتنہ آئے گا۔ تو مومن کہیں گے
پس یہ فتنہ ہم کو ہلاک کر دے گا۔ پھر وہ
کھل کر دوسرا فتنہ آئے گا۔ تو مومن اسی
کو آخری فتنہ سمجھ لیں گے۔ پس جس کو یہ پسند
ہو۔ کہ دوزخ سے بچ کر جنت میں داخل ہو۔
وہ ہر وقت اپنے ایمان پر نظر رکھے۔ اور
لوگوں سے وہی سلوک کرے۔ جس کی ان

وَالْيَاْتِ اِلَى النَّاسِ الَّذِيْ يُحِبُّ	سے توقع رکھتا ہو۔ جس نے ایک امام
اَنْ يُؤْتٰى اِلَيْهِ وَمَنْ بَايَعَ اِمَامًا	کی بعیت کرلی۔ اُس نے جان و مال اس امام
فَاَعْطَاهُ صَفْقَةَ يَدِهٖ وَثَمَرَةَ قَلْبِهٖ	کے ہاتھ میں دے دیئے۔ پس حتیّ الوسع اس
فَلْيُطِعْهُ اِنِ اسْتَطَاعَ۔ فَاِنْ جَاءَ	کی متابعت کرے۔ اگر کوئی دوسرا اُس کے مقابلہ
اٰخَرُ يُنَازِعُهٗ فَاضْرِبُوْا عُنُقَ الْاٰخِرِ۔	پرنکلکر بغاوت کرے۔ تو اس کی گردن ماردینی چاہئیے۔

حضرت عبدالرحمٰن فرماتے ہیں۔ کہ میں نے اُن کے قریب پہنچ کر کہا۔ کیا واقعی آپ نے یہ حدیث رسول اکرمؐ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے سُنی ہے۔ انہوں نے ہاتھوں سے کان اور دل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ ہاں۔ اس حدیث کو میرے کانوں نے سُنا اور دل نے محفوظ رکھا ہے۔ میں نے کہا۔ یہ تمہارا چچا زاد بھائی معاویہ (جو سریر آرائے خلافت ہے) ہمیں حکم دیتا ہے۔ کہ ہم ناجائز طور پر ایکدوسرے کا مال کھائیں۔ اور ایکدوسرے کی جان لیں۔ حالانکہ خداوند تعالےٰ کا حکم ہے:۔

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْا	اے ایمان والو۔ ایکدوسرے کا مال ناجائز طریقوں
اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّا اَنْ تَكُوْنَ	سے نہ کھایا کرو۔ بجز اس کے کہ باہمی رضامندی
تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ وَلَا تَقْتُلُوْا	سے لین دین ہو۔ اور اپنے آپکو ہلاک نہ کرو۔
اَنْفُسَكُمْ۔ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ۝	اللہ تعالےٰ تم پر مہربان ہے۔

(بتاؤ۔ ایسے حاکم کی اطاعت کرنی چاہیئے۔ یا نہیں؟) حضرت عبداللہ نے کچھ دیر سکوت فرماکر جواب دیا:۔

اَطِعْهُ فِيْ طَاعَةِ اللّٰهِ۔ وَاعْصِهٖ فِيْ	جائز امور میں اس کی متابعت کرو۔ اور ناجائز
مَعْصِيَةِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ (مسلم ج ۲ صفحہ ۱۲۶)	میں نافرمانی۔

خطبہ ۲۲

حضرت عبداللہ بن عمر روایت کرتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم مہاجرین کی ایک مجلس میں تشریف لائے۔ تو ان کی طرف خطاب کرکے فرمایا:۔

يَا مَعْشَرَ الْمُهَاجِرِيْنَ۔ خَمْسٌ اِذَا	اے گروہ مہاجرین۔ میں خدا سے تمہارے لئے
ابْتُلِيْتُمْ بِهِنَّ۔ وَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ تُدْرِكُوْهُنَّ	پانچ باتوں میں پڑنے سے پناہ مانگتا ہوں۔

لَمْ يَظْهَرِ الْفَاحِشَةُ فِي قَوْمٍ قَطُّ حَتّٰى يُعْلِنُوْا بِهَا إِلَّا فَشَا فِيهِمُ الطَّاعُوْنُ وَالْأَوْجَاعُ الَّتِي لَمْ تَكُنْ مَضَتْ فِي أَسْلَافِهِمُ الَّذِينَ مَضَوْا۔

جب کسی قوم میں برملا فحش کام ہونے لگتے ہیں۔ تو وہ لوگ طاعون اور دوسری ایسی گوناگوں بیماریوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ جن سے ان کے اسلاف محض ناآشنا اور بیخبر تھے ۔

وَلَمْ يَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ إِلَّا أُخِذُوا بِالسِّنِينَ وَشِدَّةِ الْمُؤْنَةِ وَجَوْرِ السُّلْطَانِ عَلَيْهِمْ۔

اور جب کوئی قوم ناپ تول میں کمی کرنے لگتی ہے تو وہ قحط سالی، سخت محنت اور مظالم سلطانی میں پھنس جاتی ہے ۔

وَلَمْ يَمْنَعُوا زَكٰوةَ أَمْوَالِهِمْ إِلَّا مُنِعُوا الْقَطْرَ مِنَ السَّمَاءِ۔ وَلَوْلَا الْبَهَائِمُ لَمْ يُمْطَرُوْا۔

اور جب کوئی قوم زکوٰۃ ادا نہیں کرتی۔ تو اُن پر بارش بند ہو جاتی ہے۔ اگر اُنکے چوپائے نہ ہوں تو ان پر مینہ کی ایک بوند بھی نہ برسے ۔

وَلَمْ يَنْقُضُوا عَهْدَ اللّٰهِ وَعَهْدَ رَسُوْلِهِ إِلَّا سَلَّطَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ عَدُوًّا مِنْ غَيْرِهِمْ فَأَخَذُوْا بَعْضَ مَا فِي أَيْدِيهِمْ۔

اور جب کوئی قوم اللہ اور رسول کے ساتھ عہد شکنی کرتی ہے۔ تو اللہ ان پر دشمن مسلط کر دیتا ہے۔ جو اُن کے اموال چھین لیتا ہے۔

وَمَا لَمْ تَحْكُمْ أَئِمَّتُهُمْ بِكِتَابِ اللّٰهِ وَيَتَخَيَّرُوا مِمَّا أَنْزَلَ اللّٰهُ إِلَّا جَعَلَ اللّٰهُ بَأْسَهُمْ بَيْنَهُمْ۔ (ابن ماجہ باب العقوبات)

اور جب کسی ملک کے حکام احکام خداوندی کے مطابق فیصلے کرنا چھوڑ دیتے ہیں۔ تو اللہ تعالےٰ اس قوم میں پھوٹ ڈال دیتا ہے ۔

خطبہ ۲۳

عرب کے مشہور داتا حاتم طائی کے بیٹے حضرت عدیؓ کا بیان ہے۔ کہ میں اسلام لانے کی غرض سے آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہُوا۔ آپ مسجد میں تشریف فرما تھے۔ میں نے جاکر سلام کیا۔ فرمایا۔ کون؟ میں نے کہا عدی بن حاتم۔ آپ مجھے لیکر اپنے گھر چلے۔ راستہ میں ایک بُڑھیا ملی۔ اس نے آپ کو دیر تک ٹھہرا لیا۔ اور آپ اُس کی لمبی داستان باطمینان سُنتے رہے۔ پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم گھر

میں پہنچے۔ اور چمڑے کے ایک گدیلے پر جس میں کھجور کے پتّے بھرے ہوئے تھے بیٹھ گئے۔ اور میں آپکے سامنے بیٹھ گیا۔ تو آپ نے خدائے بزرگ کی تعریف کے بعد فرمایا۔

مَا يُفِرُّكَ اَيُفِرُّكَ اَنْ تَقُوْلَ	تم کس چیز سے بھاگتے رہے۔ لا الٰہ الا اللہ
لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ فَهَلْ تَعْلَمُ مِنْ	کہنے سے۔ کیا اللہ کے سوا کوئی اور معبود
اِلٰهٍ سِوَى اللّٰهِ ؟	بھی ہو سکتا ہے ؟
اِنَّمَا تَفِرُّ اَنْ يُقَالَ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَهَلْ	تم اللہ اکبر کہنے سے بھاگتے رہے۔ تو کیا اللہ
تَعْلَمُ شَيْئًا اَكْبَرَ مِنَ اللّٰهِ ؟	سے بھی کوئی بڑا تم کو معلوم ہے ؟

پھر آپ نے فرمایا۔ اے عدی یہود پر غضب ہو چکی ہے۔ اور نصاریٰ گمراہ ہو چکے ہیں۔ میں نے کہا۔ یا رسول اللہ۔ میں یہودیت اور نصرانیت کو چھوڑ کر مسلمان ہوتا ہوں۔ میرے اس جملہ سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے چہرہ پر بشاشت اور فرحت نمایاں ہوئی ؎

پھر آپ نے مجھے ایک انصاری کے گھر ٹھہرا لیا۔ جہاں سے میں صبح شام آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر فیض حاصل کرتا تھا۔ ایکدن میں خدمت اقدس میں حاضر تھا۔ کہ کچھ لوگ امداد طلب کرنے کیلئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے نماز کے بعد صحابہ کو تلقین کی۔ کہ ان غریب نواردوں کی امداد کریں۔ پھر آپ نے فرمایا :-

اَيُّهَا النَّاسُ : اِرْضَخُوْا مِنَ الْفَضْلِ	لوگو۔ بچے ہوئے مال میں سے غریبوں کی امداد کرو۔ زیادہ
وَلَوْ بِصَاعٍ وَلَوْ بِنِصْفِ صَاعٍ وَلَوْ	نہ ہو۔ تو ایک صاع ملہ ہی۔ اگر یہ بھی میسر نہ ہو۔ تو
بِقَبْضَةٍ وَلَوْ بِنِصْفِ قَبْضَةٍ۔ يَقِي	آدھا صاع ورنہ ایک مٹھی یا آدھی مٹھی اُٹھاکر دیدیا کرو۔
اَحَدُكُمْ وَجْهَهٗ حَرَّ جَهَنَّمَ اَوِ	تم میں سے ہر ایک اپنے آپکو آتشِ دوزخ سے ایک کھجور یا
النَّارِ۔ وَلَوْ بِتَمْرَةٍ وَلَوْ بِشِقِّ	نصف کھجور ہی دیکر بچالے۔ اگر اتنا بھی نہ ملسکے۔ تو نرم
تَمْرَةٍ۔ فَاِنْ لَمْ يَجِدْ فَبِكَلِمَةٍ	جواب دیکر سائل کو ٹال دے۔ کیونکہ تمہیں خدا کے
طَيِّبَةٍ۔ فَاِنَّ اَحَدَكُمْ لَاقِى اللّٰهَ وَ	سامنے پیش ہونا ہے۔ وہ تم سے یہی کہیگا۔ کہ کیا
قَائِلٌ لَهٗ مَا اَقُوْلُ لَكُمْ۔ اَلَمْ اَجْعَلْ	میں نے تمہیں مال اور اولاد نہیں دِئے تھے۔ بندہ
لَكَ مَالًا وَوَلَدًا۔ فَيَقُوْلُ بَلٰى۔ فَيَقُوْلُ	عرض کرے گا۔ ہاں خداوند دے دِئے تھے

أَيْنَ مَا قَدَّمْتَ لِنَفْسِكَ فَيَنْظُرُ
قُدَّامَهُ وَبَعْدَهُ وَعَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ
شِمَالِهِ ثُمَّ لَا يَجِدُ شَيْئًا يَقِي بِهِ
وَجْهَهُ حَرَّ جَهَنَّمَ۔
لِيَتَّقِ أَحَدُكُمْ وَجْهَهُ النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ
تَمْرَةٍ۔ فَإِنْ لَمْ يَجِدْ فَبِكَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ
فَإِنِّي لَا أَخَافُ عَلَيْكُمُ الْفَاقَةَ فَإِنَّ
اللّٰهَ نَاصِرُكُمْ وَمُعْطِيكُمْ حَتّٰى تَسِيرَ
الظَّعِينَةُ مَا بَيْنَ يَثْرِبَ وَالْحِيرَةِ
أَكْثَرَ مَا تَخَافُ عَلٰى مَطِيَّتِهَا السَّرَقَ
(زاد المعاد جلد ۱ صفحہ ۲۵۵)

خداوند تعالیٰ فرمائے گا۔ بتاؤ۔ پھر تم نے اپنے
لئے کیا رکھ چھوڑا ہے۔ اس وقت بندہ آگے،
پیچھے دائیں اور بائیں دیکھیگا۔ مگر دوزخ کی گرمی
سے بچنے کے لئے کوئی چیز نہ پائیگا۔
پس کم از کم نصف خرما دے کر دوزخ سے بچنے
کا سامان کرو۔ ورنہ ملائم جواب دے دیا کرو۔
کیونکہ مجھے یہ خوف بالکل نہیں کہ تم فاقہ کشی
کروگے۔ کیونکہ خدا تمہارا ناصر ہے۔ اور وہی دینے
والا ہے (اسلامی سلطنت کو اتنا عروج حاصل ہو جائیگا
کہ) تنہا ایک عورت مدینہ اور حیرہ کے درمیان سفر کریگی
اور اسکو چوری چکار کا کوئی خطرہ نہ ہوگا۔

حضرت عدیؓ فرماتے ہیں۔ کہ جس وقت میں نے یہ ارشاد مبارک سُنا۔ تو مجھے خیال ہؤا۔ کہ اُن دنوں بوطے کے چور کہاں گئے ہونگے (یعنی کچھ ہو۔ مگر وہ چوری اور ڈاکہ زنی سے باز نہیں آئیں گے)۔ مگر میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ کہ ایک عورت قادسیہ سے سفر کرکے حرم تک آتی ہے۔ اور اُس کو کسی کا ڈر نہیں ہوتا۔ (بخاری) (باقی)

انسان صرف خُدا کی عبادت کیلئے پیدا کیا گیا ہے

از خان صاحب علی محمد صدیقی انسپکٹر پولیس (ریٹائرڈ)

ہستیاں صرف دو ہیں۔ خالق کی اور اس کی مخلوق کی۔

مخلوقات کے حالات پر غور کرنے سے ظاہر ہے۔ کہ ان میں سے ہر چیز اپنے سے اعلےٰ چیز کے کام آرہی ہے۔ مثلاً جمادات نباتات کے۔ اور نباتات و جمادات دونوں حیوانات کے کام آرہی ہیں۔ حیوانات کی دو قسمیں ہیں۔ ایک حیوان مطلق جیسے گھوڑا ہاتھی وغیرہ۔ دوم حیوان ناطق یعنی انسان۔ ظاہر ہے۔ کہ حیوان مطلق بھی انسان کے کام آرہا ہے۔ اس لئے انسان تمام مخلوقات سے اعلےٰ ہے۔ اور تمام مخلوقات اس کے کام کے لئے پیدا کی گئی ہیں۔ اور دنیا کی ساری چیزوں کی غرض و غایت بالواسطہ یا بلاواسطہ انسان کی بقاء زندگی اور آسائش ہے۔ جب صورت یہ ہے تو ضرور ہے کہ انسان کو بھی اپنے سے کسی اعلیٰ ہستی کے کام آنا چاہیئے۔ مخلوقات میں تو اس سے اعلیٰ ہستی کوئی ہے نہیں۔ اسلئے لامحالہ اس کی تخلیق خود خالق کے لئے ہوئی ہے ٭

عقل۔ فہم۔ ارادہ اور اختیار کے لحاظ سے مخلوقات کی تین قسمیں ہیں

۱۔ وہ جو ان صفات سے یکسر محروم ہیں۔ جیسے آفتاب۔ مہتاب۔ مٹی۔ پتھر۔ پیپل۔ درخت وغیرہ

۲۔ وہ جو صرف ابتدائے احساس اور علم و فہم رکھتے ہیں۔ لیکن قیاس و استقرا اور حاضر پر غائب کو قیاس کرکے کسی نئے علم کا استخراج کرنا اُن کی قدرت سے باہر ہے۔ اور ان کا ارادہ و اختیار بھی صرف ظاہری محسوس اشیاء تک محدود ہے۔ جیسے حیوانِ مطلق ٭

۳۔ وہ مخلوق ہے جو عقل و ادراک رکھتی ہے۔ قیاس آرائی کرتی ہے۔ استقرا و تمثیل کے ذریعے استنباط کرتی ہے۔ جزیات سے کلیات بناتی اور کلیات سے جزیات پر حکم لگاتی ہے۔ اور غیب کو حاضر پر قیاس کرتی ہے ٭

پہلی قسم کی مخلوقات سے جو حرکات و آثار پیدا ہوتے ہیں۔ وہ اضطراری اور غیر ارادی ہوتے

اور کبھی ان میں تخلف نہیں ہوتا۔ اور ان کا صدور ان سے ہمیشہ یکساں اور بلا ارادہ ہوتا رہتا ہے۔ دوسری قسم کی مخلوق سے جو آثار و حرکات پیدا ہوتے ہیں۔ گو وہ ارادہ، احساس اور ابتدائی فہم کے ماتحت صادر ہوتے ہیں۔ لیکن انکے ہر فرد سے صرف ایک ہی قسم کے افعال حرکات اور آثار یکساں طور پر ظاہر ہوتے ہیں ان کے خلاف نہیں ہوسکتا۔ ان کے افعال کو جبلت فطرت اور طبیعت کہتے ہیں۔ اور وہ ان کے صدور میں اپنی فطرت اور طبیعت کے تقاضے سے مجبور ہیں۔ تیسری قسم کی مخلوق کے بعض افعال گو طبیعت و جبلت کے مطابق ہوتے ہیں۔ جو دیگر مخلوقات کی طرح بے ارادہ اور اضطراراً صادر ہوتے ہیں۔ مگر اس کے اور افعال و حرکات تمامتر اس کے ارادہ۔ اختیار اور فہم کے ماتحت سرزد ہوتے ہیں۔ اور یہی افعال ہیں جن پر خیر و شر اور نیک و بد کا حکم جاری ہوتا ہے۔ صرف انسان ہی ایک ایسی مخلوق ہے۔ جو بہت سی باتوں میں ارادہ، اختیار اور علم رکھتا ہے۔ اور نیکی و بدی کے دونوں پہلوؤں میں سے کسی ایک کے اختیار پر وہ قطعی مجبور نہیں ہے۔ بلکہ وہ عقل و فہم سے سوچ سمجھ کر مآل کار اور انجام پر غور کر کے یا اپنے جذبات کے ماتحت کوئی کام کرتا ہے۔ اس لئے وہ اپنے ہر فعل کے نتیجے کا ذمہ وار ہے ؟

خود حیوانات کی ساخت پر غور کرنے سے ظاہر ہے کہ وہ محکومی کیلئے پیدا کیا گیا ہے۔ کیونکہ ان کی گردن اور سر جھکے ہوئے ہیں۔ اور انسان سیدھا اور بلند سر بنایا گیا ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ وہ حکومت کے لئے تخلیق کیا گیا ہے۔ بلکہ خود خالقِ حقیقی اپنے کلام پاک میں فرماتا ہے۔ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ۔ یہ تو بخوبی ثابت ہوگیا۔ کہ کیا بلحاظ ساخت جسم اور کیا بلحاظ قوائے دماغی انسان اشرف المخلوقات ہے۔ لیکن اسکو یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ وہ درجہ شرف پر محض اسی حالت میں متمکن رہ سکتا ہے۔ جب کہ اس کے تمام افعال و حرکات خالقِ حقیقی کے منشائے تخلیق کے مطابق ہوں۔ یعنی وہ ہر انسان کو آرام و راحت پہنچائے۔ اور خدائے رحیم و کریم کے انعام و اکرام بے پایاں کا ہر وقت شکریہ ادا اور دُعا کرتا رہے۔ کہ وہ ہمیشہ نیکی کے راہ پر گامزن اور گمراہی سے مجتنب رہے۔ کیونکہ یہی عبادت اور یہی منشائے تخلیق ہے۔ جیسا کہ وہ خود ارشاد فرماتا ہے۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ۔ اور میں نے جن و انسان پیدا نہیں کئے۔ سوائے اس کے کہ وہ عبادت کریں ؟

لیکن بہت سے انسانوں نے ہوائے نفسانی میں مبتلا ہو کر دوسرے اشخاص کو اذیت و نقصان

پہنچانے اور از راہ تکبر و نخوت خود کو بڑا اور دوسروں کو حقیر سمجھنے میں ہی شرف سمجھا اور سمجھتے ہیں۔ بلکہ زمانہ قدیم میں تو بعض نے خدائی تک کا دعویٰ کر دیا۔ جس کا خمیازہ اُن کو بہت جلد ذلّت کی ہلاکت میں بھگتنا پڑا اے غافل انسان۔ تیری بے راہ روی دیکھکر خداوندکریم نے براہ بندہ نوازی تیری ہدایت کے لئے وقتاً فوقتاً تیرے پاس اپنے برگزیدہ رسول بھیجے۔ لیکن پھر بھی تم میں سے اکثر نے اس ہدایت سے کوئی فائدہ نہ اٹھایا۔ اور اگر عبادت کی ضرورت تسلیم بھی کی۔ تو وہ بھی ایسی صورت میں جو خود عبادت کی توہین ہے۔ مثلاً بجائے اسکے کہ خود خالقِ حقیقی اور قادرِ مطلق کی عبادت کی جاتی۔ خود انسان فانی کی پرستش محض اس بنا پر کردی۔ کہ وہ بڑا مہاراجہ یا طاقتور تھا۔ بلکہ اُن کے بُت بناکر بھی پرستش شروع کردی کسی نے آگ کو کسی نے سورج کو بعض نے کواکب اور درختوں تک کی پوجا شروع کردی۔ حالانکہ یہ خود انسان کی خدمت کے لئے پیدا کئے گئے ہیں بعض نے انسان کا رُتبہ بڑھاکر خدا کا شریک کردیا۔

اے غافل اور نادان انسان۔ کیا تو ایسی حالت میں بھی اشرف المخلوقات ہونے کا دعویٰ کرسکتا ہے ہرگز نہیں۔ بلکہ تو اپنے افعال بد کے نتیجے کے طور پر اسفل السافلین اور خاسرین کے زمرہ میں داخل ہے۔ تیری فلاح و نجات اسی میں ہے کہ تو خالقِ حقیقی کی عبادت میں ہی ہر وقت مشغول اور اس کے ہدایت نامہ مکمل کو ہی مشعلِ راہ بنائے۔ جو عرصہ زائد از ساڑھے تیرہ سو سال سے تیری رہنمائی کے لئے سب سے بڑے مصلح کے ذریعے بھیجا گیا ہے۔

دُعا ہے کہ خداوندکریم اپنے حبیب پاک محمّد مصطفےٰ احمّد مجتبےٰ صلے اللہ علیہ وسلّم کی طفیل ہمیں راہ راست پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

کوائف و لطائف

از جناب مرزا عزیز صاحب فیضانی (دارا پوری)

آجکل کی تاویلاتِ جمیلہ اور طلاق بالحیلہ

(۱)

آپ حیران ہونگے کہ طلاق باین، طلاق رجعی اور طلاق مغلظہ تو تھیں ہی۔ یہ "طلاق بالحیلہ" کی نئی قسم فقہ میں کہاں سے پیدا ہوگئی۔ مگر حیرت کی کوئی وجہ نہیں۔ اس زمانے کے بعض بدنام کنندۂ نکونامے چند "ملاؤں" نے کیا کیا کمالات نہیں دکھائے۔ وہ مکاشفات حاصل کئے ہیں جو اولیا کو میسر نہیں ہوئے۔ وہ شریعتیں پیدا کی ہیں جو انبیا کو نصیب نہیں ہوئیں۔ وہ اجتہادات کئے ہیں جو ائمہ مجتہدین سے بن نہیں آسکے۔ اُن مسائل کا استنباط کیا ہے۔ جو فقہائے نامدار کے خواب و خیال میں بھی نہیں آسکے۔ پھر فقہار کی متعین کردہ اقسام طلاق پر آجکل کے "فقہا" نے ایک اور قسم کا اضافہ کر لیا۔ تو تعجب کونسا ہے؟

(۲)

بعد کے ان اجتہادات کو تو چھوڑیئے جن کا اثر مجتہد پر ہی پڑتا ہے۔ یا چند عقیدتمندوں پر۔ مثلاً ایک مُلاّ صاحب کو جاڑا بہت ستاتا تھا۔ چنانچہ آپ محراب میں سلگتے ہوئے کوئلوں کی انگیٹھی رکھ لیا کرتے تھے۔ اور اگر کوئی کہتا۔ کہ حضرت یہ تو آتش پرستوں سے مشابہت ہوگئی۔ تو آپ ایک لمبی چوڑی تقریر فرما کر ساکت کر دیا کرتے جسکا خلاصہ یہ ہے کہ حدیث میں آیا ہے "الصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِیْن" یعنی نماز مومنوں کے لئے معراج ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم جب معراج کو تشریف لے گئے تو انھوں نے جنت کی سیر نہیں کی بلکہ صرف دوزخ ہی ملاحظہ فرمایا۔ اسی لئے میں بھی دوزخ کا نمونہ سامنے رکھ لیتا ہوں۔ ورنہ اگر حضورؐ نے جنت کی سیر بھی کی ہوتی۔ تو میں پھولوں کے گملے بھی سامنے رکھتا۔

اور جو کسی نے کہدیا کہ حضرت فرشتے، حُوریں، ارواح انبیاءؑ رفرف، عرشِ معلّٰی؟ تو فرماتے، نادانو، یہ چیزیں

لاؤں کہاں سے۔آگ ہی میسر ہے جو سامنے رکھ لی۔ نیز اس سے یہ بھی فائدہ ہے کہ دوزخ کی آگ زیر نظر رہتی ہے۔ دل سے کہتا رہتا ہوں کہ خبردار! جو غیر کا خیال کیا۔ ورنہ نماز فاسد ہوجائے گی۔ اور ایسی آگ میں جا پڑیگا ٭

(۳)

کتنا زبردست "اجتہاد" ہے۔ ملّا صاحب کتنی دُور کی کوڑی لائے ہیں۔ کیا ائمہ مجتہدین کی رسائی یہاں تک ممکن تھی؟ یہ تو غنیمت جانیئے۔ کہ اس گئے گذرے زمانے میں بھی ایسے "فقیہہ" موجود ہیں۔ ورنہ خدا جانے دینیات کا کیا حال ہوتا ٭

تو خیر۔ اس "اجتہاد" سے فائدہ اُٹھانا چاہیئے۔ جاڑا آجکل کے کئی ایک نازک مزاج اور "جنٹلمین نمازیوں" کو بھی کافی ستاتا ہے۔ چنانچہ جب چوبُرجی باغ کی مسجد کی تعمیر شروع ہوئی۔ تو اسی خیال کو مدنظر رکھتے ہوئے سامنے کی طرف محراب کے دائیں بائیں دو دیواری انگیٹھیوں کی طرح ڈال دیگئی۔ اعتراض ہوُا کہ یہ آتش پرستی کے مشابہ ہے۔ اس پر لاکھ جواب دیا گیا۔ کہ گرمیوں کے لیئے مساجد میں برقی پنکھے لگائے جاتے ہیں۔ تو سردیوں کے لئے انگیٹھیاں کیوں نہ ہوں۔ مگر متقی مسلمانوں نے نہ مانا۔ اور سارے لاہور کو چھوڑکر دلّی سے فتویٰ منگایا۔ نتیجہ یہ ہوُا۔ کہ انگیٹھیاں بند کردی گئیں۔ آہ! اُس وقت نہ یاد آیا وہ محراب میں انگیٹھی رکھنے والا مُلّا اور اُسکا اجتہاد ورنہ دلی کیوں جانا پڑتا۔ اور انگیٹھیاں کیوں بند ہوتیں۔ دین کا دین رہ جاتا۔ اور آگ بھی تاپ لیتے ؏

رند کے رند رہے ہاتھ سے جنّت نہ گئی

اب بھی کچھ نہیں گیا۔ مسجد والے مل بیٹھیں۔ اور اُسی مُلّا کے فتویٰ پر عمل کریں۔ اس سے اُسکے اجتہاد کی داد بھی مل جائے گی ٭

(۴)

اور اُس ملّا کا حال تو آپ نے سن ہی لیا ہوگا۔ جس نے مکتب میں پڑھا تھا۔ کہ کلبؔ کے معنی کتے کے ہیں۔ اب یہ اُس کی بلا جانے۔ کہ یہ کلب کابلی کاف سے ہے یا قندھاری قاف سے۔ اپنی مسجد کا حجرہ چھوڑکر انہیں کابل و قندھار جانے کی ضرورت؟ چنانچہ انہوں نے لاصلوٰۃ اِلّا بحضورالقلب (یعنی حضور قلب کے سوا نماز نماز نہیں ہوتی) پر عمل کرتے ہوئے محراب میں نماز کے وقت، کُتّا باندھنا شروع کردیا تھا۔ یعنی نماز جبھی ہوتی ہے۔ کہ کتا سامنے ہو ٭

لوگ "چہار درویش" والے خواجہ سگ پرست کو خواہ مخواہ سگ پرست کہتے ہیں۔ حالانکہ وہ تو سگ پرور

تھا۔ اور بس۔ اصلی سنگ پرست تو یہ ملّا صاحب ہیں ؛

(۵)

ہاں یہ تو تھے وہ اجتہادات جو مجتہد کی ذات پر ہی اثر انداز ہوتے تھے۔ مگر زیادہ خطرناک تو وہ دقیق ولطیف باتیں ہیں جو دوسروں کیلئے بھی فائدہ یا نقصان کا باعث ہوتی ہیں۔ منجملہ طلاق بالحیلہ ہے۔ جو شاید ایجاد تو مدت کی ہو۔ لیکن اسکی صورتیں بالکل نئی دریافت کیگئی ہیں۔ یہاں صرف تین کا بیان سُنیئے۔ زیادہ اسلئے نہیں۔ کہ علم دقیق ہے۔ سبقاً سبقاً پڑھیئے۔ سچ پکے سو بیٹھا ہو۔ آپ بھی کیا یاد کرینگے۔ کہ سب فارمولوں نسخوں اور نظریوں کی دریافت کا اجارہ یورپ ہی نے لے رکھا نہیں بلکہ ہمارے پسماندہ ملک کی ملّا یا نہ گدڑیوں میں بھی بہت سے لال موجود ہیں ؛

(۶)

طلاق بالحیلہ کو معمولی نہ سمجھیئے۔ آجکل کی یہ ایک اہم ضرورت بھی تھی۔ دیکھیئے کئی مرد دوئے زہر خورانی اور حملۂ قتل کا شکار ہو جاتے ہیں۔ زندگی میں بھی کئی مصائب جھیلتے ہیں۔ اور نہیں تو اپنے گھر کو دوزخ بنا ہؤا دیکھ لیتے ہیں۔ مگر طلاق نہیں دیتے اور نہیں دیتے۔ یہاں تک کہ عورتوں نے عیسائی ہونا بھی شروع کر دیا ہے پس کیوں نہ ایسی عورتیں مُلّا لطیف الحیَل صاحب کو کچھ روپیہ دیکر ان کی اجتہادی دریافت سے فائدہ اُٹھائیں ؛

(۷)

یہ مُلّا جنہیں ہم ملّا "لطیف الحیَل" کے خطاب سے یاد کرینگے۔ اسی زمانے کے ہیں۔ آپ نے ایک عورت کو یوں طلاق لیکر دی تھی۔ کہ عورت کے آشنا نے عورت کے خاوند سے یارانہ گانٹھا۔ اُسے ایکدن کہا کہ مربعات زمین تقسیم کرنیوالا افسر ہم پر مہربان ہو گیا ہے۔ پس آؤ ہم بھی مربعوں کے لئے درخواست دیں۔ چنانچہ اُسے عرضی نویس کے پاس لے گیا۔ جس نے دس دس روپے مانگے۔ آشنا اپنے دوست کو واپس لایا۔ اور ملّا صاحب کے پاس لے گیا۔ کہ وہ مفت لکھ دیں گے۔ ملا صاحب پہلے ہی تیار بیٹھے تھے۔ جھٹ کہا۔ مَیں کچھ نہیں لوں گا۔ آخر تمہاری ہی روٹیاں کھاتا ہوں۔ آؤ درخواست لکھدوں۔ چنانچہ آپ نے درخواست کی بجائے طلاق نامہ لکھا خاوند اور گواہوں سے انگوٹھے لگوا لیئے۔ اس کے بعد آشنا کی درخواست لکھی۔ اور وہ واقعی درخواست تھی۔ ادھر چار مہینے دس دن بعد عورت اُٹھ کر میکے چلی گئی۔ اور اعلان کر دیا کہ مجھے طلاق دے دی گئی ہے ؛

(۸)

ملّا صاحب کا ایک اَور حیلہ سنئیے وہ زیادہ دلچسپ ہے۔ ایک شخص اپنی بیوی کو طلاق نہ دینا تھا۔ عورت سے اُسکے آشنا نے کہا کہ زہر دیدو۔ مگر عورت تھی دُور اندیش۔ اُس نے کہا۔ بعد میں پھانسی ہے یا عمر قید۔ مقصد تو حاصل نہ ہوا۔ پس کیوں نہ ملّا صاحب کے پاس چلیں ؀

چنانچہ عورت ملّا صاحب کے پاس گئی۔ انہوں نے حیلوں کے ترکش سے ایک نیا تیر نکالا اور عورت کے حوالے کر دیا۔ عورت نے گھر میں پہنچ کر شوہر سے خلاف معمول نہایت اچھا سلوک شروع کر دیا۔ دو گواہوں کو اصلی نظر سے اوجھل گھر میں کہیں چھپا دیا۔ اور پیار و محبت سے پیش آنے لگی۔ اثنا ئے گفتگو میں اس نے کہا۔ "ہاں یاد آگیا۔ یوں تو کہتے ہو تم نے قرآن مجید ختم کر لیا ہے۔ مگر لوگ کہتے ہیں تم صحیح نہیں پڑھ سکتے۔" شوہر نے کہا "کون کہتا ہے۔ پڑھوا کر دیکھ لو" عورت نے کہا "چلو ایک لفظ طَلَّقْتُ ہی کہہ دکھاؤ" شوہر نے عجٹ کہہ دیا اور کہا کہ یہ تو طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ پہلے ہی پاروں میں موجود ہے۔ بیوی نے کہا۔ تم نے صاف صاف تو ادا [illegible] کیا۔ تین دفعہ اَور کہو۔ تا کہ معلوم ہو روانی بھی پڑھ سکتے ہو یا نہیں" وہاں کیا دیر تھی شوہر نے جھٹ کہہ دیا۔ طَلَّقْتُ طَلَّقْتُ طَلَّقْتُ۔ بس دوسرے ہی دن بیوی صاحبہ ناراض ہو کر میکے چلی گئیں۔ اور مشہور کر دیا کہ خاوند نے طلاق دے دی ہے۔ دو گواہ موجود ہیں ؀

(۹)

تیسرا واقعہ یوں ہے۔ کہ ایک شوہر کو ملا صاحب نے مُرغی پکڑنے کو کہا۔ جسے ذبح کرنا تھا۔ اب مُرغی پکڑنے کا ایک قاعدہ دیہات میں یہ ہے۔ کہ مرغی کو کسی کمرے میں جانے دیتے ہیں۔ اور ایک آدمی بھی اسی کمرے میں جا کر دروازہ بند کر لیتا ہے۔ اسی طرح شوہر مذکور نے کیا۔ اور اندر جا کر مُرغی کو پکڑ لینے کے بعد کہا۔ کہ پکڑ لی ہے۔ مُلّا صاحب نے باہر سے آواز دی چھوڑ دو۔ تجویز رہ گئی ہے۔ پھر پُوچھا "کیا تم نے چھوڑ دی؟" شوہر نے کہا۔ چھوڑ دی۔ دوبارہ پُوچھا، اُس نے کہا "مَیں نے چھوڑ دی ہے"۔ تیسری بار پھر تاکیداً پوچھا۔ اُس نے پھر وہی جواب دیا۔ دو گواہ اور بھی سُن رہے تھے ؀ غرض اعلان یہ کیا گیا۔ کہ اُس نے اپنی بیوی "چھوڑ دی ہے"۔ اور یہ گویا "طلاق بالکنایہ" تھی ؀

دیکھ لیجیئے مدیر اور مدبر مفت میں چلّا رہے ہیں کہ قحط الرجال ہے۔ اَور طبقوں میں قحط ہو تو ہو۔ مگر اس حلقۂ شریفہ میں تو خدا کے فضل سے ابھی بڑے بڑے کام کے آدمی پڑے ہوئے ہیں ؀

اسلام اور گداگری

از جناب نور حسین صاحب کوٹ میاں صاحب ضلع گورداسپور

یہ بات اظہر من الشمس ہے۔ کہ قوموں کی عزّت وشوکت، ذلّت وپستی، خوشحالی ومفلوک الحالی، فتح ونصرت کا راز جدّ وجہد اور محنت ومشقّت میں ہی مضمر ہے۔ جن قوموں نے عزّت وشوکت حاصل کی۔ فتح وکامرانی نے بڑھ کر جن کے قدم چُومے۔ جنہوں نے دنیا میں نام حاصل کیا۔ وہی ہیں جنہوں نے اپنی جانیں جوکھوں میں ڈالیں۔ محنت ومشقّت کی۔ اور اپنی ہمت وطاقت کی دھاک مخالفین کے سینوں میں بٹھا دی۔ برخلاف اس کے جس قوم کے افراد میں تساہل وتکاسل نے گھر کر لیا۔ دوسروں کے سہارے ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہے۔ محنت ومشقّت سے جی چُرایا۔ جدّ وجہد سے آنکھیں بند کر لیں۔ ذلّت وپستی نے انہیں آدبایا۔ عزّت وشوکت نے انہیں خیرباد کہدی۔ وہ غلامی کی کڑی اور بوجھل زنجیروں میں ابدالآباد تک جکڑے گئے۔

زمانہ شاہد ہے اور واقعات وحقائق گواہ ہیں۔ کہ آج سے ساڑھے تیرہ سَو برس قبل فاران کی چوٹی سے آفتاب نبوّت نے طلوع کر کے عالم کو اپنی نور بیز شعاعوں سے منوّر کیا۔ اہلِ عالم کی حالت بد سے بدتر ہو رہی تھی۔ بُری رسموں۔ گوناگوں بدکرداریوں اور حیا سوز افعال سے انسان حیوانوں سے بدتر ہو رہے تھے مگر آفتابِ نبوّت کی پہلی کرن نے اُن میں وہ رُوح پھونکی۔ کہ فوراً ہی اُنہوں نے بُری رسموں اور بدکرداریوں سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔ حضور پرنور صلے اللہ علیہ وسلّم نے خداوند عالم کے پیغام سُنا کر اس کی غفلت میں سوئی ہوئی مخلوق کو جگایا۔ توحید کی بنا ڈالی۔ بُری رسموں۔ بدکرداریوں اور حیا سوز افعال کا قلع قمع کیا۔ جدّ وجہد محنت ومشقّت، جُرأت ودلیری کا سبق دیکر قوم کے مُردہ دلوں کو زندہ کیا۔ اور ساتھ ہی ساتھ قرآنِ کریم جیسی بے مثل وبے نظیر کتاب کو اُن کے لئے قیامت تک دستور العمل بنا دیا۔ آنحضورؐ صلے اللہ علیہ وسلّم کی پاک تعلیم اور قرآنی اٹل اور غیر متبدّل قوانین کا یہ اثر ہُوا۔ کہ انگلیوں پر گنے جانیوالے تاجدارِ مدنی صلے اللہ علیہ وسلّم کے غلاموں نے اپنی ہمّت وطاقت۔ قوت وزورِ بازو سے حیرت انگیز انقلاب برپا کر دیئے۔ کہ قیصر

دکسریٰ جیسی جابر حکومتیں اُن کا نام سُن کر کانپنے لگیں۔ اور وہ اُس مُٹھی بھر جماعت کے کارناموں سے انگشت بدنداں تھے۔ فتح و نصرت نے ان جابر حکمرانوں کو غلامانِ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر ڈال دیا۔ اور تھوڑے ہی عرصہ میں ایران کا ہلالی پرچم توران و زیران اور ہند و سندھ پر لہرانے لگا ٭

آہ! جونہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پاک تعلیم اور قرآن کریم کے پُرعزت و عظمت قوانین سے غفلت اختیار کی گئی۔ زندگیٔ جاوید عطا کرنے والے دستورالعمل سے روگردانی کی۔ وہی غلامی اور ذلت کی بوجھل زنجیریں اُن کے قدموں میں پہنا دی گئیں۔ اور خلاق عالم نے بھی اپنے انعاماتِ عالیہ میں کمی کرنی شروع کر دی۔ غرضیکہ طرح طرح کی ذلتوں سے دوچار ہونا پڑا۔ ہماری موجودہ حالت اس کی بیّن دلیل ہے موجودہ دور میں مسلمان ہر پہلو سے کمزور، ضعیف اور ناتواں ہے۔ تجارت میں بالکل صفر۔ تعلیمی حالت ان کی ردی۔ قرض کی لعنتوں میں یہ دبے ہوئے۔ افلاس و غربت ان پر سوار ہے۔ عبادات سے غافل۔ فرائض سے ناواقف۔ نازیبا اور غیر شائستہ حرکات کا صدور ان سے۔ کون سی حالت ان کی درست کی جاوے۔ اور کس مرض کا علاج کیا جاوے ؟

تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم

ہماری حالت قابلِ رحم ہے۔ اَور باتیں تو بجائے خود۔ صدقات و خیرات کا مصرف ہی بہت سی الجھنیں لئے ہوئے ہے۔ جس کی وجہ سے آج ہم میں ½ حصہ ایسے افراد کا ہے۔ جو اَوروں پر نظر کئے ہوئے ہیں۔ کہ کب وہ محنت و مشقت کر کے کمائیں۔ اور حیلہ و بہانہ سے ہم اُن کے حصہ دار بنیں۔ ظاہر ہے جس قوم میں ایسے افراد کی کثرت ہو۔ وہ بامِ ترقی پر کیسے جلوہ گر ہو سکتی ہے۔ اس وقت ہمیں مختلف شکلوں میں ان سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ کہ توبہ ہی بھلی ٭

کہیں نجومی کی شکل میں تساہل اور تکاسل کیش اشخاص کوچہ و بازار میں صدائیں بلند کرتے ہیں۔ کہ جس نے اپنی مستقبل کی زندگی کے سربستہ راز اور ان کا حال معلوم کرنا ہو۔ آئے اور قسمت آزمائی کرے کہیں لمبے لمبے خضری قباء زیبِ تن کئے ہاتھوں میں عصا لئے، بغلی ڈانے تنو مند اور ہٹے کٹے نوجوان درد بھری آوازوں سے بھیک مانگتے نظر آتے ہیں۔ کہیں سائلانہ لباس میں ڈاکو اور چور مکانوں کا اندازہ لگاتے پھر رہے ہیں۔ غرضیکہ مختلف اشکال میں ایسے لوگ نظر آئینگے۔ جو مفت خورے۔ لالچی۔ حریص اور مکار و دغاباز ہوں گے ٭

چونکہ مسلمان طبعًا فیاض اور سخی واقع ہوا ہے۔ اس لئے ایسے لوگوں کی تعداد میں اَور بھی اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ اول تو اس ملک میں ایسے لوگ بہت کم ہیں۔ جو اپنا اور اپنے اہل و عیال کا پیٹ آسانی سے پُر کر سکیں۔ تاہم غریب سے غریب بھی جب اپنے دروازے کے باہر کسی ایسی دردناک صدا کو سُنتا ہے فوراً طبعی فیاضی سے کام لیکر جو کچھ میسّر آتا ہے۔ اس لالچی اور حریص سائل کی جھولی میں ڈال دیتا ہے۔ حقیقت میں خیرات کا ثواب اُسے کچھ نہ کچھ دے دینے پر آمادہ کرتا ہے۔ اور وہ یہ خیال کرتا ہے کہ اس نے بہت سا ثواب حاصل کر لیا۔ درحقیقت وہ بجائے ثواب کے اُلٹا گناہ خریدتا ہے۔ اور یہ صرف اس لئے کہ اُسے قرآنی تعلیم، اسوۂ حسنہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین پر پورے طور سے احاطہ نہیں۔ ورنہ وہ یہ فعل کرنے سے پہلے خوب اندازہ لگا لیتا۔ کہ کیا یہ شخص میرے اس خیرات کا اہل اور مستحق بھی ہے یا نہیں۔ مَیں اس وقت ناظرین کرام کی خدمت میں صدقات و خیرات کا صحیح مصرف قرآن کریم، ارشادات نبوی صلّی اللہ علیہ وسلّم اور اسوۂ صحابہ کرام سے پیش کرنا چاہتا ہوں ؛

قرآن کریم ہمارے لئے ایک مکمل لائحہ عمل ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ اُسے کتب سابقہ پر فوقیت و امتیاز حاصل ہے۔ ہم اپنی زندگی کا کوئی سا عقدہ لے لیں اسی تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ سے حل ہو سکتا ہے۔ پیدائش سے لیکر موت تک کی تمام ضروریات کے حل اس میں موجود غرضیکہ عبادات و معاملات۔ طرزِ معاشرت کے تمام اصول اس میں موجود ہیں۔ اور اس کے خلاف ایک قدم بھی اٹھانے سے یقینًا ناکامی اور ندامت حاصل ہوتی ہے۔ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی ؛

جہاں دوسرے افعال کے متعلق صاف اور کھلے الفاظ میں احکام موجود ہیں۔ وہاں خیرات و مصرف بھی چشمِ حقیقت بیں کے لئے موجود ہے۔ پروردگارِ عالم اپنے کلامِ معجز نظام میں اس کے متعلق سورۂ بقر کے اخیر میں ارشاد فرماتے ہیں :-

لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ ۚ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمَاهُمْ ۚ لَا يَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا ط وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ٥

ترجمہ :- خیرات ان فقیروں کے واسطے ہے جو اللہ کی راہ میں "تحصیل علم و جہاد" کے لئے روکے گئے۔ "تجارت و مزدوری کے لئے" زمین میں چل پھر نہیں سکتے۔ ناواقف انہیں سوال نہ کرنے کی وجہ سے

دولتمند سمجھتا ہے۔ تو انہیں ان کی نشانیوں "صبر و قناعت" کی وجہ سے پہچان لے گا۔ وہ لوگوں سے چمٹ چمٹ کر سوال نہیں کرتے۔ اور نیکی سے جو کچھ تم خرچ کرو گے۔ بیشک وہ اللہ کو معلوم ہے ؏

آیتِ مذکورہ بالا میں صاف اور کھلے الفاظ میں خداوندِ عالم نے مستحقینِ خیرات کے اوصاف ارشاد فرمائے ہیں۔ کہ خیرات صرف ان فقیروں کا حق ہے۔ جن میں یہ اوصاف پائے جائیں :۔

۱۔ تحصیل علم کے لئے انہیں ایک جگہ قیام کرنا پڑے۔

۲۔ اسی وجہ سے اگرچہ وہ تنومند و توانا ہوں تجارت اور مزدوری کے لئے سفر نہ کر سکیں۔

۳۔ اُن کے سوال نہ کرنے کی وجہ سے ناواقف اُنہیں طبقۂ امراء خیال کرے۔

۴۔ اُن کے چہروں سے نورانیت اور تقدس کے آثار اور صبر و قناعت کی علامات ظاہر ہوں۔

۵۔ لوگوں سے چمٹ چمٹ کر اور اصرار کر کے آجکل کے پیشہ ور گداگروں کی طرح سوال نہ کرتے ہوں۔

حضور سرورِ دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت اصحاب صفہ اپنے گھروں کو چھوڑ چھاڑ کر دربارِ نبوت میں حاضر ہو گئے تھے۔ جن کا مقصد ترجمانِ الٰہی کی زبانِ گوہر بار سے علوم الٰہی کے جواہر پارے چُننا اور انہیں اپنے مضبوط سینوں میں محفوظ کرنا تھا۔ جہاں وسوسات اور تحریف کا شائبہ تک نہ پہنچ سکے۔ ظاہر ہے علوم الٰہی کے ان شائقوں اور متوالوں کو تجارت کرنے اور مزدوری کرنے کے لئے سفر کے اختیار کرنے میں کس قدر نقصانِ عظیم تھا۔ جس کی تلافی ناممکن تھی۔ اسی لئے حلقہ بگوشانِ اسلام کو ان کی امداد و معاونت کی ترغیب دی۔ موجودہ وقت کے گداگروں کو اگر اس کسوٹی پر رگڑ کر پرکھا جاوے۔ تو یقیناً ۹۰ فی صدی ایسے ہونگے جو کھوٹے نکلیں گے۔ اور محض مفت خوری اور لالچ نے اُنہیں یہ طرز اختیار کرنے کی جرأت دلائی ہوگی۔ آیتِ مذکورہ کے مطالعہ سے صاف صاف یہ ظاہر ہے۔ کہ ہماری وہ خیرات جو ان لوگوں کے پیٹوں اور اعضاء میں حلول ہو چکی ہے اور ہو گی، خیرات اور ثواب کا ذریعہ نہیں۔ بلکہ گناہ اور عذاب کا سبب ہے۔ اور ہم اہلِ حق کے حقوق غصب کر کے غیر مستحقین پر تقسیم کر رہے ہیں۔ جو یقیناً گناہ ہے ؏

اب ارشاداتِ نبی صلے اللہ علیہ وسلم ملاحظہ ہوں :۔

۱۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ سائل کے چہرہ پر قیامت کے دن خراش ہونگے ؏

۲۔ اَلْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلٰى۔ اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے ؏

۳۔ ایک شخص حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرتا ہے۔ حضور! متعلقین تین دن سے

فاقہ کشی کر رہے ہیں۔ کھانے کو کوئی چیز نہیں۔کیا اب میں سوال کر سکتا ہوں۔حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ کیا تمہارے پاس کوئی سامان موجود ہے۔ عرض کی۔حضورؐ ایک اوڑھنے کا کمبل اور ایک لکڑی کا پیالہ ہے۔ارشاد فرمایا۔ جاؤ لے آؤ۔ دونوں چیزیں لیکر وہ شخص پھر خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ دونوں چیزیں دستِ مبارک میں لیکر صحابہ کے مجمع میں کھڑے ہوکر فرمایا۔ مَن یَشْتَرِي هٰذَا۔ ان چیزوں کو کون خریدتا ہے۔ ایک نے عرض کی۔حضورؐ میں انہیں ایک درہم میں لیتا ہوں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ مَن یَزِیْدُ۔ اس سے زیادہ کون دیتا ہے۔دُوسرے نے عرض کی۔حضورؐ۔میں ان کے دو درہم دیتا ہوں۔حضور نے دو درہم لیکر چیزیں اس کے حوالے کیں۔اور اس شخص سے ارشاد فرمایا۔کہ ایک درہم کی کھانے کی چیزیں لیکر گھر دے آؤ۔ اور دُوسرے کی بازار سے جاکر ایک کلہاڑی خرید لاؤ۔جب وہ بازار سے کلہاڑی خریدکر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔حضورؐ نے اپنے دستِ مبارک سے اُس میں لکڑی کا دستہ ڈالا۔اور فرمایا۔ جاؤ جنگل میں جاکر لکڑیاں کاٹو۔اور انہیں فروخت کر کے اپنی اور اپنے متعلقین کی شکم پُری کیا کرو ؎

سبحان اللہ حضور رحمۃ اللعالمین صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے غلاموں کو ترقی اور رفعت کا وہ سبق دیا۔جو آج تک مصلحین قوم اور ریفارمر نہیں دے سکے۔اور نہ اُن کے ذہن میں آسکا۔حضور علیہ السلام اپنے حلقہ بگوشوں کا ذلیل ہونا (اگرچہ اپنے ہم مذہب و ملت سے ہی ہو) ذرہ بھی گوارا نہیں فرماتے۔ارشادِ اوّل میں صبر و قناعت کی تلقین کی۔اور ثانی میں ندامت اور پریشانی سے بچایا جو میدانِ محشر میں ہوگی۔کہ دیکھنے والے خود ہی معلوم کر لیں۔کہ یہی لوگ دنیا میں بھی ذلیل ہوئے اور آخرت میں بھی تیسرے ارشاد میں جدّوجہد اور محنت و مشقت کی ایسی تعلیم دی۔کہ اس پر چل کر کوئی فرد بشر ذلیل نہیں ہو سکتا ؎

اب ذرا صحابہ کرام کا تھوڑا سا حال ملاحظہ ہو:۔

خلیفہ ثانی امیرالمومنین عمر فاروقؓ سے روایت ہے۔کہ آپ ایک دفعہ کھانا تناول فرمارہے تھے۔باہر سے آواز آئی۔بھوکا ہوں۔کچھ کھانے کو دیجیئے۔یہ آواز سُنتے ہی دل دہل گیا۔فوراً کھانا اُٹھاکر باہر گئے۔ جب سائل نے کھانا لینے کو جھولی کھولی۔تو آپ نے دیکھا۔کہ وہ کھانے کی چیزوں سے بھری پڑی ہے یہ دیکھ کر آپ کا چہرہ غصہ سے سُرخ ہوگیا۔اس کی جھولی لیکر اونٹ کے آگے ڈال دی۔اور فرمایا" جا۔ تُو حریص ہے۔اور مسلمانوں کو کاہلی اور مفت خوری جیسا گناہِ عظیم سکھاتا ہے۔مذکورہ بالا روایات سے یہ بات

بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی۔ کہ تنومند اور حریص آدمیوں کو خیرات دینا جائز نہیں۔ اور کیا وجہ ہے۔ کہ ایسا شخص محنت کو اپنا شعار نہ بنائے۔ اور مفت میں دوسروں کی کمائی میں حصہ دار بنے اور پھر انہیں بجائے ثواب کے عذاب میں مبتلا کرے۔ اس میں شک نہیں۔ کہ انسان اور خصوصاً مسلمان کو رحمت دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے مجسمۂ ہمدردی بننے کا حکم دیا ہے۔ اور ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ دوسرے کی امداد کرے۔ مگر اُن کی جن کے متعلق قرآن کریم نے تصریح کی ہے۔ کہ قریب کے غریب رشتہ دار یتیم مسکین۔ اور بیوہ عورتوں پر رحم کرو۔ اُن سے ہر طرح سے ہمدردی کرو۔ تاکہ وہ اپنی غربت۔ افلاس یتیمی و بے بسی کو بھول جائیں۔ اسی طرح ہر اُس بے بس و بیکس کی امداد بھی کرو۔ جو بیماری یا ضعیفی کی وجہ سے محنت و مشقت نہ کر سکتا ہو۔ تو ایسے لوگوں کے ساتھ ہمدردی امداد شرعًا و اخلاقًا فرض ہے۔ نہ کہ ایسے لوگوں کی جو کما سکتے ہوں۔ مزدوری کر سکتے ہوں۔ اور پھر بیکار پڑے دوسروں کا سہارا ڈھونڈیں۔ اور اپنے آپکو بارِ گراں ثابت کریں *

ذرا غیر ممالک اور ہمسایہ قوموں پر نظر کیجئے۔ اُن میں گداگری کو ممنوع قرار دیا گیا۔ مثلاً یورپ و انگلینڈ ہی کو لیجیئے وہاں بھیک مانگنا جُرم ہے۔ اور ایسا کرنیوالا فوراً گرفتار کر لیا جاتا ہے۔ اور اُسے سزا دی جاتی ہے۔ اور جو شخص کام کی تنگی یا بیکاری کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں۔ انکو اس سے باز رکھنے کے لئے پوُر ہاؤس بنا دیئے گئے ہیں۔ اور وہاں وہ کام اور محنت کرکے اُجرت حاصل کرتے ہیں۔ اُن کی رہائش اور کھانے کا معقول انتظام ہے۔ جہاں وہ آسائش زندگی کے دن گذارتے ہیں۔ اور جو لوگ معذور تو نہیں لیکن محنت کا کام نہیں کر سکتے۔ تو وہ کالر بٹن۔ سگرٹ اور اس قسم کی دُوسری چیزیں سڑکوں کے کنارے بیچتے پھرا کرتے ہیں۔ اس قسم کے لوگ خود ہی کچھ نہ کچھ اس طرح کے کام کرتے ہیں *

ہمسایہ قوموں کو دیکھا جائے۔ تو ان میں اس قسم کے پیشہ ور بھکاری بہت کم ہیں۔ کیونکہ انہیں تجارت سے عار نہیں۔ خواہ وہ ادنیٰ پیمانہ پر ہی کیوں نہ ہو۔ مگر ہمارے ہاں ایسے افراد کی فراوانی ہے۔ دراصل اس میں ہمارا اپنا قصور ہے کہ ہم بلا امتیاز مستحق و غیر مستحق کو خیرات دیدیتے ہیں۔ اور اس سے ان کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔ اور جب ایکدفعہ کسی غیر مستحق اور لالچی کو خیرات مل گئی۔ تو پھر وہ محنت کیوں کرنے لگا۔ اسے دیکھ کر دوسرے لوگ بھی یہی پیشہ اختیار کریں گے۔ آہستہ آہستہ ایسے لوگوں کی کثرت ہو جائے گی۔ کیونکہ جب آرام سے ایک شخص کو اس طرح تقریبًا آٹھ یا دس آنے کا غلہ اور روٹیاں وغیرہ حاصل ہو گئیں۔ اور وہ بھی صرف دو تین گھنٹے میں اور ایک ہی گاؤں سے۔ پھر اس کا سر پھرا ہے۔ کہ وہ تمام دن خون اور پسینہ ایک کرکے چھ یا آٹھ آنے کا مُنہ دیکھے

غور فرمائیے کہ اگر کسی مشین کا ایک پُرزہ خراب ہوجائے۔ تو اس کا چلنا مشکل ہوگا۔ اور جب مشین نہ چلیگی۔ تو دوسرے کام بھی بند ہونگے۔ اسی طرح ایک قوم کے تہائی افراد سُست اور کاہل ہوں اور محنت ومشقت سے کوسوں بھاگتے ہوں۔ تو اس کا ترقی کرنا کیسے ممکن ہوسکتا ہے ؟

اگر ان پیشہ ور گداگروں کی حالت دیکھی جائے۔ تو معلوم ہوگا۔ کہ وہ متوسط درجے کے امیروں جیسی زندگی گذارتے ہیں۔ اور ان کے مکانات بھی دیہات میں نمایاں حیثیت رکھتے ہیں اور باوجود اس کے فقیر۔ اب اگرچہ زمانہ گذر گیا۔ خاندان کے خاندان اس ذلیل پیشہ کے عادی ہوگئے۔ تاہم اب بھی اسکی روک تھام ہو سکتی ہے۔ اور اس بارے میں صرف چند افراد کی کوشش مفید ہوسکتی ہے۔ اور اگر زیادہ لوگ اس میں حصہ لیں۔ تو یہ کام پورے طور پر سرانجام ہوسکتا ہے۔ مثلاً ہر شخص آئندہ کے لئے عہد کرے۔ کہ وہ ایسے پیشہ ور گداگروں کو خیرات نہیں دیگا۔ اور پھر اپنے گھروالوں کو بھی کہدیا جاوے۔ کہ ایسے لوگوں کو خیرات نہ دیں۔ کیونکہ وہ مستحق نہیں ہیں۔ اور جب وہ دروازوں پر صدا کریں۔ تو صرف یہ کہدیا جائے "معاف کرو"۔ اور جو آٹا یا غلّہ یا پیسہ اُسے دینا ہو۔ وہ علیحدہ کسی برتن میں جمع کیا جایا کرے۔ کافی مقدار میں جمع ہونے پر آٹا یا غلّہ بیچ کر اُس کی قیمت اپنے غریب رشتہ داروں کو دی جاوے۔ اگر رشتہ داروں میں کوئی مستحق نہیں۔ تو کسی محلّہ کے نادار اور غریب کو یا کسی بیوہ عورت کو گذارے کے لئے وہ پیسے دئے جایا کریں۔ اور اگر گاؤں یا قصبہ میں کوئی مستحق صحیح طور پر نہ ملے۔ تو پھر کسی مذہبی درسگاہ کو بھیج دئے جاویں۔ وہاں طلباء پر یہ رقم خرچ کی جایا کرے۔ اس طرح خیرات کا مصرف بھی بالکل صحیح ہوگا۔ اور قومی اداروں کی جو کسمپرسی کی حالت میں ہوتے ہیں، امداد بھی ہوگی۔ اور اس طرح صدقہ جاریہ کا ثواب بھی حاصل ہوتا رہے گا۔ امید ہے کہ دردمند حضرات اپنی توجہ اس طرف مبذول کرکے عنداللہ ماجور ہوں گے۔ بر رسولاں بلاغ باشد وبس

حقیقتِ اسلام

ہندوستان کا تبلیغی علمی اور مذہبی رسالہ

مدیر مسئول
ماسٹر محمد احسان

مدیر معاون
قاضی محمد دلیر ظہیر نیاز بیگی

بابت ماہِ ستمبر ۱۹۳۸ء مطابق رجب المرجب ۱۳۵۷ھ

جلد ۱۳ نمبر ۳

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

حال و قال

کانگرسی مسلمان

پچھلے پرچہ میں اس الزام کا جواب دیا گیا تھا۔ کہ کانگرس میں بلا شرط شامل نہ ہو کر مسلمان اپنی تنگدلی اور رجعت پسندی کا ثبوت دے رہے ہیں۔ اس صحبت میں ہمیں گھر کے اُن چراغوں کا ذکر کرنا ہے۔ جو گھر میں آگ لگنے کا موجب ہو رہے ہیں۔ مگر یہاں ایک سوچنے کی بات بھی ہے۔ اور وہ یہ کہ جیسا اشاعتِ گذشتہ میں ثابت کیا گیا ہے۔ کہ اسلامی نظریۂ قومیت سب نظریوں سے ممتاز بھی ہے اور وسیع بھی اتنا کہ باقی سب نظریے اس کے مقابلے میں اس طرح ہیں جس طرح زمین و آسمان کے مقابلے میں ایک تنگ و تاریک کوٹھڑی۔ تو پھر کیا وجہ ہے کہ مسلمانوں کو ہی مذہب کا نام لینے پر تنگ خیال کہا جاتا ہے۔ اگر آپ تھوڑا سا غور کریں گے تو آپکو معلوم ہو جائے گا۔ کہ اس کی وجہ خود ہم مسلمانوں کی ظاہری حالت ہے۔ جس قومیت کو اسلام نے صرف پیش ہی نہیں کیا۔ بلکہ قائم کر کے بھی دکھایا تھا۔ جب وہ خود مسلمانوں میں اس وقت نظر نہیں آتی۔ جب ہم خود درخت کے گرے ہوئے پتوں کی طرح منتشر اور بے ربط ہیں۔ تو لوگوں کو یہ باور کس طرح ہو۔ کہ اسلامی قومیت کوئی چیز ہے بھی ۔

اس حال میں اسلام کے نام پر مرمٹنے کا دعویٰ کرنیوالی جماعتیں اسلامی جماعت کو چھوڑ چھاڑ کر متحدہ قومیت کے ڈھونگ میں شامل ہو گئی ہیں۔ اگر ایک جماعت نے اسلامی قومیت کا جھنڈا کانگرس کے مقابلے میں کھڑا کر دیا ہے۔ اور یہ کہدیا ہے کہ آزادی کامل کے ہم بھی خواہشمند ہیں بلکہ وقت بتا دیگا (اور اب بھی کانگرس کی موجودہ قناعت کی حکمتِ عملی بتا رہی ہے) کہ صحیح آزادی کامل کا جذبہ اگر ہو سکتا ہے۔ تو صرف مسلمان ہی کے سینے میں۔ اس آزادی کے حصول کے لئے کانگرس سے مل کر کام کرنے کے لئے بھی ہم تیار ہیں۔ مگر جذب ہو کر نہیں۔ بلکہ جس طرح دو قومیں باہم عہد و پیمان کرتی ہیں۔ یعنی ہماری قومیت (اسلامی قومیت) کو تسلیم کیا جائے۔ تو بتایئے اس حال میں کیا اس جماعت کا وجود (باوجود اس کے کہ اس میں خامیاں بھی ہوں۔ اور خامیاں آج کس جماعت میں نہیں) مسلمانوں کے حق میں غنیمت نہیں ؟

اسلامی جماعت کی ضرورت سے بے نیاز ہو کر جو لوگ "متحدہ قومیت" میں جذب ہونا چاہتے ہیں۔

اور اس کا پرچار بھی دن رات کرتے رہتے ہیں۔ ان میں یہ نہ سمجھیئے کہ محض مغربی جادو کے شکار نوجوان ہی ہیں جو نئی تعلیم کے فیض سے یورپ سے آئی ہوئی ہر چیز کو اچھا سمجھتے اور اس کے نتیجہ کے طور پر اشتراکیت وغیرہ کو پسند کرنے کے جذبہ کے طفیل مسلم لیگ کی مخالفت کر رہے ہیں۔ بلکہ قہر تو یہ ہے کہ اس صف میں چند علماء بھی پیش پیش ہیں۔ جو وارثِ دینِ نبوی کہلاتے ہیں ؛

ہم ان بزرگوں کا ادب ملحوظ رکھتے ہوئے نہایت مؤدبانہ عرض کرتے ہیں کہ یہ کیا اندھیر ہے۔ کہ ایک طرف ایک مسلمان یہ کہتا ہے کہ ؏

بہ مصطفٰےؐ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست

یعنی آیا قومیت وطنیت پر مبنی ہے یا عقائد و اصول پر۔ اس کا فیصلہ کرنے کے لئے حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کیجئے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ کتنا صحیح مشورہ ہے۔ بموجب فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ۔ یعنی "اگر تم میں کسی بات میں تنازع ہو پڑے۔ تو اللہ اور رسولؐ کی طرف رجوع کرو" مگر اُس کے مقابلے میں ایک شخص یہ کہہ دیتا ہے کہ ؏

برو براہ حسین احمد ار خدا خواہی

یعنی اگر تجھے خدا چاہیئے تو حسین احمد کی راہ پر چل ؛

اگر مقابلہ میں حضور سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کا مقدس نام نہ لیا گیا ہوتا۔ جن کے مقدس قدم کی خاک کا تاج بھی اگر حسین احمد کو میسر ہو جائے تو بھی وہ حسین احمد ہو سکتا ہے۔ تو شاید یہ کہنا برداشت بھی کر لیا جاتا۔ مگر اب اسے برداشت وہی کر سکتا ہے جسے حضورؐ سے محبت نہیں ؛

غور کیجئے اگر اس طرح کا تقابل کوئی غیر مسلم کرتا تو مسلمان کتنے بھڑکتے۔ مگر خود مسلمانوں اور خصوصاً مسلمانوں کے پیشواؤں پر سب راہیں کشادہ ہیں جو چاہیں کہیں ؛

ایکدفعہ حضرت ابن عمرؓ یہ حدیث پڑھ رہے تھے۔ کہ "رسول دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ عورتوں کو نماز پڑھنے کیلئے مسجدوں میں جانے دیا کرو۔ او کما قال"۔ اس پر انکا صاحبزادہ تیزیٔ کلام کی وجہ سے بول اُٹھا۔ ہم تو نہیں جانے دیں گے۔ وہ اب اچھے لباس وغیرہ سے آراستہ ہیں۔ باہر جا کر خرابیاں کریں تو پھر ؛

اب بات تو معقول سہی۔ خود فقہا و محدثین نے بھی اس پر صاد کیا ہے۔ کہ اگر حضور بعد کے زمانے تک زندہ رہتے۔ تو نئے نئے لباس اور آرائش کے سامان اور مسلمانوں کی امیری دیکھ کر خود عورتوں کو مسجد میں جانے

کی ممانعت فرما جاتے ۔حضورؐ کے بعض اقوال بھی ادھر اشارہ کرتے ہیں۔مثلاً عورت صحن کی بجائے کمرے میں نماز پڑھے تو اچھا ہے ۔مگر حضرتِ ابنِ عمرؓ کو غصہ آ گیا ۔اور فرمایا "میں کہوں قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہ (یعنی رسول اللہ صلی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) اور تم کہو کہ ہم نہیں کریں گے"۔چنانچہ اسی غصہ میں حضرت ابنِ عمر نے تادمِ واپسیں اپنے بیٹے سے کلام نہیں کیا (لَمْ یُکَلِّمْہُ حَتّٰی مَاتَ)

اسی طرح کا ایک اَور واقعہ ترمذی کی حدیث "اشعار البدن" کی ذیل میں بھی لکھا ہے ۔امام وکیعؒ ایک شخص سے بیان فرماتے تھے۔کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشعار (کسی قربانی کے جانور کو ہتھیار سے نشان) کیا تھا۔ اس شخص نے جواباً کہدیا ۔کہ ابراہیم نخعیؒ سے روایت کی گئی ہے ۔کہ اشعار مثلہ ہے ۔اس پر وکیعؒ سخت غضبناک ہوئے اور فرمایا "میں کہہ رہا ہوں کہ رسولِ پاکؐ نے یوں فرمایا ۔اور تو کہہ رہا ہے کہ ابراہیم نخعیؒ نے یوں کہا ۔اب تیری سزا اَور کیا ہے کہ تُو توبہ کرنے تک محبوس کر دیا جائے ۔

ان واقعات کو ذرا اس پرچیاں کر کے دیکھئے ۔کہ ایک طرف سے آواز اُٹھتی ہے ۔کہ رسولِ پاکؐ کی طرف رجوع کیجئے ۔اور مقابلے میں ایک شخص کہتا ہے کہ فلاں عالم کی راہ پر چلئے ۔اس صورت میں اب ہم انصاف ناظرین پر چھوڑتے ہیں ۔خود کچھ نہیں کہتے ۔

ایک واجب الاحترام مولینا ابو الکلام آزاد مدظلہٗ ہیں ۔جو پہلی تصنیفات مثلاً "جزیرۃ العرب اور خلافت" اور "اسلام اور نیشنلزم" وغیرہ میں تو صاف صاف اعلان فرماتے ہیں کہ اسلام کا دوسرا نام ہی جماعت ہے ۔اگر مسلمان اپنی جماعت قائم نہ کریں تو وہ جمع بھی ہوں تو محض ایک بھیڑ ہوتی ہے قوم نہیں ہوتی ۔قوم جبھی ہوتی ہے کہ علیحدہ جماعت کا قیام ہو ۔ایک امام ہو ۔ایک مقصد ہو ۔ایک ذریعہ عمل ہو ۔سب افراد امام کے اشارے پر حرکت کریں ۔اغیار سے ملیں تو جماعتی حیثیت سے ملیں کسی سے بھڑیں تو جماعتی حیثیت سے بھڑیں ۔پھر یہ کہ اسلامی قومیت نسل، خون، رنگ، زبان، قبیلہ، وطن وغیرہ پر منحصر نہیں ۔وہ صرف لا الٰہ الّا اللہ محمدؐ رسول اللہ پر مبنی ہے ۔پھر یہ کہ مذہب انفرادی نہیں ۔بلکہ ہمارا ہر رکن اور ہر فعل جماعت کا رنگ رکھتا ہے ۔وغیر ذالک ۔مگر آج یہ کیا ہے کہ کانگرسی مسلمان پنڈت جی کی چلائی ہوئی "متحدہ قومیت کے خواب یا جال" والی تحریک کے پُرزے بنے ہوئے اِدھر اُدھر حرکت کرتے پھرتے ہیں ۔اور مولینا مدظلہٗ چُپ ہیں ۔ہر جگہ مولانا موصوف کی آرار کی مخالفت ہو رہی ہے یعنی یہ اُن کے مُنہ پر کہا جا رہا ہے ۔کہ قومیت وطنیت پر بنتی ہے ۔مسلمانوں کو چاہیئے کہ اپنی مذہبی جماعتی حیثیت پیش نہ کریں ۔بلکہ مذہب کو

محض انفرادی چیز سمجھیں۔ مگر مولینا موصوف سب کچھ دیکھ کر خاموش ہیں۔ اُن کی ہر کہی ہوئی بات کو علانیہ جھٹلایا جارہا ہے۔ اور وہ اتنا بھی نہیں کہتے۔ کہ صاحبو کیا کر رہے ہو ؟

یہ حاشا و کلا ہرگز نہیں کہ ہمیں کسی سے بیر ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر محض کانگرس کے مقابلے میں بچاری مسلم لیگ ہی کی مخالفت کا سوال ہوتا۔ تو شاید ہم اسے اس رسالے کے بلند مذہبی اصول کے پیش نظر اتنا اہم ہی نہ سمجھتے مگر یہاں سوال تو اب مسلم لیگ کا رہا ہی نہیں۔ بلکہ عین اسلام پر زد پڑ رہی ہے۔ اس لئے ہمیں مجبوراً یہ لکھنا پڑا ہے ؀

اب نوجوان یا نئی تعلیم والے مسلمان کو لیجئے۔ علماء تو نیز کسی وقت بولتے ہیں اور مذہب پر صاف وار بھی نہیں کرتے۔ یہ نوجوان تو ایسے دلیر ہو رہے ہیں کہ صاف صاف حملہ کرتے ہیں۔ اور اگر مذہبی رسالہ نہیں ملتا تو ادبی رسالوں میں ظاہر ہوتے ہیں۔ مگر افسوس ان پر بھی کم ہے۔ زیادہ تر ان علماء ہی پر افسوس ہے جو ارباب علم و نظر ہو کر چپ ہیں۔ ستم یہ ہے کہ اب یہ طبقہ علانیہ طور پر یہ کہہ رہا ہے۔ کہ مذہب ایک انفرادی چیز ہے۔ اسے سیاست سے کوئی سروکار نہیں۔ حالانکہ اسلام سراسر سیاسی مذہب ہے۔ قرآن حکیم کا صرف ایک سرسری نظر سے مطالعہ اس کا ثبوت بہم پہنچا سکتا ہے۔ پھر کہتے ہیں کہ مذہب صرف ایک ذہنی لباس ہے جو ہر وقت بدلا جا سکتا ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ اس کی ذمہ داری بھی خصوصاً اُن علماء پر ہے۔ جو کانگرسی ہونے کی وجہ سے نوجوانوں کے ہم عقیدہ نہیں تو ہم مسلک ضرور ہیں۔ یا "خاموشی نیم رضا" کے مصداق۔ اور اُن کی ایسی ملحدانہ باتوں کو سُن کر غالباً محض اس لئے چُپ ہو رہے ہیں کہ اس سے اُن کے کانگرسی مسلک کی تائید ہوتی ہے۔ حالانکہ معمولی عقل کا آدمی بھی اتنی احتیاط تو کر سکتا ہے کہ ایسے ہتھیار استعمال کرنے سے احتراز کرے۔ جو ایکطرف تو اُس کے مسلک کی تائید کریں۔ اور دُوسری طرف اُس کے مذہبی اصولوں کی قطع و بُرید بھی کر دیں ؀

انسدادِ شراب نوشی

اب اَور دیکھئے یہ حضرات کہاں کہاں چُپ ہیں۔ ایک کانگرسی نوجوان جو اپنے آپ کو "کانگرس کا پرستار" کہتے ہیں (اور جن کا نام لیکر ہم انہیں اہمیت دینا نہیں چاہتے) اپنے رسالہ میں قانون انسداد شراب نوشی کے متعلق یُوں دُرافشانی فرماتے ہیں۔ (یہ بھی یاد رکھئے کہ آپ ماشاء اللہ مسلمان بھی کہلاتے ہیں):۔

"مَیں کانگرس کے متعلق اس سے زیادہ کیا لکھ سکتا ہُوں کہ مَیں اسکے پرستاروں میں سے ہُوں ..... مگر کانگرس کو اپنے سیاسی حدود سے تجاوز کرکے نوع انسانی کے ازلی رُجحانات (یعنی

شراب نوشی۔ حقیقت) میں دخل دینے کا ارتکاب ہرگز نہ کرنا چاہیئے۔ . . . . میں کانگرس کی
خدمت میں پھر عرض کروں گا کہ وہ اپنے دائرۂ عمل کو محض سیاسیات تک محدود رکھے۔ اور رشد
وہدایت کے دائرے میں داخل ہونے کی کوشش سے ہاتھ اُٹھالے"۔

ہم ان "کانگرس پرست" اور "سیاست مست" صاحب سے یہ پُوچھنے کی جُرات کرتے ہیں۔ کہ اوّل تو آپ اوروں کو نصیحت اور خود میاں فضیحت" کے بمصداق کانگرس کو رشد وہدایت میں دخل دینے سے منع کرتے ہیں۔ اور خود کیوں آئے دن اپنے مضامین میں اسلامی عقائد کا مضحکہ اُڑاتے رہتے ہیں۔ پھر اگر آپ "نوعِ انسانی کے ازلی رُجحانات" کے تحفظ کیلئے اتنے بیقرار ہو کر اُٹھے بھی ہیں۔ تو اسے اپنے اور اپنے ہمخیال احباب تک ہی محدود رکھئے۔ یعنی کوشش یہ کیجئے کہ کانگرس کے قانون انسداد شراب نوشی سے آپ یورپینوں کی طرح "مستثنیٰ" قرار پا جائیں۔ آخر آپ کانگرس کے پرستار ہیں۔ آپ کی خاطر کانگرس اتنی سی بات بھی نہ مان لے گی۔ مگر باقی کروڑوں مخلوقِ خدا کو جو شراب نوشی کو "ازلی رجحانات" نہیں بلکہ غیر فطری اور شیطانی رجحانات قرار دیتی ہے۔ (بلکہ اس بارے میں خود میگسار بھی شامل ہیں) کیوں اس میں شامل کرتے ہیں۔

عرصہ ہُوا کسی کونسل میں انسداد شراب نوشی کی تحریک پیش ہونے پر ایک ممبر نے کہا تھا۔ کہ یہ تحریک شخصی آزادی کے منافی ہے۔ خیر سے یہ صاحب بھی مسلمان ہی تھے۔ وہاں تو سب نے انہیں "افرنگ کا پرستار" سمجھکر چھوڑ دیا۔ یہ معلوم نہیں تھا کہ کانگرس کے پرستار بھی ایسا ہی کہہ گذریں گے۔

بات اصل میں یہ ہے کہ نہ کوئی یورپ کا غلام ہے نہ کانگرس کا پرستار۔ اپنے نفس ہی کی غلامی کا طوق ہر شخص کے زیب گلو ہے۔ اسی لئے تو ہم نے کسی پچھلی اشاعت میں یہ کہدیا تھا۔ کہ جب بھی ان نوجوانوں کو کانگرس میں اپنی "خواہشاتِ نفسانی" اور بقول اُن کے "رجحاناتِ ازلی" کے خلاف باتیں نظر آئیں۔ وہ کانگرس سے کٹ کر کسی اَور سے جُڑنے کی کوشش کریں گے۔ یقیناً اگر آج مسلم لیگ اپنے مینی فسٹو میں یہ اقرار کرے کہ وہ شراب نوشی اور ملحدانہ خیالات کی اشاعت کو جائز رکھے گی۔ مذہب کو محض انفرادی چیز سمجھیگی۔ اور سیاست میں اس کا دخل گوارا نہ کرے گی۔ تو یہ نوجوان فوراً ادھر آشامل ہوں۔

واردھا تعلیمی سکیم ہمارے مذہب کے مسندنشین حضرات کی چُپ کی ایک اَور مثال ملاحظہ ہو۔ کانگرس نے افرنگی پالیسی کی تقلید میں یہ سمجھ کر کہ جب تک تعلیم کانگرسی اصولوں کے مطابق نہ دی جائیگی یعنی دُوسرے لفظوں میں جب تک بچّوں کے اذہان کو شروع ہی سے مذہب سے خالی نہ کر دیا جائے وہ "متحدہ قومیت"

کے خواب کی تعبیر نہیں دیکھ سکتے۔ اس لئے مسلمانوں ہی کے ہاتھوں یہ کام بھی کرایا گیا۔ جامعہ ملیہ دہلی کے پرنسپل صاحب کی زیر سرپرستی یہ تعلیمی سکیم تیار ہوگئی ہے۔ جس سے مذہبی تعلیم کو خارج کر دیا گیا ہے ؎

جب اعتراض ہؤا تو گاندھی جی نے فرمایا۔ کہ آجکل کی مذہبی تعلیم اتحاد کی بجائے اختلاف پیدا کرتی ہے۔ اسلئے اُسے خارج کر دیا گیا۔ مگر پھر بھی فرمایا کہ گھر میں اپنے خرچ پر یہ تعلیم دی جا سکتی ہے۔ البتہ حکومت امداد کرے گی۔ چہ عجب جو چیز سکولوں میں مضر ہے وہ گھر میں کیوں مفید ہوگی۔ پھر سکولوں میں متحدہ نظام کے زیر نگرانی تعلیم ہوسکیگی۔ جس سے تعصب ہٹ جائے گا۔ مگر گھروں میں کوئی جس طرح چاہے گا تعلیم دے گا۔ پھر بچوں کے لئے سرکاری تعلیم لازمی ہونے کی وجہ سے وقت مذہبی تعلیم کے لئے کوئی نہ بچے گا ؎

پھر ستم یہ ہے کہ مذہب کے حق میں تعلیم تو مذہبی تعلیم ہے۔ اس لئے وہ خارج۔ مگر ایسی تعلیم ضرور دی جا سکتی ہے جو مذہب کے خلاف ہو۔ چنانچہ آؤ دیکھیں۔ واردھا تعلیم کی چند سرسری باتیں بھی کس قدر اسلام کے خلاف ہیں:- سکولوں میں بنیادی دستکاری۔ حساب اور مادری زبان کے علاوہ گانا اور سماج کا علم بھی ہوگا۔ گانے کیساتھ رقص اور تالی بجانا بھی ہوگا۔ کانگرسی علماء بتائیں کیا یہ اسلام کے خلاف نہیں! پھر سماج کے علم کے اصول ملاحظہ ہوں:-

(۱) تمام مذاہب (یعنی اسلام اور ہندو مت) اصولی طور پر یکساں ہیں کسی کو دوسرے پر فضیلت نہیں۔

(۲) فلسفۂ زندگی کے اعتبار سے عدم تشدد کو تشدد پر فضیلت حاصل ہے۔

مسلمان کو دو ہی باتوں پر ناز تھا۔ ایک یہ کہ اسلام ہی سچا اور اعلیٰ مذہب ہے۔ وَيَكُونَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ۔ اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَام۔ فَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ۔ (دین اللہ کے ہاں صرف اسلام ہی ہے۔ پس جو اسلام کے سوا اَور کوئی مذہب تلاش کرے گا مقبول نہ ہوگا۔ اور لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ (یعنی اسلام کو سب ادیان پر غلبہ حاصل کرنا ہے)

دُوسرے یہ کہ اسلام ہی سیاسی و جماعتی مذہب ہے۔ اس لئے اس میں عفو و نرمی اور قوت و سختی دونوں ہیں۔ وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ (تمہارے لئے بدلہ میں زندگی ہے) اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ (محارب کفار کا مقابلہ کرتے ہوئے تشدد سے کام لیتے ہیں) پھر خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک زندگی اسوۂ کامل ہے۔ کہ حضورؐ نے عفوِ عام سے بھی کام لیا۔ اور بنفسِ نفیس غزوات میں بھی شامل ہوئے ؎

اب بتائیے سماج کے علم کے ان دونوں اصولوں کی تعلیم کی زد اسلام پر پڑتی ہے یا نہیں۔ پھر کس مُنہ سے یہ کہا جا رہا ہے کہ مذہبی تعلیم کو خارج کر دیا گیا ہے۔ کیا کسی مذہب کے حق میں تعلیم دینا مذہبی ہے۔ اور اُسکے

خلاف نفرت کے جذبات پیدا کرنے والی زہریلی تعلیم دینا مذہبی نہیں؟

کیا اس سکیم کے ماتحت ایک مسلمان استاد بچوں کو یہ پڑھائے گا کہ عدم تشدد سے کام لینے والے اچھے تھے اور تشدد والے برے۔ تو گویا وہ نعوذ باللہ کسی بزدل اور نکمے رہنما کو رسول دو عالم اسوۂ حسنہ اور بشر کامل کے مدمقابل لاکر کھڑا کرے گا۔ نعوذ باللہ۔ یا کیا وہ یہ کہیگا کہ سب مذاہب برابر ہیں۔ حالانکہ وہ جانتا ہوگا کہ وہ جھوٹ بول رہا ہے۔ کیونکہ اس کا عقیدہ یہ ہے کہ اسلام حق ہے اور باقی سب مذاہب باطل۔ اسلام اعلیٰ ہے اور باقی پست۔ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا وَكَلِمَةُ الْكُفْرِ السُّفْلٰى۔

مسلم لیگ کا ادعائے نمائندگی

بطور یادداشت یہ چند امور درج کرنا ضروری ہیں۔ کہ مسلم لیگ نے کانگرسی مکتوب مصالحت کے جواب میں لیگ ہی کے تنہا نمائندہ جماعت ہونے پر (کیونکہ کانگرس کے مکتوب میں یہی چیز قابل اعتراض قرار دی گئی تھی) دلائل دئے ہیں:۔

۱۔ صوبہ سرحد کے سوا باقی تمام صوبوں کی اسمبلیوں میں مسلم لیگ پارٹی باقی تمام پارٹیوں سے قوی ہے ؂

۲۔ نئے دور سے ہر جگہ ضمنی انتخابات میں کانگرس کو لیگ کے مقابلے میں شکست ہوئی ہے۔ حتیٰ کہ صوبہ سرحد میں بھی۔ اگر انتخاب کا نتیجہ نمائندگی کی دلیل نہیں۔ تو کانگرسی اراکین اسمبلی بھی ملک کے نمائندے نہیں ؂

۳۔ لیگ کے سوا اور کوئی اسلامی جماعت مسلمانوں کی نمائندگی کی مدعی نہیں احرار و جمعیتہ کانگرس میں بلا شرط مدغم ہونے کے علاوہ یوں بھی اہم نہیں۔ احرار کی حیثیت صوبجاتی ہے۔ اور جمعیتہ محض علماء کی جماعت ہے غیر علماء کا اس میں عنصر یا نمائندگی مفقود ہے ؂

۴۔ کانگرس ۱۹۱۶ء میں لیگ ہی کو نمائندہ جماعت سمجھ کر اس سے میثاق کر چکی ہے۔ اور آج بھی اُسی سے مخاطب ہوئی ہے ؂

ظاہر ہے کہ اگر کوئی انصاف کی نظر سے دیکھے۔ تو یہ دلائل کافی وزنی ہیں۔ اب اگر کانگرس واقعی مصالحت کی آرزومند ہے۔ تو اسے غور کرنا چاہیئے ؂

اللہ کے ڈر اور اسکی خوشنودی پر قائم کی ہے زیادہ بہتر ہے یا وہ جو اسکی بنیاد گر جانیوالی کھائی
کے کنارے پر رکھے جو اسکو دوزخ کی آگ میں گرادے یاد رکھو کہ اللہ ان لوگونکو جو حد سے
تجاوز کرنیوالے ہیں راہ ہدایت نہیں دکھاتا ۞ وہ بنیاد کہ جسکو انہوں نے اٹھایا ہے ان
کے دلوں میں ہمیشہ قائم کرتی رہیگی جبتک انکے دل کٹ کر ریزہ ریزہ نہ ہو جائیں اور
(یاد رکھو کہ) اللہ علیم و حکیم ہے ۞ یاد رکھو کہ اللہ نے مومنوں سے انکی جانیں اور انکے مال
و دولت اس عوض میں خرید لئے ہیں کہ انکے لئے جنت ہو وہ اللہ کی راہ میں جنگ کرتے ہیں
دشمنوں کو قتل کرتے ہیں اور خود بھی قتل ہوتے ہیں اللہ کا یہ وعدہ توراۃ انجیل اور قرآن کی
رو سے بالکل سچا ہے اور ایفائے عہد کے معاملہ میں اللہ سے زیادہ کون وفادار ہے
پس تم کو اس سودے کی خوشخبری ہو جو تم نے اس سے کیا ہے اور (یاد رکھو کہ) یہی
بڑی چیز "فوز عظیم" ہے ۞ (یہ لوگ) توبہ کرنے عبادت کرنے حمد و ثنا کرنے ضبط نفس
کرنے اور رکوع کرنے سجدہ کرنے لوگوں کو نیکی کی ترغیب دینے برائی سے روکنے اور اللہ
کی حدود کو محفوظ رکھنے والے ہوتے ہیں۔ اور (اے نبی!) تم (ایسے) مومنوں کو خوشخبری
دو ۞ اس نبی کو اور ان لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں۔ یہ حق نہیں کہ

[illegible]

يَسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِىْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا
تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿١١٣﴾ وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ
اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا
تَبَيَّنَ لَهٗٓ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ ؕ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ
حَلِيْمٌ ﴿١١٤﴾ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًۢا بَعْدَ اِذْ هَدٰىهُمْ
حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَّا يَتَّقُوْنَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْمٌ ﴿١١٥﴾
اِنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يُحْىٖ وَيُمِيْتُ ؕ
وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِىٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿١١٦﴾ لَقَدْ
تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِىِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ
اتَّبَعُوْهُ فِىْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ
قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ
رَّحِيْمٌ ﴿١١٧﴾ لا وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ؕ حَتّٰٓى اِذَا
ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ

وہ مشرکوں کیواسطے اس امر کے واضح ہو جانے کے بعد کہ وہ دوزخی ہیں دُعائے استغفار
کریں خواہ وہ انکے بڑے ہی قریبی کیوں نہ ہوں ○ اور حضرت ابراہیم کا اپنے باپ کیلئے
استغفار کرنا محض ایک وعدے کی بنا پر تھا جو ابراہیم نے اس سے کر رکھا تھا جب معلوم ہو گیا اُسے
کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو ابراہیم اس سے بیزار ہو گیا حالانکہ ابراہیم یقیناً بڑا نرم مزاج اور
حلیم الطبع تھا ○ اور اللہ کسی قوم کو گمراہ نہیں کرتا جب وہ انہیں ہدایت دے چکا ہو حتی کہ ان کو
صاف صاف بتا دے کہ انہیں کن کن باتوں سے بچنا چاہیئے یاد رکھو کہ اللہ کو ہر بات کا علم ہے ○
بیشک زمین و آسمان کی بادشاہی اللہ ہی کیلئے ہے وہی زندہ کرتا ہے اور وہی موت دیتا ہے
اور تمہارے لئے اللہ کے مقابلے پر نہ کوئی دستگیر ہے نہ مددگار ○ بیشک اللہ
نے نبی پر فضل کیا اور مہاجرین اور انصار پر بھی جنہوں نے تنگی کی گھڑی میں اسکے
رسول کی اتباع کی جبکہ ان میں سے ایک فریق کے دل ڈگمگا جانے کے قریب تھے پھر
ان پر وہ مہربان ہوا (یاد رکھو کہ) اللہ ان پر نہایت شفقت کرنیوالا مہربان
ہے ○ ان تینوں پر بھی مہربانی کی جو غزوہ تبوک میں پیچھے رہ گئے تھے یہانتک کہ
جب زمین باوجود اپنی فراخی کے ان پر تنگ ہو گئی اور انکو اپنی جان دوبھر معلوم ہونے لگی تھی

ان کی کامیابی [illegible] جنت کی بشارت ان لوگوں کے لئے ہی ہے جو [illegible] واضح ہو گیا کہ [illegible] وقت و تنگی کا [illegible] اسی اصول پر چلتے ہیں [illegible] اور [illegible] کی اس [illegible] نفس [illegible] اور [illegible] مسلمان [illegible] نیکی کی [illegible] ہیں [illegible] مسلمانوں کو [illegible] کر دہ اپنے [illegible] صفت [illegible] چھوڑیں [illegible] اس حالت میں [illegible] وصف [illegible] محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینہم [illegible] استغفار [illegible] کیوں نہ [illegible] اللہ کسی قوم پر [illegible] نہیں کرتا [illegible] [illegible] ہو جاتی ہے [illegible] نہیں کر سکتے [illegible] استغفار [illegible] کیونکہ تمہاری [illegible] اس کے [illegible] جنگ تبوک [illegible] کی طرف اشارہ ہے [illegible] واقعہ یہ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ [illegible] کے مسلمانوں کی [illegible] کر دیا جائے [illegible] شروع کر دیں [illegible] فیصلہ کیا کہ [illegible] کیا جائے [illegible] یہ حالت تھی [illegible] [illegible] لشکر اسلام کے ہمراہ نہ جا سکے [illegible] منافق تو تمام ہی نہیں گئے تھے [illegible] حضور علیہ الصلوٰۃ جب لشکر اسلام [illegible] واپس آ گئے تو منافقوں نے حیلے بہانے بنائے اور جھوٹ سچ بول کر معذرت خواہی کی آپ نے [illegible] اور [illegible] ان کو معاف کر دیا [illegible] مسلمان بھی جو بد قسمتی سے پیچھے رہ گئے تھے اور جن کے نام کعب بن مالک ہلال بن امیہ اور مرارہ بن ربیع ہیں [illegible] محسوس کرنے لگے مگر چونکہ مسلمان تھے [illegible] جھوٹ [illegible] صاف صاف کہہ دیا کہ حضور ہم نے سستی کی اور آج کل پر ٹالتے [illegible] [illegible] اور اس سعادت سے محروم رہے ہیں معاف کیجئے ظاہر ہے کہ اگر حضور انکو معاف کر دیتے تو پھر احکام اسلام بچوں کا کھیل بن کر رہ جاتے جب اسلام کو مسلمانوں کی ضرورت ہو تو پھر کوئی عذر مسموع اور قابل التفات نہیں ورنہ اسطرح تو ہر شخص اپنی طبعی کمزوریوں سے مجبور ہے۔ کون خدمت کیا اور کون نہ۔ لہذا خدمت اسلام ہر شخص کا فرض ہے اور کوئی عذر مسموع نہیں۔ الا یہ کہ جس کا ذکر اس سے پہلے دسویں پارہ میں ہو چکا ہے۔

أَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْٓا أَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ إِلَّآ إِلَيْهِ ۭ ثُمَّ تَابَ
عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا ۭ إِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿١١٨﴾ يٰٓأَيُّهَا
الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿١١٩﴾ مَا كَانَ
لِأَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ الْأَعْرَابِ أَنْ يَّتَخَلَّفُوْا
عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ وَلَا يَرْغَبُوْا بِأَنْفُسِهِمْ عَنْ نَّفْسِهٖ ۭ ذٰلِكَ
بِأَنَّهُمْ لَا يُصِيْبُهُمْ ظَمَاٌ وَّلَا نَصَبٌ وَّلَا مَخْمَصَةٌ فِيْ
سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَطَـُٔوْنَ مَوْطِئًا يَّغِيْظُ الْكُفَّارَ وَلَا
يَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا إِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهٖ عَمَلٌ صَالِحٌ ۭ
إِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١٢٠﴾ وَلَا يُنْفِقُوْنَ نَفَقَةً
صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً وَّلَا يَقْطَعُوْنَ وَادِيًا إِلَّا كُتِبَ لَهُمْ
لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ أَحْسَنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٢١﴾ وَمَا كَانَ
الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَاۗفَّةً ۭ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ
طَاۗئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ إِذَا

اور انہیں یقین ہو گیا کہ خدا کے غضب سے بچکر جانے کیلئے کوئی جگہ نہیں سوائے اسکے کہ اسکی پناہ طلب کیجائے
تب اللہ نے ان پر توجہ کی تاکہ توبہ کرلیں (یاد رکھو کہ) اللہ بہت توبہ قبول کرنیوالا مہربان ہے ع اے لوگو جو
ایمان لائے ہو اللہ سے ڈرو اور سچے لوگوں کیساتھ رہو ۔ اہل مدینہ اور انکے ارد گرد
رہنے والے بدوؤں کو کوئی حق نہ تھا کہ وہ رسول اللہ (کی معیت) سے پیچھے رہتے اور نہ یہ
کہ رسول کی جان سے زیادہ اپنی جان کی پرواہ کریں یہ اسلئے کہ انکو راہ خدا میں
پیاس کی تکلیف پہنچتی ہے تو کوئی رنج پہنچتا ہے تو، اور بھوک کی تکلیف
پہنچتی ہے تو اور ایسے مکان کو روندتے ہیں جو کفار کو غصے میں لائے تو اور دشمنوں سے
کوئی چیز چھین لیتے ہیں تو بہر صورت ان کیلئے عمل صالح لکھ لیا جاتا ہے (یاد رکھو کہ) اللہ
نیکوکاروں کا اجر برباد نہیں کرتا ۔ اور یہ لوگ کوئی چیز خواہ چھوٹی ہو خواہ بڑی خرچ
نہیں کرتے اور نہ کسی وادی میں چلتے ہیں مگر ان کا یہ عمل لکھ لیا جاتا ہے تاکہ اللہ انکو
انکے اعمال کا بہتر سے بہتر بدلہ دے ۔ اور یہ بات ٹھیک نہیں کہ تمام مسلمان
گھر سے جہاد کیلئے نکل کھڑے ہوں پس ہر ایک گروہ میں سے کیوں نہ چند لوگ نکل آئیں
کہ وہ دین میں سمجھ پیدا کریں اور جب اپنی قوم کے پاس واپس لوٹ کر آئیں

[illegible] ان کو [illegible] اللہ کے حکم کا انتظار کرو [illegible] انکا قصور معاف ہوا ہے [illegible] مسلمان [illegible] کی تکالیف [illegible] کی بیویوں کو [illegible] کسی طرح کوئی معاف [illegible] حضور علیہ السلام [illegible] حرکت اسلام بھی معلوم [illegible] جہاں چھوڑ [illegible] استغفار کے بعد [illegible] حضرت کعب نے [illegible] میں بیٹھ کر [illegible] جو تمہارے ساتھ [illegible] اللہ تعالیٰ کی توبہ قبول کرنی ہے [illegible] کہ وہ ہر قسم [illegible] اسلام کریں ۔

ف ۱۸۱ [illegible] حضرت رسول کے [illegible] اور اپنی جانیں [illegible] قربان کر [illegible] یہ لوگ جتنی [illegible] تکلیف اٹھاتے ہیں انکے [illegible] ثواب دیا جاتا ہے اور خدا کے ہاں ان کی قدر [illegible] کہ ہر مسلمان کو [illegible] فی سبیل اللہ میں [illegible] تیار رہنا چاہئے اگر [illegible] کرنا چاہئے [illegible] کی ضروریات کی [illegible] بعض اشخاص کو [illegible] اور کمزور [illegible] پیچھے چھوڑ جائینگے اور [illegible] سمجھیں کہ [illegible] ہوشیار رہو [illegible] اگر نہ بلایا جائے و شہر کی حفاظت کر سکے ۔

ارشاد ہوتا ہے [illegible] ایک جماعت [illegible] جو تمہیں علم [illegible] ساتھ [illegible] تاکہ [illegible] احکام [illegible] نہ [illegible] گاؤں [illegible] لوگوں کو [illegible]

[illegible] مسلمانوں [illegible] آسان تھی [illegible] کے لئے [illegible] ہتھیلی پر رکھی ہوئی تھیں [illegible] علم کا شوق [illegible] اصحاب صفہ کے حالات مطالعہ کرو [illegible] حالات پڑھو [illegible] دیکھو [illegible] حضرت علی حضرت خالد ابو عبیدہ اور دوسرے [illegible] کی طرف رجوع کرو۔ ان کے کارناموں کو دیکھ کر خدا نے ان کو دنیا کی تمام اقوام پر غالب کیا [illegible] کاروں کو [illegible] دل [illegible] کی وجہ سے قعر مذلت [illegible] ہے فَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا ۔

رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ﴿١٢٢﴾ ع يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً ؕ
وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿١٢٣﴾ وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ
سُوْرَةٌ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ اَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖٓ اِيْمَانًا ۚ
فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّهُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿١٢٤﴾
وَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰى
رِجْسِهِمْ وَمَاتُوْا وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿١٢٥﴾ اَوَلَا يَرَوْنَ اَنَّهُمْ
يُفْتَنُوْنَ فِيْ كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ لَا يَتُوْبُوْنَ وَ
لَا هُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿١٢٦﴾ وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ نَّظَرَ بَعْضُهُمْ
اِلٰى بَعْضٍ ؕ هَلْ يَرٰىكُمْ مِّنْ اَحَدٍ ثُمَّ انْصَرَفُوْا ؕ صَرَفَ اللّٰهُ
قُلُوْبَهُمْ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ﴿١٢٧﴾ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ
مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ
رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿١٢٨﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ۖ لَآ اِلٰهَ

ربع

تو انکو اللہ کی نافرمانی سے ڈرائیں تاکہ وہ اس سے بچ جائیں۔ ۱۷۱ ع اے ایمان لو وہ کافر جو تمہارے
آس پاس ہیں۔ انسے لڑو اور ایسے لڑو کہ وہ تمہارے اندر شدت محسوس کریں اور یہ بات
پر یقین رکھو کہ اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو نافرمانی سے بچنے کے خواہاں ہیں ۝ اور جب کبھی کوئی
سورت نازل کیجاتی ہے تو انمیں سے بعض کہتے ہیں کہ اس سورۃ نے تم میں سے کس کا ایمان بڑھایا ہے
پس جو لوگ ایمان رکھتے ہیں اس نے انکا ایمان بڑھا دیا اور وہ خوش ہوتے ہیں ۝
اور وہ لوگ جنکے دلوں میں کوئی بیماری ہے اس نے انکی دلی گندگی پر ایک اور گندگی
بڑھا دی اور وہ کفر ہی کی حالت میں مر گئے کیا وہ نہیں دیکھتے کہ انکو ہر سال ایک یا دو مرتبہ
آزمائش میں ڈالا جاتا ہے پھر بھی نہ توبہ کرتے ہیں اور نہ نصیحت پکڑتے
ہیں ۝ اور جب کبھی کوئی سورۃ نازل کیجاتی ہے تو انمیں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھنا
ہے کہ تم کو کوئی دیکھتا تو نہیں پھر وہاں سے پلٹ آتے ہیں اللہ بھی انکے دلوں کو پھیر دیتا ہے کیونکہ یہ ایسے
لوگ ہیں کہ بالکل نہیں سمجھتے ۝ بیشک تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک رسول آئے ہیں جن پر
تمہاری تکلیف دوبھر گذرتی ہے تمہاری بھلائی کے خواہاں ہیں اور ایمان والوں پر نہایت
شفیق و مہربان ہیں ۝ اے پیغمبر اگر وہ روگردانی کریں تو تم کہدو کہ مجھ کو اللہ کافی ہے

۱۷۲ اس رکوع میں ... حکم ہوا کہ پہلے صرف قریش کا جواب دیا گیا ہے ... مخالف ... جہاد ... تعلیم ... مسلمانوں ... آس پاس کے کافروں ... اس طرح ... کا لوہا ... علاوہ ... قرآن کے علوم ... پھیلانے کے ... عقل و دانش ... توحید ... روحانی خوشی نصیب ہوتی ہے ... کم فہمی ... جہاد کے احکام ... ارشاد ہوتا ہے کہ کیا یہ لوگ ... ہر سال ایک دو واقعات ... ایسی جماعت ... ظالموں اور زبردستوں ... یہ لوگ ان حالات ... کام نہیں لیتے ... غلامی اور محکومی ... گھروں میں ... خواہ ان کی عزت ان کی دولت اور ان کی اولاد ... جہاد کے احکام ... ایک دوسرے کو دیکھنے لگتے ہیں ... کتنا بھاری اور مشکل حکم صادر ہوا ہے بھلا ہمارے لئے یہ کس طرح ممکن ہے کہ ... مقابلہ کر سکیں ... ہم کمزور ... شکوک و شبہات اور ... ان کی دلی خواہش ہوتی ہے کہ کسی طرح یا لوگ ... منسوخ ہو جائے ... حکم صادر ہوا تھا وہ ہو چکا ہے ... اب منسوخ بھی نہیں ہو سکتا ... حکومت اسلامی کا وجود ... ذرا سوچو کہ جس پیغمبر ... احکام صادر ہوتے ہیں وہ خود تمہاری ... انسان ہے ... ایک فرد ہے اور تمہارے ... تمہارا دلی خیر خواہ ہے۔ جس بات سے تمہیں تکلیف ہو اس بات سے اسے صدمہ پہنچتا ہے۔ الغرض وہ تمہارے حق میں ... رحم و شفیق واقع ہوا ہے اگر جہاد کے احکام درحقیقت تمہارے لئے مفید نہ ہوتے بلکہ محض تکلیف کا باعث ہوتے تو ہرگز ... اگر ... قلب سلیم ... جہاد کو بالکل عقل کے مطابق پاؤ گے اور ... نوع انسان کے لئے بے حد مفید۔ اور اگر ... ہو جاؤ گے ... ہمارے نبی کا اعتماد کسی انسان پر نہیں۔ اس کے لئے وہ اللہ کافی ہے جو عرش عظیم کا مالک ہے۔ وہ ہر معاملہ میں اس کی مدد کرے گا۔ اور تم نافرمانی کے عذاب میں مبتلا ہو گے ۔

إِلَّا هُوَ ۖ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۖ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ﴿١٢٩﴾ ع

سُورَةُ يُونُسَ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ مِائَةٌ وَتِسْعُ آيَاتٍ وَإِحْدَى عَشَرَ رُكُوعًا

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

الٓرٰ ۚ تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ الْحَكِيمِ ﴿١﴾ أَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا
أَنْ أَوْحَيْنَا إِلَىٰ رَجُلٍ مِنْهُمْ أَنْ أَنْذِرِ النَّاسَ وَبَشِّرِ الَّذِينَ
آمَنُوا أَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۗ قَالَ الْكَافِرُونَ
إِنَّ هَٰذَا لَسَاحِرٌ مُبِينٌ ﴿٢﴾ إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ
السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ
يُدَبِّرُ الْأَمْرَ ۖ مَا مِنْ شَفِيعٍ إِلَّا مِنْ بَعْدِ إِذْنِهِ ۚ ذَٰلِكُمُ اللَّهُ
رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ ۚ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿٣﴾ إِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا ۖ
وَعْدَ اللَّهِ حَقًّا ۚ إِنَّهُ يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ لِيَجْزِيَ
الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ بِالْقِسْطِ ۚ وَالَّذِينَ كَفَرُوا
لَهُمْ شَرَابٌ مِنْ حَمِيمٍ وَعَذَابٌ أَلِيمٌ بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ ﴿٤﴾

النصف الثالث ٣ وقف النبي صلى الله عليه وآله وسلم

سرورِ دو عالم کی شانِ یکتائی

از خان محمد یوسف خان صاحب سلیم چشتی بریلوی بی-اے (آنرز)

پروفیسر سلیم چشتی کے نام سے قارئین رسالہ "حقیقتِ اسلام" بخوبی واقف ہیں۔ اُن کے مضامین گذشتہ چھ سال سے برابر رسالہ میں شائع ہو رہے ہیں۔ زیرِ نظر پرچے سے موصوف نے ایک اہم اسلامی مبحث پر قلم اُٹھایا ہے اور یہ مضمون رسالہ میں شائع ہونے کے بعد کتابی شکل میں بھی شائع کیا جائیگا۔ پروفیسر صاحب موصوف نے تہیہ کیا ہے۔ کہ سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کی شانِ یکتائی کے ثبوت میں کم و بیش پچاس دلائل دنیا کے سامنے پیش کئے جائیں۔ اور تمام مشہور بانیانِ مذاہب کی زندگیوں کا موازنہ کرکے یہ دکھایا جائے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکات میں وہ خوبیاں جمع ہیں۔ جن کی نظیر کسی بانیٔ مذہب کی زندگی میں نہیں مل سکتی۔ ہمیں امید ہے کہ قارئینِ حقیقتِ اسلام اس اہم اور بے نظیر مضمون کا خاص توجہ سے مطالعہ فرمائینگے۔ یہ مضمون بصرفِ زرِ کثیر لکھوایا جا رہا ہے۔ اس لئے مسلمانوں کا مذہبی فرض ہے کہ وہ اس کی توسیعِ اشاعت کے لئے کوشاں ہوں ٭ مدیر

دنیا میں ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں ہادیانِ اقوام و بانیانِ ادیان گذر چکے ہیں جو اعلیٰ اخلاقی اور رُوحانی صفات اور ملکوتی خواص سے متصف تھے۔ اور لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ کے بموجب ایک سچے مسلمان کی نظر میں وہ سب یکساں لائقِ تعظیم و تکریم ہیں۔ لیکن تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ کے مطابق منصب اور مشن، فرائض اور کارناموں کے اعتبار سے باہم دگر ایک کو دوسرے پر فضیلت بھی حاصل ہے یعنی اگرچہ میری نظر میں حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت داؤدؑ اور حضرت عیسیٰؑ چاروں یکساں لائقِ تعظیم ہیں۔ اور مَیں بحیثیت رسالت ان میں کوئی تفریق نہیں کر سکتا۔ لیکن یہ ضرور جانتا ہوں کہ حضرت موسیٰؑ کو حضرت عیسیٰؑ پر اور حضرت عیسیٰؑ کو حضرت یحییٰؑ پر ایک گونہ فضیلت حاصل ہے ٭

منطقی طور پر لازمی ہے کہ تمام ہادیانِ اقوام اور بانیانِ مذاہب میں ایک ہستی سب سے برتر اور بالاتر ہو۔ چنانچہ مَیں نے اس نظر سے دنیا کے تمام مشہور اور معروف پیشوایانِ مذاہب کے سوانح حیات کا غور کیساتھ مطالعہ کیا۔

جس کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا۔ کہ سرورِ کونین محبوب ربّ المشرقین والمغربین، آقائے دو جہان سردار انس و جان محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلّم سب نبیوں، رسولوں، ہادیوں اور دینی پیشواؤں سے اعلیٰ اور افضل ہیں ۔

کیوں ؟ کیا اس لئے کہ میں مسلمان ہوں ؟ نہیں یہ تو کوئی معقول اور وزن دار بات نہیں ع کس نہ گوید کہ دوغ من ترش است ۔ عقیدتمندی کی بناء پر جو کچھ کہا جائے، اغیار کی نظر میں اس کی کیا قیمت ہوسکتی ہے کیا میں اس حقیقت سے بے خبر ہوں ؟

نہیں میں کامل غور و فکر اور مطالعہ و موازنہ کے بعد یہ دعویٰ کر رہا ہوں۔ اور مجھے معلوم ہے کہ میں کیا دعویٰ کر رہا ہوں۔ اور اس کے معنی کیا ہیں ؟ میں مکرر لکھتا ہوں۔ کہ سرکارِ مدینہ روحی لہٗ الفداء سب رسولوں سے اور سارے نبیوں سے افضل ہیں۔ بڑے بڑے انبیاء جب حضورِ انورؐ کے مقام رفیع کی طرف نظر اُٹھاتے ہیں۔ تو حیران اور ششدر رہجاتے ہیں کسی شاعر نے کیا خوب لکھا ہے ؎

موسیٰؑ ز ہوش رفت بیک جلوۂ صفات — تو عین ذات می نگری در تبسّمی

میں نے یہ مضمون صرف مسلمانوں کے لئے نہیں لکھا ہے۔ بلکہ تمام دُنیا کے سمجھدار انسانوں کیلئے لکھا ہے۔ اور خصوصًا غیر مسلموں کے لئے۔ اس لئے میں دعویٰ بلا دلیل پیش کر کے اپنی تحریر کو موردالزام بنانا تو پسند نہیں کروں گا۔ بلکہ انشاء اللہ اپنے اس دعویٰ پر دلائل قاطع اور براہینِ ساطع پیش کرونگا۔ تاکہ غیر مسلم بھی پکار اُٹھیں۔ کہ بے شک مسلمانوں کے پیغمبر حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلّم سب نبیوں سے افضل ہیں ع

بمقامیکہ رسیدی نرسد ہیچ نبی

سوال یہ ہے کہ حضور انورؐ کی بنائے فضیلت کیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کی ذاتِ قدسی صفات میں متعدد ایسی خصوصیات جمع ہوگئی ہیں جن سے دُوسرے بانیانِ مذاہب کا دامن بالکل خالی نظر آتا ہے۔ یہ خصوصیات ہی حضور انورؐ کو سب انبیاء پر فضیلت کا مستحق قرار دیتی ہیں۔ اسی نکتہ کو کسی شاعر نے اپنے انداز میں یوں لکھا ہے ؎

حُسنِ یُوسفؑ دمِ عیسےٰ ید بیضا داری — آنچہ خوباں ہمہ دارند، تو تنہا داری

حکیم الامت حضرت علامہ اقبالؒ نے حضورِ انورؐ کی اسی شانِ یکتائی کو اس انداز میں بیان کیا ہے ؎

ہر کجا بینی جہانِ رنگ و بُو — آنکہ از خاکش بروید آرزُو
یا زِ نورِ مصطفےٰ او را بہا ست — یا ہنوز اندر تلاشِ مصطفےٰ ست

دُوسری جگہ یوں تحریر فرمایا ہے ؎

می توانی منکرِ یزدان شدن　　منکر از شانِ نبی نتواں شدن

الغرض میرا دعویٰ یہ ہے۔ کہ سرکارِ دوعالم صلے اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ پاک میں ایسی خُوبیاں جمع ہیں۔ کہ اُن کی بنا پر حضورِ انورؐ کی شخصیت گراں پایہ میں شانِ یکتائی پیدا ہوگئی ہے۔ دُنیا کا کوئی نبی یا رسُول اس باب میں حضورِ انورؐ کے مقابلہ میں پیش نہیں کیا جا سکتا۔ جس طرح آپ کا پیش کردہ پیغام دُنیا کی ساری مذہبی کتابوں میں یکتا ہے۔ اُسی طرح آپ کی ذاتِ بابرکات دُنیا کی ساری مذہبی شخصیتوں میں یکتا ہے۔ فرزندانِ توحید کو مبارک ہو۔ کہ اُن کی کتاب بھی یکتا اور بے نظیر ہے۔ اور اُن کا آقا بھی یکتا اور بے نظیر ہے ؎

میرا ارادہ اس موضوع پر ایک مبسوط اور مفصّل کتاب لکھنے کا ہے۔ تاکہ دُنیا کے تمام پیروانِ مذاہب پر عقل اور تاریخ کی روشنی میں اتمامِ حجّت کا فرض ادا کر دیا جائے۔ ناظرین کو اس مجوزہ کتاب کے مطالب سے روشناس کرنے کے لئے اس رسالہ میں بالاقساط بعض شواہد پیش کئے جائینگے۔ جن کی بدولت میرا دعویٰ بھی ثابت ہو جائیگا۔ اور مسلمانوں کے قلوب بھی نورِ ایمان سے جگمگا اُٹھیں گے۔ اور یہی میرا اصلی مقصد ہے ؎

حضُورِ انور صلّے اللہ علیہ وسلّم کی تاریخی شخصیت

پہلی دلیل صاف اور واضح الفاظ میں پیش کرتا ہُوں۔

" دُنیا کے تمام بانیان و پیشوایانِ مذاہب میں صرف سرکارِ مدینہ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلّم ہی ایک ایسے مذہبی پیشوا ہیں۔ جن کی شخصیت تاریخی طور پر ثابت ہے اور ہو سکتی ہے "۔

یہ میرا دعویٰ ہے صاف، صریح اور واضح الفاظ میں۔ اب بیں سطورِ ذیل میں اس دعویٰ پر دلائل و شواہد پیش کرتا ہُوں۔ تاکہ حقیقت حال مبرہن ہو جائے ؎

خوش بود گر محکِ تجربہ آید بمیاں　　تا سیہ رُوئے شود ہر کہ در وغش باشد

مَیں نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی شانِ یکتائی پر پہلی دلیل آپ کی پاک شخصیت کی تاریخیت کو قرار دیا ہے۔ اور حقیقت یہ ہے۔ کہ یہ دلیل اپنی اہمیت کے لحاظ سے تمام دلائل پر فوقیت رکھتی ہے۔ اس کی وضاحت سے قبل مَیں اس کی اہمیت واضح کرنا چاہتا ہوں۔ تاکہ ناظرین اس کی قدر و قیمت کا صحیح اندازہ کر سکیں ؎

واضح ہو کہ اگر مذہب سے ایسا نظام مراد ہے۔ جو انسان کو (۱) فرشتہ صفت بنا دے (۲) اور بیتے جی خدا کا مقرب بنا دے، تو بلاشبہ مذہب میں سب سے قیمتی اور مؤثر ترین عنصر بانیٔ مذہب کی شخصیت ہوتی ہے

کیونکہ مذکورہ بالا دونوں باتیں بانیٔ مذہب کی شخصیت سے شدید رُوحانی ارتباط پیدا کرنے کی بدولت ہی حاصل ہوسکتی ہیں۔ اور اس لحاظ سے ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ بانیٔ مذہب کی شخصیت مذہب کی جان ہے۔ علاوہ بریں قوم اور افراد کی زندگی دانستہ اور غیر دانستہ دونوں صورتوں میں بانیٔ مذہب کی شخصیت سے اثر پذیر ہوتی رہتی ہے۔ بلکہ اس کی شخصیت کا اثر ہر زمانہ میں قوم کی زندگی میں منعکس ہوتا ہے۔ اس لئے اگر بانیٔ مذہب کی شخصیت تاریخی اور حقیقی ہو۔ تو پیروؤں کے اندر اس کے ساتھ محبت کا رنگ پیدا ہوسکتا ہے۔ اور یہ محبت اتباع کی طرف مائل کرسکتی ہے۔ اور اتباع سے مقصود مذہب حاصل ہوسکتا ہے۔ اور اگر اس کی شخصیت تاریخی طور پر ثابت نہ ہوسکے۔ تو فرضی اور غیر یقینی چیز سے نہ انسان کو وابستگی ہوسکتی ہے۔ اور نہ اس کے اتباع کا جذبہ اسکے دل میں پیدا ہوسکتا ہے۔ صحیح تر الفاظ میں یوں سمجھئے کہ اس کا عدم اور وجود دونوں یکساں ہیں ؛

اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ :- (۱) بغیر اتباع، مقصود مذہب حاصل نہیں ہوسکتا۔ (۲) اور اتباع بغیر عشق کے نہیں ہوسکتی۔ (۳) اور عشق کسی فرضی یا خیالی وجود سے نہیں ہوسکتا۔ اس لئے بانیٔ مذہب کی شخصیت کا تاریخی ہونا اشد ضروری ہے۔ جس کے بغیر اُس مذہب کی کوئی قیمت باقی نہیں رہتی ؛

اب مَیں نفسِ دلیل کی طرف متوجہ ہوتا ہُوں :-

کسی شخصیت کے تاریخی ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس کے جو سوانح حیات پیش کئے جائیں۔ وہ تاریخی طور پر ثابت ہوسکیں۔ یعنی وہ مستند اور صحیح ہوں۔ فرضی اور قیاسی نہ ہوں۔ ان کی بنیاد تاریخ اور شہادت پر ہو افسانوں اور روایتوں پر نہ ہو۔ آئیے اب تمام بانیانِ مذاہب کی شخصیت کو اس معیار پر پرکھ لیں ؛

(۱) قدیم ترین مذہبی کتابیں چاروں ویدوں کو تسلیم کیا جاتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ وہ کون لوگ تھے جن پر ان کتابوں کا نزول تسلیم کیا جاتا ہے۔ اس کے جواب میں کہا جاتا ہے۔ کہ چار وید چار رشیوں پر نازل ہوئے تھے۔ جن کے نام یہ ہیں۔ اگنی، وایو، انگرہ اور ادتی۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ لوگ کون تھے؟ ان کی سکونت ولدیت، قومیت کیا تھی۔ ان کا کیریکٹر (چال چلن) کیسا تھا؟ کب پیدا ہوئے؟ کب وفات پائی؟ کن لوگوں نے انہیں دیکھا؟ کن لوگوں نے ان کی صحبت اُٹھائی؟ کن لوگوں نے ان کے سوانح حیات مرتب کئے؟ کس زبان میں مرتب کئے؟ کیا آج دنیا میں کوئی دستاویز ایسی موجود ہے جس میں ان لوگوں کا حال مرقوم ہو؟ کیا ان کے وجود پر کوئی خارجی شہادت مل سکتی ہے؟ مختصر یہ کہ کیا یہ افراد تاریخی انسان ثابت ہوسکتے ہیں؟

واضح ہو کہ ان تمام سوالات میں سے کسی ایک سوال کا جواب بھی تاریخی طور پر نہیں دیا جاسکتا۔ جس کے

معنی یہ ہوئے۔ کہ ان چاروں بزرگوں میں سے کسی ایک کی شخصیت بھی تاریخی طور پر ثابت نہیں ہوسکتی۔ علمائے ہنود نے بعض سوالات کا جواب دیا ہے۔ مثلاً یہ لوگ تبت میں رہتے تھے۔ اور بڑے مقدس انسان تھے۔ اور آج سے ایک ارب ۹۶ کروڑ برس پہلے دُنیا میں موجود تھے۔ لیکن سوال بدستور باقی ہے۔ کہ محض زبانی دعوؤں سے تو کام نہیں چل سکتا۔ ثابت کرو کہ یہ لوگ تبت میں رہتے تھے۔ اگر مخالف یہ کہے کہ یہ لوگ تو افغانستان میں رہتے تھے، تو اس قول کو کس طرح باطل کیا جائے؟ دوسرا شخص یہ کہے کہ نہیں جناب! یہ لوگ صرف تین لاکھ سال قبل مسیح میں پیدا ہوئے تھے۔ تو اس کی تردید کس طرح کی جائے گی؟ اور تیسرا آدمی یہ اعتراض کردے کہ یہ لوگ مقدس نہ تھے۔ تو ان کی تقدیس کس طرح ثابت کی جائے گی؟

الغرض جو کچھ ان لوگوں کے متعلق بیان کیا جاتا ہے وہ محض فرضی اور قیاسی باتیں ہیں۔ جن کا کوئی تاریخی ثبوت دُنیا کے پردے پر موجود نہیں۔ جب تک ایک ارب ۹۶ کروڑ برس کی تاریخ ہمارے سامنے موجود نہ ہو۔ ہم کس طرح کہہ سکتے ہیں۔ کہ یہ لوگ واقعی تبت میں پیدا ہوئے تھے!

یہ سچ ہے کہ یورپ کے علما نے ویدوں کی تحقیق کے سلسلہ میں بڑی محنت شاقہ اٹھائی ہے۔ اور بعض امور کے متعلق اپنے قیاس سے کام لیکر اقوال فیصل پیش کئے ہیں۔ مثلاً وہ کہتے ہیں کہ ویدوں میں قدیم ترین وید رگ وید ہے۔ جو ۱۵۰۰ء قبل مسیح عالم وجود میں آیا تھا۔ اور متعدد رشیوں نے اسے مرتب کیا ہے جن کے نام اشلوکوں کے شروع میں لکھے ہوئے ہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا ان باتوں سے اگنی، وایو، ادتی اور انگرہ کا وجود ثابت ہوسکتا ہے؟ کہاں ایک ارب ۹۶ کروڑ برس قبل مسیح اور کہاں ۱۵۰۰ برس ق م! اُن کی تحقیق کی رُو سے تو یہ چاروں فرضی نام ثابت ہوتے ہیں جن کی کوئی اصلیت نہیں۔

وجہ صاف ظاہر ہے۔ جب ہنود کے پاس ایک ارب ۹۶ کروڑ سال کی ہسٹری ہی موجود نہیں۔ تو وہ کسی بات کو ثابت کس طرح کرسکتے ہیں؟ "پُرانوں" میں بڑی بڑی داستانیں مندرج ہیں۔ لیکن کیا کوئی سمجھدار آدمی انکو تاریخ کا درجہ دے سکتا ہے؟ ہنود لے دے کے میکس ملر، ولسن، جونز، میکڈانل وغیرہ کو پیش کرسکتے ہیں۔ لیکن یہ لوگ تو ویدوں کو اُن رشیوں کی تصنیف قرار دیتے ہیں جو آج سے تین چار ہزار سال پہلے پنجاب میں رہتے تھے۔ اگنی، وایو، انگرہ اور ادتی کے وجود کو تو یہ لوگ بھی تسلیم نہیں کرتے۔ یہ رشی تو درکنار وہ تو رام چندر، کرشن اور راون کو بھی تاریخی انسان تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ جس طرح ان چار رشیوں کی شخصیت کو تاریخی طور پر ثابت نہیں کیا جاسکتا۔ رامائن اور مہابھارت کے افراد کو بھی تاریخی افراد نہیں قرار دیا جاسکتا۔ تمام

محققین یورپ کا متفقہ فیصلہ یہ ہے کہ ہندوؤں کے پاس نہ مذہبی تاریخ محفوظ ہے نہ سیاسی - نیز تاریخ ہند کے پڑھنے والوں سے یہ حقیقت پوشیدہ نہیں ہو سکتی۔ کہ ہندوؤں کے پاس ہندوستان کی قدیم تاریخ بھی محفوظ نہیں ہے۔ چنانچہ مؤرخین لکھتے ہیں کہ اگرچہ ہندو لوگ لاکھوں برس قبل مسیح کی روایات ہمیں سناتے رہتے ہیں۔ لیکن چندر گپت موریا پہلا تاریخی بادشاہ ہے جو چوتھی صدی قبل مسیح میں ہوا ہے ؎

اندریں حالات اگنی، وایو، انگرہ اور آدتی کی شخصیت تاریخی طور پر کس طرح ثابت ہو سکتی ہے۔ جبکہ اُن کی وفات کو ایک ارب ۹۶ کروڑ برس گزر چکے ہیں! ہندوؤں کی مذہبی کتابوں میں جو کچھ ان بزرگوں کے متعلق مرقوم ہے وہ دیومالا (علم الاصنام) اور افسانہ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ الغرض ہمارا دعویٰ ثابت ہو گیا۔ کہ ملہمین وید کی شخصیت تاریخی طور پر ثابت نہیں ہو سکتی ؎

(ب) ہندو دھرم کے بعد اب ہم مجوسیت کے بانی پر تنقیدی نظر ڈالتے ہیں۔ واضح ہو کہ مجوسی یا بالفاظ صحیح تر زرتشتی مذہب کا بانی حضرت زرتشت کو قرار دیا جاتا ہے۔ اور اس بزرگ کی شخصیت بھی تاریخی طور پر ثابت نہیں کی جا سکتی ؎

(۱) جے ایم رابرٹسن نے جو انگلستان کا مشہور نقاد اور محقق گذرا ہے، اپنی تصانیف میں دلائل و شواہد سے یہ بات ثابت کی ہے۔ کہ زرتشت، گوتم بُدھ اور یسوع ناصری یہ تینوں افراد ایسے ہیں جن کی شخصیت کو تاریخی طور پر ثابت نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ اسکا دعویٰ تو یہ ہے کہ یہ تینوں فرضی نام ہیں۔ اور اُس نے اپنے اس دعویٰ پر متعدد شواہد پیش کئے ہیں۔ اگر ان شواہد کو تسلیم نہ بھی کیا جائے تو بھی اس قدر ضرور ثابت ہوا۔ کہ زرتشت کی شخصیت اس قدر تاریکی میں پوشیدہ ہے کہ محققین اس کے وجود ہی سے منکر نظر آتے ہیں ؎

(۲) ڈاکٹر مولٹن لکھتا ہے کہ میں نے زرتشت کی شخصیت کے متعلق جو تحقیقات کی ہے۔ اس کی بنا پر مسٹر رابرٹسن کے ہمخیال زرتشت کو ناقابلِ تردید طور پر ایک فرضی اور خیالی انسان ثابت کر سکتے ہیں ؎

(۳) مشہور محقق مجوسیت ڈاکٹر ڈارمیسٹیٹر نے لکھا ہے کہ زرتشت کوئی تاریخی انسان نہیں ہے۔ یا کم از کم کوئی شخص اس کی شخصیت کو تاریخی طور پر ثابت نہیں کر سکتا ؎

(۴) ڈارمیسٹیٹر وہ شخص ہے جس نے ساری عمر قدیم ایرانی لٹریچر کے مطالعہ میں بسر کر دی۔ جب وہ اس نتیجہ پر پہنچا۔ کہ زرتشت کی شخصیت تاریخی طور پر ثابت نہیں ہو سکتی۔ تو یقیناً میرے مذکورہ بالا قول کو تعصب یا عدم علم پر محمول نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ جس طرح میکس مُلر اور دوسرے فضلائے سنسکرت و علمائے دین ہنود آج تک یہ نہ معلوم

کرسکے کہ اگنی، وایو، انگرہ اور آدتی کون تھے۔ کب پیدا ہوئے، کہاں پیدا ہوئے، کب وفات پائی۔ اسی طرح مجوسیت کا کوئی محقق آجتک یہ معلوم نہ کرسکا۔ کہ حضرت زرتشت کب پیدا ہوئے تھے۔ اور کہاں پیدا ہوئے تھے؟ سب سے پہلے کس شہر میں اپنے مذہب کی تبلیغ شروع کی، کون کون شاگرد ہوئے؟ کہاں اور کب وفات پائی؟

ڈاکٹر ولیم جیکسن لکھتا ہے۔ کہ زرتشت دراصل ایک لقب ہے۔ اور کئی آدمی ایران میں ایسے گذرے ہیں۔ جن کا یہ لقب تھا۔ اب کیسے معلوم ہو کہ جو زرتشت بانیٔ مذہب تھا وہ کون سا زرتشت تھا؟

بعض لوگوں نے لکھا ہے۔ کہ زرتشت سنہ ۱۴۰۰ ق م میں پیدا ہوا تھا۔ لیکن جیکسن کا خیال ہے۔ کہ وہ سنہ [illegible] ق م میں پیدا ہوا تھا۔ ایک محقق نے اس کا زمانہ ولادت سنہ ۱۲۰۰ ق م لکھا ہے۔ اس کے بالمقابل ایک یونانی مصنف زینتھاس آف لیڈیا نے یہ لکھا ہے کہ وہ سنہ ۱۸۰۰ ق م میں پیدا ہوا تھا۔ بعض یورپین محققین نے یہ لکھا ہے کہ زرتشت چھٹی صدی قبل مسیح میں پیدا ہوا تھا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ سب تاریخیں محض قیاسات ہیں، ان کو تاریخی صداقت سے کوئی واسطہ نہیں۔ بہرحال صرف ولادت کی تاریخ اس درجہ مبحوث فیہ ہے کہ نزدیک ترین اور بعید ترین قیاس میں ڈیڑھ ہزار سال کا فاصلہ ہے!

مجھے اس وقت اس سے بحث نہیں کہ زرتشت سنہ ۶۰۰ ق م میں پیدا ہوا تھا یا سنہ ۱۸۰۰ ق م میں؛ دکھانا صرف یہ ہے کہ آج تک یہی طے نہ ہوسکا کہ مجوسیت کا بانی پیدا کب ہوا تھا۔ ع قیاس کُن زگلستانِ من بہارِ مرا ۔

الغرض زرتشت کی شخصیت بھی قدامت کے تاریک پردوں میں گم ہوکر رہ گئی ہے۔ اور اگرچہ مستشرقین یورپ نے اس کے حالات زندگی کے متعلق بہت کچھ قیاسی گھوڑے دوڑائے ہیں، لیکن وہ سب کے سب اس درجہ مشکوک اور غیر قابلِ اعتماد ہیں کہ کوئی شخص ان پر اپنی عملی زندگی کو مبنی نہیں کرسکتا۔ کیونکہ کسی کو نمونہ بنانے کے لئے یہ یقین ضروری ہے۔ کہ اس کے حالات زندگی بالکل صحیح اور لائق اعتماد ہوں۔ اگر طبیعت میں شک و شُبہ پیدا ہوجائے تو نمونہ کی کوئی قدر و قیمت دل میں باقی نہیں رہ سکتی ۔

زرتشت کی ولادت، جائے ولادت، قومیت، سکونت، مذہب، خاندان، طرزِ تبلیغ، سالِ وفات اور جائے وفات ان میں سے کوئی بات بھی ایسی نہیں جو یقینی ہو۔ ہر ایک بات ایک پیچیدہ مسئلہ بنی ہوئی ہے جس کی تفصیل ناظرین کو مسٹر جیکسن، ڈارمسٹیٹر، مولٹن اور ہاگ کی تصانیف سے بخوبی مل سکتی ہے ۔

(ج) یہی حال بُدھ مذہب کے بانی گوتم بُدھ کا ہے۔ اس بزرگ کی شخصیت بھی تاریخی اعتبار سے ثابت نہیں ہوسکتی ۔

(۱) مسٹر کیلٹ (KALLET) اپنی کتاب تاریخ مذاہب میں لکھتا ہے۔ کہ "اسوگھوش نے غالباً پہلی صدی عیسوی میں گوتم بدھ کی لائف نظم میں لکھی۔ لیکن اُس نے تاریخ کے ساتھ افسانے اور بے سروپا روایات اس کثرت کے ساتھ شامل کردی ہیں۔ کہ حقیقت کا پتہ لگانا دشوار ہوگیا ہے۔ نیز ہمکو یہ بات صحیح طور پر معلوم نہیں ہو سکتی۔ کہ گوتم بدھ کب پیدا ہوا تھا۔ غالباً اس کی پیدائش ۵۵۰ ق م اور ۴۵۰ ق م کے درمیان کسی زمانہ میں ہوئی" ۔ صفحہ ۲۱۴

(۲) برٹوسٹر نے اسوگھوش کی منظوم لائف کا انگریزی میں ترجمہ کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ " پالی زبان کی کتابوں میں گوتم بدھ کی لائف ملتی ہے۔ مگر یہ کتابیں ۲۵۰ ق م میں مستند تسلیم کی گئیں۔ اور ان کی روایات کا ماخذ تاریخ نہیں۔ بلکہ وہ زبانی روایات ہیں جو کئی صدیوں سے لوگوں میں زبان زد چلی آتی تھیں" ۔ صفحہ ۱۵

پس ہمارا مدعا ثابت ہوگیا، یعنی جو روایات قدیم پالی کتابوں میں درج ہیں۔ اُن کی صحت پر کوئی دلیل دستیاب نہیں ہوسکتی۔ اگر روایات کو بلاتحقیق تسلیم کرلیا جائے۔ تو پھر تاریخ اور افسانہ میں فرق کیا باقی رہا؟ ہندوؤں کے یہاں ہزارہا روایات اِن کی مقدس کتابوں میں درج ہیں، کیا ہم ان سب کو صحیح تسلیم کرسکتے ہیں؟ پھر تو ہنومان بھی ایک تاریخی انسان ثابت ہوسکتا ہے ۔

(۳) پادری بیل (Beal) اپنی کتاب "چین میں بدھ مذہب" میں لکھتا ہے۔ کہ "گوتم بدھ کی لائف محض افسانوی حیثیت رکھتی ہے۔ جو افسانے قدیم مذہبی کتابوں میں مذکور ہیں۔ اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ گوتم آسمان سے زمین پر نازل ہوا تھا۔ اور اُس نے معجزانہ طور پر انسانی جسم اختیار کیا۔ تاکہ دُنیا کو دکھ اور مصیبت سے نجات دلائے"۔ صفحہ ۴۹

ہمارا دعویٰ بھی یہی ہے۔ کہ تاریخی طور پر گوتم بدھ کی شخصیت ثابت نہیں ہوسکتی۔ ممکن ہے راجہ سدودھن کے گھر گوتم سدھارتھ پیدا ہوا ہو۔ لیکن اب اس بات کو تاریخی طور پر ثابت نہیں کیا جاسکتا ۔

(۴) ڈاکٹر مینزیز اپنی کتاب تاریخ مذاہب میں لکھتا ہے۔ کہ "یورپ کے بعض محققین مثلاً سنیارت اور کرن (Senart) کا خیال یہ ہے کہ سدھارتھ گوتم ایک فرضی شخصیت ہے۔ جس کو چند صدیوں کے بعد تاریخی حیثیت حاصل ہوگئی۔ اور اس میں شک نہیں کہ علمائے یورپ اس باب میں بالکل متفق ہیں۔ کہ گوتم بدھ کے سوانح حیات میں تاریخ اور افسانہ کے درمیان خط فاصل کھینچنا بہت مشکل ہے۔ یعنی یہ نہیں معلوم ہوسکتا۔ کہ یہ بات جو ہم پڑھ رہے ہیں، تاریخ ہے یا محض من گھڑت کہانی ہے"۔ صفحہ ۳۵۵

بس یہی ہم بھی کہتے ہیں۔ کہ سدھارتھ گوتم کی شخصیت تاریخی اعتبار سے مشتبہ ہے۔ اس کی زندگی کے

واقعات میں افسانہ کا رنگ اس درجہ غالب ہے کہ سوانح حیات پایۂ اعتبار سے ساقط ہو جاتے ہیں۔ ایک سوانح نگار لکھتا ہے کہ وہ راجہ کا لڑکا تھا۔ دوسرا کہتا ہے نہیں وہ خدا تھا۔ جو بندوں کی نجات کے لئے آسمان سے نازل ہوا۔ اور اب ہمارے پاس نہ اول الذکر کی تکذیب کے دلائل موجود ہیں نہ آخر الذکر کی تغلیط کے۔ اور اسی لئے میں یہ کہتا ہوں کہ گوتم بدھ کی شخصیت تاریخی طور پر ثابت نہیں ہو سکتی ؛

پالی زبان کے قدیم ترین نوشتوں میں گوتم بدھ کو ایک فوق البشر ہستی کے رنگ میں پیش کیا گیا ہے اور تمام خدائی صفات اس کی طرف منسوب کی گئی ہیں۔ اگر یہ روایات صحیح ہیں تو گوتم بدھ انسان ثابت نہیں ہوتا بلکہ خدا ثابت ہوتا ہے۔ جو بے سر و پا افسانے اس کی ولادت سے قبل اور مابعد ولادت ان کتابوں میں مذکور ہیں۔ اُن پر نہ کوئی سلیم الطبع انسان یقین کر سکتا ہے اور نہ وہ تاریخی طور پر ثابت ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا گوتم بدھ کی شخصیت تمامتر افسانوں اور مہمل روایات کے پردہ میں پوشیدہ ہے۔ تاریخی طور پر ہمیں کچھ نہیں معلوم ہو سکتا کہ گوتم بدھ کیا تھا۔ اور اگر اُسے اس لئے ایک فانی انسان تسلیم کیا جائے۔ کہ اُس کی شخصیت تاریخی طور پر ثابت ہو سکے۔ تو پھر قدیم پالی روایات سب غلط ماننی پڑیں گی۔ اندریں صورت آپ کے پاس تحریری شہادت کون سی باقی رہ جائے گی جس پر آپ اس کی لائف کو مبنی کر سکینگے ؛ لہٰذا ہمارا دعویٰ ثابت ہو گیا کہ گوتم بدھ کی شخصیت تاریخی طور پر ثابت نہیں کی جا سکتی ؛

(د) جین دھرم کا حال بھی یہی ہے۔ اس مذہب کا بانی عام طور پر مہاویر سوامی کو سمجھا جاتا ہے لیکن خود جینی لوگوں کا مسلک یہ ہے۔ کہ ہمارا مذہب دُنیا میں قدیم ترین مذہب ہے۔ اور لاکھوں برس سے چلا آرہا ہے۔ بہت خوب! ایسا ہی سہی۔ لیکن ان لوگوں کے پاس دو لاکھ تو درکنار دو ہزار سال کی تاریخ بھی محفوظ نہیں ہے۔ تو پھر یہ اپنے مذہب کے بانی کی شخصیت کس طرح تاریخی طور پر ثابت کر سکتے ہیں؟

اگر جینی لوگ اپنے مذہب کی قدامت سے دستبردار ہونے کو آمادہ ہوں تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔ اس صورت میں وہ وردھمان عرف مہاویر سوامی کو بانئ مذہب قرار دے سکتے ہیں۔ جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ چھٹی صدی قبل مسیح میں پیدا ہوا تھا۔ جس طرح گوتم بدھ کی تاریخ ولادت میں اختلاف ہے۔ اُسی طرح وردھمان مہاویر کی تاریخ ولادت بھی یقینی طور پر معلوم نہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ ۵۹۹ء قبل مسیح میں پیدا ہوا تھا اور بعض کا خیال ہے کہ اس کی ولادت ۵۵۱ء ق م میں ہوئی تھی ؛

مسز اسٹیونسن اپنی تالیف (Heart of Jainism) صفحہ ۲۱ پر لکھتی ہے " وردھمان کی

پیدائش اور اس کے سوانح حیات میں اس قدر افسانوی رنگ داخل کر دیا گیا ہے۔ کہ اس کی شخصیت معرضِ شک میں پڑ گئی ہے۔ علاوہ بریں اس کے اور گوتم بدھ کے سوانح حیات میں اس قدر شدید مماثلت پائی جاتی ہے۔ کہ بہت سے علماء اس کو فرضی انسان تصور کرتے ہیں۔ اگرچہ موجودہ زمانہ میں بعض یورپین محققین اس نتیجہ پر پہنچے ہیں۔ کہ واقعی مہابیر ایک تاریخی انسان گذرا ہے۔ لیکن خود جینی مذہب کی کتابوں سے یہ بات ثابت نہیں ہو سکتی ؟

یہی میرا دعویٰ ہے کہ بہت ممکن ہے۔ ترسیالا دیوی کے بطن سے ایک لڑکا پیدا ہوا۔ جس کا نام وردھمان رکھا گیا۔ لیکن جینی بزرگوں کی مقدس کتب سے اس کی شخصیت تاریخی طور پر ثابت نہیں ہوسکتی۔ جو روایات جینی کتب میں مندرج ہیں۔ ان سے تو یہ معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ راجہ سدھارتھ کے گھر میں خدا پیدا ہوا تھا۔ لیکن کسی انسانی بچہ کا پیدا ہونا ثابت نہیں ہو سکتا۔ پس لامحالہ وہ روایات از روئے درایت غیر قابلِ اعتماد قرار پائیں گی۔ اور ان روایات کے علاوہ وردھمان کی پیدائش کا حال اور کسی ذریعہ سے معلوم نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا نتیجہ یہ نکلا کہ مہابیر سوامی کی شخصیت روایتاً تو ثابت ہو سکتی ہے تاریخی طور پر ثابت نہیں ہو سکتی۔

(ھ) حضرت موسیٰؑ کی شخصیت بھی تاریخی طور پر ثابت نہیں ہو سکتی۔ ممکن ہے بعض مسلمان ناظرین کو یہ فقرہ پڑھ کر حیرت اور استعجاب لاحق ہو کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ حضرت موسیٰؑ کا ذکر تو قرآن مجید میں موجود ہے! لیکن جب وہ میرے طرز استدلال پر غور کریں گے تو اُن کی حیرت فوراً رفع ہو جائے گی۔ میرا سوال تو یہود سے ہے نہ کہ مسلمانوں سے۔ بلاشبہ ہم مسلمان حضرت موسیٰؑ کو تاریخی انسان تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن اس لئے نہیں کہ یہود ان کی شخصیت کو تاریخی طور پر ثابت کر سکتے ہیں۔ بلکہ اس لئے اور محض اس لئے کہ قرآن مجید ایسا کہتا ہے لیکن یہود سے ہمارا سوال یہ ہے کہ قرآن کو تم (اعوذ باللہ) تسلیم نہیں کرتے۔ اس لئے اُس سے استناد بھی نہیں کر سکتے۔ اب تم اپنی کتابوں سے یا دیگر ذرائع سے حضرت موسیٰؑ کی شخصیت تاریخی طور پر ثابت کرو۔

حضرت موسیٰؑ کا ذکر صرف تورات سے معلوم ہو سکتا ہے۔ اور تورات جیسا کہ خود یورپ کے محققین کو تسلیم ہے، صدیاں گذریں صفحۂ ہستی سے ناپید ہو چکی ہے۔ موجودہ تورات جو آج بائبل کا ایک حصہ ہے خدا معلوم کس کی لکھی ہوئی ہے۔ اور نہ یہ معلوم ہے کہ کب لکھی گئی؟ اس تورات میں ایک جگہ یہ لکھا ہوا ہے۔ "تب خداوند کا بندہ موسیٰؑ مواب کی سرزمین میں مرگیا۔ اور آج کوئی شخص نہیں جانتا۔ کہ اسکی قبر کہاں ہے"؟

اس فقرہ سے صاف ظاہر ہے کہ یہ تورات وہ تورات نہیں جو حضرت موسیٰؑ پر نازل ہوئی تھی۔ اور

نہ وہ ہے جو بقول بعض انہوں نے لکھی تھی۔ ورنہ اس میں یہ فقرہ ہرگز نہ ہوتا۔ موجودہ تورات کے غیر معتبر ہونے پر ڈریپر نے اپنی کتاب "معرکۂ مذہب و سائنس" میں یہ لکھا ہے :-

"اگر بفرضِ محال یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ توریت خود موسیٰؑ نے لکھی تھی۔ تو بھی مشکل حل نہیں ہو سکتی کیونکہ اس کے جس قدر قدیم نسخے موجود ہیں سب آپس میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ مثلاً سامری نسخہ میں لکھا ہے کہ طوفان نوح دنیا کی پیدائش کے ۱۳۰۷ سال بعد آیا تھا۔ لیکن عبرانی نسخہ کی رُو سے یہ زمانہ ۱۶۵۶ سال ہے۔ اور نسخہ سبعینیہ کہتا ہے کہ ۲۲۶۲ سال کے بعد یہ حادثہ ظہور پذیر ہوا۔ اسی طرح اور بھی بہت سے اختلافات ہیں" ۔ صفحہ ۱۸۴

مَیں کہتا ہُوں کہ توریت ہی نہیں بلکہ یہود کا سارا مذہبی لٹریچر جس میں ان کی قومی تاریخ بھی شامل تھی بخت نصر کے حملہ بیت المقدس کے زمانہ میں تلف ہوگیا تھا۔ اور اسیری کے زمانہ میں یہود نے اپنی یادداشت سے کچھ اوراق مرتب کر لئے تھے۔ اور انہیں کو تورات کا لقب دے دیا تھا۔ لیکن یروشلم کی دوسری تباہی کے موقع پر یہ کاغذات بھی نذرِ آتش ہو گئے۔ اس کے بعد ایزرا نے اپنی یادداشت سے ایک کتاب لکھی۔ اور اسے توریت کا لقب دیا۔ لیکن یہ کتاب تیسری تباہی میں ضائع ہوگئی۔ اور یہود نے رومیوں کے عہد میں چوتھی مرتبہ خود حسبِ دستور توریت مرتب فرمائی ۔

مضامین کی نوعیت کو جانے دیجئے۔ عہدِ عتیق کے جس قدر قدیم نسخے اسوقت موجود ہیں۔ وہ سب یونانی زبان میں ہیں۔ اور ان سب میں شدید اختلافات پائے جاتے ہیں۔ لہٰذا کوئی نسخہ بھی مستند اور معتبر نہیں ہو سکتا۔ اندریں حالات حضرت موسیٰؑ کی شخصیت تاریخی طور پر ثابت نہیں ہو سکتی۔ ٹھیک جس طرح ہندو لوگ، جناب رامچندر، جناب کرشن اور جناب ویاس کی شخصیت کو تاریخی طور پر ثابت نہیں کر سکتے۔ بات تو بالکل صاف ہے۔ جس زمانہ میں ان بزرگوں کا ہونا بتایا جاتا ہے۔ اس زمانہ کی کوئی تاریخ ہنود کے پاس موجود نہیں۔ پھر ان لوگوں کی شخصیت تاریخی طور پر ثابت ہو تو کس طرح ؟ سائیکلوپیڈیا برٹینکا کے مؤلفین کو بھی یہ امر مسلّم ہے۔ کہ اصلی توریت تو تلف ہوگئی۔ اور موجودہ توریت اس واقعہ کے صدیوں بعد عالمِ وجود میں آئی۔ اور اس توریت کے جو قلمی نسخے موجود ہیں وہ سب آپس میں مختلف ہیں۔ اندریں حالات اس کتاب کی تاریخی اعتبار سے وقعت کیا رہ جاتی ہے ؟ بلکہ مَیں تو یہاں تک کہہ سکتا ہوں کہ جب بائبل ناقابلِ اعتبار ہے تو یہود و نصاریٰ اپنی کتابوں کی رُو سے کسی نبیؑ کی شخصیت بھی تاریخی طور پر ثابت نہیں کر سکتے ۔

(باقی)

مُسلم سے خطاب

از جناب میر نذر علی صاحب دردؔ کاکوروی۔ اورنگ آباد (دکن)

ہاں دکھا اے مسلمِ سرشار پھر اپنا وہ جوش
جس سے کل جاتے رہے تھے سارے بیدینوں کے ہوش

کیوں سکوت اس درجہ چھایا کسلیئے ہے تو خموش
سُن ذرا کیا کہہ رہا ہے تجھ سے وہ غیبی سروش

دیر مت کر باندھ ہمت نام لے اللہ کا
اُٹھ کھڑا ہو اور لگا اک نعرہ الا اللہ کا

اے امینِ ملتِ حق۔ حق کا ڈر بھی ہے تجھے
مٹ نہ جائے نام کچھ خوف و خطر بھی ہے تجھے

دین میں پہلا سا ذوقِ کرّوفر بھی ہے تجھے
کرگئی دُنیا ترقی کچھ خبر بھی ہے تجھے

خوابِ غفلت میں پڑا سوئیگا کب تک کام کر
اُٹھ کھڑا ہو اور میدانِ عمل میں نام کر

کیوں تری ہر اک تمنا شعلۂ بیہوش ہے
ہے یہی وقتِ عمل پھر کس لئے خاموش ہے

آگیا میداں میں دُشمن اور تو رُوپوش ہے
ہاں اگر دینی حمیت ہاں اگر کچھ جوش ہے

ساری دُنیا کو ہلا دے نعرۂ تکبیر سے
سچ تو یہ ہے۔ ہیں ترے قبضے میں دم شمشیر کے

کیا ہُوا وہ تیر۔ تیری آہِ پُر تاثیر کا ہے کہاں آخر اثر جادُو بھری تقریر کا
اس طرح تو رنگ دِکھلا نالۂ شبگیر کا شور پہنچے عرش تک مسلم تری تکبیر کا

گونج اُٹھیں دشت و جبل یکسر تری آواز سے
نغمے پیدا ہوں۔ نئے سوزِ دروں کے ساز سے

چھوڑ دے مُردہ دِلی اے قلبِ مسلم شاد باش تو زمانے کے نہ سُن کچھ طعنہ ہائے دلخراش
پستیٔ ہمت نہیں ہے دیکھ ، از بُود و باش پھر وہی سینوں میں پیدا کردے قومی ارتعاش

سطوتِ اسلام کے ہاں پھر دکھادے دبدبے
غیر کے ایوان میں آجائیں جس سے زلزلے

تیری عالی ہمتی کس کو نہیں معلُوم تھی تیری ملّت جملگی اخلاق سے موسُوم تھی
مشرق و مغرب کی ہر ہر سلطنت میں دُھوم تھی ایکدن وہ تھا کہ اک دُنیا تری محکوم تھی

قوم کا کچھ درد اگر ہے پھر وہی جوہر دکھا
کل جو اَوروں نے کیا تھا آج وہ تو کر دکھا

اخلاقی کمزوریوں کے اسباب

جناب مرزا عزیز فیضانی صاحب (دادا پور سے)

مضمون کا عنوان فکر و نظر کو دعوت دیتا ہے۔ اور چونکہ عام ہے۔ اور یہ بھی نہیں کہ اس کے متعلق کوئی آسمانی نص موجود ہو، جس کے خلاف کچھ تحریر ہو جانے کا خطرہ ہو۔ اس لئے مفکر کے لئے بہت حد تک آزادی ہے۔ کہ جو سبب اُسے اخلاقی کمزوریوں کا نظر آئے کہدے۔ اس لحاظ سے اگر ہم بھی بلا کم و کاست وہ سبب کہدیں جو ہمارے خیال میں آیا۔ تو بیجا نہ ہوگا۔ مگر بجائے اسباب وہ ہوگا ایک ہی بڑا سبب۔ جس میں "ہاتھی کے پاؤں میں سب کا پاؤں" کی طرح قریبًا سبھی اسباب آجائینگے ۔

مگر اخلاقی کمزوریوں کا سبب بتانے سے پہلے یہ بتانا ضروری ہے کہ لوگ اخلاق کہتے کسے ہیں۔ اور یہ اس لئے کہ اسی تمہید میں اشارۃً وہ سبب بھی آجائیگا جو ہمیں بتانا ہے ۔

اگر فلسفیانہ اور اصطلاحی تشریحات و تعریفات سے قطع نظر کیا جائے۔ تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ اخلاق سے مراد اچھے افعال ہیں۔ یعنی وہ افعال جنہیں لوگ اچھا کہیں۔ ورنہ ایک شخص اپنے ہی کسی بُرے فعل کے متعلق تو کہہ بھی سکتا ہے۔ کہ یہ کام مجھے اچھا معلوم ہوتا ہے ۔

البتہ یہ آپ پوچھ سکتے ہیں کہ افعال کی اچھائی کا معیار کیا ہے۔ کیونکہ یہ ہو سکتا ہے کہ ایک فعل کسی جگہ اچھا سمجھا جاتا ہو۔ مگر دوسری جگہ اسے بُرا سمجھتے ہوں۔ تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ یا تو ہر قوم یا ہر ملک کے لئے جداگانہ اخلاقی اصول ہو۔ یا عالمگیر اور مشترک اخلاقی اچھائیوں کو چھانٹ کر علیحدہ کر لیا جائے۔ اور اُن کے مجموعہ کو اچھے اخلاق کے نام سے یاد کیا جائے۔ ظاہر ہے کہ یہ دونوں باتیں ہو بھی سکتی ہیں۔ اور واقعہ میں ہیں بھی۔ اس لئے یہ ضروری ہوا۔ کہ دُنیا کے مختلف رائج نظریے اور اصول مختصراً بیان کر دئے جائیں۔ اور اس کے بعد بتایا جائے کہ اصلی معیار کیا ہو سکتا ہے ۔

بعض لوگ افعال کی اچھائی یا بُرائی کو عقل پر پرکھتے ہیں۔ مگر ظاہر ہے کہ عقل ناقص بھی ہوتی ہے، خام بھی اور مختلف تعلیمی یا مجلسی فضا سے متاثر ہو کر مختلف بھی ہوتی ہے۔ اس لئے یہ معیار ناقابل اعتبار ہے۔

بعض[۲] کے نزدیک اخلاق کا معیار قانون حکومت کے ہاتھ میں ہے یعنی بادشاہ اور حکومت جن افعال کو بُرا قرار دے وہ بُرے ہیں۔ مگر بعض سیاسی مصلحتیں اور مجبوریاں ایسی لاحق ہوجایا کرتی ہیں۔ جو بُرے سے بُرے افعال کو بھی جائز کرجاتی ہیں۔ اور بعض اچھے افعال کو بھی ردکدیتی ہیں۔ پس یہ معیار نہایت خطرناک ہے۔ کیونکہ اس کے ہاتھ میں ظاہری طاقت بھی ہوتی ہے اور دولت بھی۔ جو ترہیب و ترغیب دونوں سے کام لیکر اخلاقی دُنیا میں انقلاب لاسکتی ہیں۔ بعض[۳] کہتے ہیں کہ جو افعال مفید ثابت نہ ہوں وہ بُرے ہیں۔ مگر تجربہ اسے بھی برداشت نہیں کرسکتا۔ کیونکہ اکثر اوقات مسلمہ بُرے افعال کا نتیجہ فاعل کو نہیں ملتا اور اس کے برعکس بھی۔ پھر ایک چور بھی اگر وہ تعزیر سے بچ رہے تو کہہ سکتا ہے کہ چوری اُس کے حق میں مفید ثابت ہوئی کہ اُسے مال مل گیا۔

بعض[۴] کی رائے میں اخلاق کے معیار پر وہ فعل پُورا اُترتا ہے جو اِدھر یا اُدھر حد سے نہ بڑھا ہو۔ بلکہ اعتدال پر ہو۔ مگر اس کی پرکھ بھی مشکل ہے۔ ایک شخص ایک چیز کو اعتدال پر سمجھتا ہے۔ دوسرا اُسے افراط یا تفریط کہدیتا ہے۔ اس لئے یہ بھی کوئی معیار نہیں۔

ایک[۵] اہم چیز یہ ہے کہ اخلاق کے اچھے یا بُرے ہونے کا معیار خود انسان کا ضمیر ہے۔ یہ واقعی بہت اہم ہے۔ مگر مصیبت یہ ہے کہ بعض دفعہ ایک شخص کا ضمیر بھی کمزور یا مُردہ ہوجاتا ہے۔ نیز ضمیر کے اظہار کا ذریعہ چونکہ زبان ہے۔ اور وہ دماغ کے ماتحت ہے۔ اس لئے ضمیروں کا معلوم کرنا بھی مشکل ہے خصوصًا جب کہ دل میں کچھ اَور ہو۔ اور زبان پر کچھ اَور۔

غرض جس قدر بھی آپ معیار یا اصول قائم کرینگے، سب پر جرح ہوسکتی ہے اور ہوتی ہے۔ کیونکہ سب اصول بدیں وجہ کہ وہ انسانی دماغ کی پیداوار ہیں مثال کے طور پر اس طرح ہیں جس طرح خالق کے سامنے مخلوق کہ نقص اس کی خِلقت میں ہے۔ پس لازمی طور پر یا ننا پڑا کہ اخلاق کا اصلی معیار خدا ہے یعنی اُس کا حکم۔ کیونکہ صرف وہی کامل ہے اور بے خطا۔ یا دوسرے لفظوں میں آپ اسے مذہب کہہ سکتے ہیں۔ کیونکہ خصوصًا ہم مسلمانوں کے ہاں مذہب سوسائٹی کے قوانین یا کسی خاص مقنن کی دماغی کاوشوں کے نتیجے کا نام نہیں۔ بلکہ مذہب خدا کا حکم ہے۔ وہی معیار حقیقی ہے۔ جس فعل کو اُس نے اچھا کہدیا وہی اچھا ہے۔ خواہ اُس کی اچھائی کی دلیل ہماری سمجھ سے بالاتر ہو۔ خواہ ہماری طبیعت اُسے اچھا نہ سمجھے۔ کیونکہ ہم نقص و خطا کا شکار ہیں اور ہمارے علم و خرد بھی خام مگر خدا ان سب عیوب سے پاک اور منزّہ ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ ہم خدا کے احکام کو لوگوں کی تسلی کے لئے بدلائل اچھا ثابت کرسکتے ہیں۔ مگر خدائی احکام کا سند ہونا ہماری دلائل پر منحصر نہیں۔

جب مذہب یعنی خدا کے احکام کا ذکر آیا۔ تو لازمی طور پر احکام کے لانیوالے کا نام بھی آئیگا۔ لہٰذا ہمیں شروع دُنیا سے اس کا سلسلہ وار قائل رہنا پڑا۔ کہ اس کے احکام چند منتخب انسانوں ہی کے ذریعہ ہم تک پہنچتے رہے ہیں۔ جنہیں ہم پیغمبر کہتے ہیں۔ اور ہمارا ایمان ہے۔ کہ آخری اور سب سے افضل پیغمبر محمدؐ عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ پس اس منزل پر پہنچ کر ہمیں معلوم ہوا کہ اخلاق کا معیار اصلی وہ ہے جو ہمیں مذہب نے بتایا یعنی اس پیغمبرؐ عربی نے۔ یعنی اسلام کی آخری مکمل شکل نے۔ اور پھر حسن اتفاق دیکھئے یا خدائے رحیم وکریم کا فضل لامتناہی کہ اُس نے اس اپنے رسولؐ کو بھیجنے کا مقصد ہی یہ فرمایا۔ کہ یہ مکارم اخلاق کی تکمیل کیلئے آیا ہے:۔

اِنَّمَا بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ (الحدیث)

"یعنی میں مکارم اخلاق کو مکمل کرنے کے لیئے مبعوث ہُوا ہوں"۔

اب جس شخص کو بھیجا ہی اس لئے گیا ہو۔ کہ وہ اچھے اخلاق کی تکمیل کرے۔ اُس کے اپنے اخلاق کا درجہ کس قدر بلند ہونا چاہیئے۔ اس کے لئے ایک تو خدا نے شہادت دی ہے۔ فرمایا:۔

اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ

"یعنی تحقیق تو خُلق عظیم پر پیدا کیا گیا ہے"۔

اور فرمایا:۔ وَلَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ

"کہو کہ میں تم میں ایک عمر گذار چکا ہوں۔ پس کیا تم عقل سے کام نہیں لوگے"۔

لوگوں کی نظر سب سے پہلے ایک مدعی کے اخلاق ہی پر پڑتی ہے۔ پس اگر اس مدعی میں کوئی عیب ہوتا یا اس کے اخلاق کے دامن پر کوئی معمولی سا بھی داغ ہوتا۔ تو مخالفین جو شدید ترین دشمن ہو چکے تھے، یہ چیلنج سُنکر کہ "میں تم میں عمر کا ایک حصہ گذار چکا ہوں" ضرور عیب گوئی سے کام لیتے۔ مگر تاریخ شاہد ہے کہ ایسا ہُوا نہیں گویا اچھے اخلاق کی تکمیل کرنیوالے کے اپنے اخلاق عظیمہ پر وہ خالق کی شہادت تھی۔ یہ خلق کی گواہی ہے۔

اس بحث میں یہاں تک تو آپ مذہب کے راستے سے آئے ہیں۔ اب خالص تاریخ کی راہ سے آیئے۔ اور دیکھئے کہ اخلاق جلیلہ کے لئے جو کچھ مذہب نے کیا ہے، کیا قانونِ حکومت اُسکا عشر عشیر بھی کر سکا ہے۔ جس کے کوڈ میں جھوٹے عہد نامے کرنا، توڑ دینا، دھوکا دینا، پالیسی سے کام لینا، دو جماعتوں یا قوموں کو اپنی غرض کے لئے باہم لڑانا، غرض یہ سب کام حکومتوں کیلئے جائز ہیں۔ اور جس نے بعض ایسی بُرائیوں کو اپنی آمدنی کے لئے جائز کر دیا ہے، جن کے تصور سے شرفا کی رُوح کانپتی ہے۔ مثلاً زنا کاری کے لائسنس یافتہ

اڈے، شراب فروشی اور مخصوص شکل کا جُوا وغیرہ ٭

کیا الحاد و بیدینی سے اخلاقِ جلیلہ کی کچھ خدمت کبھی بن آئی ہے ؟ جس نے ہدایت کا منبع اور خوف و امید کا مرکز ہی اُڑا دیا ہے ٭

حقیقت یہ ہے کہ مذہب کے سوا اَور کوئی ایسی چیز خدا کی اس دنیا میں کبھی موجود ہی نہیں ہوئی - جو اخلاق بنا سکی ہو - یہ صحیح ہے کہ مذہب نہیں بلکہ مذہب کے بعض پیرو یا مذہب کا نام لینے والے مذموم ترین افعال کے مرتکب ہوئے ہیں - مگر یہ معمولی عقل کا آدمی بھی سمجھ سکتا ہے - کہ اُن سے یہ بُرے افعال مذہب پر چل کر سرزد ہوئے ہیں یا مذہب سے باغی ہوکر - یا مذہب کا محض پردہ اوڑھ کر ٭

الحاصل معلوم ہؤا کہ اخلاقِ جلیلہ سکھانے بنانے اور پالنے والی صرف ایک ہی چیز ہے - اور وہ مذہب ہے ٭

اب میرے خیال میں غور و فکر سے کام لینے والے حضرات سمجھ گئے ہونگے - کہ یہاں تک ہم نے مضمون کی محض تمہید ہی بیان نہیں کی - بلکہ اصلی مقصود بھی بتا دیا ہے - مضمون کا مقصد کیا تھا ؟ یہ کہ "اخلاقی کمزوریوں کے اسباب" بتائے جائیں - تو یہاں تک جو عرض کیا گیا اس سے آپکو معلوم ہو چکا ہوگا کہ اسباب کیا ہیں - اگر نہیں تو آئیے ، آپ کو غور و فکر کی ایک اَور پگڈنڈی پر لے چلیں ٭

یہ مسلّم ہے کہ جس قوت سے ایک چیز عالم وجود میں آئے اور پرورش پائے ، اگر اُسے ہٹا دیا جائے یا اُس سے فائدہ نہ لیا جائے تو وہ چیز کمزور ہو جائے گی بلکہ اس کا ہلاک ہونا بھی لازمی ہے - مثلاً اگر بمصداق کُلُّ شَيْءٍ بِالْمَاءِ حَیٌّ یعنی ہر چیز پانی کے سبب سے زندہ ہے - آپ گملوں کو پانی دینا بند کر دیں تو سب پودے کمزور ہو کر خشک ہو جائینگے - اس طرح جب یہ مسلّم ہو چکا - کہ اخلاقِ جلیلہ کو مذہب ہی نے بنایا - اور مذہب ہی اُن کی پرورش اور حفاظت و نگرانی کر سکتا ہے - تو اس کا یہ لازمی نتیجہ مان لینے میں کس کو عذر ہو سکتا ہے کہ مذہب ہی کو چھوڑنے سے اخلاق کمزور ہو جائینگے - جتنا مذہب سے علیحدہ ہوتے جائینگے - اتنی ہی اخلاق میں کمزوری پیدا ہوتی جائے گی - حتّٰی کہ نتیجہ اخلاقی موت کی صورت میں دکھائی دیگا ٭

یاد رکھیے جس قدر اخلاقی کمزوریوں کے اسباب ہیں سب اس ایک سببِ اعظم میں شامل کیے جا سکتے ہیں - اس لیئے اَور کسی سبب کی تلاش بے سُود ہے ٭

اب یہ شُبہ پیدا ہو سکتا ہے - کہ مذہب یورپ میں تو نہ سہی ، ایشیا میں تو موجود ہے خصوصاً ہندوستان

تو اسی کا نام لے لیکر جیتا ہے۔ مگر یہ کیا ہے کہ اخلاق یہاں بھی کمزور ہیں۔ تو اس کا جواب سہل ہے۔ یہ کس کو معلوم نہیں کہ ایک تو آب شور کی طرح کم ازکم عوام الناس کے اذہان میں جو مذہب موجود ہے وہ ہے ہی ایسا کہ اخلاق پیدا کرنا تو کجا اُلٹا وہ اُنہیں خراب کر رہا ہے۔ ع جسکو اسلام سمجھتے ہو وہ اسلام نہیں ۔ اور اگر مذہب صحیح ہے۔ تو اُس کے پرستار زمین شور کا درجہ رکھتے ہیں۔ اور ع زمین شور سنبل برنیارد ۔

پھر اگر مذہب بھی اصلی صورت میں ہے۔ اور اس کے پرستار بھی اچھے ہیں۔ تو مصیبت یہ ہے کہ وہ صرف نام ہی لیکر جیتے ہیں عمل نہیں کرتے۔ اور ہم نے بھی یہ کب کہا ہے۔ کہ مذہب ایک مشین ہے جو دن رات اخلاق خود بخود بناتی رہتی ہے۔ حالانکہ مشین کو بھی چلانے کی ضرورت ہوتی ہے۔ یا یہ کہ محض کتابوں ہی میں رہکر مذہب اثر کر سکتا ہے۔ اگر ایسا ہوتا۔ تو کسی صاحب کو یہ نہ فرمانا پڑتا کہ "مسلمانان درگور و مسلمانی در کتاب"

پھر اگر خواب کے طور پر یہ مان بھی لیا جائے۔ کہ مذہب بھی اصلی شکل میں موجود ہے۔ لوگ بھی اچھے ہیں۔ تو مشکل یہ آپڑتی ہے۔ کہ مذہب اور اس کے پرستاروں کے درمیان رکاوٹیں بہت ہیں۔ پانی کو اگر کیاریوں میں آنے ہی نہ دیا جائے تو وہ کیا کرے۔ کسی والد کو یہ اختیار ہی نہ ہو۔ کہ وہ اولاد کو زیر اثر لا سکے۔ تو وہ تربیت کیا کرے گا۔ مقصود ان مثالوں سے یہ ہے کہ آج مذہب کو لوگوں کے اخلاق سدھارنے کا موقع ہی نہیں مل سکتا۔ موقع جب ملسکتا ہے کہ وہ آزاد و صاحب اختیار ہو۔ محکومی میں تو خیر مذہب بھی محکوم ہوتا ہے۔ اس زمانے میں بعض ممالک میں تو آزادی کے باوجود بھی مذہب ویسا ہی محکوم ہے ۔

مذہبی آزادی سے جو لوگ بعض رسمی کاموں یا عبادت کی چند شکلوں کی آزادی مراد لیتے ہیں۔ انہیں مذہب خصوصًا اسلام کی رُوح کا اتنا پتہ بھی نہیں۔ جتنا ایک مادر زاد اندھے کو راستے کا کچھ نہ کچھ احساس ہوتا ہے۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں ؎

مُلّا کو جو ہے ہند میں سجدے کی اجازت ناداں یہ سمجھتا ہے کہ اسلام ہے آزاد

دیکھئے۔ معمولی سا واقعہ سُنئے۔ مدینے میں جب مذہب کو آزادی ملی یعنی اُسے حکومت کا موقع ملا۔ تو شراب کے مٹکے ٹوٹ کر بک گئے۔ اور شراب گلیوں کی خاک میں رُل گئی تھی ۔ اب آپ کے پاس بھی مذہب ہے۔ ہُو ہُو کی ضربیں اور اللہ اکبر کے نعرے بھی ہیں۔ رکوع اور سجدے تو صحابہ کرامؓ کے رکوع و سجود سے بھی زیادہ لمبے ہیں۔ مگر شراب کو بند کر دینا تو بجائے خود آپ میں سے بعض لوگوں کے تو کم ازکم ضمیر بھی ایسے نہیں رہے جن پر مذہب اثر کر سکے۔ مسلمانوں کے ایک نمائندہ نے تو بر سر اجلاس یہاں تک کہدیا تھا۔ کہ "قانون انسداد شراب نوشی

شخصی آزادی کے منافی ہے۔ پس یقیناً مذہب کو کمزور قید اور پابند کرنے میں اہل مذہب کا بھی زبردست حصہ ہے۔

قصہ مختصر اخلاق حمیدہ کو وہی قوت قائم اور زندہ رکھ سکتی ہے جس قوت نے انہیں بنایا اور پالا۔ وہ قوت مذہب ہے اور کوئی نہیں۔ پس مذہب ہی سے تعلق کم کرنا یا ہٹانا اخلاقی کمزوریوں کا سبب ہے۔ اور بس۔ اگر ہماری ذہنیتیں ہی ایسی نہ ہو چکی ہوتیں تو ہم مذہب کو کم از کم اپنے اخلاق (خواہ وہ انفرادی ہوں یا جماعتی دونو) پر حکمرانی کا منصب سپرد کر سکتے تھے۔ مگر یہاں تو آج الحاد و بے دینی کا بھی علانیہ پروپاگنڈا ہو رہا ہے۔ اور مذہب کو ہر انسانی کمال کی رُوح سمجھنے کی بجائے محض ایک ذہنی لباس کہا جا رہا ہے۔ جسے جب چاہا بدل لیا۔ آہ! ع وائے گر از پس امروز بود فردائے۔ گویا خدائی احکام کو پس پشت ڈال کر ان کی جگہ عقل کی پیداوار کو حاکم بنا رہے ہیں۔ ع چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک۔ پھر عقل بھی اپنی ہوتی تو کوئی بات بھی تھی غضب تو یہ ہے کہ وہ بھی یورپ سے لائے ہیں۔

بر سبیل تذکرہ ذرا انصاف سے یہاں غور کرتے چلیئے۔ کہ گر اخلاق جو انسانیت کا دوسرا نام ہے مذہب پر منحصر ہیں۔ اور اگر اسلام ہی تنہا ایسا مذہب ہے جس نے اخلاق کی تکمیل کی ہے۔ اور جو ان کی پاسبانی کرتا ہے اور یقیناً یہ صداقت ہے۔ تو اس وقت مسلم لیگ اپنے مطالبات میں اگر مذہب اور کلچر کی حفاظت کی ضمانت کو شامل کر رہی ہے تو کیا بُرا کر رہی ہے۔ بلکہ اس نے تو یقین جانئے مسلم قوم کی نبض پر ہاتھ رکھا۔ اور اصلی مرض کو پہچانا ہے۔ جو بعض علمائے بھی نہیں ہو سکا۔ پس اگر ان بھائیوں کی مہربانی سے جو ہم میں سے کٹ کر علیحدہ قوم میں جذب ہونا چاہتے ہیں، مطالبہ پورا نہ ہو سکا۔ اور اس گھر کو گھر کے چراغ ہی سے آگ لگ گئی جس نے جماعتی مذہب کو جلا کر اس کی جگہ انفرادی الحاد اور بقول کسے ذہنی لباس کو دیدی۔ تو آپکا قیمتی مذہب جو اخلاق انسانی کا امانتدار اور پاسبان ہے۔ جو رہبانیت کا دشمن ہونیکی وجہ سے عین سیاسی اور عملی مذہب ہے۔ اور جس کا حدیثوں میں دوسرا نام ہی جماعت ہے۔ چند ہی روز میں اتنا بھی باقی نہ رہیگا۔ جتنا اس گئے گذرے زمانے اور اس کسمپرسی کے عالم میں بھی موجود ہے۔ اور یاد رکھیئے اگر دین ساتھ نہ ہوگا۔ تو یہی نہیں کہ صرف اخلاق تباہ ہو جائینگے بلکہ سیاست کا بدن بھی بے جان ہو جائیگا۔ کیونکہ ع ملک است تن خاکی و دیں روح و رواں است۔ ایسی سیاست یا اخلاق جس کا انحصار دین پر نہ ہوگا۔ کم از کم مسلمانوں کو کبھی راس نہیں آ سکتے ؎

یہ بے دینی کی رَو جب رُوسیوں کو بھی نہ راس آئی
تو پھر اس سے پنپ جائے مسلماں ؟ ہو نہیں سکتا

ترے بغیر

(۱)

تاروں بھری یہ رات، ہے ویراں ترے بغیر
دِل کی یہ کائنات، بیاباں ترے بغیر
تیرے بغیر باغ ——— بے شعلہ سا چراغ
شاداب ہے تو شکوۂ حرماں ترے بغیر

(۲)

ایثر کے اُسطرف ہی، اگر چیز، کیا ہے چیز
گوہر ہے یا صدف ہے، تو اس کی ہے کیا تمیز
جس کی ہیں مُورتیں ——— دُنیا کی صُورتیں
ہے عقل ایک دِیدۂ حیراں ترے بغیر

(۳)

زنجیر کائنات، علل کا ہے سلسلہ
اور اس کے مظہرات ہیں مجبور و بے پنہ
قانُون ہے یہی ——— نیکی ہو یا بدی
ہے بے شعُور دہر گریزاں ترے بغیر

(۴)

علّت کے زیر بار، خرد ہے، شعُور ہے

دُنیا میں رُو بکار، مسبّب ضرور ہے
علّت کی سے نہو ——— دو گُن کی شئے نہو
اِک راز کا بھی حل نہیں آساں ترے بغیر

(۵)

اجسام کے علوم کی، تشریح کیا ہے چیز؟
معمونۂ نجوم کی توضیح کیا ہے چیز؟
تارا نہ بن سکے ——— پتّا نہ بن سکے
کیا پھولتے ہیں سُنبل و ریحاں ترے بغیر؟

(۶)

اخلاق، تجربے کی، بنا پر ہوئے قبول
اُن کی طرح ترا بھی، تصوّر ہُوا حصول
اخلاق ہیں اگر ——— تُو بھی ہے، مختصر
بے برگ و ساز گلشنِ ایماں ترے بغیر

(۷)

دُنیا ہے دار و گیر کا میدان حشر خیز
ہمدردِ طفل و پیر، نہ احساس کم ستیز
پھر یہ تباہ کار ——— آلاتِ دلِ فگار
کُتّوں سے بھی بُرا ہے یہ انساں ترے بغیر

(۸)

تیری کشش کا نام، جسے ارتقا کہیں
تیرا بلند بام، جسے مدعا کہیں
تیری کشش نہو ——— دِل میں تپش نہو
بے جان آدمی کے ہیں ارماں ترے بغیر

(۹)

تُو ہے جو دستگیر، تو مشکل نہیں ہے کچھ
تُو ہے مرا جو پیر، تو مُشکل نہیں ہے کچھ
حلّالِ مشکلات ——— تیری ہے پاک ذات
ہوں گی نہ مُشکلیں مری آساں ترے بغیر

ذکاء اللہ بسمل

خطباتِ نبوی صلے اللہ علیہ وسلم

(گذشتہ سے پیوستہ)

ازمولینا سید محمد ادریس صاحب طوروی۔ ضلع مردان

خُطبہ دربارۂ دجّال

حضرت ابوامامہ باہلی روایت کرتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے طویل خطبہ دیا۔ جس کا اکثر حصّہ دجّال کے متعلق تھا۔ اس خطبہ میں آپ نے ارشاد فرمایا:۔

إِنَّهُ لَمْ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ مُنْذُ ذَرَأَ
اللّٰهُ ذُرِّيَّةَ آدَمَ أَعْظَمَ مِنْ فِتْنَةِ
الدَّجَّالِ۔ وَإِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَبْعَثْ نَبِيًّا
إِلَّا حَذَّرَ أُمَّتَهُ الدَّجَّالَ۔ وَأَنَا آخِرُ
الْأَنْبِيَاءِ۔ وَأَنْتُمْ آخِرُ الْأُمَمِ۔ وَهُوَ
خَارِجٌ فِيكُمْ لَا مَحَالَةَ وَإِنْ يَخْرُجْ وَأَنَا
بَيْنَ ظَهْرَانَيْكُمْ فَأَنَا حَجِيجٌ لِكُلِّ مُسْلِمٍ
وَإِنْ يَخْرُجْ مِنْ بَعْدِي فَكُلٌّ حَجِيجُ
نَفْسِهِ۔ وَاللّٰهُ خَلِيفَتِي عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ
وَإِنَّهُ يَخْرُجُ مِنْ خَلَّةٍ بَيْنَ الشَّامِ
وَالْعِرَاقِ فَيَعِيثُ يَمِينًا وَيَعِيثُ
شِمَالًا۔ يَا عِبَادَ اللّٰهِ فَاثْبُتُوا
فَإِنِّي سَأَصِفُهُ لَكُمْ صِفَةً لَمْ يَصِفْهَا
إِيَّاهُ نَبِيٌّ قَبْلِي۔ إِنَّهُ يَبْدَأُ فَيَقُولُ

بنی آدم پر جو سب سے بڑا فتنہ آنیوالا ہے وہ دجّال کا ظہور ہے۔ اسلئے کوئی ایسا پیغمبر نہیں ہوُا جس نے اپنی امت کو دجّال کے فتنہ سے نہ ڈرایا ہو۔ چونکہ مَیں آخری نبی ہوُں اور تم آخری اُمّت ہو۔ اس لئے وہ لامحالہ تم میں ظاہر ہوکر رہے گا۔ پس اگر میری موجودگی میں ظاہر ہوُا۔ تو مَیں ہر مسلمان کا وکیل ہوں۔ اور اگر میرے بعد ظاہر ہوُا۔ تو ہر شخص اپنی ذات کا کفیل آپ ہے۔ اور مَیں مسلمانوں کو اللہ پر چھوڑے دیتا ہُوں ۔

وہ شام اور عراق کے درمیانی صحرا سے نمودار ہوکر دائیں بائیں فساد کرتا ہوُا آگے بڑھیگا۔ پس اے خدا کے بندو تم ثابت قدم رہو۔ میں تمہیں اس کی وہ نشانیاں بتاتا ہوں جو مجھ سے پہلے کسی نبی نے اپنی امت کو نہیں بتائیں۔ وہ پہلے کہیگا

أَنَا نَبِيٌّ۔ وَلَا نَبِيَّ بَعْدِيْ۔
ثُمَّ يُثَنِّيْ فَيَقُوْلُ: أَنَا رَبُّكُمْ۔ وَلَا تَرَوْنَ رَبَّكُمْ حَتّٰى تَمُوْتُوْا۔ وَإِنَّهٗ أَعْوَرُ۔ وَإِنَّ رَبَّكُمْ لَيْسَ بِأَعْوَرَ۔ وَإِنَّهٗ مَكْتُوْبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ كَافِرٌ يَقْرَأُهٗ كُلُّ مُؤْمِنٍ كَاتِبٍ أَوْ غَيْرِ كَاتِبٍ۔

وَإِنَّ مِنْ فِتْنَتِهٖ أَنَّ مَعَهٗ جَنَّةً وَنَارًا فَنَارُهٗ جَنَّةٌ وَجَنَّتُهٗ نَارٌ۔ فَمَنِ ابْتُلِيَ بِنَارِهٖ فَلْيَسْتَغِثْ بِاللّٰهِ۔ وَلْيَقْرَأْ فَوَاتِحَ الْكَهْفِ فَتَكُوْنَ عَلَيْهِ بَرْدًا وَسَلَامًا كَمَا كَانَتِ النَّارُ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ۔

وَإِنَّ مِنْ فِتْنَتِهٖ أَنْ يَقُوْلَ لِأَعْرَابِيٍّ: أَرَأَيْتَ إِنْ بَعَثْتُ لَكَ أَبَاكَ وَأُمَّكَ أَتَشْهَدُ أَنِّيْ رَبُّكَ؟ فَيَقُوْلُ نَعَمْ فَيَتَمَثَّلُ لَهٗ شَيْطَانَانِ فِيْ صُوْرَةِ أَبِيْهِ وَأُمِّهٖ فَيَقُوْلَانِ: يَا بُنَيَّ اتَّبِعْهُ۔ فَإِنَّهٗ رَبُّكَ۔

وَإِنَّ مِنْ فِتْنَتِهٖ أَنْ يُسَلَّطَ عَلٰى نَفْسٍ وَاحِدَةٍ فَيَقْتُلُهَا وَيَنْشُرُهَا بِالْمِنْشَارِ حَتّٰى يُلْقٰى شِقَّتَيْنِ۔ ثُمَّ يَقُوْلُ: اُنْظُرُوْا إِلٰى عَبْدِيْ هٰذَا۔ فَإِنِّيْ أَبْعَثُهُ الْآنَ۔ ثُمَّ يَزْعُمُ أَنَّ لَهٗ رَبًّا غَيْرِيْ

کہ میں پیغمبر ہوں۔ حالانکہ میرے بعد کوئی نبی نہیں پھر کہے گا۔ میں تمہارا رب ہوں۔ حالانکہ تم مرنے سے پہلے خدا کو نہیں دیکھ سکتے۔ نیز دجال یک چشم ہے۔ اور تمہارا رب عیوب سے پاک ہے۔ اور اس کی پیشانی پر کافر لکھا ہوگا۔ جسے ہر خواندہ اور اُمّی شخص پڑھ سکے گا۔

اس کا ایک فتنہ یہ ہے۔ کہ اس کے پاس جنت اور آگ ہوگی۔ لیکن اس کی آگ درحقیقت جنت ہے۔ اور اس کی جنت فی الواقع دوزخ ہے۔ پس جو اس کی آگ میں مبتلا ہو۔ وہ سورۂ کہف کی ابتدائی آیتیں پڑھ لے۔ جن کے اثر سے وہ آگ اُس پر حضرت ابراہیم کی طرح ٹھنڈی اور بے ضرر ہو کر رہ جائیگی۔

اسکی ایک چال یہ ہوگی۔ کہ ایک گنوار سے کہدیگا۔ اگر میں تیرے والدین کو زندہ کر دکھاؤں۔ تو کیا تم میری خدائی کا اقرار کر لو گے؟ وہ کہیگا۔ ہاں ضرور کرونگا۔ تو وہ دو شیطانوں کو اسکے ماں باپ کی شکل میں لاکھڑا کر دیگا۔ وہ دونوں اس سے کہدینگے۔ اے بیٹے۔ اس شخص کی پیروی کرو۔ کیونکہ یہ سچ مچ تیرا پروردگار ہے۔

اس کی ایک کڑی آزمائش یہ ہوگی کہ ایک آدمی کو پکڑ کر آرے سے چیر دے گا۔ حتّٰی کہ وہ دو ٹکڑے ہو کر گر پڑیگا۔ پھر حاضرین سے کہیگا میرے اس نالائق بندے کو دیکھو۔ میں ابھی اسے دوبارہ زندہ کرتا ہوں لیکن یہ پھر بھی میری ربانیت کا اقرار نہیں کریگا پھر

فَيَبْعَثُهُ اللّٰهُ۔ وَيَقُوْلُ لَهُ الْخَبِيْثُ مَنْ رَّبُّكَ ؟ فَيَقُوْلُ : رَبِّيَ اللّٰهُ۔ وَاَنْتَ عَدُوُّ اللّٰهِ۔ اَنْتَ الدَّجَّالُ۔ وَاللّٰهِ مَا كُنْتُ بَعْدُ اَشَدَّ بَصِيْرَةً بِكَ مِنِّي الْيَوْمَ۔

اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے اس شخص کو زندہ کرے گا۔ تو وہ خبیث اس سے دریافت کریگا۔ بتا تیرا خدا کون ہے؟ جواب ملیگا میرا پروردگار اللہ ہے اور تو خدا کا دشمن دجال ہے۔ خدا کی قسم! میں نے آج اس استدراج کی وجہ سے تجھکو اچھی طرح پہچان لیا ہے ؛

ابوسعید کی روایت ہے کہ اس وقت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

ذٰلِكَ الرَّجُلُ اَرْفَعُ اُمَّتِي دَرَجَةً فِي الْجَنَّةِ۔

میری امت میں سے اس آدمی کا رتبہ سب سے زیادہ بلند ہوگا ؛

فاروق اعظم کی شہادت تک ہم یہی سمجھ رہے تھے۔ کہ امت محمدی میں سے دجال کا اس طرح مقابلہ کرنے والا شخص حضرت عمر ہی ہونگے۔ مگر ان کے بعد ثابت ہوا۔ کہ حق و باطل کی اس زبردست جنگ کے لئے اللہ تعالیٰ کسی دوسرے فاروق کو پیدا کریگا ؛

وَاِنَّ مِنْ فِتْنَتِهٖ اَنْ يَّاْمُرَ السَّمَاءَ اَنْ تُمْطِرَ فَتُمْطِرُ۔ وَيَاْمُرَ الْاَرْضَ اَنْ تُنْبِتَ فَتُنْبِتُ

اس کا ایک فتنہ یہ ہے کہ آسمان سے پانی برسائے گا۔ اور زمین سے سبزہ اگائے گا ؛

وَاِنَّ مِنْ فِتْنَتِهٖ اَنْ يَّمُرَّ بِالْحَيِّ فَيُكَذِّبُوْنَهٗ فَلَا تَبْقٰى لَهُمْ سَائِمَةٌ اِلَّا هَلَكَتْ۔

اس کا ایک فتنہ یہ ہے۔ کہ جو قبیلہ اس کو جھٹلائیگا اس کے سارے مویشی مر جائینگے ؛

وَاِنَّ مِنْ فِتْنَتِهٖ اَنْ يَّمُرَّ بِالْحَيِّ فَيُصَدِّقُوْنَهٗ فَيَاْمُرُ السَّمَاءَ اَنْ تُمْطِرَ فَتُمْطِرُ وَيَاْمُرُ الْاَرْضَ اَنْ تُنْبِتَ فَتُنْبِتُ حَتّٰى تَرُوْحَ مَوَاشِيْهِمْ مِنْ يَوْمِهِمْ ذٰلِكَ اَسْمَنَ مَا كَانَتْ وَاَعْظَمَهٗ وَاَمَدَّهٗ خَوَاصِرَ وَاَدَرَّهٗ ضُرُوْعًا۔

اور جو قبیلہ اس کی تصدیق کرے گا۔ تو وہ اپنے حکم سے ان پر پانی برسائے گا۔ اور سبزہ اگائے گا۔ حتیٰ کہ ان کے مویشی اس دن سے نہایت فربہ، موٹے اور شکم سیر ہوکر بہت زیادہ دودھ دینے لگیں گے ؛

وَاِنَّهٗ لَا يَبْقٰى شَيْءٌ مِّنَ الْاَرْضِ اِلَّا وَطِئَهٗ وَظَهَرَ عَلَيْهِ اِلَّا مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةَ

وہ مکہ اور مدینہ کے سوا تمام زمین کا چکر لگائے گا اور ہر جگہ کامیاب ہوگا۔ مگر ان دو شہروں میں

لَا يَأْتِيهَا مِنْ نَقَبٍ مِنْ نِقَابِهِمَا إِلَّا لَقِيَتْهُ الْمَلَائِكَةُ بِالسُّيُوفِ صَلْتَةً حَتّٰى يَنْزِلَ عِنْدَ الظَّرِيبِ الْأَحْمَرِ عِنْدَ مُنْقَطِعِ السَّبْخَةِ۔ فَتَرْجُفُ الْمَدِينَةُ بِأَهْلِهَا ثَلَاثَ رَجَفَاتٍ۔ فَلَا يَبْقٰى مُنَافِقٌ وَلَا مُنَافِقَةٌ إِلَّا خَرَجَ إِلَيْهِ۔ فَتَنْفِي الْخَبَثَ مِنْهَا كَمَا يَنْفِي الْكِيرُ خَبَثَ الْحَدِيدِ۔ وَيُدْعٰى ذٰلِكَ الْيَوْمُ يَوْمَ الْخَلَاصِ۔

جس دروازہ سے داخل ہونے کا ارادہ کریگا۔ تو برہنہ شمشیریں لیئے ہوئے فرشتے اس کو روکیں گے۔ حتّٰی کہ وہ زمین شور کے سرخ ٹیلے پر کھڑا ہوکر شہر مدینہ کو تین ہچکولے دیگا جس سے ڈرکر سارے منافق اس کی طرف نکل پڑیں گے۔ اور مدینہ سے خباثت ایسی نکل جائے گی۔ جیسے بھٹی میں لوہے کا میل ہوجاتا ہے۔ اور وہ دن "یوم آزادی" کے نام سے موسوم ہوگا۔

اس پر ام شریک بنت ابی العکر نے عرض کی۔ یا رسول اللہ اُس وقت عرب کہاں ہونگے؟ آپ نے فرمایا:۔

هُمْ يَوْمَئِذٍ قَلِيلٌ۔ وَجُلُّهُمْ بِبَيْتِ الْمَقْدِسِ وَإِمَامُهُمْ رَجُلٌ صَالِحٌ۔ فَبَيْنَمَا إِمَامُهُمْ قَدْ تَقَدَّمَ يُصَلِّي بِهِمُ الصُّبْحَ إِذْ نَزَلَ عَلَيْهِمْ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ الصُّبْحَ فَرَجَعَ ذٰلِكَ الْإِمَامُ يَنْكُصُ يَمْشِي الْقَهْقَرٰى لِيَتَقَدَّمَ عِيسٰى يُصَلِّي۔ فَيَضَعُ عِيسٰى يَدَهُ بَيْنَ كَتِفَيْهِ۔ ثُمَّ يَقُولُ لَهُ تَقَدَّمْ فَصَلِّ فَإِنَّهَا لَكَ أُقِيمَتْ۔ فَيُصَلِّي بِهِمْ إِمَامُهُمْ فَإِذَا انْصَرَفَ قَالَ عِيسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ افْتَحُوا الْبَابَ فَيُفْتَحُ وَوَرَاءَهُ الدَّجَّالُ مَعَهُ سَبْعُونَ أَلْفَ يَهُودِيٍّ كُلُّهُمْ ذُو سَيْفٍ مُحَلًّى وَسَاجٍ۔ فَإِذَا نَظَرَ إِلَيْهِ الدَّجَّالُ ذَابَ كَمَا يَذُوبُ الْمِلْحُ فِي الْمَاءِ وَيَنْطَلِقُ هَارِبًا۔ وَيَقُولُ عِيسٰى

عرب اس زمانہ میں بہت کم ہونگے۔ وہ بھی اکثر بیت المقدس میں ایک نیک اور پرہیزگار آدمی کی قیادت میں ہونگے۔ ایک دن جبکہ انکا امام صبح کی نماز پڑھانے کے لئے مصلّے کیطرف بڑھیگا حضرت عیسٰےؑ بن مریم اتر پڑینگے۔ اس پر وہ امام حضرت عیسٰیؑ کو امامت سپرد کرنے کیلئے پیچھے ہٹ جائیگا۔ لیکن حضرت عیسٰیؑ اس کے مونڈھے پر ہاتھ رکھکر فرمائینگے آپ خوشی سے نماز پڑھائیں۔ چنانچہ وہی امام لوگوں کو نماز پڑھادیگا۔ جب نماز ہوچکیگی۔ تو حضرت عیسٰیؑ فرمائینگے کہ مسجد کا دروازہ کھولدو۔ جب دروازہ کھلیگا۔ تو دجّال ستّر ہزار یہودیوں کیساتھ نظر آئیگا۔ جنکے ہاتھوں میں جڑاؤ تلواریں ہونگی۔ جب دجّال کی نظر حضرت عیسٰیؑ پر پڑیگی۔ تو پگھلنے لگیگا۔ اور بھاگ کھڑا ہوگا۔ تو حضرت عیسٰےؑ

عَلَيْهِ السَّلَامُ إِنَّ لِي فِيكَ ضَرْبَةً لَنْ
تَسْبِقَنِي بِهَا فَيُدْرِكُهُ عِنْدَ بَابِ
اللُّدِّ الشَّرْقِيِّ فَيَقْتُلُهُ ـ فَيَهْزِمُ اللّٰهُ
الْيَهُودَ ـ فَلَا يَبْقَى شَيْءٌ مِمَّا خَلَقَ
يَتَوَارٰى بِهِ يَهُودِيٌّ إِلَّا أَنْطَقَ اللّٰهُ
ذٰلِكَ الشَّيْءَ لَا حَجَرٌ وَلَا شَجَرٌ وَلَا
حَائِطٌ وَلَا دَابَّةٌ إِلَّا الْغَرْقَدَةَ فَإِنَّهَا
مِنْ شَجَرِهِمْ لَا تَنْطِقُ إِلَّا قَالَ يَا عَبْدَ
اللّٰهِ الْمُسْلِمَ هٰذَا يَهُودِيٌّ فَتَعَالَ
اقْتُلْهُ ـ

علیہ السلام اس کو پکار کر فرمائیں گے۔ ٹھہرو
مجھے تجھ پر ایک بھرپور وار کرنا ہے۔ جس سے
تو کسی حالت میں بچ نہیں سکتا۔ چنانچہ "اسکو لد"
نامی مشرقی دروازے میں پاکر قتل فرما دیں گے
پس اللہ تعالےٰ سارے یہودیوں کو شکست
دے دیگا۔ اب وہ جس چیز سے پناہ ڈھونڈینگے
پتھر ہو یا درخت، دیوار ہو یا جانور وہ پکار کر کہیگا
اے اللہ کے مسلمان بندے آ۔ یہاں ایک یہودی
چھپا ہوا ہے اسکو قتل کر دینا۔ فقط غرقد نامی درخت
کے پیچھے وہ پناہ پا سکینگے۔

پھر آپ نے فرمایا:۔

وَإِنَّ أَيَّامَهُ أَرْبَعُونَ سَنَةً ـ اَلسَّنَةُ
كَنِصْفِ السَّنَةِ وَالسَّنَةُ كَالشَّهْرِ
وَالشَّهْرُ كَالْجُمُعَةِ وَآخِرُ أَيَّامِهِ كَالشَّرَرَةِ
يُصْبِحُ أَحَدُكُمْ عَلَى بَابِ الْمَدِينَةِ
فَلَا يَبْلُغُ بَابَهَا الْآخَرَ حَتّٰى يُمْسِيَ
فَقِيلَ لَهُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ كَيْفَ نُصَلِّي فِي
تِلْكَ الْأَيَّامِ الْقِصَارِ ـ قَالَ: تَقْدِرُونَ
فِيهَا الصَّلٰوةَ كَمَا تَقْدِرُونَهَا فِي
هٰذِهِ الْأَيَّامِ الطِّوَالِ ـ
ثُمَّ صَلُّوا ـ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَيَكُونُ عِيسَى ابْنُ
مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي أُمَّتِي حَكَمًا

دجال ۴۰ سال تک رہیگا جسکا پہلا سال ۶ ماہ
کے برابر ہوگا۔ اور دوسرا ایک ماہ کے برابر
اور مہینہ ایک ہفتہ کے برابر۔ اور اس کے آخری
دن اتنے چھوٹے ہونگے کہ ایک آدمی صبح کے
وقت مدینہ کے ایک دروازے سے چل پڑیگا۔
تو دوسرے دروازہ تک پہنچنے سے پہلے پہلے شام
ہو جائیگی۔ کسی نے عرض کی۔ یارسول اللہ۔ ان دنوں
میں ہم نماز کس طرح ادا کر سکیں گے۔ آپ نے فرمایا
نماز تو آج کل کی طرح اپنے اپنے وقت پر ادا ہوتی رہیگی
اس خطبہ کے بعد نماز ہوئی۔ تو آنحضرت نے فرمایا
پھر عیسیٰ بن مریم علیہ السلام میری امت میں عادل حاکم اور
منصف امام ہوکر رہینگے۔ صلیب کو توڑینگے۔ سُور کو

عَدلًا وَّاِمَامًا مُّقسِطًا ۔ يَدُقُّ الصَّلِيبَ
وَيَذبَحُ الخِنزِيرَ ۔ وَيَضَعُ الجِزيَةَ ۔ وَ
يَترُكُ الصَّدَقَةَ فَلَا يَسعٰى عَلٰى شَاةٍ
وَّلَا بَعِيرٍ ۔ وَتُرفَعُ الشَّحنَاءُ وَالتَّبَاغُضُ
وَتُنزَعُ حِمَّةُ كُلِّ ذَاتِ حِمَّةٍ حَتّٰى
يُدخِلُ الوَلِيدُ يَدَهٗ فِي الحَيَّةِ فَلَا
تَضُرُّهٗ وَتُضِرُّ الوَلِيدَةُ الاَسَدَ فَلَا
يَضُرُّهَا ۔ وَيَكُونُ الذِّئبُ فِي الغَنَمِ
كَاَنَّهٗ كَلبُهَا ۔ وَتَملَاُ الاَرضُ مِنَ
المُسلِمِ كَمَا يُملَاُ الاِنَاءُ مِنَ المَاءِ
وَتَكُونُ الكَلِمَةُ وَاحِدَةً فَلَا يُعبَدُ
اِلَّا اللّٰهُ ۔ وَتَضَعُ الحَربُ اَوزَارَهَا ۔ وَ
تُسلَبُ قُرَيشٌ مُلكَهَا ۔ وَتَكُونُ الاَرضُ
كَفَاثُورِ الفِضَّةِ تُنبِتُ نَبَاتَهَا بِعَهدِ
آدَمَ حَتّٰى يَجتَمِعَ النَّفَرُ عَلَى القِطفِ
مِنَ العِنَبِ فَيُشبِعُهُم وَيَكُونُ
الثَّورُ بِكَذَا وَكَذَا مِنَ المَالِ وَتَكُونُ
الفَرَسُ بِالدُّرَيهِمَاتِ ۔

کو ذبح کریں گے۔ جزیہ اور زکوٰۃ لینا بند کر دینگے
نہ کسی سے بکری لیں گے نہ اونٹ۔ اور باہمی
عداوت اور بُغض سینوں سے نکل جائیں گے
اور ہر زہریلے جانور کا زہر ختم ہو جائیگا۔ یہاں
تک کہ ایک لڑکا سانپ کے منہ میں ہاتھ ڈالیگا
مگر ضرر نہ پائیگا۔ اور ایک لڑکی شیر کو دھتکاریگی۔
مگر وہ اُسے نقصان نہیں پہنچائے گا۔ اور بکریوں
کے ریوڑ میں بھیڑیا اس طرح رہے گا۔ گویا ان
کا رکھوالا کُتا ہے۔ اور زمین مسلمانوں سے ایسی
بھر جائے گی۔ جیسے پانی سے برتن۔ اور سب کا
کلمہ ایک ہوگا۔ خدا کے سوا کوئی نہیں پُوجا جائیگا۔
لڑائی ختم ہو جائے گی۔ اور حکومت قریش سے
چھین لی جائے گی۔ اور زمین خالص چاندی کی
عہد آدمؑ کے پھل اور سبزے اُگائے گی۔ انگور
کا ایک گُچھا اور ایک انار پورے کُنبہ کے لئے
کافی ہوگا۔ بیل بہت مہنگے ہو جائیں گے
اور گھوڑوں کی قیمت کم ہو جائے گی۔

صحابہ نے عرض کی۔ یا رسول اللہ گھوڑے کیوں سستے ہو جائیں گے؟ آپ نے فرمایا۔ اس لئے کہ لڑائی کا سوال درمیان سے اُٹھ جائے گا۔ صحابہ نے کہا۔ اچھا تو بیل کیوں اتنے مہنگے ہو جائیں گے۔ آپ نے فرمایا۔ اس لئے کہ وہ کھیتی باڑی کے لئے مطلوب ہوں گے۔ پھر آپ نے فرمایا:-

وَاِنَّ قَبلَ خُرُوجِ الدَّجَّالِ ثَلَاثُ سَنَوَاتٍ
شِدَادٍ يُصِيبُ النَّاسَ فِيهَا جُوعٌ شَدِيدٌ

اور ظہور دجّال سے پہلے تین سال تک سخت
قحط پڑے گا۔

يَأْمُرُ اللّٰهُ السَّمَاءَ فِي السَّنَةِ الْأُوْلٰى أَنْ تَحْبِسَ ثُلُثَ مَطَرِهَا۔ وَيَأْمُرُ الْأَرْضَ فَتَحْبِسُ ثُلُثَ نَبَاتِهَا۔ ثُمَّ يَأْمُرُ السَّمَاءَ فِي الثَّانِيَةِ فَتَحْبِسُ ثُلُثَيْ مَطَرِهَا۔ وَيَأْمُرُ الْأَرْضَ فَتَحْبِسُ ثُلُثَيْ نَبَاتِهَا۔ ثُمَّ يَأْمُرُ اللّٰهُ السَّمَاءَ فِي السَّنَةِ الثَّالِثَةِ فَتَحْبِسُ مَطَرَهَا كُلَّهُ فَلَا تَقْطُرُ قَطْرَةٌ۔ وَيَأْمُرُ الْأَرْضَ فَتَحْبِسُ نَبَاتَهَا كُلَّهُ۔ فَلَا تُنْبِتُ خَضْرَاءَ فَلَا تَبْقٰى ذَاتُ ظِلْفٍ إِلَّا هَلَكَتْ إِلَّا مَا شَاءَ اللّٰهُ۔	پہلے سال اللہ تعالیٰ کے حکم سے آسمان سے ایک تہائی بارش رُک جائے گی۔ اور زمین سے اسی قدر سبزہ کم اُگنے لگے گا دوسرے سال دو تہائی بارش اور اسی قدر گیاہ کی کمی ہو جائے گی۔ اور تیسرے سال نہ آسمان سے بارش کا کوئی قطرہ برسے گا۔ اور نہ زمین سے کوئی گھاس اُگ سکے گی۔ اس سے اکثر مویشی بھوک کے مارے مر جائیں گے ۔

کسی نے عرض کی یا رسول اللہ۔ اس زمانہ میں لوگ کس چیز پر بسر اوقات کریں گے۔ آپ نے فرمایا:۔

التَّهْلِيْلُ وَالتَّكْبِيْرُ وَالتَّسْبِيْحُ وَالتَّحْمِيْدُ يَجْرِيْ ذٰلِكَ عَلَيْهِمْ مَجْرَى الطَّعَامِ۔ (ابن ماجہ صفحہ ۳۰۰)	لا الہ الا اللہ، اللہ اکبر، سبحان اللہ اور الحمد للہ کہنے پر یہ ذکر ان کے لئے خورد و نوش کا قائم مقام ہو گا ۔

اس حدیث کے متعلق عبد الرحمٰن محاربی فرمایا کرتے تھے۔ کہ ایسے مکاتب کے معلموں کو سکھا دیا جائے۔ تاکہ وہ بچوں کو پڑھا کر ثواب حاصل کریں ۔

خُطبۂ نکاح

یہ خطبہ خاتون جنت حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے نکاح کے موقعہ پر پڑھا گیا ہے۔ آپ کی محبوب ترین صاحبزادی کے نکاح کے موقعہ پر اس زمانہ کے اکثر لوگ بہت سی رسوم کی ادائیگی کے منتظر ہونگے لیکن انہیں حضرت انسؓ کی زبان سے یہ واقعہ سن کر حیرت ہوگی۔ کہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا۔ کہ تم جا کر حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت عبد الرحمٰنؓ بن عوف اور چند انصار کو بُلا لاؤ۔

جب وہ سب حاضر ہوئے۔ تو آنحضرت ؐ نے ذیل کا خطبہ دیا :-

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْمَحْمُوْدِ بِنِعْمَتِهٖ۔ الْمَعْبُوْدِ بِقُدْرَتِهٖ الْمُطَاعِ بِسُلْطَانِهٖ۔ الْمَرْهُوْبِ مِنْ عَذَابِهٖ وَسَطْوَتِهٖ۔ النَّافِذِ اَمْرُهٗ فِيْ سَمَائِهٖ وَاَرْضِهٖ الَّذِيْ خَلَقَ الْخَلْقَ بِقُدْرَتِهٖ۔ وَمَيَّزَهُمْ بِاَحْكَامِهٖ فَاَعَزَّهُمْ بِدِيْنِهٖ وَاَكْرَمَهُمْ بِنَبِيِّهٖ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ اِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ اسْمُهٗ وَتَعَالَتْ عَظْمَتُهٗ جَعَلَ الْمُصَاهَرَةَ سَبَبًا لَاحِقًا وَاَمْرًا مُفْتَرَضًا۔ اَوْشَجَ بِهِ الْاَرْحَامَ۔ وَاَلْزَمَ بِهِ الْاَنَامَ۔ فَقَالَ عَزَّ مِنْ قَائِلٍ: وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهْرًا وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيْرًا۔ فَاَمْرُ اللّٰهِ تَعَالٰى يَجْرِيْ اِلٰى قَضَائِهٖ وَقَضَائُهٗ يَجْرِيْ اِلٰى قَدَرِهٖ۔ وَلِكُلِّ قَدَرٍ اَجَلٌ۔ وَلِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ يَمْحُو اللّٰهُ مَا يَشَاءُ وَيُثْبِتُ۔ وَعِنْدَهٗ اُمُّ الْكِتَابِ۔ ثُمَّ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ اَمَرَنِيْ اَنْ اُزَوِّجَ فَاطِمَةَ مِنْ عَلِيِّ ابْنِ اَبِيْ طَالِبٍ۔ فَاشْهَدُوْا اَنِّيْ زَوَّجْتُهٗ عَلٰى اَرْبَعِمِائَةِ مِثْقَالِ فِضَّةٍ اِنْ رَضِيَ بِذٰلِكَ عَلِيٌّ۔

تعریف ہے اس خدا کی جو نعمتیں بخشنے والا، بڑی قدرت اور سلطنت والا ہے۔ جس کے عذاب اور سطوت سے ہر وقت ڈرنا چاہئے۔ اس کا حکم آسمان اور زمین میں نافذ ہے۔ اس نے اپنی قدرت سے مخلوقات کو پیدا کیا۔ پھر احکام بھیجکر انہیں بُرے بھلے کی تمیز کردی۔ اور دین کی بدولت اُنکو عزت دی۔ اور اپنے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے انکو کرامت بخشی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ازدواجی رشتہ کو قرابت کا ذریعہ مقرر کیا ہے۔ جس سے رشتہ مضبوط ہوتا ہے۔ اور تمام لوگوں کو عقد ازدواج پر فطرتاً مائل بنایا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا ہے۔ خدا وہ ذات ہے جسنے پانی سے انسان کو پیدا کرکے اس کے لئے نسب اور دامادی کے دو رشتے مقرر کئے۔ اور تیرا پروردگار بڑی قدرت والا ہے۔ پس اوامر الٰہی کا تعلق قضاء الٰہی سے ہے۔ اور قضاء الٰہی تقدیر پر منتج ہوتی ہے۔ ہر قضا کیلئے قدر ہے اور ہر قدر کے لئے ایک خاص وقت مقرر ہے۔ اور ہر کام کا وقت مقرر لکھا جاچکا ہے جسکو خدا چاہتا ہے مٹاتا ہے اور جسکو چاہتا ہے باقی رکھتا ہے۔ اور اسی کے پاس ام الکتاب (لوح محفوظ) ہے! اسکے بعد اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ فاطمہ کا نکاح علی ابن ابیطالب سے باندھوں پس تم سب گواہ رہو کہ میں نے ۴۰۰ مثقال چاندی کے عوض انکا عقد کردیا ہے بشرطیکہ علیؑ رضامند ہوں۔

پھر آپ نے خرما کا ایک طباق منگوا کر حاضرین میں تقسیم کرا یا۔ اتنے میں حضرت علیؓ بھی آ گئے۔ تو آپ نے مسکرا کر اُن سے پُوچھا۔ کہ اللہ تعالےٰ نے مجھے حکم دیا ہے۔ کہ چار سَو مثقال چاندی کے عوض فاطمہؓ کا نکاح تمہارے ساتھ کر دوں۔ تجھے منظور ہے؟ حضرت علیؓ نے عرض کی۔ یا رسول اللہ مجھے منظور ہے۔ آپ نے فرمایا:۔

جَمَعَ اللّٰهُ شَمْلَكُمَا۔ وَاَعَزَّ جَدَّكُمَا وَبَارَكَ عَلَيْكُمَا وَاَخْرَجَ مِنْكُمَا كَثِيْراً طَيِّبًا۔ (مواہب لدنیہ جلد ۱ صفحہ ۹)	اللہ تعالےٰ تم دونوں کو جمع رکھے۔ تمہاری کوششیں بارآور ہوں۔ اور تمہاری اولاد کثیر اور نیک ہو ۔

خطبہ

ایک مرتبہ حضرت علی کرم اللہ وجہٗ نے ابو جہل کی لڑکی جویریہ نامی کے ساتھ نکاح کرنا چاہا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو معلوم ہؤا۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اور کہنے لگی "ابا جان! لوگ کہتے ہیں۔ کہ آپ اپنی اولاد کے لئے کبھی کسی پر غصّہ نہیں کرتے۔ جبھی تو حضرت علیؓ نے ابوجہل کی لڑکی سے نکاح کر لینے کا ارادہ کیا ہے"۔

یہ سُن کر آپ کو سخت رنج ہؤا۔ اور مسجد میں آکر عام مسلمانوں کے سامنے خطبہ دیا۔ حمد و تشہد کے بعد آپ نے فرمایا:۔

اَمَّا بَعْدُ فَاِنِّيْ اَنْكَحْتُ اَبَا الْعَاصِ ابْنَ الرَّبِيْعِ فَحَدَّثَنِيْ وَصَدَقَنِيْ وَوَعَدَنِيْ فَوَفٰى لِيْ۔	اما بعد۔ مَیں نے اپنی ایک صاحبزادی ابوالعاص بن ربیع کو بیاہی تھی۔ سو اس نے مجھ سے جو کچھ کہا تھا اسے سچ کر دکھایا۔ اور اس نے اپنی بات رکھ لی۔
وَاِنَّ فَاطِمَةَ بَضْعَةٌ مِّنِّيْ۔ وَاِنِّيْ اَكْرَهُ اَنْ يَّسُوْءَ هَا۔ وَاللّٰهِ لَا يَجْتَمِعُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَبِنْتُ عَدُوِّ اللّٰهِ عِنْدَ رَجُلٍ وَاحِدٍ (بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۲۸)	فاطمہؓ میرا لختِ جگر ہے۔ جس بات سے اسکو دکھ پہنچتا ہے۔ اس سے مجھکو بھی اذیت ہوتی ہے۔ خدا کی قسم! رسول اللہ اور عدوّ اللہ کی لڑکیاں ایک شخص کے گھر میں نہیں رہ سکتیں ۔

چنانچہ حضور اقدس کا یہ ارشاد سُن کر حضرت علیؓ اس ارادہ سے باز آ گئے۔ اور جب تک خاتونِ جنّت زندہ رہیں۔ انہوں نے دوسرا نکاح نہ کیا ۔

نوٹ۔ حضرت ابوالعاص سے آنحضرتؐ کی بڑی صاحبزادی حضرت زینبؓ بیاہی تھیں۔ جب غزوۂ بدر میں دوسرے مشرکین کے ساتھ ابوالعاص گرفتار ہوکر آئے۔ تو اُن کو اس شرط پر رہا کردیا گیا۔ کہ مکہ پہنچ کر حضرت زینبؓ کو آنحضرتؐ کے پاس مدینہ بھیج دیں۔ ابوالعاص نے مکہ معظمہ پہنچ کر حسب وعدہ اپنے بھائی کنانہ کے ساتھ اُن کو بھیج دیا۔ آنحضرتؐ نے اس خطبہ میں حضرت ابوالعاص کے اس برتاؤ کی تعریف کی ہے ؏

أَثَرُ بَعِيْشَلِهِ مِعَبِ ۔
بِذَالِكَ عَلِيٌّ ۔

تلاشِ رہنما

یہاں کیا ہے بھلا ہو یا بُرا ہو　　قیامت میں مگر سب کا بھلا ہو
وہ محفل اور مجالِ لب کشائی　　قسم لے لو جو ہم نے کچھ کہا ہو
تصور ہی قیامت ڈھا رہا ہے　　اگر جلوہ بھی دِکھلا دو تو کیا ہو
نرالی کس قدر ہو گی وہ دُنیا　　قیامت خیز جس کی ابتدا ہو
تصور میں بھی اب باقی نہیں ہے　　وہ مرنا جس میں جینے کا مزا ہو
عمل ہو کوہ جتنا بھی تو ہے کاہ　　جو شامل اس میں رائی بھر ریا ہو
نماز اُس کی ہے عادت یا دکھاوا　　درِ اغیار پر جو جبہ سا ہو
ہے سجدہ سجدہ اُس مردِ خدا کا　　جو خوفِ غیر سے نا آشنا ہو
مقرب ہو جو دربارِ خدا کا　　اُسے غیرِ خدا کا خوف کیا ہو
جھکا ہندی مسلماں جس کے آگے　　نہ کیوں اب نام بھی اُس کا خدا ہو
نہیں آزادیٔ نسواں بُری چیز　　اگر رُوح و رواں اُس کی حیا ہو
اُسے کیا، دیں ہو رُوحِ ملک یا عقل　　خدا جو زور و زر کو جانتا ہو
ہیں لاکھوں رہنما پھر بھی دُعا ہے　　کہ یارب کوئی اپنا رہنما ہو
یہی رنگِ سُخن ہوتا ہے پیدا　　اگر خلوت میں دل نغمہ سرا ہو

کہے جاتے ہو باتیں راز کی بھی
عزیز ان سے اگر محشر بپا ہو؟

(جناب مرزا عزیز فیضانی)

اسلام اور عورت

(جناب محمد دین صاحب کلیم دلیل پوریے)

دل پہ اک چوٹ لگی آنکھ میں آنسو بھر آئے
بیٹھے بیٹھے مجھے کیا جانئے کیا یاد آیا

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے منصۂ شہود پر جلوہ گر ہونے سے پہلے دنیا کی حالت نہایت ناگفتہ بہ تھی۔ کوئی ملک ایسا نہ تھا۔ جس کی کشتیٔ حیات بطلان وطغیان کی موجوں میں نہ تیر رہی ہو۔ فسق وفجور کا بازار گرم تھا۔ حُسنِ فطرت پر سیاہ کاری کے پردے پڑے ہوئے تھے۔ ظلم واستبداد کی بجلیاں کوندر ہی تھیں۔ تمدن وتہذیب کے آثار مفقود تھے۔ بدویت کے سفلی جذبات احساس انسانیت پر مسلط ہو چکے تھے۔ بات بات پر چنگاریاں اُڑتی رہا کرتی تھیں۔ اخلاقی عیوب کی فراوانی تھی خصوصاً اس وقت کی عورت انسانیت کا ایک بدترین مرقع تھی۔ کئی قبائل زناکاری کے لئے مشہور تھے۔ اسے عیب نہیں بلکہ ہنر کا رتبہ دیا جاتا تھا۔ وہ اپنے عشق اور ہوس رانی کی حیا سوز داستانیں عام مجامع میں فخریہ سُنایا کرتے تھے۔ اور اپنی خلوتوں کی عُریاں تصاویر دنیا کے سامنے پیش کرتے تھے۔ اور انہیں ذرہ بھر بھی تامل نہ ہوتا تھا۔ اہل عرب کے نزدیک وہ شخص انتہائی بزدل اور کمینہ سمجھا جاتا تھا۔ جس کو کبھی کسی سے عشق نہ ہؤا ہو۔ یا اُس نے کسی عورت سے ناجائز تعلقات قائم نہ کئے ہوں۔ مثلاً امراءالقیس نے اپنی پھوپھی زاد بہن سے بدکاری کا قصہ نہایت مزے لے لیکر بیان کیا ہے۔ بلکہ پبلک نے اسکو اس قدر پسند کیا۔ کہ وہ کعبۃ اللہ کی دیواروں پر آویزاں کیا جاتا ہے مستورات اور مرد آزادی سے ملتے تھے برہنہ ناچتے تھے۔ سوتیلی ماؤں کو بیوی بنا لیتے تھے۔ غرضیکہ پورے جہان پر تاریکی کی گھٹا چھائی ہوئی تھی۔ اور باطل پرستی کا دور دورہ تھا۔ کتاب "الوشہ" کا مصنف لکھتا ہے کہ "مجھے عرب کے کسی ایسے شاعر کا نام معلوم نہیں جس نے عورت کے سوائے کسی اَور کی تعریف کی ہو"۔

عورت وہ مخلوق ہے جو دنیا میں ہمیشہ ذلیل وخوار سمجھی گئی۔ اور کبھی کسی نے اس طرف توجہ مبذول نہ کی بیٹیوں کا پیدا ہونا نحوست وادبار کی علامت سمجھی جاتی تھی۔ اور اس چرخ نیلی فام کے نیچے اس پر آئے دن قہر وعتاب کی بجلیاں ٹوٹتی رہتی تھیں۔ ہر جگہ اس کو مکروہ ترین خطابات سے نوازا جاتا تھا۔ سانپ اور بچھو سے

تشبیہ دی جاتی تھی۔ آگ اور طوفان سے مہلک ترین خیال کیا جاتا تھا۔ کہیں شیطان کی خالہ کہیں بیوفا۔ الغرض ایک سیلاب تھا جو اس صنفِ ضعیف و نازک کے خلاف اُمڈا چلا آرہا تھا۔ وحشیانہ اور غلامانہ سلوک روا رکھا جاتا تھا۔ اور عورت جو آجکل مرد کے دوش بدوش چلنے کے حقوق پر لڑ رہی ہے۔ اندوہ و آلام کی زندگی بسر کرنے پر مجبور کی جاتی تھی۔ اور کوئی ان کے مصائب پر چار آنسو بہانیوالا نہ تھا۔ اب میں فرداً فرداً بتاتا ہوں۔ کہ اس کائنات میں کس طرح ان پر طوفان خیز و طوفان بار آندھیاں چل رہی تھیں۔ اور کس طرح ان پر ظلم و ستم کی بجلیاں ٹوٹ رہی تھیں۔

عرب عرب میں ان کی حالت حد درجہ زبون و زار تھی۔ ان سے حیوانوں سے بدتر سلوک روا رکھا جاتا تھا۔ وراثت میں ان کا کوئی حق نہ تھا۔ انتہا یہ کہ باپ کی جائداد کے طور پر اس کی عورتیں بھی بیٹوں میں تقسیم ہوتی تھیں بیدرد باپ اپنی ابا ابا پکارتی ہوئی بچی کو گڑھا کھود کر زمین میں دفن کر دیتا تھا۔ یہاں تک کہ اُس کی چیخیں مٹی میں گم ہو کر رہجاتی تھیں۔ ذرا ذرا قصور پر اُن کی کھوپڑی ادھیڑی جاتی تھی۔ مرد کو اختیار تھا کہ وہ جب چاہے اور جو چاہے اس کیساتھ سلوک روا رکھے۔ اور عورت کا کام تھا کہ بچے جنے اور شوہر کی تابعداری میں رات دن ایک کر دے۔ الغرض حیا ان سے شرماتی تھی۔ اور شرم منہ چھپاتی تھی ؂

ہند ہندوستانی بیوہ مجبور تھی۔ شوہر کے انتقال پر اُس کی لاش کے ساتھ بیٹھ کر چتا کے بھڑکتے ہوئے شعلوں کی نظر ہو جاتی تھی۔ مرد بیمار ہو یا بھلا۔ ظالم ہو یا نرم دل عورت اس سے علیحدہ نہیں ہو سکتی۔ اس کے برعکس مرد جب چاہے بازو پکڑ کر گھر سے نکال دے۔ دروپدی کی چادر کا جسم سے کھینچنا اور برسرِ دربار اُسے برہنہ کرنا کتنا شرمناک مظاہرہ تھا۔ غرضیکہ یہ وید کا فرمان ہے کہ عورت نابالغ ہو یا بالغ ادھیڑ ہو یا بوڑھی کوئی کام خود مختاری سے نہ کرے ؂

رومن ایمپائر غلاموں کی ماؤں بہنوں اور بیٹیوں کی اُن کی آنکھوں کے سامنے ان کے مالک عصمت دری کرتے تھے۔ مگر کسی کو ان بیکسوں کے ناموس کے تحفظ کا خیال تک بھی نہ آتا تھا۔ ایک غلام کو اس واسطے سخت ترین سزا کا مستوجب ٹھہرایا۔ کہ اُس نے کسی نن کے حجلۂ عروسی میں کہ جس میں کسی مقدس اُسقف نے اُس نن کے ساتھ محوِ استراحت ہونا تھا۔ بستر سے سلوٹ دور نہ کئے تھے۔ لونڈیاں اپنے مالکان کی بہیمانہ خواہشات کی سیرابی کے لئے مخصوص ہو گئیں ؂

ایران میں دستور تھا۔ کہ ہر شخص ہر کسی کی عورت سے لذت اندوز ہو سکتا تھا۔ بیٹی اور بہن سے شادی جائز تھی خود بادشاہ یزدگرد نامی نے اپنی بیٹی سے شادی رچائی تھی۔ الغرض ساری ارضِ عالم اسی قسم کے معاصی و معائب میں غرق تھی۔ کوئی اس کا حامی نہ تھا۔ اس کا کام تھا۔ کہ وہ رات دن مرد کی خدمت کرے۔ بچے جنے

اُن کی پرورش کرے۔ گھر کا کام کرے اور زبان نہ ہلائے۔ لازم تھا کہ ایسے وقت میں ایک ایسے نبیؐ کا ظہور ہو جو ان خرافات کو نیست و نابود کر دے۔ اور اس قدر گری ہوئی مخلوق کو تحت الثریٰ سے اٹھا کر بامِ ثریا تک پہنچا دے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ کہ مکہ کی گھاٹیوں پر ایک بدلی چھائی جو دیکھتے ہی دیکھتے تمام کائنات پر چھا گئی۔ اور دنیا کو اس گوشے سے اُس گوشے تک جل تھل کر دیا۔ اور اسلام نام پایا۔ یہی وہ پہلا مذہب ہے جس نے عورتوں کی حق رسی کی۔ اور عزت و منزلت کے دربار میں اسے برابر کی جگہ دی۔ وراثت میں شریک کیا۔ مہر مقرر کیا۔ جائداد کا حق دلایا۔ دختر کشی کی شدید مذمت کی۔ صاف اور صریح الفاظ میں فرمایا گیا۔ وَمِنْ اٰیٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ؕ یعنی "اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہے۔ کہ اس نے تمہارے لئے خود تم ہی میں سے بیویاں بنائیں۔ تاکہ تمہیں تسکین حاصل ہو۔ اور تمہارے درمیان محبت و شفقت پیدا کر دی" پھر میاں بیوی کو ایکدوسرے کا لباس فرمایا۔ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ؕ خلع حاصل کرنے کا حق دیا۔ بیواؤں کی شادی کو کارِ ثواب بتلایا۔ نماز، روزہ، حج وغیرہ مردوں کی طرح ان پر بھی فرض کئے گئے۔ غرضیکہ اسلام نے عورت کو دنیا کی تاریخ میں سب سے پہلے انسانیت کے ایک آزاد فرد کی حیثیت سے دُنیا کی سٹیج پر ظاہر کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو ہر قسم کی آزادی دی۔ حتیٰ کہ مساجد میں نماز گذارنے، میدان جنگ میں سپاہیانہ کرتب دکھانے اور مجلس میں نہایت دقیق مقامات پر بحث کرنے کی اجازت دی۔ چنانچہ وہ ہر شعبۂ حیات میں ترقی کرنے لگیں۔ مگر آپ نے انہیں مرکزِ نسوانیت سے نہ ہٹنے دیا۔ آپ نے ایک سرکلر کے ذریعے اعلان کر دیا۔ کہ "اپنے مرکز پر رہو۔ اور اس پر نگاہ رکھ کر جہاں تک گھوما جا سکے۔ گھوم لو اور چکر لگا لو" یعنی اپنی نسوانیت کو نہ بھولو۔ اور فطری فرائض کو پسِ پُشت نہ ڈالو۔ تمہارا پہلا کام خاوند کی فرمانبرداری اور تابعداری ہونا چاہیئے یعنی تمہارا ہر سانس شوہر کی خدمت کرنے میں گذرے۔ دُوسرا کام قوم کے بچوں کی پرورش اور تربیت کرنا ہے۔ اور تاکید فرمائی کہ کہیں ایسا نہ ہو۔ کہ تم ان بچوں کیطرف سے غافل ہو جاؤ اور وہ آوارہ ہو جائیں۔ تیسرا کام یہ کہ اپنی آرائش و زیبائش سے بھی غافل نہ ہونا چاہیئے۔ حضرت اُمِّ سنانؓ کہتی ہیں۔ کہ جب میں مسلمان ہوئی۔ تو رسولِ اکرمؐ نے میرے ہاتھوں میں چوڑیاں اور مہندی نہ دیکھ کر فرمایا "اور یہ کچھ مشکل ہے کہ تم عورتیں اپنے پیرہن رنگ لیا کرو۔ اور ہاتھوں میں چوڑیاں پہن لیا کرو۔ خواہ وہ چمڑے ہی کی کیوں نہ ہوں"۔

اب میں اجمالاً دُوسرے مذاہب سے اسلام کا موازنہ کر کے اُس کے محاسن بتاتا ہوں:-

ہندو رشیوں اور منیوں کا عورت کے متعلق نظریہ

۱ منوجی مہاراج کا فرمان ہے۔ کہ "عورت کو لازم ہے کہ دوسری شادی نہ کرے۔ بلکہ تمام عمر بیوہ رہے" لیکن قرآنِ مجید میں خداوند ذوالجلال فرماتا ہے۔ وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ یعنی بیوہ عورتوں کا نکاح کرو۔ کیونکہ بیوہ ہونے کی صورت میں سوسائٹی اس کو منحوس سمجھتی ہے۔ اور ہر شخص اس سے نفرت کرنے لگتا ہے۔ اس لئے اسلام نے عورت کو نکاح ثانی کی اجازت دے دی ۔

۲۔ بھرتری ہری فرماتے ہیں۔ "اگر اس دُنیا میں عورت نہ ہوتی تو انسانوں کی زندگی بڑے آرام سے گذرتی"۔ چنانچہ اس کی تردید میں قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے۔ وَمِنْ اٰيٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْۤا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ؕ یعنی اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک یہ نشانی ہے کہ اُس نے تمہاری جنس سے عورت بنائی۔ تاکہ تم اس سے تسکینِ قلب حاصل کر سکو۔ اور اُسی خدا نے تمہارے مابین محبت اور شفقت کا جذبہ پیدا کیا ۔

۳۔ منوجی مہاراج ایک اور جگہ فرماتے ہیں "عورت لڑکپن میں والدین، جوانی میں خاوند اور بڑھاپے میں اولاد کے اختیار میں رہے۔ خود مختار ہو کر کبھی نہ رہے"۔ اسکا صاف مطلب یہ ہے۔ کہ ہندو عورت کی حیثیت ایک کنیز کی ہے۔ لیکن اسلام میں عورت کو مساوات کا درجہ دیا گیا ہے یعنی جس طرح مرد کے حقوق عورت پر ہیں۔ اسی طرح عورت کے حقوق بھی مرد پر ہیں۔ چنانچہ قرآن کریم میں صریح الفاظ میں لکھا ہوا ہے۔ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ؕ یعنی عورتوں کے بھی مردوں پر وہی حقوق ہیں جو مردوں کے عورتوں پر۔ اور مردوں کو ان پر ایک درجہ فضیلت ہے ۔

۴۔ ہندو عورت کو وید پڑھنے کی اجازت نہیں۔ اس کے برعکس آنحضرت صلعم کی تعلیم ملاحظہ ہو۔ فرماتے ہیں طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ وَّمُسْلِمَةٍ یعنی علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے ۔

۵۔ ہندو عورت والدین کی جائداد میں سے ترکہ کی حقدار نہیں۔ لیکن سورۂ نساء میں اس کے متعلق نہایت تفصیل سے اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر قوانین مرتب فرمائے ہیں مثلاً بکر ۶۰۰ چھوڑ کر مر گیا۔ اور اس کے دو بچے ہیں۔ ایک لڑکا اور ایک لڑکی۔ تو اس صورت میں لڑکے کو ۴۰۰ اور لڑکی کو ۲۰۰ روپیہ حاصل کرنیکا پورا پورا حق ہوگا ۔

۶۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ خَیْرُکُمْ خَیْرُکُمْ لِاَھْلِہٖ یعنی اے مسلمانو۔ تم میں سب سے اچھا وہ ہے۔ جو اپنی بیوی کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آتا ہو۔ لیکن چانکیہ برہمن کا عقیدہ ہے دریا۔ بادشاہ اور عورت پر اعتماد کرنا مناسب نہیں ؃

مسیحیت کا عورت کے متعلق نظریہ

اب مسیحیت میں عورت کی حالت دیکھئے۔ مشہور رہنمایانِ کلیسا مثلاً آگسٹن، طرطولین اور جیروم وغیرہ نے عورت کو "دوزخ کا دروازہ" کا لقب دیا۔ اور اُسے تمام بُرائیوں کا سرچشمہ تسلیم کیا۔ گویا عورت سے دُور رہنا گناہ سے دُور رہنا ہے۔ اسی یورپ میں جو آج تہذیب و مدنیت، علم و ایجاد اور عقل و فراست کا واحد اجارہ دار ہے ۵۸۶ء میں مختلف ممالک کے عیسائیوں کی ایک کانفرنس منعقد ہوئی۔ زیر بحث یہ مسئلہ تھا کہ "عورت میں بھی رُوح ہے یا نہیں اور یہ کس مقصد کے لیئے پیدا کی گئی ہے"۔ آخر میں یہ فیصلہ کیا گیا۔ کہ وہ صرف مرد کی خدمت کرنے اور اُسکو ہر طریقہ سے خوش کرنے کے لیئے پیدا کی گئی ہے، چونکہ حضرت مسیح علیہ السلام نے نہ تو بذاتِ خود شادی کی۔ اور نہ ہی شادی کے حق میں کوئی لفظ کہا۔ اسی لیئے ان کے پیرووں میں رہبانیت کا بہت زیادہ دور دورہ شروع ہوگیا۔ بلکہ یہاں تک کہ کلیسا نے تجرد کو تقدس کا نشان قرار دیا۔ پولوس اور پطرس دونوں عورتوں سے نفرت کرتے تھے۔ آگسٹن کے نزدیک بھی شادی شدہ عورت سے کنواری بہتر تھی۔ چونکہ ان لوگوں نے عورت ذات کی ہر طرح سے اہانت کی۔ اور اسے "دوزخ کے پھاٹک" سے ملقب کیا۔ اس واسطے عورت دوسرے لوگوں کے درمیان بھی ذلیل و خوار رہی۔ پادری ان کے خلاف نہایت شر آمیز مضامین لکھتے تھے۔ ٹرٹولین نے اس کو "قانونِ الٰہی کی برباد کنندہ" قرار دیا۔ سینٹ کرائی سوٹم نے اس کو "رنگین بُرائی" سے تعبیر کیا۔ سینٹ برنارڈ نے اس کی آواز کو "سانپ کی پھنکار" اور چہرے کو "بادِ سموم" بتایا۔ یہاں تک کہ شارل مین نے محض اتنی سی خطا پر اپنی بہن کے منہ پر تھپیڑ کھینچ مارا۔ کہ بھائی نے اس کو کسی کام کے کرنے کے لیئے کہا تھا۔ مگر وہ اس سے بحث کرنے لگی تھی۔ راسپوٹین (ایک روسی راہب) نے رُوس کی تقریباً ۵۰ ہزار عورتوں کو خراب کیا تھا۔ خانقاہوں کی ہر راہب خاتون کی عصمت بگاڑنے کا شدید ترین جرم اس پر لگایا جاتا ہے۔ اس شیطان کا عقیدہ تھا کہ عورت کو نجات حاصل کرنے کے لیئے اپنے جسم کو گناہ آلود کرنا چاہیئے۔ ورنہ حوا گناہ نہ کرتیں۔ عورت کی نجات نہیں ہے۔ جب تک کہ وہ اپنے جسم کو گناہ سے آلودہ نہ کرے۔ اب آپ خود ہی ان تعلیمات کا اسلامی تعلیمات سے موازنہ

کر سکتے ہیں کہ عورت کا مرتبہ مسیحیت میں کیا ہے اور اسلام میں کیا ہے +

مہاتما بُدھ کا نظریہ

مہاتما بدھ نے بھی جہاں تک ہوسکا اپنے پیرِوؤں کو اس سے بچنے کی تلقین کی۔ ایکدفعہ مہاتما جی کے ایک چیلے امنیدا نے آپ سے پُوچھا کہ عورت کے ساتھ میرا کیا سلوک ہونا چاہیئے۔ مہاتما جی نے فوراً کہا کہ اُس سے کنارہ کشی کرو۔ اور اگر اس سے کنارہ کشی ممکن نہ ہو تو پھر خوب چوکس رہو" بدھ عورتوں سے ڈرتا تھا۔ کیونکہ وہ اُن کو رفیق حیات اور شریک زندگی نہیں بلکہ ورغلانے والی اور انسان کو تباہ کرنے والی جنس قرار دیتا تھا۔ یہی باعث تھا۔ کہ اُس نے اپنی بہن کو بھی اپنے سنگ میں شامل ہونے کی اجازت نہ دی لیکن اللہ تعالیٰ نے عورت کو قرآن کریم کے ذریعے سے مرد کے لئے تسکین دِل فرمایا +

ان واقعات کی روشنی میں یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ کہ اسلام نے ہی پہلے عورت کو اس کی اصلی شکل میں دُنیا کے سامنے پیش کیا، اس کی حق رسی کی۔ اس کے حقوق کی نگہداشت کی۔ اور وہ زمانہ بھی آیا۔ کہ بغداد اور قرطبہ کو شاعر عورتوں اور فلسفیوں اور عالموں پر فخر تھا۔ حضرت عائشہؓ ایک نہایت زبردست عالمہ تھیں۔ خود ہندوستان میں سلطانہ رضیہ بیگم اور سلطانہ چاند بی بی نے میدان جنگ میں وہ کارہائے نمایاں دکھائے کہ دُشمن بھی عش عش کر اُٹھے۔ وہ چاند بی بی جو ایک بے خطا تیرانداز اور شہسوار تھی۔ اور سرکش سے سرکش گھوڑوں کو بھی رام کر لیتی تھی۔ شیر کے شکار میں اس قدر بیباکی دکھاتی تھی۔ کہ اس کی بے پروائی کو دیکھ کر درباریوں اور امراء کے دِل لرزنے لگتے۔ اکثر اوقات شیر کو موقع دیتی کہ اُس پر حملہ کرے۔ اور پھر اسے برچھے سے مار گراتی۔ شجاعت اور جسارت میں حضرت خولہؓ کی مثال بھی عدیم النظیر ہے۔ کہ جس نے چند عورتوں کی مدد سے رُومیوں کے لشکر کو خیموں کی چوبوں سے مار مار کر بھگا دیا تھا۔ وہ معرکۂ دمشق کی عظیم المرتبت مجاہدہ حضرت امِ اباںؓ کہ جس کے کپڑوں سے ابھی عطر عروسی کی خوشبو نہیں گئی۔ اس کا شوہر حضرت اباںؓ بن سعد بن العاص شہید ہو جاتا ہے۔ شہادت کی خبر سُن کر یہ بیوہ دُلہن ڈھال تلوار سنبھالتی ہے۔ اور اپنے شوہر کے قتل کرنیوالے شخص پر ایسا حملہ کرتی ہے کہ اُس کی ایک آنکھ ضائع ہو جاتی ہے۔ اور وہ تڑپنے لگتا ہے۔ اسلامی تاریخ میں ایسے ہزاروں واقعات ہیں کہ جب کسی مسلمہ کی عزت کی طرف کسی کی نظر اُٹھ گئی۔ یا کوئی اور نازک موقع آگیا۔ تو کس طرح اُس نے اپنے تحفظ کی کوشش کی۔ بلکہ اپنی جان سے بھی دریغ نہ کیا +

آجکل کے زمانے میں کچھ ایسی ہوا چل رہی ہے۔ کہ جس نے پھر اس کے خفتہ جذبات برانگیختہ کر دئے

کردئیے ہیں۔ جس طرح ایک مغربی خاتون نے اپنے مرکزِ نسوانیت سے ہٹ کر مردوں کی بھی حیاتِ معاشری کو تباہ کردیا ہے۔ بعینہٖ اسی طرح ایک مشرقی عورت بھی اپنے آپکو اسی رنگ میں دیکھنا چاہتی ہے۔ لباس اس وضع اور تراش کا پہنتی ہے۔ کہ اعضائے جسم کی قدرتی زینت مصنوعی زینت میں گم نہ ہوجائے۔ الغرض مغرب نے عورت کو اس کی ساری دلفریبیاں چھین کر ایک عجیب قسم کا جانور بناکر چھوڑ دیا ہے۔ اور جس کی تقلید مشرقی عورت بھی کرنے لگی ہے۔ بارگاہ خداوندی میں میری یہ التجا ہے کہ وہ مسلمان عورتوں کو ایسی جدت طرازیوں سے بچائے اور ان کے دلوں میں اُمہات المومنین صحابیات اور دوسری برگزیدہ عورتوں کے جذبات بھردے۔ آمین

حقیقتِ اسلام

ہندوستان کا تبلیغی علمی اور مذہبی رسالہ

مدیر مسئول
ماسٹر محمد احسان

مدیر معاون
قاضی محمد دلیر ظہیر نیاز بیگی

بابت ماہِ اکتوبر ۱۹۳۸ء مطابق شعبان المعظم ۱۳۵۷ھ

جلد ۱۳ نمبر ۴

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حال وقال

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

کانگرسی کوائف وعبر

کانگرس کے متعلق اصولی بحث تو کافی ووافی ہو چکی اب ملکی کوائف وحالات پر تبصرہ ضروری ہے۔ کیونکہ اس سے بعض بیان کردہ نظریوں کی تائیدی وضاحت ہوتی ہے۔

پچھلی صحبتوں میں کانگرسی مسلمانوں کا ذکر کیا گیا تھا۔ جن کی وجہ سے مسلم جماعت کو نقصان پہنچ رہا ہے۔ اس سلسلے میں چند اَور واقعات بھی پیش آئے ہیں۔ مثلاً ڈاکٹر عالم صاحب نے سرینگر میں ایک تقریر فرمائی۔ جس کے زہریلے فقروں میں سے ایک بطور نمونہ ملاحظہ ہو:۔

"سیاسیات سے مذہب کو الگ رکھنا چاہئے۔ اگر آپ کشمیر میں قومی تحریک کو کامیاب کرنا چاہتے ہیں۔ تو مذہب سے دُور رہیں" (احسان)

گویا اُن کے نزدیک مذہبِ اسلام میں اَور مذاہبِ عالم کی طرح سیاسیات کا جزو ہی موجود نہیں۔ یا ہے تو ناقص۔ اس لئے اس سے دُور رہنے کا مشورہ ڈاکٹر صاحب دیتے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ہ

سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری نے بمقام آدو ضلع مظفر نگر اپنے وعظ میں پچھلے مہینے فرمایا۔ کہ "مسلمان اللہ اکبر کا اور ہندو بندے ماترم کا نعرہ نہ لگائیں۔ کیونکہ یہ ایک دوسرے کی سمجھ میں نہیں آسکتے۔ بلکہ انقلاب زندہ باد کا نعرہ لگانا چاہئے" (احسان)

گویا جس نعرے کی آپ نے سفارش کی ہے۔ وہ ہر شخص کی سمجھ میں بآسانی آسکتا ہے۔ حالانکہ اللہ اکبر کے معنی یہ ہیں کہ اللہ سب سے بڑا ہے۔ وہی اصلی حاکم و مالک ہے۔ کبریائی اُسی کو زیبا ہے۔ نادان سے نادان بھی سمجھ لیتا ہے۔ مگر ذرا دیکھئے تو انقلاب زندہ باد کے معنی۔ کہ منقلب ہونا یعنی اُلٹ جانا زندہ رہے۔ یہ مسلّم سہی کہ اس وقت سیاسی انقلاب ضروری و مفید ہے۔ مگر یہاں اس سے بحث نہیں۔ مقصود صرف یہ ظاہر کرنا ہے۔ کہ اُلٹا انقلاب

زندہ باد کے معنی ہر شخص نہیں سمجھ سکتا۔ مگر خیر۔ اس سے آپ کانگرسی مسلمانوں کی ذہنیت کے انقلاب کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ اللہ اکبر کا نعرہ بند ہو گیا تو انہیں کیا ؂

مولینا حسین احمد صاحب مدظلہٗ تقریر فرما رہے تھے کسی نے کہا۔ حضرت کیا ہم پنڈت نہرو کا تتبع کریں جو نہ صرف مسلمان ہی نہیں۔ بلکہ خدا کی ہستی کا بھی منکر ہے۔ مولانا نے فرمایا۔ کہ اُس کے مقابلے میں ذرا مسٹر جناح کا فوٹو تو رکھو۔ گویا مقصود مولانا کا یہ تھا کہ وہ بھی ڈاڑھی منڈا ہے۔ تیلی رسے تبلی تیرے سر پہ کولھو اسی کو کہتے ہیں کہاں عقیدے کا سوال اور کہاں ظاہری حُلیے کے سُنت کے خلاف ہونے کا اشارہ۔ اور پھر مسلمان بھی ڈاڑھی منڈے کی رہنمائی پر کہاں مُصر ہیں۔ جماعت کا قیام تو بہرحال ضروری ٹھہرا۔ پس آیئے آپ ہی کو امام بنا لیں۔ گھبرایئے نہیں مقصود ہمارا بھی کانگرس ہی سے تعاون ہے۔ مگر جماعتی حیثیت سے نہ کہ انفرادی حیثیت سے گویا جماعت کے رہنما بن کر پھر اس جماعت کو ساتھ لیکر کانگرس سے عہد نامہ کر لیجیے۔ بس ہمارا آپکا جھگڑا ختم۔ مقصد دونوں کا ایک ہی ہے۔ صرف ذریعہ اور وہ بھی ابتدائی ذریعہ کا اختلاف ہے۔ اُسے اسلامی سیاسی قوانین کے ماتحت درست کر لیجیے۔ اور ہم اور آپ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کہنے کی وجہ سے ایک تو ہیں ہی۔ یہ اختلاف بھی نہ رہے گا ؂

وہ زمانہ بیت گیا کہ مسلمان سوتے میں یہ کہتا تھا ؎

جو مولوی نہ ملے گا تو مالوی ہی سہی — خدا خدا نہ سہی رام رام کرلیں گے

مگر اب غفلت کا دور ختم ہو چکا ہے۔ اگر اب بھی ہم رو بہ تنزل ہیں تو اس کی وجہ خوابِ غفلت نہیں بلکہ تفرقہ ہے جو بعض لوگ دیدہ دانستہ بھی اختیار کئے ہوئے ہیں۔ ورنہ قوم میں بیداری کا احساس موجود ہو گیا ہے۔ پس اب اس شعر پر عمل ہو سکتا ہے ؎

کس نیاید بزیر سایۂ بُوم
ور ہُما از جہاں شود معدوم

اگر اب قائم ہوگی تو اسلامی جماعت ہی، نہ کہ متحدہ قومیت (جو اصول اور ذہنیتوں کے اختلاف کی وجہ سے قیامت تک ممکن نہیں) البتہ جن شیدایانِ حریت کو مسلم لیگ میں سروں اور نوابوں کی شمولیت بارِ خاطر ہے۔ انہیں چاہیئے کہ اس میں خود شامل ہو کر اسے غلام سے حُر بنا دیں۔ آخر مسلم لیگ کسی کا اجارہ نہیں۔ خامیاں کس جماعت

میں نہیں۔ خود کانگرس بھی آجکل عملاً نواب اور رائے بہادر ہی تو بنی ہوئی ہے۔ اَور کیا ہے ؟

بہرحال بمصداق اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا جہاں کانگرسی مسلمانوں کے بعض اقوال و اعمال اسلامی جماعت کیلئے نقصان کا موجب ہوئے ہیں۔ وہیں بعض مؤرخیں ایسی بھی پیدا ہو رہی ہیں۔ جن کی وجہ سے ہمارے حق میں اُمید کی شعاعیں نظر آتی ہیں۔ اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ انشاء اللہ عنقریب وہ کانگرسی مسلمان جو مخلصانہ طور پر شامل ہوئے ہیں کچھ تو کانگرس کی موجودہ روش سے بیزار ہوکر اور کچھ کانگرس میں انفرادی حیثیت کی بجائے جماعتی حیثیت سے شامل ہونے کے اصول کو تسلیم کر لینے کی وجہ سے کانگرس سے ضرور علیحدہ ہوکر رہینگے۔ خصوصاً جبکہ "مسلم لیگ کے دلائل کے سامنے کانگرس کے عجز" کا ڈاکٹر مُونجے کو بھی قائل ہونا پڑا ہے۔ اور مسٹر بوس کو بھی یہ لکھنا پڑا۔ کہ :-

"مَیں اس چیز کو تسلیم کرنے کیلئے تیار ہوں۔ کہ مسلم لیگ کو مسلمانانِ ہند کی اکثریت کا اعتماد حاصل ہے۔ لیکن کانگرس ان مسلمان جماعتوں کو نظر انداز نہیں کر سکتی جو ماضی میں اس سے تعاون کرتی رہی ہیں۔ اس سلسلے میں اُن مسلم جماعتوں سے مشورہ کرنا ضروری ہے"۔

گویا وہ اکثریت تسلیم کرتے ہیں۔ اور یہی کافی ہُوا کرتا ہے کسی قوم یا ملک کے ہر اک فرد بشر کا اعتماد کس جماعت کو حاصل ہو سکتا ہے۔ کیا کانگرس کو حاصل ہے ؟ (Majority Authority) یعنی اکثریت سند کے ماتحت مسلم لیگ کو مسلمانانِ ہند کی نمائندگی کی سند تو مسٹر بوس ہی کے مندرجہ بالا فقرہ کی وجہ سے حاصل ہو جاتی ہے۔ مگر پھر قصہ یہیں ختم کیوں نہیں ہو جاتا۔ محض اس لئے کہ مقصود کچھ اَور ہے۔ اور عذر یہ کہ چند مسلم جماعتوں سے مشورہ ضروری ہے ؟

اگر غور و فکر اور انصاف سے کام لیا جائے۔ تو جب ایک جماعت کو اکثریت کا اعتماد حاصل ہو جائے۔ پھر اس کے علاوہ اَور جماعتوں کو اخلاقی طور پر مجبور ہونا چاہیئے۔ کہ وہ اُسی کیساتھ ہو جائیں۔ تاکہ جن خامیوں کو دیکھکر وہ علٰحدہ ڈیڑھ اینٹ کی مسجدیں بنانے پر مجبور ہوئی ہیں اُنہیں وہ بڑی جماعت کے اندر آکر خود دُور کر دیں ؟

پھر جب ایک جماعت کو اکثریت کے اعتماد والی جماعت تسلیم کر لیا۔ تو چھوٹی جماعتوں کو اسلامی سیاسی و جماعتی قانون کی رُو سے یہ حق کہاں پہنچتا ہے کہ وہ تفرقہ کی صُورت بنائے ہوئے علٰحدہ ہی ڈٹی رہیں۔ کیا اگر اصطلاحی معنوں میں لیا جائے تو کہیں یہ جماعت سے بغاوت تو نہ ہوگی ؟ اگرچہ ہم اسے اصطلاحی معنوں میں لے کر فتوی بازی کو دعوت دینا نہیں چاہتے ؟

ہاں۔مگر چند باتیں ایسی بھی ہو رہی ہیں۔جن سے یہ امید بندھ گئی ہے کہ کانگرسی مسلمان کانگرس سے انفرادی تعاون کی جگہ جماعت کی طرف سے تعاون کو پسند کرینگے۔اور اسلامی جماعت زیادہ زبردست اور قوی ہو جائے گی۔اس پر قریبًا ہر صُوبے میں ضمنی انتخابات کے نتائج شاہد ہیں جلوس و استقبال، بنگال میں جلسہ اور مظاہرہ، ایبٹ آباد میں اجلاس کی رونق، کراچی میں جلوس و جلسہ کی شاندار تیاریاں، الغرض ایسی ہی بیشمار چیزیں شاہد ہیں ؛

سی۔پی میں اسمبلی ہال کے سامنے مسلمانوں نے واردھا سکیم کے خلاف کافی شاندار مظاہرہ کیا ہے۔

اسلام پور تھانہ موضع خلیل پور (بہار) میں مسلم لیگ کا جلسہ ہوُا۔کانگرسی بھی آئے۔مُؤثر تقریریں ہوئیں اچھا خاصا اثر ہوُا۔یہاں تک کہ کئی ہندو کسانوں نے کانگرس کی ممبری کے ٹکٹ پھاڑ کر اور چندہ دیکر مسلم لیگ کی ممبری اختیار کرلی ؛

یہ چیزیں محض جذباتی نہیں۔اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ہندو قوم خصوصًا سب سے کم جذباتی ہے۔اس لئے ہندو کسانوں کا کانگرس کو چھوڑ کر، جو آجکل ہندو مہاسبھا کہلانے کی مستحق ہے مسلم لیگ میں شامل ہو جانا ضرور کوئی معنی رکھتا ہے۔اور اس سے ثابت ہوتا ہے۔کہ کانگرس کے عملی اصُولوں کے مقابلے میں مسلم لیگ کے اصُولوں کو زیادہ پسند کیا جارہا ہے ؛

گجرات کانگرس کے سکرٹری نے جو ایک مسلمان رہنما ہیں، ایک طویل مکتوب کانگرسی مسلمانوں کے نام پچھلے دنوں شائع کرایا تھا۔جس میں کانگرس کی بے اصولیوں کا مفصل بیان کرنے کے بعد ایک کانفرنس منعقد کرنے کی دعوت دی تھی۔جس میں یہ طے کیا جائے۔کہ موجودہ صورتِ حالات میں کانگرس سے چپکے رہنا مفید ہے۔یا اَور کوئی اقدام۔اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ کانگرسی مسلمانوں میں اس بات کا زبردست احساس پیدا ہو چلا ہے کہ انفرادی طور پر کانگرس میں شامل ہونا اور خصوصًا "متحدہ قومیت" کی تشکیل کا خواب دیکھنا سخت مُضر ہے ؛

سب سے اہم کانگرسی مسلمانوں میں ایک مقتدر ہستی یعنی مولینا حسین احمد مدنی کی وہ تازہ توہین ہے جو یو۔پی کی کانگرسی حکومت کے ہاتھوں ہوئی ہے۔جس پر عبرت کی آنکھیں کھلنی ضروری ہیں۔اور آج نہیں تو کل کانگرسی مُسلمانوں

کو معلوم ہو کے رہیگا۔ کہ وہ محض بسم اللہ کے گنبد میں اقامت پذیر ہیں۔ اور یہ کہ اکیلے اکیلے کسی جگہ جا کر معاہدہ کرنے سے کوئی وقعت اور قدر نہیں ہو سکتی۔ جب تک جماعت کی طرف سے نہ کیا جائے۔

بات یہ ہوئی کہ ٹانڈہ (یو۔پی) میں فرقہ وار فساد ہوا۔ جسمیں مسلمان مظلوم تھے۔ کیونکہ وہ بچارے سلا پُرامن رہے اور کانگرسی مذہب یعنی" اہمسا پرمو دھرمو" پر عمل کرنیوالے ہندوؤں نے اُن پر فائر تک کیے۔ گویا حکومت ہی اپنی ہے۔ اسلئے خود ہی پولیس مین اور سپاہی بنگئے۔ سیّاں بھیو کتوال اب ڈر کاہے کا۔

اس پر دو معتمد کانگرسی مسلمان یعنی مولینا حسین احمد مدنی اور عبدالعلیم صاحب صدّیقی اُٹھے۔ وہاں کے حالات کی تحقیق کی اور رپورٹ مرتب کی۔ اس رپورٹ کا حوالہ دیکر مولانا احمد سعید صاحب ناظم جمعیۃ العلمائے ہند نے ۱۰ ستمبر کو یو۔پی کے وزیرِ اعظم کے نام خط لکھا جس میں صاف طور پر بتایا۔ کہ

"ٹانڈہ میں بموجب تحقیق مولانا حسین احمد و عبدالعلیم صدّیقی (۱) مسلمانوں کی گرفتاریوں کا سلسلہ جاری ہے (۲) بیگناہ اور پُرامن مسلمانوں پر فائر کیے گئے (۳) مسلمانوں کے مذہب کی توہین کیگئی (۴) فائر کرنیوالوں سے کوئی باز پُرس نہیں کیگئی (اُلٹا مظلوم مسلمانوں کی گرفتاریاں ہو رہی ہیں۔ حقیقت) اور (۵) فتنہ کے بانی مسٹر رندھاوا کی حوصلہ افزائی فیض آباد کے کانگرسی کر رہے ہیں"۔

اب دیکھیئے۔ اوّل تو اسی احتجاج اور کانگرسی عمّال حکومت اور فیض آباد کی کانگرسی پبلک کی شکایت کرنے ہی سے یہ توقع قائم کی جاسکتی ہے۔ کہ کانگرسی مسلمانوں کو قدرت پچھتانے اور اصلی راہ پر آنیکے مواقع مہیا کر رہی ہے یعنی انفرادی حیثیت کی جگہ جماعتی نمائندہ بنکر کانگرس میں شامل ہونیکا احساس دلانا۔ مگر جو کچھ اس واقعہ تحقیقات اور مکتوب کے بعد ہوا۔ وہ اَور زیادہ جگانے کے لیئے ٹھوکر کا کام دیگا۔ تازہ خبر آئی ہے کہ یو۔پی کی کانگرسی حکومت نے اس مکتوب اور مولاناؤں کی محنت و کاوش سے کی ہوئی تحقیقات نیز ہر دو بزرگواروں کی عزت و شان کی مطلق پروا نہیں کی۔ نہ اُن کی تحقیق پر اعتماد کیا گیا۔ بلکہ اپنی طرف سے ایک تحقیقاتی کمیشن بھیج دیا ہے۔ جو رپورٹ کریگا۔

سب سے زیادہ جو چیز کانگرسی مسلمانوں کو بیزار کر رہی ہے وہ موجودہ کانگرسی ہندوؤں کی ذہنیت اور مسلمانوں سے سلوک ہے۔ اور بموجب عـ کسے نشترے برانگیزد کہ خیر مادراں باشد۔ اسمیں ہماری بہتری کی صورت پیدا ہو
موجودہ کانگرسیوں کی ذہنیت کے مسلم لیگی ہی شاکی نہیں۔ خود کانگرسی مسلمانوں کی زبانی سُنیئے۔ انکی شہادت کافی معتبر ہونی چاہیئے۔ کیونکہ وہ بھی اسی مندر کے پجاری ہیں۔

ہندوؤں کی ذہنیت کے متعلق رسالہ نگار کے کسی گذشتہ پرچے کے یہ الفاظ قابل غور ہیں:-

"ارباب کانگرس لاکھ زبان سے کہیں کہ وہ مسلمانوں کو اپنا ہی ایک جزو سمجھتے ہیں لیکن عملی زندگی میں وہ ہمسے بالکل جُدا ہیں۔ اور انکی ہر ہر بات سے جذبۂ نفرت ظاہر ہوتا ہے۔ وہ لوگ جو دفاتر میں ملازم ہیں یا جن کو عمال حکومت سے واسطہ پڑتا ہے۔ اُن سے پوچھئے کہ اس وقت مسلمان ہونا کتنا بڑا جُرم ہے۔ اور اس جُرم کی کتنی سخت سزا اُنہیں برداشت کرنی پڑتی ہے"

فلسطین ہم پہلے بھی کہہ چکے ہیں کہ مسلمانوں پر جو بلا آتی ہے وہ گھر ہی سے آتی ہے۔ اب اگر یہ کہیں کہا گیا کہ یہودیوں کے خلاف شورش محض شورش ہی ہے۔ ورنہ سنجیدہ و مدبر مسلمان انکے حق میں رائے رکھتے ہیں۔ تو یقین جانئیے ایک مسلمان رہبر کے اخبار منادی میں شائع شدہ مندرجہ ذیل الفاظ اسکے ذمہ وار قرار دیئے جائینگے:- " فلسطین یہودیوں کا قومی وطن ہے ... اگر وہ اپنے ملک میں اور اپنے وطن میں آباد ہونا چاہتے ہیں۔ تو عربوں کو کوئی حق اُن کی مخالفت کا نہیں ہے ... مجھے یہودیوں سے پوری ہمدردی ہے"۔

ہمدردی کیوں نہ ہو۔ حدیث میں پیشگوئی موجود ہے۔ کہ مسلمانوں میں بھی یہودیوں کے خصائل بشراً بشراً آجائینگے۔ پس جب اس حدیث کے بموجب یہ حال ہوگا۔ تو مسلمان یہودیوں کی راہ پر چل کر انہی جیسا ہوکر قدرتی طور پران کی ہمدردی کا دم کیوں نہ بھرنے لگ جائیں گے۔ پس اس بناء پر مندرجہ بالا اعلان کچھ بھی حیرت انگیز نہیں۔

ہاں۔ مگر یہ بھی دیکھنا لازمی ہے۔ کہ یہودیوں سے ہمدردی رکھنے والا ہندی مسلمان تو بچارا صدیوں سے محکوم ہے۔ اس کی ذہنیت اور فکر و رائے تو غلامی کی فضا میں پرورش پانے کی وجہ سے معذور بھی ہے۔ مگر اُن دول اسلامیہ کی خموشی کو آپ کیا کہیں گے۔ جو فلسطین کے چاروں طرف طویل و عریض قلعوں کی صورت میں پہرہ دار بن کر کھڑی ہیں۔ اور حمایت کا کوئی مؤثر اقدام تو الگ اعلان بھی کرنے سے قاصر ہیں۔

ذرا نقشہ تو دیکھئے۔ ایک طرف حجاز اور یمن۔ ایکطرف عراق اور ایران۔ ایک طرف ترکی اور ایک طرف مصر موجود ہیں۔ اور فلسطین بچارا بقول ہر ہٹلر بے یار و مددگار پٹ رہا ہے۔

پچھلے دنوں جرمنی کے ڈکٹیٹر ہر ہٹلر نے یہ ایک نہایت پتے کی بات کہی:-

"چیکوسلوویکیا کی جرمن آبادی فلسطین کے عربوں کی طرح بے یار و مددگار نہیں ہے۔ بلکہ اس کے

پیچھے پورا جرمنی موجود ہے ؟

آہ! موجود تو فلسطین کے چاروں طرف بھی مسلمان سلطنتیں ہیں۔ اور ترکی بھی۔ جو اعلانِ جنگ اور مختلف تدابیر وحیل اور دھمکیوں سے اسکندرونہ تو خالی کرا سکتا ہے۔ مگر فلسطین کے متعلق ایک مُدت سے وہ اس طرح چُپ سادھے ہوئے ہے۔ گویا خطۂ مقدس اور سرزمین مرسلینؑ اُس کے چہرہ پر ایک خال بھی نہیں جس پر کوئی مکھی آ بیٹھی ہو ۔

لوگ سمجھ رہے ہیں کہ ہرہٹلر نے یہ کہکر گویا برطانیہ کو طعنہ دیا ہے۔ حالانکہ اگر غور کیا جائے۔ تو یہ ترکی مصر، عراق اور ایران کے مُنہ پر ایک زبردست تھپڑ ہے۔ جو مسلمان بھائیوں کو وحشت و بربریت کا شکار ہوتے ہوئے خاموشی سے دیکھ رہے ہیں۔ گویا "ٹک ٹک دیدم دم نہ کشیدم"۔

یہ ہے نتیجہ مغربی نظریۂ قومیت کے قبول کر لینے کا۔ یعنی یہ کہ قومیں وطنوں پر بنتی ہیں۔ یقین جانیئے، دولِ ثلاثہ کو بھی عرب فتح کر کے وہاں حکومت قائم کرنیکی غرض مدنظر نہ تھی مقصود یہی تھا جو انہیں حاصل ہو گیا۔ کہ وحدت عربیہ اور قومیتِ اسلامیہ کے تصور کی جگہ وطنی وابستگی پیدا ہو گئی۔ اب ترکی عراق اور ایران جبھی آواز اُٹھائینگے۔ کہ اُن کے وطن پر کسی کا ہاتھ بڑھے گا۔ ورنہ چُپ۔ اسلامی نظریۂ قومیت کو چھوڑنے اور قومیت کو بقول علمائے کانگرس اور بموجب عملِ ترکان وطن پر منحصر سمجھنے کا یہی ثمرہ ہے جو ہمیں مل رہا ہے۔ آج اگر ترکی، ایرانی، عراقی وغیرہ فلسطین والوں کو کُلُّ مُؤمِنٍ اِخوۃٌ کے مصداق بھائی سمجھتے۔ تو ہرہٹلر کی طرح بے چین ہو جاتے۔ مگر چپ ہیں تو محض اسلئے کہ وطنی نظریہ کے مطابق تُرک کا بھائی صرف تُرک ہے۔ اور ایرانی کا بھائی صرف ایرانی ع

آہ گر از پسِ امروز بود فردائے

یہ حالات بھی کانگرسی مسلمانوں کی آنکھیں نہیں کھول سکتے ۔

یقیناً اگر دولِ اسلامیہ اخوت کی وجہ سے باہم مربوط ہو کر ایک ہو جائیں۔ تو جنگ کے بغیر ہی محض وزنی مطالبہ کر لینے سے کئی فلسطین مصائب سے نجات پا سکتے ہیں۔ ایک فلسطین کا کیا ذکر، متحد قوم کی محض آواز وہ کام کر سکتی ہے جو غیر متحد، متفرق اور منتشر قوم کی توپیں بھی نہیں کر سکتیں۔ یہ حقیقت ہے۔ اور تاریخ عالم کے کروڑوں واقعات کے تجربہ پر مبنی صداقت ۔

اس کے سوا کوئی معبود نہیں میں نے اسی پر توکل کیا اور وہی عرش عظیم کا مالک ہے ۝

سورۂ یونس مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں ایکسو نو آیتیں اور گیارہ رکوع ہیں

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت بخشش کرنیوالا بہت مہربان ہے

الف۔ لام۔ را یہ ایک حکمت والی کتاب کی آیات ہیں ۝ کیا لوگوں کے واسطے یہ کوئی تعجب خیز بات
ہے کہ ہم نے ان ہی میں سے ایک آدمی کو بذریعہ وحی حکم دیا کہ تو لوگوں کو خدا کی نافرمانی سے ڈرا اور ایمان والوں
کو اس بات کی خوشخبری دے کہ اللہ کے ہاں انکے لئے وہ مقام رفیع ہے جو صداقت عمل سے حاصل ہوتا ہے
کیا اسی واسطے کافروں نے کہدیا کہ یہ تو بلا شبہ صریح جادوگر ہے ۝ (لوگو) یاد رکھو، بلاشبہ تمہارا رب
وہی ہے جس نے زمین و آسمان کو چھ دنوں میں پیدا کیا پھر عرش کیطرف متوجہ ہوا جہاں سے وہ تمام امور کا انتظام کرتا ہے
اسکے سامنے کوئی سفارشی نہیں ہو سکتا الا یہ کہ خود اسی کی اجازت کے بعد ہو (لوگو!) یہی اللہ تمہارا رب ہے
پس اسی کی عبادت کرو کیا تم (ان باتوں کو) سوچتے نہیں ۝ یاد رکھو، تم سب کو اسی کیطرف لوٹ کر جانا ہے اللہ کا
وعدہ سچا ہے اس نے ابتدا میں مخلوقات کو پیدا کیا اور وہی دوبارہ پہلی سی حالتیں لوٹائیگا تاکہ ان لوگوں
کو جو ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے نیک عمل کئے ہیں حق و انصاف کیساتھ جزا دے اور وہ لوگ جنہوں نے
انکار کیا انکے لئے ابلتا ہوا پانی پینے کو ہوگا اور کفر و انکار کی وجہ سے دردناک عذاب جھیلنا ہوگا ۝

ف۲۴۳ سورہ برأۃ میں جہاں ایک طرف مسلمانوں کو دنیا میں امن قائم رکھنے اور خدا کے دین کی اشاعت کرنے کے لئے جہاد کی تعلیم تھی۔ وہاں ان منکران خدا اور دشمنان اسلام کے نام بھی پیغام تھا کہ اگر اشاعت اسلام کے اس کام میں روڑا اٹکاؤ گے تو تمہارے اور مسلمانوں کے درمیان تلوار فیصلہ کریگی۔ اور اگر اس بات کی نوبت آئے تو تم برباد کر دئے جاؤ گے۔ اس سورہ شریف میں صداقت کی اور وحید خالق کی طرف ایمان لانے کی ترغیب ہے تاکہ [illegible] کی تحقیق تصدیق پڑھیں بار بار [illegible] لوگو! تمہارے فائدہ کی خاطر یہ کتاب سنائی جا رہی ہے [illegible] احکام تفصیل سے درج ہیں اور ہر حکم ایسا ہے کہ [illegible] حکمت [illegible] نہیں ان احکام کے ماننے اور اس کتاب کے تسلیم کرنے میں کوئی [illegible] نہیں ہونا چاہئے۔ برگزیدہ انسان جس پر وحی کی جا رہی ہے [illegible] ہی کا ایک فرد ہے تم اس سے اچھی طرح واقف ہو اور اس کی امانت و دیانت کو بھی تسلیم کرتے ہو۔ [illegible] اس کی بات پر توجہ کرو۔ [illegible] لوگوں کو [illegible] سے ڈرائے اور نیک اعمال کے لئے ثواب کی خوشخبری [illegible] ہمارا ہی دیا ہوا ہے [illegible] کوئی شاعری ہے اور [illegible] بلکہ اس کلام کو ساحری و جادوگری سمجھنا بھی کفر ہے [illegible] ہم نے زمین و آسمان کو کل چھ دنوں میں بنا لیا [illegible] اس سسٹم کو چلانا شروع کر دیا۔ جو تم دیکھ رہے ہو کس خوبی سے چل رہا ہے سب وہیں جو پہلے ہی ایک [illegible] پیدا کر لی گئی تھیں [illegible] اپنے موقع پر دنیا میں آ رہی ہیں۔ اور باری باری اب اپنا وقت گذار کر چلی جا رہی ہیں۔ کسی کام میں ایک منٹ کا پس و پیش نہیں ہوتا اور ان تمام کاموں میں سے کسی ایک کام میں بھی کسی کا ہاتھ بٹایا ہوا [illegible] ضرورت نہیں بلکہ ہر شخص [illegible] ہے پس یہاں سفارش اور سفارشی [illegible] کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ لہذا یاد رکھو کہ اگر کسی [illegible] دنیا میں سرکشی کی اور [illegible] مرنے سے عذاب [illegible] تو پھر کوئی اس کو بچا نہ سکیگا [illegible] یاد رکھو تم سب کو پھر لوٹ کر آنا ہے [illegible] گذشتہ کا حساب [illegible] اس دن ہم [illegible] نیک اعمال کا نیک بدلہ اور برے اعمال کی سزا دیں گے اور سزا بھی ایسی کہ الامان پکار اٹھو۔ دیکھو مجھ پر ایمان لانے کے لئے سورج کی روشنی، قمر کی چاندنی اور ستاروں کی تابانی تمہیں بار بار پکار رہی ہے دن اور رات کا یکے بعد دیگرے آنا اور ان کا مدار تمہارے لئے راحت و عیش اور معیشت و زندگی کے سامان ہونا ہی وجود باری تعالیٰ کی کافی دلیل ہے کہ تمہیں ہمارا بندہ فرمانبردار بن کر رہنا چاہئے اور اگر تم دنیا کی دلفریبیوں میں [illegible] گرفتار ہو گئے تو کہیں نشان [illegible] ۔

هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَآءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا وَّقَدَّرَهٗ
مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ ؕ مَا خَلَقَ اللّٰهُ
ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ ۚ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿٥﴾
اِنَّ فِي اخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ فِي
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَّقُوْنَ ﴿٦﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ
لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا وَرَضُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاطْمَاَنُّوْا بِهَا وَ
الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ اٰيٰتِنَا غٰفِلُوْنَ ﴿٧﴾ اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمُ النَّارُ
بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿٨﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
يَهْدِيْهِمْ رَبُّهُمْ بِاِيْمَانِهِمْ ۚ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ
فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿٩﴾ دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ
وَتَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ۚ وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ
رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٠﴾ ع وَلَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ
اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ لَقُضِيَ اِلَيْهِمْ اَجَلُهُمْ ؕ فَنَذَرُ

وہ وہی رب ہے جس نے سورج کو روشن اور چاند کو نور بنایا اور اسکی منزلیں مقرر کیں تاکہ تم سال
(و ماہ و ایام) کا شمار اور حساب معلوم کر سکو خدا نے ان چیزوں کو بمقتضائے حق و حکمت پیدا کیا ہے
وہ ان نشانات کو ان لوگوں کے لئے تفصیلاً بیان کرتا ہے جو علم و یقین رکھتے ہیں ○
بلاشبہ لیل و نہار کے باہمی اختلافات اور زمین و آسمان کی مخلوق میں ان لوگوں کیلئے
کئی ایک نشانات ہیں جو اللہ سے ڈرتے ہیں ○ وہ لوگ جو ہماری ملاقات کی امید نہیں رکھتے
اور حیات دنیا ہی پر خوش اور اسی پر مطمئن ہو گئے ہیں نیز وہ لوگ جو ہمارے نشانات (واحکام)
سے غافل ہیں ○ انہی لوگوں کا ٹھکانہ ان کے اعمال کی وجہ سے دوزخ
ہے ○ وہ لوگ جو ایمان لائیں اور نیک عمل کریں ان کا رب انکو ایمان رکھنے سے مشرف
ہونے کی وجہ سے سیدھی راہ دکھاتا ہے جنت نعیم میں ان کے (پاؤں کے) نیچے
نہریں جاری ہونگی ○ وہ وہاں "سبحانک اللھم" پکاریں گے اور تحفہ ان کا وہاں
سلام ہوگا اور ان کی دعا کے آخری الفاظ یہ ہونگے تمام حمد و ثناء پروردگار عالم
کو زیبا ہے ○ اور اگر اللہ لوگوں کو بدی کی سزا جلدی دیدے جس طرح کہ
وہ بھلائی کے جلد از جلد خواہاں ہوتے ہیں۔ تو ان کی عمر ہی کا خاتمہ ہوجائے

کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا۔ اور کسی داعی الی الحق کی بات کو بھی نہ سنا۔ تو بس تمہارا ٹھکانہ دوزخ کی آگ مقرر کیا جائیگا۔ اور اس میں ہمیشہ رہتے ہونگے مگر وہ لوگ جو راہ ایمان حق کی پکار کو سنیں گے خدا کی نعمت دیکھ کر اس پر ایمان لائیں گے۔ اس کی رضا جوئی اور رضا ساری پر جوش ہونگے وہ سیدھی راہ پالیں گے ان کا ہر کام خواہ وہ دنیاوی ہو یا دینی سلجھا ہوا ہوگا۔ دنیا میں انکو اطمینان قلب اور فرحت دل نصیب ہوگی اور آخرت میں ابدی راحت و جنت کی خوشگوار زندگی عطا ہوگی وہاں ہر سو خوشی کے شادیانے ہونگے۔ اور جہاں سے جو آواز آئے گی وہاں خوشی کی آئیگی۔ خدا کی طرف سے انکو سلام بھیجے جائینگے۔ اور وہ شکریہ میں ہر وقت الحمد للہ رب العالمین الحمد للہ رب العالمین ہی ورد زبان رکھیں گے۔ اگر کبھی کسی انسان نے اس فانی دنیا کے ساز و سامان میں کچھ بھی ہو جاوے تو ایک طرف سے آرام پایا۔ تو دوسری طرف دکھ موجود ہے پس چاہیے کہ عارضی خواہشات کو چھوڑ کر دائمی فائدہ حاصل کرے

ف اس رکوع میں منکران حق کی حالت کا پورا پورا نقشہ کھینچ کر بتایا ہے کہ ان میں سے اکثر کو تبلیغ حق تو کر دی جاتی ہے وہ ہر ایک بات کو بخوبی سمجھ بھی لیتے ہیں مگر پھر بھی راہ حق کو قبول نہیں کرتے۔ اور ان میں سے چند منچلے لوگ جو تم کو یہاں تک کہہ دیتے ہیں کہ اے نبی اگر نافرمانی پر عذاب آسکتا ہے تو ہم نافرمانوں پر کیوں عذاب نہیں ٹوٹ پڑتا۔ تو اسکی وجہ یہ ہے کہ جس طرح خدا اپنی مخلوق کی اچھی باتوں کو فوراً قبولیت کا شرف بخش دیتا ہے اگر بری باتوں کو بھی اسی طرح جھٹ پٹ قبول کرنے لگے تو چند ہی دنوں میں دنیا کا صفایا ہو جائے انسان عجلت پسند ہے اور جو کام کرنا چاہے خواہ اچھا ہو یا برا جھٹ پٹ ہی کر لینا چاہتا ہے اور یہی اسکی سب سے بڑی کمزوری ہے۔ پس وہ لوگ جو خدا سے بے نیاز رہتے ہیں ہم انکی سرکشی کی وجہ سے فوراً عذاب نہیں لاتے بلکہ وہ اس کے طالب ہی کیوں نہ ہوں اس دنیاوی زندگی میں اپنی سرکشی و نافرمانی کے تلاطم خیز سمندر میں غوطے کھانے کو چھوڑ دیتے ہیں پس جب وہ دنیا کا اپنا وقت پورا کر لیں گے تو پھر جزا سزا مرتب ہوگی۔ دیکھو جب منکران حق کو سمجھا کر دیکھ لیا ہے۔ تو وہ اٹھتے بیٹھتے۔

ٱلَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَآءَنَا فِى طُغْيَٰنِهِمْ يَعْمَهُونَ ﴿١١﴾
وَإِذَا مَسَّ ٱلْإِنسَٰنَ ٱلضُّرُّ دَعَانَا لِجَنۢبِهِۦٓ أَوْ قَاعِدًا أَوْ
قَآئِمًا ۚ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهُۥ مَرَّ كَأَن لَّمْ يَدْعُنَآ إِلَىٰ ضُرٍّ
مَّسَّهُۥ ۚ كَذَٰلِكَ زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِينَ مَا كَانُوا۟ يَعْمَلُونَ ﴿١٢﴾
وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا ٱلْقُرُونَ مِن قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوا۟ ۙ وَجَآءَتْهُمْ
رُسُلُهُم بِٱلْبَيِّنَٰتِ وَمَا كَانُوا۟ لِيُؤْمِنُوا۟ ۚ كَذَٰلِكَ نَجْزِى
ٱلْقَوْمَ ٱلْمُجْرِمِينَ ﴿١٣﴾ ثُمَّ جَعَلْنَٰكُمْ خَلَٰٓئِفَ فِى ٱلْأَرْضِ
مِنۢ بَعْدِهِمْ لِنَنظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ ﴿١٤﴾ وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ
ءَايَاتُنَا بَيِّنَٰتٍ ۙ قَالَ ٱلَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَآءَنَا ٱئْتِ
بِقُرْءَانٍ غَيْرِ هَٰذَآ أَوْ بَدِّلْهُ ۚ قُلْ مَا يَكُونُ لِىٓ أَنْ
أُبَدِّلَهُۥ مِن تِلْقَآئِ نَفْسِىٓ ۖ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰٓ إِلَىَّ ۖ
إِنِّىٓ أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّى عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿١٥﴾
قُل لَّوْ شَآءَ ٱللَّهُ مَا تَلَوْتُهُۥ عَلَيْكُمْ وَلَآ أَدْرَىٰكُم بِهِۦ ۖ

پس ہم ان لوگوں کو جو ہماری ملاقات کی اُمید نہیں رکھتے انکی سرکشی میں بہکنے کو چھوڑ دیتے ہیں ۝
اور جب انسان کو تکلیف پہنچتی ہے تو ہمیں لیٹا ہوا پکارتا ہے خواہ بیٹھا ہو خواہ کھڑا ہو اور جب ہم اس کی
تکلیف دور کر دیتے ہیں تو پہلی سی اپنی رفتار پر آجاتا ہے گویا اس نے ہم سے اس تکلیف کے دور کرنے کیلئے جو اسے
پہنچی تھی دعا ہی نہیں کی اسیطرح حد سے گذرنیوالوں کیلئے انکے اعمال خوشنما کر دئے گئے ہیں ۝
اور ہم نے تم سے پہلے کئی قوموں کو جبکہ انہوں نے ظلم کیا ہلاک کر دیا حالانکہ انکے پاس انکے رسول کھلی
نشانیاں لیکر آئے تھے مگر اس پر بھی وہ ایمان نہیں لائے دیکھو گناہ کرنیوالے لوگوں کو ہم اسی
طرح بدلہ دیا کرتے ہیں ۝ پھر ہم نے تمکو انکے بعد زمین میں جانشین مقرر کیا تا کہ
دیکھیں کہ تم کس طرح عمل کرتے ہو ۝ اور جب انکے سامنے ہمارے کھلے احکام پڑھے جاتے
ہیں تو وہ لوگ جنکو ہماری ملاقات کی اُمید نہیں ہوتی کہہ دیتے کہ اسکے ماسوا کوئی اور قرآن لاؤ
یا اسے بدل ڈالو۔ انکو سنا دو کہ میرے لئے یہ جائز نہیں کہ میں اسے اپنی خواہش نفسانی کی
بنا پر بدل ڈالوں میں تو صرف اس بات کی پیروی کرتا ہوں جو مجھے بذریعہ وحی پہنچتی ہے
اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو بلاشبہ مجھے ڈر ہے کہ یوم عظیم کے عذاب کا مستوجب قرار دیا جاؤں
کہدو اگر اللہ چاہتا تو میں تمہارے سامنے اسے نہ پڑھتا اور نہ تمکو اسکی خبر دیتا۔

سوتے جاگتے چلتے پھرتے ہر وقت ہم سے
ہی درخواست کرتے کہ خدایا ہمیں اس
مصیبت سے نجات دلا۔ اگر ان کو معلوم ہوتا کہ ہمارا
خالق، ہمارا مالک اور ہمارا رازق وہی خدا ہے جس نے ہم
کو پیدا کیا اور وہی ہے جس کے قبضۂ قدرت میں ہماری
جان ہے۔ تو پھر ہم سے بیگانہ کیوں خائف ہوتے
پس معلوم ہوا کہ ہر انسان والا ہے تو خدا تعالیٰ کی شکر گذاری کی
نافرمانی کرتا ہے۔ اسواسطے جب وہ تکلیف دور
ہو جاتی ہے تو پھر خدا کو بھول جاتا ہے گویا کہ اس نے خدا سے
کبھی کوئی دعا ہی نہیں کی تھی ارشاد ہوتا ہے کہ حد سے
گذرنیوالے تمام لوگوں کا یہی حال ہوتا ہے غور کرتا ہے کہ جب
لیڈر بسر کی دیکھو اگر کبھی کسی قوم کے تمام افراد بد اطوار بد عمل
اختیار کر لیتے ہیں تو لامحالہ ہمیں اس قوم کو مٹا کر اس کی بجائے
کوئی دوسری قوم سطح ارض پر لانی پڑتی ہے۔ پس تمام حجت
کرنے کے بعد ہم ان کے تمام نام و نشان تک مٹا دیتے ہیں
تاریخ اقوام کو اٹھا کر دیکھو کہ کس قدر قومیں اس
طرح تباہ و برباد ہو گئیں ارشاد ہوتا ہے۔ اے مسلمانو!
تمام اقوام عالم کے بعد ہم نے اب تمہیں برگزیدگی عطا
کی ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ تم کس طرح عمل کرتے ہو
دیکھو تمہارے اردگرد جو اقوام بستی ہیں۔ وہ قرآن پر
طرح طرح کے اعتراضات کرتی ہیں۔ وہ چاہتی ہیں کہ
قرآنی احکام ان کی منشا کے مطابق ہوں مگر ان کو سنا دو
کہ قرآن خدا کا کلام ہے اس میں کمی بیشی قطعاً ناممکن ہے میں
اے پیغمبر اسلام! انکو سنا دو کہ میں یہ ذاتی خواہش کو اس
میں کس طرح داخل کر سکتا ہوں مجھے تو جو کچھ بذریعہ
وحی پہنچایا جاتا ہے وہ من و عن میں تمہارے حوالے کر
دیتا ہوں۔ مجھے صرف اس قدر حرص ہے کہ تم احکام
پر عمل پیرا ہو کر آنیوالے عذاب کی سختی سے بچ جاؤ
عذاب کوئی معمولی عذاب نہیں ہو گا اے محمد سنا دو
کہ مجھے خدا کی طرف سے ایسا حکم ہے کہ میں یہ
تمام باتیں تم کو سنا دوں اگر ایسا نہ ہوتا تو میں کبھی یہ
کچھ نہ کہتا۔ میں ابھی عمر کا ایک بہت بڑا حصہ تمہارے
اندر گزار چکا ہوں۔ اور تم جانتے ہو کہ خائن و
بددیانت نہیں ہوں۔ یہ خائنوں کا کام ہے کہ خدا پر افترا
کریں یا جھوٹ بولیں اور پھر اس سے بڑھکر کون ایسا
ظالم ہوگا۔ جو خدا کے متعلق۔

فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿١٦﴾
فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ
بِاٰيٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿١٧﴾ وَيَعْبُدُوْنَ
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ
هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ ؕ قُلْ اَتُنَبِّـُٔوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا
يَعْلَمُ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا
يُشْرِكُوْنَ ﴿١٨﴾ وَمَا كَانَ النَّاسُ اِلَّآ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوْا ؕ
وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ فِيْمَا فِيْهِ
يَخْتَلِفُوْنَ ﴿١٩﴾ وَيَقُوْلُوْنَ لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ
مِّنْ رَّبِّهٖ ۚ فَقُلْ اِنَّمَا الْغَيْبُ لِلّٰهِ فَانْتَظِرُوْا ۚ اِنِّيْ
مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ﴿٢٠﴾ ع وَاِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً ع ٢ ٨
مِّنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُمْ اِذَا لَهُمْ مَّكْرٌ فِيْٓ اٰيَاتِنَا ؕ قُلِ
اللّٰهُ اَسْرَعُ مَكْرًا ؕ اِنَّ رُسُلَنَا يَكْتُبُوْنَ مَا تَمْكُرُوْنَ ﴿٢١﴾

اس سے قبل میں تمہارے اندر (رہکر) ایک عمر گزار چکا ہوں کیا تم (اتنا بھی) نہیں سوچتے ○
اس شخص سے بڑھکر کون ظالم ہے جو اللہ پر جھوٹ تراشے یا اسکے احکام کو جھٹلائے (یاد رکھو کہ)
اس قسم کے گنہگار کبھی فلاح نہیں پاتے ○ یہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کی عبادت
کرتے ہیں جو نہ انکو نفع دے سکتی ہیں نہ نقصان پہنچا سکتی ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس ہمارا
سفارشی ہیں (اے نبی ان سے) پوچھو کہ کیا تم اللہ کو وہ باتیں بتاتے ہو جو اسے نہ زمین میں نہ آسمان میں معلوم
نہیں (یاد رکھو کہ) وہ پاک ہے۔ اور ان کے شرک سے بہت بلند
ہے ○ اور (ابتدا میں) سب لوگ صرف ایک جماعت تھے (بعد میں) وہ اختلافات میں پڑ گئی
اور اگر تیرے پروردگار کی جانب سے پہلی ہی سے حکم صادر نہ ہو چکا ہوتا تو جس بات میں وہ ایک دوسرے سے اختلاف
رکھتے تھے اس کا فیصلہ کر دیا جاتا ○ اور کہتے ہیں کہ اس (رسول) پر اسکے رب کی طرف سے کوئی نشان
کیوں نازل نہیں کیا جاتا (اے نبی) کہدو کہ غیب کا علم تو اللہ ہی کو ہے پس تم انتظار کئے جاؤ میں بھی تمہارے ساتھ انتظار
کرنیوالوں میں ہوں ○ اور جب کبھی ہم نے لوگوں کو اس شدت و سختی کے بعد جو انہوں نے جھیلی
انکو مہربانی کا ذائقہ چکھایا تو وہ فوراً ہمارے احکام کی تعمیل میں حیل و حجت سے کام لینے لگے (اے نبی!)
کہدو کہ اللہ مکر کی سزا بہت جلد دیا کرتا ہے (یاد رکھو کہ) ہمارے فرشتے تمہاری حیلہ سازیوں کو لکھتے جاتے ہیں ○

بھی جھوٹی بات کہنے سے گریز کرے۔ ایسا آدمی تو قطعاً فلاح نہیں پاتا۔ اس کے بعد فرمایا ہے کہ مشرکین توحید کی عقل کو دیکھو کہ ایک خدا کو چھوڑتے ہیں۔ اور سنیکڑوں کے سامنے سربسجود ہوتے ہیں۔ حالانکہ ان میں سے کوئی بھی ان کے نفع نقصان پر قادر نہیں۔ ایک دروازہ چھوڑتے ہیں اور ہزاروں جگہ ناصیہ فرسائی کرتے ہیں۔ حالانکہ کسی جگہ سے کچھ بھی نہیں پاتا۔ کیونکہ سوائے خدا کے اور کسی کے پاس کچھ بھی نہیں۔ وہ جو خود تمہاری طرح محتاج ہوں وہ تمہیں کیا دے سکتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ ابتدا میں سب لوگ خدائے واحد کے پرستار تھے۔ مگر آہستہ آہستہ انہوں نے کئی جماعتیں الگ کر لیں۔ اگر ہم چاہتے تو ان سب کو ایک ہی دفعہ ہلاک کر دیتے۔ مگر ہم نے ایسا نہیں کیا۔ پس مسلمانوں تم ان لوگوں کو ہمارے احکام سنا دو اور اگر نہ مانیں تو ان کو انتظار کرنے دو۔ تا آنکہ اپنی آنکھوں سے موعودہ عذاب کو دیکھ لیں۔

ف ۱۷ اس رکوع میں انسان کی ناشکری اور اس کی ناپائدار زندگی کی ایک مثال دی ہے اور اسے آخرت کی شدت سے ڈرایا گیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ انسان کی عادت ہے کہ جب اسے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ رو رو کر ہم سے درخواست کرتا ہے کہ خدایا میری اس تکلیف کو دور کر دے میں تیرا فرمانبردار بندہ بن کر رہوں گا۔ مگر جب اس کی تکلیف دور ہو جاتی ہے تو وہ اپنا وعدہ بھول جاتا ہے اور وعدہ وفائی میں سوسو طرح کے حیلے بہانے تلاش کرتا ہے۔ ارشاد ہوتا کہ جس طرح انسان اللہ کی فرمانبرداری کے معاملہ میں حیلے بہانوں اور مکر فریب سے کام لیتا ہے۔ اسی طرح اگر خدا بھی اسے عذاب میں ڈالنے کے لئے جلدی انتظام کرنا چاہے تو کر سکتا ہے۔ مگر وہ ایسا نہیں کرتا اس نے اپنے فرشتوں کو حکم دے رکھا ہے۔ کہ جو لوگ جو کچھ بھی کرتے ہیں۔ لکھتے جاؤ۔ پس جب یہ اپنی دنیاوی مدت پوری کر کے آئیں گے تو پھر ان کو اعمال بد کی سزا دی جائے گی

هُوَ الَّذِیْ یُسَیِّرُكُمْ فِی الْبَرِّ وَ الْبَحْرِؕ حَتّٰۤی اِذَا كُنْتُمْ
فِی الْفُلْكِۚ وَ جَرَیْنَ بِهِمْ بِرِیْحٍ طَیِّبَةٍ وَّ فَرِحُوْا بِهَا
جَآءَتْهَا رِیْحٌ عَاصِفٌ وَّ جَآءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ
مَكَانٍ وَّ ظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ اُحِیْطَ بِهِمْ ۙ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ
لَهُ الدِّیْنَ ۚ۬ لَىِٕنْ اَنْجَیْتَنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ
الشّٰكِرِیْنَ ﴿٢٢﴾ فَلَمَّاۤ اَنْجٰىهُمْ اِذَا هُمْ یَبْغُوْنَ فِی الْاَرْضِ
بِغَیْرِ الْحَقِّ ؕ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا بَغْیُكُمْ عَلٰۤی اَنْفُسِكُمْ ۙ
مَّتَاعَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۫ ثُمَّ اِلَیْنَا مَرْجِعُكُمْ فَنُنَبِّئُكُمْ بِمَا
كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٢٣﴾ اِنَّمَا مَثَلُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا كَمَآءٍ
اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ مِمَّا
یَاْكُلُ النَّاسُ وَ الْاَنْعَامُ ؕ حَتّٰۤی اِذَاۤ اَخَذَتِ الْاَرْضُ
زُخْرُفَهَا وَ ازَّیَّنَتْ وَ ظَنَّ اَهْلُهَاۤ اَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَیْهَاۤ ۙ
اَتٰىهَاۤ اَمْرُنَا لَیْلًا اَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنٰهَا حَصِیْدًا كَاَنْ لَّمْ

سرورِ دو عالمؐ کی شانِ یکتائی

(گذشتہ سے پیوستہ)

از پروفیسر یوسف سلیم صاحب چشتی بی۔اے۔ پرنسپل اشاعتِ اسلام کالج لاہور

(و) یہی حال حکیم کنفوشس کا ہے۔ اس بزرگ کی شخصیت بھی افسانوں اور روایتوں کے پردوں میں گم ہوکر رہ گئی ہے۔ پروفیسر ڈگلس اپنی کتاب میں لکھتا ہے:۔

"کنفوشس کی ولادت اور طفولیت کے جو واقعات سوانح نگاروں نے لکھے ہیں۔ وہ تمامتر افسانوی حیثیت رکھتے ہیں۔ اگر ان کو درایت کی کسوٹی پر پرکھا جائے۔ تو ایک واقعہ بھی تسلیم کے لائق نہیں" ص ۲۵

یہی میں بھی کہتا ہوں کہ کنفوشس کے پیرو اپنے ہادی کی شخصیت کو تاریخی طور پر ثابت نہیں کرسکتے دوراز کار روایات بیشک ان کے ہاں موجود ہیں لیکن تاریخ کی کسوٹی پر ایک روایت بھی صحیح نہیں اتر سکتی۔

(ز) حضرت عیسیٰ یا بالفاظ صحیح تر جناب یسوع مسیح کی شخصیت بھی تاریخی طور پر ثابت نہیں ہوسکتی۔ اگر قرآن مجید میں اُن کا ذکر نہ ہوتا تو کوئی مسلمان ان کی رسالت درکنار خود ان کی شخصیت پر یقین نہیں کرسکتا تھا۔

(۱) اُن کے وجود پر کوئی عصری شہادت دستیاب نہیں ہوسکتی۔ کسی یہودی یونانی یا رُومی مؤرخ نے ان کی شخصیت کا تذکرہ نہیں کیا ہے۔ مشہور یہودی مؤرخ جوزیفس کی تاریخ میں اُن کی پیدائش کا ذکر بیشک تین سطروں میں درج ہے۔ لیکن اب یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی ہے۔ کہ ازمنۂ وسطیٰ میں یہ تین سطور مقدس لوگوں نے اپنی طرف سے بڑھا دی تھیں۔ لہٰذا ہمارا قول صحیح ہے۔ کہ اُن کے وجود پر کوئی عصری شہادت موجود نہیں ہے۔ نہ دوستوں کی نہ دشمنوں کی۔

(۲) اب لے دے کے رہ گئیں اناجیل، اُن کی کیفیت بھی سُن لیجئے۔ مشہور کلیسائی مؤرخ موشیم لکھتا ہے کہ کل ۱۳۳ اناجیل لکھی گئیں۔ بہت خوب! ان میں سے ۱۲۹ مردود ہوگئیں۔ باقی رہ گئیں چار جن کے نام یہ ہیں:۔

متی کی انجیل۔ مرقس کی انجیل۔ لوقا کی انجیل۔ یوحنا کی انجیل۔

متّی کی انجیل دراصل عبرانی زبان میں تھی۔ لیکن ناپید ہوگئی۔ اور آج جو قدیم قلمی نسخہ اس انجیل کا موجود ہے وہ یونانی زبان میں ہے۔ اور چوتھی صدی عیسوی کے آخر کا لکھا ہوا ہے۔ اب سوال یہ ہے۔ کہ یہ یونانی نسخہ کس نسخہ کی نقل ہے؟ اور کس نے اصل کو سامنے رکھ کر یونانی میں ترجمہ کیا؟ کب کیا؟ اور کہاں کیا؟ اور اس کی دیانت پر کیا دلیل ہے؟

دوسرا سوال یہ ہے۔ کہ جب اناجیل کے سارے قدیم نسخے باہم دگر مختلف ہیں۔ تو اُن میں سے لائق اعتبار کون سا ہے۔ اور جو لائق اعتبار ہے۔ اس کے معتبر ہونے پر کیا دلیل ہے؟

تیسرا سوال یہ ہے۔ کہ ۱۳۳ میں سے چار اناجیل کو کس معیار کی رُو سے صحیح تسلیم کیا گیا؟ مثلاً انجیل طفولیت مسیح کیوں غیر معتبر قرار پائی؟ کیا اس لئے کہ اس میں خلافِ عقل امور مندرج ہیں؟ اگر ایسا ہے تو خلافِ عقل امور تو متّی کی انجیل میں بھی موجود ہیں!

(۳) متّی نے جیسا کہ مشہور ہے جناب یسوع کو دیکھا تھا۔ لیکن اُس کی لکھی ہوئی انجیل گم ہوچکی ہے لہٰذا ایک عینی شہادت جو جناب یسوع کی شخصیت کے متعلق مل سکتی تھی وہ ناپید ہوگئی۔

مرقس نے جناب یسوع کو خود نہیں دیکھا۔ کیونکہ وہ پطرس کا شاگرد تھا۔

لوقا نے جناب یسوع کو خود نہیں دیکھا۔ کیونکہ وہ پولوس کا شاگرد تھا۔

یوحنا کی انجیل ۱۱۰ء میں لکھی گئی ہے۔ اب سب سے پہلے یہ ثابت کیا جائے۔ کہ اس کا لکھنے والا وہی یوحنا ہے جو یسوع کا شاگرد تھا۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ یوحنا۔ وہ یوحنا نہیں تھا۔ معترض کا کام صرف شبہ وارد کرنا ہوتا ہے۔ شبہ ہم نے وارد کر دیا۔ اب اَلْبَیِّنَۃُ عَلَی الْمُدَّعِیْ یعنی دلیل دینا مدعی کا کام ہے نہ کہ مجیب کا۔ عیسائی حضرات اس امر کے مدّعی ہیں۔ کہ یہ یوحنا وہی یوحنا ہے۔ تو براہِ کرم اس پر دلیل پیش کریں۔ لیکن کیوں نہ ہم "سرچشمہ شاید گرفتن بہ میل" پر عمل کریں؟ پہلے یہ ثابت کیا جائے۔ کہ جناب یسوع کا ایک شاگرد تھا۔ جس کا نام یوحنا تھا۔ اس کے بعد یہ ثابت کیا جائے۔ کہ یہ یوحنا جس نے انجیل لکھی ہے وہی یوحنا تھا۔

اس بحث پر ایک مستقل کتاب لکھی جاسکتی ہے۔ اس لئے بخوفِ طوالت میں اس بات پر اکتفا کرتا ہوں۔ کہ بائبل کے سارے نسخے چوتھی صدی عیسوی کے بعد کے ہیں۔ اور سب یونانی میں ہیں۔ لہٰذا جب تک تین سو سال کی متصل سند نہ ملے۔ اور یہ معلوم نہ ہو کہ عبرانی سریانی یا آرامی زبانوں سے کیسے

یونانی میں ترجمہ کیا۔ ان نسخوں کی ہماری نظر میں کوئی قیمت نہیں۔ کیونکہ جناب یسوع کی مادری زبان آرامی تھی نہ کہ یونانی۔ اس کے بعد یہ ثابت کیا جائے۔ کہ تین سو سال تک اصل نسخوں کی صحیح نقل یا صحیح ترجمہ ہوتا رہا۔ اور ظاہر ہے کہ یہ باتیں قیامت تک ثابت نہیں ہوسکتیں۔ اسی لئے اکثر محققین یورپ کا خیال ہے۔ کہ جناب یسوع کی شخصیت تاریخی طور پر ثابت نہیں ہوسکتی۔ اس کی اور بھی کئی وجوہ ہیں مثلاً۔

(ا) ان کی ولادت اور ابتدائی اور آخری حالاتِ زندگی سب میں افسانہ کا رنگ پایا جاتا ہے اور جب ہمارے مسیحی دوست اس بات کو ماننے کے لئے تیار نہیں۔ کہ گوتم بدھ یا کرشن یا کنفوشس خدا تھے۔ تو پھر وہ جناب یسوع کو خدا کس دلیل سے مانتے ہیں؟

(ب) مسیحی دوست کہتے ہیں۔ کہ جناب یسوع خدا کے بیٹے تھے۔ انہوں نے بنی نوع آدم کی نجات کے لئے انسانی جسم اختیار کیا۔ مصلوب ہوکر گناہوں کا کفارہ ادا کیا، اور پھر زندہ ہوکر آسمان پر چلے گئے، ٹھیک یہی بات متھرائیت کے ماننے والے اپنے خدا جناب متھرا (Mithra) کے متعلق کہتے ہیں۔ تو کیا ہم بجا طور پر اس نتیجہ پر نہیں پہنچ سکتے۔ کہ عیسائیوں نے متھرائیت کی نقل لی ہے؟ اور ایک فرضی آدمی یسوع نامی کو متھرا کی صفات سے متصف کر دیا ہے۔

علاوہ بریں تاریخ مذاہب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جناب یسوع مسیح کی ولادت سے پہلے دنیا میں کم و بیش سولہ خدا کے بیٹے نزول اجلال فرما چکے تھے۔ تو کیوں نہ جناب یسوع کو بھی انہی فرضی دیوتاؤں کی فہرست میں شامل کیا جائے؟ آخر عیسائیوں کے پاس کیا دلیل ہے کہ جناب یسوع کو کوئی تاریخی شخصیت دی جائے۔ اگر جناب موصوف کو ایک تاریخی انسان مانا جائے۔ تو پھر ہورس، بیکس، ایڈانس، وینس، اپالو جوپیٹر، ایسیس، متھرا، بعل، رامچندر، کرشن، بودھ، مہابیر اور کنفوشس سب کو خدا کا بیٹا تسلیم کرنا پڑے گا۔ اس لئے جو صفات انجیل میں جناب یسوع کی مرقوم ہیں، وہی صفات بلکہ ان سے بھی بڑھکر دیگر مذاہب میں، (ان کی کتب مقدسہ میں)، ان دیگر دیوتاؤں کی مندرج ہیں۔ کیا ہمارے عیسائی دوست اس پوزیشن کو اختیار کرسکتے ہیں؟

میں نے اختصار کے ساتھ دنیا کے تمام بانیان مذاہب کی تصویریں ناظرین کے سامنے پیش کر دی ہیں اور عقلی و نقلی دلائل سے ثابت کر دیا ہے۔ کہ ہندو دھرم، جین دھرم، مجوسیت، یہودیت، کنفوشیت اور مسیحیت، کسی مذہب کے بانی کی شخصیت تاریخی طور پر ثابت نہیں کی جاسکتی۔ اب دوسری فصل میں یہ

دکھاؤں گا۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کی شخصیت تاریخی طور پر ثابت شدہ ہے ؛

جب ہم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کا تذکرہ کرتے ہیں ۔ توگویا علم الاصنام ، افسانہ اور روایت کی دنیا سے نکلکر تاریخ اور واقعات کی دنیا میں آجاتے ہیں ۔ جب کہ اگنی وایو ، اندرہ ، اوتی ، رام کرشن ، زرتشت ، کنفوشش ، گوتم بدھ ، مہابیر سوامی ، حضرت موسیٰ ، حضرت داؤدؑ اور حضرت عیسیٰ کی شخصیتوں پر قدامت اور ظن ، افسانہ اور روایات کے پردے پڑے ہوئے ہیں ۔ حضورِ انور کی شخصیت مبارکہ آفتاب کی طرح نصف النہار پر چمک رہی ہے ۔ ذیل میں دلائل و شواہد ملاحظہ ہوں :۔

شاہدِ اوّل ۔ مسلمانوں نے ہر اس چیز کی جس کا تعلق کسی نہ کسی رنگ میں حضور انورؐ کی ذات پاک سے ہے ، ایسی حفاظت کی کہ دنیا میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی ۔ چنانچہ ڈاکٹر اسپرینگر (مشہور عیسائی فاضل) لکھتا ہے ۔" دُنیا میں مسلمانوں کے علاوہ اور کوئی قوم ایسی نہیں گذری جس نے اپنے بانیٔ مذہب کی لائف کو محفوظ رکھنے کے لئے اسماء الرجال کا سا عظیم الشان فن ایجاد کیا ہو ۔ جس کی بدولت آج ہمیں پانچ لاکھ اشخاص کا حال معلوم ہوسکتا ہے ۔ یعنی مسلمانوں کو نہ صرف اپنے ہادیٔ برحق کی شخصیت کا تاریخی علم حاصل ہے ۔ بلکہ ان تمام لوگوں کے حالات سے بھی آگاہی ہے ۔ جنھوں نے حضورِ انورؐ کے متعلق کوئی بات بیان یا قلمبند کی ہے" !

شاہدِ ثانی ۔ حضور انورؐ کی وفات سے قبل مسلمانوں کی تعداد ایک لاکھ کے قریب تھی ۔ اور اس تعداد میں سے گیارہ ہزار آدمی ایسے ہیں جنھوں نے حضور انورؐ کے متعلق کوئی بات دوسروں تک پہنچائی ہے اس کے معنی یہ ہیں ۔ کہ حضورِ انورؐ کی شخصیت مبارکہ پر ایک دو نہیں بلکہ گیارہ ہزار آدمیوں کی شہادت ہمارے پاس موجود ہے ؛

نوٹ :۔ اصطلاح میں اسے شہادتِ عصری (Contemporary Evidence) کہتے ہیں ؛

شاہدِ ثالث ۔ جن لوگوں نے حضور انورؐ کی زیارت کی یا صحبت اُٹھائی ۔ انہیں اصطلاح میں صحابیؓ کہا جاتا ہے یہ لوگ پہلی صدی کے آخر تک زندہ رہے ۔ چنانچہ حضرت انسؓ بن مالک نے جو مسلسل دس سال تک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر رہے ۹۳ھ میں وفات پائی ؛

جن بزرگوں نے ان مقدس اصحاب سے فیض حاصل کیا ۔ اور ان کی زبان سے سرکارِ دو عالم کے حالات سُنے ۔ ان کو اصطلاح میں تابعین کہتے ہیں ۔ اور جنھوں نے اُن سے علم حاصل کیا ! ان کو تبع تابعین کہتے ہیں

اور ان تینوں گروہوں نے نہایت اہتمام کے ساتھ حضور انورؐ کی زندگی کے حالات کو مدون و منضبط کیا ہے

شاھدِ رابع - ان لوگوں نے حضورؐ کی شخصیت مبارکہ کو اجاگر کرنے اور اس کی اصلیت کو برقرار رکھنے کے لئے جو سعی بلیغ کی - اس کا اندازہ اس امر سے ہو سکتا ہے - کہ تمام صحابہؓ سے جس قدر احادیث مروی ہیں سب کا شمار کیا گیا ہے - ذیل کے نقشہ سے ان کی قدرے کیفیت معلوم ہو سکتی ہے :-

۱ - حضرت ابوہریرہؓ م ۵۹ھ سے ۵۳۷۴ روایات مروی ہیں *

۲ - حضرت عبداللہ ابن عباسؓ م ۶۸ھ سے ۲۲۶۰ روایات *

۳ - حضرت عائشہؓ صدیقہ (ام المومنین) م ۵۸ھ سے ۲۲۱۰ روایات *

۴ - حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے (م ۷۳ھ) ۱۶۳۰ روایات *

۵ - حضرت جابر ابن عبداللہؓ م ۷۸ھ سے ۱۵۶۰ روایات *

۶ - حضرت انس ابن مالکؓ م ۹۳ھ سے ۱۲۸۶ روایات *

۷ - حضرت ابو سعید خدریؓ م ۷۴ھ سے ۱۱۷۰ روایات *

ان اصحاب کی روایات جن اشخاص کی وساطت سے ہم تک پہنچی ہیں اُن کے حالات بھی محفوظ ہیں - اور اگر کسی حدیث کا کوئی راوی مجہول الاسم ہو (یعنی اس کا حال معلوم نہ ہو) تو وہ روایت پایۂ اعتبار سے ساقط ہو جاتی ہے *

نوٹ - کیا کسی مذہب میں روایات کے پرکھنے کے لئے ایسے اصول موجود ہیں ؟

مثلاً لوقاؔ اپنی انجیل میں لکھتا ہے - کہ

"جب سبت کے دن یسوعؔ کھیتوں میں جا رہا تھا - تو اس کے شاگردوں نے اناج کی بالیاں توڑیں - اور انہیں ہتھیلیوں سے مل کر کھا گئے"

اب سوال یہ ہے - کہ لوقا نے تو یسوعؔ کی صحبت اُٹھائی نہیں تھی - لہٰذا ثابت ہے - کہ اُس نے یہ روایت کسی سے سُن کر لکھی ہو گی ، تو کس سے سُنی ؟

مَیں یقین سے کہہ سکتا ہوں - کہ کوئی مسیحی عالم اس سوال کا جواب نہیں دے سکتا *

شاھدِ خامس - مندرجہ بالا سات اصحاب ایسے ہیں جنھوں نے ایک ہزار سے زاید روایات آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے متعلق بیان کی ہیں - اور ان سب نے حضورؐ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا *

نوٹ: اسے اصطلاح میں شہادتِ عینی (Eye witness) کہتے ہیں ؎

شاہدِ سادس - آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جو تبلیغی خطوط مختلف ممالک اور مختلف ملوک کی جانب روانہ فرمائے وہ ہمارے پاس محفوظ ہیں۔ اور جو معاہدات آپ نے قریش اور یہود کے ساتھ مکمل فرمائے وہ بھی۔ انیسویں صدی تک یہ تبلیغی خطوط صرف کتب احادیث میں محفوظ تھے۔ لیکن اللہ نے اپنے رسولؐ کی عظمت کا اثبات کرنے کے لئے موجودہ صدی میں تین تبلیغی خطوط دنیا پر ظاہر کر دئے ؎

نوٹ:۔ حضورؐ کی شخصیت پر اس نوع کی شہادت کو اصطلاح میں تحریری شہادت (Documen-tary Evidence) کہتے ہیں ؎

شاہدِ سابع - مندرجہ بالا سات اصحاب جن کی روایات کی مجموعی تعداد ۵۸۹۰ ہے۔ اکثر جزئیات امور میں متفق ہیں۔ مثلاً اگر حضرت ابو ہریرہؓ کی روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ آنحضرتؐ بہت فیاض اور سخی تھے۔ تو حضرت انس بن مالکؓ اور حضرت عبداللہ ابن عمرؓ بھی فیاضی اور سخاوت کے واقعات بیان کرتے ہیں۔ جس سے ایک راوی کو دوسرے راوی سے بلحاظ صحت تقویت پہنچتی ہے۔ اور واقعات کی صداقت پر مہرِ توثیق ثبت ہوتی ہے۔ صحابہؓ کی روایات جو آنحضرتؐ کی شخصیت سے متعلق ہیں۔ باہم دگر مخالف یا متضاد نہیں ؎

نوٹ:۔ اس شہادت کو اصطلاح میں شہادتِ متوازی (Collabral Evidence) کہتے ہیں ؎

شاہدِ ثامن - بیس پچیس سال ہوئے مصر میں حضور انورؐ کا ایک تبلیغی خط دستیاب ہوا۔ جو حضورؐ کے حکم سے مقوقس والئ مصر کو بھیجا گیا تھا۔ اس خط کی عبارت بجنسہٖ وہی ہے۔ جو احادیث میں مندرج ہے۔ اور حضورؐ کی مہر کے متعلق کتب احادیث میں درج ہے۔ کہ اس میں لفظ اللہ اوپر رسول درمیان اور محمدؐ نیچے تھا۔ اس خط میں جو مہر ثبت ہے۔ اس کا انداز بالکل یہی ہے۔ اس سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ صحابہؓ نے روایت بیان کرنے میں کس قدر دیانت سے کام لیا۔ یہ گویا حضورؐ کی شخصیت کی تاریخیت پر خارجی شہادت (External Evidence) ہے ؎

شاہدِ تاسع - ہمارے پاس حضورؐ کی شخصیت کی تاریخیت پر ایک شہادت نہیں بلکہ کئی شہادتیں موجود ہیں:۔

اوّلاً خود قرآن مجید جس کی صحت پر ولیم میور جیسا متعصب عیسائی شہادت دیتا ہے۔ کہ "دنیا میں

قرآن مجید کے علاوہ اَور کوئی کتاب ایسی نہیں جس کا متن ۱۲۰۰ سال سے ایسا صحیح اور غیر محرف رہا ہو"۔

ثانیاً احادیث جن کی صحت شک و شبہ سے بالا تر ہے۔ اور جن کی صحت کو پرکھنے کے لئے قوانین موجود ہیں۔ اور راویوں کے حالات دریافت کرنے کے لئے ضخیم کتابیں موجود ہیں ؂

ثالثاً مغازی یعنی وہ کتابیں جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات کا حال قلمبند کیا گیا ہے ؂

رابعاً عام تاریخ کی کتابیں جن میں حضورؐ کے سوانح حیات مذکور ہیں ؂

خامساً کتب دلائل جن میں حضورؐ کے معجزات کا تذکرہ قلمبند کیا گیا ہے ؂

سابعاً کتب شمائل جن میں حضور کی سیرت اور اخلاق عادات کا تذکرہ ہے ؂

شاہدِ عاشر۔ فتح مکہ کے دن جو خطبہ حضور انورؐ نے ارشاد فرمایا تھا۔ اس کی نقلیں آپ کے حکم سے بعض اصحاب کو دی گئیں۔ کہ وہ اپنے اپنے علاقوں میں اس خطبہ کی اشاعت کریں۔ اس خطبہ کی نقول کتب تاریخ و سیرت میں موجود ہیں۔ اور اُن سے بھی حضورؐ کی شخصیت کا اثبات ہوتا ہے ؂

علاوہ بریں حضورؐ کی وفات کے بعد ہی آپ کی سیرت کے متعلق کتابیں لکھنے کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ اور یہ سلسلہ آج تک جاری ہے۔ چنانچہ اس وقت مختلف زبانوں میں آپ کی سیرت کے متعلق پندرہ سو سے زائد تصنیفات موجود ہیں۔ جن سے آپ کی شخصیت کا تاریخی ہونا ثابت ہو سکتا ہے ؂

آپ کی شخصیت کا حال تواتر کے ساتھ لوگوں تک پہنچا۔ اور پھر ان لوگوں نے دوسروں سے اس کا تذکرہ کیا۔ مثلاً امام مالکؒ نے اپنی کتاب مؤطا کو جس میں حضورؐ کی احادیث جمع کی گئی ہیں چھ سو آدمیوں کو خود سنایا۔ اسی طرح امام بخاریؒ کے ایک شاگرد نے صحیح البخاري کا درس ساٹھ ہزار آدمیوں کو دیا ؂

اس کو اصطلاح میں سلسلۂ شہادت (Chain of Evidence) کہتے ہیں ؂

مارگولیتھ (Margoliuth) لکھتا ہے :-

"حضرت محمدؐ صاحب (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سوانح نگاروں کا سلسلہ بہت طویل ہے۔ جس کا ختم ہونا ناممکن ہے۔ مگر اس میں جگہ پانا لائق عزت ہے"۔

ڈیون پورٹ (Davenport) لکھتا ہے :-

"اس میں کچھ شک نہیں کہ دنیا کے تمام واضعین قانون اور فاتحین میں سے ایک شخص بھی ایسا نہیں ہے۔ جس کے سوانح حیات، حضرت محمدؐ صاحب کے سوانح سے زیادہ سچے اور معتبر ہوں"۔

باسورتھ سمتھ (Basworth Smith) لکھتا ہے:-

"ہم مذہب کے اولین کارکنوں کی نسبت بہت کم اور ان کی نسبت اُن کے متعلق جنہوں نے بعد میں محنت کی شاید بہت زیادہ جانتے ہیں۔ مثلاً ہم زرتشت اور کنفوشس کے متعلق اس سے بہت کم جانتے ہیں۔ جو ہم سولن اور سقراط کے متعلق جانتے ہیں ۔ ۔ ۔ موسیٰ اور گوتم بُدھ کے متعلق اتنا نہیں جانتے جتنا کہ ایمبروز اور جولیس سیزر کے متعلق جانتے ہیں۔ ہم خود یسوع مسیح کے متعلق بہت کم جانتے ہیں۔ اور اس کی زندگی کے متعلق بہت سے سوالات ہمارے دل میں پیدا ہوتے رہتے ہیں ۔ ۔ ۔ لیکن اسلام میں ہر چیز صاف، نمایاں اور ممتاز نظر آتی ہے۔ اس مذہب میں کسی جگہ تاریکی یا دھندلا پن نہیں ہے ۔ ۔ حیرت ہے کہ ہم بانیٔ اسلام کے متعلق اس قدر جانتے ہیں جس قدر لوتھر اور ملٹن کے متعلق جانتے ہیں۔ تاریخ اسلام میں کہیں دھوکہ نہیں۔ ہر چیز روشنی میں ہے۔ اور ہر چیز پر تاریخی روشنی پڑ رہی ہے"۔

اگرچہ بخوف طوالت مزید اقتباسات درج نہ کرسکا۔ تاہم جس قدر دلائل و شواہد میں نے ان اوراق میں جمع کر دئے ہیں۔ اُن کے مطالعہ کے بعد مجھے مخالفینِ اسلام سے یہ دریافت کرنے کا حق حاصل ہے کہ بتاؤ! دُنیا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت کے علاوہ کوئی اَور شخصیت ہے۔ جو تاریخی طور پر ثابت ہوسکتی ہے؟ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَعَلیٰ اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْن ۔

دین و آئین اور دین و دانش

نعتِ اربعینی

از جناب مرزا عزیز صاحب فیضانی (دارا پور بیٹ)

اس نعت میں بہ التزام یہ کہا گیا ہے کہ چالیس اشعار ہیں اور ہر شعر علیحدہ وزن پر ہے اسی طرح علیحدہ قافیے بھی جن کے آخری حروف بھی علیحدہ بہ ترتیب حروف تہجی جن کی تعداد تھ۔ٹھ۔جھ وغیرہ کے اضافہ سے ۴۰ بنالی گئی ہے ۔ مدیر

۱ طلوعِ آفتابِ حق سے روشن ہوگئی دُنیا — ہزج — ہوا ہر شر کا استیصال اور ہر خیر کا اعلا — ا
۲ کوئی جہاں پہ تھا فدا کسی نے کہدیا "لعب" — " — سُنا جو زرعِ آخرت" ہوئے خموش سب کے سب — ب
۳ فیضانِ نبوّت تھا جو دُنیا سے مٹے پاپ — " — اے اہلِ بصیرت جو ہو طاقت تو گنیں آپ — پ
۴ حیوان سے کمتر تھی، کہتے ہیں جسے عورت — " — سرور ہی کا احساں تھا اسکی جو ہوئی عزّت — ت
۵ بیوی کا فضول سا نہیں ساتھ — " — اُس کا ہے معاملات میں ہاتھ — تھ
۶ شرک کی بساط سب آن میں گئی اُلٹ — " — لحظہ بھر میں بے اثر کفر کی ہوئی جھپٹ — ٹ
۷ بتاؤ تو بُتوں کی کیا ہوئی ٹھاٹھ — " — خدا کے گھر میں تھے جو تین سو ساٹھ — ٹھ
۸ جہل کے گھر سے لُٹ گیا فسق و فجور کا اثاث — رجز — نہ کوئی مستغیث ہے اور نہ کوئی ہے مستغاث — ث
۹ اہلِ عرب نے جب سُنی فاراں کی چوٹی پر گرج — " — پائی صراطِ المستقیم اور ترک کردی راہِ کج — ج
۱۰ فلسفہ نے مجھ سے کہا، راز ہے، خود بوجھ سمجھ! — " — دیں نے دئے مجھکو مگر عقل، خرد، سوجھ سمجھ — جھ
۱۱ راہ سرور کی ہے رہ جسمیں ہے کوئی خم نہ پیچ — رمل — دین دینِ سیدِ عالم ہے، باقی ہیچ ہیچ — چ
۱۲ اس کی رہ پر ہی چلا ہے جو ہوا ہے صالح — " — اور ہے دامنِ رحمت میں اُسی کے طالح — ح
۱۳ جُملہ ادیان و کتب کا ناسخ — " — ماحیٔ کفر بہ عزمِ راسخ — خ
۱۴ زیرِ پا معراج میں عرشِ مجید — " — قلب پھر بھی نعرہ زن ھَلْ مِنْ مَّزِید — د
۱۵ جو ملی فتح حرم میں، نہ رہی کفر کو سُدھ بُدھ — متقارب — نہ گرا خون کا قطرہ نہ وہاں کوئی ہوا یُدھ — دھ
۱۶ کفر کا توڑا سب پاکھنڈ — " — فخر، تکبر اور گھمنڈ — ڈ
۱۷ ہوا عام اصولِ نبیؐ کا نفاذ — " — ہے مانندِ معدوم انکارِ شاذ — ذ

۱۸ پیارے ہیں کیا کیا اللہ اکبر! متقارب سارے کے سارے اسمائے سرورؐ ر
۱۹ مٹے گمان اور وہم یکسر پڑا وہ دونو کے مُنہ پہ تھپڑ ” نہالِ بے بارِ کفر و باطل کی ایک پل میں اُکھڑ گئی جڑ ڈ
۲۰ اُٹھے سب مساوات کے دم سے حاجز ” ہوئے سب برابر زبردست و عاجز ذ
۲۱ ہوئے نیک آپکے فیض سے وہ جو تھے زمانے کے زشت و دژ کامل ہوئے مخلص اور ضیف دل جنہیں گمرہی نے کیا تھا کژ ژ
۲۲ ہو گئے فیضِ سرورؐ سے ناکس بھی کس متدارک پائی کو نہ نظر نے نظیرِ دور رس س
۲۳ آپ کے ظہور سے عشق کو ملی تپش ” اور ازل کے حسن کی ہو گئی فزوں کشش ش
۲۴ دلوایا ایمانِ کامل سکھلائی توحیدِ خالص ” راسخ اور کامل کر ڈالا اُنکو جو تھے خام اور ناقص ص
۲۵ سیدِ کلؐ سردارِ دو عالم دکھلا کر نوری عارض ” بسکہ ہوئے سب جن و بشر کی اقلیمِ دل پہ قابض ض
۲۶ آہ! اب ہم نے چھوڑے ضوابط ” توڑے سُنّت سے اپنے روابط ط
۲۷ توڑے پیمبرؐ نے وہ سارے عقیدے غلیظ بسیط مزاحف جن پہ کہیں الامان! الحذر و الحفیظ! ظ
۲۸ کر کے بھی دکھلا دیا، تھا نہ خالی مُطّلع مدید اسلئے بے بس ہیں اب مبتدع اور مخترع ع
۲۹ عرش جس سے چمک اُٹھا وہ چراغ خفیف قابِ قوسین و دیدۂ ما زاغ غ
۳۰ معتکفِ مسجد و مردِ مصاف سریع صاحبِ ایثار و حیا و عفاف ف
۳۱ ہیں نام پیارے سب اُسکے امین و صاحب و صادق مجتث خطاب جملہ معزز رحیم و رحمتِ خالق ق
۳۲ جو نوریوں سے بھی ارفع ہوا وہ پیکرِ خاک ” تو عرش بام تھا زینے تھے اُسکے سات افلاک ک
۳۳ عشقِ نبیؐ میں ہزار دُکھ بھی سُکھ منسرح عشق نہ ہو گر تو لاکھ سُکھ بھی دُکھ کھ
۳۴ ہے عملاً اُن کی صاف راہ پہ جگ ” بندۂ انکار و کُفر جگ سے الگ گ
۳۵ وہ رحمتِ مجسم، وہ عقل و علم کامل مضارع وہ سروری کے لائق وہ رہبری کے قابل ل
۳۶ اللہ ذوالکرم ہے رسولِ خدا کریم ” اَرحم خدائے عزّ و جل اور نبیؐ رحیم م
۳۷ وہ تنہا یہاں حقیقتِ کبریٰ کا ترجمان ” وہ سارے جہان کی جان وہ ہر اک پہ مہربان ن
۳۸ پھیلا ہے اُس کا خوانِ کرم چار سُو ” اس پر صلائے عام، کُلُوْا وَاشْرَبُوْا و
۳۹ عشقِ سرورِ عالم بہترین زادِ رہ مقتضب سب سے عمدہ سرمایہ، سب سے قیمتی تحفہ ہ
۴۰ ہو عزیز دل میں سدا مثلِ رُوح عشقِ نبیؐ اور زباں پہ صلِّ علیٰ ہاشمی و مُطّلبی ی

خطباتِ نبوی صلّے اللہ علیہ وسلّم

(گذشتہ سے پیوستہ)

(مولینا سید محمد ادریس صاحب طورو ـ ضلع مردان)

خطبہ ۲۸

جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فوج کو کسی مہم پر روانہ فرماتے۔ تو سردار لشکر کو خاص طور پر پرہیزگار بننے اور اپنے رفقاء کے ساتھ نیک سلوک کرنے کی ہدایت فرماتے۔ پھر تمام فوج کی طرف مخاطب ہوکر اسلامی اصول جنگ کے متعلق ہدایات صادر فرماتے۔ ذیل میں آپ کا اسی قسم کا ایک خطبہ درج کیا جاتا ہے۔ جس میں آپ نے فوج اور امیر فوج کو اصول جنگ کی تلقین کی ہے :۔

اُغْزُوْا بِسْمِ اللّٰهِ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
قَاتِلُوْا مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ اُغْزُوْا وَلَا
تَغْدِرُوْا وَلَا تَغُلُّوْا وَلَا تَمْثِلُوْا وَلَا تَقْتُلُوْا وَلِيْدًا
وَاِذَا اَنْتَ لَقِيْتَ عَدُوَّكَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ
فَادْعُهُمْ اِلٰى اِحْدٰى ثَلَاثِ خِلَالٍ اَوْ (قَالَ)
خِصَالٍ - فَاَيَّتُهُنَّ اَجَابُوْكَ اِلَيْهَا فَاقْبَلْ
مِنْهُمْ وَكُفَّ عَنْهُمْ -

خدا کا نام لے کر خدا کی راہ میں کفار سے لڑنا۔ بدعہدی اور خیانت نہ کرنا۔ مُردوں کے ناک کان نہ کاٹنا۔ بچوں کو قتل نہ کرنا اور جب اپنے کافر دشمنوں سے مقابلہ ہو تو ان کے سامنے (یکے بعد دیگرے) تین باتیں پیش کیا کرنا۔ جن میں سے کسی ایک کو بھی مان لیں۔ تو ان سے ہاتھ روک لینا ۔

اُدْعُهُمْ اِلَى الْاِسْلَامِ فَاِنْ اَجَابُوْكَ فَاقْبَلْ
مِنْهُمْ وَكُفَّ عَنْهُمْ - ثُمَّ ادْعُهُمْ اِلَى
التَّحَوُّلِ مِنْ دَارِهِمْ اِلٰى دَارِ الْمُهَاجِرِيْنَ
وَاَخْبِرْهُمْ اِنْ فَعَلُوْا ذٰلِكَ اَنَّ لَهُمْ مَا

پہلے ان کو اسلام کی دعوت دو۔ اگر منظور کر لیں۔ تو ان سے ہاتھ روک لو۔ پھر ان سے کہدو۔ کہ اپنا ملک چھوڑ کر مہاجرین کے پاس آکر سکونت اختیار کرلیں۔ اور ان کو بتادو۔ کہ ایسا کرنے پر ان کیساتھ

لِلْمُهَاجِرِيْنَ وَاَنَّ عَلَيْهِمْ مَا عَلَى الْمُهَاجِرِيْنَ - وَاِنْ اَبَوْا فَاَخْبِرْهُمْ اَنَّهُمْ يَكُوْنُوْنَ كَاَعْرَابِ الْمُسْلِمِيْنَ يَجْرِيْ عَلَيْهِمْ حُكْمُ اللّٰهِ الَّذِيْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ - وَلَا يَكُوْنُ لَهُمْ فِي الْفَيْءِ وَالْغَنِيْمَةِ شَيْءٌ اِلَّا اَنْ يُّجَاهِدُوْا مَعَ الْمُسْلِمِيْنَ ٥

مہاجرین جیسا برتاؤ کیا جائے گا۔ اگر وہ ایسا کرنے کے لیئے تیار نہ ہوں۔ تو ان کو بتلا دو۔ کہ وہ دوسرے دیہاتی مسلمانوں کی طرح سمجھے جائیں گے اور مسلمانوں کی طرح اللہ تعالےٰ کے تمام احکام ان پر جاری ہوں گے لیکن مال غنیمت میں سے اس وقت تک حصہ نہیں پا سکیں گے۔ جب تک خود جہاد میں مسلمانوں کیساتھ شریک ہو کر نہ لڑیں ۔

فَاِنْ هُمْ اَبَوْا اَنْ يَّدْخُلُوْا فِي الْاِسْلَامِ فَسَلْهُمْ اِعْطَاءَ الْجِزْيَةِ فَاِنْ فَعَلُوْا فَاقْبَلْ مِنْهُمْ وَكُفَّ عَنْهُمْ - فَاِنْ هُمْ اَبَوْا فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ عَلَيْهِمْ وَقَاتِلْهُمْ -

پس اگر وہ اسلام میں داخل ہونے کیلئے تیار نہ ہوں تو ان سے جزیہ کا مطالبہ کرو۔ اگر مان جائیں۔ تو ان سے ہاتھ روک لو۔ ورنہ خدا کا نام لیکر اُن کے خلاف لڑائی شروع کر دو۔

وَاِنْ حَاصَرْتَ حِصْنًا فَاَرَادُوْكَ اَنْ تَجْعَلَ لَهُمْ ذِمَّةَ اللّٰهِ وَذِمَّةَ نَبِيِّكَ فَلَا تَجْعَلْ لَهُمْ ذِمَّةَ اللّٰهِ وَلَا ذِمَّةَ نَبِيِّكَ وَلٰكِنِ اجْعَلْ لَهُمْ ذِمَّتَكَ وَذِمَّةَ اَبِيْكَ وَذِمَّةَ اَصْحَابِكَ - فَاِنَّكُمْ اِنْ تُخْفِرُوْا ذِمَّتَكُمْ وَذِمَّةَ اٰبَائِكُمْ اَهْوَنُ عَلَيْكُمْ مِنْ اَنْ تُخْفِرُوْا ذِمَّةَ اللّٰهِ وَذِمَّةَ رَسُوْلِهٖ -

اور جب کسی قلعہ کا محاصرہ کر لو۔ اور وہ لوگ اللہ اور رسولؐ کو ذمہ وار ٹھہرا کر تم سے امان طلب کریں تو اس بات کو قبول نہ کرنا۔ بلکہ اپنے، اپنے باپ دادا اور رفقاء کی ذمہ واری پر پناہ دیا کرنا۔ کیونکہ اگر کسی وقت عہد شکنی ہو جائے تو آبا و اجداد اور رفقاء کار کی عہد شکنی، اللہ اور رسول کا ذمہ توڑ دینے سے آسان ہے۔

وَاِنْ حَاصَرْتَ حِصْنًا فَاَرَادُوْكَ اَنْ يَّنْزِلُوْا عَلٰى حُكْمِ اللّٰهِ فَلَا تُنْزِلْهُمْ عَلٰى حُكْمِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ اَنْزِلْهُمْ عَلٰى حُكْمِكَ فَاِنَّكَ لَا تَدْرِيْ اَتُصِيْبُ فِيْهِمْ حُكْمَ

اسی طرح اگر قلعہ کے محصورین خدائی فیصلہ کے مطابق تم سے امان طلب کریں۔ تو ان کو امان نہ دینا۔ بلکہ ہمیشہ اپنے حکم کے مطابق امان دیا کرنا۔ کیونکہ معلوم نہیں تم اُن کے متعلق صحیح خدائی فیصلہ

اللہِ اَمۡرَکَا۔ (ابن ماجہ باب وصیۃ الامام) معلوم کر بھی سکتے ہو کہ نہیں ؛

خطبہ ۲۹

(جیش موتہ کے سامنے)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شاہ بصریٰ کے نام حارثؓ بن عمیر کے ہاتھ ایک تبلیغی خط دیکر روانہ کیا تھا۔ جس کو شرجیل بن عمرو حاکم بلقاء نے راہ میں قتل کر دیا تھا۔ اس کا بدلہ لینے کے لئے آپ نے تین ہزار مسلمانوں کی فوج تیار کرکے ملک شام کی طرف روانہ کیا۔ حضرت زید بن حارثہ کو (جو آپ کے آزاد کردہ غلام تھے) اس تمام فوج کا سپہ سالار مقرر کیا۔ اور ارشاد فرمایا۔ کہ اگر وہ شہید ہو جائیں۔ تو جعفرؓ اور وہ بھی شہید ہو جائیں۔ تو عبداللہؓ بن رواحہ سردار لشکر بنیں۔ اگر وہ بھی شہید ہو گئے۔ تو پھر سپاہی جس کو پسند کریں۔ اپنا سردار بنا لیں ؛

حضرت جعفرؓ حضرت علی کرم اللہ وجہٗ کے حقیقی بھائی تھے۔ اور حضرت عبداللہؓ بن رواحہ معزز انصاری اور مشہور شاعر تھے۔ اس لئے لوگوں میں چرچے ہوئے۔ کہ ان دو جلیل القدر ہستیوں کے ہوتے ہوئے زید کو کس بنا پر افسر مقرر کیا جاتا ہے۔ لیکن مساوات کے علمبردار پیغمبر نے ان کی باتوں کی قطعًا پرواہ نہ کی۔ اور مقام ثنیۃ الوداع تک خود فوج کی مشایعت کے لئے تشریف لے گئے۔ وہاں پہنچ کر اُن کے سامنے مندرجہ ذیل خطبہ دیا۔ اور پھر اُن کو رخصت کرکے واپس تشریف لے آئے :-

اُغۡزُوۡا بِسۡمِ اللّٰہِ۔ فَقَاتِلُوۡا عَدُوَّ اللّٰہِ وَعَدُوَّکُمۡ بِالشَّامِ۔ وَسَتَجِدُوۡنَ فِیۡہَا رِجَالاً فِی الصَّوَامِعِ مُعۡتَزِلِیۡنَ النَّاسَ فَلَا تَتَعَرَّضُوۡا لَہُمۡ	اللہ کا نام لیکر خدا کے دشمنوں اور اپنے دشمنوں سے ملک شام میں لڑائی لڑو۔ وہاں تمہیں خانقاہوں میں گوشہ نشین (راہب) ملیں گے۔ خبردار ان سے تعرض نہ کرنا ؛
وَسَتَجِدُوۡنَ آخَرِیۡنَ لِلشَّیۡطٰنِ فِیۡ رُءُوۡسِہِمۡ مَفَاحِصُ فَاقۡلَعُوۡہَا بِالسُّیُوۡفِ لَا تَقۡتُلُنَّ امۡرَأَۃً وَلَا صَغِیۡرًا ضَرَعًا وَلَا کَبِیۡرًا وَلَا تَقۡطَعُنَّ نَخۡلاً وَلَا شَجَرًا وَلَا تَہۡدِمُنَّ بِنَاءً۔	انکے علاوہ بعض ایسے ملینگے جن کی کھوپڑیوں میں شیطان نے گھونسلے بنا رکھے ہیں۔ سو تلوار سے انکا قلع قمع کردو۔ دیکھو۔ عورت، شیر خوار بچہ، اور بوڑھا قتل نہ کرنا۔ نہ کھجور وغیرہ کے درخت کاٹنا۔ نہ کوئی عمارت مسمار کرنا ؛

جب شرجیل کو اس فوج کی خبر ملی۔ تو اُس نے کم و بیش ایک لاکھ فوج سے اسلامی لشکر کا مقابلہ کیا میدان جنگ میں حضرت زیدؓ، حضرت جعفرؓ اور حضرت عبداللہؓ بن رواحہ یکے بعد دیگرے دادِ شجاعت دیکر شہید ہو گئے[1] پھر اسلامی جھنڈا حضرت خالد بن ولید نے ہاتھ میں لیا۔ اور نہایت بہادری سے لڑتے رہے۔ یہاں تک کہ اسلامی لشکر کو دشمنوں کی زد سے بچا لائے۔ آنحضرتؐ کو یہ تمام واقعہ بذریعہ کشف معلوم ہو گیا۔ تو آپ نے اسی وقت تمام مسلمانوں کو جمع کیا۔ اور مسجد میں مندرجہ ذیل خطبہ دیا۔ بخاری شریف کی روایت ہے۔ کہ خطبہ دیتے وقت فرطِ غم سے آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے ؂

خُطبہ ۳۳

آپ نے فرمایا :-

اُخْبِرُكُمْ عَنْ جَيْشِكُمْ هٰذَا الْغَازِيْ	مَیں تمہارے غازی لشکر کی نسبت خبر دیتا ہوں کہ
اِنَّهُمْ انْطَلَقُوْا - فَلَقُوْا الْعَدُوَّ - فَقُتِلَ	انہوں نے جاکر دشمنوں کا مقابلہ کیا۔ پہلے زید شہید
زَيْدٌ شَهِيْدًا ثُمَّ اَخَذَ اللِّوَاءَ جَعْفَرُ	ہُوا۔ تو جعفر اسلامی علم ہاتھ میں لے کر دشمن پر
فَشَدَّ عَلَى الْقَوْمِ حَتّٰى نَيلَ شَهِيْدًا	حملہ آور ہُوا۔ حتّٰی کہ وہ بھی شہید ہُوا۔ پھر عبداللہ

---

[1] ان تینوں سپہ سالاروں نے میدانِ جنگ میں جس طرح شجاعت کی داد دی ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے۔ کہ حضرت زید لڑتے اور کفار کو تہ تیغ کرتے ہوئے بہت آگے بڑھ گئے۔ کفّار نے چاروں طرف سے اُن کو گھیر لیا۔ یہاں تک کہ وہ برچھیاں کھا کر شہید ہو گئے۔ انکے بعد حضرت جعفرؓ نے علم ہاتھ میں لیا۔ گھوڑے سے اُتر کر پہلے خود اپنے گھوڑے کے پاؤں پر تلوار ماری۔ کہ اس کی کونچیں کٹ گئیں۔ اور پیادہ دشمنوں سے لڑنے لگے۔ کفار نے انکو بھی نرغہ میں لے لیا۔ بالآخر ان کا دایاں ہاتھ کٹ کر الگ جا پڑا۔ تو انہوں نے بائیں ہاتھ سے جھنڈے کو تھام لیا۔ جب وہ بھی کٹ گیا تو علم کو گردن سے لگا کر سینے سے سنبھالے رہے۔ یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ حضرت عبداللہؓ ابن عمر کا بیان ہے کہ مَیں نے ان کی لاش پر تلواروں اور برچھیوں کے ۹۰ زخم گنے تھے۔ لیکن سب کے سب سامنے کی جانب تھے۔ پشت نے یہ داغ نہیں اُٹھایا تھا۔ پھر عبداللہؓ بن رواحہ نے بڑھکر علم کو اپنے ہاتھ میں پکڑا۔ تھوڑی دیر لڑ کر یہ بھی شہید ہو گئے۔ پھر حضرت خالد نے علم ہاتھ میں لیا۔ وہ میدانِ جنگ میں بجلی کی طرح کوندتے رہے تھے۔ شام تک تین ہزار مسلمانوں کو ایک لاکھ رومی فوج سے اس بے جگری سے لڑایا۔ کہ خود اُن کے ہاتھ میں آٹھ تلواریں ٹوٹ ٹوٹ کر گریں ؂

ثُمَّ اَخَذَ اللِّوَاءَ عَبْدُ اللّٰہِ ابْنُ رَوَاحَۃَ فَاَثْبَتَ قَدَمَیْہِ حَتّٰی قُتِلَ شَھِیْدًا ثُمَّ اَخَذَ اللِّوَاءَ خَالِدُ بْنُ وَلِیْدٍ وَلَمْ یَکُنْ مِنَ الْاُمَرَاءِ مِثْلُہٗ ھُوَ اَقَرَّ نَفْسِہٖ

بن رواحہ نے جھنڈا لیا۔ اور خوب قدم جمائے۔ حتّٰی کہ جام شہادت نوش کر گئے۔ پھر خالد بن ولید نے جھنڈا اُٹھایا۔ اور سب سے بڑھ کر کام کیا۔ اور میدان میں جما رہا۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّہٗ سَیْفٌ مِنْ سُیُوْفِکَ فَاَنْتَ تَنْصُرُہٗ۔

اے اللہ وہ تیری تلواروں میں سے ایک تلوار ہے۔ اس کی امداد فرما۔

خطبہ تبوک ۱۱ھ

غزوۂ موتہ کے بعد شام کے ایک قافلہ نے آکر ظاہر کیا۔ کہ رومیوں۔ نے شام میں لشکر گراں جمع کیا ہے۔ جس میں لخم جذام اور غسان کے تمام عرب شامل ہیں۔ وہ عنقریب مدینہ پر حملہ کرنیوالے ہیں۔ آپ نے خیال ظاہر فرمایا۔ کہ اس فوج کی مدافعت عرب کی سرزمین میں داخل ہونے سے پہلے کرنی چاہیئے۔ تاکہ ملک کے اندرونی امن میں خلل واقع نہ ہو۔ اس بنا پر آنحضرت صلّے اللہ علیہ وسلّم نے فوج کو تیاری کا حکم دے دیا۔ چند دنوں میں تیس ہزار اسلام کے پروانے آپ کے گرد جمع ہو گئے۔

چونکہ یہ مقابلہ ایسی سلطنت سے تھا جو تقریبًا نصف دُنیا پر حکمران تھی۔ اس لئے مسلمانوں نے دل کھولکر چندہ دیا۔ اور باوجودیکہ گرمی کا موسم تھا۔ سفر دُور و دراز کا تھا۔ لیکن جان نثاروں نے جانے میں کسی قسم کی پس وپیش نہیں کی۔ البتہ عبداللہ بن اُبیٔ مشہور منافق نے اپنے لوگوں کو یہ کہکر روک لیا۔ کہ اب محمدؐ اور اس کے ساتھی مدینہ واپس نہیں آسکیں گے۔ قیصر انہیں قید کر کے مختلف ممالک میں بھیج دے گا۔ اس لئے ان کے ساتھ چلے جانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ الغرض تیس ہزار کی جمعیت لے کر آپ تبوک پہنچے۔ وہاں جاکر معلوم ہوُا۔ کہ وہ خبر صحیح نہ تھی۔ وہاں آپ نے صحابہ کے سامنے ایک بلیغ وعظ فرمایا۔ جو جوامع الکلم کا بہترین مظہر ہے۔ حمد وثنا کے بعد آپ نے فرمایا:۔

اَمَّا بَعْدُ۔ فَاِنَّ اَصْدَقَ الْحَدِیْثِ کِتَابُ اللّٰہِ

امابعد۔ ہر ایک کلام سے خدا کی کتاب سچائی میں بڑھکر ہے۔

وَاَوْثَقَ الْعُرٰی کَلِمَۃُ التَّقْوٰی۔

سب سے بڑھکر مضبوط رسّی تقوےٰ کا کلمہ ہے۔

وَخَیْرَ الْمِلَلِ مِلَّۃُ اِبْرَاھِیْمَ۔

سب ملّتوں سے بہتر حضرت ابراہیمؑ کی ملّت ہے

وَخَيْرَ السُّنَنِ سُنَّةُ مُحَمَّدٍ۔	سب سے بہتر طریقہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے۔
وَاَشْرَفَ الْحَدِيْثِ ذِكْرُ اللّٰهِ۔	اللہ کے ذکر کو سب باتوں پر شرف حاصل ہے۔
وَاَحْسَنَ الْقَصَصِ هٰذَا الْقُرْاٰنُ۔	سب بیانات سے بہتر یہ قرآن ہے۔
وَخَيْرَ الْاُمُوْرِ عَوَازِمُهَا۔	بہترین کام اولوالعزمی کے کام ہیں۔
وَشَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا۔	بدعات بدترین چیزیں ہیں۔
وَاَحْسَنَ الْهَدْيِ هَدْيُ الْاَنْبِيَاءِ۔	انبیاء کی روش سب روشوں سے اچھی ہے۔
وَاَشْرَفَ الْمَوْتِ قَتْلُ الشُّهَدَاءِ۔	سب سے بہتر موت شہیدوں کی موت ہے۔
وَاَعْمَى الْعَمَى الضَّلَالَةُ بَعْدَ الْهُدٰى۔	ہدایت کے بعد گمرہی سب سے بڑھکر اندھا پن ہے۔
وَخَيْرَ الْاَعْمَالِ مَا نَفَعَ۔	بہترین کام وہ ہیں جو مفید ہوں۔
وَخَيْرَ الْهَدْيِ مَا اتُّبِعَ۔	بہترین روش وہ ہے جس کی پیروی ہو سکے۔
وَشَرَّ الْعَمٰى عَمَى الْقَلْبِ۔	بدترین کوری، دل کی کوری ہے۔
وَالْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلٰى۔	بلند (دینے والا) ہاتھ، پست (لینے والے) ہاتھ سے اچھا ہے
وَمَا قَلَّ وَكَفٰى خَيْرٌ مِمَّا كَثُرَ وَاَلْهٰى۔	تھوڑا اور کافی مال غفلت میں ڈالنے والی مالداری سے اچھا ہے
وَشَرُّ الْمَعْذِرَةِ حِيْنَ يَحْضُرُ الْمَوْتُ۔	بدترین عذر وہ ہے جو بحالتِ نزع کیا جائے۔
وَشَرُّ النَّدَامَةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔	روزِ قیامت کی ندامت سب سے بدتر ہے۔
وَمِنَ النَّاسِ مَنْ لَا يَأْتِي الْجُمُعَةَ اِلَّا دُبُرًا۔	بعض لوگ جمعہ پڑھنے آتے ہیں۔ مگر اُن کے دل پیچھے لگے رہتے ہیں
وَمِنْهُمْ مَنْ لَا يَذْكُرُ اللّٰهَ اِلَّا هُجْرًا۔	اور بعض لوگ گاہے گاہے خدا کا ذکر کرتے ہیں۔
وَمِنْ اَعْظَمِ الْخَطَاءِ اللِّسَانُ الْكَذُوْبُ	جھوٹی زبان سب گناہوں سے بڑا گناہ ہے۔
وَخَيْرُ الْغِنٰى غِنَى النَّفْسِ۔	استغناء بڑی دولت ہے۔
وَخَيْرُ الزَّادِ التَّقْوٰى۔	بہترین توشہ تقوٰی ہے۔
وَرَأْسُ الْحِكْمَةِ مَخَافَةُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ۔	خدا سے ڈرتے رہنا دانائی کا بھید ہے۔
وَخَيْرُ مَا وُقِرَ فِي الْقُلُوْبِ الْيَقِيْنُ۔	یقینی بات خوب دلنشین ہوتی ہے۔
وَالْاِرْتِيَابُ مِنَ الْكُفْرِ۔	شک پیدا کرنا کفر (کی علامت) ہے۔

وَالنِّيَاحَةُ مِنْ عَمَلِ الْجَاهِلِيَّةِ ۔ بین کرنا جاہلیت کی یادگار ہے ۔
وَالْغُلُوْلُ مِنْ حَرِّ جَهَنَّمَ ۔ خیانت کرنا جہنم کا سامان تیار کرنا ہے ۔
وَالسُّكْرُ كَيٌّ مِنَ النَّارِ ۔ بدمست ہونا آگ میں جلنا ہے ۔
وَالشِّعْرُ مِنْ اِبْلِيْسَ ۔ (بیہودہ) شعر گوئی شیطانی کام ہے ۔
وَالْخَمْرُ جُمَّاعُ الْاِثْمِ ۔ شراب تمام گناہوں کا مجموعہ ہے ۔
وَشَرُّ الْمَاٰكِلِ مَاٰكَلُ مَالِ الْيَتِيْمِ ۔ یتیم کا مال کھا جانا بدترین روزی ہے ۔
وَالسَّعِيْدُ مَنْ وُعِظَ بِغَيْرِهٖ ۔ سعادت مند دوسروں سے عبرت پکڑتا ہے ۔
وَالشَّقِيُّ مَنْ شَقِيَ فِيْ بَطْنِ اُمِّهٖ ۔ بدبخت ماں کے پیٹ میں ہی بدبخت ہوتا ہے ۔
وَاِنَّمَا يَصِيْرُ اَحَدُكُمْ اِلٰى مَوْضِعِ اَرْبَعَةِ اَذْرُعٍ ہر شخص کو چار ہاتھ زمین (قبر) میں جانا ہے ۔
وَالْاَمْرُ اِلَى الْاٰخِرَةِ ۔ کام کا انجام دیکھنا چاہئے ۔
وَمِلَاكُ الْعَمَلِ خَوَاتِمُهٗ ۔ عمل کا مدار انجام پر ہے ۔
وَشَرُّ الرُّؤْيَا رُؤْيَا الْكَذِبِ ۔ جھوٹا خواب بدترین خواب ہوتا ہے ۔
وَكُلُّ مَا هُوَ اٰتٍ قَرِيْبٌ ۔ ہر آنیوالی چیز قریب ہے ۔
وَسِبَابُ الْمُؤْمِنِ فُسُوْقٌ ۔ مومن کو گالی دینا فسق ہے ۔
وَقِتَالُهٗ كُفْرٌ ۔ اور اس سے لڑنا کفر کی علامت ہے ۔
وَاَكْلُ لَحْمِهٖ مِنْ مَعْصِيَةِ اللّٰهِ ۔ مومن کی غیبت کرنا اللہ کی معصیت ہے
وَحُرْمَةُ مَالِهٖ كَحُرْمَةِ دَمِهٖ ۔ مومن کا مال اس کی جان برابر محترم ہے ۔
وَمَنْ يَتَاَلَّ عَلَى اللّٰهِ يُكَذِّبْهُ ۔ جو خدا سے استغنا کرتا ہے خدا اسے جھٹلاتا ہے ۔
وَمَنْ يَّغْفِرْ يُغْفَرْ لَهٗ ۔ جو لوگوں کی عیب پوشی کرتا ہے خدا اسکی عیب پوشی کرتا ہے
وَمَنْ يَعْفُ يَعْفُ اللّٰهُ عَنْهُ ۔ جو معافی دیتا ہے خدا اُس کو معاف کرتا ہے ۔
وَمَنْ يَكْظِمِ الْغَيْظَ يَاْجُرْهُ اللّٰهُ ۔ جو غصہ پی جاتا ہے خدا اس کو اجر دیتا ہے ۔
وَمَنْ يَّصْبِرْ عَلَى الرَّزِيَّةِ يُعَوِّضْهُ اللّٰهُ ۔ جو نقصان پر صبر کرتا ہے خدا اسکو عوض دیتا ہے ۔
وَمَنْ يَّتَّبِعِ السُّمْعَةَ يُسَمِّعِ اللّٰهُ بِهٖ ۔ جو لوگوں کے عیوب پھیلاتا ہے خدا اسکو رسوا کر دیتا ہے*

وَمَنْ یَصْبِرْ یُضَاعِفِ اللّٰہُ لَہٗ ۔ صابر کو خدا دُگنا اجر دیتا ہے ۔

وَمَنْ یَعْصِ اللّٰہَ یُعَذِّبْہُ اللّٰہُ (زاد المعاد ج ۲ صفحہ ۲۶۴) نافرمان کو خدا عذاب دیتا ہے ۔

پھر تین دفعہ استغفار پڑھ کر آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے خطبہ ختم فرمایا ؛

یارِ وطن سے خطاب

از جناب عبد الحمید صاحب معراج منزل لاہور

اے یارِ وطن! یہ تو بتا کیا ہے کہ تجھ کو ۔۔۔ ہے گائے سے اُلفت تو مسلماں سے عداوت

ہیں اَور بھی اقوام کئی ہند میں آباد ۔۔۔ لیکن ہے تجھے محض مسلماں سے شکایت

تو اُس کو سمجھتا ہے رذیل اور کمینہ ۔۔۔ ہیہات! تجھے بھول گئی اُس کی نجابت

کر عہدِ گذشتہ کا ذرا دِل میں تصوّر ۔۔۔ کی سات صدی تک تری مسلم نے حفاظت

ٹوڈر کو کبھی خدمتِ مغلیہ پہ تھا فخر ۔۔۔ چبھتی ہے تجھے آج مسلماں کی وزارت

اے کاش! کہ دیکھے تو عروج اپنی نظر سے

اُس سر کا کہ جس پر ہے ترا پائے حقارت

آہ شاعرِ مشرق!

از جناب بدیر نذر ہاشمی صاحب ڈھولنوال ضلع لاہور

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما

۲۱ اپریل ۱۹۳۸ء کی صبح صرف مسلمانانِ لاہور ہی کے لئے نہیں بلکہ تمام دنیائے اسلام کے لئے ایک عجیب کیفیت کی حامل تھی۔ اس بدشگون اور بے برکت صبح کو وہ بیباک دل جس نے انسان کو غیر اللہ کی چوکھٹ سے بے نیاز کر دیا۔ وہ بے باک دل جو آزادی و حریت کے لئے بیقرار رہا۔ اور وہ بیباک دل جس نے کامل تیس برس تک لاہور میں علم و حکمت کے اسرار کا انکشاف کیا۔ آخر امتِ مرحوم کے غم میں دھڑکتا ہوا کشمکشِ حیات سے آزاد ہو کر دفعتہً خاموش ہو گیا۔ وہ علم و ادب کا آفتاب جس نے اپنی زرّین شعاعوں سے خطۂ مشرق کو منور کر دیا۔ ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ہ

ایسے وقت میں جب کہ دنیا کے مسلمان سیاسیات کے ایک پیچیدہ اور نازک دور سے گذر رہے ہیں علامہ اقبال ایسی شخصیت کی موت ایک صدمۂ جانکاہ ہے۔ جسے ہندوستان کا بچہ بچہ محسوس کر رہا ہے۔ کیونکہ علامہ موصوف کی وفات سے اسلامی دنیا کو جو نقصان پہنچا ہے۔ صدیوں تک اس کی تلافی کا امکان نظر نہیں آتا۔

اقبال شاعر اور حکیم ہونے سے زیادہ حساس اور فرض شناس مسلمان تھا۔ اُس نے خود کئی بار فرمایا کہ "میں سب سے پہلے مسلمان ہوں اس کے بعد ہندوستانی"۔ اسلامی انتشار کے موقعہ پر جس شخص کے دل میں حقیقی درد پیدا ہؤا۔ اور اُس نے قوم کی سچی رہنمائی کی وہ علامہ مرحوم تھے۔ اس حکیمِ مشرق کی انگلیاں ہر وقت قوم کی نبض پر رہتیں۔ جس کی رفتار سے وہ معلوم کرتا رہتا کہ قوم اس وقت کون سے عارضے میں مبتلا ہے۔ اور اس کی فلاح کیلئے کون کون سے اقدام اُٹھانے کی ضرورت ہے۔ اقبال یہ دیکھ رہا تھا کہ مسلمان دم توڑ رہا ہے۔ لیکن اس کی فطرت کو یہ گوارا نہ تھا۔ کہ وہ اُسے آخری سانس لیتا دیکھے۔ اس نے دیکھا کہ مسلمان اپنا اقتدار کھو چکا ہے۔ اُسکا وقار مفقود ہو گیا ہے۔ اور تقاضائے عمل کا جذبہ اُس کے دل میں نہیں رہا۔ وہ اہلِ اسلام کی ناگفتہ بہ حالت کو

دیکھ کر بارگاہِ ایزدی میں گڑگڑاتا ہے۔ اور دُعا مانگتا ہے ؎

شیرازہ ہوا ملّتِ مرحُوم کا ابتر ۔۔۔ اب تو ہی بتا تیرا مسلمان کدھر جائے

امتِ مرحوم کی حفاظت کے عوض وہ خود ہر قسم کی تکلیف کو برداشت کرنے کے لئے تیار تھا۔ وہ مئے کہن کا متلاشی اور تہذیبِ مشرق کا جویا فردا کو امروز کے آئینے میں دیکھنا چاہتا تھا۔ اقبالؔ مشرق کیا ساری دنیا کو اسلامی رنگ میں دیکھنے کا آرزومند تھا۔ لیکن اُس کے پیشِ نظر موجودہ مسلمان اور صحیح مسلمان میں زمین و آسمان کا فرق تھا۔ اُس کی سب سے بڑی خواہش یہ تھی کہ مسلمان صرف مسلمان ہی نہیں بلکہ مردِ مومن بننے کی کوشش کرے محض لاالہٰ کہہ لینے سے کچھ حاصل نہیں۔ چنانچہ ایک جگہ فرماتے ہیں ؎

خرد نے کہہ بھی دیا لآ الٰہ تو حاصل ۔۔۔ دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

وہ مسلمان کی کمزوریوں اور لغزشوں کو دیکھتا تو اس کا کلیجہ مُنہ کو آتا۔ وہ جانتا تھا کہ مسلمان ایک شاندار ماضی رکھتا ہے۔ اس لئے وہ چاہتا تھا کہ اس کے مستقبل میں بھی وہی درخشانی پیدا ہو۔ اس مصلحِ اعظم نے مسلمان کو اپنی ذات کے قریب آنے کی باربار دعوت دی۔ اس پیکرِ حُرّیت نے درسِ عمل سے لوگوں کے دِلوں کو گرمایا۔ انہیں حقیقت سے آشنا کیا۔ اور بتایا کہ مردِ مومن کی صحیح تعریف کیا ہے۔ فرماتے ہیں ؎

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم ۔۔۔ رزمِ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

اقبالؔ قوم کے نوجوانوں کو دین و مذہب سے بیگانہ سہل انگاری اور نقش کی زندگی بسر کرتے دیکھتا۔ تو اُس کے رُخساروں پر حسرت و افسوس کے آنسو رواں ہو جاتے۔ پھر وہ مردِ قلندر اپنی درویشانہ زندگی کو فرزندانِ تہذیبِ حاضر کے سامنے مثال کے طور پر پیش کرتا ہے۔ اور اُن سے پُکار پُکار کر کہتا ہے ؎

ترے سوفے ہیں افرنگی ترے قالین ایرانی ۔۔۔ لہو مجھ کو رُلاتی ہے جوانوں کی تن آسانی
امارت کیا شکوہِ خسروی ہو تو کیا حاصل ۔۔۔ نہ زورِ حیدری تجھ میں نہ استغنائے سلمانی

پھر اُنہیں پیغامِ حیات دیتے ہوئے کہتا ہے۔ کہ حوادثِ دہر ہر آن تمہیں مٹانے کے درپے ہیں۔ خنجر بدست اور سر بکف ہو کر میدانِ عمل میں نکلو۔ اور اُن کے مقابلے میں ڈٹ جاؤ۔ پھر نونہالانِ قوم کی آتشِ غم میں جلنے والا اپنے دل کی گہرائیوں سے کس طرح کہتا ہے ؎

نہیں تیرا نشیمن قصرِ سلطانی کے گنبد پر ۔۔۔ تو شاہیں ہے بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں پر

یا دوسرے الفاظ میں ایک اور جگہ فرماتے ہیں ؎

اس قوم کو شمشیر کی حاجت نہیں رہتی
ہو جس کے جوانوں کی خودی صورتِ فولاد

اقبالؔ اپنے پہلو میں قلبِ سلیم رکھتا تھا۔ اور اُس کے قلب میں ہمیشہ جذبات و احساسات کا دریا موجزن رہتا۔ جو دل میں ہوتا وہی زبان پر یہی وجہ ہے۔ کہ اُس کے کلام میں سوز ہے۔ اور اُس کے اشعار میں سحر ہے۔ اس کی بلند پروازی اور جاذبیت کی وجہ سے مسلمان تو کیا دیگر اقوام کے فہمیدہ لوگ بھی اسے قابل ہزار توصیف سمجھتے تھے۔ مسلمان کیا ایشیا کا کوئی فرد بشر بھی آپ کے احسانات سے سرتابی نہیں کر سکتا۔

اقبالؔ مغربیت اور فرنگیت کا سب سے بڑا دشمن تھا۔ وہ جانتا تھا۔ کہ انگریز کتنا بھی فرشتہ سیرت ہو لیکن مسلمان سے اس کا سلوک وہی رہے گا۔ جو سیواجی کا افضل خان سے رہا ؛

علامہ ممدوح ایک زبردست فلاسفر اور مفکرؔ ہونے کے علاوہ پرلے درجے کے ظریف تھے گو اُن کے کلامؔ میں ظریفانہ جھلک سوائے اُن چند اشعار کے جو کہ اُنہوں نے اکبرالہ آبادی کے رنگ میں لکھے ہیں کہیں نظر نہیں آتی۔ لیکن خانگی زندگی میں مرحوم مجسمۂ شرافت تھے ؛

سر شہاب الدین سے تو آپ کی اکثر چھیڑ چھاڑ رہتی۔ ایک دفعہ علامہ صاحب کسی مقدمے کے ضمن میں ایک وکیل کی حیثیت سے پیش ہوئے۔ تو جج نے پوچھا:-

Who is Pleading the Case

(مقدمے کی پیروی کون کر رہا ہے)

سر شہاب الدین پاس ہی بیٹھے تھے۔ کہنے لگے۔

A Knight Sir

ایک نائٹ (سر کے خطاب والے) جناب۔

حضرت اقبالؔ کی شوخیٔ طبع سے نہ رہا گیا۔ جھٹ بول اُٹھے:-

He too is a night Sir but without "K"

(جناب یہ بھی نائٹ ہیں۔ مگر حرف K کے بغیر۔ یعنی رات)

اسی طرح اتفاق سے ایک روز پھر چوہدری شہاب الدین صاحب سفید سوٹ پہنے ہوئے علامہ صاحب کے ہاں تشریف لے آئے۔ صرف چہرہ ہی نظر آ رہا تھا۔ مرحوم انکو دیکھ کر ہنس پڑے۔ اور ظریفانہ لہجہ میں فرمایا۔ "چوہدری

صاحب آپ تو بالکل بجھے ہوئے سگرٹ معلوم ہوتے ہیں ۔

گذشتہ اپریل کو ہمارے اتالیق پروفیسر قبلہ حمید احمد خاں صاحب قبلہ ڈاکٹر سعید اللہ اور پروفیسر عبدالواحد صاحبان کے ہمراہ ڈاکٹر صاحب سے ملنے کے لئے تشریف لے گئے۔ دورانِ گفتگو میں علامہ صاحب فرمانے لگے۔ کہ ایکدفعہ مجھے "الحمرا" کے ایوانوں میں جانے کا اتفاق ہوا۔ میں نے جس طرف نگاہ اٹھائی "ہو الغالب" ہی لکھا ہوا نظر آیا۔ میں نے دل میں خیال کیا کہ یہاں تو ہر جگہ خدا ہی خدا غالب ہے کہیں انسان غالب نظر آئے تو بات بھی ہو۔ پروفیسر ڈاکٹر سعید اللہ صاحب کے استفسار پر کہ دلی کی جامع مسجد کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے ؟ علامہ موصوف فرمانے لگے۔ کہ وہ بچاری تو ایک بیگم ہے"۔ اسی طرح ایک دن قیام میکلوڈ روڈ کے دنوں میں اپنی کوٹھی کے صحن میں تشریف فرما تھے۔ کہ ایک فقیر نے آکر آپ کے پاؤں دبانے شروع کر دیئے۔ آپ نے اُس سے اس کی وجہ دریافت کی۔ فقیر نے جواب میں بتایا کہ سیالکوٹ میں میرے پیر و مُرشد نے فرمایا ہے۔ کہ ہم نے علاقہ لاہور کا اقبال کو مردِ قلندر مقرر کر دیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب مُسکرائے۔ اور کہنے لگے۔ کہ مجھے تو ابھی تک اطلاع نہیں ملی۔ شاید پیر صاحب نے تم سے کہدیا ہو۔ اسی اثنا میں آپ کے گہرے دوست خان صاحب چوہدری محمد حسینؒ صاحب تشریف لے آئے۔ اور سر سکندر حیات کے متعلق کچھ گفتگو شروع کر دی۔ علامہ ایک ہلکی سی مُسکراہٹ کے ساتھ فرمانے لگے۔ "دیکھو بھئی اسکندری وندری کو چھوڑو آجکل تو قلندری کی باتیں ہوا کریں گی"۔

جناب رسولِ مقبولؐ سے جو والہانہ محبت اس مردِ قلندر کو تھی۔ اس کا اندازہ اس کی نعت گوئی سے بآسانی لگایا جا سکتا ہے۔ جس وقت بھی رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک زبان پر آتا۔ اس شکوہ گوئے ملت پر ایک رقت و وجد کا عالم طاری ہو جاتا۔ توحید و وحدانیت کا سبق آپ کے کلام کا جزوِ اعظم ہے۔ حال ہی میں آپ نے حاجی محمد رمضان صاحب عطائی ایم۔ اے، ایم۔ او۔ ایل کو لکھنؤ میں خط لکھا۔ جس میں انہیں یہ غیر مطبوعہ رباعی لکھ کر بھیجی ؎

تو غنی از ہر دو عالم من فقیر   روزِ محشر عذر ہائے من پذیر
در حسابم را تو بینی ناگزیر   از نگاہ مصطفٰے پنہاں بگیر

علامہ مرحوم اپنی ۶۲ سالہ زندگی کے نچوڑ فلسفہ کی متعدد تصانیف کے علاوہ اردو فارسی اشعار کا بہت بڑا ذخیرہ چھوڑ گئے ہیں۔ جو ہمارے لئے ایک ابدی و سرمدی ورثہ ہے۔ ان دنوں آپؒ "مطالعہ قرآنِ کریم" پر

ایک کتاب لکھ رہے تھے۔ لیکن افسوس کہ موت کے بے رحم ہاتھوں نے اس کام کو مکمل نہ ہونے دیا۔ اور مسلمان اس نعمتِ غیر مترقبہ سے محروم رہ گئے۔

گذشتہ تین سال سے آپ کو دمہ کا عارضہ ہوگیا تھا۔ جس سے آپ کی صحت روز بروز روبہ تنزل تھی۔ اور آخری ایام میں موتیا بند اُتر آنے کی وجہ سے آپ کی بصارت بھی ضائع ہو چکی تھی۔ اس کے باوجود بھی آپ کے عقیدتمندوں کو قطعًا یہ خیال نہ تھا۔ کہ علامہ موصوف اس قدر جلد انہیں داغِ مفارقت دے جائینگے اس کا سب سے بڑا سبب یہ تھا۔ کہ آخری وقت تک بھی آپ کا دماغ فلسفہ اور حکمت کی موشگافیوں میں مصروف رہا۔ اور آخری دم تک یہ رازدانِ فطرت اور ترجمانِ حقیقت حقائق و معارف کے دریا بہاتا رہا۔ دورانِ علالت میں یہ شعر اکثر وِردِ زبان رہتا ہے

نشانِ مردِ مومن با تو گویم
چو مرگ آید تبسّم برلبِ اوست

وفات سے ایک دو روز پہلے آپ کے ایک دیرینہ جرمن دوست عیادت کے لئے تشریف لائے گفتگو کے دوران میں آپ نے اُس سے متذکرہ بالا شعر کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا:۔

"میں مسلمان ہوں۔ اور مسلمان موت سے نہیں ڈرتا۔ جس وقت بھی موت آئے گی۔ میں خندہ پیشانی سے اُس کا استقبال کروں گا"۔

راجہ حسن اختر صاحب بی۔ اے۔ پی۔ سی۔ ایس جنہیں مرحوم سے حد درجہ عقیدت تھی۔ ۲۰ر اور ۲۱ر اپریل کی درمیانی شب کو وہیں "جاوید منزل" پر ہی رہے صبح ۳ ½ بجے کے قریب جب کہ ڈاکٹر صاحب کی حالت بگڑنی شروع ہوگئی۔ تو اُن کے ملازم علی بخش نے راجہ صاحب کو جگایا۔ راجہ صاحب بھاگے ہوئے علامہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ شہنشاہِ سخن نے انہیں حسرت بھری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔" راجہ صاحب! جائیے اور حکیم صاحب کو جلد بُلا لائیے۔ میری حالت بد سے بدتر ہو رہی ہے"۔

راجہ حسن اختر۔ حضرت تھوڑی ہی دیر ہوئی ہے۔ کہ وہ یہاں سے اُٹھ کر گئے ہیں۔ اب آرام فرما رہے ہونگے۔ ذرا سویرا ہو لینے دیجئے۔ اُنہیں بُلا لاؤں گا۔

اقبال۔ آہ اب حکیموں اور ڈاکٹروں نے بھی جواب دے دیا ہے

سرودِ رفتہ باز آید کہ ناید — نسیمے از حجاز آید کہ ناید

سر آمد روزگارے ایں فقیرے دگر دانائے راز آید کہ ناید

یہ الفاظ آپ کا آخری پیغام تھا۔ راجہ صاحب نے جب آپ کی حالت دگرگوں دیکھی۔ تو فوراً حکیم محمد حسن صاحب قرشی کے پاس پہنچے۔ لیکن اُن کے واپس آنے سے پیشتر ہی رحمتِ الٰہی نے اس شاعرِ مشرق کی روح کو اپنی آغوش میں لے لیا۔ اِنّا للّٰہِ واِنّا اِلیہ راجعُون ٭

اس طرح سے مشرق کا سرمایۂ عزّ و افتخار اس دُنیا سے چل بسا۔ خصوصاً ایسے وقت جبکہ سفینۂ ملّت حوادثِ دہر کی متلاطم موجوں کے تھپیڑوں سے محض کشتیٔ شکستہ بن چکا تھا۔ اقبال کا قوم کے ہاتھوں سے چِھن جانا واقعی ایک ناقابلِ تلافی نقصان ہے ٭

افسوس! کہ ہم اقبال اور اُس کی بلند و بالا شخصیت کو نہ سمجھ سکے۔ اور سمجھا بھی تو اس کی قدر نہ کی۔ وہ جس مشن کی تکمیل کے لئے پیدا ہوا تھا۔ اختلافات کے تند و تیز جھونکوں کے باوجود بھی اُسے کر گیا۔ وہ اپنے پیچھے لاکھوں دردآشنا اور پُرسوز دل چھوڑ گیا ہے۔ جو اس کی عدم موجودگی میں امتِ مرحوم کے قلوب میں حیات و حرارت کے جذبات کو بیدار کرتے رہیں گے۔ گو اس فخرِ ملّت کی ظاہری شکل آج ہماری آنکھوں سے اوجھل ہو گئی ہے۔ لیکن روحانی طور پر اس کا فیضان جاری ہے۔ جب تک زمانہ رہے گا اس فیلسوفِ یگانہ اور حکیم نکتہ سنج کی یاد لوگوں کے دلوں میں قائم رہے گی۔ ع

مت سمجھ مردہ اُسے وہ زندہ جاوید ہے

علم و ادب کا آفتاب یعنی اقبالِ قوم

(از جناب قاضی محمد دلیر صاحب ظہیر نیازبیگی۔ ضلع لاہور)

آج کیوں دُنیا میں ہر اک سُو اُداسی چھا گئی
ملتِ بیضا کے گھر میں کیا قیامت آگئی

آہ کیونکر بن گئی ماتم کدہ بزمِ جہاں
آہ کس صدمے سے عالم میں اُٹھا شور و فغاں

چھپ گیا ہاں آج وہ علم و ادب کا آفتاب
پیش کر سکتی نہیں دُنیا کوئی جس کا جواب

قلبِ انساں کو منور کر گیا جس کا کلام
ہے بہت اُونچا تخیل سے مرے اُسکا مقام

جس کے سوزِ قلب نے مسلم کا خوں گرما دیا
جس کے نورِ علم نے ایمان کو چمکا دیا

آہ وہ خاموش ہو کر رہ گیا سازِ حیات
جس کے اعجازِ تکلم سے کھلا رازِ حیات

کیا تجھے معلوم ہے اے مادرِ ہندوستان
اُٹھ گیا دُنیا سے اب تیرا حقیقی پاسبان

آہ تیرے گلستاں کا بلبلِ شیریں زباں
کر گیا پرواز کیونکر اب سوئے باغِ جناں

چل بسا اے اُمتِ مرحوم تیرا غمگسار
کون ہوگا اب ترے غم میں جہاں میں اشکبار

آہ اے اقبال حق آگاہ اے روشن ضمیر
اے کہ تیری یاد دل تک کو مرے دیتی ہے چیر

تو گیا ہے زندگی اپنی فقیری میں گزار
اُس فقیری میں کہ شاہی جس پہ ہوتی ہے نثار

آج اس ظلمتکدہ اس عالمِ ناشاد سے
ہم سیہ بختوں کی بستی ہے غلام آباد سے

اے سراپا عزتِ حق مسلمِ عالی وقار
لے گئی تجھ کو اُٹھا کر رحمتِ پروردگار

گو بظاہر اب تجھے دُنیا نہ دیکھیگی کہیں
حشر تک لیکن رہیگا تُو ہر اک دل میں مکیں

کوائف و لطائف

از جناب مرزا عزیز صاحب فیضانی (دارا پوری)

پنجابی زمینداروں کے قرض کی "کوائفی" بوقلمونیاں

(۱)

پچھلے مہینے آنریبل چوہدری سر چھوٹو رام وزیر ترقیات پنجاب نے جہلم میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ پنجاب کے زمینداروں کا قرضہ قریباً ۲ ارب روپیہ ہے۔ اور اس کی تعداد د مقدار کا اندازہ آپ نے زمینداروں کی استعداد فہم کے مطابق یوں سمجھایا۔ کہ "اگر ایک گڈّے (بیل گاڑی) میں ۲۵ من روپے لادے جائیں۔ اور ایسے سینکڑوں گڈّے روپیوں سے لدے ہوئے بغیر بیل جوتے ایکدوسرے کیساتھ ملا کر کھڑے کردئے جائیں۔ اور جہلم سے لیکر لاہور تک گڈّوں کی ایک قطار بندھ جائے۔ تب ۲ ارب روپیہ پورا ہو سکتا ہے"

(۲)

اب گو راقم الحروف عبرت کے رنگ میں اپنی کتاب "فتنہ رسومات" میں اس قرضہ کا اندازہ بتا چکا ہے مگر قارئین "کوائف" کو سمجھانے کے لئے "کوائفی" انداز میں بھی کچھ کہنے کی ضرورت ہے۔ لہٰذا سُنئے اور غور سے سُنئے کہ یہ قرضہ کیا چیز ہے ؛

(۳)

یہ دو ارب روپیہ اگر ہندوستان کی ساری آبادی پر فی کس تقسیم کیا جائے۔ تو ہر متنفّس کے حصّے میں چھ چھ روپے آسکتے ہیں۔ مگر اسے چھوڑئے۔ یہ کچھ عجیب اتفاق ہے۔ کہ جس قدر یہ قرضہ ہے اسی قدر دُنیا کی آبادی ہے۔ اس لئے ایک ایک روپیہ سب کو مل سکتا ہے۔ اگر کچھ آدمی بچ بھی رہیں۔ تو کچھ ماہ کے بعد سُود سے اُن کو حصہ مل سکتا ہے۔ کیونکہ سُود بھی پنجاب کے بنئے کا سُود ہے۔ جو چھلانگیں لگاتا ہوا آگے بڑھتا جاتا ہے ؛

(۴)

اگر آدم سے آج تک دنیا کی عمر قریبًا ساڑھے چھ ہزار سال تسلیم کر لی جائے۔ اور اُدھر بموجب حدیث کہ "آج سے سو سال بعد موجودہ آدمیوں میں سے کوئی زندہ نہ رہے گا" سو سو سال بعد ایک آبادی کا خاتمہ مان لیا جائے تو یہ قرضہ شروع دنیا سے آج تک زندہ اور مُردہ سب آدمیوں پر فی کس ایک پیسہ کے حساب سے تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ اور چونکہ پہلے آبادی کم تھی۔ بعد کو زیادہ ہوئی۔ اس لئے پہلی بچت سے قیامت تک کی آنے والی نسلوں کو بھی شامل کیا جا سکتا ہے۔ والقیامۃ قریبٌ ٭

(۵)

ہندوستان میں ریل کی سب سے لمبی سڑک پر جو پشاور سے منگلور تک ہے۔ یہ قرضہ ۱۲ روپیہ فی انچ کے حساب سے بچھایا جا سکتا ہے گویا وہ چاندی کی سڑک ہو جائے۔ اور این۔ ڈبلیو۔ آر۔ کی ساری سڑکوں پر ۵ فی انچ کے حساب سے روپے مڑھ دیئے جا سکتے ہیں ٭

پھر اگر ان روپوں کے پیسے بنا لئے جائیں۔ تو جمعراتیں چھوڑ کر کہ اُسدن یوں بھی خیرات کے پیسے دھیلے عمومًا بھنگ چرس پینے اور افیم کھانے والوں میں بٹتے رہتے ہیں۔ باقی سال بھر تک روزانہ اس ریل کی ساری پٹڑیوں پر پیسہ پیسہ جوڑ کر رکھا جا سکتا ہے۔ تاکہ گاڑی گذر کر انہیں پامال کر سکے۔ ضائع ہونے کا غم نہیں۔ کیونکہ دو ارب قرضہ کا روپیہ بھی زیادہ تر شادی و ختنہ کی غیر شرعی اور مشرکانہ رسومات پر برباد ہی ہؤا تھا۔ نیز یہ قرضہ بھی بہت حد تک سود ہی کی پیداوار ہے۔ جسے یمحق اللّٰہ الربٰوا کے بمصداق اگر گاڑی کچل دے تو کیا ہے ٭

(۶)

اگر ہندوستان میں اس قرضہ کی ادائیگی کیلئے ایک فنڈ (چندہ) کھولا جائے اور یہ قرار دیا جائے کہ ہر گھر (جو اوسطًا چار افراد کا ہو) روزانہ اس فنڈ میں آدھ پاؤ آٹا علیحدہ کر دیا کرے۔ تو اس چندہ کو پورا ہونے تک ۹ سال لگ جائیں گے۔ بشرطیکہ خود پنجاب کے قریبًا ۱۷ لاکھ گھرانے بھی آٹا جمع کرتے رہیں۔ پھر یہ بھی جبھی ہوسکیگا کہ آئندہ سود بند ہو جائے۔ ورنہ قیامت تک چندہ پورا نہ ہوسکیگا ٭

مگر مصیبت یہ ہے۔ کہ پنجاب کے گھرانے تو خود مقروض ہیں۔ اور جو لوگ معاملہ زمین بھی ادا نہیں کر سکتے۔ وہ آدھ پاؤ آٹا کہیں سے قرض لے کر خود کھائیں گے یا علیحدہ کر دینگے۔ پس لامحالہ باقی ہندوستان ہی

کو کوشش کرنی پڑے گی۔ اور اس صورت میں مزید چھ ماہ لگ جائینگے ؛

(۷)

البتہ اگر تمام دنیا اس خیرات فنڈ میں شامل ہوجائے تو یہ کام صرف ۴ ماہ میں سرانجام پذیر ہوسکتا ہے۔ مگر تمام دنیا کو ہم سے ہمدردی ہوجائے۔ ایں خیال است و محال است و جنوں۔ نہ نو من تیل ہوگا نہ رادھا ناچے گی ؛

(۸)

یوں نہیں۔ تو چلئے اس دو ارب روپیہ کا کوئی اَور مصرف تلاش کریں۔ یادگار کے طور پر اگر عجائباتِ دُنیا میں اضافہ کرنا ہو۔ تو سدِ سکندری کے مقابلے میں کہ وہ صرف پتھر مٹی کی ہے، ان روپوں سے ایک دیوار سیمیں کھڑی کی جاسکتی ہے۔ جو ایک فٹ چوڑی اور چھ فٹ اونچی ہوگی۔ اور ایک نہیں دو نہیں پورے ½۴ میل لمبی ہوگی۔ یا اس سے کسی ایسے شہر کی فصیل بنا لیجئے جو ⅛۱ میل مربع ہو ؛

یا اگر زمینداروں کا فائدہ مقصود ہے۔ تو قریبًا کسی سوا چار ہزار بیگھہ زمین یعنی ۸۳ مربعوں کے چاروں طرف ایسی ہی ۴ فٹ اونچی چاندی کی باڑ تیار ہوسکتی ہے۔ ایسی باڑ والا کوئی زمیندار اوروں سے یہ یقینًا کہہ سکیگا۔ کہ "تم میرے سامنے کیا زبان ہلا سکتے ہو۔ کیا تمہاری زمینوں کے گرد چاندی کی باڑ ہے"؟

(۹)

ان روپیوں کا اڑہائی فٹ مربع مینار ۲۹۱۴۱ فٹ یعنی کوہ ہمالیہ کی بلند ترین چوٹی ایورسٹ جتنا بلند تیار ہوسکتا ہے۔ اس لحاظ سے یہ قرضہ دنیا بھر میں لاثانی ہوجائے گا۔ اور اب بھی لاثانی تو ہے۔ پھر البتہ وہ کوہ ہمالیہ کی ہمسری کا دعویٰ کرسکے گا ؛

(۱۰)

اگر ان روپیوں کا فرش تیار کیا جائے۔ تو اس کا رقبہ سوا بائیس لاکھ مربع گز ہوگا۔ یعنی قریبًا ۵۰۰ اگز مربع زمین یا ۳۰ فٹ چوڑی اور ۱۲۲ میل لمبی سڑک چاندی سے مڑھی جاسکتی ہے۔ جو دُنیا کے عجائبات میں شمار ہوسکے گی۔ کیونکہ دولتمند سے دولتمند ممالک میں بھی زیادہ سے زیادہ ربڑ کی سڑکیں تیار ہوسکی ہیں۔ مگر یہ مقروض مفلس و قلاش اور غلام ملک چاندی کی اتنی لمبی سڑک تیار کرسکے گا ؛

(۱۱)

غالباً قطب مینار جیسے تین اور سراسر روپیوں کے مینار اس قرضہ کی رقم سے تیار ہو سکتے ہیں۔ گویا قطب الدین ایبک کی خواہش جو اس کی زندگی میں پوری نہ ہو سکی موت کے بعد پوری ہو جائے گی۔ کہ مسجد کے چار ایسے ہی مینار بنیں۔ پھر لطف یہ کہ مینار بھی اُتنے ہی بڑے اور چاندی کے بھی۔ یعنی چُپڑی چُپڑی اور دو دو بلکہ تین تین ؛

پس کیا کیا خوبیاں اور برکتیں اس دو ارب روپیہ قرضے کی جھٹلاؤ گے تم ؟

دربارِ حبش میں حق کی پہلی آواز

از جناب حافظ نذیر احمد صاحب نگینوی ایچ۔ بی، ایچ۔ یو۔ محمد نگر۔ لاہور

اگر آپ نے اسلامی تاریخ، سیرت نبوی یا اسوۂ صحابہ کرامؓ کا مطالعہ کیا ہوگا۔ تو آپ اس حقیقت سے ہرگز ناآشنا نہ ہونگے۔ کہ اسلام کے ابتدائی زمانہ میں مسلمانوں پر جو جو ظلم و ستم کیے گئے وہ ایک عام انسان کیلئے قابل برداشت نہ تھے۔ صحابہ کرامؓ کے علاوہ خود حضرت نبی کریمؐ (فداہ ابی و امی) پر جو جو سختیاں کی گئیں جس قسم کے جبر و استبداد سے اس مبارک ہستی کو ایذائیں پہنچائی گئیں۔ کیا وہ مناسب تھیں؟ کون سی تکلیف اُن کو نہیں پہنچائی گئی؟

آخری حد یہ ہے کہ خس و خاشاک، گرد و غبار اور نجاست کی بھری ہوئی ٹوکریاں اُن پر ڈالی گئیں۔ راستوں میں کانٹے بچھائے گئے۔ کمزوروں کو جہاں پایا مارا۔ غلاموں کو نصف النہار کے وقت تپتی ریت پر چت لٹا کر بھاری سلیں چھاتیوں پر رکھیں۔ مارا۔ کوٹا۔ جو کر سکتے تھے کیا۔ لیکن کسی نے بھی توحید اور رسالت کے اقرار سے منہ نہ موڑا۔ اور اعلائے کلمۂ حق سے ہرگز ہرگز خاموش نہ ہوئے۔

ہجرتِ حبشہ

آخر جب مظالم کی کوئی انتہا نہ رہی۔ تکالیف و ایذارسانی میں اضافہ ہی ہوتا گیا۔ تو جناب رسول کریمؐ نے مسلمانوں کو حبشہ کی طرف ہجرت کا مشورہ اور اجازت دے دی۔ چونکہ شاہ حبشہ (نجاشی) عادل اور نیک بادشاہ تھا۔ صحابہ کرامؓ نے ایک قافلہ کی صورت میں اور پھر فرداً فرداً مجبور ہو کر اپنے وطن مالوف کو خدا کی راہ میں بخوشی چھوڑ دیا۔ اور حبشہ میں ہجرت کی۔ وہاں ان ستم رانیوں سے پناہ ملی۔ آرام اور سکھ کی زندگی بسر کرنے لگے۔

کفّارِ عرب کے وفد کی روانگی

جب عرب کے جابروں کو معلوم ہوا۔ کہ مسلمانوں کو میٹھی نیند نصیب ہونے لگی ہے۔ تو اُن کے دلوں

پ لوٹنے لگے۔ آخر مشورہ کیا۔ اور ایک وفد منتخب کر کے حبشہ کی طرف روانہ کیا۔ تاکہ نجاشی شاہ حبش پر زور دے کر مسلمانوں کو پھر سے واپس کرایا جائے ؂

اس وفد میں عبداللہ بن ربیعہ اور عمرو بن عاص جیسے ہوشیار مدبر تھے۔ القصہ یہ وفد حبش پہنچا۔ دربار میں جانے سے پہلے پادریوں سے ملے۔ اور کہا کہ "ہماری قوم کے چند نوجوانوں نے اپنے آبائی مذہب کو چھوڑ کر نیا مذہب اختیار کر لیا ہے۔ جو صرف ہمارے ہی نہیں بلکہ آپ کے مذہب کے بھی خلاف ہے۔ اور ہم ان کی گرفتاری کے لئے آئے ہیں۔ اس لئے آپ لوگوں سے استدعا ہے۔ کہ جب ہم بادشاہ سے انکی واپسی کا مطالبہ کریں۔ تو آپ ہماری تائید کر دیں ؂

دربار میں باریابی اور درخواست

جب پادریوں نے وعدہ کر لیا۔ تو کفار قریش نے دربار میں جا کر تحف و تحائف بادشاہ کی نذر کئے۔ اور درخواست کی۔ کہ "ہمارے وطن کے ان نوجوانوں کو جنہوں نے آبائی مذہب چھوڑ کر ایک نیا مذہب اختیار کر لیا ہے۔ اور وہ ہمارے ہی نہیں تمہارے مذہب کے بھی خلاف ہے ہمارے حوالہ کر دیجئے"؂

پادریوں نے حسب وعدہ پُر زور تائید کی۔ اور بادشاہ کو یہی مشورہ دیا۔ کہ وہ انکو واپس کر دے ؂

نجاشی نے خفا ہو کر نہایت مدبرانہ جواب دیا۔ کہ مسلمانوں کے بارے میں خود تحقیق کر کے کوئی اقدام کروں گا۔ اگر ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ تم لوگ کہتے ہو۔ تو مجھے واپس کرنے میں کوئی عذر نہیں۔ ورنہ مسلمان آزادی سے ہماری پناہ میں رہیں گے ؂

مسلمانوں کی دربار میں طلبی اور اسلام کے متعلّق سوالات

چنانچہ اس امر کی تحقیق کے لئے نجاشی نے مسلمانوں کو دربار میں طلب کیا۔ مسلمانوں کے دلوں میں تشویش اور گھبراہٹ ہوئی۔ کہ دیکھئے کیا ہوتا ہے۔ آپس میں مشورہ کیا کہ اب کیا کریں۔ آخر یہی طے پایا۔ کہ حق کو نہ چھوڑا جائے۔ اور صداقت سے منہ نہ موڑا جائے۔ سب نے متفق ہو کر یہی کہا۔ کہ "نجاشی جو بھی سوال کرے۔ سچائی سے اُسکا جواب دے دیں۔ نتیجہ خدا کے ہاتھ میں ہے" ؎

باطل سے دبنے والے اے آسماں نہیں ہم ۔۔۔ سَو بار کر چکا ہے تو امتحاں ہمارا

مسلمان دربار میں پہنچے تو نجاشی نے سوالات کئے :-

۱۔ تمہارا مذہب کیا ہے ؟
۲۔ آبائی مذہب کیوں چھوڑا ؟
۳۔ تمہارے مذہب کے اصُول کیا ہیں ؟

مسلمانوں کی طرف سے حضرت جعفرؓ منتخب ہوئے۔ انہوں نے نہایت دلیری سے جوابی تقریر کی :-

حضرتِ جعفرؓ کی دلیرانہ تقریر اور اُسکا اثر

"اے بادشاہ ! ہم جاہل تھے۔ بُت پُوجتے۔ فواحش کا ارتکاب کرتے۔ مُردار کھاتے۔ ہمسایوں کے حقوق تلف کرتے اور زیردستوں پر ظلم وستم ڈھاتے تھے۔ ایسے ناگوار حالات میں خدائے تعالیٰ نے ایک ایسا رسولؐ مبعوث فرمایا۔ جس کے حالاتِ زندگی سے ہم پورے پورے واقف ہیں۔ جس کی عفت، صداقت اور امانت کے ہم قائل ہیں۔ اس کے نسب کو ہم جانتے ہیں ۔

اُس نے خدائے واحد کی طرف بُلایا اور اُس کی عبادت کی تلقین کی۔ بُتوں کی پرستش سے روکا۔ اخلاق کے بلند مقامات پر پہنچا دیا۔ سچ بولنا، امانت ادا کرنا، صلہ رحمی کرنا اور ہمسایوں کے حقوق کا ادا کرنا ضروری قرار دیا۔ حرام امور سے، خونریزی، فواحش، جھوٹ، یتیموں کا مال کھانے اور باعصمت عورتوں پر تہمت لگانے سے باز رکھا۔ نماز و روزہ کی تعلیم دی ۔

ہم نے اس کو مانا۔ اس پر ایمان لائے۔ صرف ان باتوں کے ماننے اور بُرائیوں کے چھوڑنے کے جُرم میں قوم ہماری دُشمن بن گئی۔ اور اس کی کوشش صرف یہ رہ گئی۔ کہ ہم خدا کی عبادت چھوڑ کر پھر سے بُتوں کی پُوجا شروع کر دیں"۔ (سیرۃ ابن ہشام جلد اوّل)

یہ پُراثر تقریر سُن کر نجاشی نے کہا۔ کہ اگر کلامِ خداوندی یاد ہو تو سُناؤ ۔

حضرت جعفرؓ نے کلام اللہ کی سورۂ کھیٰعص کا ابتدائی حصہ سُنایا۔ جس کو سُن کر تمام دربار اور خود بادشاہ بھی اس قدر رویا۔ کہ آنسوؤں سے ڈاڑھیاں تر ہو گئیں ۔

آخر نجاشی نے کفارِ مکہ کو صاف جواب دے دیا۔ کہ "مسلمان تمہارے حوالے نہیں کئے جا سکتے"۔

وفد کی ناکامی پر دوسری تدبیر

وفد کفار نے ناکام ہو کر پھر مشورہ کیا۔ کہ اب کیا کریں۔ اس طرح بے نیل مرام واپس جانا تو زیبا نہیں۔ ایک تدبیر سوچی۔ اور بادشاہ سے ایک دوسری درخواست کی۔ کہ مسلمانوں سے حضرت عیسیٰؑ کے متعلق ان کا عقیدہ معلوم کیا جاوے۔ کیونکہ وہ اُن کے متعلق گستاخانہ طرز یا الفاظ استعمال کرتے ہیں ؛

چونکہ مسلمان حضرت عیسیٰؑ کو خدا کا بندہ کہتے ہیں۔ اور عیسائی خدا یا خدا کا بیٹا سمجھتے ہیں۔ اس لئے وفد نے خیال کیا۔ کہ اس تدبیر سے یہ عیسائی بادشاہ مسلمانوں کے اس عقیدے کو سُن کر اُن سے بدظن ہو جائیگا۔ اور اُنہیں ہمارے حوالے کر دے گا ؛

نجاشی نے پھر مسلمانوں کو بلا کر معلوم کیا۔ کہ حضرت عیسیٰ کے متعلق تمہارا کیا عقیدہ ہے ؛

حضرت جعفرؓ کا بصیرت افروز جواب

حضرت جعفرؓ نے فرمایا۔ کہ ہمارے نزدیک قرآن کریم کی تعلیم کی رُو سے حضرت عیسیٰؑ خدا کے بندے، خدا کے رسول اور رُوح اللہ تھے ؛

یہ سن کر نجاشی نے کہا "تم سچ کہتے ہو (اور زمین سے تنکا اُٹھا کر کہا) کہ حضرت عیسیٰ مخلوق اور خدا کے بندے ہونے کی حیثیت سے اس تنکے سے ذرہ برابر بھی زیادہ نہ تھے ؛

پادری سخت برہم ہو کر آپس میں چہ میگوئیاں کرنے لگے۔ اور وفد مقصد پورا ہوئے بغیر واپس آ گیا۔

ہوتے سیرت سے ہیں مردانِ دلاور ممتاز
ورنہ صُورت میں تو کچھ کم نہیں شہباز سے چیل

کیا ہم کلمہ گو مسلمان بھی ایسی ہی تکلیفیں جھیلنے کو تیار ہیں۔ اگر خدانخواستہ کوئی دن ایسا آ جائے؟ کیا ہم ایمان رکھنے والے ضرورت کے وقت خدا کی راہ میں گھر بار چھوڑنے کو تیار ہیں؟ کیا ہم حقانیت اور سچائی ظاہر کرنے کے لئے اسی طرح تیار ہیں۔ جو نمونہ ان بزرگوں نے پیش کیا؟

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہ

آج مسلمان جس دور فتن و آلام میں سے گذر رہا ہے۔کیا کبھی آپ نے اس حقیقت ماہرہ پر غور کیا ہے کہ ایسا کیوں ہو رہا ہے۔اس کی واحد وجہ یہ ہے۔کہ ہم نے وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہ کا سبق بھلا دیا ہے ہم نے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات واجب الاذعان پر عمل پیرا ہونا چھوڑ دیا ہے۔بارہا علمائے ربانی نے اپنے پراثر مواعظِ حسنہ سے اور قومی درد رکھنے والے اخبارات و رسائل نے اپنی بر موقع اور حسب حال تحریرات کے ذریعہ ہماری توجہ اس طرف مبذول کرائی۔کئی ایک مفید تجاویز پیش کیں۔زریں اصول سامنے رکھے۔مدت کا بھولا ہؤا سبق یاد کراتے رہے۔اس خیال سے کہ شاید صبح کا بھولا ہؤا شام کو گھر آجائے۔ہمیں علامہ اقبال مرحوم ترجمانِ حقیقت کی زبان سے بتایا کہ ؎

یہ خاموشی کہاں تک لذتِ فریاد پیدا کر — زمیں پر تُو ہو اور تیری صدا ہو آسمانوں میں
نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے اے ہندوستاں والو — تمہاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں

مگر افسوس ہم نہ سمجھے۔ہمارے کان پر جُوں تک نہ رینگی۔ہم نے ایک کان سے سُنا اور دوسرے کان سے نکالدیا۔اس بے عملی اور سہل انگاری کا نتیجہ یہ ہؤا۔کہ ہم سے عمل کی توفیق سلب کر لی گئی۔یہی وجہ ہے۔کہ آج ان تغافل شعاریوں کے سبب ہمیں زندگی کے ہر شعبے میں ذلت و رُسوائی سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ہماری ہر آواز صدا بصحرا ثابت ہوتی ہے۔آج ہم احکام مذہب کو عملی جامہ پہنانے کی بجائے خود مذہب پر نکتہ چینی کرتے ہیں۔ہم میں سے ہر ایک اپنا حُسن اور دوسروں کے عیوب دیکھنے کا عادی ہو چکا ہے۔قوم کو مختلف امراضِ رُوحانی کا شکار دیکھ کر اس کے غم میں گھل رہے ہیں۔مگر اپنے آپ کو ہر مرض سے محفوظ و مصئون خیال کرتے ہیں۔دینی علوم کی الف۔بے سے واقف نہیں ہیں ؞

مگر ہم میں سے ہر ایک اپنے آپکو امام فخرالدین رازی خیال کئے بیٹھا ہے۔مذہب کے سادہ احکام پر فلسفیانہ مُونشگافیوں کا ملمع چڑھا کر اسے ناقابل ادراک بنانے میں کوشاں رہتے ہیں۔کیا آج مذہب اپنی سادگی کو خیرباد نہیں کہہ بیٹھا۔کیا مذہب کے معمولی مسائل کے متعلق بحث و مباحثہ کا دروازہ کھولکر باہمی نفاق

اور کدورت کو بڑھایا نہیں جاتا۔ حالانکہ ارشادات نبوی میں آتا ہے۔ کہ خدا کے نزدیک سب سے زیادہ کینہ اس شخص کے دل میں ہے جو بہت جھگڑے بکھیڑے اور مباحثے کرتا ہے۔ آج ہم دوسروں پر لایعنی اعتراضات کرنے سے ذرا نہیں جھجکتے۔ اور اس حقیقت کو فراموش کرجاتے ہیں ؎

اوروں پہ معترض تھے لیکن جو آنکھ کھولی
اپنے ہی دل کو ہم نے گنجِ عیوب دیکھا

افسوس۔ آج ہم اسلام کے نام لیوا بن کر بدنام کنندگان نکو نامے چند کے مصداق بن رہے ہیں۔ کل اسی کی بدولت غیر مہذب بادیہ نشین غیر تعلیم یافتہ صدیوں سے ایکدوسرے کیساتھ برسرِ پیکار رہنے والے عرب آپس میں بھائی بھائی بن گئے۔ اُن کے درمیان اُلفت و محبت، یگانگت و موانست کا بحر ناپیدا کنار ٹھاٹھیں مارنے لگا۔ عرب کے چاروں طرف اخوت و مساوات کا پھریرا لہرانے لگا۔ بغض وحسد، تشتت و افتراق، خودغرضی و خود پسندی کو ترک کرکے وہ اخلاق حسنہ، نیک دلی، ہمدردی بنی نوع انسان اور مروت و ایثار کی منہ بولتی تصویریں بن گئے۔ مگر جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے۔ آج ذلت و رسوائی کے بادل چاروں طرف چھا رہے ہیں۔ اس کی وجہ اظہر من الشمس ہے۔ کہ ہم نے ان راستوں پر گامزن ہونا چھوڑ دیا ہے۔ ہم ان جذبات اور خیالات سے اپنے آپکو یکسر محروم پاتے ہیں۔ جن کی بدولت قرونِ اولیٰ کے مسلمان آناً فاناً تمام دنیا پر چھا گئے۔ اور اسلام کے پیغام کو نہ صرف عرب بلکہ شام، ایران، روم، افریقہ، سپین اور ہندوستان تک پہنچا دیا۔ آج اوّل تو اسوۂ رسولؐ پر عمل ہی نہیں کیا جاتا۔ اور جو کرتے ہیں ان پر پھبتیاں اُڑائی جاتی ہیں اور ایسے لوگوں کو نقل مجلس بنایا جاتا ہے۔ چنانچہ اس مقصد کو پیش نظر رکھ کر اور ہماری بساط کے مطابق اسلام کے اس بھولے ہوئے سبق کو یاد کرانے کے لئے چوہٹہ قاضی اللہ داد خان کے چند درد دل رکھنے والے نوجوانانِ اسلام نے ایک انجمن بنام ظفر الاسلام کی بنیاد رکھی جو ابتدا میں اگرچہ چند افراد پر مشتمل ایک مختصر سی جماعت تھی۔ مگر آج اس کے اغراض و مقاصد، کارہائے نمایاں اور ممبران کی تعداد میں روز افزوں ترقی کو دیکھکر ہر صاحب بصیرت اس کے شاندار مستقبل کا اندازہ لگا سکتا ہے۔ آپ کی اطلاع کیلئے انجمن ہذا کے کارہائے نمایاں اور اغراض و مقاصد ذیل میں مندرج ہیں:۔

۱۔ انجمن نے ایک لائبریری اور ریڈنگ روم کا افتتاح کیا ہوا ہے۔ جس میں نہایت مفید اور کارآمد اردو انگریزی لٹریچر کی کتب مہیا کی گئی ہیں۔ عوام کو روزانہ اخبار عالم سے باخبر رکھنے کے لئے تمام اُردو اور

ایک دو انگریزی اخبار ریڈنگ روم کے لئے جاری کرائے ہوئے ہیں ۔

۲۔ کونسل میں پیش شدہ اوقاف بل کی زبردست حمایت کی ہے۔ اور اس کی حمایت میں مطبوعہ فارموں پر ہزار مسلمانوں سے دستخط کرا کر پنجاب لیجسلیٹو کونسل میں ارسال کئے ہیں ۔

۳۔ ایک پرائیویٹ امدادی سکول جاری ہے۔ جس میں میٹرک تک تعلیم دینے کا انتظام ہو چکا ہے اس وقت ۱۸۰ طلبا مدرسہ ہذا میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں ۔

۴۔ اس وقت انجمن ایک فری ہسپتال کھولنے کی تجویز پر غور کر رہی ہے۔ اور اس ارادہ کو قوت سے فعل میں لانے کے لئے ہر ممکن کوشش کر رہی ہے ۔

اغراض و مقاصد

۱۔ اسلام کے اصولوں پر کاربند ہونا اور دوسروں کو ان پر کاربند ہونے کی تلقین کرنا۔ مسلمانوں کی اخلاقی حالت سدھارنے کی کوشش کرنا ۔

۲۔ مسلمانوں کے حقوق کی دلیرانہ حفاظت و حمایت کرنا ۔

۳۔ مسلمانوں کی تنظیم کے ذریعہ ملت اسلامیہ کی حقیقی ترقی کے اسباب پیدا کرنا ۔

۴۔ مساجد و اوقاف کی حفاظت کرنا ۔

۵۔ ہر اس جماعت کی مخالفت کرنا جو اسلام کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرے ۔

۶۔ اہل محلہ کی ہر جائز تکلیف کو رفع کرنے کی کوشش کرنا ۔

۷۔ ہمسایہ اقوام کیساتھ خوشگوار تعلقات قائم کرنا ۔

۸۔ ممبروں کے درمیان رابطہ و اتحاد بڑھانا۔ اور ان میں مذہب و قوم کی خدمت کا ذوقِ سلیم پیدا کرنا ۔

۹۔ ملک کی کامل آزادی کے متعلق اپنی بساط کے موافق کوشش کرنا ۔

ہم اہالیان سے خصوصًا اور جملہ مسلمانوں سے عمومًا پر زور درخواست کرتے ہیں۔ کہ وہ اس انجمن کے ممبر بنکر نوجوانانِ اسلام کا ہاتھ بٹائیں۔ تاکہ وہ قوم کے لئے بیش از بیش خدمات سرانجام دے سکیں۔ آمین ثم آمین

محمد نذر علی نذر۔ پریذیڈنٹ انجمن ظفر الاسلام

چوہٹہ قاضی اللہ داد خان۔ لاہور

ہشیار!!

از جناب محمد ذکاء اللہ صاحب بسمل ایم-اے، ایل-ایل-بی ایڈووکیٹ چکوال

ترے چمن میں خراماں ہے بادِ حُسنِ فرنگ — کہیں گلوں سے یہ بُوئے وفا نہ لے جائے

ترے دماغ پہ اُن کا سوار ہے جادُو — فسونِ فلسفیاں دِل ترا نہ لے جائے

تری شفق میں نمایاں ہے رنگِ زینتِ حُسن — کہیں چُرا کے یہ دزدِ حنا نہ لے جائے

بھری ہے اس میں شرابِ شباب و سرمستی — ترا یہ جام کوئی پارسا نہ لے جائے

ڈھکی ہوئی ہے ابھی اس سے مُفلسی تیری — ترا عدو یہ دُعا کی ردا نہ لے جائے

ترے یہ دوست نہیں دوست اسکو عام نہ کر — کہ نقدِ عشق یہ غیر آشنا نہ لے جائے

اثر قبول نہ کر اس کی خوش خرامی کا — اُڑا کے تیرا نشیمن صبا نہ لے جائے

فریب کار بہت ہے یہ رہزنِ الحاد — سجود قلب سے ذکرِ خدا نہ لے جائے

نہ چھیڑ سازِ جُدا گانہ طرز اے بسمل
کہ عندلیب یہ طرزِ بقا نہ لے جائے

تبصرہ

(۱) محدثِ اعظمؒ } مؤلفہ جناب شیخ محمد یعقوب صاحب معتمد سرحداتِ پٹیالہ۔ حجم ۵۸ صفحات۔ قیمت ۲ر مؤلف کے پتہ سے مل سکتی ہے ؎

حضرتِ امام اعظمؒ اپنے مخصوص کمالات، علم، زہد، ریاضت اور امامت اجتہاد میں مسلّم ہیں۔ اس طرح آپ کی شانِ محدثیت بھی پایۂ ثبوت کو پہنچی ہوئی ہے۔ تہذیب التہذیب میں ہے کان ابوحنیفہ ثقۃ فی الحدیث مگر بعض متشدد مخالفین کا آپ پر یہ الزام ہے۔ کہ آپ کو علم حدیث پر کافی دسترس نہیں تھی۔ اس کتاب میں اسی الزام کا کماحقہٗ رد کیا گیا ہے۔ جس سے ایکطرف تو امام اعظمؒ کے مناقب میں اس تصنیف کا اضافہ ہوا۔ دوسرے احناف کے مذہب کی خدمت بھی ہوئی ؎

جناب مؤلف نے اس کتاب میں موضوع کو ثابت کرنے کے لئے حضرت امامؒ کی تعلیم، آپ کے عہد کے حالات، آپکا علمی خاندان، آپکے شیوخ حدیث و اساتذہ، آپکی فہم و فراست اور وسعتِ نظر، آپکے تلامذہ وغیرہ امور کو بیان کیا ہے۔ حق یہ ہے کہ اس مقصد میں آپ خاطر خواہ کامیاب رہے ہیں۔ ہم علمدوست حضرات سے اس کے مطالعہ کی سفارش کریں گے ؎

(۲) سبدِ گُل ۳ } مرتبہ جناب محمد شریف صاحب قریشی ناظمِ عمومی بزم ادب نیروبی (افریقہ) مجلد حجم ۱۰۴ صفحات۔ قیمت ۱/۲ شلنگ۔ مؤلف کے پتہ سے مل سکتی ہے ؎

نیروبی مشرقی افریقہ میں ہے۔ یہاں کچھ ہندوستانی بھی آباد ہیں۔ اہل قلم حضرات کی قلت اور طباعتی مشکلات کے باوجود وہاں کے چند حساس بزرگوں نے ہمارے وطن کی پیاری اور تنہا مقبول زبان اردو کی خدمت کیلئے نیروبی میں ایک بزم ادب قائم کی ہے جسکی طرف سے مشاعرے بھی منعقد ہوتے ہیں، کتاب زیرتبصرہ اس بزم کے تین ماہانہ مشاعروں کی دلچسپ روئداد ہے۔ مقدمہ حاجی اسلم صاحب صدر بزم کا لکھا ہوا ہے۔ اور اسمیں شعراور اسکے فوائد اور بزم کے حالات بتائے گئے ہیں۔ حضرت اقبال اور آپکی شاعری پر جناب چاتن سنگھ صاحب شفق۔ اور غالب مرحوم پر جناب بیدل کے مضامین خوب ہیں۔ اسکے بعد اُن نظموں کا انتخاب دیا گیا ہے جو مشاعروں میں پڑھی گئیں۔ غرض کتاب قابلِ مطالعہ ہے۔ اور یہ ضروری ہے کہ ہم سب بزمِ ادب کی حوصلہ افزائی کریں ؎

جواہر ریزے

معارف الکتاب المبین فی فضائل سیّد المرسلین

اس کتاب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ فضائل بیان کئے گئے ہیں جو قرآن مجید میں مختلف مقامات پر مذکور ہیں۔ زمانہ موجودہ کے مذاق کے مطابق فلسفیانہ اسرار و مباحث ذیل میں لائے گئے ہیں۔ قیمت ۸/

نظامِ تجارت اور مسئلہ سُود

زمانہ موجودہ میں مسلمانوں کے لئے سود کا مسئلہ ایسا پریشان کن ہوگیا ہے۔ کہ وہ کسی تجارت میں جو اس زمانے میں ہو رہی ہے حصہ لیتے ہوئے رُکتے ہیں۔ بہت سے حضرات سُود جائز کرتے ہیں اور بہت سے اسکو حرام۔ اس کتاب میں موجودہ تجارت کے طریقے اور مسلمانوں کی دقتوں کے حل پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اسکے پڑھنے سے تجارتی معلومات میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ قیمت ۶/

رہنماءِ ابرار

اس کتاب میں طریقۂ نقشبندیہ مجددیہ کو نہایت صحت و بسط کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ فنِ تصوف میں یہ کتاب نہایت جامع ہے۔ اس زمانہ میں جب کہ ہر چہار طرف کفر و شرک کی زہریلی ہوائیں دہریت و الحاد کے جراثیم ملّتِ اسلامیہ کے جسم میں نفوذ کر رہے ہیں۔ ایسے وقت میں رہنماءِ ابرار کا مطالعہ نہایت ہی مفید ہے مصنف نے سمندر کو کوزہ میں بند کر دیا ہے۔ حجم ۳۰۴ صفحات۔ سائز بڑا۔ قیمت صرف ۱۲/

رہنمائے قرأت

قرآنِ مجید غلط پڑھنے سے انسان گنہگار ہوتا ہے۔ زیر زبر کی غلطی کرنا۔ تلفظ و لہجہ درست نہ ہونا بھی آدمی کو گنہگار بناتا ہے۔ کیونکہ ان سے معنی تبدیل ہو جاتے ہیں۔ رہنمائے قرأت مسلمانوں کو ان تمام غلطیوں سے بچاتی ہے۔ اور صحیح علم قرأت بلا مدد استاد عورت مرد کو تعلیم دیتی ہے۔ نیز ان تمام الفاظ کا نقشہ بھی دیا گیا ہے۔ جن کی زیر زبر کی غلطی باعثِ کفر ہوتی ہے۔ قیمت ۴/

نوٹ:- ہر کتاب کا محصول ڈاک بذمہ خریدار ہوگا۔ نیز ایک روپیہ سے کم قیمت کا وی پی نہ ہوگا۔

ہر قسم کی کتابیں ملنے کا پتہ:

مینیجر بیکو لمیٹڈ بیرون موچی دروازہ لاہور

مدیر ترجمان القرآن کی تالیفات

الجہاد فی الاسلام

مختصر فہرست مضامین حسبِ ذیل ہے :-

۱- اسلامی جہاد کی حقیقت اسمیں بتایا گیا ہے کہ قرآن کی تعلیم جہاد کن اہم حقائق پر مبنی ہے اور نظام تمدن میں روحِ جہاد کا کیا مرتبہ ہے

۲- مدافعانہ جنگ وہ اغراض جن کے لئے قرآن نے دفاعی جنگ کا حکم دیا ہے۔

۳- مصلحانہ جنگ اصلاحی جنگ کے اصول و مقاصد کی تشریح اور ان اعتراضات کا جواب جو اس نوع کی جنگ پر کیے جاتے ہیں۔

۴- اشاعت اسلام اور تلوار- دعوت و تبلیغ کے متعلق اصول تعلیم اسلامی کی تشریح اور اس امر کی تحقیق کہ اشاعتِ اسلام میں تلوار کا کیا حصہ ہے۔

۵- قوانینِ جنگ اسلام سے قبل کے وحشیانہ طریقہائے جنگ اور ان میں اسلام کی اصلاحات۔

۶- جنگ دوسرے مذاہب میں- جنگ کے متعلق ہندو مذہب بودھ مت، یہودیت اور مسیحیت کی تعلیمات پر مفصل تبصرہ-

۷- جنگ اور تہذیب جدید- بین الاقوامی قانونِ جنگ کی تفصیل اور اسلامی قانون سے اسکا مقابلہ- قیمت مجلد صہ غیر مجلد للعہ

رسالہ دینیات

یہ رسالہ سرکار آصفیہ کے محکمۂ تعلیمات نے میٹرک کے طلبہ کو پڑھانے کیلئے لکھوایا ہے۔ اور علمائے دکن کی ایک مستند مجلس اسکی تالیف میں شریک مشورہ رہی ہے مسلمان نوجوانوں کو کالج کی منزل میں داخل ہونے سے پہلے یہ رسالہ پڑھا دینا نہایت ضروری ہے۔ اسمیں بہترین عقلی دلائل کے ساتھ اسلام کی بنیادی تعلیمات اور اصولِ شریعت کو سمجھایا گیا ہے اور ان شبہات کو رفع کیا گیا ہے جو زمانۂ جدید کے دماغوں میں عموماً پیدا ہوتے ہیں۔

طلبہ کے علاوہ عام ناظرین اور خصوصاً جدید تعلیم یافتہ حضرات کے لیے بھی اس رسالہ کا مطالعہ فائدہ سے خالی نہیں نیز علما بھی اس سے مستفید ہو سکتے ہیں کیونکہ یہ رسالہ انکو بتائیگا کہ اس دور میں اسلام کو پیش کرنیکا صحیح طریقہ کیا ہے۔

قیمت ۱۱ر معہ محصول ڈاک

دفتر ترجمان القرآن سے طلب کیجیے

دارالاسلام نزد پٹھان کوٹ (پنجاب)

محمد احسان، پرنٹر و پبلشر نے فیروز پرنٹنگ ورکس نمبر ۱۱۹ سرکلر روڈ لاہور میں چھپوا کر دفتر رسالہ حقیقت اسلام واقع پیکو لمیٹڈ بیرون موچی دروازہ لاہور سے شائع کیا [redacted]

حقیقتِ اسلام

ہندوستان کا تبلیغی علمی اور مذہبی رسالہ

مدیر مسئول
ماسٹر محمد احسان

مدیر معاون
قاضی محمد دلیر ظہیر نیاز بیگی

بابت ماہِ نومبر ۱۹۳۸ء مطابق رمضان المبارک ۱۳۵۷ھ

جلد ۱۳ نمبر ۵

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

حال وقال

جب جرمنی کے مشہور مصلح دین عیسوی مارٹن لوتھر نے کلیسائے روم اور پوپ کی تعلیمات کے خلاف علم بغاوت بلند کیا، تو نہ اسے اس حقیقت کا احساس ہوسکا نہ اُس کے رفقائے کار کو، کہ اس بغاوت کے نتائج کس قدر دوررس اور خطرناک ہونگے، یہ سچ ہے کہ اس نے یورپ کو کلیسا کی ذہنی غلامی سے نجات دلادی۔ لیکن اس آزادی کا ایک نتیجہ یہ بھی نکلا کہ یورپ میں جو ایک قسم کی وحدت پائی جاتی تھی، اس کا رفتہ رفتہ بالکل خاتمہ ہوگیا۔

دورِ اصلاح سے قبل یورپ میں مرکزیت کا تخیل موجود تھا۔ پوپ تمام یورپ کا مذہبی پیشوا تھا، اور کلیسائے رُوم تمام کلیساؤں کی پیشوا تھی۔ جب یہ مرکزیت فنا ہوگئی، تو ہر مُلک اور ہر قوم کو ایک مرکز کی تلاش ہوئی، اور یہ تلاش بالکل فطری تھی۔ چونکہ ان اقوام کے سامنے کوئی اَور منظر موجود نہ تھا۔ اس لئے انہوں نے اپنے اپنے وطن کو اپنی توجہات کا مرکز بنا لیا، اور جب وطن شمع محفل بنگیا تو نوعِ انسان مختلف اقوام میں تقسیم ہوگئی۔

تا وطن را شمعِ محفل ساختند

نوعِ انساں را قبائل ساختند

وطنیت کی یہ تحریک جو سترھویں صدی میں پیدا ہوئی، اُنیسویں صدی میں اپنے مرتبۂ کمال کو پہنچی، اور اس کی بدولت اقوامِ جہاں میں زبردست رقابت اور عداوت کے جذبات پیدا ہوگئے۔ اور ضعیف آزاری کا وہ سلسلہ شروع ہوگیا، جو آج بیسویں صدی میں اپنی پوری ہیبت کے ساتھ ہماری نظروں کے سامنے موجود ہے جبشہ کی مثال اربابِ بصیرت کے لئے بالکل کافی ہے۔

وطنیت کے جذبہ نے صرف نوعِ انسان کو اقوام میں تقسیم کرکے انسان کو انسان کا دشمن ہی نہیں بنایا، بلکہ اخلاق اور مذہب کا چراغ بھی گل کردیا۔ اور ایسا ہونا بالکل قدرتی بات تھی۔ جب کوئی شخص وطن پرستی اپنا مسلک قرار دے لے، تو پھر لا محالہ خدا پرستی سے دستبردار ہونا پڑیگا۔ بھلا دو تلواریں ایک نیام میں کیسے رہ سکتی ہیں؟ مذہب کہتا ہے کمزوروں پر رحم کرو، اخلاق کی تعلیم بھی یہی ہے، لیکن وطن کی بہبود اگر کسی کمزور جماعت

کو فنا کر دینے پر منحصر ہو تو وطن کا شیدائی لامحالہ مذہب اور اخلاق کو بالائے طاق رکھدیگا۔ ورنہ اس کی وطن پرستی ختم ہو جائے گی۔ دوسرے لفظوں میں یوں سمجھئے کہ یورپ نے بائبل کے پیش کردہ خدا کی جگہ وطن کو اپنا معبود بنا لیا ہے ؎

ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے
جو پیرہن اس کا ہے وہ مذہب کا کفن ہے

اُن خیالات کے علاوہ جو انیسویں صدی کے آخر میں حکومت کی وساطت سے اس بدنصیب ملک میں وارد ہوئے، وطنیت اور قومیت کے خیالات بھی آئے۔ اور ہندوستان کی اکثریت نے اپنے مخصوص مصالح کی بنا پر ان خیالات کو بسروچشم قبول کر لیا۔ جس قوم کے معبودوں کی تعداد ۳۳ کروڑ ہو۔ اگر اس میں ایک معبود کا اور اضافہ ہو جائے تو چنداں مضائقہ نہیں ہے!

ان خیالات کو قبول کرنے کا نتیجہ یہ نکلا۔ کہ جس طرح یورپین اقوام نے مذہب کو پسِ پشت ڈالدیا ہنود نے بھی اس فرسودہ زنجیر کو توڑ پھینکا، اور برہماجی کا پجاری اس نئے اور دلکش معبود کے سامنے سربسجود ہو گیا۔ ہندوستان کے ہر گوشے سے یہی آواز بلند ہونے لگی کہ" ہم پہلے ہندوستانی ہیں بعد میں ہندو"۔

بیسویں صدی میں حُبِّ وطن کا معیار یہ قرار پایا۔ کہ محبِّ وطن وہ ہے جو مذہب کو پسِ پشت ڈال دے یا زیادہ سے زیادہ اسے اپنا ذاتی اور انفرادی مسئلہ قرار دے، گھر میں چند مذہبی رسوم ادا کر لے۔ لیکن جب پبلک میں آئے تو اس کہنہ لبادہ کو اپنے کمرہ کی کھونٹی پر لٹکا آئے۔ یعنی مذہب کا تعلق انسان کی پرائیویٹ زندگی سے ہو تو ہو، ہیئت اجتماعیہ یعنی سیاست اور معاشرت سے بالکل نہیں ہے۔

جس خطّہ زمین میں وطنیت کا شجر نامسعود بارآور ہوُا، اس خطّہ میں جو مذہب رائج تھا۔ اُس نے دین اور دنیا میں تفریق جائز رکھی تھی، اور لوگوں کو یہ تعلیم دی تھی کہ مذہب کا دنیا اور دنیاوی امور سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ تو مرنے کے بعد کام آنے والی چیز ہے۔ اخلاق، معاشرت، معیشت اور سیاست اس کے دائرہ اقتدار سے باہر ہیں۔

ہندوستان میں جب قوم نے اس نظریہ کو قبول کیا، بدقسمتی سے اس قوم کا مذہب بھی ایسا تھا، جو صرف ایک اخلاقی نصب العین پیش کرتا ہے، نظامِ معاشرت سے سروکار نہیں رکھتا، بلکہ بالفاظ صحیح تر وہ کفر و ایمان میں بھی کوئی فرق نہیں کرتا۔ خدا پرست بھی ہندو ہے اور منکرِ خدا بھی ہندو ہے۔ اسکا نتیجہ یہ ہوُا کہ ہندوؤں نے اس نظریہ کو قبول کر کے اپنے مذہب میں کوئی تغیّر یا نقصان محسوس نہیں کیا۔ ان کا مذہب رسوم کے دائرہ سے آگے

بڑھتا ہی نہیں، جو حیات کے کسی شعبہ میں مذہب اور سیاست میں تصادم کا امکان ہو ۔

قاعدہ ہے کہ ہر شخص دوسروں کو اپنے ہی اوپر قیاس کرتا ہے۔ ہندوؤں نے وطن پرستی کے جذبہ سے مخمور ہو کر مسلمانوں سے بھی یہی مطالبہ کرنا شروع کیا کہ تم لوگ بھی اپنے آپ کو پہلے ہندوستانی سمجھو بعد میں مسلمان، اور اس بناء پر مسلمانوں کے سامنے بھی بیسویں صدی میں یہ معرکۃ الآراء مسئلہ اپنی پوری شدت کے ساتھ آ گیا کہ ہم پہلے کیا ہیں؟ ہندوستانی یا مسلمان؟ ؎

بڑھ کے خیبر سے ہے یہ معرکۂ دین و وطن
اس زمانہ میں کوئی حیدرِ کرار بھی ہے؟

دوسرے لفظوں میں یوں سمجھئے کہ آج مسلمانوں کے سامنے یہ مسئلہ درپیش ہے۔ کہ وہ دین اور وطن ان دونوں میں سے کس کو اختیار کریں؟ یہ مسئلہ بظاہر بہت سادہ اور آسان ہے، لیکن درحقیقت جیسا کہ بیسویں صدی کے سب سے بڑے مسلمان نے لکھا ہے، یہ معرکہ جنگِ خیبر سے بھی زیادہ اہم ہے۔ اس مسئلہ پر اسلام کی موت اور زیست کا انحصار ہے ۔

معاملہ کی صورت پہلے ہی خطرناک تھی۔ لیکن ہماری شومئ قسمت سے ہمارے مذہبی رہنماؤں نے غلط رہنمائی کر کے اس کو اور بھی زیادہ خطرناک بنا دیا ہے۔ آج ہندوستان کا ایک مشہور مذہبی لیڈر دیوبند کا فاضل، حدیثِ رسول اللہ کا معلم صاف لفظوں میں مسلمانوں سے یہ کہتا ہے "موجودہ زمانے میں قومیں اوطان سے بنتی ہیں"

سرود بر سرِ منبر کہ قوم از وطن است
چہ بے خبر ز مقامِ محمدِ عربی است

اسلام شخصیت پرستی کا دشمن ہے۔ اور مسلمان کسی شخصیت سے مرعوب نہیں ہو سکتا۔ مسلمان کیلئے اللہ کا فرمان یہ ہے۔ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ "اے مسلمانو! اگر تمہارے مابین کسی امر میں تنازع پیدا ہو جائے تو (لوگوں کی ذاتی آراء کو پسِ پشت ڈال کر) اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف رجوع کرو"۔ لہٰذا ہم نہایت خلوص کے ساتھ خدا اور اُس کے رسولؐ کی طرف رجوع کرتے ہیں، اور فرمانِ الٰہی اور ارشادِ نبویؐ کی روشنی میں اس مسئلہ کا فیصلہ کرنا چاہتے ہیں۔ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۔

اللہ تعالیٰ نے صاف اور صریح الفاظ میں اعلان فرمایا ہے:۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ۔

"اے لوگو! آج میں نے تمہارے لیئے (بنی نوع آدم کے لیئے قیامت تک) تمہارے دین کو کامل کر دیا۔ اور اپنی (آسمانی) نعمت (ہدایت) تمہارے لیئے تمام کردی (تمام وکمال نازل کردی) اور میں نے تمہارے لیئے دین اسلام کو پسند کیا۔"

اس آیت سے تین باتیں روزِ روشن کی طرح ثابت ہو رہی ہیں:۔

(۱) اسلام کامل دین ہے۔ اس میں کسی قسم کی کمی یا نقص نہیں ہے۔ (۲) اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنی نعمت کو تمام فرما دیا ہے۔ اب قیامت تک کوئی مزید نعمت نازل نہیں ہوسکتی۔ انسانوں کی ہر قسم کی کامیابی کیلیئے اللہ جس قدر ہدایات دینی چاہتا تھا وہ اس نے سب عطا فرما دی ہیں۔ کوئی بات آئندہ کیلیئے موقوف نہیں رکھی۔ (۳) خدا کی نظر میں صرف اسلام ہی پسندیدہ مذہب ہے۔ جو تمام وکمال قرآن مجید میں موجود اور محفوظ ہے۔

نیز اس آیت سے حسب ذیل حقائق، بطور نتائج صریح مستنبط ہوتے ہیں:۔

(۱) قرآن مجید خاتم کتب سماوی ہے۔ اس کے بعد کوئی وحی یا ہدایت نازل نہیں ہوگی۔ (۲) حضور پُرنور سرکار مدینہ خاتم رسل ہیں۔ آپ کے بعد کوئی رسول مبعوث نہ ہوگا۔ (۳) اسلام بنی نوع آدم کیلیئے کامل رہنما ہے۔

چونکہ اسلام حسب فرمانِ الٰہی بنی نوع آدم کیلیئے کامل رہنما ہے، اس لیئے اُن کی زندگی کا کوئی شعبہ قرآن مجید کی حکومت کے دائرہ سے باہر نہیں رہ سکتا۔ لہٰذا مسلمانوں کا دین ان کی جسمانی، اخلاقی، رُوحانی، سیاسی، اقتصادی، اور معاشرتی جملہ ضروریات زندگی کا واحد کفیل ہے۔ ان کی زندگی (خانگی اور پبلک) تمام وکمال قرآن مجید کے ماتحت اور تابع ہے۔ پس اُن کے لیئے عقلاً اور شرعًا دونوں پہلوؤں سے ناممکن ہے، کہ وہ مذہب میں تو قرآن مجید کی پیروی کریں اور سیاست میں گاندھی کی، اور معیشت میں کارل مارکس کی اور معاشرت میں جواہر لال کی اور اخلاق میں ٹالسٹائی کی۔ اگر وہ ایسا کرینگے تو دائرہ اسلام سے یکسر خارج ہو جائینگے۔ کیونکہ ان کا ایسا کرنا فرمان خداوندی کی علانیہ تردید کا مترادف ہوگا۔ اور ظاہر ہے کہ کوئی مسلمان قرآن مجید کی کسی آیت کی تکذیب یا تردید یا تغلیط کے بعد مسلمان نہیں رہ سکتا۔ اگر کوئی مسلمان زندگی کے کسی ایک شعبہ میں بھی قرآن کے علاوہ کسی اَور کتاب یا ہدایت یا فرمان کی پیروی کرتا ہے۔ تو اس کے معنی اس کے علاوہ اَور کچھ نہیں، کہ وہ اس خاص شعبہ میں قرآن مجید کو ناقص قرار دیتا ہے، وہ زبانِ حال سے یہ کہتا ہے۔ کہ اس شعبہ میں قرآن میری رہنمائی سے قاصر اور عاجز ہے۔ اسی لیئے میں نے اُسے چھوڑ کر دوسرے کی پیروی کی۔ قرآن مجید کا دعویٰ یہ ہے کہ میں کامل رہنما ہوں، اور زندگی کے تمام شعبوں میں انسان کی بہترین طریق پر رہنمائی کرسکتا ہوں۔ لہٰذا ثابت ہوا، کہ جس مسلمان نے زندگی کے کسی شعبہ میں بھی غیر کو اپنا رہنما بنایا

اُس نے قرآن مجید سے اپنا رشتہ قطع کر لیا ؛

آئیے اب وطنیت اور مدعیانِ وطنیت دونوں کو اس اصول پر جانچیں ۔ وطنیت کی تعلیم یہ ہے کہ قوم کی بُنیاد وطن پر ہے ۔ اور کانگرس مسلمانوں سے یہ کہتی ہے کہ اے مسلمانو! وطن کو اپنی قومیت کی بُنیاد قرار دو ۔ اس کے مقابلہ میں قرآن کی تعلیم یہ ہے کہ مسلمانو! قوم کی بنیاد مذہب پر ہے ؎

ملّتِ ما را اساسِ دیگر است   ایں اساس اندر دلِ ما مضمر است

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے ۔ کہ قرآن مجید دُنیا میں صرف دو جماعتوں کا وجود تسلیم کرتا ہے ۔ ایک وہ جو اس کی تعلیمات پر ایمان رکھتی ہے اور "حزب اللہ" کہلاتی ہے ۔ دوسری وہ جو اس کا انکار کرتی ہے اور "حزب الشیطان" کے نام سے موسوم ہے ۔ پہلی جماعت کے لوگوں سے اللہ یوں خطاب فرماتا ہے ۔ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ یعنی تمام مومن خواہ نسل کے اعتبار سے وہ منگولی ہوں یا سامی ، حبشی ہوں یا آرین ، اور جغرافیائی تقسیم کے لحاظ سے وہ چینی ہوں یا ہندی مصری ہوں یا مراقشی ۔ اور رنگ کے لحاظ سے وہ پیلے ہوں یا سُرخ ، کالے ہوں یا گورے ۔ اور نسب کے لحاظ سے وہ سیّد ہوں یا پٹھان ، برہمن زادے یا اچھوت ، اور سوسائٹی کے لحاظ سے وہ زرگر ہوں یا نداف ، زرکوب ہوں یا حلاج ، اور زبان کے لحاظ سے وہ سریانی بولتے ہوں یا پشتو ، عربی بولتے ہوں یا انگریزی ، اور طبقات کے لحاظ سے وہ حاکم ہوں یا غلام ، سپہ سالار ہوں یا دیوان ، اور معیشت کے اعتبار سے وہ بورژوا ہوں یا سرمایہ دار ، تونگر ہوں یا قلاش ۔ مختصر یہ کہ وہ انسانی دماغ کی وضع کردہ تقسیموں کے اعتبار سے کچھ ہی کیوں نہ ہوں آپس میں سب بھائی بھائی ہیں ۔ اور اس رنگ اخوت کی وجہ سے وہ سب ایک قوم یا ملّت یا جماعت ہیں ، یعنی قوم کی بنیاد عقیدہ توحید الٰہی ہے ، نہ کہ نسل یا وطن یا زبان یا ملک یا قبیلہ یا رنگ یا ذات یا نسب ؛

آفتاب سے زیادہ روشن ان تصریحات کے بعد ۔ اب ہر مسلمان جو قرآن مجید کو خدا کا کلام یقین کرتا ہے ، بڑی آسانی سے یہ فیصلہ کر سکتا ہے کہ وہ وطن کو بنائے قومیت قرار دے گا یا مذہب کو ؟

نسل اگر مسلم کی مذہب پر مقدم ہو گئی   اُڑ گیا دُنیا سے تو مانند خاکِ رہگذر

اب اس حقیقت پر دوسرے پہلو سے غور کیجئے ۔ فرض کرو مسلمان اس اصُول کو تسلیم کئے لیتے ہیں ۔ کہ "قومیں اوطان سے بنتی ہیں" تو اسکا نتیجہ کیا ہوگا ؟ صرف یہ کہ ہندی مسلمان ایک جُداگانہ قوم بن جائینگے اور چینی مسلمان ایک جُداگانہ قوم وقس علیٰ ہٰذا ۔ اسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ میری ہمدردی کا دائرہ ہندوستان کی چار دیواری میں محدود ہو کر رہجائیگا اور چینی مسلمان کا چین کی چار دیواری میں اور مصری مسلمان کا مصر کی چار دیواری میں ، اسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ اخوتِ اسلامیہ فنا ، اور وحدتِ ملّت جو

مقصودِ قرآن ہے ختم ہو جائے گی۔ اور یہ بات خدا کے منشاء کے خلاف ہے۔ کیونکہ وہ تو ہمیں یعنی تمام مسلمانوں کو ایک قوم ایک ملت اور ایک جماعت بنانا چاہتا ہے۔

چیست ملت اے کہ گوی لا الٰہ ؛ با ہزاراں چشم بودن یک نگہ

بیشک وطنیت کے نظریہ کو قبول کر لینے کے بعد بھی مسلمان دنیا میں زندہ رہ سکینگے۔ اور یقیناً روٹی" وہ روٹی جو لادین اشتراکیت پیش کرتی ہے، وہ روٹی جو پنڈت جواہر لعل نہرو کی نظر میں بہت وقیع ہے وہ بھی پیٹ بھر کر مل سکیگی۔ مگر وہ مسلمان نہ رہینگے۔

گر تو می خواہی مسلماں زیستن نیست ممکن جز بقرآں زیستن

کیا مسلمان روٹی کیلئے دین سے دستبردار ہونیکو آمادہ ہیں؟ کیا وہ رُوح کے بدلے جسم پر قانع ہونے کو تیار ہیں؟ اُنکے سامنے اسوقت دو چیزیں ہیں، دُنیا یا آخرت ؛ تن یا من ؛ انہیں اختیار ہے جسے چاہیں قبول کریں ۔

اگر مسلمان قرآن مجید میں تفکر کرنیکی تکلیف گوارا کریں، تو انہیں یہ معلوم کرکے انتہائی مسرت ہوگی کہ اس کتاب میں "روٹی کا حل بھی موجود ہے، اور اس حل سے بدرجہا بہتر ہے جو اشتراکیت پیش کرتی ہے۔ کاش گاندھی، نہرو، مارکس، لینن، اسٹالین، ہٹلر اور مسولینی کی تقلید سے باز آکر ہندی مسلمان قرآن مجید میں تدبر اور تفکر کی عادت پیدا کر سکیں ۔

صد جہاں باقیست در قرآں ہنوز اندر آیاتش یکے خود را بسوز

چونکہ وطنیت کا نظریہ سراسر رُوح اسلام کے خلاف ہے۔ اسلیئے حضرت علامہ اقبالؒ نے آج سے ۲۵ سال پیشتر جبکہ ہندوستان میں اس خیال کے حامی معدودے چند افراد ہی تھے، اسکے مفاسد کو بایں انداز عالم آشکار فرما دیا تھا۔

فکر انساں بت پرستے بُت گرے ہر زماں در جستجوئے پیکرے
باز طرح آزری انداختہ است تازہ تر پروردگارے ساختہ است
کاید از خوں ریختن اندر طرب نام او رنگ است وہم ملک ونسب
آں چناں قطع اخوت کردہ اند بر وطن تعمیر ملت کردہ اند
تا وطن را شمع محفل ساختند نوعِ انساں را قبائل ساختند
رُوح از تن رفت وہفت اندام ماند آدمیت گم شد و اقوام ماند

اقوام یورپ کے طرز عمل کو دیکھیئے جو اس وقت آپکے سامنے ہے اور خود فیصلہ کیجیئے کہ علامہ مرحوم نے جو یہ فرمایا ہے کہ اقوام تو باقی ہیں مگر آدمیت (شرافت) گم ہوگئی۔ کس قدر سچی حقیقت ہے!

علامہ فرماتے ہیں کہ بانیٔ اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے طرز عمل سے ثابت کر دیا۔ کہ

اسلام میں قومیت کی بُنیاد وطن نہیں ہے، بلکہ کلمۂ توحید ہے، چند اشعار ملاحظہ ہوں :-

عقدۂ قومیتِ مسلم کشود
از وطن آقائے ما ہجرت نمود

تا ز بخششہائے آں سلطانِ دین
مسجد ما شد ہمہ روئے زمین

وحدتِ ملت بقائے ملت کے لئے از بس ضروری ہے ؎

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے
نیل کے ساحل سے لے کر تا بخاکِ کاشغر

جو کرے گا امتیاز رنگ و خوں مٹ جائیگا
ترک خرگاہی ہو یا اعرابیٔ والا گہر

نہ افغانیم و نے ترک و تتاریم
چمن زادیم و از یک شاخساریم

تمیزِ رنگ و بُو بر ما حرام است
کہ ما پروردۂ یک نوبہاریم

ناظرین "حقیقت اسلام" سے مخفی نہیں کہ یہ رسالہ عرصہ چھ سال سے اس دور الحاد میں اسلام اور مسلمانوں کی بہترین خدمات انجام دے رہا ہے۔ اس کے تمام مضامین قابل قدر، دلچسپ اور مذہبی معلومات سے لبریز ہوتے ہیں۔ بیشتر مضامین گراں قدر معاوضہ پر حاصل کئے جاتے ہیں۔ اور اس رسالہ کو یہ فخر بھی حاصل ہے۔ کہ اس کے مضامین متعدد اسلامی رسالوں کے صفحات کی زینت بنتے ہیں۔ ان تمام خوبیوں کے باوجود اس کا چندہ نہایت قلیل ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ پیکو لمیٹڈ کا مقصد اس رسالہ سے جلب زر یا روپیہ کمانا نہیں ہے بلکہ تبلیغ و اشاعتِ اسلام ۔

جنوری ۱۹۳۹ء میں جیسا کہ کارکنانِ کمپنی نے فیصلہ کیا ہے اس قابل قدر رسالہ کا سالنامہ شائع ہوگا۔ تمام مسلمانوں اور رسالہ کے قدردانوں کی خدمت میں التماس ہے۔ کہ وہ اپنے اپنے حلقہ ہائے اثر میں اس رسالہ کی توسیع اشاعت کیلئے کوشش فرمائیں۔ تاکہ ہم قوم کی بیش از بیش خدمات انجام دے سکیں ۔

حضرات شعراء اور علمائے کرام کی خدمت میں درخواست ہے۔ کہ وہ جلد از جلد اپنے قیمتی افکار سے رسالہ کو مشرف فرمائیں۔ تاکہ ہم نہایت گراں پایہ مجموعہ مسلمانوں کے سامنے پیش کر سکیں ۔

انشاء اللہ تعالےٰ

اللہ وہی ہے جو تم کو تری و خشکی میں چلاتا ہے حتیٰ کہ جب تم کشتیوں میں ہوتے ہو اور
وہ موافق ہوا میں اپنے سواروں کو لے کر چلتی ہیں اور (سوار) اس سے خوش
ہوتے ہیں تو (اچانک) آندھی چلنے لگتی ہے اور ہر طرف سے موجیں اٹھنے لگتی ہیں اور
وہ گمان کرنے لگتے ہیں کہ (اب وہ چاروں طرف سے) یقیناً گھر چکے ہیں (تو پھر) وہ مخلصانہ
اعتقاد کیساتھ اللہ کو پکارتے ہیں (کہ) اگر تو نے ہمیں اس مصیبت سے نجات دلا دی تو ہم
ضرور تیرے شکر گذار (بندے) ہو جائینگے ۔ جب وہ ان کو بچا دیتا ہے تو وہ ناحق
ملک میں بغاوت پھیلانے لگتے ہیں اے لوگو تمہاری سرکشی کا وبال تمہاری ہی
جانوں پر ہے تم دنیاوی زندگی کے اسباب میں پھر تمہیں ہماری جانب آنا ہے ہم تمکو
بتا دینگے جو کچھ تم کرتے تھے ۔ دنیاوی زندگی کی مثال محض اس پانی کی سی ہے
جسے ہم نے بادلوں سے اتارا۔ پھر وہ زمین کی اس روئیدگی کیساتھ جسے
انسان اور حیوان کھاتے ہیں مل گیا۔ حتیٰ کہ جب زمین مزین و دیدہ زیب نظر
آنے لگی اور اس کے مالکوں نے خیال کیا کہ وہ اس پر پورے قادر ہیں تو اسکے
نام صبح یا شام ہمارا حکم آگیا۔ پس ہم نے اسکو کاٹے ہوئے کھیت کیطرح کر دیا گویا کہ

ارشاد ہوتا ہے کہ انسان کی ناشکری اور اس
کی فریب کاری کی ایک مثال سنو۔ تم نے اکثر
دیکھا ہوگا کہ انسان جب کبھی کشتی پر بیٹھ کر سمندر
کا سفر اختیار کرتا ہے۔ تو ایسے حال میں [illegible]
خوشگواری ہوا کی ٹھنڈک اور موسم کی موافقت
کی بڑی خوشی دیتی ہے۔ مگر جب کشتی [illegible]
میں پہنچتی ہے [illegible] طوفان کی [illegible]
ہے اور [illegible] ہو جاتا ہے کہ [illegible] کوئی
صورت باقی نہیں [illegible]
[illegible] صدق دل [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
طوفان میں گھرا ہوا [illegible]
[illegible] وہ [illegible]
تو اس تمام [illegible]
طرح [illegible]
[illegible]
کی [illegible]
[illegible]
فوراً ہی وہ ہماری مدد کو پہنچے اور [illegible]
[illegible] تمہارے ساتھ [illegible]
کی اس [illegible] سرکشی [illegible]
[illegible]
[illegible]
اس کے بعد [illegible] مثال [illegible]
ہو کر [illegible] ہوتی ہے تو کسان کی کھیتی [illegible]
و شاداب ہو کر مالک کا دل لبھانے لگتی ہے اور [illegible]
کی یہ دیکھ کر [illegible] ہو جاتا ہے کہ [illegible]
اور سمجھتا ہے کہ اب کسی طرح کا کوئی نقصان اسکی کھیتی
کو نہیں پہنچ سکتا۔ حالانکہ یہ اس کا خیال خام ہی
ہوتا ہے ہم اگلے ہی دن کوئی اس قسم کی زہریلی ہوا
وہاں چلا دیتے ہیں۔ اور اس کا کھیت جل کر

تَغۡنَ بِالۡاَمۡسِ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الۡاٰيٰتِ لِقَوۡمٍ
يَّتَفَكَّرُوۡنَ ﴿٢٤﴾ وَاللّٰهُ يَدۡعُوۡۤا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ ؕ وَيَهۡدِىۡ
مَنۡ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ ﴿٢٥﴾ لِلَّذِيۡنَ اَحۡسَنُوا الۡحُسۡنٰى
وَزِيَادَةٌ ؕ وَلَا يَرۡهَقُ وُجُوۡهَهُمۡ قَتَرٌ وَّلَا ذِلَّةٌ ؕ اُولٰٓـئِكَ
اَصۡحٰبُ الۡجَـنَّةِ ۚ هُمۡ فِيۡهَا خٰلِدُوۡنَ ﴿٢٦﴾ وَالَّذِيۡنَ كَسَبُوا
السَّيِّاٰتِ جَزَآءُ سَيِّئَةٍ ۢ بِمِثۡلِهَا ۙ وَتَرۡهَقُهُمۡ ذِلَّةٌ ؕ مَا لَهُمۡ
مِّنَ اللّٰهِ مِنۡ عَاصِمٍ ۚ كَاَنَّمَاۤ اُغۡشِيَتۡ وُجُوۡهُهُمۡ قِطَعًا
مِّنَ الَّيۡلِ مُظۡلِمًا ؕ اُولٰٓـئِكَ اَصۡحٰبُ النَّارِ ۚ هُمۡ فِيۡهَا
خٰلِدُوۡنَ ﴿٢٧﴾ وَيَوۡمَ نَحۡشُرُهُمۡ جَمِيۡعًا ثُمَّ نَقُوۡلُ لِلَّذِيۡنَ
اَشۡرَكُوۡا مَكَانَكُمۡ اَنۡتُمۡ وَشُرَكَآؤُكُمۡ ۚ فَزَيَّلۡنَا بَيۡنَهُمۡ وَ
قَالَ شُرَكَآؤُهُمۡ مَّا كُنۡتُمۡ اِيَّانَا تَعۡبُدُوۡنَ ﴿٢٨﴾ فَكَفٰى
بِاللّٰهِ شَهِيۡدًاۢ بَيۡنَنَا وَبَيۡنَكُمۡ اِنۡ كُنَّا عَنۡ عِبَادَتِكُمۡ
لَغٰفِلِيۡنَ ﴿٢٩﴾ هُنَالِكَ تَبۡلُوۡا كُلُّ نَفۡسٍ مَّاۤ اَسۡلَفَتۡ وَ

وہ دررویدگی تھی ہی نہیں اسی طرح ہم ان لوگوں کے لئے اپنی نشانات تفصیل سے بیان
کرتے ہیں جو غور و فکر کرتے ہیں ○ اور اللہ سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے اور جس کسی
کو چاہتا ہے سیدھی راہ دکھا دیتا ہے ○ جو لوگ بھلائی کرتے ہیں انکے لئے ویسی ہی
ہی بھلائی ہوتی ہے اور کچھ اس پر زیادہ بھی اور انکے چہرے نہ غبار آلود ہونگے
اور نہ رسوا۔ یہ لوگ جنت والے ہیں اور اسمیں ہمیشہ رہینگے ○ اور جن لوگوں نے برائیاں
کیں انکے لئے برائی کا بدلہ ویسی ہی ایک برائی ہے اور ان پر ذلت چھا جائے گی۔ ان
کو اللہ سے بچانے والا کوئی نہیں ہوگا۔ گویا کہ ان کے چہروں پر شب تاریک کے
ٹکڑے اوڑھا دئے گئے ہیں۔ یہ لوگ دوزخ والے ہیں یہ اسمیں ہمیشہ
رہینگے ○ اور جس دن ہم ان سب کو اکٹھا کرینگے۔ پھر مشرکوں سے کہینگے کہ تم
اور تمہارے شرکاء اپنی اپنی جگہ ٹھہرو۔ پس ہم انکے درمیان تفریق ڈالدینگے
اور انکے شرکاء کہینگے کہ تم نے ہماری کبھی پرستش نہیں کی تھی ○ پس ہمارے
تمہارے درمیان اللہ کی گواہی کافی ہے۔ ہم تو تمہاری عبادت سے محض ناواقف
تھے ○ وہاں ہر شخص اپنے اپنے اعمال کو جو اسنے کئے ہونگے جانچ لیگا۔

ایسا ہو جاتا ہے۔ کہ یہاں کبھی کچھ تھا ہی نہیں
تو اب وہ رونے بیٹھتا ہے۔ اور یہی حال دنیاوی
زندگی کا ہے انسان ایک قطرہ آب سے پیدا
کیا جاتا ہے پھر ایک بالشت گوشت کے لوتھڑے سے
ترقی کرتے کرتے ہی ہیکل مرد بنایا جاتا ہے۔ اب
جب کہ وہ پوری طرح جوان ہوتا ہے۔ تو
سمجھتا ہے کہ کوئی ہستی اس کو نقصان نہیں
پہنچا سکتی اب تو وہ خدا کے احکام کو بھی
پس پشت ڈالنے لگتا ہے۔ زیردستوں کو ستاتا
ہے کمزوروں کے حقوق چھیننے لگتا ہے۔ غرور سے
دنیا میں فساد پھیلاتا ہے اور کسی چیز سے خائف
نہیں ہوتا۔ پس تم دیکھتے ہو کہ تمہارے دیکھتے دیکھتے
اسے فنا کر کے رکھ دیا جاتا ہے اور پھر وہ ایسا ہو
جاتا ہے کہ گویا وہ دنیا پر کبھی آیا ہی نہ تھا۔ پس ایسی
بے مایہ زندگی پر غرور و تکبر کیا معنی۔ یاد رکھو کہ اللہ
تم کو ایسے گھر کی طرف بلاتا ہے جس میں تم ہر دو جہان
میں راحت و آرام سے رہو یاد رکھو کہ اچھے کام کرنے
والے نہ دنیا میں ذلیل ہوتے ہیں نہ آخرت میں۔ البتہ
برے کام کرنے والے کا منہ یہاں بھی سیاہ اور وہاں بھی
سیاہ۔ فرماتا ہے میری عبادت نہایت اخلاص سے
کرو شرک و نفاق کو قریب نہ آنے دو۔ خدا کے
علاوہ جن کو اپنا کارساز اور حامی سمجھتے ہو وہ تمہاری
کوئی حمایت نہیں کر سکینگے۔ سبھی کو خدا کے روبرو پیش
ہو کر اپنے اعمال کا جائزہ دینا ہے اور وہاں کذب و افترا
کام نہ آسکے گا نہ دھوکہ فریب سے کوئی مدد ملے گی
پس ابھی سے اپنے خالق حقیقی کی طرف توجہ کر لو۔

رُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا
يَفْتَرُوْنَ ﴿٣٠﴾ ع قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ
اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ
الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ ط
فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ج فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿٣١﴾ فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ
رَبُّكُمُ الْحَقُّ ج فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ صلے ج فَاَنّٰى
تُصْرَفُوْنَ ﴿٣٢﴾ كَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ
فَسَقُوْٓا اَنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿٣٣﴾ قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ
يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ط قُلِ اللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ
يُعِيْدُهٗ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿٣٤﴾ قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ
يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ ط قُلِ اللّٰهُ يَهْدِيْ لِلْحَقِّ ط اَفَمَنْ يَّهْدِيْٓ
اِلَى الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ يُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا يَهِدِّيْٓ اِلَّآ اَنْ يُّهْدٰى ج
فَمَا لَكُمْ قف كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿٣٥﴾ وَمَا يَتَّبِعُ اَكْثَرُهُمْ اِلَّا

اور اللہ کیطرف جو اُنکا مالک حقیقی ہے اُنکو لوٹایا جائیگا اور جو افترا پردازیاں وہ کیا کرتے
تھے سب بھول بسری ہوجائینگی ۵ پوچھو کہ زمین و آسمان سے تمہیں کون روزی پہنچاتا ہے
یا کون کانوں اور آنکھوں کا اصلی مالک ہے اور کون مُردوں سے زندوں کو اور زندوں سے مُردوں کو
نکالتا ہے اور کون (زمین و آسمان کے) کاموں کو چلاتا ہے وہ فوراً کہدینگے کہ اللہ پس
پوچھو کہ (پھر تم کیوں اُسکی نافرمانی سے) نہیں ڈرتے ۵ پس یہی اللہ تمہارا حقیقی
رب ہے پس حق کے بعد سوائے گمراہی کے کیا دھرا ہے تم کدھر کو چلے جا رہے
ہو ۵ اسی طرح تیرے رب کی بات اُن لوگوں پر پوری ہوگئی جنہوں نے نافرمانی کی کہ وہ
ایمان نہیں لاتے ۵ پوچھو کہ تمہارے شرکا میں سے کوئی ہے جو کوئی چیز اوّل بار پیدا
کر سکے پھر (اُسے مار کر) دوسری بار پیدا کر سکے کہدو اللہ ہی خلقت کو اوّل بار پیدا کرتا ہے
پھر وہی اُسکو لوٹائیگا پس تم کدھر چلے جا رہے ہو ۵ پوچھو کہ تمہارے شرکا میں سے کوئی
ہے جو حق کی راہ دکھا سکے کہدو کہ اللہ ہی راہ حق دکھاتا ہے کیا وہ جو راہ حق دکھاتا ہے اس
بات کا زیادہ حقدار ہے کہ اس کا حکم مانا جائے یا وہ جو راہ نہیں دکھا سکتا الّا یہ کہ اُسے
راہ دکھائی جائے تمہیں کیا ہوگیا ہے تم کس طرح فیصلے کرتے ہو ۵ اور ان میں سے اکثر تو

[illegible] گذشتہ رکوع میں منکرین خدا کو نافرمانی کے نتائج و عواقب سے ڈرایا گیا تھا۔ اس رکوع میں خدا کی ہستی کے ثبوت اور اس کے سامنے سجدہ ریزی کی ضرورت پر دلائل و براہین بیان ہوئے ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے کہ بھلا سوچو تو زمین سے جو اشیاء پیدا ہوتی ہیں ان کا پیدا کرنے والا کون ہے [illegible] درختوں [illegible] پھلوں کو پیدا کرکے کون تمہاری ضرورت کو پورا کرتا ہے۔ آسمانوں پر سورج چاند اور ستارے کس نے بنائے ہیں بادلوں سے کون مینہ برساتا ہے [illegible] ان چیزوں کی صنعت اور تخلیق خدا کے سوا اور کسی نے کی؟ نہیں [illegible] [illegible] کا ملک [illegible] خدا کے [illegible] کہلاتے اور [illegible] اس بات کا مستحق ہے کہ اس یگانہ کی عبادت کی جائے [illegible] جو خالق اکبر ہے [illegible] عجیب عجیب اشیاء پیدا کرتا ہے۔ زمین کو دیکھو [illegible] غرض [illegible] [illegible] زندگی اس [illegible] [illegible] الارض ہیں [illegible] پھیل جاتے ہیں [illegible] پیدا کرنے والے کی [illegible] نشان ہی کی پیدائش [illegible] صاحب دانش و بینش [illegible] جو اس کائنات عالم کی ہر چیز کا وجود [illegible] نفع رساں [illegible] زیادہ کسی [illegible] کوئی [illegible] ہمیشہ [illegible] زندگی کی [illegible] وہ خالق مطلق جس نے [illegible] وہی خدا ہے وہی [illegible] کا حقدار ہے کہ انسان [illegible] جو دنیا کے بیشمار ممالک ہیں ہر ملک میں الگ الگ حکومت ہے جو متعدد حضرات کے باہمی اتحاد اور مشاورت سے چل رہی ہے گویا صرف اس زمین کی حکومت لاکھوں انسانوں کے ہاتھ میں [illegible] آسمان کو [illegible] نظم و نسق درست نہیں رکھ سکتیں [illegible] آسمان کی حکومتیں سب کی سب ایسے نظام سے چل رہی ہیں کہ کوئی ذرہ بھی اپنے حکم کے بغیر نہیں ہل سکتا۔ [illegible] کشتی [illegible] [illegible] نہیں ہوتی [illegible] [illegible] تو ہم ان باتوں کو درست [illegible] [illegible] ان کے نتائج و عواقب سے کیوں [illegible] تمہارا معبود حقیقی وہی ہے جو مذکورہ بالا صفات کا مالک ہے پس جب یہ بات معلوم ہو چکی ہے تو پھر تم کیوں اسی کی فرمانبرداری نہیں کرتے [illegible] ورنہ گمراہ ہو جاؤ گے۔ جس طرح روشنی کی [illegible] جاتی ہیں۔ اسی طرح حق کی حقیقت نا سمجھ لینے کے بعد باطل کی ہر راہ [illegible] رہ جاتی ہیں۔ پس وہ لوگ جو حق کا ساتھ چھوڑ دیں وہ [illegible] اللہ کے دشمن ہیں [illegible] ہر دو جہان کے [illegible] کائنات عالم کو کس نے اول مرتبہ پیدا کیا [illegible] اور بالآخر کون اسے محاسبہ کے لئے دوبارہ پیدا کرے گا خدا ہی تو ہے جسے ان باتوں کی قدرت ہے پھر کیا بات ہے کہ تم اسکے شکرگذار تو ہوتے نہیں [illegible] ان سے [illegible] مستقل فائدہ نہیں جو خود تمہاری طرح ہمارے محتاج ہیں بھلا تمہیں ان کا ممنون احسان ہونا چاہئے یا اس خدائے یگانہ کا جو نہ صرف تمہیں بلکہ ان سب کو بھی جن کو تم نے قبلہ حاجات بنا رکھا ہے [illegible] عطا کرتا ہے۔ پس نہیں چاہئے کہ خدا ہی کے سامنے سر جھکائے رہو اور اسی کی عبادت کرو۔ یہ بات خوب یاد رکھو کہ باطل پرستوں سے کوئی کام نہ چل سکیگا کیونکہ خدا نے کو دلوں کے اسرار بھی پوشیدہ [illegible]

ظَنًّا ؕ اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ

بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴿٣٦﴾ وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ

دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ

الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٣٧﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ

افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ

مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٣٨﴾ بَلْ كَذَّبُوْا بِمَا

لَمْ يُحِيْطُوْا بِعِلْمِهٖ وَلَمَّا يَاْتِهِمْ تَاْوِيْلُهٗ ؕ كَذٰلِكَ

كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ

الظّٰلِمِيْنَ ﴿٣٩﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ

لَّا يُؤْمِنُ بِهٖ ؕ وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِالْمُفْسِدِيْنَ ﴿٤٠﴾ ع وَاِنْ

كَذَّبُوْكَ فَقُلْ لِّيْ عَمَلِيْ وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ ۚ اَنْتُمْ بَرِيْٓـُٔوْنَ

مِمَّآ اَعْمَلُ وَاَنَا بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿٤١﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ

يَّسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ ؕ اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ وَلَوْ كَانُوْا لَا

محض گمان پر چلتے ہیں (یاد رکھو کہ) گمان (اُنکو) حق سے بے پرواہ نہیں کر سکتا بیشک
اللہ کو اُنکے اعمال کا پورا پورا علم ہے ۝ اور یہ قرآن ایسا نہیں کہ اللہ کے سوا کسی (اور) نے بنا لیا ہو
بلکہ یہ تو اُن کتابوں کا مصدق ہے جو اس سے پہلے نازل ہو چکی ہیں اور (احکام مکتوبہ کی)
پروردگار عالم کیطرف سے ایسی تفصیل ہے۔ جس میں کسی طرح کا شک و شبہ نہیں ۝ کیا یہ
لوگ کہتے ہیں کہ اسکو پیغمبر نے خود بنا لیا ہے کہدو کہ (اگر ایسا ہی ہے) تو تم بھی اس جیسی ایک سورت
بنا لاؤ اور اللہ کے سوا جس کسی کو چاہتے ہو بلا لو اگر تم سچے ہو ۝ بلکہ انہوں نے ایسی چیز کو
جھٹلایا ہے جس کے علم پر انہوں نے پورا پورا قابو پایا ہی نہیں اور جس کی تاویل ان کو
پوری پوری معلوم ہی نہیں ہوئی۔ اسی طرح ان سے پہلے لوگوں نے بھی جھٹلایا پس دیکھ لو کہ ظالموں
کا کیا انجام ہوا ۝ اور ان میں سے بعض لوگ ہیں جو اس پر ایمان لے آتے ہیں اور بعض میں جو
اس پر ایمان نہیں لاتے اور تیرا رب فساد کرنیوالوں کو خوب جانتا ہے ۝ ع [۱۷۵] اور اگر انہوں نے
تجھ کو جھٹلایا تو کہدو کہ میرے لئے میرا عمل ہے اور تمہارے لئے تمہارا عمل جو کچھ میں
کرتا ہوں تم اس سے بری ہو اور جو کچھ تم کرتے ہو اس سے میں بری ہوں ۝ اور ان میں سے بعض
تیری طرف کان لگاتے ہیں تو کیا تو اُن بہروں کو سنا سکتا ہے جب کہ وہ

نہیں وہ نیکی کا بدلہ نیک اور بدی کا بدلہ عذاب سے دیگا یاد رکھو کہ وہ لوگ جو قرآن کے منزل من اللہ ہونے میں شک کرتے ہیں وہ غلطی پر ہیں حقیقت یہ ہے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے کسی انسان کی طاقت نہیں کہ اس جیسا کلام بنا سکے اس میں پہلی کتابوں کی تصدیق بھی موجود ہے۔ اور رہتی دنیا تک کیلئے مفصل احکام بھی دئیے ہیں۔ اگر کسی کو شک ہو تو اسے کہدو کہ تمام قرآن کا مقابلہ تو نا ممکن کام ہے تو تم اس جیسی ایک سورۃ ہی بنا لاؤ اور اس کام کے لئے جس کسی سے مدد لینا چاہو خواہ تمہارا مددگار انسان ہو یا جن ہو آسمان میں ہو یا زمین میں جس جس سے مدد لے سکتے ہو لے کر دیکھو۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ تم قرآن کی سورتوں جیسی ایک سورۃ بھی نہیں بنا سکتے انسان کا خاصہ ہے کہ جس چیز کی حقیقت و اصلیت کا اس پر انکشاف نہیں ہوا وہ جھٹ اس کی تکذیب کر دیتا ہے اور یہ بات کوئی نئی بات نہیں یہ سلسلہ ازمنۂ قدیم سے ہی چلا آتا ہے تاریخ تمہیں بتلائیگی کہ ان جھٹلانے والے ظالموں کو ہمیشہ عبرتناک سزائیں ملتی رہتی ہیں سب انسان ایک ایسے نہیں ہوتے وہ بھی موجود ہیں جن کا قلب سلیم اور فطرت صحیح ہے وہ اللہ پر اللہ کے احکام پر اور اُسکے رسول پر ایمان لے آتے ہیں۔ مگر بعض ایسے بھی ہیں جن کے حوہر انسانیت تمام مٹ چکے ہیں اور سوائے فتنہ و فساد کے کچھ ان سے سرزد نہیں ہوتا یاد رکھو کہ خدا ان سب طرح کے لوگوں کی کارگذاریوں سے واقف ہے اور فتنہ پردازوں کو بھولا ہوا نہیں۔

[۱۷۵] یہاں انسان کو پوری آزادی دی جاتی ہے کہ جو چاہے کرے مگر نیکی اور بدی کے نتائج و عواقب کو بھی ساتھ ہی ساتھ نہایت صراحت و وضاحت کیساتھ بیان فرما دیا ہے کہ کوئی شخص ناواقف نہ رہے۔ یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپکے بعد آپکے متبعین اسلام کو بتا دیا گیا ہے کہ تمہارا فرض صرف اسقدر ہے کہ تم احکام اسلام کو حسن و خوبی اور احسن طریق پر انجام دو۔ اس کے بعد ہر کسی کی اپنی مرضی ہے خواہ کوئی احکام الٰہی مانے یا نہ مانے نتائج وہ خود بھگتیں گے اگر تم نے انکو دونوں راہیں دکھا دی ہیں تو انکو اختیار دو کہ وہ جونسی راہ چاہیں اختیار کر لیں سنا دو کہ تم اپنا کام کئے جاؤ ہم اپنا کام کئے جاتے ہیں مگر اتنا یاد رکھنا کہ ہمیں تمہارے اعمال سے نفرت کلی ہے اور ہم کسی طرح تمہارے ممد و معاون نہیں۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص فطرت سلیمہ کو ایک دفعہ برباد کر دیتا ہے اسکے اعضا و جوارح اسکے قابو میں نہیں رہتے چنانچہ دیکھنے میں وہ صحیح و سالم انسان دکھائی دیتے ہیں۔ مگر ایک

يَعْقِلُوْنَ ﴿٤٢﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْظُرُ اِلَيْكَ ؕ اَفَاَنْتَ تَهْدِى
الْعُمْىَ وَلَوْ كَانُوْا لَا يُبْصِرُوْنَ ﴿٤٣﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ
النَّاسَ شَيْـًٔا وَّلٰكِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿٤٤﴾
وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ كَاَنْ لَّمْ يَلْبَثُوْۤا اِلَّا سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ
يَتَعَارَفُوْنَ بَيْنَهُمْ ؕ قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ
وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ﴿٤٥﴾ وَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِىْ
نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ اللّٰهُ شَهِيْدٌ
عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ ﴿٤٦﴾ وَلِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ
رَسُوْلُهُمْ قُضِىَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿٤٧﴾
وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٤٨﴾
قُلْ لَّاۤ اَمْلِكُ لِنَفْسِىْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ
لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ؕ اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَاْخِرُوْنَ
سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿٤٩﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ

ایمان کیا ہے؟

از خان صاحب علی محمّد صاحب صدّیقی۔ پنشنڈ انسپکٹر پولیس بمبئی

ہمارے تمام افعال و حرکات ہمارے ارادے کے تابع ہیں۔ ہمارے ارادے کے محرک ہمارے خیالات اور جذبات ہیں۔ یہی انکو بناتے اور بگاڑتے ہیں۔ عام بول چال میں انہی چیزوں کو ہم دل کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور انسان کے دل اور ارادے پر اگر کوئی چیز حکمران ہے۔ تو وہ اس کا عقیدہ ہے۔ آپ صحیح اور صالح عمل کے لئے ضروری ہے۔ کہ چند صحیح اصول و مقدمات کا ہم اس طرح تصور کریں کہ وہ دل کا غیر مشکوک یقین اور غیر متزلزل عقیدہ بن جائے۔ اور اسی عقیدہ کے تحت میں ہم اپنے تمام کام انجام دیں۔ اس عقیدہ پر یقین کرنے کا نام ایمان ہے ٭

قرآن پاک نے ایمان کا ذکر ہمیشہ عمل صالح کے ذکر سے پہلے لازمی طور پر کیا ہے۔ گویا ایمان اور عمل صالح لازم ملزوم ہیں۔ اور ایمان کے بغیر کسی عمل کو قابل قبول نہیں سمجھا۔ بالفاظ دیگر ایمان کے بغیر عمل کی بنیاد کسی بلند اور صحیح تخیل پر قائم نہیں ہو سکتی۔ غرض ایمان ہمارے تمام اعمال کی بنیاد ہے۔ وہ ہماری سیرابی کا چشمہ ہے۔ جس کے عدم سے ہمارے تمام کاموں کی حقیقت سراب سے زیادہ نہیں رہتی۔ کیونکہ گو وہ دیکھنے میں کام معلوم ہوتے ہیں۔ مگر روحانی اثر اور فائدے سے یکسر خالی اور بے نتیجہ ہوتے ہیں۔ ہمارے اعمال کی غرض و غایت دراصل خدا کے وجود کا اقرار اور اس کی رضامندی کا حصول ہے۔ یہ نہ ہو تو ہمارے تمام کام بے نتیجہ اور بے مقصد ہو جائیں۔ اور ہمارے کاموں کی بنیاد ریا۔ نمائش۔ جاہ پسندی۔ خود غرضی اور شہرت طلبی وغیرہ کے دلی جذبات اور پست محرکات کے سوا کچھ اور نہ رہ جائے ٭

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم مبارک نے علم و عمل میں لزوم ثابت کیا ہے۔ مگر سب سے زیادہ زور انسان کی عملیت پر صرف کیا۔ اور عقائد کے اتنے ہی حصہ کا یقین اور اقرار ضروری قرار دیا جو دل کی اصلاح، عمل کی بنیاد اور اخلاق و عبادات کی اساس قرار پا سکے۔ آپ نے صریح الفاظ میں عقائد کے صرف پانچ اصول تلقین فرمائے ٭

خدا پر۔ اُس کے رسُولوں پر۔ اُس کی کتابوں پر اور اعمال کے جزا و سزا کے دن پر ایمان لانا ۔

یہ تمام وہ حقائق ہیں جن پر دل سے یقین کرنا اور زبان سے اقرار کرنا ضروری ہے۔ اُن کے بغیر خالص عمل کا وجود نہیں ہو سکتا ۔

(۱) اللہ تعالیٰ پر ایمان کہ وہ اس دُنیا کا تنہا خالق اور مالک ہے اور ظاہر و باطن کا واقف ہے۔ تاکہ وہی ہمارے تمام کاموں کا قبلہ مقصود قرار پا سکے۔ اور محض اسی کی رضا جوئی اور مرضی کی تعمیل ہمارے اعمال کی غرض و غایت ہو۔ اور ہم جلوت کے سوا خلوت میں بھی گناہوں اور بُرائیوں سے بچ سکیں۔ اور نیکی اس لئے کریں اور بُرائی سے اس لئے بچیں کہ یہی ہمارے خالق کا حکم اور یہی اُس کی مرضی ہے۔ اس کے احکام اور پیغام کی سچائی پر ایسا یقین ہو کہ ہمارے جذبات، ہمارے غلط استدلالات، ہماری گمراہ خواہشیں اس یقین میں کچھ بھی شک اور تذبذب پیدا نہ کر سکیں ۔

(۲) خدا کے فرشتوں پر بھی ایمان لانا ضروری ہے۔ کیونکہ وہ خدا اور رسُولوں کے درمیان قاصد اور مفیر ہیں۔ رُوحانیت اور مادیت کے مابین واسطہ ہیں۔ مخلوقات کو قانونِ الٰہی کے مطابق چلاتے ہیں۔ اور اعمال و افعال کے ایک ایک حرف کو ہر لحظہ محفوظ کرتے جاتے ہیں۔ تاکہ ہم کو اُن کا اچھا یا بُرا معاوضہ مل سکے۔

(۳) خدا کے رسُولوں پر بھی ایمان لانا ضروری ہے۔ کیونکہ خدا کے احکام اور ہدایات اور اُس کی مرضی کا علم انہی کے واسطہ سے انسان کو پہنچا ہے۔ اگر اُن کی صداقت، سچائی اور راستبازی کو کوئی تسلیم نہ کرے تو پیغامِ ربانی اور احکامِ الٰہی کی صداقت و سچائی بھی مشکوک اور مُشتبہ ہو جائے۔ اور انسان کے سامنے نیکی، نزاہت اور معصومیت کا کوئی نمونہ موجود نہ رہے۔ جو انسان کے قوائے عمل کی تحریک کا باعث بن سکے۔ پھر اچھے بُرے، صحیح اور غلط کاموں کے درمیان ہماری عقل کے سوا جو ہمارے جذبات کی محکوم اور ناقابلِ اعتماد ہے کوئی اَور چیز ہمارے سامنے ہماری رہنمائی کے لئے نہیں ہو گی ۔

(۴) خدا کی کتابوں پر یعنی جو کچھ اُن میں ہے اُن کی سچائی پر ایمان لانا ضروری ہے۔ اگر یہ کُتب نہ ہوتیں۔ تو رسُول کے بعد خدا کے احکام اور ہدایات کے جاننے کا ذریعہ مسدود ہو جاتا۔ اور ہمارے لئے نیکی و بدی کی تمیز کا کوئی ایسا معیار باقی نہ رہتا۔ جس پر تمام ادنیٰ اعلیٰ، جاہل و عالم سب مُتفق ہو سکیں ۔

(۵) روزِ جزا و سزا پر ایمان لانا بھی ضروری ہے۔ کیونکہ اگر اعمال کی باز پُرس اور جوابدہی کا خطرہ نہ ہو۔ تو دُنیاوی قوانین کے باوجود یہ دُنیا بہیمیت اور درندگی بن جائے۔ یہی عقیدہ ہے جو انسانوں کو جلوت اور

خلوت میں اُن کی ذمہ واری کو محسوس کراتا ہے۔ اور ہر صاحب ایمان نیکی کرتا اور بدی سے بچتا ہے۔

یہ مسلمہ امر ہے۔ کہ خدا کی طاعت سے ایمان زیادہ اور اس کے احکام کی نافرمانی یا بالفاظ دیگر معصیت سے ایمان کم ہوتا ہے۔ اور بمصداق ارشادِ الٰہی لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی انسان کے لئے وہی کچھ ہے جس کی وہ کوشش کرتا ہے۔ گویا اس کو جزا و سزا خود اپنے اعمال کے مطابق ملے گی۔ جو کسی قدر تو اسی دُنیا میں مل جاتی ہے۔ لیکن پوری جزا و سزا یوم آخرت میں ہی ملے گی۔ مثلاً نیک کردار کو نیکی کا بدلہ اس کی نیک شہرت عام ہر دلعزیزی۔ عزت اور وقار کی صورت میں مل جاتا ہے۔ اسی طرح بدکردار کو قید و بند کی مصیبت عام نفرت و حقارت اور طرح طرح کی امراض جسمانی کی تکالیف برداشت کرنی پڑتی ہیں۔

اگر دُنیا کے تمام اعمال صالح کی تحلیل کی جائے۔ تو اُن کی اولاً دو قسمیں نکلیں گی۔ اوّل خدا پر ایمان اور حسن دل سے اُس کی طاعت جس کو حقوق اللہ کہتے ہیں۔ دوم۔ بندگانِ الٰہی کے ساتھ حُسن سلوک یعنی حقوق العباد۔ بندگانِ الٰہی کے ساتھ جو نیک سلوک کیا جا سکتا ہے وہ یہی ہے کہ اُن کی عزت و آبرو کا پاس کیا جائے جس کو عفت و عصمت کہتے ہیں۔ ان کی ضروریاتِ زندگی کے مہیا کرنے میں اُن کی امداد کی جائے۔ ضروریاتِ زندگی سے مُراد کھانا۔ پینا۔ پہننا اور رہنا ہے۔ انہی کی نسبت ہم اُن کے ساتھ حُسن سلوک کر سکتے ہیں۔ اب امُورِ بالا کی پانچ قسمیں ہوئیں۔ اور جنّت کی نعمتیں انہی پانچ قسموں میں منحصر ہیں۔ ایمان و اخلاص اور طاعت کی جزا خود تبارک و تعالیٰ ہے۔ وہ بندہ کو اپنے قرب اور دیدار سے نوازے گا۔ عفّت و عصمت کی سزا حسین و مہ جبین بیویوں کی صورت میں نمایاں ہوگی۔ دوسروں کے کھلانے کی جزا جنّت کے باغ۔ پھل اور الوانِ طعام ہیں۔ دُوسروں کے پلانے کی جزا خوش مزہ اور خوشگوار مشروبات کی فراوانی ہے۔ پہنانے کی جزا ریشم پر دیبا اور خوش نما لباس ہیں۔ رہنے اور رکھنے میں حُسنِ سلوک کی جزا خوش منظر مکان و تماشا گاہ ہے۔

نیکی کی جزائے خیر کی دل خوش کن کیفیت تو معلوم ہوگئی۔ لیکن بدکرداری اور خلاف ورزیٔ احکامِ ربانی کی سزا کا حال سُن کر بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ گو اس دُنیائے فانی میں بدکرداری کی سزا کافی تکلیف دہ ہے۔ لیکن چونکہ یہاں کی زندگی ہی عارضی ہے اس لئے سزا بھی عارضی ہے۔ اور عالمِ آخرت کی زندگی ابدی ہے۔ اس لئے وہاں سزا کی تکلیف بھی حسب حال اعمال ابدی یا اُس وقت تک کی ہوگی۔ جب تک کہ خداوندِ کریم اپنے کرم سے اس سزا کو معاف نہ فرما دے۔ مثلاً اس دُنیا میں زنا کی سزا موجودہ قانون انگریزی کی رو سے کچھ عرصہ قید مقرر ہے۔ اور شریعتِ اسلامی میں زانی اور زانیہ کی سزا عام پبلک میں سنگساری

مقرر ہے۔ لیکن عالمِ آخرت میں زانی اور زانیہ ایک سخت جلتے ہوئے گڑھے میں بالکل برہنہ بدن ڈالے جائینگے۔ اور تیزیٔ آتش کی وجہ سے یہ لوگ گڑھے سے باہر نکل پڑا کریں گے۔ اور پھر گڑھے کے اندر چلے جایا کریں گے۔ اور قرن ہا ئے قرن تک یہی صُورت رہے گی۔ الاّ جبکہ خداوند کریم اپنے کرم سے یہ عذاب دُور نہ فرما دے۔ اسی طرح جو شخص قرآن پاک پڑھکر بُھلا دے یا اس پر عمل نہ کرے تو اُسکا سر ایک بڑے پتھر کی ضرب سے پاش پاش کیا جائیگا اور صدیوں تک یہی سلسلہ جاری رہے گا۔ تا وقتیکہ خداوندِ کریم اپنے کرم سے یہ عذاب دُور نہ فرما دے۔ یہی حال دیگر نافرمانیٔ احکامِ ربانی کا ہے۔ جن کی تفصیل طوالت کا مُوجب ہے۔ یہ امر بھی یاد رکھنے کے قابل ہے۔ کہ قرآن پاک سمجھکر پڑھنا ہر کلمہ گو مرد اور عورت پر فرض ہے۔ کیونکہ طلب علم سے مُراد علمِ قرآن پاک ہی ہے ؏

اب ہمیں غور کرنا چاہیئے۔ کہ ہمارے اعمال آیا مقتضائے ایمان کے موافق ہیں۔ اور ہمارا وقت بجا آوریٔ احکامِ ربانی میں صرف ہوتا ہے یا خلاف ورزی میں ضائع ہوتا ہے۔ سو بہزار افسوس کہنا پڑتا ہے۔ کہ ہمارے اعمال ہمیں ایمان سے کوسوں دُور لئے جا رہے ہیں۔ اور نتیجہ یہ ہے کہ نہ صرف اسی دُنیائے فانی میں ہی ہم بد ترین اور ذلت کی زندگی بسر کر رہے ہیں اور اطمینانِ قلب سے محروم ہیں۔ بلکہ عالمِ آخرت کی ابدی زندگی ہی تباہ کر رہے ہیں۔ اور اس کے سوا کوئی چارہ کار نظر نہیں آتا کہ خداوند کریم و رحیم کی بارگاہ میں عجز و انکساری کے ساتھ دُعا کریں۔ کہ وہ اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی طفیل ہمارے گناہوں پر قلم عفو کھینچ دے۔ اور آئندہ ہمیں صراطِ مستقیم پر گامزن ہونے اور گمراہی سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

مونسِ فقرا

(از جناب مرزا عزیز صاحب فیضانی رداراپوری)

(۱)

ایثار میں اعلےٰ
اخلاص کا پُتلا
فطرت کا نمونہ
اور صِدق سراپا
سیرت میں نظر شائبہ آیا نہ ریا کا

(۲)

کیا لُطفِ خدا ہے
قرآں وہ ملا ہے
جو زندہ نوا ہے
مُنہ بند ہُوا ہے
جس سے فُصحا کا، اُدبا کا، شُعرا کا

(۳)

زردار کی نخوت
نادار کی ذِلت
شہزور کی ہیبت
دی سب کو ہزیمت
شاہوں کا مربّی ہے تو مُونس فقرا کا

(۴)

لایا وہ سیاست
نعمت ہے جو نعمت
راعی و رعیّت
سب کے لئے رحمت
جسمیں ہے علاج اہلِ حکومت کی جفا کا

خطباتِ نبوی صلّے اللہ علیہ وسلّم

(گذشتہ سے پیوستہ)

از مولانا سید محمد ادریس صاحب طوہروی ضلع مردان

خطبہ جِعرّانہ

غزوۂ حنین میں جو مالِ غنیمت ہاتھ آیا تھا اس کے متعلق آپ نے حکم دیا کہ جعرانہ میں محفوظ رکھا جائے۔ اور خود لشکر سمیت طائف کا عزم کیا۔ وہاں سے واپس ہوکر آپ جعرانہ تشریف لائے۔ غنیمت کا بیشمار ذخیرہ تھا۔ چھ ہزار قیدی ۲۴ ہزار اونٹ ۴۰ ہزار بکریاں اور ۴ ہزار اوقیہ چاندی تھی۔ مکہ کے اکثر باشندے جنہوں نے حال میں اسلام قبول کیا تھا ابھی تک ضعیف الاعتقاد تھے۔ انہی کو قرآن مجید میں مؤلفۃ القلوب کہا گیا ہے۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اس حال میں ان لوگوں کو نہایت فیاضی سے انعامات دئے ۔

یہ لوگ چونکہ اکثر قریش یعنی آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے رشتہ دار اور ہموطن تھے۔ اس لئے انصار کے بعض نوجوانوں کو رنج ہؤا۔ اور انہوں نے کہا۔ کہ آنحضرتؐ نے اپنے رشتہ داروں اور ہم وطنوں کو بلا استحقاق مال و دولت عطا کی۔ اور ہمکو معمولی حصہ سے زیادہ کچھ نہ دیا۔ حالانکہ عطیات کے زیادہ مستحق تو ہم لوگ تھے۔ کیونکہ ہماری تلواروں سے اب تک قریش کے خون کے قطرے ٹپکتے ہیں۔ بعض بولے کہ مشکلات میں ہماری یاد ہوتی ہے۔ اور غنیمت اَوروں کو ملتی ہے ۔

یہ بھنک اُڑتی ہوئی آپ کے سمع مبارک تک بھی پہنچ گئی۔ آپ نے تمام انصار کو ایک چرمی خیمہ میں جمع کرکے اصل حقیقت دریافت فرمائی۔ انہوں نے کہا۔ کہ ہمارے نوخیز جوانوں نے اس قسم کی باتیں ضرور کی ہیں۔ لیکن ہم میں سے کسی پختہ مغز اور سمجھدار شخص کو اس بات کا خیال تک بھی نہیں آیا۔ نہ ہم کو آپ کے متعلق کبھی ایسا گمان ہوسکتا ہے۔ آپ نے اس موقعہ پر کھڑے ہوکر خطبہ دیا۔ جو بلاغت کے اعتبار سے اپنی نظیر آپ ہے۔ آپ نے فرمایا :-

یَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ۔ اَلَمْ اَجِدْکُمْ ضُلَّالاً — اے گروہ انصار کیا یہ سچ نہیں۔ کہ تم پہلے گمراہ تھے

فَهَدَاكُمُ اللّٰهُ بِيْ وَكُنْتُمْ مُتَفَرِّقِيْنَ فَأَلَّفَكُمُ اللّٰهُ بِيْ. وَعَالَةً فَأَغْنَاكُمُ اللّٰهُ بِيْ ٭ (بخاری جلد ۲ صفحہ ۶۲)

خدا نے میری وجہ سے تمہیں ہدایت دی۔ تم منتشر اور پراگندہ تھے خدا نے میری وجہ سے تم میں اتفاق پیدا کیا۔ تم مفلس تھے خدا نے میری وجہ سے تمکو غنی کردیا ٭

آپ یہ فرماتے جاتے تھے۔ اور ہر فقرہ پر انصار کہتے جاتے تھے "خدا اور اُس کے رسولؐ کا ہم پر بہت بڑا احسان ہوا ہے"۔ آپ نے طرزِ خطاب بدل کر فرمایا:۔

أَمَا وَاللّٰهِ لَوْ شِئْتُمْ لَقُلْتُمْ فَصَدَقْتُمْ وَصَدَقْتُمْ وَصَدَقْتُمْ۔ أَتَيْتَنَا مُكَذَّبًا فَصَدَّقْنَاكَ وَمَخْذُوْلًا فَنَصَرْنَاكَ۔ وَطَرِيْدًا فَآوَيْنَاكَ وَعَائِلًا فَوَاسَيْنَاكَ (قسطلانی)

نہیں۔ بلکہ بخدا تم مجھے جواب دے سکتے ہو۔ اور سچا جواب دے سکتے ہو۔ کہ ساری دُنیا نے تجھکو جھٹلایا۔ اور ہم نے تیری تصدیق کی۔ سب نے تجھکو چھوڑ دیا اور ہم نے پناہ دی۔ تو گھر سے نکالا ہوا تھا۔ ہمنے تجھے گھر دیا۔ تو مفلس آیا تھا ہمنے ہر طرح سے تیری مدد کی ٭

اس کے بعد آپ نے اصل اعتراض کا جواب دیا۔ اور خوب دیا۔ آپ نے فرمایا:۔

أَتَرْضَوْنَ أَنْ يَذْهَبَ النَّاسُ بِالشَّاةِ وَالْبَعِيْرِ وَتَذْهَبُوْنَ بِالنَّبِيِّ إِلٰى رِحَالِكُمْ. فَوَاللّٰهِ لَمَا تَنْقَلِبُوْنَ بِهٖ خَيْرٌ مِمَّا يَنْقَلِبُوْنَ۔

لیکن اے انصار کیا تمکو یہ پسند نہیں کہ لوگ بکریاں اور اونٹ لے کر گھر جائیں۔ اور تم پیغمبرؐ کو لیکر اپنے گھر آؤ۔ خدا کی قسم تم لوگ جو لے کر واپس جاتے ہو۔ وہ اس سے بہتر ہے جسکو دوسرے لوگ لیکر جاتے ہیں ٭

اس پر انصار بے ساختہ پکار اُٹھے۔ ہم پیغمبرؐ کو لے جانے پر رضامند ہیں۔ اکثروں کا یہ حال ہوا۔ کہ بے اختیار رو پڑے۔ اور آنسوؤں کی جھڑی سے اُن کی داڑھیاں تر ہوگئیں ٭

پھر آپ نے فرمایا:۔

لَوْلَا الْهِجْرَةُ لَكُنْتُ امْرَأً مِنَ الْأَنْصَارِ. وَلَوْ سَلَكَ النَّاسُ وَادِيًا وَشِعْبًا لَسَلَكْتُ وَادِيَ الْأَنْصَارِ وَشِعْبَهَا۔ اَلْأَنْصَارُ شِعَارٌ۔ وَالنَّاسُ دِثَارٌ۔ إِنَّكُمْ سَتَلْقَوْنَ بَعْدِيْ أُثْرَةً۔

اگر ہجرت کا فرق نہ ہوتا۔ تو میں بھی انصار میں ہی شامل ہوتا۔ اگر انصار ایک راستے پر چلیں اور لوگ دوسرا راستہ اختیار کریں۔ تو میں یقیناً انصار کا راستہ اختیار کروں گا۔ انصار قربت اور نزدیک میں استر کی طرح ہیں۔ اور باقی لوگ چادر کی مانند ہیں۔ اے گروہِ انصار

فَاصْبِرُوْا حَتّٰى تَلْقَوْنِيْ عَلَى الْحَوْضِ (بخاری جلد ۲ صفحہ ۶۲) میرے بعد لوگ اغیار کو تم پر ترجیح دیں گے۔ پس تم صبر کا شیوہ اختیار کرو۔ حتّٰی کہ مجھے حوض (کوثر) پر ملو۔

یہ سُن کر انصار کو جس قدر خوشی ہوئی۔ اس کا ہم اجمالی تصور تو کر سکتے ہیں۔ مگر الفاظ اس کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ پھر آپ نے اُن کو سمجھایا۔ کہ یہ لوگ ابھی تازہ مسلمان ہوئے ہیں۔ تالیف قلوب کے خیال سے اُن کو زیادہ مال دیا گیا ہے۔ یہ نہیں کہ اُن کا حق زیادہ ہے۔

خطبہ ۳۳

فتح مکہ کے ساتھ ہی اطرافِ عرب سے دربارِ نبوت میں سفارتیں آنی شروع ہوئیں۔ اُن میں سے اکثر نے بارگاہ نبوی میں پہنچ کر وہ کچھ دیکھا۔ کہ دولتِ ایمان سے مالا مال تھے۔

ہر قبیلے کے ساتھ اپنا خطیب اور شاعر ہوا کرتا تھا۔ جو قومی ترانہ گاتا اور اپنے آبا و اجداد کے کارنامے اور مفاخر بڑی رنگ آمیزی سے بیان کیا کرتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کی کوشش فرماتے کہ ہر قبیلہ سے انہی کے لہجہ میں گفتگو فرمائیں۔ چنانچہ اس سلسلہ میں جس قدر فرامین اور خطبِ نبویہ کتب احادیث و سیر میں مروی ہیں۔ انہیں دیکھ کر آپ غیر حجازی معلوم ہونے لگتے ہیں۔

جب بنی نہد کا وفد دربارِ نبوت یعنی مسجد نبوی میں پہنچا۔ اور باریابی ہوئی۔ تو اُن کے خطیب طہفہ بن ابی ظہیر نہدی نے کھڑے ہو کر نہایت دردناک لہجہ میں اپنے علاقہ کی کیفیت بیان کی۔ وہاں کی خشک سالی اور بے آب و گیاہ بیابانوں کا ذکر کیا۔ پھر سفر کی صعوبتوں کو بیان کر کے اپنے قبیلہ کی طرف سے مسلمان ہو جانے کا اعلان کیا۔ اس کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حسب ذیل خُطبہ دیا۔ جس میں آپ نے کافی حد تک اسی لہجہ اور اسی طرزِ بیان کو اختیار کیا ہے۔ جو انہیں بہت زیادہ محبوب تھا۔ اور جس کا سمجھنا اُن کے لئے نہایت آسان تھا۔ آپ نے فرمایا:۔

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِيْ مَحْضِهَا وَمَخْضِهَا وَمَذْقِهَا۔ وَابْعَثْ رَاعِيَهَا فِي الدَّثْرِ وَافْجُرْ لَهُ الثَّمَدَ۔ وَبَارِكْ لَهُمْ فِي الْمَالِ وَالْوَلَدِ۔ مَنْ اَقَامَ

اے خدا انکے دودھ۔ چھاچھ اور لسّی میں برکت ڈالدے۔ اور اُن کو بہت سامال مویشی عطا فرما۔ جسے ان کا چرواہا بھرتی سے چرایا کرے۔ اور اسکو سیراب کر دے۔ اور اے خدا اُنکے مال و اولاد میں برکت ڈالدے جس نے نماز ادا کی

الصَّلٰوةَ كَانَ مُسْلِمًا وَمَنْ اٰتَى الزَّكٰوةَ كَانَ مُحْسِنًا ـ وَمَنْ شَهِدَ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ كَانَ مُخْلِصًا ـ لَكُمْ يَا بَنِي نَهْدٍ ـ وَدَائِعُ الشِّرْكِ وَوَضَائِعُ الْمُلْكِ ـ لَا يُلْطَطُ فِي الزَّكٰوةِ وَلَا يُلْحَدُ فِي الْحَيٰوةِ ـ وَلَا يُتَثَاقَلُ عَنِ الصَّلٰوةِ ـ (شفاء ج ۱ ص۳۵)

وہ مسلمان ہے جس نے مال کا زکوٰۃ نکالا ۔ اُس نے نیک عمل کیا ۔ اور جس نے توحید کی صدا بلند کی ۔ اُس نے نجات پائی ؎

اے بنی نہد زمانہ جاہلیت کی رکھی ہوئی امانتیں[1] تمہاری ہو چکیں ۔ اور تمام پرانے ٹیکس تم کو معاف کر دئے گئے دیکھو ۔ زکوٰۃ کی ادائیگی میں تاخیر نہ ہو ۔ حق بات سے رُوگردانی نہ کرو ۔ اور نہ کبھی نماز میں سُستی کرو ؎

خُطبہ ۳۴

جب بنو مراد کا وفد بارگاہ نبوّت میں باریاب ہُوا ۔ تو اُن کے خطیب ظبیان بن کُدادہ نے کھڑے ہو کر تقریر کی ۔ جس میں عرب کی قدیم تاریخ ماقبل نوح سے لے کر عاد و ثمود کا ذکر کرتے ہوئے ۔ کہ طائف اور اُس کے گرد و نواح کی سرسبز و شاداب زمینیں ہماری تھیں ۔ جس کو بنو ازد ہم سے چھین کر اپنے تصرّف میں لے آئے ۔ اور ہم مُلک بدر ہو کر ساحلی مقامات میں بسنے پر مجبور ہوئے ۔ اخیر میں کہا ۔ کہ یا رسول اللہ ۔ اب جب کہ اسلام نے ظالم سے مظلوم کا حق چھین لینے کا اعلان کیا ہے ۔ آپ ہمارے آبائی وطن کو بنو ثقیف سے چھین کر ہمیں دلوا دیجئے ؎

اتّفاق سے اُس وقت بنو ثقیف کے دو سردار اخنس بن شریق اور اسود بن مسعود ثقفی موجود تھے ۔ اسود نے کھڑے ہو کر ایک پُر مغز اور مؤثر تقریر کی ۔ جس میں واقعات کے تمام پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہوئے اُس نے کہا ۔ کہ طائف اور بطن وُج ہمارا آبائی وطن ہے ۔ جسے ازمنۂ قدیمہ میں ہمارے اسلاف نے بزورِ شمشیر فتح کر لیا تھا ؎

اُن کا یہ بے معنی جھگڑا دیکھ کر آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ذیل کا خُطبہ دیا ۔ جس میں حسب دستور وہی لہجہ اختیار کیا گیا ۔ جو دُوسرے وفدوں کیساتھ آپ کا مخصوص شیوہ تھا ۔ آپ نے فرمایا :-

---

[1] زمانہ جاہلیت میں کفّار نے جو اموال اُن کے پاس امانت رکھے تھے ۔ وہ اُن کے لئے حلال قرار دئے ۔ کیونکہ غیر معاہد کافر کا مال اگر بدوں کسی شرط کے ہاتھ آجائے ۔ تو مسلمان از روئے شرع اس کا مالک ہو سکتا ہے ؎

إِنَّ نَعِيمَ الدُّنْيَا أَقَلُّ وَأَصْغَرُ مِنْ خُرْبُصِيصَةٍ وَلَوْ عَدَلَتْ عِنْدَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ جَنَاحَ ذُبَابٍ لَمْ يَكُنْ لِمُسْلِمٍ كَاحٍ وَلَا لِكَافِرٍ بِهَا بَرَاحٌ وَلَوْ عَلِمَ الْمَخْلُوقُ مِقْدَارَ يَوْمِهِ لَضَاقَتْ عَلَيْهِ بِرَحْبِهَا وَلَمْ يَنْفَعْهُ حُبُورٌ وَلَا خَفْضٌ۔ وَلٰكِنَّهُ غُمَّ عَلَيْهِ الْأَجَلُ وَمُدَّ لَهُ فِي الْأَمَلِ۔

دنیوی نعمتیں خدائے تعالےٰ کے نزدیک ریت کے چمکدار ذرات سے بھی کمتر اور ذلیل ہیں۔ اور اگر خدا کے پاس مکھی کے پر برابر بھی اُن کی توقیر ہوتی تو کوئی مسلمان محتاج نہ رہتا اور نہ کوئی کافر یہاں عیش کرتا اگر لوگوں کو اپنا اجل مقررہ معلوم ہو جائے۔ تو اُن پر عرصۂ حیات تنگ ہو جائے۔ اور عیش و عشرت اُنہیں بالکل راست نہ آئے۔

لیکن اجل مخفی رکھا گیا ہے۔ اور خواہشات پھیلائے گئے ہیں ؛

وَإِنَّمَا سُمِّيَتِ الْجَاهِلِيَّةُ بِضَعْفِ أَعْمَالِهَا وَجَهَالَةِ أَهْلِهَا۔ فَمَنْ أَدْرَكَهُ الْإِسْلَامُ وَفِي يَدِهِ خَرَابٌ وَعِمْرَانٌ فَهُوَ لَهُ عَلَى وُظُفِ زَكَاتِهِ لِكُلِّ مُؤْمِنٍ خَلِصٍ وَمُعَاهِدٍ ذِمِّيٍّ ؛

زمانۂ جاہلیت کو اس نام سے اسی لئے نامزد کیا گیا ہے۔ کہ ان لوگوں کے اعمال بے بنیاد تھے۔ اور وہ مذہب سے کورے تھے۔ پس جو شخص اسلام کے عہدِ میمون سے مشرف ہوا۔ اس کے قبضہ میں جو بنجر یا آباد زمین ہو۔ وہ شریعت کا مقررہ حصہ ادا کرنے کے بعد اُس کی سمجھی جائے گی۔ یہ حصہ (عُشر یا خراج) ہر مسلمان اور معاہد ذمی پر مقرر ہو چکا ہے ؛

إِنَّ أَهْلَ الْجَاهِلِيَّةِ عَبَدُوا غَيْرَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَلَهُمْ أَعْمَالٌ يَنْتَهُونَ إِلَىٰ مُدَّتِهَا۔ وَيَصِيرُونَ إِلَىٰ نِهَايَتِهَا مُؤَخَّرٌ عَنْهُمُ الْعِقَابُ إِلَىٰ يَوْمِ الْحِسَابِ أَمْهَلَهُمْ بِقُدْرَتِهِ وَجَلَالِهِ وَعِزَّتِهِ فَغَلَبَ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ وَأَكَلَ الْكَثِيرُ مِنْهَا الْأَقَلَّ۔ وَاللّٰهُ الْأَعْلَىٰ

جاہلیت والے غیر اللہ کو پوجتے رہے۔ وہ اپنے اعمال کی سزا ضرور بھگتیں گے۔ ان کا عذاب روزِ قیامت تک مؤخر کیا جا چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت جلال اور غلبہ کے باوجود اُن کو موقعہ دیا۔ سو طاقتور لوگ کمزوروں پر غالب آئے۔ اور بڑی قوموں نے چھوٹی جماعتوں کو ہڑپ کر لیا۔ خدا بہت بڑا اور بزرگ ہے۔ زمانۂ جاہلیت کے تمام خون بہا اور

اِلَّا کُلَّ مَا کَانَ فِی الْجَاھِلِیَّۃِ فَھُوَ مَوْضُوْعٌ مِّنْ سَفْکِ دَمٍ وَّ اِنْتِھَابِ مُحَرَّمٍ عَفَا اللّٰہُ عَمَّا سَلَفَ وَمَنْ عَادَ فَیَنْتَقِمُ اللّٰہُ مِنْہُ۔ وَاللّٰہُ عَزِیْزٌ ذُوانْتِقَامٍ۔

(المواہب الفقہیہ جلد ۱ صفحہ ۹۵)

ناجائز معاملات ملیامیٹ ہو چکے۔ جو گذر چکا۔ وہ اللہ نے معاف کردیا۔ اور جو کوئی آئندہ ایسا کرے۔ اللہ اُس کو سزا دے گا۔ اللہ غالب اور سزا دینے والا ہے۔

(باقی)

مئے باقی

تضمین بر اشعار عزیز فیضانی سلمہٗ تعالیٰ

(از جناب چوہدری محمد ذکاء اللہ صاحب بسمل ایم ۔ اے ، ایل ۔ ایل ۔ بی ایڈووکیٹ چکوال)

فضائے قدس میں کیا ، اللہ اللہ — قدِ سروِ سہی لہرا رہا ہے
رُخِ پُر نُور کی مُعجز نمائی — کہ مہرِ خاوری شرما رہا ہے
تُمہارا حُسن اور یہ پردہ پوشی — "تصوّر ہی قیامت ڈھا رہا ہے
اگر جلوہ بھی دکھلا دو تو کیا ہو"
قیامت میں قیامت اک بپا ہو

ہے ننگِ سجدہ ریزی وہ نمازی — بدلوا دے نہ جو لکھا قضا کا
دکھاوے کی نمازوں میں اثر کیا — کہ سجدہ ہی نہیں سجدہ ریا کا
جلو میں جس کی خود جُھکتی ہے تقدیر — "ہے سجدہ ، سجدہ اُس مردِ خُدا کا
جو خوفِ غیر سے نا آشنا ہو"
شہیدِ تیغِ اِلّا اللہ و لا ہو

ہمیں معلوم تھی اس کی حقیقت — ہماری موت جنّت آفریں ہے

سمندر کو نہیں کچھ آگ کا ڈر کہ فطرت سے سمندر آتشیں ہے
مگر وہ دِن گئے، راتیں وہ بیتیں "تصوّر میں بھی اب باقی نہیں ہے

وہ مرنا، جس میں جینے کا مزا ہو
خدا سے بھی، نہ مرنے کا گِلا ہو

تُمہاری بے رُخی، بے التفاتی! یہ پھر رمزیں نیاز و ناز کی بھی
یہ کیا میٹھے ترانے ہیں کہ جن میں ہے تلخی اپنے سوز و ساز کی بھی
چُھپاتے ہو تم اپنی راز دانی "کہے جاتے ہو باتیں راز کی بھی

عزیز ان سے اگر محشر بپا ہو"
تو پُورا مُدّعا ہو، اَور کیا ہو

فلسفۂ صیام

اسلام میں روزہ دار کے ساتھ جن عنایات اور احسانات کا وعدہ کیا گیا ہے۔ وہ بجز غازیوں کے کسی دُوسرے کے ساتھ نہیں ہے۔ ایک حدیث قدسی میں آیا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اَلصَّوْمُ لِیْ وَاَنَا اُجْزٰی بِہٖ (روزہ خالص میرے لئے ہوتا ہے۔ اور میں ہی اس کی جزا ہُوں)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ریاضت ایسے محاسن اور فضائل پر مشتمل ہے۔ جو رُوح میں اس بات کی استعداد پیدا کر دیتے ہیں۔ کہ وہ اللہ تعالےٰ کے دیدار سے مشرف ہو جائے۔ لیکن بعض لوگ ان مصالح سے بے خبر ہوتے ہیں۔ وہ جب یہ دیکھتے ہیں۔ کہ روزہ فاقہ کشی کا دُوسرا نام ہے۔ جس کا اثر بدن پر اچھا نہیں پڑتا۔ تو وہ تارک صیام ہو کر گونا گوں نفسانی امراض میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اس لئے ہم ذیل میں مختصر طور پر روزہ کی چند اہم مصلحتیں ذکر کرتے ہیں۔

پہلی مصلحت یہ ایک امر واقعہ ہے۔ کہ ہمارے بہت سے بھائی نامساعد حالات کے سبب سے فاقہ کشی میں مبتلا رہتے ہیں۔ اور یہ ہمارا فرض ہے کہ اُن کی ہر طرح سے امداد کریں لیکن ہم دُوسرے کی تکلیف کو اس وقت تک محسوس نہیں کرتے۔ جب تک ہمیں خود اس سے دوچار نہ ہونا پڑے۔ پس پہلا فائدہ روزے کا یہ ہے۔ کہ ہمیں دُوسروں کی غربت اور افلاس کا احساس پیدا ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ہم سمجھ لیتے ہیں۔ کہ یہ بھُوک جو آج ہمیں ستاتی ہے ہمیشہ ہماری قوم کے غریب فرزندوں کو پریشان کرتی رہتی ہے یہی وجہ ہے۔ کہ حضرت ختمی مرتبت صلے اللہ علیہ وسلم میں جود و سخا کی صفت اس ماہ مبارک میں بہت زیادہ نمایاں ہو جاتی تھی۔

کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ شَھْرُ رَمَضَانَ اَطْلَقَ کُلَّ اَسِیْرٍ وَاَعْطٰی کُلَّ سَائِلٍ۔	جب ماہ رمضان شروع ہوتا تھا۔ تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر قیدی کو آزاد کر دیتے تھے اور ہر سائل کو کچھ نہ کچھ دے دیا کرتے تھے۔

دُوسری مصلحت۔ روزہ رکھنے سے انسان کی صحت پر بہت اچھا اثر پڑتا ہے۔ کیونکہ مختلف غذاؤں سے

جو رطوبت پیدا ہو چکی ہوتی ہے۔ اس کا فضلہ حصہ بھوک اور پیاس کی وجہ سے آہستہ آہستہ خشک ہو جاتا ہے نیز معدہ، جگر، امعاء وغیرہ کو آرام پانے کی وجہ سے تقویت مل جاتی ہے۔ چنانچہ آجکل ڈاکٹروں کی بھی یہی رائے ہے۔ کہ بھوک تمام امراض کا بے مثل علاج ہے۔ ؂

تیسری مصلحت اکثر ناظرین جانتے ہوں گے۔ کہ انسان کی ذات میں دو مختلف اور متضاد قوتیں جمع ہو چکی ہیں۔ ایک قوتِ بہیمی اور دوسری قوتِ ملکوتی۔ یعنی ایک طرف اس کی جسمانی ضروریات اس کو اپنی طرف کھینچتی ہیں۔ اور دوسری طرف قوتِ عاقلہ اس کو عالم بالا کی سیر کرنے کی ترغیب دیتی ہے۔ لیکن دُنیوی تعلقات کی وجہ سے عموماً انسان کی قوتِ حیوانی تربیت پاتی ہے۔ جس سے رفتہ رفتہ قوتِ ملکوتی کی روشنی ماند پڑ جاتی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دے دیا ہے۔ کہ وہ کچھ عرصہ کیلئے ان تمام اشیاء کا استعمال کم کر دیں جن سے حیوانیت کی پرورش ہوتی ہے۔ یعنی کھانے پینے اور جماع سے ایک مقررہ مدت تک کیلئے محترز رہیں۔ تاکہ قوتِ بہیمی کا زور گھٹ جائے اور قوتِ ملکوتی کی روشنی ترقی کر سکے ؂

دائمی روزہ کا نقصان اگرچہ روحانیت کاملہ حاصل کرنے کے لئے یہ زیادہ مناسب تھا۔ کہ روزہ کا حکم سال کے بارہ مہینوں کے لئے دے دیا جاتا۔ لیکن اس میں ایک تو یہ خطرہ تھا۔ کہ مداومتِ عمل سے جسم ان تکلیفوں کا عادی بن جاتا اور روزے کا مقصد فوت ہو جاتا ؎

رنج سے خوگر ہوا انساں تو مٹ جاتا ہے رنج
مشکلیں اتنی پڑیں مجھ پر کہ آساں ہو گئیں

دُوسرے یہ کہ دوامِ صوم کا اثر دُنیاوی کاروبار پر بہت بُرا پڑتا۔ کیونکہ اکثر لوگ بھوک پیاس کی وجہ سے اچھی طرح محنت مزدوری نہ کر سکتے۔ اور ہمارے تمدن کا موجودہ دَور صدیوں کیلئے پیچھے جا پڑتا۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرتؐ نے دائمی طور پر روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ اور شوقین لوگوں کے لئے آخری حد یہ مقرر کی ہے کہ وہ ایکدن روزہ رکھیں اور دُوسرے دن افطار کر لیا کریں ؂

روزہ کی دو صُورتیں جب معلوم ہوا۔ کہ روزہ سے مقصد کھانے پینے کی مقدار گھٹا کر روحانیت کو بڑھانا ہے۔ تو سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔ ایک یہ کہ اکل و شرب کی مقدار گھٹا دی جائے۔ دوسرے یہ کہ دو طعاموں کا درمیانی وقفہ قدر و مقدار سے بڑھا دیا جائے۔ پہلی صورت بظاہر اچھی معلوم ہوتی ہے۔ لیکن اسے تمام دُنیا کے لئے عام قانون نہیں بنایا جا سکتا۔ کیونکہ غذا کی مقدار بسبب

کی ایک جیسی نہیں۔ اگر ایک شخص دو روٹیاں بمشکل ہضم کرتا ہے۔ تو دوسرا چار روٹیاں نُقل کر جانے پر بھی بُھوک کی شکایت کرتا ہے۔ اس لئے اگر کھانے کی کوئی خاص مقدار مقرر کر دی جاتی تو اس سے کم خور آدمی کی ریاضت نہ ہو سکتی۔ اور پُر خور بیچارے کی جان پر بن جاتی۔ یہ کہنا کہ مقدار کا فیصلہ لوگوں کی رائے اور حالت پر چھوڑ دیا جاتا ہر شخص اپنی حیثیت کے مطابق کم کھانا کھاتا۔ تو ایسی حالت میں خواہ ہم کتنے ہی خوش اعتقاد ہوں مگر ؎

عقل باور نکند کز رمضاں اندیشد

روزہ کا وقت | چونکہ فرضیت روزہ کا تعلق ہر بالغ تندرست مقیم مسلمان کے ساتھ تھا۔ اس لئے روزہ رکھنے اور کھولنے کا وقت بھی اللہ جل شانہٗ نے ایسا مقرر فرمایا جس کو معلوم کرنے کے لئے گھڑی یا گھڑیال کا شرمندۂ احسان ہونا نہیں پڑتا۔ نہ کسی ریاضی دان کی ناز برداری کرنی پڑتی ہے۔ بلکہ ہر شہری اور دیہاتی خواندہ اور ناخواندہ شخص بڑی آسانی سے پو پھٹنے اور سُورج ڈوبنے کا وقت معلوم کر سکتا ہے ٭

شمسی اور قمری مہینہ | بعض لوگ کہتے ہیں۔ کہ اگر شمسی حساب سے کسی مناسب مہینے میں روزے مقرر کر دئے جاتے تو بہت اچھا ہوتا۔ کیونکہ قمری حساب کی وجہ سے کبھی تو جولائی اور اگست کی گرمی میں پیاس کی وجہ سے حلق میں کانٹے پڑ جاتے ہیں۔ اور کبھی دسمبر اور جنوری کی تکلیف دہ سردیوں کی راتوں کو اُٹھنا پڑتا ہے۔ ان کی خدمت میں عرض ہے۔ کہ اس میں مصلحت یہ تھی۔ کہ ہر قسم کی آب و ہوا میں ہر قسم کی خلقت کو بدل بدل کر فاقہ کشی کا کماحقہٗ تجربہ ہو جائے۔ اور وہ اسلام کے ایسے ٹرینڈ والنٹیر بن جائیں کہ بُھوک اور پیاس سے مستغنی ہو کر اللہ کی راہ میں سر بکف مجاہد بنے رہیں۔ اور نہایت اولوالعزمی سے مُلک ملّت کی سیوا کریں ٭

نیز ملک عرب میں قمری حساب مروّج تھا۔ اور شمسی حساب سے اکثر لوگ بے خبر تھے۔ اس لئے ان کو ایک نئی تقویم پر چلانا بے حد مشکل کام تھا ٭

مہینہ کی تخصیص | اس عبادت کے لئے ایک خاص مہینہ مقرر کر دینے میں یہ مصلحت تھی۔ کہ سب مسلمانوں کی حالت یکساں ہو۔ اور کمزور لوگ دوسروں کو دیکھ دیکھ کر سہارا حاصل کریں۔ اور اس طرح ان کی تکلیف کچھ گھٹ جائے۔ کیونکہ کہتے ہیں۔ مرگِ انبوہ جشنے دارد ٭

نیز اگر مہینہ مقرر کر دینے کا لوگوں کو اختیار دے دیا جاتا۔ تو فاسق و فاجر لوگ کبھی بھی روزہ نہ رکھتے اور نہ ہی ان پر مواخذہ کیا جا سکتا۔ کیونکہ ہر ایک یہ بہانہ گھڑ لیتا۔ کہ میں آئندہ مہینے روزے رکھوں گا۔ بلکہ

تو یہ ہے۔ کہ اچھے اچھے متقی بھی تساہل اختیار کر لیتے۔ اور اسلام کا یہ بہت بڑا فریضہ تشنۂ تعمیل ہو کر رہ جاتا ہے۔

ماہِ رمضان کی تخصیص ماہِ رمضان اس عبادت کے لئے اس وجہ سے مخصوص ہوا۔ کہ اس مبارک مہینہ میں صحیفۂ اسلام قرآن کریم کا نزول شروع ہوا تھا۔ اس لئے ماہِ رمضان قرآن شریف کی سال گرہ ہے۔ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ "رمضان ہی وہ مہینہ ہے جس میں قرآن اُتارا گیا" نیز اِسی مبارک مہینہ میں لیلۃ القدر ہوا کرتی ہے۔ جس کی عبادت ایک ہزار مہینوں کی عبادت سے بڑھکر ہے۔ اس لحاظ سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کیلئے اس سے بہتر کوئی مہینہ نہیں ہو سکتا تھا۔

امین افغانی

علامہ سر محمدؐ اقبال صاحب مرحوم و مغفور کی تصانیف

مذہب اور الحاد

(از علامہ سیماب اکبرآبادی مدظلہ)

مذہب کی طرف لوٹ کر آنا ہی پڑے گا
بندے کو کوئی معبود بنانا ہی پڑے گا

انسان سے انسان سکوں مند نہیں ہے
درمانِ خلش ڈھونڈ کے لانا ہی پڑے گا

بے منتِ قانونِ الٰہی نہیں چارہ
روٹھی ہوئی فطرت کو منانا ہی پڑے گا

روحانیت اس دور میں کمزور بہت ہے
زور اس کا بہر طور بڑھانا ہی پڑے گا

سو کام ہیں، پھر بھی ابھی ناکام ہے دنیا
یہ کام بھی دنیا کو سکھانا ہی پڑے گا

عدوان کے میدان میں ہیں جمع شیاطین
اک "قوتِ اعظم" کو بلانا ہی پڑے گا

کونین کے دل قبضۂ قدرت میں ہیں جب سے
دل اُس سے بہرحال لگانا ہی پڑے گا

قائم نہ ہو کیوں مرکزِ اُمید و نوازش
جب بہرِ دعا ہاتھ اُٹھانا ہی پڑے گا

جس راہ سے منزل پہ پہنچتے تھے مسافر
اس کھوئی ہوئی راہ پہ آنا ہی پڑے گا

کرنا ہی پڑے گا کسی خالق کا تصور
تخئیل میں اک نقشہ جمانا ہی پڑے گا

گوردوارہ ہو مسجد ہو کلیسا ہو کہ مندر
سر اپنا کسی سمت جھکانا ہی پڑے گا

ٹوٹے ہوئے مندر کو بنائے ہی بنے گی
اُجڑی ہوئی مسجد کو بسانا ہی پڑے گا

ان دونوں میں تقدیس تجھے کس کی روا ہے
الحاد میں "انسان" ہے مذہب میں

فریضۂ تبلیغ

از جناب مرزا عزیز صاحب فیضانی (دارا پوری)

(۱)

تبلیغ کی فرضیت تو اسی عام فہم بات پر بس کرتی ہے کہ اسلام مذہب ہے۔ اور مذہب بھی خدا کا اُتارا ہوا۔ پھر اگر وہ دُنیا میں پھیلانے اور پہنچانے کے لئے نہیں ہے تو کیا ڈبیہ میں بند کر کے رکھنے کے لئے ہے۔ اور کیا اسی لئے اس کو خدا نے اُتارا کہ آثار قدیمہ کے طور پر اسے کسی جگہ بند کر کے رکھ دیا جائے کہ لوگ دیکھیں اور کہیں کہ کسی وقت کی پُرانی کتاب ہے کس حفاظت سے ساڑھے تیرہ سو سال سے برابر رکھی ہوئی ہے۔ ہاں بھئی ایک نظر دیکھ لو اور آگے کو چل دو۔ کہ تمہیں اس عجائب خانہ کی اور کئی چیزیں ابھی دیکھنی ہیں ؂

(۲)

پھر دیکھئے اسلام اَور مذاہب کی طرح انفرادی یا محض نظری و علمی نہیں بلکہ اجتماعی اور عملی ہے۔ انفرادی اور اجتماعی زندگی کا پروگرام ہے۔ بس یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ جلسہ ہوتا رہے۔ اور لائحۂ عمل یا پروگرام کسی لفافے ہی میں ڈھکا رہے۔ حالانکہ جلسے کو اسی لائحۂ عمل پر منعقد ہونا ہے اور اُسی کے مطابق ساری کارروائی کا ہونا ناگزیر ہے۔ پس اَور مذاہب کے متعلق تو یہ ہو سکتا ہے کہ بے شک تبلیغ نہ کریں۔ کیونکہ نہ تو وہ اجتماعی ہیں نہ عملی کیئی ایک تو یہ بھی نہیں بتاتے کہ سگی ہمشیرے شادی کی جائے یا نہ کی جائے۔ یعنی محض چند منسوخات اور فلسفیانہ نظریوں کا مجموعہ ہے جسے مذہب کا نام دے دیا گیا ہے۔ دگر ہیچ۔ لہٰذا اگر ایسے مذاہب تبلیغ کے کام یا نام سے بھی ناآشنائے محض ہوں تو تعجب کی بات کون سی ہے۔ انہیں ضرورت ہی کیا ہے۔ اور اگر ضرورت کا احساس کرتے ہوئے یا ضرورت کو خواہ مخواہ پیدا کرتے ہوئے وہ تبلیغ کے میدان میں کمر ہمت باندھ کر آئیں بھی تو کہیں کیا اور کریں کیا؟ اُن کے پاس ہے کیا جسے وہ دُنیا میں پہنچائیں گے؟ محض چند فلسفیانہ اصول اور نظریئے تو صرف ان ارباب علم و حکمت کی دلچسپی کا باعث ہو سکتے ہیں، جن کے دن رات کا مشغلہ اور جن کی غذائے رُوحانی ہی طلب علم اور تحقیق مسائل فلسفہ ہوں۔ اور وہ بھی تو اُن نظریوں کو صرف سمجھیں گے سوچینگے

اور لطف اندوز ہوں گے۔ دُنیا میں زندگی بسر کرنے کی راہ میں تو وہ بھی اُن نظریوں کو ہاتھ تک نہیں لگائینگے گویا وہ محض علمی چیزیں ہیں مذہب نہیں۔ مذہب تو جب ہوں کہ کسی راستے پر چلنے کی عملی ہدایت کر سکیں۔ مذہب نام ہی رستے کا ہے۔ پس اَور مذاہب کے نظریے صرف چند ارباب علم کی رُوحانی غذا کا سبب ہو سکتے ہیں اَور بس ۔

(۳)

پھر چند ایک مذاہب ایسے ہیں۔ جن کے عملی زندگی کے لئے کچھ نہ کچھ قوانین ہیں تو سہی۔ مگر ردّ و بدل اور تاویل و تنسیخ کے عمل کا شکار، خام، ادھورے اور فطرت کے ایسے خلاف کہ صرف خاص اور محدود حلقے ہی میں پُرانی عادت کی وجہ سے کسی طبقہ کے ہاں قابل عمل ہوں تو ہوں۔ ورنہ اَور کسی جگہ اُن پر عمل ہی نہیں کیا جاسکتا۔ اس لئے ایسے مذاہب تبلیغ کے لئے اُٹھیں بھی تو اپنے مسائل بیان کرتے ہوئے شرماتے ہیں ۔

(۴)

ان چند سیدھی سادی باتوں سے معلوم ہوگیا۔ کہ سوا اسلام کے اَور کوئی مذہب ایسا نہیں جو تبلیغ کے میدان میں دلیرانہ اور ضرورت مندانہ اُتر سکے۔ صحیح معنوں میں اگر دنیا کی تبلیغی فضا کا مطالعہ کیا جائے۔ تو صاف معلوم ہوجاتا ہے۔ کہ صرف دو ہی مذاہب ہیں جو تبلیغ کرتے رہے ہیں اور کر رہے ہیں۔ اسلام اور عیسائیت۔ باقی مذاہب مثلاً ہندو مت، بدھ مت، جین مت، آتش پرست وغیرہ وغیرہ سب عملاً خاموش ہیں۔ عیسائیت کے متعلق بھی اگر غور کیا جائے تو صاف معلوم ہو جائے گا۔ کہ اُن کی سب کی سب تبلیغی سرگرمیاں محض سیاسی اغراض پر مبنی ہیں۔ امریکہ کو اپنی سرمایہ دارانہ تمدنی اور قومی و وطنی فضیلت و برتری اور تفوّق کی خواہش ہے۔ اہل یورپ اپنے اُن سیاسی مفاد کی خاطر عیسائیت کی تبلیغ کرتے رہتے ہیں جو وہ مشرقی ممالک و مقبوضات سے وابستہ سمجھے ہوئے ہیں۔ ورنہ بھلا خیال فرمائیے جو ممالک الحاد و بے دینی کی کھلی راہ پر ہوئے ہوں۔ انہیں مذہب کی تعلیم سے کیا واسطہ؟ اور جو خود اپنی عقل کو سراہتے اور مذہب کو صلواتیں سناتے ہوں انہیں دُوسروں تک مذہب پہنچانے سے کیا حاصل؟

(۵)

پس ثابت ہوُا کہ تبلیغ کے میدان میں خالصتہً تبلیغی غرض کے لئے صرف اسلام ہی اکیلا مذہب ہے جو باقی ہے۔ عیسائی مشن جو اس کے مدِ مقابل ہے، خود اپنی رپورٹوں میں مقر ہے۔ کہ اسے اسلام کے مقابلے

میں ہر جگہ شکست ہوتی ہے۔ اور یہ کہ اسلام باوجود کسی تبلیغی منظم کوشش کے فقدان کے ہر جگہ خاموش مقابلہ کرکے بھی کامیابی حاصل کر رہا ہے۔ بلکہ ہزارہا اشخاص از خود مطالعہ کرکے مسلمان ہو جاتے ہیں ؂

(۶)

یہ تسلیم ہے کہ اسلام ہی ایسا مذہب ہے۔ جو اس قابل ہے۔ کہ اُسے زندگی کا پروگرام تلاش کرنیوالوں تک پہنچایا جائے۔ یعنی جس کی تبلیغ کی اشد ضرورت بھی ہے۔ اور جو تبلیغی میدان میں ہے بھی اکیلا۔ مگر کیا اسکا یہ مطلب ہے کہ ہم خاموش ہو رہیں۔ خدا نے اگر ہمیں باطل کے مقابلے میں حق کی قرآن ایسی تلوار دی ہے تو کیا ہم اسے غلافوں میں لپیٹ کر رکھ چھوڑیں۔ کہ یہ خود وار کرے گی؟ کیا قرآن حکیم ایسا ناطق ہے۔ کہ خود بولے گا۔ ہمیں اس کی ضرورت نہیں کہ اسے لئے لئے پھریں۔ اور ہر جگہ سُناتے اور سمجھاتے پھریں؟

نہیں نہیں یہ بات کسی نادان بچہ کی عقل کو بھی اپیل نہیں کرسکتی۔ اگر ہمارا ایمان ہے کہ یہی اور صرف یہی ایک سچی الہامی کتاب ہے۔ تو خاموشی روا نہیں۔ اسے ہر جگہ پہنچانا ہمارا فرض اولین ہے ؂

(۷)

خدا نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا:-

بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہٗ۔

یعنی اسلام کی تبلیغ کر۔ اور اگر تو نے تبلیغ احکام نہ کی۔ تو گویا رسالت ہی کو نہ پہنچایا ؂

پھر ہمیں یہ حکم ہے۔ کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ پر چلو۔ پھر یہ کہ ہم میں ایک جماعت ہونی چاہیئے۔ جو تبلیغ احکام کرے۔ اور یہ کہ ہم خَیْرَ اُمَّۃٍ ہیں۔ اور شُھَدَآءَ عَلَی النَّاس۔ کیا یہ احکام تبلیغ کی فرضیت ثابت کرنے کو کافی نہیں؟ مگر پھر یہ کیوں ہے کہ ہم غافل ہیں۔ ایکدوسرے کو کوستے ہیں۔ اور خود کچھ نہیں کرتے۔ اگر کوئی کچھ کرنا چاہتا ہے تو اسے روکتے ہیں ٹوکتے ہیں۔ اُسے اعتراضات و الزامات کا نشانہ بناتے ہیں۔ مگر جب وہ بد دل ہو کر چھوڑ بیٹھتا ہے۔ تو پھر خود میدان میں نہیں آتے ؂

(۸)

ہاں البتہ یہ نہایت ضروری ہے۔ کہ ڈیڑھ ڈیڑھ اینٹ کی جُدا جُدا مسجدیں نہ بنائی جائیں۔ اس طرح شیرازہ قوم منتشر ہو جاتا ہے۔ اور باہمی تُو تُو مَیں مَیں ہمیں سے اُٹھتی ہے۔ ایک ہی اسلامی جماعت اعلیٰ اسب امور کے لئے ہونی لازمی ہے۔ جس کے ماتحت شعبوں اور محکموں کی طرح چھوٹی انجمنیں ہوں جنہیں سے ایک

انجمن تبلیغ کے کام کے لئے بھی ہو۔ وہ کام کی تقسیم کے اصول پر کام کرتی رہے۔ مگر اپنے آپ کو نظام اعلیٰ کے ماتحت ایک شعبہ قرار دے۔ اگر جماعتی نظام سے باہر کچھ ہوگا۔ تو ہر زمانے میں اور خصوصًا اس زمانے میں اُلٹا تباہی ہے۔ اگر اس طرح چار نئے مسلمان بنیں گے بھی تو چار لاکھ پُرانے مسلمان لڑجھگڑ کر یا منتشر شدہ بھیڑ کی طرح تباہ و برباد ہو جائیں گے۔

(۹)

پھر یہ نکتہ بھی نہایت اہم ہے۔ کہ تبلیغی کوششیں اگر ایک من وزن کی ہیں۔ تو اس زمانے میں بیس سیر کوششیں پُرانے مسلم نما نامسلموں کو سچّا مسلمان بنانے اور انہیں ایک نظام کے ماتحت لانے میں صرف ہونی چاہئیں۔ ورنہ یہ تو ایسا ہی ہوگا۔ کہ پہلے مکانوں میں آگ لگ رہی ہو۔ اور آپ نئے مکان بنانے میں مصروف ہوں۔ پس نام کے مسلمانوں کو کام کے مسلمان بنانے کے لئے زیادہ سے زیادہ کوشش ہونی چاہئے۔ اس سے جہاں ایک فائدہ یہ ہوگا۔ کہ احکام اسلام اُن تک پہنچیں گے جو اسلام کی بیعت کرنے کے بعد اس بات کے منتظر ہیں۔ کہ کوئی انہیں بتائے۔ کہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کہہ لینے کے بعد اب اُنہیں کرنا کیا ہے۔ وہاں یہ بھی فائدہ ہوگا۔ کہ جُوں جُوں کچے اور غافل مسلمان سچے اور بیدار مسلمان بنتے جائینگے۔ آپکو تبلیغ کے بیشمار کارندے نئے ملتے جائینگے۔ پھر تبلیغ کا کام دن دونی رات چوگنی ترقی کریگا۔

(۱۰)

وقت کا تقاضا ہے۔ کہ تبلیغ کرنیوالوں کی قوم اچھے سیاسی حقوق اور وقار رکھتی ہو۔ ورنہ اغیار پر بُرا اثر پڑیگا۔ اس لئے اس راہ میں بھی کوشش لازمی ہے۔ مناظرے مضر ثابت ہوئے ہیں۔ مفید چیزیں احسن طریقہ سے وعظ اور تصنیفات ہیں۔ مگر ان سب سے اچھا طریقہ آیۂ لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ؟ میں مضمر ہے۔ نیز اس آیت میں وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ۔ یعنی خود عمل کرنا، خیر خواہیٔ خلق، نرم دلی اور رحم، احسان حسن سلوک وغیرہ۔ کہ یہ چیزیں تبلیغ کے ارکین ہیں۔ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔

قرآن مجید کی سالگرہ

لَیلۃُ القَدر

(از مولینا سید محمد ادریس صاحب طوروے)

اہم واقعات کی یادگار منانے کا رواج زمانہ قدیم سے چلا آتا ہے۔ دُنیا کے کسی گوشہ میں جائیے کسی ملک کے ایک باشندہ سے دریافت کیجئے وہ ضرور اپنے مذہبی اور ملکی اہم شخصیتوں اور تاریخی واقعات کی یادگار مناتے ہونگے۔ یہ ہو سکتا ہے۔ کہ امتداد زمانہ سے کسی تہوار کی اصلیت وہ بھول چکے ہوں۔ یا اس کے متعلق غلط افواہیں پھیل کر اصلیت پر پردے ڈال چکی ہوں لیکن یہ قطعًا ناممکن ہے۔ کہ کسی تہوار کے پس پردہ کوئی زبردست شخصیت یا انقلاب آفرین واقعہ موجود نہ ہو۔

آجکل مسلمان عام طور پر عاشورا۔ بارہ وفات، شب برات وغیرہ مذہبی تہوار مناتے ہیں۔ اور اُن میں کچھ جائز اور کچھ ناجائز رسوم کا ارتکاب کرتے ہیں۔ لیکن جس زمانے میں ڈے منانے کا زیادہ رواج نہیں تھا۔ اور مسلمان ڈے منانے کی بجائے ایسے کارنامے کر دکھانے میں مصروف تھے۔ جن کا بعد میں ڈے منایا جا سکے۔ اُس وقت اللہ تبارک و تعالیٰ اور اُس کے مقدس رسولؐ نے مسلمانوں کو ایک ایسی مبارک رات منانے کی طرف توجہ دلائی۔ جس میں اُن کے مذہبی صحیفہ اور پروردگار عالم کے اٹل اور دائمی قانون قرآن مجید کا نزول شروع ہوا تھا۔

تاریخ نزولِ قرآن قرآن کریم کس تاریخ کو نازل ہونا شروع ہوا؟ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جو عہد صحابہ سے اب تک مختلف فیہ چلا آتا ہے۔ اس لئے اس کا قطعی فیصلہ ہمارے بس کا کام نہیں۔ مگر اس پر سب کا اتفاق ہے۔ کہ قرآن کریم کا نزول ماہ رمضان میں شروع ہوا تھا۔ کیونکہ آنحضرت اسی مہینہ میں غار حرا میں تشریف لے جا کر اعتکاف کیا کرتے تھے۔ جب آپ کی بعثت کا سال آیا۔ تو آپ حسب معمول رمضان شریف میں غارِ حرا کی طرف تشریف لے گئے۔ جہاں حضرت جبریلؑ نے پہلی مرتبہ آپ کو پیغامِ الٰہی سُنایا۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے۔ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ (رمضان وہ مہینہ ہے جس میں

قرآن اُتارا گیا) ۔

نیز قرآنِ کریم سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے۔ کہ وحی کی ابتدا رات کو ہوئی تھی۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے :۔

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ ہم نے اس کتاب کو ایک بابرکت رات میں اُتارا

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ ہم نے اس کتاب کو لیلۃ القدر میں اُتارا۔

البتہ یہ مبارک رات جس کا دوسرا نام لیلۃ القدر ہے اس کی تعین میں بہت زیادہ اختلاف ہے۔ کبار صحابہؓ سے اس بارے میں مختلف روایتیں منقول ہیں۔ اور ہر ایک کے پاس دلائل موجود ہیں۔ ابنِ اسحٰق کہتا ہے۔ کہ ایسی عظیم رات کے تعین کو قرآن پاک نظر انداز نہیں کر سکتا۔ اگر صراحۃً نہیں تو اشارۃً اسکا تعین کرنا ضروری ہے۔ چنانچہ وہ کہتا ہے۔ کہ قرآنِ کریم میں غور و تدبر کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ رمضان المبارک کی سترھویں رات تھی۔ اور اس بات کی طرف قرآنِ مجید نے اس آیت میں اشارہ کیا ہے :۔

اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ **اگر تم خدا پر اور اس کتاب پر ایمان لائے ہو۔ جو**

وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ **ہم نے اپنے بندے پر یوم الفرقان کو نازل کی ہے**

يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ۔ **جس دن دونوں گروہ ملے تھے۔**

یہاں يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ سے مراد جنگ بدر کا دن ہے۔ جو بروز جمعہ ۱۷ رمضان المبارک ۲ھ میں واقع ہوئی تھی۔ اور یوم الفرقان سے وہ دن مراد ہے جس میں نزولِ قرآن کی ابتدا ہوئی تھی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ نزولِ قرآن کی ابتدا ایک ایسے مہینہ اور تاریخ میں ہوئی تھی۔ جس میں غزوۂ بدر پیش آیا تھا۔

گو ہم اس قول کو فیصلہ کن نہیں کہہ سکتے۔ لیکن اس استنباط کی لطافت میں شبہ نہیں۔ بہر حال سترھویں اکیسویں، تیئیسویں، پچیسویں یا ستائیسویں وغیرہ میں سے کوئی ایک رات ہو، چاہیئے تھا کہ اللہ تعالیٰ اس کا تعین فرما کر مسلمانوں کو اس کے منانے کا حکم دے دیتا۔ لیکن عظمتِ قرآن کے پیش نظر یہ قطعًا ناکافی تھا۔ کہ مسلمان فقط ایک رات کیلئے اسکی یادگار مناتے۔ کیونکہ قرآنِ مجید تو ربّ العزّت کا وہ دائمی قانون ہے۔ جس نے تمام ادیانِ سابقہ کو منسوخ قرار دیا۔ اور خود ایک مکمل و بے نظیر ہدایت نامہ بن کر آیا۔ پس اس کی یادگار منانے کے لیئے ربّ العالمین نے اس پورے مہینہ کو قابلِ عظمت و احترام بنا دیا۔ جس کی ایک مبارک رات میں اس جلیل القدر صحیفہ کا نزول شروع ہوا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآنِ پاک نے ضمنی طور پر اس بات کا ذکر تو کر دیا۔ کہ ماہ رمضان میں لیلۃ القدر ہی وہ مبارک رات ہے۔ جس میں ربّ العزّت نے

اپنے بندے کو شرفِ پیغمبری سے نوازا۔ لیکن اس کی تاریخ متعین نہیں کی۔ نیز احادیث میں اس بات کی وضاحت کردی گئی۔ کہ وہ مبارک اور بافضیلت رات ماہِ رمضان میں گردش کھاتی رہتی ہے۔ تاکہ مسلمان اس ماہ مبارک کی تمام راتوں میں برابر ذکر اذکار، تسبیح استغفار اور تلاوتِ قرآن میں مشغول رہیں اور انوار رحمت سے دلوں کو روشن کریں۔ آنحضرتؐ کا ارشاد ہے۔

اِلْتَمِسُوْهَا يَعْنِى لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِى تِسْعٍ يَبْقَيْنَ اَوْ فِى سَبْعٍ يَبْقَيْنَ اَوْ فِى خَمْسٍ يَبْقَيْنَ اَوْ ثَلَاثٍ اَوْ اٰخِرِ لَيْلَةٍ۔ "لیلۃ القدر کو اکیسویں، تیئیسویں، پچیسویں، ستائیسویں یا انتیسویں رات میں تلاش کیا کرو"۔

ایک مرتبہ آپ سے لیلۃ القدر کے بارے میں دریافت کیا گیا۔ آپ نے فرمایا۔

هِيَ فِى كُلِّ رَمَضَانَ۔ وہ ہر رمضان میں ہوتی ہے۔

فضیلتِ لیلۃ القدر | اس رات کی فضیلت قرآن کریم نے اس طرح بیان کی ہے:
لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ۔ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ سَلَامٌ۔ "لیلۃ القدر ہزار مہینوں کی عبادت سے بہتر ہے۔ اس میں فرشتے اور روح اپنے رب کے اذن سے ہر کام (کے سرانجام دینے) کو اس رات زمین پر اترتے ہیں"۔

اور حضور اکرمؐ فرماتے ہیں۔ کہ اس رات کو حضرت جبرئیلؑ فرشتوں کے جھرمٹ میں اُترتے ہیں۔ اور ہر اس بندہ کیلئے دُعا مانگتے ہیں جو کھڑے ہوکر یا بیٹھ کر خدا کو یاد کرتا ہے۔ پھر عید کے دن اللہ تعالیٰ ان کے بارہ میں فرشتوں سے مفاخرت کرتا ہے۔ اور فرماتا ہے۔ بتاؤ ایک مزدور کو اس کے کام کی کیا اُجرت ملنی چاہیے وہ عرض کرتے ہیں۔ الٰہی۔ انکو پوری اُجرت مل جانی چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اے فرشتو۔ میرے بندوں اور بندیوں نے میرا حق ادا کردیا ہے۔ اور اب باہر نکل کر مجھ سے دُعا مانگتے ہیں۔ مجھے اپنی عزت، جلال کرم اور علو کی قسم کہ ان کی دُعا ضرور قبول کروں گا۔ پھر فرماتا ہے۔ (میرے بندو، جاؤ۔ میں نے تمہیں بخش دیا۔ اور تمہاری بُرائیاں مٹا کر ان کی جگہ نیکیاں لکھ دیں"۔

علاماتِ لیلۃ القدر | عام طور پر مشہور ہے۔ کہ لیلۃ القدر کو تمام زمین بقعۂ نور بن جاتی ہے۔ اور تمام کائنات اپنے پروردگار کے سامنے سربسجود ہوجاتی ہے۔ ہم اس کا انکار نہیں کرتے کیونکہ

اس رات کو انوارالٰہی کا بہت زیادہ ظہور ہوتا ہے۔ جس سے کائنات دہشت کھا کر اپنے پروردگار کے سامنے سر بدرجھکتی ہوگی۔ لیکن ان تجلیات اور سجدوں کو عوام کی گنہگار آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں۔ اس لئے ان مشہور علامات کا انتظار کرنا سخت کوتاہی ہے۔

احادیث سے اس قدر ثابت ہے۔ کہ ایک مرتبہ رمضان کے پہلے اور دوسرے عشرہ میں آنحضرت ایک ترکی قبہ میں معتکف رہے۔ پھر آپ نے باہر جھانک کر فرمایا۔ مجھے بتایا گیا ہے۔ کہ لیلۃ القدر عشرہ اخیرہ میں ہے۔ سو جس نے میرے ساتھ اعتکاف کیا تھا وہ برابر معتکف رہے۔ کیونکہ مجھے بتائے جانے کے بعد یہ رات بھلا دی گئی ہے۔ ہاں میں نے (خواب میں) دیکھا ہے۔ کہ میں اس کی صبح کو کیچڑ میں سجدہ کر رہا ہوں پس اس کو آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔ راوی کہتا ہے۔ کہ اسی رات (اکیسویں کو) بارش ہوئی۔ چونکہ مسجد کی چھت کچی تھی۔ ٹپک پڑی۔ اور میں نے اس صبح کو آنحضرت کی پیشانی پر کیچڑ کے نشان دیکھے۔

اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ اس سال بارش لیلۃ القدر کی نشانی قرار دی جا چکی تھی۔ لیکن یہ ضروری نہیں۔ کہ ہر لیلۃ القدر کو بارش ہوتی رہے۔ البتہ راقم آثم نے ایک مرتبہ ستائیسویں رمضان کو اسی قسم کی علامت پائی۔ اس وقت اللہ تعالےٰ نے میرے دل میں یہ بات ڈال دی۔ کہ یہی وہ مبارک رات ہے۔ چنانچہ میں نے اسی بارش کے پانی سے وضو کرکے نفل نماز پڑھی۔ پھر دعائے مسنون کے علاوہ اللہ تعالیٰ سے دو باتیں طلب کیں۔ جن میں سے ایک تقریباً تین سال ہوئے پوری ہو چکی ہے۔ اور دوسری کے آثار نظر آنے لگے ہیں۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ

دوسری علامت آنحضرت نے یہ بتائی ہے:۔

اِنَّھَا تَطْلُعُ یَوْمَئِذٍ لَا شُعَاعَ لَھَا "اس دن طلوع کے وقت سورج کی شعاعیں ماند ہوں گی"

لیکن اول تو اس علامت کو دریافت کرنے کے لئے تجربہ کار نگاہیں درکار ہیں۔ دوم یہ کہ یہ نشانی بعد از وقت ہے۔ جو نہ اس سال کے لئے مفید ہے نہ دوسرے سال کام دے سکتی ہے اس لئے مسلمانوں کو چاہئے۔ کہ وہ رمضان کی ہر رات کو عموماً اور عشرہ اخیرہ میں خصوصاً لیلۃ القدر کی جستجو کیا کریں۔ اور لوگوں کی مشہور کردہ علامات دیکھنے کا انتظار نہ کریں۔ ہاں جس رات کو اُن کے دل میں نورانیت کی لہریں اٹھیں۔ سمجھ لینا چاہئے۔ کہ آج فیضِ عام ہے۔ اور اس سنہرے موقعہ سے بیش از بیش فائدہ اُٹھانے کی کوشش کریں۔

دعاء لیلتہ القدر حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے۔ کہ مَیں نے آنحضرتؐ سے پوچھا۔ اگر مجھے لیلتہ القدر معلوم ہو جائے۔ تو مجھے کون سی دُعا مانگنی چاہئے۔ آپ نے فرمایا۔ تجھے یہ دُعا مانگ لینی چاہئے۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ۔ اے خدا تو نہایت عفو کرنے والا ہے اور معافی کو پسند کرتا ہے۔ پس مجھ کو معاف کر دے ۔

"اے مُسلمِ خوابیدہ!"

(از جناب شیخ عبد الحمید صاحب۔ لاھور)

اک دَور میں اے مسلم! تو وقت کا حاکم تھا
مقبولِ خدا تو تھا تُو دین پہ قائم تھا
تھا زاھد و عابد تُو تُو صالح و صائم تھا
انصاف کا تھا پُتلا اور مُلک کا ناظم تھا
ہیبت سے تری لرزاں
ہر جابر و ظالم تھا
عزّت تو گئی گذری اب ذِلّت و خواری ہے
شیر بنی تکلّم کی جاتی رہی ساری ہے
بے ہُودہ کلامی اب لب پہ تیرے جاری ہے

بدلے میں بلاغت کے اب فحش نگاری ہے
بیگانہ ہے مذہب سے
اخلاق سے عاری ہے
درجہ تھا ترا اُونچا اب تُجھ کو ہُوا کیا ہے ؟
ذِلّت ہے رذالت ہے ہاں! اس کے سوا کیا ہے؟
غیرت بھی نہیں باقی اب تُجھ میں دھرا کیا ہے!
تبدیلئ حالت کا کچُھ سوچ سبب کیا ہے؟
بیدار نہیں ہوتا !
خاموش پڑا کیا ہے ؟
اب بھُول گئے تجھ کو احکامِ پیمبر کیوں ؟
اسلام کی پابندی اب تُجھ پہ ہے دوبھر کیوں؟
طاغوت نے رنگ اپنا مومن میں دِیا بھر کیوں ؟
رازق کی نہیں تجھ کو تائید میسّر کیوں ؟
اس درجہ ہُوا تُجھ میں
آخر یہ تغیّر کیوں ؟

اسلامی زندگی

از مولانا کوکب صاحب جوالاپوری

(۱۴)

حضرت یوشع

موسیٰ دنیا سے رخصت، بنی اسرائیل حضرت یوشع کے سپرد، یوشع نون کے بیٹے بارہ نقیبوں میں کے ایک نقیب، موسیٰ کے اطاعت گذار، سچے نادم اور شریعت موسوی کے حامل و عامل، موسیٰ نے وفات پائی، نبوت حضرت یوشع کو ملی۔

عتاب خداوندی کے چالیس سال گزر چکے، بنی اسرائیل میدان تیہ سے نکل چکے، اور خروج مصر کے وقت جن کی عمر بیس سال یا بیس سے اوپر تھی، ان میں سے کالب اور یوشع کے سوا کوئی باقی نہیں رہا، اب وقت آگیا ہے اس ملک میں داخل ہونے کا جو موسیٰ کو کوہ اباریم پر دکھایا گیا۔ اور موسیٰ کی زبان نبوت سے جس کے دینے کا وعدہ کیا گیا، ——— ملک شام اور بنی اسرائیل کے درمیان صرف دریائے یردن حائل ہے، دریا پر کوئی پل نہیں، گذریں تو کیونکر؟ اور عبور کریں تو کس طرح؟ ——— مگر تشویش کی کوئی بات نہیں، بنی اسرائیل پیغمبر کی اولاد، خدا اس پر مہربان، شام پہنچانے اور وہاں لے جاکر بسانے کا وعدہ، وعدہ، اور خدائے قدوس کا وعدہ، پورا ہو، اور ہوکر رہے، وہ کوئی نہ کوئی تدبیر کرے گا، اور بنی اسرائیل کو یردن پار لے جائیگا، ———

ابھی چالیس سال ہوئے وہ مصر سے نکلے، فرعون نے تعاقب کیا، قلزم پر آئے، فرعون کا ٹڈی دل لشکر نزدیک آپہنچا، پیچھے دشمن، آگے موجوں کا ڈراونا تلاطم، مگر کیا ہوا؟ ادھر کا پانی ادھر، ادھر کا ادھر، بیچ میں خشک راستہ راستوں کے بیچ میں آبی دیواریں، ——— دریائے یردن پر بھی بالکل ایسا ہی ہوا، کرشمۂ قدرت، دریا نے حکم خداوندی کا اشارہ پایا، اور بنی اسرائیل کو راستہ دے دیا، وہ اترے، اطمینان کے ساتھ اترے، اور اس پار سے اُس پار ہوگئے، شام کی سرزمین پر قدم رکھا، دریا سے سات یا نو میل کے فاصلے پر شہر یریکو ہے، جسے یریحو اور اریحا بھی کہتے ہیں، موسیٰ پہلے ہی وصیت کر گئے اور مناسب ہدایات دے گئے تھے

وقت آیا۔ تو اب یوشعؑ نے اس کی تجدید کی، اور زبانِ نبوت سے فرمایا:۔

اُسْكُنُوا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ وَكُلُوا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ وَقُولُوا حِطَّةٌ وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا۔

اس بستی میں چل کر رہو۔ اور جہاں سے چاہو کھاؤ، گناہوں کی معافی مانگتے رہو، دروازے میں گھسے لگو تو سجدۂ شکر بجا لاؤ، سر جھکاتے ہوئے داخل ہو، عاجزی وانکسار کا اظہار کرو۔

کنعانیوں کو خبر ہوئی، حملہ کردیا، جنگ ہوئی اور معرکے کی جنگ، آخر بنی اسرائیل نے فتح پائی شہر میں داخل ہوئے، موسیٰ کی وصیت نظر انداز، اور یوشعؑ کی ہدایت پس پشت۔

فَبَدَّلَ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ قَوْلًا غَيْرَ الَّذِي قِيلَ لَهُمْ۔

ستم شعار نالائقوں نے اس بات کو بدل دیا جو اُن سے کہی گئی تھی، اور دعاءِ مغفرت کی بجائے کچھ اَور ہی بڑبڑانے لگے، ——— خدائے قہار نے سزا دی، اوپر سے آسمانی وبا نازل، بیشمار بنی اسرائیل ہلاک پیچھے عی قبیلہ کی جارحانہ یورش، بنی اسرائیل کی شکست، بے شمار اسرائیلی تہ تیغ۔

فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِجْزًا مِّنَ السَّمَاءِ بِمَا كَانُوا يَظْلِمُونَ۔

اُن کی بدکاریوں کی وجہ سے ہمنے اُن پر ایک آسمانی بلا نازل کی۔

یوشعؑ یعنی یشوعؑ کو صدمہ ہوا۔ اور اسرائیلی بزرگوں کو بھی، کپڑے پھاڑے، عہدصندوق کے آگے گرے، اور شام تک پڑے سروں پر خاک ڈالتے رہے، ——— یشوعؑ نے زمین پر سر رکھا۔ فریاد کی اور کہا

"ہائے خدا! کیوں اس قوم کو دریا پار لایا؟ ذلت ورسوائی میں ڈالا"

خدا نے فرمایا:۔

یشوعؑ اُٹھو! کیوں اوندھے پڑے ہو، بنی اسرائیل نے گناہ کیا، عدول حکمی کی اور عہد شکنی، اول تو مالِ غنیمت میں چوری، اس پر یہ سینہ زوری، کہ مال حرام کو بھی نہ چھوڑا، اور اپنے اسباب میں ملا لیا، اسی کی یہ سزا دی گئی کہ دشمنوں کے مقابلے میں نہ ٹھہر سکے اور لعنتی ہوئے ——— خدا نے انکا گناہ معاف کردیا۔

اب بنی اسرائیل ہیں اور فتوحات پر فتوحات، تمام ملک پر قابض ——— یشوعؑ نے ملک کو بنی اسرائیل پر تقسیم کیا، مسکنِ شہادت یعنی خیمۂ عبادت کو مقام سیلا میں نصب کیا، یوسفؑ کی ہڈیاں ساتھ تھیں، نابلس کے قریب دفن کیا، یہی وہ مقام ہے جہاں برادرانِ یوسفؑ نے یوسفؑ کو قافلے کے ہاتھ معدودے چند دراہم نجس پر فروخت کیا تھا۔

اسرائیلی اپنے وطنِ قدیم ملک شام میں پہنچ گئے، ملک پر اُن کی حکومت قائم ہوگئی، خدا کا وعدہ پورا اور یشوع کی نبوت کامیاب، ——— وفاتِ موسیٰ کا اٹھائیسواں سال ہے کہ یشوع جان بحق اور واصل الی اللہ، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔

——— (۱۵) ———

شام کا ملک، بنی اسرائیل کی حکومت، جب تک یوشع زندہ رہے، خلافتِ الٰہیہ کی مسند پر متمکن، یشوع نے انتقال کیا، ہارون کے پوتے فینحاس نے تختِ حکومت سنبھالا، کالب بھی سرداری کرتے رہے، سترہ برس تک یہ حکومت قائم رہی، بنی اسرائیل کے مزاج میں سرکشی تو تھی ہی، زیادہ دیر اطاعت پر قائم نہ رہ سکے دینِ الٰہی سے سرتابی اور شریعتِ موسوی سے بے اعتنائی گمراہی اور کجروی، ——— خدا نے سزا دی ——— ارمن یا جزیرۂ قبرص کا بادشاہ عیص کی نسل سے کوشان نام، خدا نے اُس کو اٹھایا، وہ اسرائیلیوں پر چڑھ آیا، اور آٹھ سال تک مسلط ——— غیر کی حکومت، بیگانوں کی غلامی، اسرائیلیوں کو احساس ہوا، روئے گڑگڑائے گریہ وزاری کی اور بارگاہ تقدیس میں فریاد، خدا نے مہربانی فرمائی، ——— غینتال کے بھائی کالاب کو ہمت عطا کی، وہ اُٹھا، اسرائیلیوں کو اٹھایا، کوشان سے لڑا اور قوم کو اس کی غلامی سے آزاد کرا دیا، چالیس سال حکومت کی، سنہ ۹۲ موسوی میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ بنی اسرائیل نے بت پرستی شروع کر دی، خدا کو غصہ آیا، لوط کی نسل سے موآب کے بادشاہ عفادن کو اُٹھایا، اور بنی اسرائیل پر مسلط کر دیا، ——— خودداری مجروح ہوئی۔ قومی وقار کو ٹھیس لگی، حاکم سے محکوم بن جانے کا ہٗ ا احساس، آقائی سے غلامی کی صورت میں تبدیل ہوجانے پر آئی غیرت، رنجیدہ ہوئے اور ملول، ——— ربِ غفور کا حضور، ہاتھ آسمان کی جانب اٹھے ہوئے نگاہیں نیچے کو جھکی ہوئیں، زبان پر توبہ، دل میں ندامت، معافی کی التجا، اور تسلطِ اغیار سے آزادی کی دُعاء ——— خدا نے عفو سے کام لیا، تعدیوں سے درگذر کی، اہلوذ کو کھڑا کیا، اُس نے حکومتِ بیگانہ کے پنجۂ اقتدار سے نجات دلائی، بنی اسرائیل میں حکومت قائم کی، اور اسّی سال تک اپنی قوم پر حکمرانی، سنہ ۱۹۰ م میں انتقال کیا۔ اس کے بعد شمگار بادشاہ ہوا، ایک سال نہ گذرا تھا کہ مرگیا، ——— بنی اسرائیل پھر گمراہی میں پڑ گئے، بت پرستی اور گناہگاری، سزا ملی، شام کے بادشاہ یابین نے محکوم بنا لیا تئیس سال تک اس کی حکومت رہی، ——— آخر بنی اسرائیل نے توبہ کی، باراق نام کے ایک اسرائیلی مرد اور دیورا نام کی ایک اسرائیلی عورت کو خدا نے توفیق دی، سنہ ۲۱۱ م ہے، انہوں نے یابین کے خلاف علمِ جہاد بلند کیا، اور اسرائیلیوں کو اس کے

شکنجۂ اقتدار سے چھڑا لیا۔ دونوں نے چالیس ۴۰ سال حکومت کی، اور خوب۔ ———— یہ مرگئے، تو بنی اسرائیل پھر خدا کی نافرمانیوں پر اُتر آئے، اہلِ مدین اُن کے پہلے سے دُشمن تھے، وہ ان پر مسلط، اور سات برس تک قابض بنی اسرائیل پھر تائب، ۲۵۹ ق م، خدا نے کذعون اسرائیلی کو بادشاہ بنایا، اُس نے اہلِ مدین کو بھگا دیا، اور ۴۰ برس بنی اسرائیل کا انتظام کیا، وفات پائی تو ۲۹۸ ق م میں اس کا بیٹا ابی مالخ تخت نشین ہوُا، تین برس حکومت کی اور مرگیا۔ ———— اس کے بعد یواویر برشی بادشاہ ہوُا، بائیس سال حکومت کرکے یہ بھی مرگیا ———— ۳۲۴ ق م ہے، کہ بنی اسرائیل نے پھر سرکشی کی، موابیوں میں سے اموئیطو بادشاہ کا ان پر قبضہ ہوگیا، اور اٹھارہ ۱۸ برس مسلط رہا، ———— بنی اسرائیل پھر روئے، خدا سے التجا کی، تو ۳۴۱ ق م یفتح جرشی اٹھا، بنی اسرائیل کو اموئیطو کے ہاتھ سے چھڑایا، بیشمار موابیوں کو قتل کیا، چھ ۶ برس حکومت کی اور مرگیا، ———— اس کے بعد ابصن بادشاہ ہوُا۔ اُس نے سات برس حکومت کی، ۳۵۴ ق م میں انتقال کیا، ———— پھر الون حاکم ہوُا، یہ دس ۱۰ سال حکومت کرکے مرگیا، ———— الون کے بعد عبدون نے آٹھ برس حکومت کی، اور ۳۷۲ ق م میں مرگیا، یہ مرا اور بنی اسرائیل میں پھر بیدینی پھیلنی شروع ہوئی، ———— اس مرتبہ فلسطیوں کے غلام بنا دئے گئے، یہ چالیس سال مسلط رہے، ———— احساس ہوُا تو پھر روئے، چلائے، خدا نے اُن کی سُنی، اور شمسون جبار ایک اسرائیلی کو کھڑا کر دیا، وہ فلسطیوں سے لڑا، اور ۴۱۲ ق م میں رہائی دلائی، ———— شمسون کی حکومت کا بیسواں سال ہوُا۔ اہلِ فلسطین نے پھر حملہ کر دیا، لڑے اور غالب آئے، شمسون کو پکڑ کر لے گئے، اور کلیسہ کے ستون سے باندھ دیا، شمسون تھا بہت طاقتور اور زور آور، زور جو کیا، ستون اُکھڑا، چھت گری، خود بھی دب کر مرگیا، اور اہلِ فلسطین کے بڑے بڑے سردار بھی ہلاک ہوئے، ———— اس کے بعد دس ۱۰ سال تک نہ کوئی سردار ہوُا، نہ حاکم نہ بادشاہ، بنی اسرائیل کا حال ابتر خستہ اور خراب، ———— آخر ایک کاہن تھا یعنی امام عیلی نام نیک دل اور نیک عمل، ۴۴۲ ق م ہوُا، اور نظامِ حکومت کی زمام اُس نے اپنے ہاتھ میں لی۔

حضرت سموئیل

عیلی کا عہدِ حکومت ہے، کوہستانِ افریم کا ایک شخص، نام اس کا القانہ، ہر سال سیلا میں آتا، اپنی دونوں بیویوں فینہ اور حنینہ کو ساتھ لاتا، مسکنِ شہادت میں قربانی کرتا، اور خیمۂ عبادت میں سجدہ کراتا، حنینہ بے اولاد تھی

غمگین رہتی اور اُداس، ایک مرتبہ جو آئی قربانی کی آنکھوں سے آنسو بہائے اور با تضرع و زاری خدا سے یہ دُعا مانگی:-

"نامرادوں کو بامراد کرنیوالے! اور خالی گود کو بھرنے والے! بے مایہ ہوں، مایہ دے دے، دھوپ کے بدلے سایہ دیدے، آغوشِ تمنا، ماں کی بھری گود بننے کیلئے بیتاب ہے، فرزند عطا کر، میں اُسے تیری ہی نذر کردوں گی"

دُعا قبول، مراد پوری، لڑکا پیدا ہوا نام سموئیل رکھا عبرانی لفظ ہے، خداداد یا اللہ دیا کے ہم معنی۔ سموئیل کا دودھ بڑھ چکا، ماں باپ نے بچے کو لیا، شہر رامہ سے چلے، سیلا میں آئے، پہلے ایک تنومند بچھڑے کی قربانی کی، پھر بچے کو عیلی کے پاس لائے، اور خداوند کی خدمت کیلئے سونپ کر چلے گئے، سموئیل بچپن سے الٰہی خدمات میں مصروف، عبادات میں محو اور ذکر و فکر میں غرق، عیلی کے لڑکے بدچلن، بنی اسرائیل اُن سے ناراض، سموئیل عمر میں بڑھتا گیا، لوگوں میں اُس کی قبولیت کا سکہ بیٹھتا گیا۔

ایک رات سموئیل نے خواب دیکھا، خواب میں القاء ربانی، خاندان عیلی کی تباہی کی پیشگوئی، صبح ہوئی، عیلی نے بھی سُنی اور بنی اسرائیل نے بھی، لوگ سموئیل کی بزرگی کے قائل ہونے لگے، اور اُس کی نبوت تسلیم کی جانے لگی۔

بنی اسرائیل فلسطیوں سے لڑنے نکلے، اسرائیلیوں نے ابن عزر کے پاس خیمے نصب کئے، اور فلسطیوں نے افیق میں، — صف بندی ہوئی، اور مقابلہ بنی اسرائیل نے شکست کھائی، چار ہزار کے قریب اسرائیلی تہ تیغ، میدان سے لشکرگاہ میں آئے، اور تجویز کی:-

"آؤ سیلا سے صندوقِ شہادت لے آئیں، اور اُس کی برکت سے فتح پائیں"

صندوق لشکرگاہ میں لایا گیا، صندوق کے ساتھ عیلی کے دونوں بیٹے بھی آئے، فینحاس اور حفنی۔ بنی اسرائیل نے زور سے للکارا، زمین لرز گئی، فلسطیوں کو بھی معلوم ہوگیا، انہوں نے عہد کیا کہ جنگ کرینگے، ثابت قدمی سے لڑیں گے، —— لڑائی ہوئی، جانبازانہ اور مردانہ، بنی اسرائیل نے پھر شکست کھائی، تیس ہزار اسرائیلی قتل، عیلی کے دونوں بیٹے ہلاک، اور صندوقِ شہادت فلسطیوں کے قبضے میں، اسرائیلیوں کو صدمہ پہنچا اور ڈبل صدمہ، شکست کھانے کا صدمہ اور صندوقِ شہادت کے ہاتھ سے نکل جانے کا صدمہ، بن یامین قبیلے کا ایک شخص اُٹھا، کپڑے پھاڑے، سر پر خاک ڈالی، اور اسی حال میں سیدھا سیلا پہنچا، شکست کی خبر

دی، صندوق شہادت کا حال سُنایا، قتل و غارت کا رونا رویا، سارا شہر چلّا اُٹھا آہ و زاری، نالہ و فریاد، بوڑھا عیلی کرسی پر بیٹھا، خبر جنگ کا منتظر، اور صندوقِ شہادت کی جانب سے اندیشہ ناک، چہرے پر تشویش کے آثار، دماغ میں طرح طرح کے خیالات، دل مرتعش، اچانک ایک شور اُٹھا، سُنا تو پوچھا۔

"یہ کیا!"

قاصد پہنچ گیا تھا۔ سب ماجرا کہہ سُنایا، خبر ناگوار تھی، تاب نہ لاسکا، پچھاڑ کھا کر کرسی سے گرا، گردن ٹوٹی، اور مر گیا۔ —— چالیس سال یہ بنی اسرائیل کا قاضی رہا۔

جان و مال کا نقصان، شکستوں پر شکستوں کا غم، اس پر تابوتِ سکینہ یعنی صندوق شہادت کے جاتے رہنے کا صدمۂ اہم —— سموئیل پیغمبر تھے، بنی اسرائیل کو نصیحت کی، اور کہا:-

"یہ سب نتائج ہیں تمہاری بدکاریوں کے اور انجام بد ہے بُت پرستی کا، توبہ کرو، اور ربّ العزت کی بارگاہ میں معافی کی التجا، خدا رحم کرے گا"

بنی اسرائیل نے توبہ کی، بدکاریوں پر نادم ہوئے، خدا پرستی اور نیک عملی کی جانب راغب، تابوتِ سکینہ کا حادثہ تھا ہوشربا، اور حادثۂ جانکاہ، بائیس سال گزر چکے، مگر تابوتِ سکینہ کی یاد، اور فراموش ہو جائے؟ —— دلوں میں چٹکیاں لے رہی ہے، اور اب تک، —— سموئیل پیغمبر نے اسرائیلیوں کو جمع کیا، مقام مصفاہ میں اکٹھے ہوئے، سموئیل نے اُن کو فلسطیوں کے مقابلے پر آمادہ کیا، وہ لڑے اور فتح پائی عقرون سے جات تک کی تمام بستیاں پھر قبضے میں آئیں، —— مگر تابوتِ سکینہ؟ —— وہ ابھی تک فلسطیوں کے قبضے میں ہے۔

ایک دن بنی اسرائیل شہر رامہ میں جمع ہوئے اور سموئیل سے کہا:-

"تم بوڑھے ہو گئے، تمہارے فرزند یوآیل اور ربیاہ ہیں، دونوں صراطِ مستقیم سے منحرف، رشوت خور، عدالت میں بیجا حمایت کرنے والے، اور طرفداری سے کام لینے والے، مناسب ہے، ہم پر کوئی بادشاہ مقرر کر دیا جائے، جو نظام کو قائم رکھے، رہنمائی کرے، اور ہماری خاطر دشمنوں سے جنگ کرے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الْمَلَاِ مِنْۢ بَنِیْٓ	کیا تم نے بنی اسرائیل کے سرداروں کی حالت پر نظر
اِسْرَآءِیْلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰیۘ اِذْ	نہیں کی کہ ایک زمانے میں انھوں نے (موسیٰ کے
قَالُوْا لِنَبِیٍّ لَّهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا	بعد اپنے وقت کے پیغمبر (سموئیل) سے درخواست

نُقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۔ کی تھی کہ ہمارے۔ لئے ایک بادشاہ مقرر کر دیجئے کہ ہم اس کے سہارے سے اللہ کی راہ میں جہاد کریں“

سموئیل پیغمبر نے فرمایا :-

هَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ اَلَّا تُقَاتِلُوْا ۔

”تم پر جہاد فرض کر دیا جائے، اور تم نہ لڑو، تم سے بعید تو نہیں“

بولے :- وَمَا لَنَا اَلَّا نُقَاتِلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَدْ اُخْرِجْنَا مِنْ دِيَارِنَا وَاَبْنَائِنَا ۔

”گھروں سے نکال دیئے گئے ہوں، اور بال بچوں سے الگ کر دیئے گئے ہوں، پھر کون سا عذر ہے خدا کی راہ میں نہ لڑنے کا“

سموئیل نے لوگوں کو مقام مصفاہ میں بلایا اور کہا :-

خدائے قدوس کا ارشاد ہے، ——— بنی اسرائیل مصر میں تھے، وہاں فرعونیوں کے غلام تھے، اور ذلت کے کام، میں اُن کو نکال لایا، اب درخواست ہے ایک بادشاہ کی انہیں خدا کے سامنے آنا چاہیے، ایک ایک فرقہ، ہزار ہزار کا ایک ایک گروہ“

بنی اسرائیل نے تعمیل کی، حاضر ہوئے، بن یامین قبیلے کے نام پر قرعہ پڑا، مطری کا گھرانا اور قیس کے بیٹے ساؤل عرف طالوت کا نام :-

قَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ

اُن کے پیغمبر سموئیل نے اُن سے کہا :-

اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًا ۔

”لو! خدا نے طالوت کو تمہارا بادشاہ مقرر کر دیا“

قَالُوْا ——— وہ بولے :-

اَنّٰى يَكُوْنُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ ۔

”طالوت اور ہمارا بادشاہ؟ اس سے تو حکومت کے ہم ہی زیادہ حق دار ہیں۔ اسے تو مالی فارغ البالی بھی نصیب نہیں“

قَالَ ——— سموئیل نے کہا :-

إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ ؕ وَاللّٰهُ يُؤْتِي مُلْكَهٗ مَنْ يَّشَاءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ؕ

طالوت تم پر حکمرانی کرے، یہ انتخاب خداوندی ہے، مال نہ سہی، خدا نے اسے علم دیا ہے بہت زیادہ اور جسم عنایت کیا ہے، چوڑا چکلا، اور قدآور، ——— ملک اللہ کا ہے، جسے چاہے دے، وہ گنجائش والا ہے، اور واقفِ حال ؂

سموئیل نے جواب تو دیا، مگر بنی اسرائیل کو اطمینان نہ ہوا، اس لئے فرمایا:۔

طالوت بادشاہ ہے، اُس کی بادشاہی من جانب اللہ، نشانی یہ ہے کہ صندوق جس میں راحت ہے اور طمانیت، تمہارے پروردگار کی بھیجی ہوئی تسلّی یعنی توراۃ، اور ہارون کی بچی کھچی یادگاریں، وہ صندوق، صندوقِ شہادت یعنی تابوتِ سکینہ آئے گا اور بے لڑے آئے گا، اُسے فرشتے اُٹھالائیں گے۔ ایمان رکھتے ہو، تو یہی نشانی تمہارے لئے کافی ہے ؂

طالوت بادشاہ، سموئیل کی رہنمائی، فلسطیوں سے لڑائیاں، بنی اسرائیل کو کامیابیوں پر کامیابیاں، فلسطی روز بروز دبتے چلے گئے، صندوقِ شہادت، جسے لُوٹ کر لے گئے تھے، اُس کا یہ حال کہ جس جگہ بھی اُسے رکھا وہیں بیماریوں میں مبتلا، سخت سے سخت بلاؤں کا نزول، مصائب، اور حوادث، ناشدنی حادثات اور ناگوار مشاہدات، آخر بہ تنگ کہنے لگے:۔

"یہ صندوق جب تک ہمارے پاس ہے، بنی اسرائیل سے جنگ موقوف نہیں ہوسکتی"

صندوق کو گاڑی میں رکھا، ساتھ ہی سونے کی چند تصویریں ایک اور صندوقچے میں رکھ دیں، اور گاڑی کو بیت شمس کی طرف چھوڑ دیا، ——— بیت شمس اسرائیلیوں کا شہر فلسطیوں کی سرحد سے ملا ہوا، گاڑی کو فرشتے اس شہر میں ہانک لائے، اور ایک اسرائیلی شخص یشوع کے کھیت میں لا کھڑا کیا، لوگوں نے دیکھا، بہت خوش ہوئے، صندوق کو گاڑی سے اُتارا، اور ق[illegible]یم کے لوگوں کو کہلا بھیجا، وہ آئے، صندوق کو اپنے ہاں لے گئے، مسرت و بہجت کا مظاہرہ کیا، خیمۂ شہادت کو سیلا سے اُتارا، شہر نوب میں نصب کیا ؂

اسی درمیان میں کچھ ناگواریاں پیدا ہوگئیں، طالوت کی سرتابی، اور چند امور میں سموئیل کی نافرمانی، سموئیل طالوت سے ناخوش، اور رنجیدہ، ——— خدا نے فرمایا:۔

"سموئیل! طالوت کی عدول حکمیاں، اور اس کا غم، آخر کب تک، اُٹھو! بیت لحم میں جاؤ، عوفید

کے بیٹے بیتّا سے ملو، جو بوعز کا پوتا، اور سلموّن کا پرپوتا ہے۔ اس کے بیٹوں کو بلاؤ، اور جسے میں بتاؤں اُسے منتخب کرلو"۔

سموئیل نے تعمیل کی، بیتّا سے ملے، اُس کے سات بیٹوں کو دیکھا، کوئی پسند نہ آیا، پُوچھا :-

"بس تمہارے یہی لڑکے ہیں ؟"

"نہیں، ایک اَور ہے، سب سے چھوٹا"

"وہ کہاں ہے ؟"

"بکریاں چرانے گیا ہے"

"کیا نام ؟"

"داؤد"

"بلاؤ"

داؤد آیا، دیکھا، حسین ہے، اور خوش جمال، سُرخ رنگ، رعنا چشم، بہت پسند فرمایا، تیل منگایا، داؤد کے سر پر ڈالا، بدن پر ملا، اور سموئیل شہر رامہ واپس ہوگئے۔

فلسطی پھر آمادۂ پیکار، فوجیں جمع کیں، یہوداہ کے شہر شوکہ میں فراہم ہوئے، شوکہ اور عزیقہ کے درمیان افسدمیم ایک مقام ہے، وہاں چھاؤنی ڈال دی، طالوت نے مقابلے کی تیاری کی، بنی اسرائیل کو جمع کیا، اور ایلہ کے قریب خیمے نصب کردئے ——— دونوں لشکروں کے درمیان دریائے شورق حائل، فلسطی دریا کے جنوب ہیں، اور اسرائیلی جانبِ شمال۔

سموئیل پیغمبر کی برکت، متواتر فتوحات، اسرائیلیوں کے حوصلے بڑھے ہوئے، عام، خاص، بہادر اور غیر بہادر، بنی اسرائیل کے سب آدمی نکل کھڑے ہوئے، ——— جنگ آزمودہ، تجربہ کار، ماہرانِ جنگ کے نزدیک لڑائی کی بھیڑ بھاڑ اکثر شکست کا باعث ہو جایا کرتی ہے، طالوت نے ان کا امتحان لینا اور انتخاب کرنا چاہا :-

فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوتُ بِالْجُنُودِ۔

جب طالوت فوج کو لیکر روانہ ہوا ——— دریا پر پہنچا، لشکر میں گرمی کی شدت تھی، زبان پر خارِ تشنگی۔

قَالَ، ——— اُس نے کہا :-

اِنَّ اللّٰهَ مُبْتَلِيْكُمْ بِنَهَرٍ فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّيْ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ فَاِنَّهٗ

مِنِّيْٓ اِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةًۢ بِيَدِهٖ ۚ

راستے میں ایک نہر ہے، اُسی کے ذریعے تمہارا امتحان اور صبر آزمائی، جو دریا سے پانی پی لے گا

اور سیر ہو کر پیئے گا، وہ ہمارا نہیں، جو نہیں پیئے گا وہ ہمارا، ہاں اپنے ہاتھ سے ایک آدھ چلو کا مضائقہ نہیں

اسرائیلی لشکر دریا پر پہنچا، ——— ہُوا کیا ؟

فَشَرِبُوْا مِنْهُ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ ۔

سب نے پیا۔ اور خوب سیر ہو کر پیا۔ ——— مگر معدودے چند نے جو من چلے تھے اور بہادر

جو شریکِ جنگ ہوئے حمیت کے جوش میں، نہ کہ مالِ غنیمت کے شوق میں، ——— نتیجہ یہ ہُوا :-

فَلَمَّا جَاوَزَهٗ هُوَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۔

طالوت اور ایمان والے ساتھی دریا پار ہو گئے، ——— فلسطیوں کا سامنا ہُوا، ایک شخص صفِ اعدا

سے باہر آیا، جالوت نام، سردار لشکر، قوی ہیکل، اور بڑا قد آور، بدن پر پیتل کی زرہ، سر پر پیتل کا بھاری خو

اس نے نعرۂ مبارزت بلند کیا :-

هَلْ مِنْ مُبَارِزٍ

"کوئی ہے مقابلے میں آنے والا ؟"

طالوت کی نافرمانی کرنیوالے، اور دریا سے پانی پینے والے، بغلیں جھانکنے لگے، ——— قالو ——— بولے

لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ ۭ

"جالوت اور اُس کے لشکر سے مقابلہ ؟، ہم میں تو دم نہیں"

قَالَ ——— کہا، ——— کس نے کہا ؟

الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوا اللّٰهِ

جنہیں یقین ہے، خدا کے حضور میں حاضر ہونے کا یقین، ——— وہ کون ؟ ——— حکمِ طالوت کی تعمیل

کرنیوالے، دریا سے پانی نہ پینے والے ——— وہ بولے :-

كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةًۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۭ

"اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے. ایسا بارہا ہؤا ہے. کہ خدا کا حکم ہؤا. اور تھوڑی جماعت بڑی جماعت پر غالب"۔

سموئیل نے بنی اسرائیل کو بشارت دی، اور پیشگوئی :-

گھبراؤ نہیں ؛ جالوت قتل ہوگا، ——— کس کے ہاتھ سے قتل ہوگا ؛ مجھے معلوم ہے خدا نے بتادیا ہے، نشانیاں تک بتادی ہیں ۔

بنی اسرائیل جنگ کے لئے تیار ہوگئے وَلَمَّا بَرَزُوْا لِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ، ——— وہ جالوت اور جالوت کے لشکر کے مقابلے کو نکلے، ——— قَالُوْا، ——— تو دُعا مانگی :-

رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۔

"پروردگار! ہم پر صبر کی پکھالیں انڈیل، معرکۂ جنگ میں ثابت قدم رکھ. اور کافروں کی جماعت پر فتحمندی نصیب کر"۔

طالوت نے داؤد سے انعام واکرام کا وعدہ کیا، داؤد مقابلے کو نکلا. لٹھ سنبھالا، چکنے چکنے پانچ پتھر چنے جھولے میں ڈالے، اور فلاخن ہاتھ میں لے کر میدانِ جنگ کی طرف قدم بڑھادیا ۔

جالوت نے داؤد کو دیکھا، اور حقارت کے طور پر کہا :-

"میں کُتا ہوں جو تو مجھ پر لٹھ سنبھالے آیا ہے"

داؤد نے جواب دیا :-

"تجھے اپنی تلوار پر ناز ہے، ڈھال اور برچھے پر بھروسا ہے۔ سُن لے! مجھے ربّ الافواج نے تیرے پاس بھیجا ہے"۔

جالوت نے حملہ کیا، داؤد نے پینترا بدلا، اور وار کو خالی دیتے ہوئے نہایت پھرتی سے ایک پتھر فلاخن میں رکھا، اور گھماتے ہوئے جالوت کی پیشانی پر ایسا مارا کہ وہ مُنہ کے بل زمین پر گرا، داؤد گرتے ہوئے شکار کی طرف جھپٹے، اور اُسی کی تلوار سے اس کا سر کاٹ لیا، فلسطیوں نے اپنے سردار کا یہ حشر دیکھا، بھاگڑ پڑگئی، بنی اسرائیل نے تعاقب کیا، اور ہزاروں کو تہِ تیغ ۔

فَهَزَمُوْهُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ ۔ — حکمِ خدا، اسرائیلیوں نے فلسطیوں کو بھگا دیا اور داؤد نے جالوت کو قتل کیا ۔

داؤد جالوت کا سر اٹھا یروشلم میں آئے، بنی اسرائیل میں اُن کی دھوم مچ گئی۔ طالوت کا انعامی وعدہ تھا پورا کیا۔ اپنی چھوٹی لڑکی میکل سے داؤد کا عقد کر دیا، مگر داؤد کی شہرت رشک و حسد کی آگ طالوت کے دل میں مشتعل، اُس نے داؤد کو قتل کرنے کی بہت سی تدبیریں کیں، پیش نہ گئی ؛

فلسطیوں سے لڑائیاں ہوتی رہیں، آخر ایک جنگ میں طالوت مارا گیا، اور طالوت کے فرزند بھی داؤد عمر کے چھتیسویں سال میں، اور بنی اسرائیل کی تمام سلطنت داؤد کے قبضے میں ؛

وَاٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ — داؤد کو خدا نے سلطنت دی اور انتظامی عقل،

وَعَلَّمَهٗ مِمَّا يَشَآءُ ط — اور جو علم و ہنر اس کی مرضی میں آیا سکھایا ؛

(باقی)

رسالہ شرمیلا سخی

مفت

انجمن "رفیق الاسلام" گوڑگانوہ کی سلسلہ وار ید کا سترھواں دانہ **شرمیلا سخی** کے نام سے جلوہ ریز حضرت عثمانؓ کی سوانحمری جیبی تقطیع کے ۵۲ صفحوں پر اور دلکش زبان میں تمام و کمال آگئی ہے۔ اس میں آپ کی ذات کے متعلق بہت سی غلط فہمیاں دُور کی گئی ہیں۔ اس رسالہ سے یہ سبق حاصل ہوتا ہے کہ اصول کیلئے مخلص آدمیوں کو جان تک دینے سے گریز نہیں ہوتا۔ حضرت عثمانؓ نے سچی قربانی کا ایک بے مثال نمونہ قائم کیا ہے۔ جس میں نہ کوئی نمائش ہے نہ دھوم دھام۔ اس رسالہ سے مسلمانوں کو اس پر آشوب زمانہ میں باہم محبت و اتحاد کی نصیحت حاصل ہوتی ہے۔ کاش سنی شیعہ زمانہ کی نزاکت سے متاثر ہو کر شیر و شکر ہو جائیں ؛

یہ رسالہ محصولڈاک کے لئے ایک آنہ کا ٹکٹ پتہ ذیل پر بھیج کر مفت منگایا جا سکتا ہے۔ بیرنگ نہیں بھیجا جاتا ؛

(مولوی) محمد ظفر ایم۔ اے، ایل۔ ایل۔ بی، گوڑگانوہ (پنجاب)

حقیقتِ اسلام

هندوستان کا تبلیغی علمی اور مذہبی رسالہ

مدیر مسئول
ماسٹر محمد احسان

مدیر معاون
قاضی محمد دلیر ظہیر نیاز بیگی

بابت ماہِ دسمبر ۱۹۳۸ء مطابق شوال المکرم ۱۳۵۷ھ

جلد ۱۳ نمبر ۶

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

حال وقال

۱۹۳۸ء کو اگر "عام الحزن" یعنی رنج وغم کا سال کہا جائے تو یقیناً بیجا نہ ہوگا۔ کیونکہ اس سال کے دوران میں موت کے زبردست ہاتھ نے دو ایسی بیش قیمت ہستیاں ہم سے ہمیشہ کیلئے چھین لیں، جن کی نظیر نہ مسلمانوں کی گذشتہ پانصد سالہ تاریخ میں مل سکتی ہے اور نہ آئندہ مستقبل قریب میں پیدا ہونے کی کوئی امید ہے! اور جب اس نقصانِ عظیم کے ساتھ ہم اس المناک حقیقت کو بھی پیشِ نظر رکھتے ہیں۔ کہ مختلف وجوہ کی بنا پر ہماری قوم میں پہلے ہی سے قحط الرجال کا دور دورہ ہے تو ہمارا رنج والم اور بھی بڑھ جاتا ہے۔

اوائل ۱۹۳۸ء میں یعنی ۲۱ اپریل کو ہمیں دُنیائے اسلام کے فرد فرید اور گوہر وحید علامہ ڈاکٹر سر محمد اقبالؒ کی وفات کا صدمہ اٹھانا پڑا۔ جن کی آنکھیں شب و روز ملتِ اسلامیہ کے غم میں اشکبار رہتی تھیں، جن کا دل ہر وقت مسلمانوں کی پستی اور زبوں حالی پر کُڑھتا رہتا تھا۔ جن کی زندگی کے آخری چالیس سال فرزندانِ توحید کی بگڑی بنانے کی کوششوں میں بسر ہوئے۔ چنانچہ وہ خود فرماتے ہیں ؎

اسی کشمکش میں گذریں میری زندگی کی راتیں ۔۔۔ کبھی سوز و سازِ رومی کبھی پیچ و تابِ رازی

اس سانحۂ عظمےٰ پر ملتِ اسلامیہ کے آنسو بھی ابھی خشک نہ ہوئے تھے۔ کہ ۱۰ نومبر کو مجاہدِ اعظم، نازشِ اسلامیانِ عالم، بطلِ جلیل غازی مصطفےٰ کمال اتاترک کی رحلت کا حادثہ رونما ہوگیا۔ ایک سال کے اندر اندر اقبالؔ اور کمال دونوں کا ہم سے ہمیشہ کے لئے جُدا ہو جانا بلاشبہ قیامتِ صغریٰ سے کم نہیں ہے۔

اقبالؔ سے بڑھ کر موجودہ دَور میں کسی مسلمان نے اسلام کی رُوح کو نہیں سمجھا۔ اور نہ اس سے بڑھکر دلنشین انداز میں کسی نے پیش کیا۔ اور کمالؔ سے بڑھکر موجودہ دَور میں کسی مسلمان نے اسلام کی تعلیم پر عمل نہیں کیا۔ اسلام کی حقیقت کیا ہے اسے اقبالؔ سے پوچھو۔ اور اس حقیقت پر عمل کس طرح کیا جائے یہ نکتہ کمال سے سیکھو۔ ایک اقلیمِ فکر کا شہنشاہ تھا تو دُوسرا کشورِ عمل کا فرماں روا۔

اللہ تعالیٰ ان دونوں سچے فرزندانِ اسلام کو ان کی ملّی خدمات کا اجرِ عظیم عطا فرمائے۔ اور مسلمانوں کو اُن کے علمی اور جنگی کارناموں سے مستفید ہونے کی توفیق ارزانی فرمائے۔ آمین!

چونکہ غازی مرحوم نے اللہ تعالیٰ کے افضال بے پایاں کی بدولت دولِ یورپ علی الخصوص انگریزوں کی تمام دلی تمناؤں کو ہمیشہ کیلئے ناکامی اور نامرادی کی آغوش میں سُلا دیا۔ اس لئے انہوں نے اُن کے خلاف ہندی مسلمانوں میں صداقت و دیانت دونوں کو بالائے طاق رکھکر اس شد و مد کیساتھ پروپاگنڈا کیا۔ کہ اُن کے تعلیمیافتہ افراد کی اکثریت غازی مرحوم بلکہ اُن کی ساری قوم کو اسلام سے بیگانہ خیال کرنے لگی۔ اسے کہتے ہیں پروپاگنڈے کی ساحری کہ جس شخص نے قرآنی تعلیمات پر عمل کرکے مُردہ قوم کو زندہ کر دیا۔ اور سارے یورپ کے مقابلہ میں اسلام کی لاج رکھ لی اس ملک کے مسلمانوں کے دلوں میں اس کے اسلام اور ایمان کے متعلق بہت سے شکوک پیدا ہو گئے! جلّ جلالہ،

آہ! اس بدنصیب مُلک کے ان آٹھ کروڑ مسلمان غلاموں سے کون پوچھے۔ کہ تم نے مصطفٰے کمال کے ایمان میں شک کرنے کی بجائے پہلے اپنے ایمان کے متعلق شک کیوں نہ کیا؟ تمہیں یہ خیال کیوں نہ آیا کہ دوسروں کے متعلق فیصلہ کرنے سے پہلے ہمیں اپنے متعلق فیصلہ کرنا لازم ہے۔ کہ ہم خود کیا ہیں؟ مومن یا کافر؟

اس فیصلہ کی راہ تو بہت آسان تھی۔ قرآن مجید فرماتا ہے لَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ۔ یعنی اے مسلمانو! نہ ہمت ہارو اور نہ غم کرو۔ اگر تمہارے اندر ایمان موجود ہے۔ تو (انجام کار) یقیناً تم ہی غالب رہو گے" (غلام نہیں بن سکو گے)۔

مجھے حیرت بھی ہے اور تاسّف بھی کہ مصطفٰے کمال اور ترکوں کے متعلق رائے قائم کرنے سے پہلے ہندی مسلمانوں نے اس آئینۂ خداوندی میں اپنی مکروہ اور منحوس شکل کیوں نہ دیکھی!

اس حقیقت کبریٰ کو منطقی انداز میں یوں بیان کیا جا سکتا ہے:-

صُغریٰ:- مومن غالب رہے گا۔ (فرمانِ الٰہی)۔

کبریٰ:- ہندی مسلمان مغلوب (غلام) ہیں۔ (مشاہدۂ ذاتی)۔

نتیجہ:- ہندی مسلمان مومن نہیں ہیں۔

اس بحث سے قطع نظر کرکے مجھے تو حیرانی یہ ہے کہ غلاموں کو دُوسروں کے ایمان یا کفر کے متعلق بحث و نظر کا حق ہی کب حاصل ہے! آہ غلام! جو صفحہ ہستی کے لئے باعث ننگ و عار ہے۔ جو متحرک نعش سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا! جو موت کے خوف سے زندگی کی تمام نعمتوں سے محروم ہے ؎

ہر زماں میرد غلام از بیم مرگ
زندگی اور احرام از بیم مرگ

وہ دنیا کے کسی فرد کے متعلق یہ فیصلہ کیسے کر سکتا ہے کہ وہ مومن ہے یا کافر، اگر واقعی غلام کے پاس فیصلہ کرنے کی قوت موجود ہے۔ تو اُسے لازم ہے کہ سب سے پہلے اپنے متعلق فیصلہ کرے کہ میں زندہ ہوں یا مُردہ؟ غلام کی خود ذاتی قیمت ہی کیا ہے۔ جو اس کے فیصلہ کی کوئی قیمت ہوگی!

غلامی کیا ہے ذوقِ حُسن و زیبائی سے محرومی
جسے زیبا کہیں آزاد بندے ہے وہی زیبا

ہندوستان کے مسلمان اس بات کا کیا فیصلہ کر سکتے ہیں کہ اتاترک مسلمان تھا یا نہیں؟ اُن کی حالت تو یہ ہے ؎

ایں غلام ابنِ غلام ابنِ غلام
حُرّیت اندیشۂ اورا حرام

ہندوستان کے آٹھ کروڑ برائے نام مسلمان اور فرضی فرزندانِ اسلام کیا جانیں کہ اسلام کیا ہے۔ اور اس کی تعلیم کیا ہے۔ اور اس تعلیم کا نتیجہ کیا ہے۔ اُن کی زندگی کے لئے یہ بات ہی بہت کافی ہے۔ کہ سرکارِ دولتمدار نے اُنہیں نمازِ بے حضور کی کامل آزادی عطا فرمادی ہے ؎

مُلاّ کو جو ہے ہند میں سجدہ کی اجازت　　ناداں یہ سمجھتا ہے کہ اسلام ہے آزاد

وہ خوشی سے اپنے سجدہ ہائے بے ذوق کو طول دیئے جائیں۔ آزادی کیا ہے اور خاک و خون میں تڑپنا کیا ہے؟ اُن کا ذہن ان حقائق تک نہیں پہنچ سکتا ؎

طویل سجدہ اگر ہیں، تو کیا تعجب ہے　　ورائے سجدہ، غلاموں کو اور ہے کیا کام

کاش! ہندی مسلمان اس حقیقت سے آشنا ہوتے۔ کہ اسلام اور غلامی اجتماعِ ضدین کا حکم رکھتی ہیں۔ یعنی ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتیں۔ کاش وہ اس حقیقت سے آگاہ ہو سکتے۔ کہ مصطفےٰ کمال سچا مسلمان تھا۔ کیونکہ اُس نے اپنے وطن کو دُشمنوں کی دستبرد اور اپنی قوم کو دُشمنوں کی غلامی سے بچایا۔ اور ذوقِ یقین کی بدولت یکہ و تنہا وہ کام کر دکھایا۔ جس کو دیکھ کر ایک دُنیا انگشت بدنداں رہ گئی، اتاترک سچا مسلمان تھا۔ کیونکہ اُس نے قرآن مجید کو اپنا رہنما بنایا۔ اور اس کی مدد سے غلامی کی اس خوبصورت زنجیر کو جسے آہنگرانِ یورپ نے غدار وحیدالدین کے کارخانے میں تیار کیا تھا۔ ایک ہی جھٹکے میں توڑ پھینکا۔ اس کی زندگی اقبالؒ کے اس شعر کی جیتی جاگتی تصویر ہے ؎

کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسہ
مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

اتاترک سچا مسلمان تھا۔ کیونکہ اُس کے دل میں ایمان کی شمع روشن تھی۔ وہ خدا کی نصرت پر یقین رکھتا تھا۔ اگرچہ وہ بے یار و مددگار تھا۔ اگرچہ اُس کے پاس نہ خزانہ تھا نہ حکومت۔ اگرچہ قسطنطنیہ کے مفتیٔ اعظم نے اُس کے قتل کا فتویٰ صادر کر دیا تھا۔ اگرچہ حکومتِ برطانیہ نے اُسے باغی ڈاکو کا لقب عنایت کیا تھا۔ اگرچہ وہ ہر طرف سے دشمنوں میں گھرا ہوُا تھا۔ لیکن اُس کے دل میں ایک چنگاری موجود تھی۔ اور اس ذرا سی چنگاری ہی نے برطانیہ، یونان، آرمینیا اور فرانس کی تمناؤں کے محلات کو جلا کر خاک کر ڈالا ؎

تری خاک میں ہے اگر شرر، تو خیالِ فقر و غنا نہ کر
کہ جہاں میں نانِ شعیر پر ہے مدارِ قوتِ حیدریؓ

اتاترک سچا عاشقِ رسولؐ تھا۔ کیونکہ عشقِ رسولؐ کے معنی زبانی جمع خرچ اور لفظی دعووں کے نہیں۔ بلکہ اتباع کے ہیں۔ عاشق وہ ہے جو اپنے معشوق کے نقشِ قدم پر چلے، اس کے طریقہ کی پیروی کرے۔ اور اُس کے احکام و فرامین کی تعمیل کرے۔ کیا کوئی مسلمان اس حقیقت سے انکار کر سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے اپنی قوم کو حریت کی نعمت سے مالا مال فرمایا۔ سب سے پہلے آپ نے غلامی کی زنجیروں کو توڑا۔ سب سے پہلے آپ نے عربوں کے ذہن کو غلط اور باطل عقیدوں کی غلامی سے نجات عطا فرمائی۔ اس کے بعد ضمیر اور نفس کی آزادی سے روشناس کیا۔ اور آخر کار اُنہیں سیاسی آزادی کی لذت سے بہرہ اندوز فرمایا؛ صلوٰا علیہ وآلہٖ

اب غازیٔ مرحوم کے کارناموں پر نظر ڈالو۔ تمہیں صاف نظر آ جائیگا۔ کہ اُنہوں نے بھی حضورؐ کے نقشِ قدم پر چل کر اپنی قوم کو حریت چہار گانہ کی نعمت سے روشناس کیا۔ بلکہ ایک مردہ قوم کو از سرِ نو زندہ کر دیا۔ وہ مُردہ قوم جو صدیوں سے مردِ بیمار کے لقب سے یاد کی جاتی تھی، مصطفےٰ کمال کی بدولت آج زندہ ہی نہیں۔ بلکہ زندہ قوموں کی صف میں ایک ممتاز جگہ حاصل کر چکی ہے۔ اور انشاء اللہ بہت جلد اپنی عظمتِ سابقہ کو حاصل کرے گی ؛

کاش ہندی مسلمان مصطفےٰ کمال کی زندگی سے سبق سیکھ سکیں! وہ ہندی مسلمان جو محض سیاسی غلامی ہی میں نہیں بلکہ ہر قسم کی غلامی میں مبتلا ہیں ؎

چار مرگ اندر پئے ایں دیر میر
سُود خوار و والی و مُلّا و پیر

اقبال

قدرتِ خداوندی نے غازیٔ مرحوم کو ترکی کے حق میں مسیحا بنا کر بھیجا تھا۔ اس لئے اُن کے اندر وہ تمام صفات بدرجہ کمال موجود تھیں جو ایک لیڈر یا ہیرو میں لازمی طور سے پائی جاتی ہیں۔ حریت پسندی، شجاعت، عدیم النظیر

حوصلہ، آہنی ارادہ، جفاکشی، عزم و استقلال، عاقبت اندیشی اور اعتماد علی النفس یہ سب خوبیاں ان میں بدرجۂ اتم موجود تھیں۔ ان سب سے بڑھکر ایثار اور قربانی اور اپنی زندگی کو قوم کیلئے، قوم کی بہبود کیلئے وقف کر دینے کا جذبہ ۔

جس زمانہ میں انگریز درۂ دانیال پر فوجی پیش قدمی میں مصروف تھے۔ ترکی حکومت نے غازی مرحوم کو جرمن کمانڈ جنرل لیمان خان سانڈرس کا نائب مقرر کیا۔ اور یہ پہلا موقع تھا جب انہوں نے اپنی خداداد قابلیتوں کے جوہر دنیا کو دکھائے۔ ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ غازی خندقوں کے سامنے مصروفِ کار تھے اور اپنی تقریر سے سپاہیوں کا حوصلہ بڑھا رہے تھے۔ اس اثنا میں ایک گولہ اُن سے کچھ فاصلہ پر آکر گرا۔ ایک لمحہ کے بعد دوسرا گولہ قریب تر آیا۔ اور تیسرا گولہ اس سے قریب تر۔ ہمراہیوں نے غازی کی منت کی کہ خدا کے لئے خندق کے اندر تشریف لے جائیے۔ یقیناً دشمن نے آپ کو پہچان لیا ہے۔ اور آپ کی جان کے درپے ہے۔ لیکن غازی مرحوم نے نہایت اطمینان کے ساتھ جواب دیا "مَیں اس جگہ سے ایک انچ بھی پیچھے نہیں ہٹوں گا۔ کیونکہ مَیں اپنے سپاہیوں کے سامنے بُری مثال قائم نہیں کرسکتا۔ یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ مَیں اُن سے تو یہ کہوں کہ خبردار! گولیوں کے خوف سے تمہارا قدم پیچھے نہ ہٹنے پائے۔ اور خود اسی گولی کے خوف سے پیچھے ہٹ کر خندق میں جا چھپوں؟

جب جنگ عظیم کا خاتمہ ہوا۔ تو قسطنطنیہ پر اتحادیوں کا قبضہ ہوگیا۔ اور "سلطان" اور "شیخ الاسلام" دونوں انگریزوں کے اشارۂ ابرو پر رقص کرنے لگے۔ چنانچہ ان دونوں بزرگوں نے اپنے آقاؤں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے فدایانِ ملک و ملت کی گرفتاری کے فرامین نافذ کرنا شروع کر دئیے۔ سلطان وحید الدین کا عقیدہ یہ تھا۔ کہ جس طرح بھی ہوسکے اپنی سلطانی اور چند روزہ دنیاوی راحت کو برقرار رکھا جائے۔ خواہ ترکی غلام ہی کیوں نہ ہو جائے۔

مصطفٰے کمال کو "بابِ عالی" نے اناطولیا کا انسپکٹر جنرل مقرر کرکے انگورہ روانہ کیا۔ گویا دشمنوں نے خود اپنے ہاتھوں اپنی قبر کھود لی۔

اسی تاریخ سے مصطفٰے کمال کے محیّر العقول کارنامے شروع ہوتے ہیں۔ جن کی تفصیل کے لئے ایک دفتر درکار ہے۔ ہم صرف چند اہم امور کی طرف اشارہ کر سکتے ہیں۔

آج مغرب میں کوئی لکھا پڑھا آدمی معجزات پر یقین نہیں رکھتا۔ لیکن ایک دو نہیں صدہا یورپین مصنفین نے یہ الفاظ سپردِ قلم کئے ہیں۔ کہ "مصطفٰے کمال کا اس بے سرو سامانی کی حالت میں جب کہ سارا ملک تباہ ہوچکا تھا۔ اور قدم قدم پر اس کی مخالفت کا بازار گرم تھا جانبازوں اور سرفروشوں کی ایک جماعت قائم کرکے بیک وقت پانچ دشمنوں سے ٹکرا جانا اور سب کو شکست دے دینا بلاشبہ ایک معجزہ ہے"۔

مصطفٰے کمال ایک کامیاب سپہ سالار ہی نہ تھے۔ بلکہ مدبّر اور منتظم بھی تھے۔ تلوار سے بڑھکر انہوں نے اپنی عقل خداداد سے کام لیا اور ہر موقع پر شاطرانِ مغرب کو مات دی ۔

درۂ دانیال اور نہر سقاریہ کے تاریخی معرکوں سے کہیں بڑھ چڑھکر اُن کے وہ اصلاحی کارنامے لائق ستائش ہیں۔ جن کی بدولت اُنھوں نے ترکی قوم کو مغرب کی ترقی یافتہ قوموں کے دوش بدوش کھڑا کر دیا ۔

۹ ستمبر ۱۹۲۲ء کو ترکوں نے سمرنا فتح کیا۔ اور اس فتح نے دولِ مغرب ہی نہیں تمام دنیا کو بتا دیا۔ کہ ترک ابھی زندہ ہیں۔ آہستہ آہستہ اُن کفن چوروں نے جو ترکی کو مُردہ سمجھ کر اس کے سرہانے آ بیٹھے تھے، اپنا اپنا بوریا بستر اٹھانا شروع کیا۔ اور قسطنطنیہ کی سرزمین اُن کے وجود سے پاک ہوگئی ۔

۱۹۲۳ء میں غازی مرحوم نے جمہوریت کا اعلان کیا۔ اور اُن کی قوم نے پے در پے چار مرتبہ انہی کو صدر منتخب کر کے اپنی مردم شناسی کا ثبوت دیا۔ اور غازی مرحوم نے بھی اُس وقت سے لے کر تادمِ وفات اپنا سارا وقت، ساری قوت اور ساری لیاقت ترکی کی فلاح و بہبود میں صرف کر دی۔ اُن کی قیادت میں ترکی نے قومی، سیاسی، معاشی، اقتصادی اور معاشرتی تمام شعبوں میں ترقی کی۔ اور آج ترکی کی طاقت کا اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے۔ کہ روس، فرانس، برطانیہ، اٹلی اور جرمنی جیسی زبردست حکومتیں اس کے ساتھ دوستانہ روابط پر فخر کر رہی ہیں۔ اور اس عظمت و سربلندی کا سہرا بلاشبہ غازی مصطفٰے کمال ہی کے سر ہے ۔

ایک سیاح کا بیان ہے کہ جب مجھے غازی پاشا سے ملاقات کا موقع ملا۔ تو میں نے اُن سے پُوچھا۔ کہ عام طور سے یہ مشہور ہے۔ کہ آپ نے مذہب کو خیرباد کہہ دیا ہے۔ اس کی اصلیت کیا ہے ؟

غازی موصوف مُسکرائے۔ اور کہنے لگے "تین صدیوں سے یورپین اقوام ہمارے خلاف مسلسل پروپاگنڈا کر رہی ہیں۔ تاکہ مسلمانانِ عالم ہم سے بدظن ہو جائیں۔ الحمدللہ کہ میں مسلمان ہوں اور اپنے اسلام پر فخر کرتا ہوں۔ ترکوں کا بچہ بچہ حضرت ختمی مرتبت صلے اللہ علیہ وسلم کا شیدائی ہے۔ اور ہم ہر وقت حضورؐ کے نام پر سر کٹانے کو تیار رہیں "۔

اس کے علاوہ غازی مرحوم نے بارہا اپنی تقریروں میں ان حقائق کا اعادہ کیا ہے۔ کہ اے ترکو! اپنے اندر سچی اسلامی سپرٹ پیدا کرو۔ اور سادہ زندگی اختیار کرو۔ جو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفائے راشدینؓ کا طغرائے امتیاز رہا ہے۔ حضور انورؐ کے نقشِ قدم پر چلو۔ اور دشمنوں کا مقابلہ کرنے اور اپنی آزادی کو قائم رکھنے کے لئے ہر وقت سربکف رہو۔ اپنے اندر طاقت پیدا کرو۔ کیونکہ کمزوروں کو اس دُنیا میں جینے کا کوئی

حق نہیں ہے۔ اگر تم خدائے تعالیٰ کے نیک بندوں یعنی عبادی الصالحون میں شامل نہ ہوگے۔ تو تمہیں دُنیا میں کسی قسم کی سروری حاصل نہیں ہوسکتی۔ اِنَّ الْاَرْضَ یَرِثُهَا عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْنَ ہ

ہندی مسلمانوں کو غور کرنا چاہیئے۔ کہ یہ طاقت ہی کا تو ایک ادنیٰ سا کرشمہ تھا۔ کہ جس شخص کو ۱۹۲۲ء میں لارڈ کرزن نے دارالامراء میں "باغی ڈاکو" کے نام سے پکارا تھا۔ ۱۹۳۸ء میں اُسی شخص کی وفات پر برطانیہ نے فیلڈ لارڈ برڈوڈ کو اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا ؎

اُس قوم کو فولاد کی حاجت نہیں رہتی
ہو جس کے جوانوں کی خودی صورتِ فولاد

قصّہ مختصر غازی مرحوم عہدِ حاضر کے سب سے بڑے اور سربلند سپہ سالار تھے۔ اور ترکی قوم تو ڈھائی سَو برس سے ایسا زبردست اور نامآور جرنیل پیش نہیں کرسکی۔ اللہ تعالیٰ انہیں عاقبت میں بھی ایسا ہی سُرخرو کرے، جیسا کہ اُس نے اس دُنیا میں اُنہیں سُرخرو کیا۔ آمین!

عقل بھی نہ رکھتے ہوں ○ اور ان میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو تجھ کو دیکھتے ہیں تو کیا تو
اندھوں کو راستہ دکھا سکتا ہے جبکہ وہ بصیرت بھی نہ رکھتے ہوں ○ یاد رکھو کہ اللہ
لوگوں پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا۔ لیکن وہ لوگ خود اپنے آپ پر ظلم کرتے ہیں ○
اور حشر کے روز جب اللہ ان کو اکٹھا کرے گا تو وہ سمجھیں گے کہ گویا وہ (ان کا) ایک گھنٹہ دنیا میں
رہے تھے (اور) ایکدوسرے کو وہاں پہچان لیں گے۔ وہ لوگ جنہوں نے اللہ کی ملاقات کو جھوٹ
سمجھا وہ خسارے میں رہے اور نہ وہ راہِ راست پانیوالے ہوئے ○ اور خواہ ہم تجھ کو تھوڑا سا وہ عذاب دکھا
دیں جسکا ہم نے اُن سے وعدہ کیا ہے خواہ (اس سے پہلے ہی) تجھے وفات دیدیں انکو (ہر حال میں) ہمارے پاس لوٹنا ہے
پھر جو کچھ وہ کرتے ہیں اللہ اس پر گواہ ہے ○ اور ہر ایک امت کے پاس ایک رسول آیا ہے پس جب بھی لوگوں
کے پاس رسول آیا تو انصاف کیساتھ ان کے درمیان فیصلہ چکایا گیا ہے اور ان پر کبھی ظلم نہیں ہوا ○
اور لوگ پوچھتے ہیں کہ یہ وعدہ کب پورا ہوگا۔ اگر تم سچے ہو ○
کہدو کہ میں اپنی ذات کے نفع و نقصان پر قابو نہیں رکھتا۔ اِلاّ جسقدر اللہ کو منظور ہو
ہر ایک قوم کیلئے ایک مدت مقررہ ہے جب ان کا وقت آجاتا ہے تو نہ اُسے ایک ساعت
پیچھے کر سکتے ہیں نہ آگے لا سکتے ہیں ○ پوچھو کہ دیکھو تو سہی کہ اگر تم پر اس

ایک کر کے ان کے تمام جوابات انہیں جواب دے
چکے ہیں تمہیں ان کے کان تو ضرور دکھائی دیتے
ہیں مگر ان میں طاقتِ شنوائی نہیں ہوتی۔ وہ بالکل
مادر زاد بہروں کی طرح ہوتے ہیں پس تمہاری عاوند بیر
کانوں پر پٹی ہے اور کوئی اثر نہیں کرتی پھر تم ان کی
آنکھیں بھی دیکھتے ہو مگر طاقتِ بینائی انہیں جواب دے چکی
ہے اگرچہ وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتے ہیں مگر جب
بینائی ہی نہیں تو دیکھیں گے کیا۔ لہذا انہیں توقع نہ
رکھنی چاہیئے کہ اندھے بھی سیدھی راہ چل سکتے ہیں
ارشاد فرمایا کہ ہم کبھی نہ کسی کو بہو کرتے ہیں نہ اندھا
جو کچھ انسان کرتا ہے اپنے اختیار سے کرتا ہے۔
ہمیں کیا ضرورت پڑی ہے کہ اپنی مخلوق پر ظلم کریں ہم
غفور الرحیم اور تواب کریم ہیں ظالم و بے انصاف نہیں
نہ کسی سے رو رعایت کا معاملہ کرتے ہیں مگر انسان کو
ان حقائق کا عین الیقین اسی وقت حاصل ہو سکتا ہے جب
حشر کا روز ہونے اور گنہگاروں کا نامہ اعمال انکے بائیں ہاتھ
میں دیا جائے پھر وہ اپنے ہم مشربوں کو پہچانیں گے اور
ایک دوسرے کو دیکھ کر اپنی غلطیوں کا اعتراف کریں گے
مگر اعتراف سے کوئی فائدہ نہ ہوگا اور نہ اس آہ و پکار
سے کچھ حاصل اور اگر یوم حشر سے پہلے ہی کسی قوم کو آخرت
کے عذاب کا تھوڑا سا نقشہ دکھا دیا جائیگا تو اس سے
بھی مجرموں کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ کیونکہ یہ
واقع میں ان کی ہلاکت کا باعث ثابت ہوگا۔

اے پیغمبر اسلام! رسول ہمیشہ سے اقوامِ عالم
کے پاس آتے رہے ہیں اور کبھی کسی فرد پر ظلم نہیں کیا جاتا اور
اسی طرح آج تم سے کہا جا رہا ہے کہ قرآن کے احکام کی
نافرمانی سے جو عذاب ہم پر آسکتا ہے لے آو۔ اس طرح
سے پہلے رسولوں کو بھی جواب دیا جا رہا ہے

عَذَابُهٗ بَيَاتًا اَوْ نَهَارًا مَّاذَا يَسْتَعْجِلُ مِنْهُ
الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۵۰﴾ اَثُمَّ اِذَا مَا وَقَعَ اٰمَنْتُمْ بِهٖ ط آٰلْـٰٔنَ وَ
قَدْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۵۱﴾ ثُمَّ قِيْلَ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا
ذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ ج هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا بِمَا كُنْتُمْ
تَكْسِبُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَيَسْتَنْۢبِـُٔوْنَكَ اَحَقٌّ هُوَ ط قُلْ اِیْ وَرَبِّیْٓ
اِنَّهٗ لَحَقٌّ ط وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۵۳﴾ ع وَلَوْ اَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ
ظَلَمَتْ مَا فِی الْاَرْضِ لَافْتَدَتْ بِهٖ ط وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ
لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ج وَقُضِیَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا
يُظْلَمُوْنَ ﴿۵۴﴾ اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط
اَلَآ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۵﴾
هُوَ يُحْیٖ وَيُمِيْتُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۵۶﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ
جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوْرِ ٥ ٨
وَهُدًی وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۷﴾ قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَ

وقف النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

وقف النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کا عذاب رات کو سوتے ہوئے یا دن کو آ جائے تو تم کیا کرو (پھر) کونسی چیز کیلئے گنہگار جلدی کے
طالب ہیں ○ کیا جب عذاب نازل ہوگا تب ہی یقین کرو گے (کہا جائیگا کہ) اب (ایمان لائے)
اور اس سے پہلے اس کو جلدی جلدی طلب کرتے تھے ○ پھر ان لوگوں سے جنہوں نے ظلم کیا کہا جائیگا کہ
ہمیشہ کا عذاب چکھو تمہیں صرف انہی اعمال کا بدلہ دیا جائے گا جو تم کرتے رہے
ہو ○ اور تجھ سے پوچھتے ہیں کیا یہ بات حق ہے کہہ دے کہ ہاں مجھے خدا کی قسم! یہ بات
یقیناً حق ہے اور تم خدا کو عاجز کرنے کی طاقت نہیں رکھتے ○ ہر وہ شخص جس نے نافرمانی کی
دنیا بھر کے خزانے اگر اسکے پاس ہوں تو بطور فدیہ دینا چاہے گا اور جب عذاب کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے
تو دل ہی دل میں پشیمان ہونگے اور ان کے درمیان حق و انصاف سے فیصلہ کیا جائیگا اور
ان پر ہرگز ظلم نہ کیا جائیگا ○ خبردار زمین و آسمان میں جو کچھ ہے بلاشبہ سب
اللہ کا ہے خبردار اللہ کا وعدہ سچا ہے لیکن اکثر لوگ (اس بات کا) علم نہیں رکھتے
وہی زندگی بخشتا ہے اور وہی موت دیتا ہے اور اسی کی جانب تم کو لوٹایا جائیگا ○ لوگو! بلاشک
تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے وعظ و نصیحت (کی کتاب) اور سینوں کی بیماریوں کی
دوا اور مومنوں کیلئے ہدایت و رحمت کا (سامان) پہنچ چکا ہے ○ (اے پیغمبر!) کہہ دو (یہ قرآن)

تمہیں چاہیئے کہ صرف یہ کہہ دو کہ عذاب کا لانا نہ لانا ہمارا کام نہیں ہم تو اپنے نفع و نقصان کی بھی صرف اس قدر بات کر سکتے ہیں جس قدر خدا نے ہمیں اختیار دے رکھا ہے کسی قوم کا وقت ختم کر دینا دوسرے لفظوں میں اس پر عذاب کرنا ہے۔ اور کسی قوم پر عذاب لانا ہمارے اختیار سے باہر ہے پس تم ہمیں اس قسم کی کوئی دھمکی دینے کو نہ کہو۔ ہر ذی شعور اور ہر قوم کا ایک وقت مقرر ہے اس وقت سے کسی کو پیچھے جانا ہے نہ بعد میں اور یہ بھی کسی کو معلوم نہیں کہ وہ وقت کب ختم ہو جائے گا جیسے شام نہ معلوم کس وقت اللہ کا عذاب گنہگاروں کو گھیر کر رہے، پھر یہ لوگ کیوں عذاب کے لئے اس قدر جلدی کرتے ہیں۔ جب ان نافرمانوں کو ایک دفعہ عذاب میں ڈھکا دیا گیا۔ تو پھر انہیں ہمیشہ کے لئے اسی میں پڑا رہنا پڑے گا۔ اور کسی کی مجال نہ ہوگی کہ وہ فیصلہ الٰہی کے خلاف کوئی جرأت کر سکے۔

ہمارے گذشتہ رکوع میں نافرمانوں کی سزا کا ذکر تھا۔ سزا سے بچنے کے لئے تین ہی طریقے ہو سکتے ہیں ایک فرار دوسرے سفارش اور تیسرے رشوت و معاوضہ کا ذکر ہے فرمایا ہے کہ انسان کے پاس دھرا ہی کیا ہے جو وہ بطور معاوضہ دے سکے۔ اور اگر بالفرض زمین و آسمان کی تمام بادشاہی کا مالک بھی ہو جائے۔ اور عذاب سے بچنے کی خاطر وہ تمام بادشاہی خدا کے سپرد کر دے۔ جب بھی عذاب ٹل نہیں سکتا۔ اور فیصلہ جو کچھ بھی صادر ہوگا حق و صداقت اور عدل و انصاف کی رو سے صادر ہوگا۔ لوگو! دیکھو کہ زمین و آسمان کا وہی مالک ہے جس نے ان کو پیدا کیا ہے۔ اور جس کا وعدہ بالکل حق و سچا ہے جو کوئی فرمانبرداری کرے گا۔ وہ انعام پائیگا۔ اور جو کوئی نافرمانی کریگا۔ وہ مستوجب عذاب ہوگا۔ جس طرح حیات و موت اس کے ہاتھ میں ہے اسی طرح عذاب و ثواب بھی اسی کے ہاتھ میں ہے۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ لوگو! کفر و نفاق اور ظلم و الحاد کی بیماریوں کا علاج جو انسانی قلوب کو اندر سے ہلاکت کی طرف لے جا رہی ہیں ہم نے تمہارے لئے قرآن کی شکل میں نازل کر دیا ہے۔ یہ قرآن اللہ کا فضل اور اس کی سراپا رحمت ہے پس چاہیئے کہ تم دنیا و ما فیہا کی تمام نعمتوں سے زیادہ اس کی قدر کرو۔

بِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ؕ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴿٥٨﴾
قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ
مِّنْهُ حَرَامًا وَّحَلٰلًا ؕ قُلْ آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى
اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ ﴿٥٩﴾ وَمَا ظَنُّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ
الْكَذِبَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ
وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ ع ﴿٦٠﴾ وَمَا تَكُوْنُ فِيْ
شَاْنٍ وَّمَا تَتْلُوْا مِنْهُ مِنْ قُرْاٰنٍ وَّلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ
عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا اِذْ تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ؕ
وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْاَرْضِ
وَلَا فِي السَّمَآءِ وَلَآ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرَ اِلَّا فِيْ
كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿٦١﴾ اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا
هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٦٢﴾ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿٦٣﴾
لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ؕ لَا

اللہ کا فضل اور اسکی رحمت ہے پس چاہئیے کہ لوگ اس پر خوش ہوں یہ اُن تمام چیزوں سے بہتر ہے جنکو لوگ جمع کرتے ہیں ○
ان سے پوچھو کہ کبھی تم نے اس رزق پر غور کیا ہے جو اللہ نے تمہارے لئے نازل کیا
ہے پھر اس میں سے کچھ تو تم نے حرام بنا لیا ہے اور کچھ حلال۔ پوچھو کہ کیا اللہ نے
تم کو اس کی اجازت دی ہے یا اللہ پر بہتان ہی لگاتے ہو○ اور وہ لوگ
جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ روزِ قیامت کو کیا سمجھے بیٹھے ہیں سنو! اللہ لوگوں کے
لئے بلاشک فضل والا ہے لیکن اکثر لوگ (اس کا) شکر نہیں کرتے ع اور (اے نبی!)[ح ۱۷۹]
تو کوئی سا کام کرے اور کوئی سا حصہ قرآن سنے پڑھے اور (لوگو!) خواہ تم
کوئی سا کام کرو ۔ ہم تمہیں دیکھتے ہوتے ہیں اور تیرے
رب سے ذرہ برابر کوئی چیز نہ زمین میں اور نہ آسمانوں میں پوشیدہ
ہوتی ہے اور چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی کوئی چیز ایسی نہیں جو کتاب مبین
میں (درج) نہ ہو○ خبردار اللہ کے دوستوں کو نہ کوئی خوف ہے اور نہ
وہ غم کھائیں گے○ وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں اور خدا سے ڈرتے رہے ہیں○
اُن کے لئے دُنیا اور آخرت کی زندگیوں میں بشارت ہے اللہ کے وعدوں میں

دیکھو اللہ تمہیں ہمیشہ اپنی طرف سے اچھی چیز عطا کرتا ہے کہ تم اس سے فائدہ اٹھاؤ۔ مگر تم اپنی مرضی سے بعض اشیاء کو حلال اور بعض کو حرام قرار دے دیتے ہو۔ اور اس طرح عنایاتِ خداوندی سے محروم رہتے ہو ابھی دیکھو کہ تم پر قرآن اس لئے نازل کیا گیا تھا۔ کہ تم اس سے رُوحانی فائدہ اُٹھاؤ۔ اور ہر دو جہاں میں معزز ہو۔ مگر تم نے قرآن کی تلاوت کرنا اور اس سے استفادہ حاصل کرنا اپنے اوپر حرام ٹھہرا رکھا ہے یہ تمہاری اپنی افترا پردازی ہے۔ اور اس کا نقصان تم خود اٹھاؤ گے۔ قیامت کے روز تمہیں اس ناشکری کی سزا کا علم ہو گا تو افسوس کرنے لگو گے

ح ۱۷۹ یہاں اُن فداکارانِ اسلام کے بلند درجہ و مراتب کا ذکر ہے جو اپنی زندگیاں اللہ کی راہ میں وقف کر چکے ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے کہ اے لوگو! خواہ تم کوئی سا کام کرو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ہر نیک کام کا اجر اور بُرے کام کی سزا ہماری طرف سے تمہارے لئے مرتب ہوتی رہتی ہے۔ یاد رکھو کہ ایک ذرہ برابر چیز بھی ہماری نگاہوں سے اوجھل نہیں ہوتی پس وہ لوگ جو خدا کے فرمانبردار اور اس کے پرستار ہیں ان کو کہیں بھی کوئی خوف نہیں۔ بلکہ ان کو ہر دو جہاں میں اللہ کی جانب سے بشارت ملتی رہتی ہے کہ ہاں خوش رہو اور اپنا کام کئے جاؤ تمہیں کوئی خدشہ نہیں۔ اس کے بعد مبلغین اسلام کو ان الفاظ میں خطاب فرمایا ہے۔ کہ اے نبی! تم پر فرض ہے کہ ہمارے احکام جُوں کے تُوں لوگوں تک پہنچا دو۔ اور

تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ؕ ﴿٦٤﴾
وَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ؕ هُوَ
السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿٦٥﴾ اَلَاۤ اِنَّ لِلّٰهِ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَ
مَنْ فِى الْاَرْضِ ؕ وَمَا يَتَّبِعُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ
دُوْنِ اللّٰهِ شُرَكَآءَ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ
اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ﴿٦٦﴾ هُوَ الَّذِىْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِتَسْكُنُوْا
فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ
يَّسْمَعُوْنَ ﴿٦٧﴾ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ؕ هُوَ
الْغَنِىُّ ؕ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ ؕ اِنْ
عِنْدَكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍۢ بِهٰذَا ؕ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا
لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٦٨﴾ قُلْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ
الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ؕ ﴿٦٩﴾ مَتَاعٌ فِى الدُّنْيَا ثُمَّ اِلَيْنَا
مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نُذِيْقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِيْدَ بِمَا كَانُوْا

وقف لازم

کبھی تبدیلی نہیں ہوتی (مومنوں کیلئے) یہی سب سے بڑی کامیابی ہے ○
اور تمہیں ان کی کوئی بات غمزدہ نہ کرے۔ عزت و غلبہ تمامتر اللہ ہی کو حاصل ہے وہ
سمیع و علیم ہے ○ خبردار جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین پر ہے۔ اللہ
ہی کے لئے ہے اور جو لوگ اللہ کو چھوڑ کر (دوسرے) شرکا کو پکارتے ہیں (بنائے)
وہ کس کی اتباع کرتے ہیں (یاد رکھو) وہ محض گمان پر چلتے ہیں۔ اور محض اٹکلیں دوڑاتے
ہیں ○ اللہ وہ ہے جس نے تمہارے لئے رات بنائی تاکہ تم اس میں آرام کرو اور
دن کو روشن بنایا تاکہ تم کسب معاش کر سکو (یاد رکھو) کہ ان باتوں میں سننے والوں
کیلئے یقیناً کئی ایک نشانات ہیں ○ یہ لوگ کہتے ہیں کہ اللہ نے اولاد پیدا کی ہے
وہ پاک ہے وہ بے نیاز ہے آسمانوں میں جو کچھ ہے اور جو کچھ زمین پر ہے سب اسی
کا ہے (تم جو کچھ کہتے ہو اس کی کوئی دلیل تمہارے پاس نہیں کیا تم اللہ کے متعلق
ایسی باتیں کہتے ہو جن کا تمہیں علم ہی نہیں ○ کہدو کہ وہ لوگ جو اللہ پر بہتان
باندھتے ہیں وہ یقیناً فلاح نہیں پائیں گے ○ انہیں دنیا میں فائدہ اٹھانا ہے پھر
ہماری طرف ان کو لوٹنا ہے پھر ہم ان کو ان کے کفر و انکار کی وجہ سے عذاب شدید کا

اگر وہ باوجود تمہاری ساعی کے ایمان نہ لائیں تو رنجیدہ نہ
کیا کیجئے کیونکہ اگر تمام مخلوقات میں سے ایک شخص بھی اللہ
کا فرمانبردار نہ ہو بلکہ سب کے سب باغی اور سرکش بن
جائیں تو بھی وہ اللہ کو مغلوب نہیں کر سکتے۔ ہاں اللہ
چاہے تو آن واحد میں ان کو فنا کر سکتا ہے۔ کوئی چیز
نہیں جو اس کے علم میں نہ ہو۔ وہ ان آسمانوں کا مالک ہے
جنہیں تم دیکھتے ہو۔ اور وہی اس زمین کا بادشاہ حقیقی
ہے جس پر تم چلتے ہو۔ لوگوں نے اپنے خیال سے جن
ہستیوں کو مالک و بادشاہ مان رکھا ہے وہ تو دان کی
طرح محتاج ہیں۔ اور لوگوں کی یہ بڑی گمراہی ہے کہ
وہ مالک حقیقی کو ماننے کی بجائے مجازی مالکوں کی پرستش
کریں یا اصلی بادشاہ کو چھوڑ کر خودساختہ بادشاہوں
کی تعظیم و تکریم کرنے لگیں۔ در اصل یہ عیب ہے کہ انسان
اس وقت دھوکا کھاتا ہے جب وہ اپنی اٹکلیں دوڑانے
لگتا ہے۔ اگر خدا کے حکموں پر چلنے لگے۔ تو سیدھا سیدھا
راہ چلتا جائے۔ اور پھر کبھی گمراہ نہ ہو۔ ان مشرکوں سے
پوچھا جائے۔ کہ خدا کو چھوڑ کر جن بزرگوں کا ورد و وظیفہ
تم صبح شام کرتے رہتے ہو ان سے کہو کہ وہ دن کی بجائے
رات اور رات کی بجائے دن کر دکھائیں کسی کو اس امر
کی تاب نہیں۔ مگر تم ہو کہ پھر بھی خدا کی طرف سے دھیان
اٹھائے ہوئے اپنے خیال سے نبیوں، ولیوں اور بزرگوں
کو ہی پوجتے ہو اور خدا کی طرف نہیں آتے اسی طرح
خدا سے اولاد کا منسوب کرنا بھی انسان کی اپنی حماقت
ہے بھلا سوچو کہ جو زمین و آسمان کی مخلوقات کا خود
مالک اور خود رزاق ہو اسے اولاد کی احتیاج
کے کیا معنی؟ اور پھر اس بات کا کوئی ثبوت بھی دو دیں
کہ واقعی اللہ کی اولاد ہے۔ یونہی کہہ دینا کہ فرشتے
اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ یا کوئی خاص انسان اللہ کا بیٹا ہے
دعوئے بلا ثبوت کی حیثیت رکھتا ہے جس کو عقلمندوں
کے ہاں کوئی وقعت حاصل نہیں ہوتی۔ دوسرے
الفاظ میں اس قسم کا دعوے کرنا خدا پر بہتان باندھنا
ہے جس کی سزا جہنم کا دائمی عذاب ہے۔ دنیا کی چند
روزہ زندگی بہت جلد ختم ہو جانے والی ہے اس کے
بعد تمہیں خدا کے حضور میں پیش ہونا ہے۔ اور
نافرمانیوں کے عذاب کا مزہ چکھنا ہے

يَكْفُرُوْنَ ﴿٧٠﴾ ع وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ نُوْحٍ ۘ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖ
يٰقَوْمِ اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَّقَامِيْ وَتَذْكِيْرِيْ بِاٰيٰتِ
اللّٰهِ فَعَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ فَاَجْمِعُوْٓا اَمْرَكُمْ وَشُرَكَآءَكُمْ
ثُمَّ لَا يَكُنْ اَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوْٓا اِلَيَّ وَلَا
تُنْظِرُوْنِ ﴿٧١﴾ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَمَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ ؕ
اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ۙ وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ
الْمُسْلِمِيْنَ ﴿٧٢﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَنَجَّيْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ فِي
الْفُلْكِ وَجَعَلْنٰهُمْ خَلٰٓئِفَ وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا
بِاٰيٰتِنَا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿٧٣﴾ ثُمَّ
بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهٖ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ
فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ؕ كَذٰلِكَ
نَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿٧٤﴾ ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ
مُّوْسٰى وَهٰرُوْنَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۠ئِهٖ بِاٰيٰتِنَا فَاسْتَكْبَرُوْا

وقف لازم
الثلثة

اسلامی زندگی

گذشتہ سے پیوستہ

(۱۷)

حضرت داؤدؑ

یشوعؑ سے کم و بیش پانسو برس بعد کا زمانہ، داؤدؑ مسند سلطنت پر جلوہ فرما، اور بنی اسرائیل کے سب سے پہلے بادشاہ، ——— داؤد بادشاہ ہوئے۔ یروشلم کو مغلوب کیا، اور یروشلم کے خدا فراموش باشندوں، کنعان کی اولاد یبوسیوں کو نکالا۔ یروشلم کو از سرِ نو بنایا، اور داؤد کا شہر اس کا نام رکھا، اور دارالسلطنت قرار دیا ۔

یروشلم سلسلۂ کوہ کے اُن چار پہاڑوں پر آباد ہے۔ جن کو موریہ، صیحون، اکرا، بزیتھا کہتے ہیں، زمانۂ قدیم میں ان سب کو موریہ کہتے تھے، کیونکہ جو قوم ان پر آباد تھی، اس کا نام موری تھا، اور صیحون اُس کے بادشاہ کا نام اور اسی نام سے ایک حصۂ کوہ کا نام مشہور ۔

صیحون پہاڑ ہے، مقدس اور بابرکت، پہلے سے اور بہت پہلے سے، یعقوبؑ نے خدا سے باتیں کیں، اور اسی مقام پر، مگر خواب میں، اور عالمِ منام میں، یعقوبؑ نے اس جگہ کا نام بیت ایل رکھا، یعنی خدا کا گھر، یادگار کے طور پر ایک پتھر گاڑا، ——— یہی پہاڑ ہے، جس کے متعلق خدا نے موسیٰؑ سے وعدہ کیا تھا، ——— اب داؤدؑ کو حکم ہوا۔ داؤدؑ نے خیمۂ عبادت شہر نوب سے اٹھوایا، اور اسی پہاڑ پر استادہ کرا دیا ۔

داؤدؑ نبوت سے سرفراز، برگزیدہ پیغمبر، زبور اُن کا قانونِ ہدایت، احکامِ الٰہی کی کتاب، پابندیٔ شرع کی ترغیب دینے والا صحیفہ، جس میں نصائح ہیں، مفید، دُعائیں ہیں اور مناجاتیں؛ خدا نے ان کو برتری بخشی، کئی قسم کی، قوت دی ہر طرح کی، اس پر خدا کی جانب متوجہ اور ہر وقت، پہاڑ مسخر، پرندے ہمنوا، داؤدؑ خدا کی تسبیح کرتے، اور تقدیس، صبح اور شام، يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِشْرَاقِ ۝ وَالطَّيْرَ مَحْشُورَةً ۝ پہاڑ بھی تسبیح کرتے صبح بھی اور شام بھی، پرندے تسبیح سنتے، ہر طرف سے سمٹ آتے، كُلٌّ لَهُ أَوَّابٌ ۝ اور سب داؤدؑ کی تسبیح کا جواب دیتے

مزید برتری اور قوت یہ کہ وَاَلَنَّا لَہُ الْحَدِیْدَ ۔ لوہا اُن کے ہاتھوں میں نرم، موم کی طرح ملائم، جس طرف کو چاہیں موڑ دیں، اور جس طرح چاہیں جوڑ دیں، وَعَلَّمْنٰہُ صَنْعَۃَ لَبُوْسٍ لَّکُمْ لِتُحْصِنَکُمْ مِّنْ م بَاْسِکُمْ لوہے سے لباس بنانا سکھایا، جنگ و پیکار کا حفاظتی لباس، دشمن کی زد سے بچانے والا ——— فرمایا

اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّ قَدِّرْ فِی السَّرْدِ

"زرہیں بناؤ اچھی اچھی اور پوری پوری، جوڑنے میں مناسب انداز کی"

داؤدؑ نے زرہ ایجاد کی، بناتے، فروخت کرتے، اور جو قیمت پاتے، خرچ کرتے، اور خیرات، اسی کے ساتھ وَشَدَدْنَا مُلْکَہٗ، خدا نے داؤدؑ کو سلطنت دی مضبوط سلطنت، فرات سے لیکر مصر تک کے بادشاہ اُس کے مطیع، وَاٰتَیْنٰہُ الْحِکْمَۃَ، حکومت کے نظام و قیام کی عقل بخشی، وَفَصْلَ الْخِطَابِ ۝ اور بحث و نزاع کو فیصل کرنے کا سلیقہ، ——— چنانچہ :-

حجرۂ عبادت کا ایکدن، دنیا و مافیہا سے داؤدؑ الگ، ذکرِ الٰہی میں مصروف، اچانک دو شخص، دیوار پھاند محراب عبادت میں داخل ——— داؤدؑ کی فلسطیوں سے لڑائی تھی، اندیشہ ہوا، مبادا دشمن کے آدمی ہوں۔ فَفَزِعَ مِنْھُمْ، وہ اُن کی ناگہانی آمد سے گھبرا گئے، آنے والے سمجھ گئے، کہ داؤدؑ ڈر گئے، عرض کیا:-

لَا تَخَفْ ——— ڈریے نہیں۔

خَصْمٰنِ بَغٰی بَعْضُنَا عَلٰی بَعْضٍ ——— ہم دونوں میں جھگڑا ہے۔ ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے۔

فَاحْکُمْ بَیْنَنَا بِالْحَقِّ ——— ہم میں فیصلہ کر دیجیے، منصفانہ اور حق فیصلہ۔

وَلَا تُشْطِطْ ——— انصاف کو ہاتھ سے نہ دیجیے۔

وَاھْدِنَا اِلٰی سَوَآءِ الصِّرَاطِ ۝ ——— اور ہمیں سیدھی راہ پر لگا دیجیے۔

قصہ یہ ہے :-

ایک نے کہا، ——— اس بھائی کے پاس دُنبیاں ہیں ننانوے، میرے پاس صرف ایک، یہ کہتا ہے کہ اپنی دُنبی بھی مجھے دے ڈال، بات چیت میں مجھ پر غالب آتا ہے اور دبا لیتا ہے۔

فرمایا :- تیری دُنبی مانگتا ہے، اپنی دُنبیوں سے ملانا چاہتا ہے، ظلم کرتا ہے، اکثر شرکاء کار کا یہی حال ہے ایکدوسرے پر زیادتی، ظلم و تعدی، اور خدا سے نڈر، وہ تو ایمان والے اور نیک عمل ہی ہیں جو ڈرتے ہیں، اور خدا کی جبروتی طاقتوں سے خوف کھاتے ہیں، ظلم سے بچتے، جور و جفا سے پرہیز کرتے، مگر ایسے لوگ؟ ———

بہت کم ۔

داؤدؑ پیغمبر بھی ہیں اور بادشاہ بھی، دو شخص آتے ہیں، بے باکانہ آتے ہیں، بے قاعدہ اور بے راہ آتے ہیں، نہ آدابِ شاہی نہ احترامِ نبوت، کھُلی گستاخی اور بیباکی، غصے کا آنا تقاضائے بشریت اور گستاخی کی سزا میں دھکے دیکر نکلوا دینا بادشاہوں کی عادت، اسی کا امتحان، کہ داؤدؑ جوشِ غضب میں انتقامی جذبے سے کام لیتے ہیں، یا دادخواہوں کی عمومی جہالت کو نظر انداز کرتے ہوئے عدل و انصاف کی ترازو قائم کرتے ہیں، ——— وَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ ——— داؤدؑ سمجھ گئے، کہ یہ آزمائش ہے اور امتحان خداوندی، حلم و بردباری کا امتحان، اور حق و انصاف کی آزمائش، ——— لغزش کا خیال، گناہ کا احساس، داؤدؑ فوراً بارگاہِ قدوس کی طرف رجوع، فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ، پروردگار سے معافی مانگی، وَخَرَّ رَاكِعًا وَّ اَنَابَ ۝ سجدے میں گرے اور توبہ کی، ——— الٰہی ارشاد ہوا :۔

فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَ ؕ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ۝

"ہمنے اُسکا گناہ معاف کر دیا، اور ہمارے ہاں داؤدؑ کیلئے تقرب ہے اور اچھی منزلت۔"

داؤدؑ آزمائش میں پورے، امتحان میں کامیاب، اور لغزش کے محض امکانی اندیشے پر طالبِ عفو، اطاعت و فرماں پذیری کا بیّن ثبوت، اور عبدیت پر مہر توثیق ثبت، ——— خدا خوش اور بہت خوش، انعام و اکرام کی بارش ہوئی اور فرمایا :۔

يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِى الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ ۔

"داؤدؑ! ہمنے تمہیں زمین میں اپنا خلیفہ بنا دیا، لوگوں کے فیصلے انصاف سے کرتے رہو۔"

ساتھ ہی نصیحت فرمائی، اور کجروی سے ڈرایا :۔

وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ

"نفس کی خواہش پر نہ چلنا، یہ اللہ کے سیدھے راستے سے بھٹکا دیتی ہے۔"

اور جو راہِ خدا سے بھٹک گئے، اُن کا کیا حشر؟ ——— ارشاد ہوا :۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ ۝

"راہِ خدا سے بھٹکنے والے، اُن کیلئے سزا ہے سخت اور سنگین سزا، کیونکہ وہ روزِ حساب یعنی قیامت کو بھولے رہے"

داؤدیؑ عدالت کا ایک اَور واقعہ ملاحظہ ہو :۔

رات کا وقت، چرواہا بے خبر، اُس کی بھیڑ بکریاں ایک انگوری کھیت میں جا گھسیں، صُبح ہوئی، باغ کا مالک آیا، دیکھا کھیت تباہ اور برباد، ——— مالک باغ نے داوُدؑ کی عدالت کا رُخ کیا، چرواہے پر دعویٰ دائر۔ داوُدؑ نے نقصان کا اندازہ لگایا، بکریوں کی قیمت کے برابر کا نقصان تھا، داوُدؑ نے بھیڑ بکریاں کھیت والے کو تاوان میں دلا دیں، ——— فریقین باہر آئے، چرواہا رو رہا تھا، سلیمانؑ نے پُوچھا، اور سُن کر کہا۔

"اس سے بہتر فیصلہ ہونا چاہیئے تھا"۔

داوُدؑ کو خبر ہوئی، سلیمانؑ کو بُلایا، دریافت کیا؛ ——— ساتھ سال کی عُمر، زیادہ سے زیادہ گیارہ سال کی، اس کمسنی پر سلیمانؑ کا یہ فیصلہ:-

بھیڑ بکریاں کھیت والے کو دی جائیں، کھیت کو چرواہا درست کرے، درست ہونے تک باغ کا مالک بھیڑ بکریوں سے فائدہ اُٹھائے، اُنکے دُودھ سے بھی اور اُون سے بھی، جب باغ ویسا ہی ہو جائے، بھیڑ بکریاں چرواہے کو واپس کر دی جائیں"۔

معقول فیصلہ، داوُدؑ کو پسند، اور فریقین راضی:-

وَدَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ إِذْ يَحْكُمَانِ فِي الْحَرْثِ إِذْ نَفَشَتْ فِيهِ غَنَمُ الْقَوْمِ وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شَاهِدِينَ ۝ فَفَهَّمْنَاهَا سُلَيْمَانَ ج

داوُدؑ اور سلیمنؑ کا واقعہ بھی لوگوں کو یاد دلاؤ، جب وہ دونو ایک کھیتی کے بارے میں فیصلہ کرنے لگے، جس میں کچھ لوگوں کی بکریاں رات کو جا پڑی تھیں، اور ہم اُنکے فیصلے کو دیکھ رہے تھے، تو (باپ بیٹوں کی رائے میں ہُوا اختلاف) اور ہمنے صحیح فیصلہ سلیمانؑ کو سمجھا دیا۔

داوُدؑ باپ، سلیمانؑ بیٹا، باپ نے فیصلہ کیا، بیٹے نے اُسے غلط ٹھیرایا، باپ کو دیکھو، پیغمبر بھی ہے، اور حاکمِ وقت بھی، مگر ناراض نہیں ہوتا، بیٹے سے صحیح فیصلہ طلب کرتا ہے، ہونہار بیٹا فیصلہ دیتا ہے، باپ خوش ہوتا ہے اور فیصلے پر صاد کر دیتا ہے، ——— بیٹے کو دیکھو، باپ ہے، شان اور آن کا باپ، اولوالعزم پیغمبر، اور صاحبِ شکوہ حکمران، مگر انسان ہے اور بشر غلطی سرزد ہو گئی، بیٹے نے ادب و احترام سے غلطی کو ظاہر کر دیا، اور غلط فیصلے کی پیروی نہیں کی، اور یوں تو دونوں صاحب علم تھے، اور فیصلہ کرنے کا سلیقہ رکھتے تھے۔

وَكُلًّا آتَيْنَا حُكْمًا وَعِلْمًا — ہم نے دونوں ہی کو فیصلے کا سلیقہ اور علم دیا تھا۔

حق کے آگے سر جُھکا دینا، ناحق کو ٹھکرا دینا، نیک بندوں کا شیوہ، اور اللہ کے جری بندوں ہی کا پیشہ

ہے، ——— مگر اسرائیلیوں کی سرتابیوں کا تسلسل ابھی ختم نہیں ہوا، وہ فرمانِ الٰہی سے رُوگردانی کرنے کے لئے اب بھی بیتاب رہتے ہیں، موقع پاتے ہیں، اور حکمِ خداوندی سے عدول کر بیٹھتے ہیں ۔

توراۃ کا حکم ہے اور موسیٰ کی وصیت :-

لَا تَعْدُوْا فِي السَّبْتِ۔

"ہفتے کے دن حکمِ الٰہی سے تجاوز نہ کرنا"

وہ کیا حکم ہے؟ ——— کاروبار کی ممانعت، اور شکار کی بندش، بنی اسرائیل اس پر قائم نہ رہ سکے ۔ سمندر کا کنارہ، کنارے پر ایلہ نام کی بستی، وہاں اسرائیلیوں نے کیا حیلہ کیا؟ ——— سمندر سے پانی کی نالیاں کھودیں، حوضوں اور تالابوں میں ڈالیں، ——— مچھلیوں کا یہ دستور کہ ہفتے کے دن آتیں، اور دن نہ آتیں :-

وَاسْأَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِي كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ إِذْ يَعْدُونَ فِي السَّبْتِ إِذْ تَأْتِيهِمْ حِيتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا وَيَوْمَ لَا يَسْبِتُونَ لَا تَأْتِيهِمْ كَذَٰلِكَ نَبْلُوهُمْ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ٥

یہود سے اُس گاؤں کا حال پوچھو جو دریا کے کنارے واقع تھا۔ جب وہ سبت میں زیادتیاں کرنے لگے، سبت کا دن ہوتا تو مچھلیاں آتیں، سبت کا دن نہ ہوتا نہ آتیں، ان کی بدکاریوں کی وجہ سے ہم ان کو یوں آزماتے رہے ۔

مچھلیاں آجاتیں، وہ نالیوں کو بند کر دیتے، ہفتہ کا دن گزر جاتا، اتوار کو مچھلیاں حوضوں اور تالابوں سے پکڑ لیتے۔ سرکش تو تھے ہی، انگلی پکڑتے پکڑتے پہنچا پکڑنے لگے، نوبت باینجا رسید، کہ ہفتے کا دن ہے، اور مچھلیوں کا شکار کھلم کھلا اور بے روک ٹوک ۔

بنی اسرائیل کا بے پناہ ہجوم، یہ ہجوم نیکدل اور حق پرستوں سے خالی ہو؟ کبھی نہیں، حق گویوں کا ایک گروہ اُٹھتا ہے، سمجھاتا ہے زیادتی کرنیوالوں کو، اور نصیحت کرتا ہے شریعت کے حدود توڑنے والوں کو، حق پرستوں کے ایک گروہ نے سمجھانے والوں سے کہا :-

لِمَ تَعِظُونَ قَوْمًا ۙ اللَّهُ مُهْلِكُهُمْ أَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا ۖ

اللہ ایک قوم کو ہلاک کرنا چاہتا ہے، اور سخت عذاب میں مبتلا کرنا، تم انہیں نصیحت کرتے ہو، کیوں؟

حق گو ناصحوں نے جواب دیا :-

مَعْذِرَةً إِلَىٰ رَبِّكُمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ۔

"جناب الٰہی میں بری الذمہ ہونے کو، اور ممکن ہے باز ہی آجائیں"۔

وہ کب باز آنیوالے تھے، نہ مانے، کھلے بندوں نافرمانیاں، اور شریعت کی خلاف ورزیاں، ——— انجام یہ:۔

فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ۔

اُنھوں نے نصیحتوں کو فراموش کردیا، ——— تو خدا نے کیا کیا؟:۔

أَنجَيْنَا الَّذِينَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوءِ

۱۔ بُرائی سے روکنے والوں کو تو بچالیا،

وَأَخَذْنَا الَّذِينَ ظَلَمُوا بِعَذَابٍ بَئِيسٍ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ٥

۲۔ حد سے تجاوز کرنیوالوں کو پکڑا، نافرمانیوں کی پاداش، اور وہ سخت عذاب میں مُبتلا، ——— کیا ہُوا:

فَلَمَّا عَتَوْا عَن مَّا نُهُوا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُونُوا قِرَدَةً خَاسِئِينَ ٥

اُنہیں منع کیا، نہ مانے اور حد سے بڑھ گئے، ہم نے کہا، بندر بن جاؤ، ذلیل وخوار بندر، ——— اس طرح کہ طاعون میں مبتلا، چہرے متورم، ورم کی شدت، ہوبہو بندر کی سی صُورت، ایک نہیں، دو نہیں، سَو نہیں، دو سَو نہیں ہزاروں کی تعداد، اور ایلہ کی بستی بندر نما آدمیوں سے آباد، مرض مہلک، جانبر ہونا دشوار، تین دن گذرے، اور سب ہلاک۔

داؤدؑ پیغمبر ہیں اور بادشاہ وقت بھی، اَلْمُلْكُ وَالدِّينُ تَوْأَمَانِ، خاتم الانبیاء کا فرمان، حکومت کے بغیر نہ مذہب پر عملدرآمد ہوسکتا ہے، نہ مذہب کے بغیر دنیا میں الٰہی حکومت قائم کی جاسکتی ہے، اس لئے داؤدؑ نے فلسطین کے بعد کان، مواب اور ارمن وغیرہ بہت سے مُلک فتح کرلئے، یہاں تک کہ ادھر مصر تک ملک کو وسعت دی اُدھر دمشق تک، ——— داؤدؑ کے بیٹے ابشلوم نے بغاوت کردی، مگر ناکام رہا، ——— داؤدؑ کو خدا کا حکم ملا:۔

"میری عبادت گاہ پختہ بنے"

داؤدؑ نے تیاری شروع کردی، سامانِ عمارت فراہم کیا، منشاء الٰہی کے مطابق ہیکل کا نقشہ بھی بنایا، مگر دشمنوں سے قتال وجدال نے تعمیر کی مہلت نہ دی، آخر ساٹھ برس کی عمر آئی، زندگی کے دن پورے ہوئے، داؤد

نے اپنے بیٹے سلیمانؑ کو وصیت کی، ساز و سامان اُس کے حوالے کیا، ہیکل کا نقشہ بھی دیا، اور ۹۳۵ ق م خدا کا برگزیدہ پیغمبر خدا سے جا ملا ——— اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ہ

——— (۱۸) ———

حضرت سلیمانؑ

داؤدؑ کا وصال ہوگیا، وَوَرِثَ سُلَیْمَانُ دَاوٗدَ، سلیمانؑ داؤدؑ کے جانشین، اور خاندانی کمالات کے وارث نبوّت کے منصبِ جلیل پر فائز اور سلطنت کے اورنگِ اقتدار پر جلوہ فرما، نِعْمَ الْعَبْدُ اچھے بندے اِنَّہٗ اَوَّابٌ بات بات میں خدا کی طرف رجوع کرنے والے۔

شام کا وقت اِذْ عُرِضَ عَلَیْہِ الصّٰفِنٰتُ الْجِیَادُ ہ خاصے کے اصیل گھوڑے سلیمانؑ کی پیشی میں، فَقَالَ ——— فرمایا:-

اِنِّیْٓ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَیْرِ عَنْ ذِکْرِ رَبِّیْ ہ

مَیں اس مال کو محبوب رکھتا ہُوں، ——— کیا دُنیا کے لئے؟ ہرگز نہیں، ——— محض ذکرِ حق اور دینِ الٰہی کی خاطر، دُشمنوں کے مقابلے اور جہاد فی سبیل اللہ کیلئے ہ

گھوڑوں کو دوڑانے کا حکم دیا، سواروں نے دوڑائے، حَتّٰی تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ، یہاں تک کہ نظروں سے غائب، ——— پھر فرمایا:-

رُدُّوْھَا عَلَیَّ ، واپس لاؤ ہ

گھوڑے کی رفتار دیکھنے کا یہی طریقہ ہے، ——— دوڑاتے ہوئے لیجاتے ہیں، دوڑاتے ہوئے واپس لاتے ہیں، ——— رفتار دیکھی، گھوڑے پسند آئے، فَطَفِقَ مَسْحًۢا بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ، پیار جو آیا، اُن کی گردنوں پر ہات پھیرنے لگے، اور ٹانگوں پر ہ

سلیمانؑ، خدا کے پیغمبر اور مقرب بندے، وہ امتحان لیا کرتا ہے اپنے خاص بندوں کا، اور آزماتا ہے، آزماتا ہے مختلف طریقوں سے اور عجیب عجیب صورتوں سے، وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَیْمٰنَ، اُس نے سلیمانؑ کو بھی آزمایا۔

سلیمانؑ کی ازواج، شاہوں کی بیٹیاں، شرفا کی لڑکیاں، مختلف قبائل سے اور مختلف مذاہب کی، کوئی بُت پرست بھی ہوگی، کیا عجب کسی نے کوئی بُت بنا کر رکھ لیا ہو، اور جب سلیمانؑ کو خبر لگی، توڑنے کا حکم دیدیا ہو،

مگر سلیمانؑ خاصانِ حق سے، اور مقرب ترین پیغمبر، مقربین کی ادنیٰ غفلت اور دوسروں کا ارتکابِ جرم، دونوں ہم پلہ، ناراضی کا باعث۔ اور عتابِ خداوندی کا سبب، تنبیہ کی، اور خدائے قہار نے سلیمانی تخت کے خلاف لوگوں کو کھڑا کر دیا۔

رومی ہدہد کو اُبھارا، اُس نے شاہِ مصر کی امداد حاصل کی، اور سلیمانؑ کے مقابلے میں آ ڈٹا۔ اور خوب جنگ ہوئی۔

الیدع کے بیٹے ازون کو اُبھارا، اُس نے سلیمانی تخت کے خلاف بغاوت کر دی۔

یربعام سلیمانؑ کا نوکر، وہ بھی تخت کا مخالف اور بغاوت پر آمادہ۔

اس طرح ــــــ وَاَلْقَیْنَا عَلٰی کُرْسِیِّهٖ جَسَدًا، خدا نے تخت پر جسم ڈال دیا، اور جسم ڈالنا محاورہ ہے۔ بوجھل، اور کمزور ہو جانے سے، مطلب یہ کہ سلطنت پر مخالف قوتوں کا بار، اور تخت کمزور۔

سلیمانؑ متنبہ ہوئے، ثُمَّ اَنَابَ، خدا کی طرف رجوع، گریہ وزاری، اور اتنی سی غفلت پر طالبِ عفو، ــــ خدا رحیم ہے اور کریم، لغزش تھی، معاف کیا، اور دشمنوں کو پامال۔

اب سلیمانؑ نے یہ دعا کی:۔

رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَهَبْ لِیْ مُلْکًا لَّا یَنْۢبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِیْۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ۝

"پروردگار! قصور معاف کر، اور ایسی سلطنت عنایت فرما کہ میرے بعد کسی کو سزاوار نہ ہو، بے شبہ تو بڑا فیاض ہے"۔

پیغمبر کی دعا تھی، قبول ہوئی۔

فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّیْحَ تَجْرِیْ بِاَمْرِهٖ رُخَآءً حَیْثُ اَصَابَ ۝

۱۔ ہوا تابع فرمان، جہاں جانا چاہتے، چلتی حکم کیساتھ، نرمی سے چلتی، مرضی کے مطابق، برکت والی زمین ملکِ شام کی جانب، غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ، مہینے بھر کی منزل صبح کو، اور مہینے بھر کی منزل شام کو۔

۲۔ سلیمانؑ نے ایک تخت بنوایا، ہاتھی دانت کا تخت، خوبصورت اور خوش نما، طویل و عریض، سلیمانؑ اُس پر بیٹھتے، ساتھ اُن کے اعیان بیٹھتے، اور سلطنت کے اراکین، ہوا کو حکم ہوتا، تعمیل کرتی، تخت کو اُٹھاتی، اُڑاتی، اور جہاں کا حکم ہوتا پہنچا دیتی، مہینوں کی راہ دنوں میں طے کرتی، اور دنوں کی گھنٹوں میں۔

۳۔ ہوا کی طرح پرندے بھی فرماں پذیر، اُن کی بولیاں سمجھتے، اور اظہارِ تشکر کیلئے فرماتے:۔

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّیْرِ وَاُوْتِیْنَا مِنْ كُلِّ شَیْءٍؕ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِیْنُ ۝

"لوگو! فضلِ الٰہی ہے، اور کرم خداوندی کھلی ہوئی مہربانی اور صریح نوازش، خدا نے ہمیں بولیاں سکھائیں، پرندوں تک کی بولیاں، سازوسامان عطا کیا اور ہر قسم کا"

۴۔ وَالشَّيٰطِيْنَ كُلَّ بَنَّاءٍ وَّغَوَّاصٍ ۙ جنات بھی مسخر بعض تعمیر کا کام کرتے، بعض سمندر میں غوطے لگاتے، سلیمانؑ کیلئے موتی نکالتے، وَاٰخَرِيْنَ مُقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ، سرکش دیو زنجیروں میں جکڑے ہوئے اور بیڑیوں میں قید۔

هٰذَا عَطَاۗؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ۝

یہ ہے ہمارا بے حساب دین، اب تم چاہو لوگوں کو دو، اُن پر احسان کرو یا سب کچھ اپنے پاس رکھو، بیشک سلیمانؑ کو ہمارے ہاں تقرب ہے اور اچھی منزلت۔

انسان، تابعِ سلیمانؑ، جنات حکمبردار، پرندے اطاعت پذیر، تین قسم کی مخلوق، اور یہ سب سلیمانؑ کا لشکر، —— ایکدن ملاحظے کیلئے فرمان جاری ہوا وَحُشِرَ لِسُلَيْمٰنَ جُنُوْدُهٗ لشکر جمع کیا گیا، مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالطَّيْرِ جن بھی، انسان بھی اور پرندے بھی فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ، وہ کھڑے کئے جاتے، ترتیب سے مثل بمثل، نوع بنوع، جنات الگ، انسان الگ اور پرندے الگ، یہ سب اسی ترتیب سے کھڑے کئے گئے، صفیں بستہ، کوچ کا حکم، اور لشکر ایک جانب کو روانہ، حَتّٰٓى اِذَآ اَتَوْا عَلٰي وَادِ النَّمْلِ، چلتے چلتے لشکر ایک میدان میں پہنچا، چیونٹیوں کے میدان میں جو بلوں سے نکل رہیں اور قطار میں چل رہی ہیں، —— چیونٹیوں نے دیکھا، لشکر بے لاتعداد سلیمانؑ کا لشکر، —— ایک بولی۔

يٰٓاَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ۔

"چیونٹیو! اپنے اپنے بلوں میں گھس جاؤ، ایسا نہ ہو، سلیمانؑ اور سلیمانؑ کے لشکر تمہیں کچل ڈالیں، اور انہیں اس کی خبر بھی نہ ہو"۔

فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا وَقَالَ

سلیمانؑ نے چیونٹی کی یہ بات سُنی مُسکرائے، اور اس طرح امتنانِ الٰہی کا اظہار کیا۔

رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَدْخِلْنِيْ بِرَحْمَتِكَ فِيْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِيْنَ ۝

"پروردگار! تیرے احسانات، مجھ پر، اور میرے والدین پر، مجھے توفیق دے، اُن کا شکر ادا کروں، زندگی

پھر نیک عمل کرتا رہوں، تیرے پسندیدہ عمل، مرجاؤں تو مہربانی کر، اور اپنے نیک بندوں میں داخل فرما ؛ (باقی)

نعت

(از جناب دردؔ کاکوروی)

در دلِ چنیں تجلیٔ نامِ محمدؐ است   گویا درونِ قلب مقامِ محمدؐ ست
وردِ زباں درود و سلامِ ست زندہ باد!   صلِّ علیٰ چہ نکہتِ نامِ محمدؐ ست
ادنیٰ اشارہ ایست ز اعلیٰ مقامِ او   قوسین ماہ برجِ تمامِ محمدؐ ست
سایہ فگن زغیب شود چوں نہ رحمتش   ایں محفلِ درود و سلامِ محمدؐ ست
آید چو در اذانِ مؤذّن بہ پنج وقت   نامِ خدا چہ شوکتِ نامِ محمدؐ ست
خورشیدِ اوجِ عرشِ مجیدست ضَو فگن   حقّا چہ مہرِ حسنِ مقامِ محمدؐ ست
آدم زقید رنج و الم چوں نجات یافت   نظّارۂ کرشمۂ نامِ محمدؐ ست
تسبیح می کنند ملائک کہ سلّموا   تا بر لبم حدیث و کلامِ محمدؐ ست
آیند و می روند بافلاک جبرئیلؑ   با حق چہ خوش سلام و پیامِ محمدؐ ست
دارد بسر چہ طرّۂ یاسیں عمامۂ   صلِّ علیٰ چہ رفعتِ نامِ محمدؐ ست
نوشیدہ ایم بادۂ عشقِ رسولِ حق   ایں ذوقِ نعت لذّتِ جامِ محمدؐ ست

از غیب دردؔ زندگیٔ تازہ می رسد
تا وردِ لب درود و سلامِ محمدؐ ست

خطباتِ نبوی صلّی اللہ علیہ وسلّم

(گذشتہ سے پیوستہ)

خطبۂ حج اکبر ۳۵

غزوۂ تبوک سے واپسی کے بعد وفودِ عرب اس کثرت سے خدمتِ اقدس میں حاضر ہوتے تھے کہ آپ مدینہ منورہ سے باہر نہیں جا سکتے تھے۔ اس لئے جب حج کا موسم آیا۔ تو آپ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو امیرِ حج بنا کر تین سو مسلمانوں کا ایک قافلہ مدینہ منورہ سے حج کیلئے روانہ فرمایا۔

حضرت ابوبکرؓ کی روانگی کے بعد سورۂ براءۃ کی پہلی چالیس آیتیں نازل ہوئیں۔ جن میں یہ حکم تھا۔ کہ اس سال کے بعد مشرکین مسجدِ حرام کے قریب نہ جائیں۔ اور یہ اعلان حج کے موقعہ پر ضروری تھا۔ آپ نے حضرت علی مرتضیٰؓ کو یہ آیتیں دیکر اپنی اونٹنی پر سوار کرا کر روانہ کیا۔ اور حکم دیا۔ کہ یوم النحر کو مقام منیٰ میں کھڑے ہو کر سب کو سُنا دینا۔ حضرت علیؓ نے ذوالحلیفہ پہنچ کر قافلہ کو جا لیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے ان سے دریافت کیا۔ کہ تم امیر ہو کر آئے ہو یا مامور۔ کہا مامور ہو کر آیا ہوں۔ امیر آپ ہی رہیں گے۔ مجھے صرف ایک اعلان کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

اس حج کو قرآن مجید نے حج اکبر کہا ہے۔ کیونکہ یہ پہلا موقع تھا۔ کہ رسمِ حج اصل ابراہیمی سُنت میں جلوہ گر ہوئی، اور عہدِ جاہلیت کے رسوم و عادات کا ابطال کر دیا گیا۔

مکّہ پہنچکر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے لوگوں کو عرفہ میں مناسکِ حج کی تعلیم دی۔ یوم النحر میں خطبہ دیا۔ جس میں حج کے مسائل بیان کئے۔ پھر حضرت علیؓ نے کھڑے ہو کر آنحضرتؐ کی طرف سے ذیل کا اعلان کر دیا:

يَاۤ اَيُّهَا النَّاسُ: اِنِّیْ رَسُوْلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ	اے لوگو۔ مَیں تمہاری طرف رسول اللہ کا فرستادہ ہوں
اِلَيْكُمْ بِاَنْ لَّا يَدْخُلَ الْبَيْتَ كَافِرٌ	اعلان کرتا ہوں کہ اب کوئی کافر خانہ کعبہ میں داخل
وَلَا يَحُجَّ الْبَيْتَ مُشْرِكٌ وَّلَا يَطُوْفَ	نہ ہو سکے گا۔ نہ کوئی مشرک حج کر سکیگا۔ نہ کوئی برہنہ
بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ۔	کعبہ کا طواف کر سکیگا۔

وَمَنْ كَانَ لَهُ عَهْدٌ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ فَلَهُ عَهْدُهُ اِلٰى اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ- وَمَنْ لَا عَهْدَ لَهُ فَلَهُ مُدَّةُ بَقِيَّةِ الْاَشْهُرِ الْحُرُمِ-

آنحضرتؐ سے جن کے معاہدے ہو چکے تھے وہ آج سے چار مہینے کے بعد ٹوٹ جائیں گے۔ اور جن سے معاہدہ نہیں ہوا ہے انکو اشہرِ حرم کے باقی دنوں تک مہلت ہے۔

پھر آپ نے سورہ براۃ کی پہلی دس آیتیں تلاوت فرمائیں۔ جن میں مذکورہ احکام پوری وضاحت سے بیان کئے گئے ہیں۔

بَرَاءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ اِلَى الَّذِيْنَ عَاهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ فَسِيْحُوْا فِي الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّاعْلَمُوْا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ وَاَنَّ اللّٰهَ مُخْزِي الْكٰفِرِيْنَ ۝

اے مسلمانو! جن مشرکین سے تم نے معاہدہ کیا۔ اُن کی اللہ اور اللہ کے رسولؐ کی طرف سے کوئی ذمّہ واری نہیں ۔ اب اے مشرکین! چار مہینے کی تم کو مہلت ہے۔ اس میں تم ملک میں چلو پھرو۔ اور جان لو۔ کہ تم اللہ کو عاجز نہیں کرسکتے۔ اور اللہ کافروں کو رُسوا کرنیوالا ہے۔

وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِيْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَرَسُوْلُهٗ فَاِنْ تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ ۝ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝

اور حج اکبر کے دن خدا اور اس کے رسول کا اعلان عام ہے۔ کہ خدا اور رسولؐ ان مشرکوں سے بیزار ہیں۔ پس اگر تم توبہ کرو۔ تو تمہارے لئے بہتر ہے۔ اور اگر اب بھی روگردانی کروگے۔ تو جان لو۔ کہ تم اللہ کو عاجز نہیں کرسکتے۔ اے پیغمبرؐ کافروں کو دردناک عذاب کی خوشخبری سُنا دیجئے۔

اِلَّا الَّذِيْنَ عَاهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوْكُمْ شَيْـًٔا وَّلَمْ يُظَاهِرُوْا عَلَيْكُمْ اَحَدًا فَاَتِمُّوْٓا اِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلٰى مُدَّتِهِمْ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝

لیکن وہ مشرکین جنہوں نے تمہارے ساتھ معاہدہ کیا۔ اور انہوں نے اس کی کچھ خلاف ورزی نہ کی۔ نہ اُنہوں نے تمہارے مقابلہ میں تمہارے دُشمنوں کی امداد کی۔ تو تم مدّۃ معاہدہ کا زمانہ پورا کرلو۔ خدا پرہیزگاروں کو محبوب رکھتا ہے۔

فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَخُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ- فَاِنْ تَابُوْا

اشہر حرم کے بعد ان مشرکین کو جہاں پاؤ۔ قتل کرو۔ اور اُن کو پکڑ لو۔ روک لو۔ اور اُن کی تاک میں لگے رہو۔ اگر توبہ کریں۔

وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○

نماز قائم کریں۔ اور زکوٰۃ ادا کریں۔ تو ان کا راستہ چھوڑ دو۔ اللہ بخشنے والا مہربان ہے ○

وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ ○

اور اگر اُن میں سے کوئی مشرک تُم سے پناہ مانگے۔ تو اُسکو پناہ دے دو۔ یہاں تک کہ اللہ کا کلام سُنے۔ پھر اُسے امن کے مقام تک پہنچا دو۔ کیونکہ یہ بے سمجھ لوگ ہیں ○

كَيْفَ يَكُوْنُ لِلْمُشْرِكِيْنَ عَهْدٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ رَسُوْلِهٖۤ اِلَّا الَّذِيْنَ عَاهَدْتُّمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ فَمَا اسْتَقَامُوْا لَكُمْ فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ○

بجز اُن کے جن سے تم نے مسجد حرام کے پاس معاہدہ کرلیا ہے۔ دُوسروں کا اللہ اور اُس کے رسولؐ کے ساتھ کیونکر معاہدہ ہوسکتا ہے۔ سو جب تک وہ اپنے عہد پر قائم رہیں۔ تم بھی قائم رہو۔ بیشک خدا پرہیزگاروں کو دوست رکھتا ہے ○

كَيْفَ وَاِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوْا فِيْكُمْ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً يُرْضُوْنَكُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ وَتَاْبٰى قُلُوْبُهُمْ وَاَكْثَرُهُمْ فٰسِقُوْنَ ○

معاہدہ ہو تو کیسے ہو۔ اگر وہ تم پر غلبہ پا جائیں تو تمہارے رشتے اور عہد کا کچھ لحاظ نہ کریں۔ زبانی جمع خرچ سے تم کو راضی کرتے ہیں (ورنہ) اُن کے دل منکر ہیں۔ اور اُن میں سے اکثر فاسق ہیں ○

اِشْتَرَوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○

انہوں نے اللہ کی آیات کے بدلے تھوڑی قیمت لے کر لوگوں کو راہ حق سے روکا۔ یہ لوگ بہت بُرا کرتے ہیں ○

لَا يَرْقُبُوْنَ فِيْ مُؤْمِنٍ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُعْتَدُوْنَ ○

وہ کسی مسلمان کے رشتے اور معاہدے کے قائل نہیں۔ اور یہی لوگ حد سے بڑھنے والے ہیں ○

اس اعلان کا یہ اثر ہُوا۔ کہ جزیرۃ العرب کے تمام قبائل عام طور سے کفر و شرک، گمراہی اور بدینی چھوڑ کر اسلام کے حلقہ بگوش ہوگئے ○ (طبری)

خُطبہ

سنہ ۱۰ھ میں آپ کے صاحبزادے حضرت ابراہیمؓ نے وفات پائی۔ اتفاق سے اسی دن سُورج گرہن ہُوا۔

عرب کا عقیدہ تھا۔ کہ جب کوئی بڑا شخص مرجاتا ہے۔ تو چاند یا سُورج میں گہن لگ جاتا ہے۔ لوگوں نے سمجھا کہ یہ ابراہیم کی موت کا اثر ہے۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہُوا۔ تو آپ نے صلوٰۃ کسوف با جماعت ادا کرنے کے بعد ایک بلیغ خطبہ دیا۔ حمد وثنا کے بعد آپ نے فرمایا :-

اِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ لَا يَنْخَسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَّلَا لِحَيَاتِهٖ فَاِذَا رَاَيْتُمْ ذَالِكَ فَادْعُوا اللّٰهَ وَكَبِّرُوْا وَصَلُّوْا وَتَصَدَّقُوْا۔ يَا اُمَّةَ مُحَمَّدٍ وَاللّٰهِ مَا اَحَدٌ اَغْيَرَ مِنَ اللّٰهِ اَنْ يَّزْنِيَ عَبْدُهٗ اَوْ تَزْنِيَ اَمَتُهٗ۔

سورج اور چاند خدا کی دو نشانیاں ہیں کسی کے مرنے اور جینے سے انہیں گرہن نہیں لگتا۔ جب گہن نظر آئے۔ تو اللہ سے دُعا مانگو، تکبیریں کہو، نماز پڑھو اور صدقہ دیا کرو۔ اے اُمتِ محمدؐ! اللہ سے زیادہ غیرت والا کوئی نہیں۔ کہ وہ اپنے غلام اور لونڈی کو زنا کرتے دیکھ لے۔ اور ناراض نہ ہو ۔

يَا اُمَّةَ مُحَمَّدٍ! وَاللّٰهِ لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلًا وَّلَبَكَيْتُمْ كَثِيْرًا۔

اے محمدؐ کی امت! خدا کی قسم۔ جو کچھ مَیں جانتا ہُوں اگر تمہیں معلوم ہو جائے تو بہت کم ہنسو گے اور زیادہ روؤ گے۔

اثناء نماز میں ایک مرتبہ آپ نے کسی چیز کو پکڑنے کے لئے ہاتھ بڑھایا تھا۔ اور پھر فوراً پیچھے ہٹے تھے اس کے متعلق فرمایا :-

لَقَدْ رَاَيْتُ فِيْ مَقَامِيْ هٰذَا كُلَّ شَيْءٍ وُعِدْتُّمْ بِهٖ۔ حَتّٰى لَقَدْ رَاَيْتُنِيْ اُرِيْدُ اَنْ آخُذَ قِطْفًا مِّنَ الْجَنَّةِ حِيْنَ رَاَيْتُمُوْنِيْ۔

اس وقت میرے سامنے وہ تمام مقامات پیش ہوئے جن میں تمہیں جانا ہے۔ یہاں تک کہ مَیں نے چاہا۔ جنّت میں سے کچھ پھل توڑ لوں۔ جب تم نے مجھے آگے بڑھتے دیکھا تھا ۔

اَتَقَدَّمُ۔ وَلَقَدْ رَاَيْتُ جَهَنَّمَ تَحْطِمُ بَعْضُهَا بَعْضًا حِيْنَ رَاَيْتُمُوْنِيْ تَاَخَّرْتُ۔ فَلَمْ اَرَكَا الْيَوْمِ مَنْظَرًا قَطُّ اَفْظَعَ مِنْهَا۔

لیکن مجھے دوزخ کی آگ پیچ وتاب کھاتی ہوئی نظر آئی۔ اس لئے تم نے دیکھا کہ مَیں پیچھے ہٹ آیا۔ میں نے آج کی طرح خوفناک منظر کبھی نہ دیکھا تھا۔

پھر آپ نے فرمایا :-

وَرَاَيْتُ اَكْثَرَ اَهْلِ النَّارِ النِّسَاءَ

مَیں نے دوزخ میں زیادہ تر عورتوں کو دیکھا ۔

صحابہؓ نے عرض کیا۔ یارسول اللہ۔ یہ کیوں؟ آپ نے فرمایا۔ کفر کی وجہ سے۔ کسی نے عرض کیا۔ کیا وہ خدا کا انکار کرتی ہیں۔ آپ نے فرمایا:۔

يَكْفُرْنَ الْعَشِيْرَ وَيَكْفُرْنَ الْإِحْسَانَ لَوْ اَحْسَنْتَ اِلٰى اِحْدَاهُنَّ الدَّهْرَ كُلَّهٗ ثُمَّ رَأَتْ مِنْكَ شَيْئًا۔ قَالَتْ مَا رَأَيْتُ مِنْكَ خَيْرًا قَطُّ۔

وہ اپنے خاوند اور اس کے احسانات کا انکار کرتی ہیں۔ اگر ہمیشہ ایک عورت کے ساتھ احسان کرو۔ اور کسی وقت بھی کوئی کوتاہی ہو جائے۔ تو کہے گی۔ کہ میں نے تم سے بھلائی کبھی نہیں دیکھی ؂

پھر خطبہ کو جاری رکھتے ہوئے آپ نے فرمایا:۔

وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّكُمْ تُفْتَنُوْنَ فِي الْقُبُوْرِ مِثْلَ اَوْ (قَالَ) قَرِيْبًا مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ يُؤْتٰى اَحَدُكُمْ۔ فَيُقَالُ لَهٗ مَا عِلْمُكَ بِهٰذَا الرَّجُلِ۔ فَاَمَّا الْمُؤْمِنُ اَوْ قَالَ الْمُوْقِنُ فَيَقُوْلُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ۔ جَاءَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى فَاَجَبْنَا وَ آمَنَّا وَاتَّبَعْنَا۔ فَيُقَالُ لَهٗ نَمْ صَالِحًا فَقَدْ عَلِمْنَا اِنَّكَ كُنْتَ مُؤْمِنًا۔ وَاَمَّا الْمُنَافِقُ اَوْ قَالَ الْمُرْتَابُ فَيَقُوْلُ لَا اَدْرِيْ سَمِعْتُ النَّاسَ يَقُوْلُوْنَ شَيْئًا فَقُلْتُهٗ۔ (زاد المعاد جلد ۱ صفحہ ۱۲۰)

مجھے وحی کی گئی ہے کہ تم قبروں میں ویسے آزمائے جاؤ گے جس طرح دجال سے آزمائے جاؤ گے ؂ تمہارے پاس ایک آنے والا آکر پوچھیگا۔ کہ اس شخص (آنحضرت صلعم) کی نسبت کیا جانتے ہو۔ تو یقین والے کہیں گے یہ محمدؐ ہیں۔ یہ خدا کے پیغمبر ہیں۔ جو نشانیاں اور ہدایت لیکر ہمارے پاس آئے۔ ہم نے اُن کی بات مانی اور اُنکی پیروی اختیار کی۔ تو اسکو کہدیا جائیگا آرام سے سوجا۔ معلوم ہوا کہ تو مومن تھا ؂ منافق اور مذبذب آدمی کہیگا۔ میں نہیں جانتا۔ دوسرے لوگ جو کہتے تھے۔ وہ میں نے بھی کہدیا ؂

خطبہ

یہ خطبہ دوسری روایت میں یوں منقول ہے۔ کہ نماز سے فارغ ہوکر آپ نے خطبہ دینا شروع کیا۔ حمد و ثنا اور کلمۂ شہادت کے بعد آپ نے فرمایا:۔

اَيُّهَا النَّاسُ! اَنْشُدُكُمْ بِاللّٰهِ هَلْ تَعْلَمُوْنَ اَنِّيْ قَصَّرْتُ عَنْ شَيْءٍ مِّنْ تَبْلِيْغِ رِسَالَاتِ

لوگو۔ میں تمہیں خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں۔ کہ اگر میں نے پیغام الٰہی کے پہنچانے میں کسی قسم

رَبِّيْ لَمَّا اَخْبَرْتُمُوْنِيْ بِذٰلِكَ۔

کی کوتاہی کی ہو۔ تو مجھے بتلادو ؂

ایک آدمی نے کھڑے ہوکر کہا: ہم گواہ ہیں۔ کہ آپؐ نے اللہ تعالیٰ کا پیغام ہم تک پہنچا دیا ہے۔ اور اپنی اُمّت کی ہر طرح خیر خواہی کی ہے۔ اور آپؐ نے حق ادا کر دیا ہے۔" آپ نے فرمایا ؂

اَمَّا بَعْدُ۔ فَاِنَّ رِجَالًا يَزْعَمُوْنَ اَنَّ كُسُوْفَ هٰذِهِ الشَّمْسِ وَكُسُوْفَ هٰذَا الْقَمَرِ وَزَوَالَ هٰذِهِ النُّجُوْمِ عَنْ مَطَالِعِهَا لِمَوْتِ رِجَالٍ عُظَمَاءَ مِنْ اَهْلِ الْاَرْضِ۔ وَقَدْ كَذَبُوْا لٰكِنَّهَا اٰيَاتٌ مِّنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى يَعْتَبِرُ بِهَا عِبَادُهٗ فَيَنْظُرُ مَنْ يُّحْدِثُ مِنْهُمْ تَوْبَةً۔ وَاَيْمُ اللّٰهِ لَقَدْ رَاَيْتُ مُنْذُ قُمْتُ اُصَلِّيْ مَا اَنْتُمْ لَاقُوْهُ مِنْ اَمْرِ دُنْيَاكُمْ وَاٰخِرَتِكُمْ۔ وَاِنَّهٗ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَخْرُجَ ثَلَاثُوْنَ كَذَّابًا اٰخِرُهُمُ الْاَعْوَرُ الدَّجَّالُ مَمْسُوْحُ الْعَيْنِ الْيُسْرٰى كَاَنَّهَا عَيْنُ اَبِيْ تَحْيٰى لِشَيْخٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ حُجْرَةِ عَائِشَةَ

اما بعد۔ بعض لوگ گمان کرتے ہیں۔ کہ سُورج اور چاند کو جو گرہن لگتا ہے۔ یا جو ستارے ٹُوٹتے ہیں۔ یہ کسی بڑے آدمی کی موت سے تعلق رکھتے ہیں۔ حالانکہ یہ گمان قطعًا غلط ہے۔ یہ تو خدا کی نشانیاں ہیں جس سے اس کے سمجھدار بندے عبرت حاصل کرتے ہیں۔ اور اُن کے ذریعہ اللہ تبارک و تعالیٰ دیکھنا چاہتا ہے۔ کہ کون کون گناہوں سے توبہ کرتا ہے۔ اور خدا کی قسم مجھے وہ تمام امور دکھلائے گئے۔ جو تمہیں دُنیا اور آخرت میں پیش آنے والے ہیں۔ اور قیامت اُس وقت تک نہیں آئے گی۔ جب تک تیس ۳۰ جھوٹے (مدعیانِ نبوت) ظاہر نہ ہوں۔ ان میں آخری کذّاب یک چشم دجّال ہوگا۔ جس کی بائیں آنکھ چوپٹ ہوگی۔ ابو تحیٰی کی آنکھ کی طرح۔ ابو تحیٰی ایک انصاری بُوڑھا تھا۔ جو اس وقت سامنے بیٹھا ہُوا تھا ؂ (۱)

وَاِنَّهٗ مَتٰى يَخْرُجُ فَاِنَّهٗ يَزْعَمُ اَنَّهُ اللّٰهُ فَمَنْ اٰمَنَ بِهٖ وَصَدَّقَهٗ وَاتَّبَعَهٗ لَمْ يَنْفَعْهُ صَالِحٌ مِّنْ عَمَلِهٖ سَلَفَ۔

وہ ظاہر ہوکر خدائی کا دعویٰ کرے گا۔ سو جس نے اس کی تصدیق اور پیروی کی۔ اس کے تمام پچھلے اعمال حسنہ ضائع ہو جائیں گے ؂

وَمَنْ كَفَرَ بِهٖ وَكَذَّبَهٗ لَمْ يُعَاقَبْ بِشَيْءٍ مِّنْ عَمَلِهٖ سَلَفَ۔ وَاِنَّهٗ سَيَظْهَرُ

اور جس نے اس کے دعویٰ کو جھٹلایا۔ اس کے تمام پچھلے گناہ معاف کر دئے جائیں گے۔ وہ عنقریب

عَلَى الْأَرْضِ كُلِّهَا إِلَّا الْحَرَمَ وَبَيْتَ
الْمَقْدِسِ فَإِنَّهُ يَحْصُرُ الْمُؤْمِنِيْنَ
فِيْ بَيْتِ الْمَقْدِسِ فَيَتَزَلْزَلُوْنَ
زِلْزَالًا شَدِيْدًا ثُمَّ يُهْلِكُهُ اللّٰهُ
عَزَّوَجَلَّ وَجُنُوْدَهُ حَتّٰى أَنَّ أَصْلَ
الْحَائِطِ لَيُنَادِيْ يَا مُسْلِمُ يَا مُؤْمِنُ
هٰذَا يَهُوْدِيٌّ أَوْ قَالَ هٰذَا كَافِرٌ
فَتَعَالَ فَاقْتُلْهُ ۔

بیت المقدس کے سوا تمام زمین پر غالب آئیگا۔ وہ بیت المقدس میں تمام مسلمانوں کو محصور کرلیگا۔ جہاں اُنہیں سخت مصیبتیں جھیلنی پڑیں گی۔ پھر اللہ تعالیٰ اُسے اور اُس کے لشکر کو ہلاک کردیگا۔ حتّٰی کہ اس وقت ہر دیوار سے آواز آئے گی۔ کہ اے مسلمان۔ اے مومن۔ دیکھو یہاں ایک یہودی (یا کافر) ہے۔ جلدی آؤ۔ اسے قتل کردو۔

وَلَنْ يَكُوْنَ ذٰلِكَ حَتّٰى تَرَوْا
أُمُوْرًا يَتَفَاقَمُ بَيْنَكُمْ هَلْ كَانَ
نَبِيُّكُمْ ذَكَرَ لَكُمْ مِنْهَا ذِكْرًا
حَتّٰى تَزُوْلَ جِبَالٌ عَنْ مَرَاتِبِهَا
ثُمَّ عَلٰى إِثْرِ ذٰلِكَ الْقَبْضُ ۔

(زاد المعاد جلد ۱ صـ۱۲۸ و صـ۱۲۹)

دجّال کے خروج سے پہلے تم میں بڑے بڑے فتنے برپا ہونگے جن کے متعلق تم ایکدوسرے سے دریافت کروگے۔ کہ کیا نبی کریم نے انکی بابت کچھ ارشاد فرمایا تھا۔ یا نہیں (ان فتنوں کی وجہ سے پہاڑ (جیسے اولوالعزم لوگ بھی) اپنی جگہوں سے ٹل جائینگے۔ اسکے بعد نوعِ انسانی کا بس خاتمہ ہے۔

(باقی)

عنانگیرِ جہانگیر

(از جناب مرزا عزیز صاحب فیضانی)

خیالِ دو جہاں مُجھکو غمِ سُود و زیاں مُجھکو
یہ سودا اور کس کو ہو، یہاں مُجھ کو وہاں مُجھکو

یہ داغِ دِل، یہ اشکِ خُوں، یہ آہِ سرد کی موجیں
بہارِ دلکشا معلوم ہوتی ہے خزاں مجھکو

دلِ غافل سنبھل! پیشِ نظر پھر بیقراری ہے
مگر پیش آنے والا ہے کوئی اَور امتحاں مجھکو

فضائے نیلگوں بھی تھی قفس جس کو مَیں وہ طائر
بنانا پڑ گیا کنجِ قفس میں آشیاں مجھکو

جہاں والو! یہ بیدردی یہ ناقدری نہیں اچھی
ستارہ عرش کا تھا مَیں نہ پھینکو رائیگاں مجھکو

زمیں کے چپّے چپّے پر گرایا خُونِ دِل مَیں نے
نظر آتا ہے زیرِ خاک رنگِ گلستاں مجھکو

یہ کس نے باگ پکڑی، عرش سے مَیں فرش پر آیا
براقِ زندگی کی دیجیئے للہ عناں مجھ کو

کہ گیرد ایں عناں باز آں عنانگیرِ جہانگیرے
جو پُہنچا دے جہاں منزل تھی میری پھر وہاں مجھکو

وہ احسانِ مجسّم، لُطفِ اعظم، رحمتِ عالم
مَیں تھا اک ذرۂ خاکی بنایا آسماں مُجھ کو

وہ کامل جسکے فیض و لُطف سے کامل ہوئے کامل
وہ جس نے کہدیا دید و گروہ ناقصاں مُجھکو

عزیز اُسکا ثنا خواں ہُوں اُسی کا نام لیوا ہُوں
بروزِ حشر کافی ہے شفیعِ انس و جاں مُجھ کو

جو دل میں درد اُٹھتا ہے تو کہدیتا ہُوں محفل میں
نہ شعریت سے واقف ہُوں نہ آتی ہے زباں مجھکو

سرورِ دوعالم کی شانِ یکتائی

قسط دوم

از خان محمد یوسف خان سلیم چشتی بی ۔ اے (آنرز) پرنسپل اشاعت اسلام کالج لاہور

(سلسلے کیلئے دیکھو رسالہ "حقیقت اسلام" ماہ اکتوبر ۱۹۳۸ء)

دعویٰ :۔ تمام دُنیا کے بانیان مذاہب میں صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکات ایسی ہے جس میں سوانح حیات کے اعتبار سے شانِ کاملیت پائی جاتی ہے یعنی بانیان مذاہب میں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی بزرگ کے سوانح حیات مکمل طور پر دُنیا میں محفوظ نہیں ہیں ؟

دلیل :۔ ہم تمام بانیان مذاہب کی زندگیوں پر فرداً فرداً نظر ڈالتے ہیں :۔

(ل) ہندو دھرم ۔ اگنی ، وایو ، انگرہ اور ادتی ان چاروں بزرگوں کے متعلق ہماری معلومات ، جیسا کہ شاہد اول میں دکھایا جا چکا ہے بمنزلہ صفر ہیں ۔ مکمل سوانح حیات تو درکنار ہمیں یہ بھی نہیں معلوم کہ یہ بزرگ کب پیدا ہوئے تھے ؟

(ب) بودھ دھرم ۔ مہاتما گوتم بدھ کی لائف کے متعلق انیسویں صدی کے یورپین علماء اور مستشرقین نے بہت کچھ کدوکاوش کی ہے ۔ لیکن اس کے باوجود اُن کے مکمل سوانح حیات دستیاب نہیں ہو سکے ۔ ابتدائی زندگی پردۂ خفا میں ہے ۔ عنفوان شباب کا ایک واقعہ ہمیں معلوم ہے ۔ جب وہ چند صاحبوں کیساتھ سیر کو گئے تھے ۔ اس کے بعد جوانی کا صرف ایک واقعہ کتابوں میں مذکور ہے ۔ جب وہ اپنی بیوی کو سوتا چھوڑ کر ہمیشہ کیلئے محلات کی زندگی کو خیرباد کہہ گئے ۔ تیسرا واقعہ جو ہمیں معلوم ہو سکا ہے وہ یہ ہے ۔ کہ گیا میں اُنہیں معرفت حاصل ہوئی ۔ اور اُنہوں نے اپنے مسلک کی تبلیغ شروع کی ۔ اور اس سلسلہ میں بعض مقامات کا سفر کیا ۔ آخری بات یہ معلوم ہے کہ ۸۰ سال کی عمر میں اُن کا انتقال ہو گیا ۔ میں نے یہ امور بطرز اختصار قلمبند کر دئے ہیں ۔ اگر وضاحت سے کام لیا جائے ۔ تو زیادہ سے زیادہ دو صفحوں میں مہاتما کی زندگی کی داستان قلمبند ہو سکتی ہے ۔ ظاہر ہے کہ اس خاکہ کو ایسے عظیم الشان انسان کے مکمل سوانح حیات کا لقب نہیں دیا جا سکتا ؟

(ج) جین دھرم۔ یہی حال جین دھرم کے بانی سوامی مہابیر کا ہے۔ اُن کی زندگی بھی چند سطروں میں بیان کی جاسکتی ہے۔ وہ ایک راجہ کے لڑکے تھے۔ جوانی میں دُنیا سے دل اُچاٹ ہوا۔ گھر بار چھوڑ کر جنگل کی راہ لی، اور تمام عمر ترکِ دُنیا کا وعظ کیا۔ غالباً سنہ ۵۹۹ ق م میں پیدا ہوئے۔ اور ۷۲ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ جس طرح مہاتما گوتم کے سوانح حیات قلمبند نہیں کئے گئے۔ اسی طرح سوامی جی کے شاگردوں نے اُن کی لائف بھی مرتب نہیں کی۔ اُن کے سوانح حیات سب سے پہلے اُن کی وفات کے ہزار سال بعد قلمبند کئے گئے۔

(د) مجوسیت۔ اس مذہب کے بانی حضرت زرتشت ہیں۔ آج تک یہی فیصلہ نہ ہوسکا کہ کب پیدا ہوئے تھے۔ سنہ [illegible] ق م میں یا سنہ [illegible] ق م میں؟ غیر معتبر روایات سے اتنا پتہ چلتا ہے کہ ۷۷ سال کی عمر پائی۔ لیکن اس طویل عرصۂ حیات کے سوانح اور وقائع چند سطروں میں بیان کئے جاسکتے ہیں۔ اور یہ بات ہر بانیٔ مذہب کے حالات میں ملحوظ رکھنی چاہیئے۔ کہ اگر ان بیان کردہ واقعات کو اصول روایت و درایت کے معیار پر جانچا جائے تو ایک واقعہ بھی ثابت نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ یہ سب افسانے ہیں جن کو تاریخ سے کوئی علاقہ نہیں ہے۔ ڈارمیسٹیٹر نے اپنی ساری عمر زرتشت اور اُن کے مذہب کی تحقیق میں صرف کردی۔ لیکن اس کو یہ بھی نہ معلوم ہوسکا۔ کہ مجوسیت کا بانی دراصل کہاں پیدا ہوا تھا؟ ع قیاس کن زگلستانِ من بہارِ مرا۔ جس شخص کی زندگی کے اہم ترین واقعات اس قدر تاریکی میں ہوں۔ اس کے مکمل سوانح حیات جاننے یا بیان کرنے کی ہمت کس کو ہوسکتی ہے؟ خلاصہ ہماری ساری معلومات کا اس قدر ہے۔ کہ حضرت زرتشت آزربائیجان واقع ملک ایران کے کسی گاؤں میں پیدا ہوئے تھے۔ ایران اور بلخ بخارا میں تبلیغ کی۔ ایک بادشاہ غالباً ہشتاسپ ([illegible]) نے اُن کے مسلک کو قبول کیا۔ شادی کی۔ معجزات دکھائے۔ اور انجام کار وفات پائی۔ کب اور کہاں؟ یہ دونوں باتیں صیغۂ راز میں ہیں۔ ٹھیک جس طرح یہ کہ وہ پیدا کب ہوئے تھے اور کہاں؟

(ہ) یہودیت۔ اس مذہب کے بانی حضرت موسیٰ ہیں۔ جن کی زندگی کے بعض حالات توراۃ میں مذکور ہیں۔ اس وقت ہم اس امر سے قطع نظر کئے لیتے ہیں۔ کہ موجودہ توراۃ مستند ہے یا نہیں۔ بحث یہ ہے کہ اتنے بڑے اور اولوالعزم پیغمبر کے سوانح حیات مکمل موجود ہیں یا نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ اُن کی لائف بھی چند سطور میں بیان کی جاسکتی ہے۔ یعنی وہ مصر میں پیدا ہوئے۔ وہاں سے مدین آئے جہاں اُن کی شادی ہوئی۔ کچھ عرصہ یہاں رہ کر مصر واپس گئے۔ اور اس اثنا میں نبوّت و رسالت سے سرفراز ہوئے۔ فرعون کے دربار میں جاکر بنی اسرائیل کو اپنے ساتھ ملک شام واپس لے جانے کی اجازت طلب کی، اُس نے انکار کیا۔ اس پر انہوں نے اپنی قوم کو اپنے ساتھ

لیکن مصر کو خیر باد کہا۔ فرعون نے ان کا تعاقب کیا۔ اور سمندر میں غرق ہو گیا۔ حضرت موسیٰ حدود شام میں داخل ہوئے۔ یہاں جنگوں میں مصروف رہے۔ اور انجام کار دامن کوہ میں وفات پائی۔ یہ ہے ساری کائنات اُن کے سوانح حیات کی!

کتاب استثناء کا آخری فقرہ نہایت دلچسپ اور محققانہ ہے۔ اس لئے اُسے من وعن نقل کئے دیتا ہوں "خداوند کا بندہ موسیٰ خدا کے حکم کے مطابق مُوآب کی سرزمین میں مرگیا۔ لیکن آج کے دن تک کوئی اس کی قبر کو نہیں جانتا۔ اور موسیٰ اپنے مرنے کے وقت ۱۲۰ سال کا تھا"!

ظاہر ہے کہ حضرت موسیٰ اپنے متعلق یہ بات نہیں لکھ سکتے تھے کہ "موسیٰ مُوآب کی سرزمین میں مرگیا۔ اور اس کی قبر کا کسی کو پتہ نہیں ہے"۔ اس سے ثابت ہوا کہ تورات حضرت موسیٰ نے نہیں لکھی۔ بلکہ اُن کے بعد کسی نے لکھی ہے۔ لیکن اس بحث سے قطع نظر کیجئے۔ دیکھنا تو یہ ہے کہ ایک سو بیس سال کی عمر ہوئی۔ اور سوانح حیات کی فراوانی کا یہ عالم ہے۔ کہ ایک صفحہ بھی زیادہ ثابت ہوا!

(۵) مسیحیت۔ اس مذہب کا بانی حضرت مسیحؑ کو قرار دیا جاتا ہے۔ اور اُن کے پیرو اس وقت دُنیا میں دُوسرے مذاہب کے پیرووں سے زیادہ ہیں۔ لیکن کس قدر حیرت انگیز بات ہے کہ ایسے شخص کے حالات سب سے کم معلوم ہیں۔ اور اس سے بڑھکر حیرت انگیز بات یہ ہے کہ اُن کے پیرو اگرچہ پانچ پانچ چھ چھ ہزار سال کے بھولے بسرے واقعات کو منظر عام پر لا رہے ہیں۔ لیکن خود اپنے پیشوا کی زندگی کے واقعات کو زندہ کرنے سے قاصر ہیں۔ مکمل سوانح حیات تو خیر بڑی بات ہے۔ جناب مسیحؑ کی تو شخصیت بھی ایک عقدۂ لاینحل بنی ہوئی ہے۔ ان کے پیرووں میں سے بعض تو یہ کہتے ہیں کہ وہ خدا تھے (۲) بعض یہ کہ وہ خدا کے بیٹے تھے (۳) بعض یہ کہ وہ چھوٹے درجے کے خدا تھے یعنی "خدا باپ" سے کمتر (۴) بعض یہ کہ وہ خدا اور انسان دونوں کا مجموعہ تھے (۵) بعض یہ کہ وہ صرف انسان تھے۔ (۶) بعض یہ کہ وہ اگرچہ خدا تھے۔ مگر جب انہوں نے انسانی قالب اختیار کیا تو الوہیت سے معرا ہو گئے تھے۔ (۷) بعض یہ کہ وہ دراصل خدا تھے۔ اور جو کچھ نظر آتا تھا یہ التباس رویت (Optical delusion) تھا (۸) بعض یہ کہ ان میں نفس ناطقہ موجود نہ تھا۔ اس کی جگہ الوہیت کارفرما تھی (۹) بعض یہ کہ نفس ناطقہ اور الوہیت دونوں آمیختہ ہو گئی تھیں (۱۰) بعض یہ کہ اگرچہ وہ مجسّم تھے۔ لیکن اُن میں انسانی طبیعت (Nature) موجود نہ تھی۔ وغیر ذالک من القیاسات۔

دُنیا میں کوئی بانیٔ مذہب ایسا نہیں جس کی (۱) شخصیت اس درجہ مبحوث فیہ اور مشتبہ اور عقدۂ لاینحل بن گئی ہو۔ حتیٰ کہ اکثر علماء نے وجود سے ہی انکار کر دیا۔ (۲) لائف اس قدر زیادہ کم معلوم ہو۔ اور (۳) جو کچھ معلوم ہے۔

اُس کی بنیاد اس قدر غیر معتبر ہو (اناجیل اربعہ انتہائی غیر معتبر کتابیں ہیں)۔ (۴) اور طرفہ تماشا یہ کہ جو کچھ معلوم ہے۔ اس میں سے کوئی بات بھی متفقہ طور پر مسلم نہیں ہے ؂

جرمنی میں ڈیوڈ سٹراس اور کرسچین بُور دو زبردست نقادِ مسیحیت گذرے ہیں۔ ان دونوں نے اپنی تمام عمریں مسیحیت کے ماخذوں کے مطالعہ میں بسر کر دیں۔ اور نتیجہ اس مطالعہ کا یہ نکلا کہ مسیحیت تو در کنار، انہیں خود بانیٔ مسیحیت کے وجود ہی میں زبردست شک پیدا ہو گیا ؂

سٹراس کی "لائف آف کرائسٹ" نے گذشتہ صدی میں یورپ کے مذہبی طبقوں میں تہلکہ پیدا کر دیا تھا۔ اور بلاشبہ اس مذہب کی بُنیادوں کو متزلزل کر دیا۔ اس کتاب سے متاثر ہو کر مشہور فرانسیسی عالم ارنسٹ رنیان نے دس سال تک کوشش کی۔ کہ مسیح کے متعلق مزید معلومات بہم پہنچائے۔ مگر کوئی کامیابی نہ ہو سکی۔ چونکہ یہ شخص علم دوست تھا۔ اس لئے اُس نے اپنی "لائف آف کرائسٹ" میں اس بات کا اعتراف کیا۔ کہ کوئی مسیحی جناب مسیح کی شخصیت کو تاریخی طور پر ثابت نہیں کر سکتا۔ اور ہمیں اُن کی زندگی کے متعلق ایک واقعہ بھی وثوق کے ساتھ معلوم نہیں ہے ؂

اُن کے سوانح حیات جس قدر ہمیں ان غیر معتبر انجیلوں سے معلوم ہو سکتے ہیں یہ ہیں :- بیت لحم میں پیدا ہوئے، بارہ برس کی عمر میں ہیکل میں جا کر علمائے یہود سے گفتگو کی۔ اس کے بعد تیس سال کی عمر میں دریائے یردن کے کنارے بپتسمہ پایا۔ کچھ معجزات، چند شاگرد، چند مواعیظ، چند تمثیلات۔ یہ ہے اُن کی سہ سالہ تبلیغی زندگی کا کل سرمایہ! ۳۳ سال کی عمر میں دعویٔ خدائی کی پاداش میں یہود نے مصلوب کرا دیا اس کے بعد زندہ ہو کر آسمان پر چلے گئے! بارہ سال کی عمر کے واقعہ سے قطع نظر کر لی جائے۔ تو از ولادت تا سی سال یہ زمانہ کہاں اور کیسے گذرا۔ دنیا اس سے ہنوز ناواقف ہی رہے گی۔ رہے آخری تین سال۔ ان کا خلاصہ چار لفظوں میں بیان کیا جا سکتا ہے (۱) معجزات (۲) مواعیظ (۳) مناظرے اور (۴) مصلوبیت۔ اللہ بس باقی ہوس ؂

دُنیا کے تمام بانیانِ مذاہب کے سوانح حیات آپ کے سامنے پیش کر چکنے کے بعد اب مَیں حضور انورؐ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے سوانح حیات کی کاملیت کی ایک ہلکی سی جھلک دکھانا چاہتا ہُوں۔ جھلک کا لفظ مَیں نے اس لئے استعمال کیا۔ کہ اس رسالہ کے آٹھ صفحات کی تو حقیقت ہی کیا ہے اَسّی صفحات بھی تفصیل کیلئے کافی نہیں بلکہ مَیں تو یہ حیران ہُوں۔ کہ کس کس بات کا ذکر کروں؟

(۱) جس زمانہ میں حضور انورؐ کی ولادت ہوئی، ہمارے پاس اُس زمانہ کا حال موجود ہے یعنی چھٹی صدی

عیسوی میں ملک عرب کی تمدنی، معاشرتی، اخلاقی، مذہبی اور سیاسی حالت، اور اس زمانہ میں جائے ولادت یعنی مکہ معظمہ کی حالت اور تاریخ۔

(۲) ہمیں حضور انورؐ کے خاندان کا حال معلوم ہے۔ آباؤ اجداد کا حال معلوم ہے۔ والدین کا حال معلوم ہے۔ ان کی سیرت اور خاندانی حالات معلوم ہیں۔

(۳) ہمیں جائے ولادت معلوم ہے۔ یعنی یہ کس مکان میں ولادت ہوئی۔ اور بوقتِ ولادت کون کون اشخاص موجود تھے۔

(۴) ہمیں ولادت کی صحیح تاریخ اور دن اور وقت تک معلوم ہے۔ یعنی ۹ ربیع الاوّل سنہ میلادی۔ واقعۂ عام الفیل سے ۵۵ دن کے بعد، بروز دوشنبہ مطابق ۲۰ اپریل ۵۷۱ء ۹ بجکر ۵ منٹ پر بعد طلوع آفتاب۔

(۵) ہمیں یہ معلوم ہے کہ آپ کے والد کا انتقال آپ کی ولادت سے کچھ عرصہ قبل ہوگیا تھا۔

(۶) ولادت کے بعد تین دن تک آپ کی والدہ نے دودھ پلایا۔ اس کے بعد چار دن تک ثوبیہ نے جو عبدالمطلب کی کنیز تھی۔

(۷) ساتویں دن آپ کے دادا نے آپ کا نام محمدؐ رکھا۔

(۸) آٹھویں دن آپ کو دائی حلیمہ کے سپرد کیا گیا۔ اور چھ سال تک اُن کے پاس رہے۔ دائی حلیمہ کے خاندان کا حال بھی ہمیں معلوم ہے۔

(۹) چھ سال کی عمر میں آپ کی والدہ نے انتقال کیا۔

(۱۰) آپکے دادا نے آپکی کفالت کا فرض اپنے ذمہ لیا۔ دو سال کے بعد اُنکا انتقال ہوگیا۔

(۱۱) اُن کے بعد آپ کے چچا ابوطالب آپ کے کفیل ہوئے۔

(۱۲) دس سال کی عمر میں بکریاں چرائیں۔ یعنی دُنیا کی گلہ بانی کا سبق سیکھا۔

(۱۳) بارہ سال کی عمر میں اپنے چچا کے ساتھ پہلا سفر کیا۔ اس سفر میں بحیرہ راہب سے ملاقات ہوئی۔

(۱۴) عنفوان شباب میں حرب الفجار میں شرکت فرمائی۔ اور

(۱۵) اس کے بعد حلف الفضول میں اور اس کے کچھ عرصہ بعد تعمیر کعبہ میں۔

(۱۶) جوانی میں تجارت کا مشغلہ اختیار فرمایا۔ اور آپ کی صداقت، دیانت، عدالت اور امانت کا شہرہ دیار میں وہ شہرہ ہوا کہ آپ کے ہموطنوں نے آپ کو الامین کا لقب دیا۔ غور کیجئے کیسی بے داغ جوانی تھی!

(۱۷) پچیس سال کی عمر میں حضرت خدیجہ نے آپ سے نکاح کیا ۔

(۱۸) شادی کے بعد بھی تجارت اور سفر کا سلسلہ جاری رہا ۔

(۱۹) ہمیں معلوم ہے کہ آپ نے قبل نبوت بھی مراسم شرک سے اجتناب فرمایا ۔

(۲۰) ہمیں اس زمانہ کے اُن لوگوں کا حال بھی معلوم ہے جو آپ کے دوست تھے ۔

(۲۱) نبوت سے کچھ عرصہ پہلے آپ خلوت پسند ہوگئے تھے۔ کئی کئی روز تک غار حرا میں مراقبہ فرماتے ۔

(۲۲) ۱۲ر فروری ۶۱۰ء یعنی ۹ر ربیع الاوّل ۴۱ میلادی کو حضرت جبرئیل نے آپ کو پہلی مرتبہ نبوت کی بشارت دی۔ اس کے بعد جو واقعات پیش آئے وہ سب محفوظ ہیں۔ افسوس اُن کی تفصیل بیان نہیں کرسکتا۔ آپ کا دولتکدہ واپس تشریف لے جانا، زوجہ محترمہ سے تذکرہ کرنا، تبادلہ خیالات، ورقہ بن نوفل سے ملاقات، اور اُسکا آپ کی نبوت پر شہادت دینا غرضکہ ہر چیز محفوظ ہے ۔

(۲۳) ہمیں معلوم ہے کہ پہلی وحی کب نازل ہوئی؟ جمعہ کا دن تھا اور رمضان سلہ نبوی کی ۱۸ر تاریخ تھی۔ مطابق ۱۷ر اگست ۶۱۰ء ۔

(۲۴) ہمیں معلوم ہے پہلی وحی کون سی تھی؟ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ، خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ الخ

(۲۵) ہمیں اُن لوگوں کے نام معلوم ہیں جو سب سے پہلے آپ پر ایمان لائے۔ عورتوں میں حضرت خدیجہؓ مردوں میں حضرت صدیق اکبرؓ۔ لڑکوں میں حضرت علیؓ اور غلاموں میں زید بن حارثہؓ۔ یہ چار نفوس آپ کی تبلیغ کا ثمر اولین ہیں۔

(۲۶) ان کے بعد حسب ذیل اصحاب ایمان لائے۔ بلالؓ۔ عمرو بن عتبہؓ۔ خالدؓ بن عاص۔ عثمانؓ۔ زبیرؓ۔ عبدالرحمٰنؓ ابن عوف۔ طلحہؓ۔ سعد ابن ابی وقاصؓ۔ عامر بن عبد اللہؓ۔ عبدالاسد بن ہلالؓ۔ عثمان ابن مظعونؓ۔ عامر بن فہیرہؓ اور ارقمؓ۔ عورتوں میں ام الفضلؓ۔ اسماء بنت عمیسؓ۔ اسماء بنت ابوبکرؓ اور فاطمہ خواہر عمرؓ۔ یہی قدسی نفوس حضرات السابقون الاولون کے لقب سے ممتاز ہیں ۔

(۲۷) علانیہ تبلیغ کا حکم حسب ذیل آیات میں نازل ہوا۔ يَا اَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ، قُمْ فَاَنْذِرْ، وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ۔ چنانچہ آپ نے اپنے کنبہ میں تبلیغ شروع فرمائی۔ اور ہمارے پاس آپ کی پہلی تبلیغی تحریر بھی محفوظ ہے ۔

(۲۸) ہمیں آپ کا طریق تبلیغ بھی معلوم ہے اور اصول تبلیغ بھی۔ ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ آپ کون کون سی منڈیوں اور بستیوں میں تشریف لے جاتے تھے ۔

(۲۹) ہمیں قریش کی مخالفت کی ساری تفصیل معلوم ہے۔ اُنہوں نے آپؐ کو آپ کے ساتھیوں کو جس قدر ایذائیں دیں وہ سب معلوم ہیں ٭

(۳۰) دشمنوں نے آپ کے خلاف جس قدر سازشیں کیں وہ بھی سب معلوم ہیں۔ اور وہ ریزولیوشن بھی معلوم ہے جو اُنہوں نے اپنے جلسہ میں پاس کیا تھا ٭

(۳۱) مجبوراً آپ نے صحابہؓ کو ہجرت کا حکم دیا۔ اور اس ہجرت حبشہ کی تمام تفصیلات ہمیں اچھی طرح معلوم ہیں۔ مسلمانوں کا حبشہ میں جانا۔ نجاشی کے دربار میں تقریر اور اُس کا اثر۔ کفار مکہ کا وہاں جانا اور انکی ناکامی وغیرہ وغیرہ۔

(۳۲) وفد کفار کا عتبہ کی سرکردگی میں ابوطالبؓ کے پاس آنا اور ساری گفتگو اور اس ملاقات کا نتیجہ اور مخالفت میں شدت ٭

(۳۳) ہمیں یہ بھی معلوم ہے۔ کہ ارکان وفد کو حضورؐ نے کون سی آیات پڑھکر سُنائی تھیں۔ حٰمٓ ۝
تَنۡزِیۡلٌ مِّنَ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ کِتٰبٌ فُصِّلَتۡ اٰیٰتُهٗ الخ

(۳۴) حضرت حمزہؓ اور حضرت عمرؓ کا ایمان لانا۔ اور اُس کی تفصیلات سب معلوم ہیں ٭

(۳۵) بنو ہاشم کا سوشل بائیکاٹ اور تین سال تک ہجوم مصائب و آلام ٭

(۳۶) سنہ نبوی میں ابوطالبؓ اور جناب خدیجہؓ کا انتقال ٭

(۳۷) تبلیغ اسلام کے لئے آنحضرتؐ کا مختلف قبائل میں جانا اور اس کے نتائج ٭

(۳۸) طائف میں جانا اور اہلِ طائف کی مخالفت۔ زخمی ہوکر جو دُعا حضورؐ نے مانگی تھی اُس کے الفاظ بھی ہمیں معلوم ہیں ٭

(۳۹) ضماد مہیؓ کا ملاقات کے لئے آنا اور مسلمان ہوجانا ٭

(۴۰) ۲۷ رجب سنہ نبوی کو حضورؐ کا مع الجسد عنصری آسمانوں پر جانا ٭

(۴۱) بیعت عقبۂ اولیٰ ۱۱ نبوی بیعت عقبۂ ثانیہ اور آپ کا خطبہ ٭

(۴۲) بارہ نقیبوں کا انتخاب اور اُن کا یثرب میں تبلیغ کے لئے جانا ٭

(۴۳) اذن ہجرت اور تمام واقعات ہجرت از ابتداء تا انتہا مثلاً سازشِ قتل، تدبیر الٰہی، حضورؐ کا ہجرت کرنا، ۲۷ صفر ۱۳ نبوی یوم پنجشنبہ مطابق ۱۲ ستمبر ۶۲۲ء۔ حضرت ابوبکرؓ کی معیت۔ غار میں قیام، راستہ کے واقعات قبا میں پہنچنا، ۸ ربیع الاوّل یوم دوشنبہ۔ اسلام میں پہلا خطبہ جمعہ اور اُس کے الفاظ، ۱۲ ربیع الاوّل سنہ۔ مدینہ

میں داخلہ، اہل مدینہ کا استقبال کرنا، حضور کا قیام اور مواخات مابین مہاجرین و انصار ٭

(۴۴) جنگِ بدر۔ ۱۷ رمضان ۲ھ یوم جمعہ ٭

(۴۵) جنگِ احد۔ ۷ شوال ۳ھ یوم السبت ٭

ان جنگوں کی تمام تفصیلات ہمیں بخوبی معلوم ہیں ٭

(۴۶) صلح حدیبیہ اور اُس کی تمام تفصیلات اور معاہدہ کے الفاظ جو ۶ھ میں کیا گیا ٭

(۴۷) فتح مکہ ۸ھ حضور کا مکہ معظمہ میں داخلہ (۲۰ رمضان) اس مہم کے جملہ واقعات ہمیں اچھی طرح معلوم ہیں۔ ہمیں یہ بھی معلوم ہے۔ کہ جب حضور انورؐ خانہ کعبہ کو بتوں کی نجاست سے پاک فرما رہے تھے۔ تو یہ آیت وردِ زبان تھی۔ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ٭

(۴۸) فتح مکہ کے بعد حضور انورؐ کی پہلی تقریر اور اُس کے الفاظ سب محفوظ ہیں ٭

(۴۹) جنگ حنین شوال ۸ھ اور اُس کے تمام واقعات ٭

(۵۰) جنگِ خندق ۵ھ اور اُس کی تمام تفصیلات محفوظ ہیں ٭

(۵۱) تحویل کعبہ شعبان ۲ھ اور اُس کے نتائج (روزے اسی سال فرض ہوئے ٭

(۵۲) اسی سال حضرت فاطمہؓ کا حضرت علیؓ کیساتھ نکاح ہوا ٭

(۵۳) عید الفطر کی نماز باجماعت اسی سال سب سے پہلے پڑھی گئی ٭

(۵۴) قانونِ وراثت ۳ھ میں نازل ہوا۔ اسی سال حضرت عثمانؓ نے اُم کلثوم سے شادی کی ٭

(۵۵) سلاطین عالم کو دعوتِ اسلام اور تبلیغی خطوط (۶ھ میں بھیجے گئے)

(۵۶) جنگ خیبر ۷ھ اور اُس کی تمام تفصیلات ٭

(۵۷) غزوۂ موتہ ۸ھ اور اُس کی تمام تفصیلات ٭

(۵۸) واقعۂ ایلاء، تخییر اور غزوہ تبوک ۹ھ اور اُس کی تفصیلات ٭

(۵۹) تبلیغ و اشاعتِ اسلام، دعاۃ کا تقرر، مقاماتِ تبلیغ، نتائج تبلیغ ٭

(۶۰) وفود عرب کی آمد، ہر وفد کی تفصیل اور شرائط معاہدہ ٭

(۶۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسلامی طرز پہ نظام حکومت قائم کرنا:۔ انتظام ملکی، افتاء، فصل قضایا، کتابت، محصلین زکوٰۃ، عدالتوں کا قیام، فوج پولیس، مداخل و مخارج۔ مذہبی انتظام معلمین اسلام اور اُنکی تعلیم و تربیت

اصحاب صفہ، تعمیر مساجد، حفاظ، ائمہ نماز، مؤذن، ارکانِ اسلام کی تعلیم، حلال وحرام کی تفصیل، عقائد، عبادات اور معاملات کے متعلق اصول وضوابط، وراثت، وصیت، وقف، نکاح وطلاق، حدود وتعزیرات ۔

(۶۲) حجۃ الوداع سنہ ۱۰ھ اور آپ کا خطبہ اور عام نصائح بتبلیغ اصول دین ۔

(۶۳) وفات سنہ ۱۱ھ اور اس کی تفصیلات مثلاً آغاز مرض، واقعہ قرطاس، آخری خطبہ وفات، تجہیز و تکفین وتدفین ۔

(۶۴) آپ کے متروکات مثلاً جانور، زمین، اسلحہ، اسباب ۔

(۶۵) آپ کے خدام خاص اور ان کے مفصل حالات ۔

(۶۶) آپ کا حلیہ مبارک، مہر نبوت، رفتار وگفتار، آداب نشست وبرخواست، انداز تبسم، لباس، خود، زرہ، تلوار ۔

(۶۷) آپ کی غذا، طریق طعام، معمولات طعام، مرغوب غذا ۔

(۶۸) آپ کی عادت اور خصلت، لطافت پسندی، اسپ دوانی کا شوق ۔

(۶۹) آپ کے معمولاتِ زندگی، طریقہ نماز، خطبات، معمولات سفر، معمولات جہاد، طریق عیادت، طرز ملاقات، آداب مجلس ۔

(۷۰) آپ کا طرز کلام، اوقاتِ مجلس، شگفتہ مزاجی، مہماں نوازی، خشیتِ الٰہی، محبت، توکل، صبر، توکل، جوشِ مذہبی ۔

(۷۱) اخلاق حسنہ مثلاً حسن خلق، حسن معاملات، عدل وانصاف، جود وسخا، ایثار، سوال اور گداگری سے نفرت، ہدایا اور تحفے، سادگی، بے تکلفی، حریت پسندی، اخوت اور مساوات، شرم وحیا ۔

(۷۲) آپ کا عزم واستقلال، شجاعت، راست گوئی، قناعت، حلم، دشمنوں سے حسن سلوک، بچوں پر شفقت، حیوانات پر رحم ۔

(۷۳) ازواج مطہرات کے ساتھ آپ کا برتاؤ، اولاد سے محبت ۔

(۷۴) خانگی زندگی کی مکمل تصویر، آپ کے اخراجات کی تفصیل ۔

(۷۵) آپ کی طرز معاشرت کی جملہ تفصیلات اور آپ کے حکیمانہ اقوال ۔

مختصر یہ کہ پیدائش سے لیکر وفات تک آپ کے مکمل سوانح حیات ہمارے پاس محفوظ ہیں۔ اور آپ کی ہر ادا کی سچی تصویر کتابوں میں موجود ہے۔ اگر میرے پاس کافی صفحات ہوتے۔ تو میں تمام جزئیات بھی بیان کرسکتا تھا ۔

اب ناظرین آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کے سوانح حیات کی کاملیت کا دُوسرے بانیانِ مذاہب کی زندگی کے سوانح سے مقابلہ کریں۔ اور خود انصاف سے کہیں۔ کہ کیا دُنیا میں کوئی دوسرا شخص (بانیانِ مذاہب کی فہرست میں) ایسا موجود ہے۔ جس کی زندگی کے حالات اس درجہ تفصیل کیساتھ آج ہمیں معلوم ہوں؟

می توانی منکرِ یزداں شدن ——— منکر از شانِ نبیؐ نتواں شدن ——— (اقبالؒ)

دورِ حاضر کا بُرقعہ

(از جناب مُمتاز احمد صاحب عباسی۔ پانی پتی)

شاعر

نقابِ برقعہ الٹ کر کے اے زنِ آزاد
کیا ہے تو نے جو سرمایۂ حیا برباد
یہ بارِ دوش بھی رکھنے کی کیا ضرورت ہے
اتار پھینک اسے بھی یہ اب ہے بے بنیاد

عورت

ازل سے پائی ہے میں نے طبیعتِ آزاد
قفس بدوش ہوں لیکن بخاطرِ صیاد
میں چاہتی ہوں کہ دیکھے مجھے کوئی بینا
مذاقِ صانعِ قدرت ابھی ہے تشنۂ داد

جراثیم نفاق کی تحقیق و علاج

(از جناب محمد آلِ عباس صاحب عباسی امروہوی)

برآید آرزو یا برنیاید   شہید سوز و سازِ آرزویم

سیاسی دُنیا میں مسلمانوں کی آج جو نازک حالت ہے اُس کے احساس نے ہر صاحب فکر اور صائب الرائے کو اس قدر مشوش و مضطرب کر رکھا ہے۔ کہ وہ اپنی بقا کیلئے دیوانہ وار ہاتھ پاؤں مار رہا ہے مستقبل کے رواں دواں نقشوں میں بے حس مسلمان کا جنازہ کاندھوں پر نہیں بلکہ قعر قبر میں نسیاً منسیا ہوتا صاف نظر آرہا ہے ؎

ہر کم و بیش سمجھ رکھنے والے انسان کو اس چیز کا اعتراف ہو چکا ہے کہ اس تباہ حالی کی علتِ غائی نا اتفاقی اور انتشار ہے لیکن با اینہمہ اس کے تدارک کی طرف کوئی مؤثر قدم نہیں اٹھایا جاتا۔ واعظ پلیٹ فارم پر اور مقالہ نگار اخبار و رسائل کے کالموں میں اس پر لعنت و تبرا ضرور کہتے ہیں لیکن اسباب و علل پر غور کم کیا جاتا ہے۔ اور انسداد کی تدابیر اتنی بھی نہیں اختیار کی جاتیں جتنی کہ محکمۂ حفظانِ صحت ملیریا کے خلاف کرتا ہے ؎

اس وقت لیگ مسلمانوں کے بقائے حیات کی علمبردار بنی ہے۔ اور اپنے مخصوص حقوق کو کانگرس سے منوانا چاہتی ہے۔ اُس کے جھنڈے کے نیچے مسلمانوں کا خاصہ اجتماع ہے۔ اُس کے قائد مسٹر جناح اپنے مقصد کے حل کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں۔ گر مجھے جب خود اُن ہی کا ایک مقولہ یاد آتا ہے۔ تو اس ہنگامہ آرائی پر ایک آہ پُر حسرت و افسوس دل سے نکل کر رہ جاتی ہے ؎

جب کانگرس کے قدم باردولی رزولیوشن سے پہلے حکومت ہند کے خلاف بڑی تیزی سے اُٹھ رہے تھے۔ اور خاموش جناح کے تبصرات کبھی کبھی شائع ہوتے تھے۔ اُس وقت اُن کا ایک پُرزور مشورہ مہاتما گاندھی کو یہ تھا۔ کہ پہلے فیلڈ بنانا چاہیئے اور پھر جنگ کرنی چاہیئے۔ اصل چیز صلاحیت کا پیدا کرنا ہے۔ اس لئے پہلے ملک میں صلاحیت پیدا کی جائے اور پھر مقابلہ کیا جائے۔ لیکن گاندھی جی اس کے خلاف مقابلہ سے صلاحیت پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ جو صحیح نہیں ؎

گاندھی جی نے مانا یا نہ مانا۔ لیکن جناح صاحب کو خود اپنی عملداری میں تو اس پر عمل کرنا چاہیئے کہ پہلے مسلمانوں میں صلاحیت پیدا کریں۔ اور پھر مقابلہ پر کمر باندھیں۔ اس میں شک نہیں کہ مسلمانوں کی ہنگامہ پسند قوم جوشیلی آوازوں پر آناً فاناً سمٹ آتی ہے۔ لیکن پھر اسی سُرعت سے منتشر بھی ہو جاتی ہے۔ اس لئے یہ ہنگامہ آرائیاں نتیجۃً مضرت ہی پہنچاتی ہیں ۔

مسلمانوں کی صحیح ضرورت یہ ہے کہ اُن سے تشتت و افتراق کو دُور کیا جائے۔ اور اُن کی اخلاقی و معاشرتی اصلاح ہو۔ تاکہ وہ ایک قوم کہلانے کے مستحق بنیں۔ اور کوئی متفقہ آواز تو بلند کر سکیں ۔

مجھے ایک مدّت سے اس ضرورت کا احساس ہے۔ اور جب کبھی پبلک پلیٹ فارم پر موقع ملا ہے میں نے اس چیز کو لازم سمجھا ہے۔ کہ نفاق و افتراق کے جراثیم کا تجزیہ کر کے اُن کے سامنے رکھوں۔ اور اتفاق کی صحیح تدابیر پیش کروں۔ چنانچہ اسی منشاء کے تحت یہ سطور بھی معرض تحریر میں لا رہا ہُوں۔ کہ صاحب علم و قلم لوگ اس جانب متوجہ ہو کر مؤثر طور پر سعی فرمائیں ۔

ہندوستان کی پھوٹ مشہور ہے۔ اور یہی سبب ہے اُس پامالی اور غلامی کا جس کی شہادت اوراقِ تاریخ صدیوں سے دے رہے ہیں۔ مسلمان جو فاتح بن کر آئے تھے۔ جب یہاں جڑ پکڑ گئے۔ اور بیل بڑھی تو خربوزے کو دیکھ کر خربوزے نے رنگ بدلا۔ اور ہماری تقدیر کا زائچہ وہی بن گیا۔ جو ہم سے پُرانے باشندوں کا تھا۔ اس لئے ہمیں غور کرنا چاہیئے۔ کہ آخر وہ کون سی اصُولی غلطی ہمنے اپنے برادرانِ وطن سے اخذ کی۔ جس نے غلامی کی وراثت میں ہمیں اُن کا برابر کا شریک کر دیا ۔

آرین نسل جب فاتحانہ حیثیت سے ہندوستان پر مسلط ہوئی۔ تو جو کچھ دُنیاداروں کی سیاست کا اقتضاء ہوتا ہے اُنہوں نے کیا۔ ہندوستان قدیم باشندوں کول اور دراوڑ کو زندگی کی دُنیا میں وہ درجہ دیا جو غلاموں اور برطانوی ہند کے پُوربیوں سے بھی گیا گزرا تھا۔ اور خود اپنے تمدن کی داغ بیل بھی تقسیم کار پر ڈالی۔ مفتوح اور غلام تو شُودر یعنی کہار اور نیچی نوکر ٹھہرے۔ اور فاتح ! برہمن، کشتری اور ویش بنے۔ معبود کی عبادت گویا فرض کفایہ ٹھہری۔ جس کا ٹھیکہ برہمنوں کو ملا۔ حکمرانی و جہانبانی (سول اور ملٹری پاور) کا بیڑا کشتریوں نے اُٹھایا۔ اور تجارت کا سہرا ویشوں کے سر بندھا ۔

اس میں شک نہیں۔ کہ اس صورت سے تمدن کی گاڑی کا پہیہ خوب لُڑھکا۔ اور ہر طبقہ نے اپنے کام میں مہارت تامہ پیدا کر کے ترقی کی دُنیا کو چار چاند لگائے۔ لیکن نتیجہ افسوسناک ہوا۔ ایک ملک کے باشندوں

کی چار ذاتیں ہوگئیں۔ یا یُوں کہیئے کہ ایک قوم کے چار ٹکڑے ہوگئے۔ رفتہ رفتہ اُن میں بُعد محسوس ہونے لگا۔ فرقِ مراتب بڑھتا گیا۔ اور تقسیم کی شاخوں میں شاخیں پھُوٹنے لگیں غرض اس اصول کی شگوفہ کاری یہاں تک بڑھی۔ کہ ایک ہی پھُول کی پتی سے پتی الگ ہوکر بکھر گئی۔ کوئی چندر بنسی بنا تو کوئی سُورج بنسی۔ کوئی گوڑ ٹھہرا تو کوئی سارسُت ایک اگروال کہلایا تو دوسرا کھنڈیل وال۔ تقسیم در تقسیم کے ساتھ ساتھ امتیاز۔ بُعد اور منافرت بھی بڑھتے گئے۔ غرض یہ بیل جب منڈھے چڑھی تو پھُوٹ سے لدگئی۔ اور تمام اُن تباہ کاریوں اور بد انجامیوں کا موجب ہوئی جو ہندوستان کی تاریخ کے اوراق میں لالہ کے داغ سے زیادہ سیاہ دکھائی دیتی ہیں ؎

دین اللہ کا مکمل ترین قانون جب اسلام کے نام سے دنیا میں آیا۔ تو اُس نے وحدتِ کتاب، وحدتِ رسولؐ اور وحدتِ قوم کا وہ صحیح نظام جاری کیا۔ جس میں زوال کی کوئی گنجائش نہ تھی۔ مادی زوال کی بُنیاد بیشتر کیا بلکہ تمامتر تفریق و نفاق پر ہی ہوئی ہے۔ اور اسلام میں اس کے راہ پانے کی کوئی صورت ہی نہ تھی۔ اُس نے صرف لَا رَهْبَانِيَّةَ فِي الدِّيْنِ ہی کا اعلان نہیں کیا تھا۔ بلکہ کُلُّ مُؤْمِنٍ اِخْوَةٌ کی زنجیر میں سب کو شانہ بشانہ ایسا جکڑ دیا تھا۔ کہ کسی ایک فرد کی ذمہ واریوں میں دُوسرے سے کوئی تفریق کوئی امتیاز روا ہی نہ رکھا تھا۔ ایک ہی شخص جو رات کو زاہد شب زندہ دار تھا۔ دن نکلتے ہی کسب و معاشرت کا ذمہ دار تھا۔ وہی قانون کا محافظ تھا۔ وہی خادم تھا۔ وہی مخدوم۔ اور وقت پڑے پر وہی مردِ میدان اور غازی و شہید۔ نہ علم و فضل کی زیادتی کسی کو معاشرتی ذمہ واریوں سے سبکدوش کرتی تھی اور نہ زہد و تقویٰ کی فراوانی۔ صفات میں کمی بیشی تو ایک لازمی شے ہے۔ لیکن بہرحال مجموعی تعریف ہر مسلمان کی یہی تھی:۔ اَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ اَثَرِ السُّجُودِ۔ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيلِ۔ سیرتِ نبیؐ پر ایک طائرانہ نظر ڈالنے سے اچھی طرح مشاہدہ ہوتا ہے۔ کہ آپکا دریائے حیات اپنے دامن میں نور و ہدایت کی ہزاروں بجلیاں لئے انسانی زندگی کے ہر نشیب و فراز۔ ہر گھاٹی۔ ہر چوٹی۔ ہر بیابان و خیابان سے اس طرح گذرا۔ کہ ایک مسلمان کیلئے زندگی کی تمام راہیں کھُل گئیں۔ کتنی سبق آموز یہ سرگذشت ہے۔ کہ آپ کبھی چرواہوں کے غول میں ہوتے ہیں۔ کبھی ابو طالبؓ کی آغوش میں۔ کبھی سرراہ کانٹوں میں اُلجھے اور اذیتوں کا نشانہ نظر آتے ہیں۔ اور کبھی غار حرا کے گوشہ میں معتکف۔ کبھی تجارت کے قافلوں میں رواں دواں ہوتے ہیں اور کبھی امانتوں کے سنبھالنے میں مصروف۔ کبھی ازواج کے حجروں میں متاہل۔ کبھی راہ ہجرت میں راہیٔ منزل۔ کبھی حکومت و انتظام میں مصروف۔ کبھی پیکارِ حق و باطل میں مشغول۔ کبھی ہاتھ میں شمشیر غالب اور کبھی تیشۂ کاسب۔ کبھی

قائم اللیل وصائم النہار کبھی سرکہ و ثرید[1] سے افطار۔ کبھی براق پر سوار اور کبھی خود حسنؓ وحسینؓ کو کاندھے پر لئے۔ غرض ؎

ادھر اللہ سے واصل ادھر مخلوق سے شامل

خواص اُس برزخِ کبریٰ میں ہے حرفِ مشدّد کا

صحابۂ کرامؓ کی زندگیاں اس آفتابِ زندگی کا صحیح پرتو نظر آتی ہیں۔ اگر تقرب الی اللہ میں اُن کا پایہ ثریا سے بلند نظر آتا ہے۔ تو تعلق دُنیا اور اسباب وعلل کی کائنات میں وہ چاند سے زیادہ روشن نظر آتے ہیں۔ گنجائشِ مضمون اُن کے محاسن کی طرف محض اشارات کی بھی اجازت نہیں دے رہی۔ ورنہ کون نہیں جانتا کہ ہماری دُعاؤں میں پہلی دُعا رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنیا حَسَنَۃً کی مقبولیتِ تام اُن کی زندگی میں ابتدا سے انتہا تک نظر آتی ہے۔ اور آجکل کے بہترین مدبّر و دُنیادار۔ اسود و احمر سب اس پر شاہد ہیں۔ جناب عمرؓ کی دقیقہ رس نگاہ نے تو دُنیا کا یہاں تک اہتمام رکھا۔ کہ جس طرح امورِ دین میں کوتاہی کرنے والے مقہور ہوتے تھے۔ اسی طرح آپ ہر اُس شخص سے خواہ وہ کتنا ہی عالم وفاضل اور عابد وزاہد کیوں نہ ہو۔ جو اکتسابِ معاش کا کوئی پیشہ نہ رکھتا تھا بات تک کرنے کے روادار نہ ہوتے تھے۔ اور اُس کے وجود کو دُنیا کے کاندھے کا بوجھ سمجھتے۔ قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کو چھوڑ کر ہمارے اپنے ملک میں حضرت سلطان ناصر الدین محمود اور اورنگ زیب عالمگیر نے عام ذمہ داریاں جس اسلوب سے انجام دیں وہ اسلامی زندگی کا صحیح نمونہ پیش کرتا ہے۔ جہاں یہ اپنے شبستانوں میں آدھی رات سے خدا کو یاد کرتے اور اعداء اللہ کے مقابل اپنے سر ہتھیلی پر رکھتے تھے۔ وہاں سب کچھ ہونے کے باوجود اپنی معاش کیلئے تصنیف و کتابت کا پیشہ بھی کرتے تھے۔

ہمارے ہوش کی بات ہے کہ اپنے وقت کا بہترین مدبّر عثمانی سلطان عبدالحمید خان خامس جب اچانک معزول کر کے قسطنطنیہ کے عجائب روزگار محل سے باہر نکالا گیا۔ اور اُس کے رین بسیرے (کمرۂ خواب) کی تلاشی لی گئی۔ تو اُس میں سجادہ وآفتابہ کے سوا اللہ کا نام تھا یا تسبیح کے دانے۔ اللہ اللہ

آں مسلماناں کہ میری کردہ اند ———— در شہنشاہی فقیری کردہ اند

مثالوں میں پڑ کر کہنے کی بات طوالت میں پڑی جاتی ہے۔ اس لئے صرف اصُولی بحث کی طرف لوٹ آیئے۔ اسلام کے معتقدات، فرائض وعبادات، قانون وشرع، غرض جملہ احکام جن میں ادنیٰ اعلیٰ کا ذکر تک نہیں ہر مسلمان کیلئے یکساں ہیں۔ اور یہی وحدتِ قوم صحیح مساوات کی بُنیاد ہے۔ اور اسی کی بدولت جملہ مسلمان یکساں بہرہ

[1] ثرید شوربے میں چوری ہوئی روٹی کو کہتے ہیں۔ یہ آنحضرتؐ کے مرغوب طبع کھانوں میں سے ہے۔

اور رہنے چاہیئے تھے۔ مگر غور کیجئے کہ ہم ہندی مسلمانوں نے ابنائے وطن کی دیکھا دیکھی اس بنیاد کو کس طرح برباد کرکے اینٹ سے اینٹ بجائی ۔

ہم نے چار ذاتیں قائم کیں۔ برہمن، کشتری، ویش اور شودر نہیں۔ بلکہ شیخ، سید، مغل اور پٹھان۔ یہ نہ شناخت اور پہچان کیلئے تھیں نہ تقسیم کار کے واسطے۔ بلکہ مدعا اُن کا تفریق مراتب اور تشخص و تفوق تھا۔ چنانچہ اسی اصول کے تحت اُن کی تقسیم در تقسیم اتنی ہوئی۔ کہ اُس کا شمار کرانا تحصیل حاصل ہے۔ پھر ذات کے بعد کام کا نمبر آیا۔ اور ہر کام کے کرنے والی کی ایک علیحدہ ذات بن گئی۔ جس میں اَلکَاسِبُ حَبِیبُ اللّٰہ کا مرتبہ سب سے کم ٹھہرا۔ ذرا دیکھئے کتنے جُلاہے، دھنیے، تیلی، تنبولی، بڑھئی، لوہار، چھیپا۔ دھوبی وغیرہ وغیرہ مسلمان ہیں۔ جن کا نام ادنیٰ اقوام رکھدیا گیا ہے۔ اس بارہ میں اتنا غلو ہوُا۔ کہ کسی نجیب الطرفین سید نے اگر پان کی دُکان کرلی تو تنبولی۔ تمباکو بیچا تو تمخیرا اور علیٰ ہذا القیاس کیا اور کیا بنا دیا گیا۔ اب نہ وہ شریف رہا نہ سید۔ اپنے یہاں کی تو میں کہتا ہوں۔ کہ امروہہ کی تیس ہزار کی مسلم آبادی میں عام اقوام پیشہ ور کے علاوہ اس طرح کی (Convated) مسخ شدہ دسیوں ذاتیں رائج ہیں۔ جہد رزق گویا لعنت تھی۔ کہ جس گلے میں اسکا طوق پڑا وہ ابدالآباد کیلئے شودروں سے زیادہ نیچ اور کمینہ ہوگیا۔

خیر۔ روشنی اس چیز پر ڈالنی ہے۔ کہ کام کے اعتبار سے بھی مسلمانوں نے تقسیم کا وہ جزو لایتجزیٰ نکالا۔ کہ سُنار، کمہار، کہار بنانیوالے محاسبان ہند کو نیچا دیکھنا پڑا۔ نقال ہو تو ایسا تو ہو۔ (افسانوں میں ٹریجیڈی اور کامیڈی کی طرح اگر نقل کی بھی مذموم و ممدوح دو قسمیں کردیجائیں۔ تو ہمارا نمبر پہلی میں اوّل اور دوسری میں صفر آئے) ۔

ہاں تو اب دیکھنا یہ ہے۔ کہ اس تقسیم نے کیا گل کھلائے اور کس طرح ؎

شد آں باشہ نخچیر نخچیر خویش کہ گیرد ز صید خود آئین کیش

یہ مسئلہ جو کہ اصل مضمون ہے اس لئے ذرا تفصیل سے بیان کیا جائیگا۔ پہلے میں مروجہ موٹے موٹے گروہوں کے نام گناتا ہوں۔ پھر آگے چل کر اُن کے کام بتاؤں گا۔ اب گنتے جائیے :۔

(۱) امارت پیشہ یا ریاست پیشہ (۲) سیادت پیشہ (۳) امامت پیشہ (۴) ہدایت پیشہ (۵) عبادت پیشہ (۶) گداگری پیشہ (۷) صنعت و حرفت پیشہ (۸) تجارت پیشہ (۹) زراعت پیشہ (۱۰) مزدوری پیشہ (۱۱) ملازمت پیشہ (۱۲) وکالت پیشہ ۔

بس مشتے نمونہ از خروارے۔ ایک ہی درجن پر اکتفا کرتا ہوں۔ اب سُنئے کہ ان کے حصے میں کام کیا کیا آئے :۔

(۱) امارت یا ریاست پیشہ :-

چار چیز است بر ریاست فرض　　عینک و ٹمٹم و طوائف و قرض

کسی نے اچھی تُک بندی کی ہے۔ آجکل ٹمٹم کی جگہ موٹر اور عینک کی جگہ وِسکی کی تحریف کی گنجائش پیدا ہو گئی ہے۔ باقی سب ٹھیک ہے۔ ان حضرات کی قسمت میں راوی صرف عیش لکھتا ہے اور بس۔ قرض لیں۔ کھائیں اُڑائیں۔ لٹائیں۔ فسق و فجور ان کے باپ دادا کی میراث۔ بیکاری و بدکاری اُن کے گھر کی لونڈی۔ اوامر سے دُور کا علاقہ نہیں۔ نواہی کی نفی ان کا مقصودِ زندگی۔ ہر چند آگ سے پیدا نہیں مگر آتشِ سیال تو ان کے ضمیر میں شامل ہے اس لئے تکبّر میں عزازیل کو نیچا نہ دکھائیں تو بڑے کا ہے کے۔ مسلمانی ان کی اتنی ہے کہ چندہ ان سے وصول کیا جاسکتا ہے۔

(۲) **سیادت پیشہ** - یہ طبقہ حسب لیاقت کام کو عار اور وبالِ جان جانتا ہے۔ اُن کی ذہنیت یہ ہے کہ گاڑھے پسینے کی کمائی کرنیوالے انہیں محترم سمجھ کر پرورش کریں۔ قرض۔ قرضِ حسنہ۔ اور نذر خیرات یا چندہ اس طرح وصول ہوجائے کہ کانوں کان خبر نہ ہو۔ دینے والوں کو یہ دینے کے کچھ فضائل بتا سکتے ہیں اور مسلمانی کی پہچان یعنی پیشانی پر سجدہ کا نشان رکھتے ہیں۔ گو بیشتر وہ اثر سجود سے نہیں ہوتا۔

(۳) **امامت پیشہ** - معمولی شُدبُد اور ایک عدد لمبی ڈاڑھی رکھکر کسی مسجد میں پانچوں وقت جماعت کی امامت کرانے کے سوائے اگر کوئی اَور ذمہ داری ان پر رہ جاتی ہے تو وہ نیاز کے پیسے وصول کرکے تعویذ گنڈے اور جھاڑ پھونک کر دینا ہے۔ فاتحہ کی روٹیاں ان کا من و سلویٰ۔ اور مل گئی تو کفن کی چادر مالِ غنیمت۔ مسجد سے تنخواہ اُن کی نماز پڑھانے کی جائز اُجرت! اور معاش کا واحد ذریعہ۔

(۴) **ہدایت پیشہ** - اس پیشہ میں کئی قسم کے لوگ ہیں۔ واعظ۔ پیر اور مولوی۔ ان کا طلسم یہ ہے۔ کہ دُوسرے کی جیب کا پیسہ اپنے جھولے میں کھینچ لیتے ہیں۔ یہ لوگ نماز پڑھتے روزہ رکھتے اور متشرع حُلیہ میں رہتے ہیں۔ بادیٔ النظر میں بڑے اچھے مسلمان اور نمونۂ اسلاف نظر آتے ہیں۔ ان کے مواعظ و نصائح بیش قیمت مگر کم اثر ہوتے ہیں۔ جس کا خاص سبب یہ ہے کہ وہ خالصتہً الی اللہ نہیں ہوتے۔ بلکہ منشاءِ حقیقی ان سب کا صرف یہ ہوتا ہے کہ سامعین میں ان کا ایک اثر پیدا ہوجائے۔ جس سے اُن کے مفاد ذاتی دعوتوں، چندوں، ہدیوں وغیرہ کی صورت میں پُورے ہوتے رہیں۔ خیر نیتوں کا مدار تو باطن پر ہے۔ ظاہری تصور جو ان میں مشاہدہ ہوتا ہے وہ یہ ہے۔ کہ یہ لوگ اپنی روزی کیلئے کوئی پیشہ نہیں رکھتے۔ اور ہدایت کا معاوضہ گمراہوں کی جیب سے نکلواتے ہیں۔ اور باوجود

ادعائے اتباع کتاب و سنت نہ یہ دکھائی دیتا ہے۔ کہ ہادیٔ برحق یا اُن کے اصحابؓ کرام نے کبھی ہدایت کی اُجرت نہیں لی۔ اور نہ یہ سُنائی دیتا ہے۔ کہ کتاب اللہ بار بار پیغمبروں کی زبانی یہ بتاتی ہے۔ کہ اُنھوں نے اپنی اُمتوں پر بالتکرار واضح کیا۔ کہ ہم جو تمہاری اصلاح و ہدایت میں اتنی سعی کرتے ہیں۔ اس کا معاوضہ تو تم سے نہیں چاہتے۔ ہماری جد و جہد تو صرف خدا کی خوشنودی اور تمہاری بہبودی کے لئے ہے۔ جس کی اُجرت اللہ کے پاس ہے اور وہی دیگا۔ وَمَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (سورۂ شعراء رکوع ۷) غرض کسی نبی ولی نے بغیر ہاتھ کی کمائی کے نہیں کھایا۔ حضرت داؤدؑ لوہے کی زرہ بناتے تھے۔ حضرت سلیمانؑ چٹائی بُنا کرتے تھے۔ اور ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تجارت وغیرہ سے روزی حاصل کی۔ حضرت ابراہیمؒ بن ادھم نے مدینہ میں لکڑیاں فروخت کر کے روزی پیدا کی ۔

کوئی نبی کوئی ولی اپنے مُریدوں کا دست نگر نہیں بنا۔ اور اسی لئے اُن کی بات میں وزن اور کلام میں اثر ہوا۔ مگر ہمارے آجکل کے ہدایت پیشہ وعظ کی اُجرت، پیری کی دستگیری اور دُعا کی نذر چاہتے ہیں۔ پھر کیونکر اُن کی بات کی وقعت ان لوگوں میں ہوسکتی ہے جن کے یہ خود محتاج، سائل اور دست نگر ہو گئے۔ اُن کی زندگی کا تاریک ترین پہلو یہ ہے کہ مسلمانوں میں اختلاف کا بڑھانا۔ اُس میں شدت کا پیدا کرنا ان کا معیار افتخار بن چکا ہے۔ اور ان کی بدولت ملتِ واحدہ کی مذہبی، سیاسی، معاشرتی نقطۂ نظر سے اتنی نفرت انگیز تفریق ہوتی ہے کہ اُسکو رفع کرنا کسی کے بس کا کام نہیں رہتا۔ اور یہی اُن کا سب سے بڑا گناہ ہے ؎

اے بسا آدم کہ ابلیسی کند　　اے بسا شیطاں کہ ادریسی کند

معاف کیجئے میں بحث سے دُور ہوا جاتا ہوں۔ مقصد صرف یہ ظاہر کرنے سے تھا کہ ہمارا یہ قابل قدر طبقہ فرائض کسب سے اتنا ہی غافل ہے جتنا کہ دُوسرے نماز روزہ سے ہیں۔ تو جب جیتی جاگتی دُنیا ہی پر اُنہیں قابو نہ رہا۔ تو کیونکر یقین آسکتا ہے۔ کہ ان دیکھی دنیا ہنوز اِن کے ٹھیکہ میں ہوگی ۔

(۵) **عبادت پیشہ**:۔ یہ بیچارے دُنیا سے یکسو زاہدانہ زندگی بسر کرتے ہیں۔ نماز وظیفہ اُن کا کام ہے بعض گوشہ نشین و اقامت گزین ہیں۔ بعض غریب و مسافر۔ مانگتے نہیں مگر خدا سے چاہتے ہیں کہ کوئی کچھ دے جائے۔ انہیں ہوسناکی بھی نہیں ہوتی۔ مگر کیا یہ لَا رَهْبَانِيَّةَ فِي الدِّيْنِ کے خلاف مسلمانوں میں رہبانِ مجسم نہیں ہیں؟ کیا قوم پر اُن کا نورانی بوجھ نہیں؟!

(۶) **گداگری پیشہ**:۔ ان لوگوں کو کسی انسانی یا اسلامی صلاحیت کی ضرورت نہیں۔ جس حلیہ میں چاہیں

رہیں۔ جو جی میں آئے بکیں۔ اور نفس کا جو تقاضا ہو وہ کریں۔ بچوں کو ہوش سنبھالتے ہی مانگنے کی مشق کراتے ہیں۔ اور کتنے ہی ہٹے کٹے مُشٹنڈے کیوں نہ ہوں کام کے مکلف نہیں بنتے۔ اور اگر کسی کو آمدنی کا کوئی اور ذریعہ بھی ہاتھ آجاتا ہے۔ تو وہ مانگنے کی سُنتِ آبائی کو ہرگز ترک نہیں کرتا۔ فی الحقیقت یہ ایسا طبقہ ہے۔ جس میں ایک بھی خوبی نظر نہیں آتی۔ یہ کمبخت غیروں کے در پر سوال کرکے اسلامی وقار و حمیت کو دُوسروں کی نگاہ میں بھی زائل کرتے ہیں۔ اتنا ضرور ہے کہ ہدایت پیشوں کی طرح مسلمانوں میں شر نہیں پھیلاتے۔ مگر بکاری و حرام خوری کے نمونے پیش کرکے دن رات اور صبح و شام اس کا پروپگنڈا کرتے ہیں۔ جو اس تھکی ہاری قوم کیلئے سُمّ الفار بنتا ہے۔

(۷) **صنعت و حرفت پیشہ** اور (۸) **تجارت پیشہ** ۔ صبح سے شام تک اکتسابِ معاش میں مصروف رہتے ہیں۔ اسلامی وضع قطع میں رہنے والے ان میں بہتر سمجھے جاتے ہیں۔ نماز روزہ کے پابند بھی ہوتے ہیں مگر کم۔ لیکن علمیت ان میں مفقود نظر آتی ہے۔ خود تجارت کی اہمیت اور اُس کے مسائل سے ناواقف ہوتے ہیں۔ اور اس بناء پر وہ کامیابی جو ہونا چاہیئے تھی کم میسر آتی ہے۔ قرآن پاک نے لَا تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ کی ہدایت صادر فرماکر تجارت کا ایسا گُر بتایا تھا۔ کہ گاہک خواہ مخواہ اُن کی طرف رجُوع ہوں۔ مگر ہم لوگوں نے ناپ تول میں اور معاملات میں ایسی مذموم روش اختیار کی۔ کہ ایک مسلمان دُوکاندار کی دُنیا میں کوئی ساکھ ہی نہ رہی۔ اور اس نقص کی بناء پر وہ روزی جو نہایت حلال تھی حرام بھی کی اور کم بھی۔ پھر ایسی کمائی نے مصرف بھی ایسے ہی پیدا کرلئے کہ زبان پر لانے کے قابل نہیں۔

(۹) **زراعت پیشہ** و (۱۰) **مزدوری پیشہ** ۔ ان میں علم کی اس قدر کمی ہے۔ کہ اَور تو کیا کلمہ تک صحیح نہیں پڑھ سکتے۔ کوئی کوئی نماز پڑھ لیتا ہے۔ مگر خدا ہی جانتا ہے کہ بیچارہ کیا پڑھتا ہوگا۔ علم و دولت کے اعتبار سے یہ طبقہ سب سے پست ہے۔ مگر اسلام کی عزت اور خدا و رسولؐ کی محبت اس کے دل میں سب سے زیادہ ہے۔ صبح سے شام تک خون پسینہ ایک کرکے جو کچھ کماتے ہیں اُس کی رُوکھی سوکھی روٹی اُن لقمہ ہائے تر سے زیادہ قوی ہوتی ہے جو بہتوں کو بے مشقت پہنچتے ہیں۔ ؎ کہ جہاں میں نانِ شعیر پر ہے مدارِ قوتِ حیدری

(۱۱) **ملازمت پیشہ** ۔ ملازمت پیشہ لوگوں کے ماحول میں دونوں جہان سے زیادہ قیمتی چیز ملازمت ہے۔ وہ نوکری کی آڑ میں نہایت دلیری سے روزہ اور نماز سے بھی اپنے آپ کو معذور سمجھ لیتے ہیں۔ اگر کسی نے جمعہ کی نماز پڑھ لی اور رمضان کے روزے رکھ لئے تو وہ بڑا مجاہد بن گیا۔ کسی نے داڑھی رکھ لی تو مولویت کی سند حاصل کرلی۔ غرض پابندئ شرع اسلام سے یہ طبقہ اپنے آپ کو اسقدر مستثنےٰ سمجھتا ہے۔ کہ فرائض کا اگر عشرِ عشیر بھی ادا کرے

توگویا اسلام پر احسان کرتا ہے۔ خدا کی بندگی اور اُس کے قانون سے بے پرواہی کا لازمی نتیجہ یہ ہے۔ کہ وہ بالعموم فرائضِ ملازمت کو بھی کما حقہٗ نگاہ نہیں رکھتے۔ اسلام کے باغی بننے کے بعد کچھ بہتر ملازم بھی ثابت نہیں ہوتے۔ یہاں بھی اُن سے عادتاً تساہل و لاپرواہی اور کم محنتی سرزد ہوتی ہے۔ اور دُوسروں کے مقابلہ پر خسارہ ہی میں رہتے ہیں۔ دُنیاداروں میں یہ اپنا پایہ بلند تصور کرتے ہیں۔ کہ ایک سے زیادہ انسانوں کے پیٹ ان کی کمائی سے پلتے ہیں۔ مگر جب اصطلاحی دیندار اُن سے فرائضِ معبود کی ادائیگی کا مطالبہ کرتے ہیں تو یہ بارگراں سمجھ کر بلبلاتے اور ناصحین کو ہزار ہزار صلواتیں سُناتے ہیں۔ چونکہ وہ طبقہ دُنیا کے معاملہ میں خود غافل و کاہل ہوتا ہے۔ اس لئے اُنہیں موقع ہے کہ برابر کی جنگ کریں اور بجائے اصلاح کے دلیر گنہگار بنیں ۔

اس طبقہ کے پیش نظر اعلیٰ ملازمین کی جو تباہ کُن مثال رہتی ہے وہ اَور بھی گمراہ کن ہے۔ اعلیٰ ملازمین تو مذہبی قیود اور اوامر و نواہی کی پابندیوں سے بہت بالاتر ہیں۔ اُن کے اخلاقِ مذمومہ ریاست پیشہ حضرات سے بالکل ملتے جلتے ہوتے ہیں۔ مگر ملازمت کے پیشہ میں بلند تر درجہ رکھنے کے باعث وہ خواہ مخواہ اوسط درجہ کے مرجع نظر رہتے ہیں۔ اس لئے یہ بر خود غلط ملازم جو عام طور پر حکام و افسران کے نام سے موسوم کئے جاتے ہیں۔ بیچارے ماتحتوں کے لئے اس سرحد ارتداد کی طرف جس کے آخری کنارہ پر اُن کی جلوہ گاہ ہوتی ہے مشعلِ ضلالت بنتے ہیں۔ اب ان بیگانۂ اسلام مسلمانوں کو کیا کیا جائے۔ جو ہر آدم خاکی نہاد کو نظر آذری سے دیکھتے اور پرکاہ بھی نہیں سمجھتے ۔

(۱۲) **وکالت پیشہ**:۔ اس پیشہ کے سند یافتہ اپنی طرف تو آسانی سے الملقب بہ مولوی ہو جاتے ہیں۔ ہر چند وضع وقطع اور تراش و خراش کچھ ہو۔ دروغ بافی اُن کی روزانہ کی پریکٹس۔ مقصود زندگی۔ مختانہ کہ اُس کے پیش نظر ہر پابندی سے مستثنیٰ ہو جاتے ہیں۔ نزاع و نقیض کی آبیاری اور کشتکاری اُن کی فرصت کا مشغلہ۔ پبلک کے گاڑھے پسینہ کی کمائی کو تھوڑے سے معاوضہ پر ڈھو کر سرکاری خزانہ میں پہنچا دینا اُن کا منشار تولید۔ اس پر ستم ظریفی یہ کہ لیڈر بھی بن جاتے ہیں۔ ملازموں سے زیادہ فرصت اُن کو میسر آجاتی ہے۔ گلو خراشی کی مشق عدالت کے کٹہرے میں خاصی ہو جاتی ہے۔ پبلک میں تعارف و رسُوخ جو اُن کی آمدنی کی زیادتی کا موجب ہوتا ہے۔ اُس کو پیدا کرنے کے لئے پبلک پلیٹ فارم پر نہایت دیدہ دلیری سے کُود آتے ہیں۔ اور اس وقت جو کچھ نہیں ہوتے۔ وہ سب کچھ بن جاتے ہیں ۔

رنگ او نیرنگ و بودِ او نمود ۔ اندرونِ او چو داغِ لالہ دود
پاکباز و کعبتین او دغل ۔ این و غدر و نفاق اندر بغل

غلط بیانی پر اس قدر قادر ہوجاتے ہیں۔ کہ شیطان کا ضمیر تو شاید کبھی ٹوکدیتا ہو۔ مگر اُن کا سدھا ہوُا ضمیر "میزوم" کے رُتبہ پر فائز ہوتا ہے دم تک نہیں مارتا۔ غرض علی بابائی حکومت کے یہ چہل اصحاب مورو ملخ کی طرح پبلک کے پیسہ کو سرغنہ کے خزانہ میں ڈھوئے لئے جاتے ہیں۔ اور خود چاٹے جاتے ہیں۔ اور کوئی اُف تک نہیں کرتا۔ بلکہ عزت واحترام کرتے ہیں۔ اور یہ پبلک کی کور بینی ہے ؎ ہر ہلاک اُمتِ پیشیں کہ بود

زانکہ بر جُندل گماں بُردند عود

ناظرین پیشوں کی اس تفصیل سے جو شیطان کی آنت سے کم نہیں ضرور اُکتا گئے ہونگے۔ مجھے خود بارہ کی یہ گنتی پوری کرنی دوبھر ہوگئی۔ مگر میرے دماغ پر تو بارہ سے کئی گنے کا بار ہر وقت رہتا ہے۔ اور یہ صرف نمونہ مشتے از خروارے تھا۔

شاید آپ کو شکوہ ہو۔ کہ کج بین مقالہ نگار نے کسی ایک کی بھی خوبی بیان نہ کی۔ مگر میرا مدعا ہی نقائص کے افشاء اور خرابیوں کے آشکارا کرنے کا ہے۔ اسی لیئے یہاں اسی پہلو پر زیادہ روشنی ڈالنی ضروری تھی۔ ورنہ پانچوں اُنگلیاں یکساں نہیں ہوتیں۔ معذرت کے اس معترضہ جملہ کے بعد پھر اصل مضمون کی طرف غور کیجیئے۔ کہ ان مختلف پیشوں کے عامل یا عامل برتری کے تمام مدارج صرف اپنے ہی لئے مختص سمجھتے ہیں۔ اور دوسروں کو حقارت اور مغائرت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ اصول اسلام کی طرف سے صرف ضد اختیار کرتے اور خود کو بہتر مسلمان یا بہتر انسان تصور کرتے ہیں۔ اور دُوسروں کے خصائص حمیدہ کو بھی نقائص سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور چونکہ ہر پیشہ والے کی پُشت پر اپنے ہم پیشوں کی کثیر جماعت ہے۔ اس لئے اپنی کوتاہیوں پر نہ نظر جاتی ہے نہ اُن کے رفع کرنے کا دھیان ہوتا ہے۔ اور باوجود ہزار خرابیوں کے اپنی جماعت میں سُرخرو اور دُوسروں کے سامنے دیدہ دلیر رہتے ہیں۔ اسلئے ہم مسلمانوں کے فرائض زندگی اور اطوار و کردار بالکل مختلف ہوگئے ہیں۔ اور ہم میں ایکدوسرے پر برتری و تفوق کا مہلک خیال تحقیر و منافرت کا مسموم جذبہ۔ اجنبیت و مغائرت کا شیرازہ شکن احساس اس درجہ پرورش پا چکا ہے۔ کہ یہ حقیقت ہم سے بالکل فراموش ہوگئی کہ ؎ چوں گل صد برگ مارا تو بکیست۔ ذرا تصور کیجیئے اس حقیقت کا کس نگاہ سے ایک مولوی غیر مولوی کو ایک صوفی غیر صُوفی کو ایک نئی روشنی کا مسلمان کسی مولوی یا صُوفی کو ایک دُنیا دار کسی دیندار کو اور ہم آپ کسی بیچارے مزدور یا کسان کو دیکھتے ہیں۔ کون کہہ سکتا ہے کہ ہم سب ایک ہی پھول کی پنکھڑیاں ہیں۔ اور کون جانتا ہے کہ خدا کا خوف کس کے دل میں زیادہ ہے۔ اور اس ربّ العزّت کی بارگاہ میں بزرگ تر کون ہے۔ کاش ہم اس فیصلہ کو اسی ذی العزت والعظمت والہیبت والکبریاء والجبروت پر چھوڑ دیں۔ جس نے ہمارے لئے یہ نظریہ قائم کیا ہے کہ کُلُّ مُؤْمِنٍ اِخْوَۃٌ۔ شیطان پھر ناری تھا۔ مگر تکبّر سے خوار ہوُا۔ اور ہم تو سب خاکی نہاد ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے ایک مصرعہ میں پُوچھا ہے۔ کہ

کیا تم میں سے کوئی جواہرات یا چاندی سونے سے بنا ہے"؟ جب ایسا بھی نہیں۔ تو کیوں اور کس لئے طوقِ لعنت اپنے گلے میں ڈالتے ہیں۔

ممکن ہے کبھی ریل کے سفر میں آپ نے اس بات کو نوٹ کیا ہو۔ کہ ایک داڑھی والا داڑھی والے سے سوٹ پوش دوسرے سوٹ پوش سے۔ سگرٹ نوش سے۔ شرابی دوسرے ہم مشرب سے۔ نمازی دوسرے نمازی سے، اور روزہ دار دوسرے روزہ دار سے میل کرتا ہے۔ اور مخاطبت و ملاطفت پیدا کرتا ہے۔ ایسا کیوں ہوتا ہے صرف اس لئے کہ اَلجِنسُ یَمِیلُ اِلَی الجِنس کا نظریہ دُنیائے اسباب میں کارفرما ہے۔ گفتار۔ کردار۔ اوضاع و اطوار کی یکسانیت خواہ مخواہ میل و رغبت پیدا کرتی ہے۔ اسی لئے اسلام نے مکمل یونیفارمیٹی (یکسانیت) کا اہتمام کیا تھا۔ مگر ہم نے پسِ پشت ڈالدیا۔ اور ایک جنس ہوتے ہوئے مختلف جنس ہوگئے۔

اب یہ کھوئی ہوئی دولت کیونکر واپس آئے۔ یہی ماحصل ہے اس تمام مضمون کا۔ میرے ذہن میں اس کا ایک بہت ہی سہل علاج ہے۔ جس کی کامیابی کا کسی نہ کسی حد تک مجھے ذاتی طور پر تجربہ بھی ہے۔ چنانچہ اسی کو پیش کرتا ہوں

بر آید آرزو ! یا بر نیاید !
شہید سوز و ساز آرزویم

قرآن حکیم فرماتا ہے وَاخفِض جَنَاحَکَ لِلمُؤمِنِینَ۔ یعنی مسلمانوں سے (گو وہ کیسے ہی غریب ہوں) جھک کر ملو۔ اگر ہم ذرا سی نفس کشی کرکے اور اُستاد کی عزازیلی سرکشی کو بالائے طاق رکھکر اپنا یہ شعار بنالیں۔ کہ ہر مسلمان سے خواہ وہ کتنا ہی تباہ حال ہو تپاک اور انکسار سے ملیں، تو کھوئی ہوئی محبت کی لہر اور گمشدہ اتفاق کی موج ایکمرتبہ پھر ہم میں جاری و ساری ہوسکتی ہے۔ اور اختلاف مدارج کے نشیب و فراز کو ہموار کرکے پھر ایک سطح پر لاسکتی ہے۔ یہ اتنی سہل تدبیر ہے کہ نہ کسی لیگ کی محتاج نہ آل انڈیا تحریک کی نہ خرچ کی مکلّف نہ چندہ کی البتہ اتنا ضرور ہے۔ کہ خوارئ تکبر کو ضرور کسی نہ کسی حد تک خیرباد کہنا پڑیگا۔ جو بعض اُونچے پیشہ والوں کے لئے شاید اتنا ہی ناگوار گذرے جتنا عزازیل کو سجدۂ آدم۔ اور وہ لعنت دوجہاں کو اُس کے اتلاف کے مقابلہ میں ترجیح دیں۔ لیکن کم ازکم وہ حضرات جو تکبر کی اس انتہا کو نہیں پہنچے وہ تو اس اصول پر عملدرآمد کریں۔ اور اُس کی برکات کو پھولتا پھلتا دیکھیں۔ ایک شخص اگر صرف اپنے آپ کی اصلاح کرلیتا ہے۔ تو اُس کا قوم پر احسان ہے کہ اُس نے کم ازکم ایک فردِ قوم کی اصلاح کر دی۔ اور ہر شخص اپنی اصلاح کرلے۔ تو گویا کل قوم کی اصلاح ہوگئی۔ پھر آپ کیوں انتظار کرتے ہیں۔ اور ایسے سہل اصول کو آج ہی سے کیوں نہیں اپنا دستورالعمل بنالیتے۔ آج ہی سے عہد کرلیجئے کہ ہر مسلمان سے خواہ وہ میلا کچیلا ہو پھٹے

پرانے کپڑے ہوں۔ بھوکا ہو۔ بیمار ہو۔ معذور و محتاج ہو۔ غرض مند ہو۔ نوکر ہو۔ تاجر ہو۔ مزدور ہو۔ داڑھی منڈا ہو یا مولوی ہو۔ لیکن جب ملے گا آپ اُس کا احترام کریں گے جھک کر ملیں گے۔ برادرانہ و مشفقانہ طور پر بات کریں گے اور اس نصِ صریح کو نہ بھولیں گے۔ وَاخۡفِضۡ جَنَاحَكَ لِلۡمُؤۡمِنِيۡنَ ہ

خادم النّاس۔ محمد آلِ عباس عباسی امروہوی

پیکو لمیٹڈ لاہور کی لنھّو کی مطبوعات

اسلامی مساوات موجودہ زمانے میں جبکہ ہر مذہب مساوات کا مدعی ہے۔ حالانکہ حقیقی مساوات سوائے اسلام کے کسی مذہب میں بھی نہیں ہے۔ پروفیسر یوسف سلیم صاحب چشتی نے صحیح اسلامی تعلیم کی رُو سے یہ ثابت کیا ہے کہ مساوات اصلی معنوں میں صرف اسلام ہی پیش کرسکتا ہے۔ یہ کتاب بڑی محنت اور تحقیق سے لکھی گئی ہے۔ اچھوتوں میں خصوصاً اور دیگر غیر مسلموں میں عموماً تبلیغ کیلئے بہترین حربہ ہے۔ مجلد ۱۰؍ بلا جلد ۶؍

شناختِ مجدّد موجودہ زمانے میں مرتبہ نبوت و مجددیت عام ہو رہا ہے۔ اس امر کی اشد ضرورت تھی کہ مسلمانوں کے ایمان کی حفاظت کی جائے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔ کہ پروفیسر یوسف سلیم صاحب نے اس موضوع پر ایک نہایت مدلل کتاب لکھ کر وقت کی اہم ضرورت کو پورا کر دیا ہے۔ قابل مصنف نے قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے دس ایسے پختہ اور مستحکم معیار اخذ کیے ہیں۔ جن کی مدد سے ہر مسلمان بآسانی یہ اندازہ لگا سکتا ہے۔ کہ مرزا صاحب قادیانی مجدد تھے یا نہیں۔ حجم ۴۷ صفحات قیمت ۸؍ محصول ڈاک ۵؍

اسلام اور قومیت امام الہند حضرت مولانا ابو الکلام آزاد مدفیوضہ کی تصنیف لطیف ہے۔ مولینا نے اس کتاب میں "اسلام اور نیشنلزم" (اسلام اور قومیت پر اپنے مخصوص انداز میں روشنی ڈالی ہے۔ مولانا کا نام اس کتاب کی معنوی خوبیوں کی ضمانت کیلئے کافی ہے۔ قیمت ۵؍

ملنے کا پتہ

مینیجر پیکو لمیٹڈ۔ بیرون موچی دروازہ۔ لاہور

ماسٹر محمد احسان پرنٹر و پبلشر نے فیروز پرنٹنگ ورکس نمبر ۱۹ اسرکلر روڈ لاہور میں چھپوا کر دفتر رسالہ حقیقت اسلام واقع پیکو لمیٹڈ بیرون موچی دروازہ لاہور سے شائع کیا۔